فتاویٰ عالمگیری اردو

(یعقوب سہارنپوری)

★

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی

ا-دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

اور ہم نے تم میں سے ہر ملت کو قانون اور راہِ عمل دی۔

فتاویٰ عالمگیری

اردو جدید

مکمل كتاب الطهارة

جزء نمبر ۱

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہٗ کا عظیم کارنامۂ اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ عالمگیری" تازہ فٹ نوٹس مفید ضمیموں سلیس و شگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

نگرانِ ترجمہ

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم مفتی دار العلوم دیوبند یوپی

مترجم

مولانا لقمان الحق فاروقی (فاضل دیوبند)

ناشر

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند یوپی

فہرست مضامین فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

ھدیہ

عام خریداروں سے فی جز۔ دو روپیہ چار آنہ (علاوہ محصولڈاک)
ممبران کرام سے ایک روپیہ پچاس پیسے (علاوہ محصولڈاک)
فیس ممبری (دائمی رکنیت کیلئے) ایک روپیہ
ایجنٹوں، تاجروں، لائبریریوں اور مدارس اسلامیہ کیلئے مخصوص رعایتیں۔ (خط وکتابت سے معاملات طے فرمائیں)

کتابت ظہیر الاسلام — سہارنپوری
طباعت وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم دیوبند۔ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

کرۂ ارضی تقریباً نصف صدی سے ایک ہولناک اور ہیجان انگیز دور سے گذر رہا ہے ان ایام میں زندگی کی وہ تمام اساسیں متزلزل ہو کر رہ گئیں جن کی بنیاد خدا پرستی، اخلاقی پاسداری پر تھی۔ اس عالمگیر انقلاب کے نتیجہ میں وہ تمام تہذیبیں اور ادیان زندگی کے میدان سے الگ ہو گئے۔ جو اس سے پہلے اپنے افکار و نظریات کو زندگی کیلئے ضروری اور ابدی شمار کرتے تھے۔ برِصغیر ہند و پاک میں اس انقلاب کا منظر بیس برس کی مدت سے بہت صاف اور واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اسلام کہ ابدی سعادت اور رہنمائی کا مدعی ہے وہ ابھی تک مبارزہ طلبی کئے جاتا ہے۔ بلکہ اس دور انقلاب میں اسلام کا دعویٰ اصلاح تجدید اور زیادہ نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ لیکن سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی یکسر اسلامی نقطہائے نظر اور اخلاقی ضوابط کی پابند ہو۔ مصلحین امت کا تجزیہ بالکل درست ہے کہ ماضی کی طرح حال کا کوئی قدم بھی اس کے بغیر نہیں اٹھ سکتا کہ یہ معاشرہ اخلاص، للہیت، اخلاقی برومندی اور عفت و عصمت کی صدائے مسلسل ہو کر رہ جائے۔ انہیں توقعات اور امیدوں کے سہارے خداوند قدوس پر توکل کرتے ہوئے "فتاویٰ عالمگیری" کا یہ اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اصلاح و تجدید کے فریضہ سے سبکدوشی کیلئے "فتاوی عالمگیری" کی شدید ضرورت کا احساس "تعارف" کے مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس شدید ضرورت کا احساس حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دامت برکاتہم ورکنگ صدر جمعیۃ علماء و ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم کو ایک عرصہ سے تھا۔ چنانچہ موصوف نے دور حاضر کے متعدد اہل علم کی توجہات اس جانب مبذول فرمائیں۔ لیکن ایسی سعادتوں کا انحصار اپنی کوشش سے زیادہ توفیق الٰہی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سعادت برادر محترم جناب اظہر صدیقی کے حصہ میں آئی۔ اور موصوف نے "فتاویٰ عالمگیری" کو اردو میں منتقل کرنے کیلئے میرا انتخاب فرمایا۔ دیوبند جیسے علمی مرکز میں علماء کی کمی نہیں۔ اس ماحول میں قرعۂ انتخاب میرے نام پر ڈالدینا ان کے اخلاص اور محبت کی دلیل ہے۔ ترجمہ میں میں نے بساط بھر کوشش یہ کی ہے کہ اصطلاحی الفاظ سے احتراز کیا جائے اور زبان و بیان کو اتنا عام فہم اور سلیس کر دیا جائے کہ جس سے ایک عام اردو دان بخوبی استفادہ کر سکے۔

اثناءِ ترجمہ مجھے جب کوئی اشکال پیش آیا تو میں نے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہم صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع کیا۔ اور بحمد اللہ خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ بلاشبہ آپ کی ذاتِ گرامی دارالعلوم کی ان چیدہ و برگزیدہ شخصیات میں سے ایک ہے جو مسلک دارالعلوم دیوبند کی ترجمانی کیساتھ اسلامی علوم و فنون پر بصیرانہ نگاہ رکھتے ہیں۔ میں حضرتِ علامہ کا انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر "فتاویٰ کے بعض فٹ نوٹس" اور "تعارف عالمگیری" کے اہم اور ضروری مباحث سماعت فرمائے اور اپنے عالمانہ محققانہ ارشادات عالیہ سے میری رہنمائی فرمائی۔ قارئینِ کرام حضرتِ موصوف کیلئے درازی حیات کی دعا فرمائیں۔

ترجمہ کے بعد میں نے حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کو حرفاً حرفاً اپنا مسودہ سنایا۔ موصوف ایک مرنجا مرنج، وسیع الظرف اور خلیق عالم ہیں۔ موصوف کی ذاتِ گرامی طالبین افتاء کیلئے اپنے "تنوع" کے باعث ایک سرمایہ جذب و کشش رکھتی ہے۔ موصوف کا میں صمیمِ قلب سے شکر گذار ہوں کہ اپنے قیمتی اوقات مسودہ کی سماعت میں صرف فرمائے اور آئندہ کیلئے بھی مستقل نگرانی کی ذمہ

داری قبول کی۔ والد محترم حضرت مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ اپنی علمی سرپرستی، برادر محترم مولانا ریاست علی بجنوری مرتب ایضاح البخاری اور مولانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم القدر کارنامے "فتاوی عالمگیری" کا تعارف کرانے سے پہلے ہمیں مطلق قانون قانون اسلام اور عالمی قوانین کے مابین اس کے امتیازات کا جائزہ لینا چاہیئے تاکہ اس موضوع پر قدرے بصیرت کے بعد فتاوی عالمگیری" کا صحیح مقام و مرتبہ معلوم کیا جا سکے۔

قانون کیا ہے؟ قانون[1] دنیا کی ان چند حقیقتوں میں سے ایک ہے جن کی ابتدائی جامع تعریف ناممکن ہے بلکہ ابتدائی تو درکنار اسلامی اور غیر اسلامی کی تقسیم کے بعد بھی مغرب کے تصور قانون کو الفاظ کی حد بندیوں میں اس طرح پیش کر دینا کہ اس پر دنیا کے اکثر قانون دان حضرات صاد کر دیں مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ قانونِ جدید کے دس مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ ایک قانون داں کی تعریفِ قانون دوسرے مقنن کی تعریف کیلئے مدلل تردید کا حکم رکھتی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں قانون کی نوعیت اور اصلیت ہی کے بارے میں شدید اختلافات ہیں۔ کسی کے نزدیک قانون محض اہلِ حکومت کی مرضی اور فرمان سے تعبیر ہے۔ کچھ حضرات کے نزدیک ملکی حکومت سے منظور شدہ رسوم و رواج کا نام قانون رکھا گیا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قانون ضرورت و مجبوری کا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ اس لئے صرف حکومت کی توثیق سے قانون کی تعریف مکمل نہیں ہو جاتی۔

اس کثرتِ تعبیر کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات مشترک طریقہ پر ایک ابتدائی غلطی کا شکار ہیں۔ یہ حضرات انسان کیلئے ایک ایسے زمانے کا تصور بھی رکھتے ہیں جب وہ اجتماعی ضروریات، تمدنی زندگی اور باہمی ربط و ضبط سے دور تھا۔ اس انفرادی اور غیر تمدنی زندگی میں چونکہ انسانی افراد ایک دوسرے کے جذبات اور دواعی حیات میں متصادم اور حائج نہ ہوتے تھے۔ اس لئے قانون کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ جب انسان نے ترقی کی اور اس کی انفرادی معیشت اجتماعی معاشرے میں تبدیل ہونا شروع ہوئی تو ان کے جذبات و ضروریات اور حقوق کے تحفظ کیلئے قانون بنا۔ زندگی کی ارتقائی منازل کے ساتھ قانون کا دائرہ عمل بھی وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

انسان مدنی الطبع ہے

لیکن وہ محققین جن پر اسلامی تصور قانون کی چھاپ ہے اس کے شدید مخالف ہیں وہ کسی بھی زمانہ میں انسان کو درندوں اور چوپاؤں کی طرح انفرادی زندگی کا خوگر نہیں مانتے اُن کے

---

[1] قانون دراصل ایک یونانی لفظ ہے جو سریانی زبان کے ذریعہ عربی میں منتقل ہوا۔ عربی میں اس کے اصل معنی مسطر کے ہیں پھر یہ لفظ مقیاس (آلہ قیاس) کے معنی میں استعمال ہوا اس کے بعد ہر جامع اور ضروری قاعدہ کیلئے بولا جانے لگا۔ لیکن فقہاء اسلام کے یہاں یہ لفظ بہت کم استعمال ہوا ہے۔ وہ اس کی جگہ اکثر و بیشتر شریعت، شرع الحکم الشرعی وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مترجم

نزدیک انسان آفرینش کے پہلے دن سے مدنی الطبع ہے وہ طبعی طور پر ایک دوسرے سے میل رکھنے پر مجبور رہے، چنانچہ اس دنیا میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ قرآن کریم نے اس اولین عہد کے بارے میں جو تاریخی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان ابتدائے آفرینش سے "مدنی الطبع ہے۔ اس لئے قانون کے ارتقائی منازل کیلئے کسی ایسے زمانہ کا فرض کرنا جس میں انسان اپنی دواعی اور جذبات وضروریات میں ایک دوسرے سے بے نیاز تھا۔ یکسر غلط ہے۔ لیکن اسوقت ہمیں مغرب کی اس تصور قانون سے بحث نہیں ہے۔ بلکہ ان مختصر صفحات میں اسلام کے تصور قانون اور اس کے متعلق مباحث سے ہمیں کچھ گفتگو کرنی چاہئے۔

قانونِ اسلام ارشاد خداوندی ہے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات	ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دیکر بھیجا
وانزلنا لھم بالکتاب	اور ان کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل
المیزان لیقوم الناس بالقسط	کی تاکہ لوگ انصاف سے قائم رہیں۔

آیت کریمہ میں کتاب اللہ کو میزان عدل قرار دیا گیا ہے۔ اسپر عمل اور اس کے افکار و نظریات کو عملی زندگی میں جاری وساری کرنے کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ انسان انصاف اور توازن کی زندگی بسر کر سکے۔ تاکہ اسے رضاء الٰہی حاصل ہو۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی زندگی کا ہر لمحہ کتاب اللہ کی شرح وتفسیر ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرے میری سنت"

فقہاء کرام اور علماء اسلام نے ان دو چیزوں سے جو عطر کشید فرمایا ہے اسے مختصر تین لفظوں میں علم فقہ علم کلام اور تصوف سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسلام انسانی زندگی کو مکمل طور پر جس امن وسکون سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے اس کے ہمہ گیر تصور کے اعتبار سے یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہیں۔ بلکہ اس امن وسکون کیلئے ان سب کی ضرورت بالکل یکساں ہے۔ تصوف سے وہ علم مراد ہے جس کی روشنی میں انسان کے اخلاقِ باطنی اور ظاہری کی تطہیر کا کام لیا جاتا ہے۔ علم کلام دراصل انسانی عقائد وافکار اور ان کی صحت وسقم کی رہبری کرتا ہے اور علم فقہ سے انسان کے اعمال ومعاملات کے احتساب کا کام لیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں ان سب پہلوؤں کی کامل ضرورت ہے۔ اگر عقائد وافکار کی رہبری میں کوتاہی ہے تو انسان کا ضمیر ایک دائمی، اضطراب کا شکار رہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دورِ حاضر کا دین مسیح اپنے عقائد وافکار کے لحاظ سے ایک چیستاں سے کم نہیں۔ اسی طرح اگر نظام اعمال وافعال پر قانون کی گرفت ڈھیلی ہے تو اس سے ایک ایسی فوضویت اور انتشار کو راہ ملتی ہے جس کے بعد معاشرہ کے سکون کی تمنا سودائے خام ہے۔ لیکن اپنے موضوع کے اعتبار سے ہمارا دائرۂ بحث اسوقت صرف علم فقہ ہی سے متعلق ہے۔ اور اسی علم فقہ کو دورِ حاضر کی اصطلاح میں "قانون اسلام" کا نام دیا گیا ہے۔ صدر الشریعۃ نے شرح توضیح میں متقدمین سے فقہ کی جو تعریف نقل کی ہے۔ وہ تقریباً الفاظ کے اختلاف کے باوصف وہی ہے۔ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے[1]۔ تعریف کے الفاظ یہ ہیں:

"معرفۃ النفس ما لہا وما علیہا"۔ یعنی انسان کے حقوق وفرائض کا پہچاننا۔ محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں اس موضوع کا تفصیلی تعارف اس طرح کرایا ہے:۔

[1] میرے مشفق استاد حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے اس موقعہ پر ایک زریں بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا۔ فقہ کی جو تعریف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے، وہ فقہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ تعریف علوم شرعیہ کی ہے اور اسکی دلالت علم کلام پر اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

"تفصیلی دلائل شرعیہ کی وساطت سے عملی مسائل کے متعلق دینی احکام معلوم کرنیکا علم" [1] محب اللہ کے نزدیک دلیل شرعی سے مراد وہ ماخذ یا اتھارٹی ہے جس کی وساطت سے علوم حاصل کئے جائیں اور کسی علم کے ماخذ سے مراد وہی مقامات لئے جاتے ہیں جہاں سے اصول وضوابط کو بنیادی طور پر بلا واسطہ حاصل کیا جائے۔ فقہ کے ماہرین ان ماخذ کیلئے اصول کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کا مستقل نام "اصول فقہ" ہے۔ یہ ماخذ چار ہیں۔

پہلا ماخذ۔ کتاب اللہ

فقہ کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم شریعت اسلام کا اصل الاصول ہے، عقائد اور اعمال دونوں کے بارے میں قرآن کریم کامل رہنمائی فرماتا ہے۔ یہ ایک دستور کی حیثیت میں نازل کیا گیا ہے اور دستور ہی کی طرح اسمیں اجمال کیساتھ احکام بیان کئے گئے ہیں۔ چند معدود احکام ہیں جن کی تفصیلی بحث قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسے میراث، حدود وقصاص و محرمات نساء کا تذکرہ ورنہ بیشتر احکام کا اجمالی تذکرہ ہوتا ہے۔ جیسے نماز پڑھنے کا حکم، زکوٰۃ کی ادائیگی کا فریضہ، ربوا کی حرمت وغیرہ۔ دستور میں جو اجمالی شان ہوتی ہے وہ اس میں پائی جاتی ہے۔ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر چیز کے بارے میں ایک ایسا اصول بیان فرمایا گیا ہے جو زمانہ کے بدلتے ہوئے تمام سانچوں پر منطبق ہو سکتا ہے۔ ہر چیز اگر تفصیل کے ساتھ بیان کی جاتی تو ایک تو تفصیل کے باعث یہ شان باقی نہ رہتی۔ دوسرے یہ کہ ہر چیز کی ایک ہی شکل معین ہو جاتی۔ مثلاً قرآن کریم نے سیاست ملکی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ — ان کے باہمی معاملات مشورے سے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ملکی سیاست میں شورائیت ہونی چاہئے۔ حکومت کسی گروہ یا کسی خاندان کی میراث نہیں۔ بلکہ جسمیں شرائط حکومت پائی جائیں وہ اس کا مستحق ہے۔ اب یہ شورائیت مختلف صورتوں میں پیدا ہو سکتی ہے اگر قرآن کریم میں اس اجمال سے کام نہ لیا جاتا بلکہ کسی ایک صورت کی تفصیل آجاتی تو اسمیں وہ لچک باقی نہ رہتی جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے [2]۔ پھر قرآن کریم میں جہاں اس اجمال سے کام لیا ہے۔ وہیں اس کی تمام تفصیلات سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ کردی گئی ہیں۔ خود قرآن کریم میں اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جس چیز کا حکم دیں لے لیلو اور جس چیز سے وہ روکیں اس سے رک جاؤ"۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں سنت نبوی کا مقام قرآن کریم کی تفصیل و تشریح کا ہے اور اسی لئے فقہ اسلامی کیلئے بھی دوسرا ماخذ سنت نبوی ہے۔

---

[1] مجموعہ مسائل کا نام فن رکھا جاتا ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ مجموعہ مسائل سے اگر تمام مسائل مراد ہیں تو ان کا احاطہ انسانی طاقت سے باہر ہے اور اگر بعض مسائل مراد ہیں تو چند مسائل پر بھی فن کا اطلاق کرنا چاہئے۔ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ میرزاہد نے ایک قید کا اضافہ کیا ہے جس سے اشکال رفع ہو جاتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان مسائل کا نام فن رکھا جاتا ہے جن پر فن کی غایت مرتب ہوتی ہے۔ [2] تیسری اہم وجہ جو حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے ارشاد فرمائی یہ ہے کہ امت کو منصب اجتہاد سے سرفراز کرنا تھا اگر قرآن کریم میں ہر ہر چیز تفصیل کے ساتھ بیان کر دیجاتی تو امت منصب اجتہاد سے محروم ہو جاتی۔ (نعمان الحق)

دوسرا ماخذ ـ سُنّتِ نبوی

دوسری وہ چیز جسے فقہ کا ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے سنت نبوی ہے۔ لفظ سنت کا اطلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات پر کیا جاتا ہے۔ تقریر کے معنی ہیں ثابت کرنا۔ یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور ہر اس فعل کو تقریر کہا جاتا ہے جو کسی دوسرے نے آپ کی موجودگی میں کیا۔ اور آپ نے کرنے والے کو اس کام سے نہیں روکا۔

فقہ کے ماخذ میں سنت کی حیثیت دوسرے نمبر کی ہے۔ لیکن اس رتبی تاخر کے باوصف اسے مستقل ماخذ تشریع ہونیکا درجہ حاصل ہے۔ اس لئے کہ سنت میں ایسی بہت چیزیں ملتی ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن ہمیں بظاہر کوئی ہدایت کرتا نظر نہیں آتا۔ لیکن ان مقامات پر بھی سنت قرآن کریم کے مبادی اور اس کے قواعد عامہ سے متجاوز نہیں ہوتی۔ اور اصل بات یہ ہے کہ سنت کے ایسے مقامات بھی ہیں جہاں ہمیں قرآن کریم بظاہر ساکت نظر آرہا ہے قرآن کریم کی تشریح و تفسیر ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قرآن کریم سے اس طرح معانی کے استخراج کیلئے ملکۂ نبوت درکار رہتا ہے۔ ملکہ نبوت کا فقدان علمی گہرائی میں جانے نہیں دیتا تو یہ احساس ہوتا ہے کہ سنت میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں۔

بہر حال قرآنِ کریم کے سمجھنے کیلئے سنت ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ امت کے اساطین کا فیصلہ ہے کہ گو قرآن کریم کا سمجھنا تو سنت پر موقوف نہیں۔ لیکن سنت سے بے نیاز ہو کر قرآن کریم میں اجتہاد کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا ماخذ ـ اجماع

فقہ کا تیسرا ماخذ اجماع کو قرار دیا گیا ہے۔ اجماع کسی ایک زمانہ کے فقہاء کرام اور علماء ربانیین کے کسی ایک رائے پر متفق ہو جانے کا نام ہے۔ اجماع بھی فقہی احکام کے اثبات کیلئے ایک قوی حجت ہے اور اس کا مرتبہ سنت نبویہ کے بعد قرار دیا گیا ہے۔ ماخذ قانون ہونے کی حیثیت سے اس کا تیسرا درجہ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں ایسی ہدایات ملتی ہیں جس سے اجماع کا ماخذ قانون کے درجہ میں تسلیم کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ شریعت کی نظر میں راسخین فی العلم فہم شریعت کے معاملہ میں مرجع قرار دیئے گئے ہیں۔ جن ارشادات نبوی سے ماخذ و مصدر قانون تسلیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ — میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

ید اللہ علی الجماعۃ فمن شذ شذ فی النار — اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کیساتھ ہے جو جماعت سے الگ ہوا اس نے جہنم میں جگہ بنائی۔

ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن — جس بات کی خوبی پر مسلمانوں میں اتفاق رائے ہو گیا وہ اللہ کے نزدیک بھی خوب ہے۔

ان احادیث کی تائید و تقویت کیلئے قرآن کریم کی ان آیات کو پیش کیا جاتا ہے جس میں جماعت کیساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے غرض ان احادیث کیلئے اور بھی بعض احادیث ہیں جن کی وجہ سے اجماع کو قرآن اور سنت کے بعد تیسرا درجہ دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایک قابل یقین حقیقت ہے کہ اجماع بغیر کسی کتاب و سنت کی دلیل کے منعقد نہیں ہوتا۔ بلکہ اجماع جب منعقد ہو جاتا ہے تو ضرور کتاب و سنت کی کوئی نہ کوئی قابل اعتماد دلیل ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اجماع نقل کرتے وقت اس دلیل کو نقل نہ کیا

جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلم الثبوت علما کسی قرآن یا حدیث کے بغیر محض اپنی ذہنی و عقلی تخلیقات پر اجماع منعقد کرلیں۔ لیکن جب اجماع منعقد ہو جاتا ہے تو اس کی حیثیت "کشف الاسرار علی اصول البزدوی" کے خیال کے مطابق آیات قرآنی یا مستند حدیث کی سی ہوگی اور جو اس کی حجیت سے انکار کرے گا وہ کافر گردانا جائیگا۔

اجماع کی اسی استنادی حیثیت کی وجہ سے جب بعد میں آنے والے علما اپنے سے گذشتہ کسی دور کے اجماع کی تحقیق کرتے ہیں تو ان کی تحقیقات کا مرکز صرف یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہوا ہے یا نہیں۔ وہ اس سے قطعاً بحث نہیں کرتے کہ اس اجماع کیلئے کیا دلیل ہے۔ جب اجماع کا ثبوت مل جاتا ہے تو اسے اس بات کیلئے کافی سمجھا جاتا ہے کہ اس کیلئے کوئی کتاب و سنت کا قابل اعتماد ثبوت ہے۔ تلاش کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ البتہ غور و فکر کرنے والے اس دلیل کی تہ تک بھی پہونچ جاتے ہیں۔

لیکن افسوس اور حیرت ہے کہ اجماع کے اس استنادی اور عالی مقام کے باوجود انعقاد کا کسی زمانہ میں کوئی معقول انتظام نہیں ہوا۔ حضرت عمر رض کے ارشاد سے حضرات صحابہ کرام کے دور میں اجماع کا انعقاد آسان تھا۔ حضرت عمر رض نے سیاسی اور علمی امور میں مشاورت کی غرض سے بعض اصحاب رائے۔ حضرات صحابہ کو اپنے دور خلافت میں مدینہ سے باہر جانے سے روک دیا تھا۔ لیکن حضرت عثمان رض کے خلافت کے آخری دور میں صحابہ کرام، حجاز، عراق، شام اور مصر وغیرہ میں پھیل گئے اور اس کے بعد جو فقہا و مجتہدین پیدا ہوئے ان کا اجتماع کسی ایک جگہ پر نہ ہو سکا۔ اس لئے صدر اوّل کے بعد اجماع کا انعقاد شاید ہی کسی مسئلہ پر ہوا ہو۔ علماء سلف نے اجماع کے سلسلہ میں جن گوشوں پر بحث کی ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ کیا اجماع کا واقع ہونا ممکن ہے؟ کیا اجماع واقعۃً وقوع پذیر بھی ہوا ہے؟ کیا نقل اور درایت کی روشنی میں کسی بھی مسئلہ پر اجماع کے انعقاد کا ثبوت ہے؟ وغیرہ وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماع کا دائرہ ماخذ قانون اور مصدر احکام ہونے کے باوجود اپنے وجود و وقوع میں کس قدر محدود ہے۔

چوتھا ماخذ — قیاس

علت، فائدے مصلحت یا کسی اور چیز میں اشتراک و اتحاد کی وجہ سے ایک چیز کا دوسری چیز سے حکم شرعی میں الحاق کر دینا قیاس کہلاتا ہے۔ ماخذ قانون ہونے کی حیثیت سے قیاس کا درجہ کتاب و سنت اور اجماع کے بعد کا ہے کیونکہ قیاس کسی حکم کو ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ثابت شدہ حکم کو جو کسی بنا پر نگاہوں سے اوجھل تھا ظاہر اور نمایاں کر دیتا ہے۔ اس کے لئے فقہا کرام، دو اصطلاحی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کہ قیاس مظہر حکم ہے مثبت حکم نہیں ہے۔ یعنی قیاس کا کام کسی مسئلہ کے حکم کو ظاہر کر دینا ہے مثلاً ایک نیا مسئلہ سامنے آتا ہے جس کی نظیر کتاب و سنت یا اجماع میں موجود ہے۔ اب قیاس کے ذریعہ جو اس مسئلہ کا کتاب و سنت میں پائی جانے والی نظیر سے جو الحاق کیا جا رہا ہے وہ کسی نئی چیز کا اثبات نہیں ہے۔ بلکہ شریعت میں اس مسئلہ کا پہلے سے یہی حکم ہے یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تک وہاں عام اذہان کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ مجتہد نے کسی چیز میں اشتراک کے باعث اس کا دوسرے مسئلہ سے الحاق کر دیا تو اس کا نام اظہار ہے اثبات نہیں۔ البتہ کتاب و سنت اور اجماع چونکہ مستقل چیزیں نہیں اس لئے ان کا کام اثبات ہے۔ لیکن اس حقیقت (اظہار) کے باوجود قیاس کا دائرہ عمل، اجماع سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اجماع میں تمام علماء کرام کی آراء کا ایک امر پر مجتمع ہو جانا شرط ہے جس کا وقوعی امکان دور صحابہ کرام کے صدر اوّل کے بعد جن دشواریوں کا شکار رہے ان کا بیان ہو چکا ہے۔ لیکن قیاس میں اتنی پابندی نہیں بلکہ ہر مجتہد اپنی رائے کا مالک اور مختار رہتا ہے۔ کتاب و سنت پر مبصرانہ نگاہ اور مسائل شرعیہ کی علتوں اور مصلحتوں سے واقفیت کے باعث وہ اپنے فکر و نظر کے دائرہ میں ہر ایسے مسئلہ میں اجتہاد کر سکتا ہے جس کا

کوئی حکم کتاب و سنت میں صراحت سے موجود نہ ہو اور نہ اس پر اجماع کا انعقاد عمل میں آیا ہو۔ لیکن یہاں اتنی بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ اجتہاد، نبوت و ولایت کی طرح ایک وہبی چیز ہے جس کا تعلق انسان کے کسب سے نہیں۔ نیز علمار امت کے بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اب اس وہبی عطیہ کا فیضان کہیں نظر نہیں آتا کیونکہ اس کے لئے متعدد شرطیں ہیں اور یہ شرطیں آجکل علماء میں یقیناً موجود نہیں ہیں یہاں سب سے زیادہ ترقی پسند اذہان ایک الجھن میں گرفتار ہو جاتے ہیں لیکن اس کی دو وجہیں بہت صاف ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ کہ اجتہاد کیلئے سب سے کڑی شرط کامل ولایت ہے کیونکہ اجتہاد میں مسائل شرعیہ کو صرف شرعی نقطۂ نظر سے جاننا اور پرکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی درجہ میں بھی ولایت میں نقصان ہے اور انسان کی نفسانیت زندہ ہے۔ تو اس کے لئے صرف شرعی نقطۂ نگاہ سے سوچنا ناممکن ہے۔ اسی لئے علماء امت اور صوفیا کرام نے اجتہاد کیلئے ولایت کی شرط رکھی ہے۔ ہر مجتہد کیلئے ولایت ایک لازمی اور ضروری چیز ہے۔ اور ولایت بھی ایسی کہ جس میں نفسانیت بالکل ختم ہو گئی ہو۔

(۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اِن مِّن شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم انہیں صرف معلوم مقدار کے مطابق نازل کرتے ہیں۔ یعنی دنیا میں جب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے نازل فرما دیتے ہیں۔ اور جب یہ ضرورت ختم ہو جاتی ہے اس کا نزول بھی روک لیا جاتا ہے

ایک مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت اور اجماع میں بیان شدہ مسائل سے ان کی علتوں مصلحتوں اور فائدہ کا استخراج کرے اور پھر اس استخراج کردہ چیز کی روشنی میں دوسرے مسائل کہ شرعی حکم جاننے کی کوشش کرے۔ فقہا امت کا۔ امت اسلام پر عظیم ترین احسان ہے کہ انہوں نے کتاب و سنت میں بیان کئے گئے ہر ہر مسئلہ پر اپنی فقیہانہ توانائیوں کو صرف کر کے ان کی علتوں، مصلحتوں اور فائدوں کو بیان فرما دیا ہے۔ اس لئے اب نئے مسائل کا حکم معلوم کرنے کیلئے صرف انطباق کی ضرورت رہجاتی ہے۔ انطباق کا مفہوم یہ ہے کہ کتاب و سنت، فقہا کرام کے ارشادات میں بیان فرمودہ علت، مصلحت اور فائدے کو نئے مسائل پر منطبق کر کے حکم شرعی بیان کر دیا جائے۔ جب صرف انطباق سے دور حاضر کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں تو خداوند قدوس کی جانب سے ملکۂ اجتہاد کا فیضان، قرآن کریم میں بیان فرمودہ اصول کے مطابق اگر روک لیا جائے تو اس میں اشکال کی بات نہیں۔ آجکل کے فقہاء و علماء صرف انطباق کی راہ سے نئے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں اور بس!۔

ماضی میں قیاس و اجتہاد فقہ اسلامی کی ایک ناگزیر ضرورت رہی ہے کیونکہ مسائل فرعیہ اور تفصیلات کے بارے میں کتاب و سنت کی تصریحات انتہائی محدود ہیں۔ اور اس میں اصول و کلیات کا حصہ زیادہ ہے۔ ادھر زمانہ کی نئی ضروریات اور ان کے ضمن میں مختلف نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اب ان نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کیلئے صرف قیاس و اجتہاد ہی کی صورت باقی رہجاتی ہے۔ چنانچہ ماضی میں فقہا کرام نے ایسا ہی کیا ہے۔ اگر کتاب و سنت میں کسی مسئلہ کے ساتھ اس کی علت، مصلحت وغیرہ کا ذکر نہیں ہے تو انہوں نے اپنی فقہی بصیرت سے علت یا کسی دوسری وجہ کو تلاش کیا۔ پھر اس کی روشنی میں دوسرے نئے مسائل کا شرعی جواب حاصل فرمایا۔ لیکن اب جبکہ اجتہاد کی جگہ صرف انطباق سے ضروریات کا مکمل علاج ممکن ہے خداوند قدوس کی جانب سے ملکۂ اجتہاد کا فیضان موقوف ہے۔ اجتہاد و انطباق کا فرق بیان ہو چکا ہے۔

قیاس کے دائرہ کو وسیع تر بنانے کا یہ اسلوب کتاب و سنت کے مزاج کے مطابق ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے کچھ روز قبل ۱۰ھ میں جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا تو دریافت کیا معاذ کس طرح فیصلہ کروگے؟۔ عرض کیا! ۔ "کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا"!

ارشاد ہوا ۔ اگر کتاب اللہ میں فیصلہ موجود نہ ہو ۔ !
عرض کیا ۔ رسول اللہ کی سنت میں تلاش کروں گا ۔
پھر ارشاد ہوا ۔ اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملے ۔ !
عرض کیا ۔ اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا ۔

حضرت معاذ رضؓ کے اس جواب سے آپ خوش ہوئے ۔ اور روانہ فرمایا ۔ ۔ یہی طریقہ قریب الی الصواب ہے ۔ اس طریقہ کی تفصیل حضرت عمرؓ کے اس مکتوب گرامی میں ملتی ہے جو آپ نے حضرت ابو موسی الاشعری کے نام مقدمات کے فیصلے کے سلسلہ میں ہدایت فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے ۔

"تمہارے دل میں جب کسی ایسے معاملہ میں الجھن ہو جس کا کوئی حکم کتاب وسنت میں بیان نہیں کیا گیا ہے تو اس تردد اور اشکال کیوقت اپنے فکر ونظر کو کام میں لاؤ اور معاملہ کے تمام پہلوؤں پر اپنی قوت اجتہاد صرف کرو ۔ پھر اس معاملہ کے اشباہ ونظائر کو کتاب وسنت میں تلاش کرو ۔ اور ان نظائر کی روشنی میں قیاس کرو۔"

اسی قیاس کو وسعت دینے کیلئے کتاب وسنت کے اسلوب میں یہ بات نظر آتی ہے کہ جن احکام سے متعلق مخصوص تصریحات وارد ہوئی ہیں ۔ وہاں بیشتر ان کی علتوں مصلحتوں اور فائدوں وغیرہ کو بھی بیان کر دیا گیا ہے ۔ اس اسلوب سے مجتہدین کرام کو اجتہاد میں کافی آسانیاں ہوئیں ۔ اور مجتہد کو دو کاموں[1] میں سے صرف ایک کیلئے محنت کی ضرورت باقی رہگئی ۔ البتہ جہاں علت کا بیان نہیں ہوتا وہاں فقیہہ ومجتہد پہلے علت تلاش کرتا ہے اور پھر اس کو متعدی کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے ۔ جیسے آیت ربوا میں صرف حکم ربوا بیان فرما دیا گیا ہے ۔ اس لئے فقہائے امت نے پہلے اس کی علت تلاش کی ۔ چنانچہ امام اعظم ، امام شافعی اور دوسرے ائمہ نے اس سلسلہ میں جو علتیں استخراج فرمائی ہیں ۔ وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ اسی طرح اور بھی بعض مقامات ہیں جہاں صرف حکم بیان کیا گیا ہے ۔ اور پھر علماء امت نے اس کی علت یا مصلحت وغیرہ کے بیان میں اختلاف کیا ہے ۔ بہر حال یہ اجتہاد انطباق ہی کا فیض ہے کہ قوانین اسلام ہر دور کے مسائل کا کامل علاج ہیں ۔ اور زمانے کا نیا پیدا ہونیوالا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو ان کے ناخن تدبیر کی عقدہ کشائی سے باہر ہو ۔

ایک غلط فہمی

کچھ لوگ اپنی لاعلمی کی بنا پر شریعت کے سر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ موجودہ دور کے تقاضوں اور اس میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن اگر الزام لگانے والے ان حضرات کا تجزیہ کیا جائے تو ان کی دو قسمیں نکلتی ہیں ۔ ایک گروہ تو ایسا ہے کہ جس نے نہ شریعت اور اس کے اصول وقواعد کا مطالعہ کیا ہے ۔ اور نہ وہ قوانین عالم ہی سے کسی درجہ میں واقف ہے ۔ دوسرا گروہ گو قوانین عالم کے سلسلہ میں تو معلومات کا ذخیرہ رکھتا ہے ۔ لیکن قوانین اسلام کے سلسلہ میں ان کی رائے بصیرت پر مبنی نہیں ۔ بلکہ وہ دور ہی دور سے قیاس کرتے ہیں ۔ یہ حضرات دراصل ایک غلط فہمی کا شکار ہیں ۔

یہ لوگ اپنے قوانین سے واقفیت کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ اسوقت کے قوانین اٹھارھویں بلکہ انیسویں صدی عیسوی کے اوائل کے قوانین سے بھی انتہائی مختلف ہیں ۔ اور جو قوانین آج سے نصف صدی قبل دور حاضر کی ضروریات کیلئے استعمال ہوتے تھے آج وہ ناکام ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ آج کے قوانین ان فلسفیانہ نظریات ، انسانیت اور اجتماعیات کے ان بنیادی اصولوں پر قائم ہیں جن کا

[1] دو کام ۔ یعنی پہلے مسئلہ کی علت مصلحت یا فائدہ تلاش کرے ۔ اور پھر اس علت ومصلحت وغیرہ کو نئے مسائل پر چسپاں کرے ۔"

آج سے نصف صدی قبل کوئی تصور بھی نہ تھا تو پھر وہ قوانین جو آج سے صدیوں اور ہزاروں سال قبل وضع ہوئے تھے کس طرح دورِ حاضر کی ضروریات کا علاج ہو سکتے ہیں۔ قوانین موضوعہ کے بارے میں گو یہ قیاس بالکل درست ہے۔ لیکن اس عقلی قضیے کو الٰہی قانون کے ساتھ چسپاں کرنا ہی سخت غلطی ہے۔ اور اس قیاس کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ ان حضرات نے انسانی دماغ کے اختراع کردہ قوانین کی ترازو میں الٰہی قوانین کو تولنے کی ناقابلِ فراموش غلطی کی ہے۔ اگر قوانینِ موضوعہ کی نشوونما کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو یہ غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اِنسانی قانون کا اِرتقاء

فلسفۂ قانون کے ماہرین نے انسانی قوانین کے نشوونما کا جو انداز بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاندانوں اور قبیلوں کے وجود کے بعد قانون کا تصور انسان کے ذہن میں پیدا ہوا اور قبائلی وجماعتی ضروریات کی وسعت اور تنوع کے ساتھ ساتھ قانون میں بھی توسیع وترقی کا عمل کیا جاتا رہا۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی جماعت کی ترقی کی رفتار تیز ہے تو اس کے قانون میں برتری اور ارتقائی منازل کی طرف گامزنی کی رفتار بھی تیز ہوگی۔ اور اگر جماعت ہی اپنی ترقی اور نشوونما میں سُست ہے تو قانون بھی اسی کے تابع ہوگا چنانچہ جب انسان قبائلی زندگی بسر کرتا تھا تو شیخ قبیلہ کی زبان اس کے لئے دستور اور قانون کا حکم رکھتی تھی۔ جب قبائلی زندگی سے ترقی کر کے انسان ریاستی زندگی تک آیا تو چونکہ ایک ریاست کے ماتحت بسنے والے تمام قبائل اپنے عادات واخلاق اور رسم ورواج میں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اس لئے قانون میں تنسیخ وترمیم کی گئی۔ اور خاص رسم ورواج کی پابندیاں ختم کر دی گئیں۔

لیکن اس کے باوصف ایک ریاست کے رسوم ورواج کو دوسری ریاست کے رسوم سے کوئی مناسبت نہ تھی اس لئے ریاستوں کے قوانین ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے تھے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر تک یہ ریاستی نظام ہائے قانون اور فرائضِ حکومت کا اختلاف نظر آتا ہے۔ لیکن اٹھارہویں صدی کے آخر تک ریاستوں کے قوانینِ حکومت کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کا رجحان بھی پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے اب قوانین کی بنیاد رسم ورواج کے بجائے کچھ فلسفیانہ نظریات پر رکھی گئی۔ اور اب قوانینِ عالم کی بنیادیں انصاف، مساوات وہمدردی اور انسانیت کے عالمگیر اصولوں پر قائم ہیں۔

قانونِ الٰہی کی ارتقائی منزلیں

لیکن قوانینِ الٰہی کی اگر ارتقائی منزلوں کو دیکھا جائے تو اس کے لئے ہمیں اس دنیا اور دنیا والوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔ انبیاء کرام کی تاریخ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ تاریخی اور تشریعی اعتبار سے یہ بات اپنے ثبوت میں کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اس دنیا میں سب سے پہلے بسنے والے انسان حضرت آدم ؑ ہیں۔ اور سب سے پہلے نبی بھی وہی ہیں جو اپنی اولاد کی طرف مبعوث کئے گئے۔ اس وقت چونکہ یہ دنیا اپنی عمرانی منزلوں سے گذر رہی تھی۔ اور اس کی مادی تعمیر کیلئے ہدایات کی ضرورت تھی۔ اس لئے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نازل کئے گئے جن علوم کا کہیں اجمالی ذکر یا اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم ؑ پر نازل کئے گئے علوم کا بیشتر تعلق تکوین سے تھا۔ تشریع سے نہ تھا۔ یہی شان حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام کی وحی میں پائی جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اس کی شان بدل جاتی ہے اور ان پر آنے والی وحی میں تکوین سے زیادہ تشریعی اور قانونی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تشریعی شان حضرت نوح سے شروع ہوتی ہے اور اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئی سرکارِ رسالتمآب

صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وحی کو انبیاء سابقین کی وحی سے تشبیہ دینا منظور ہوا تو وہاں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء کا ذکر کیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (الآیۃ)

ہم نے آپ کے پاس (بھی ایسی ہی) وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس پہونچی تھی۔ اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس۔ اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیل اور اسحٰقؑ اور اولاد یعقوب میں جو نبی گذرے ہیں۔ اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔"

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح انسان اپنی زندگی میں مختلف ارتقائی منازل سے گذرتا ہے۔ اسی طرح یہ عالم بھی شخص اکبر ہے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک اس کی طفولیت کا دور ہے۔ اور حضرت نوحؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک اس کا شباب ہے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم کے دور تک کسی کی داڑھی سفید نہ ہوتی تھی۔ سب سے پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سفید ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ربانی ہوا کہ یہ وقار ہے۔ اب عالم ارتقائی منازل طے کر چکا ہے اور اس دور وقار کا اتمام سرکار رسالتمآب پر ہو چکا ہے۔ قرآن کریم میں اس یوم اتمام کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔

اس گذارش کا مفہوم یہ ہے کہ قوانین موضوعہ صدیوں کی ارتقائی منازل کے بعد جن عالمگیر اصولوں تک پہنچنے کے آرزومند ہیں شریعت محمدی ابتداء آفرینش سے ان اصولوں پر قائم ہے۔ بلکہ شریعت اپنے تئیں ایسے اصول بھی رکھتی ہے جہاں تک اگر قوانین موضوعہ کی رسائی ہو گئی تو مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ پھر انشاء اللہ قوانین موضوعہ الٰہی قانون میں تبدیل ہو جائیں گے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ قوانین موضوعہ موجودہ صدی میں جن عالمگیر اصولوں تک پہونچی ہے۔ اگر تفصیل کا موقعہ ہوتا تو عرض کیا جاتا کہ شریعت قدم قدم پر کس طرح، انصاف، مساوات، ہمدردی اور انسانیت کی تلقین کرتی ہے۔ بلکہ صحیح پوچھئے تو اصولوں کی زندگی ہی شریعت کی زندگی سے وابستہ ہے۔ کوئی قوم کتنی بھی ترقی کر جائے جبتک وہ خود پر ایک غیر مرئی بالادست کا تصور نہیں رکھے گی۔ کبھی یہ اصول پروان نہیں چڑھ سکتے۔

جہانتک رسم ورواج سے متاثر نہ ہونے کا سوال ہے۔ شریعت میں ان رسوم ورواج کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے جو صالحیت کے خلاف ہوں۔ کیونکہ شریعت کسی خاص ریاست یا کسی خاص جماعت کیلئے نہیں آئی بلکہ وہ بلا تفریق عرب وعجم پورے عالم کے لئے نازل کی گئی ہے۔ وہ ایک آفاقی اور ابدی قانون زندگی ہے۔ وہ اپنی ذات میں اس درجہ کامل ہے کہ زندگی کا کوئی مسئلہ احاطہ سے باہر نہیں ہے۔ زندگی کسی بھی مقام پر ہو۔ کسی بھی دور اور عصر سے گذر رہی ہو۔ اور کسی بھی حالت اور صفت سے متصف ہو۔ شریعت کی دستگیری سے کہیں مفر نہیں۔ شریعت اتنی کامل اور مکمل ہے کہ ہر مقام پر رہنمائی کرے گی۔ ہر وقت، اور ہر حالت میں زندگی کی راہوں کو منور کرتی دکھائی دے گی۔ یہ عہد بہ عہد کی ترقی جس سے قوانین موضوعہ دو چار ہیں۔ شریعت ان کی مرہون کرم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ قوانین موضوعہ اور شریعت اسلامی میں کچھ بلکہ بہت کچھ اختلافات اور بنیادی مابہ الامتیاز چیزیں ہیں۔ اس لئے چند سطروں میں ذرا تقابلی مطالعہ کر لینا بھی مفید رہے گا۔

(۱) سب سے پہلا اور عظیم فرق جس سے شریعت قوانینِ موضوعہ کے مقابلہ میں انتہائی بلند و برتر ٹھہرتی ہے یہ ہے کہ قوانینِ موضوعہ کتنے ہی بلند و ارفع کیوں نہ ہوں۔ معاشرہ کے افراد کیلئے ان قوانین میں تقدیس و عظمت کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ انسان اور محکوم کیلئے جزو ایمان ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ یعنی ایک معتدل مزاج انسان اپنے طور پر قوانینِ موضوعہ کو کتنی بھی اچھی نظر سے دیکھتا ہو لیکن اس سے انحراف پر کبھی وہ اپنے ضمیر کو غیر مطمئن نہیں پا سکتا۔ کیونکہ ان قوانین کے بارے میں اس کا یہ عقیدہ تو ہے کہ یہ دنیا کا بہتر قانون ہے۔ مگر یہ شان تو نہیں ہے کہ وہ قانون سے بغاوت پر وہ اپنے آپ کو خدا کا مجرم گردانے، یہاں تو شریعت کی تقدیس کا یہ عالم ہے کہ ایک مومن قوانینِ الٰہی سے سر مو روگردانی پر اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے شرماتا ہے۔ عملی طور پر اگر کبھی انحراف اور روگردانی کی صورت پیدا بھی ہو جاتی ہے تو ذہنی اور فکری دنیا میں انسان اپنے دل کو ملامت کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عمل عقیدہ کے تابع ہوتا ہے اس لئے عقیدہ کی یہ خوبی اسے عملی دنیا میں بھی کامیاب و کامراں کر دیتی ہے۔ قوانینِ موضوعہ اپنے طور پر کتنی بھی منزلوں سے گذر جائیں کبھی یہ شان پیدا نہیں کر سکتے۔ دوسرے عام اور صاف لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوانینِ موضوعہ کی قانونی حیثیت انسان کے خارجی اعمال اور اس کے دست و بازو پر ہوتی ہے اور قوانینِ الٰہی دست و بازو کے ساتھ دل و دماغ اور ذہن و فکر پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے کی مجال اس شخص کو ہو سکتی ہے جس کے تو ائے عقل و فکر کی توانائی ختم ہو گئی ہو۔

(۲) دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ قوانین موضوعہ ذہن انسانی کی پیداوار ہیں۔ اور شریعت خداوند قدوس کی نازل فرمودہ ہے۔ انسان کتنے ہی ہمہ گیر اصولوں پر اپنے قانون کی بنیادیں استوار کرے۔ لیکن اس کی بیچارگی اور درماندگی اس کے لئے لازمہ انسانیت ہے۔ جس کا تجربہ روزمرہ کے قوانین سے ہوتا ہے۔ آج کی سوسائٹی میں ایک چیز کی شدید ضرورت ہے قانون کے ذریعہ اس کا مداوا کیا جاتا ہے۔ لیکن سوسائٹی میں ایک غیر متوقع تبدیلی ہو جاتی ہے تو فوراً قانون کی تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے۔ یہ انسان کی ایک کمزوری ہے جس کا علاج انسان کے دائرۂ عمل سے باہر ہے۔ لیکن خداوندی قوانین چونکہ خالق کائنات کے بنائے ہوئے ہیں اس کے نزدیک انسانی سوسائٹی کوئی چیز نہیں۔ خدائے تعالیٰ سوسائٹی کے محتاج (معاذ اللہ) نہیں۔ بلکہ وہ قانون کے ذریعہ ایک ایسی سوسائٹی تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ جو ان قوانین پر عمل پیرا ہو۔ اسی طرح تبدیلی کا معاملہ ہے وہ خالق کائنات ہونے کے ساتھ عالم جزئیات و کلیات بھی ہیں اس لئے سوسائٹی کی کوئی تبدیلی ان کے لئے غیر متوقع اور ان کے علم کلی کے احاطہ سے باہر نہیں۔ اس لئے ان کے وضع کردہ قوانین میں ایسی لچک، ایسی وسعت ہے جو قانونِ انسانی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس کا تجرباتی اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ شریعت کے نزول پر تقریباً چودہ صدیاں گذر چکی ہیں۔ اس طویل عرصۂ حیات میں شریعت نے دنیا کے گوشہ گوشہ کو سیراب کیا ہے۔ سوسائٹی میں ایسی ایسی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں کہ انسانی ذہن اس کے تصور سے بھی ابا کرتا ہے۔ لیکن کوئی کیا جرأت کر سکتا ہے کہ شریعت نے فلاں دور کی عصری ضروریات کے پورا کرنے میں کوتاہی کی (نعوذ باللہ) قوانینِ موضوعہ اور شریعتِ اسلامی کا یہ ایک ایسا بنیادی فرق ہے جو پہلی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے۔

(۳) قوانینِ موضوعہ ترقی کر کے آج جس منزل پر پہنچے ہیں۔ اس کا اصل مقصد قوانین عالم کا یکرنگ و ہم آہنگ ہونا ہے کیونکہ یکرنگی اور ہم آہنگی کے بغیر قانون کا مقصد "قیام عدل و امن" پورا نہیں ہو سکتا۔ اب اس اصولِ قانون پر دونوں چیزوں کا موازنہ کر لیا جائے۔ اوّل تو قوانینِ موضوعہ پر یکسانی کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ قوانینِ موضوعہ کو کتنے ہی عالمگیر اصولوں پر استوار کر لیا جائے۔ انسانی سوسائٹی اور ملکی مصالح سے اسے مفر نہیں ہے۔ پھر اگر کوشش کر کے ان میں یکرنگی پیدا بھی کر لی جائے

تو ایک اچھا اقدام ہوگا۔ لیکن قوانینِ الٰہی اپنی نظرت کے اعتبار سے یکرنگی اور ہم آہنگی پر قائم ہیں۔ خداوند قدوس نے اپنے تمام انبیاء کو جزوی اور فروعی اختلافات کے ساتھ ایک ہی قانونِ حیات سے نوازا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ پ۲۵ ر۳۔

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا۔ اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو مع ان سب کے اتباع کے حکم دیا تھا اور ان کی امتوں کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

پھر جن زریں اصول پر قوانینِ اسلام اپنی ابتداء سے قائم ہیں۔ اگر دنیا کا ذہن صدیوں کی گمراہی کے بعد اس طرف آبھی گیا تو انسان کی کمزوری اور خدائی برتری کا جو زمین و آسمان بلکہ تشبیہ سے بالاتر جو ایک فرق ہے وہ دونوں قوانین میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس تفصیلی گذارش سے یہ بات بہت حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی سفاہت اور اسلامی قوانین سے لاعلمی کے نتیجہ میں ایک غلط قیاس کی بنیاد پر یہ کہا ہے کہ اسلامی قوانین اپنی قدامت کی بنا پر دورِ حاضر کا علاج نہیں ہوسکتے کس درجہ غلط ہے۔ ان کے اس غلط قیاس کی وضاحت کے لئے ... قوانینِ موضوعہ اور قانونِ اسلام کے امتیازات پر قدرے روشنی ڈالی گئی۔

ورنہ گفتگو یہ تھی کہ قیاس۔ جو قانونِ اسلام کا چوتھا ماخذ ہے۔ اپنی وسعت اور ہمہ گیری میں اجماع سے کہیں زیادہ ہے اور یہ قیاس وانطباق ہی کا فیضان ہے کہ شریعتِ اسلامیہ ہر دور کے مسائل کیلئے علاج کے قابل بنی ہوئی ہے۔ مثلاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز کا سبب یہ اوقات ہیں تو قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی میں جہاں دن اور رات چھ چھ ماہ کے ہوتے ہیں وہاں چھ ماہ میں صرف پانچ ہی نمازیں ادا ہونی چاہئیں۔ تلاش کیا گیا تو حدیث شریف میں ایسا جزئیہ نکل آیا کہ علت میں اشتراک کی بنا پر اس جزئیہ سے اس سوال کا جواب نکل آیا۔ حدیث شریف علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں آتا ہے آپنے فرمایا کہ قربِ قیامت میں دجال پوری دنیا میں چالیس دن میں گھوم جائے گا۔ اور اس کی سیاحت کا پہلا دن تمہارے ان عام چالیس دنوں کے برابر ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چالیس یوم کے برابر ایک دن میں ہماری نمازوں کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی۔ ایک دن کی نمازیں پڑھیں یا چالیس کی۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اس دن میں نمازیں حساب سے ادا ہوں گی۔

قیاس کا یہ عمل پوری شریعت میں دائر و سائر ہے۔ خداوند قدوس ان مسلمان فقہاء کرام کی قبروں کو نور سے بھر دے جنہوں نے شب و روز کی عرق ریزی سے پوری امت اسلامیہ کیلئے بڑی آسانیاں فراہم فرما دی ہیں۔ قوانینِ اسلام کے ان چاروں ماخذ کو سامنے رکھکر ترتیب قوانین کا یہ سلسلۂ زریں غالباً پہلی صدی ہجری سے شروع ہو چکا تھا۔ زید بن علی متوفی ۱۲۲ ہجری کی کتاب "المجموعہ" دستیاب ہونیوالی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب شمار کی جاتی ہے۔ بین الاقوامی قانون پر بھی اس کتاب میں سِیَر کے عنوان سے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ امام مالک قدس سرہ کی "موطا" بھی اپنے اجتہادی اور فکری نقطۂ نظر سے ایک اہم فقہی اور

قانونی دستاویز ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی جانب ایک مجموعۂ فتاویٰ کی نسبت کی جاتی ہے جسے چند تابعین نے ترتیب دیا ہے لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ غالبًا وہ تلف ہوچکا ہے۔ ابتدا میں فتاویٰ کی کتابوں میں ایک ہی مفتی کے نام سے منسوب فتاویٰ جمع کئے جاتے تھے۔ یا ایک ہی قاضی کے عدالتی فیصلوں کو یکجا کر دیا جاتا تھا جیسا کہ ایک مجموعہ ابن رشد سے بھی منسوب ہے۔

پھر ان انفرادی مساعی کے بعد اجتماعی کوششوں کا دور آتا ہے۔ اجتماعی کوششوں کے ذریعہ صحیح بات کا سراغ لگا دینا انفرادی طریقۂ کار کے مقابلہ پر آسان ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم ترین علمی مجلس امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کی مجلس ہے اس مجلس نے اسلامی قوانین کی ترتیب و تدوین پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ منقول ہے کہ اس مجلس کے چالیس ۴۰ رکن تھے۔ یہ سب حضرات قانون دان تھے اس کے علاوہ ان ہی حضرات میں بعض حضرات مختلف دوسرے موضوعات کے اسپیشلسٹ تھے۔ ان میں ماہرین لسان، علمائے منطق اور ایسے مورخ بھی تھے جنہوں نے خلافت راشدہ کے عہدِ عتیق کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ اور جو حدیث نبوی اور اجتہادات صحابہ کے پس منظر، اور ان کی روشنی میں اشباہ و نظائر کیلئے مسائل استخراج کرنے کی کامل مہارت رکھتے تھے ابھی تک امام صاحب کی اس علمی مجلس پر گہرا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ اور وہ اپنے علمی و عملی کارناموں کے لئے معرضِ خفا میں ہے۔ اس کے بعد بھی مختلف اجتماعی مساعی ہوتی رہیں۔

فتاویٰ عالمگیری

اسی سلسلہ کی ایک زریں کڑی " اورنگ زیب عالمگیر" کے عہد کی تدوین قانونِ اسلامی کی مشہور مجلس ہے۔ اس مجلس کی برس ہا برس کی محنت اور کاوش کے نتیجے کو "فتاوی عالمگیری" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ "یہ فتاوی" آج تک بھی اپنا مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ چونکہ "مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند" ان فتاوی کو اردو کے نئے قالب میں مختلف افادی حیثیتیں بڑھا کر شائع کر رہا ہے اس لئے ہمیں اس کتاب کے دورِ تالیف، ضرورتِ تالیف، مجلس تالیف، اور ماخذِ تالیف کا تفصیل سے جائزہ لینا ہے۔ تاکہ کتاب کا اصل مقام و مرتبہ متعین ہو سکے۔

"حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ" نے تخت نشینی کے چوتھے سال سنہ ۱۰۷۳ھ میں تدوینِ فتاوی کا کام شروع کرایا۔ اور پورے آٹھ سال بعد سنہ ۱۰۸۱ھ میں یہ عظیم الشان خدمت اپنی تکمیل کو پہنچی۔ یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کی تدوین میں ہندوستان کے تقریباً تیس چالیس علماء نے شیخ نظام الدین برہانپوری ؒ کی زیرِ صدارت عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ "فتاوی" کی تدوین و ترتیب کسی وقتی مصلحت یا تنہا شہنشاہ اورنگ زیب کا دینی جذبہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل تھی۔ جس کیلئے وہ صدیوں سے چشم براہ تھے۔ مسلمانوں میں ہر دور میں یہ احساس پوری شدت سے موجود رہا ہے کہ ان کے اجتماعی اور انفرادی معاملات کا تصفیہ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کی روشنی میں ہو۔ اور انفرادی فتاوی آپس میں جن فروعی اختلافات کے حامل ہیں۔ قانون کی کسی بنیادی کتاب کے ذریعہ ان سے بے نیازی ہو جائے تاکہ معاملات میں یکرنگی، فیصلوں میں یکسانی پیدا ہو سکے۔ جہاں تک اس احساس کا تعلق ہے وہ مسلمانوں میں عوام سے لیکر علماء اور احکام تک مختلف دواعی کے تحت موجود تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ انتظام کوئی تنہا شخص نہیں کر سکتا تھا۔ اِدھر مسلم حکمرانوں کا سیاسی پس منظر کچھ اس طرح کا رہا کہ وہ اپنی عنانِ توجہ اس طرف منعطف نہ کر سکے۔ بالآخر اورنگ زیب

عالمگیر کے نام پر ازل میں یہ فضیلت لکھی جا چکی تھی اور ان کے عہد حکومت میں یہ ناقابل فراموش خدمت انجام پذیر ہوئی۔

سیاسی پس منظر سے میری مراد وہ سیاسی حالات ہیں جن سے مسلم سلاطین دوچار رہے اور ضرورت کے باوجود حکومتی سطح پر کسی آئینِ اسلام کی تشکیل عمل میں نہ آسکی۔ دراصل مسلمان اپنے ابتدائی دورِ حکومت میں ..... بڑی حد تک متفق اور ایک مستحکم حکومت کے قیام کیلئے کوشاں تھے۔ لیکن اسوقت سب سے بڑی دقت جو صدیوں مسلمانوں کے قوائے عمل کو کسی بھی دوسری جانب متوجہ ہونے سے مانع رہی۔ یہ بھی کہ ہندوستان کے آبائی باشندے مسلمانوں کی اس فتح اور حکمرانی سے متفق نہ تھے۔ اور انہوں نے مسلم حکمرانوں سے تعاون اور میل ملاپ کے بجائے مسلسل جنگ جاری رکھی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ اپنی انفرادیت کے خدوخال بھی بچا سکیں گے اور ممکن ہوا تو اپنی قوت اور اکثریت کے سہارے ان کو شکست بھی دیں گے۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی اور اس کا آخری تجربہ انہیں بابر کے مقابلہ پر ہوگیا۔ جب رانا سنگرام سنگھ راجپوتانہ نے تمام ہندو راجاؤں کے متحدہ محاذ سے بابر کیساتھ جنگ کی اور اسے ہندوستان سے باہر نکالنے میں ناکام رہا۔ یہ باشندگانِ ہند کا آخری تجربہ تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے طریقِ کار میں تبدیلی کا منصوبہ بنایا۔ اور اب حکومت کی مشینری کے ساتھ ساز باز کرکے اسے اپنے مفاد کے مطابق تابقدور ڈھالنے کی کوشش کی۔ اور اکبر کے دور میں وہ اس پروگرام میں کافی حد تک کامیاب ہوگئے۔ حتیٰ کہ اکبر نے اپنی ناعاقبت اندیشی اور جہالت کی بنا پر "دین الٰہی" کے نام سے ایک نئے مذہب کی طرح ڈالی۔ اگر اکبر اپنے ارادوں میں کامیاب ہوجاتا۔ اور مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارناموں نے بروقت ملت کی دستگیری نہ کی ہوتی تو آج اسلام ہندوستان کی سرزمین سے مٹ چکا ہوتا۔ اور اگر اسلام کے نام کی کوئی چیز باقی بھی رہتی تو وہ چند در چند خرافتیں ہوتیں۔

جب مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء اسلام اپنے شباب پر آئی تو اکبر کا پیمانۂ عمر لبریز ہوچکا تھا اور جہانگیر اس تختِ خلافت پر متمکن تھا۔ ابتداءً اس نے اکبر کے نظریات اور اس کے طریقۂ حکومت کو اپنایا۔ چنانچہ تزک جہانگیری میں مجددؒ صاحب کا تذکرہ ہتک آمیز انداز میں کیا گیا ہے۔ لیکن بہرحال جہانگیر نے مجدد الف ثانی کی تحریک کے زور پکڑنے پر اپنے طریقۂ کار پر نظر ثانی کی۔ اور پھر نظامِ حکومت میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن سے کفر کی طاغوتی قوتوں کو پسپائی ہوئی۔

جہانگیر کے بعد عالمگیر اور دارا شکوہ میں اسی کفر و اسلام اور ان کے نظریات کی بنا پر تصادم ہوا۔ پھر بظاہر اسباب مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی حمایت کی وجہ سے عالمگیر کو دارا شکوہ کے مقابلہ پر فتح نصیب ہوئی۔ عالمگیر کی اپنے بھائی کے مقابلہ پر اس کامیابی سے ہندوستان میں احیاءِ اسلام کی ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے۔ سب سے پہلے عالمگیر نے شاہی مصارف میں کمی کی۔ تزک و احتشام اور سرمایۂ زندگی کے بجائے اسلام کا طرۂ امتیاز سادگی اور اعتدال پسند زندگی کو اپنایا۔ پھر معاشرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے اس کیلئے ایک محکمۂ احتساب قائم فرمایا۔ جس کیلئے بلاعوض و جبہہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ پھر عوامی مقبولیت حاصل کرنے کیلئے ایسے اقدامات کئے جن سے افادہ عام اور سہولت کی صورتیں پیدا ہوں۔ جادو ناتھ سرکار کہتا ہے کہ آپ کے عہد حکومت میں غلہ اور دیگر اجناس کا محصول راہداری ہمیشہ کیلئے معاف کردیا گیا۔ اس طرح کے اقدامات سے .. عالمگیر کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور اسلام کے احیاء کیلئے زمین ہموار ہوگئی۔

اس دور میں نہ تو مخالفینِ اسلام سے نبرد آزمائی کی سیاسی الجھنیں تھیں اور نہ ایسے اقدام کیلئے کسی میں تاب مخالفت تھی۔ اس لئے شہنشاہ عالمگیر نے اپنی توجہات ایک اسلامی دستورِ حکومت اور قانونِ مملکت کی طرف مبذول کیں۔ کیونکہ کسی حکومت کا سب سے بنیادی پتھر عدلیہ قوانین ہوتے ہیں۔ عالمگیر کی دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے دورِ حکومت میں اسلامی عقائد و اعمال کی سرکاری

سطح پر پرورش کرے۔ اور روزمرہ کے معاملات و نزاعات قوانینِ اسلام کی روشنی میں حل کرنے کی کوئی تدبیر فراہم کرے۔ عالمگیرؒ کی سوانح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علمی کے دور میں فقہِ اسلامی اس کا پسندیدہ موضوع رہا تھا۔

عالمگیر کی تدوینِ فتاویٰ سے دلچسپی

اسلامی فقہ سے اس گہری دلچسپی اور تعلقِ خاطر کا نتیجہ تھا کہ خود عالمگیر نے عملی طریقہ پر فتاویٰ کی ترتیب میں اپنا وقت لگایا ہے۔ سب سے پہلا تو کام انہوں نے یہ کیا کہ فتاویٰ کی تدوین و ترتیب کیلئے جن علماء کا انتخاب فرمایا وہ ان کے نزدیک مسلم الثبوت اور مستند حیثیت کے مالک تھے۔ دوسرے یہ کہ علماء کرام کو معاشی اور مالی اعتبار سے ایسی سہولتیں فراہم کیں کہ جس کے بعد وہ یکسوئی اور جمعیت خاطر کے ساتھ اسی کام کے ہو کے رہیں۔ ان کیلئے اراضی کے مستقل قطعے عنایت کئے۔ تیسرے یہ کہ ان کے استفادہ کیلئے کتابوں کی فراہمی کا بندوبست کیا۔ اور سب سے اہم اقدام یہ کیا کہ روزانہ مقررہ وقت پر شیخ نظام الدین برہانپوریؒ صدر مجلس ترتیبِ فتاویٰ کو اپنے یہاں بلاتے۔ اور بڑے انہماک سے تنقیدی نگاہ کے ساتھ تین چار صفحات یومیہ کا مطالعہ کرتے اور چونکہ خود صاحب نظر عالم تھے اس لئے اوّل تو مجلس ترتیب کو خود سرکاری نگرانی کے باعث بڑے اہتمام اور جانفشانی سے اپنے امور انجام دینے پڑتے۔ اور اگر اتفاق سے کہیں کوئی بات قابلِ گرفت رہ جاتی تو فوری طور پر عالمگیر کی ژرف نگاہی اسے احاطۂ گرفت میں لے آتی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ نظام الدین روزانہ بادشاہ کے حضور میں جاکر چند صفحات سنایا کرتے تھے۔"

ایک مرتبہ عجلت میں حاشیہ کے نوٹس اور اصل متن کو ملا دیا جس سے مطلب خبط ہو گیا۔ عالمگیر نے فوراً گرفت کی۔ اور ملا نظام الدین سے مطلب دریافت کیا۔ ملا دم بخود رہ گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ بادشاہ کی اسی علمی دلچسپی کے نتیجہ میں کتاب اپنی استنادی حیثیت میں بھی ممتاز ہے۔ انسانی حد و احتیاط کا جہاں تک تعلق ہے اس کے اعتبار سے حزم و احتیاط میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوا۔ اس کام کیلئے سرکاری طور پر پہلے ملا نظام الدین برہانپوری کو طلب کیا گیا۔ اور انہیں فقہاء ہند کی ایک مجلس کے تشکیل دینے کیلئے کہا گیا۔ انہوں نے اپنے دائرہ علم کے اعتبار سے ہندوستان کے چیدہ فقہاء کو بلا کر ایک مجلس قانون ساز تشکیل دی۔

ترتیب کا طریق کار

فتاویٰ کی ترتیب میں جس حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ اسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے لیکن اتنا عظیم کام جس پر صرف آٹھ سال کی مدت میں دو لاکھ (دورِ حاضر کے تیس لاکھ روپے) کی رقم صرف ہوئی ہو۔ اس طرح انجام پذیر ہوا کہ متعدد فقہاء کرام کو موضوع کے اعتبار سے کتاب کے حصے دیدیئے گئے۔ چونکہ یہ بات ہنوز معرض خفاء میں ہے کہ کون کون سا حصہ کس کس مفتی کی تحویل میں دیا گیا تھا اس لئے اجمالی طور پر صرف اسی قدر کہا جاسکتا ہے کہ ایک چوتھائی حصہ شیخ وجیہہ الدین گوپاموی۔ دوسرا چوتھائی حصہ شیخ جلال الدین محمد جونپوری۔ تیسرا چوتھائی حصہ قاضی محمد حسین جونپوری اور چوتھائی حصہ ملا حامد جونپوری کے سپرد تھا۔ ان چاروں حضرات کے تحت مختلف مشاہیر فقہاء تھے جن کی تعداد کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ وہ فقہ کی مستند کتابوں سے اقتباسات و حوالہ جات جمع کرکے ترتیب دیتے تھے۔ پھر ان چاروں مفتیانِ کرام پر ایک اور فقیہہ ملا نظام الدین مامور تھے بادشاہ کا تعلق ملا نظام سے ہی براہِ راست ہوتا تھا۔ ملا حامد جونپوری ذرا غیر محتاط تھے اور ان کی وجہ سے کئی بار ملا نظام کو بادشاہ

سے ندامت ہوئی۔ اس اہتمام کے ساتھ فتاوی کی ترتیب دیگئی ہے۔ اسی لئے "فتاوی عالمگیری" کو فقہ حنفی کی ایک بلند پایہ تصنیف شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں مستند فقہاء کے فیصلے، دقیق مسائل کی تشریح اختلاف فقہاء اور رسم و رواج زندگی کے بارے میں مفصل مسائل درج ہیں

فتاویٰ عالمگیری —— اور —— دیگر فتاویٰ ہندیہ

علمی سرپرستی سے ہندوستان کا دامن پہلے بھی محروم نہ تھا۔ فتاویٰ عالمگیری سے قبل سرکاری طور پر دو فتاوی کی ترتیب اور بھی عمل میں آچکی ہے ایک کا نام "فتاویٰ تاتارخانیہ" جس کا حوالہ جا بجا "فتاوی عالمگیری" میں موجود ہے۔ اور دوسرے فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ ان دونوں فتاوی کو بھی شاہی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ پہلا مجموعہ "تاتارخانیہ" سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ترتیب دیا گیا ہے۔ فیروز شاہ تغلق شریعت پر عمل اور اس کیلئے جد و جہد میں بہت کافی مشہور ہے۔ اسی کے عہد سلطنت میں "امیر تاتارخاں" کے حکم سے اس فتاویٰ کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس فتاوی میں بھی جو چودھویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا ہے۔ سابق کتب فقہ و فتاویٰ سے امداد لی گئی ہے۔ اور آجتک یہ فتاویٰ اپنی استنادی حیثیت میں مشہور ہے۔ اسی طرح "فتادیٰ ابراہیم شاہی" ابراہیم شاہ والی جونپور کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ اس کے بارے میں مولانا عبدالاوّل جونپوری نے اپنی کتاب "مفید المفتی" میں تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ لیکن ان تمام چیزوں کے باوصف "نقاش نقش ثانی بہتر کشد زاوّل"۔ "فتاویٰ عالمگیری" نقش ثانی کی حیثیت رکھتی ہے۔

مجلسِ تالیف

افسوس کہ اس مجلس تالیف کے بارے میں کوئی تفصیلی اور یقینی دستاویز موجود نہیں ہے جس نے "فتاوی عالمگیری" جیسی گرانقدر خدمت انجام دی۔ تحقیق سے یہ انداز ہوتا ہے کہ اس کی تدوین و تالیف میں کم از کم ۴۰ یا ۵۰ علماء کرام شامل رہے ہیں تفصیلی دستاویز تو بجائے خود کسی کتاب میں ان علماء کرام کا یکجا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ مختلف کتابوں سے جن لوگوں کے بارے میں ترتیب فتاوی کے سلسلہ میں منسلک ہونیکا سراغ ملتا ہے وہ ۲۳ ہیں۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) ملا نظام الدین برہانپوری —— ملا نظام برہانپوری اس مجلس تدوین و تصنیف کے صدر اعلیٰ تھے۔ اور انہیں کو یہ فرمانِ شاہی ملا تھا کہ وہ فقہائے امت کی ایک مجلس تدوینِ فتاوی تشکیل دیں۔ چنانچہ ملا صاحب موصوف نے اس کام کو چار افراد پر تقسیم فرمایا۔ اور ہر شخص کے تعاون کیلئے مختلف معاون و مددگار مہیا کئے۔ اس طرح یہ کارنامہ انجام پذیر ہوا۔

ملا نظام الدین اپنے وطن برہانپور میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم قاضی نصیر الدین برہانپوری سے حاصل کی۔ قاضی نصیر الدین اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ جہانگیر نے کسی سلسلہ میں خفگی کے باعث قاضی صاحب موصوف کیلئے سزائے موت کا اعلان کیا تھا لیکن قاضی صاحب نے اس سے بچنے کیلئے حجاز کی راہ لی۔ اور کئی سال وہاں اقامت پذیر رہے۔ ملا نظام الدین اپنے علم و فضل میں اپنے استاد کے جانشین تھے۔ اور عالمگیر کے اقتدار کی صبح ہی سے اس کے ساتھ تھے۔ عالمگیر کو جب دکن کا وائسرائے بنایا گیا تو ملا نظام نے اس کے یہاں ملازمت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری معاملات سے فارغ ہو کر عالمگیر ملا نظام سے "احیاء العلوم" کا درس لیتے تھے۔ علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ملا نظام ایک بہادر سپہ سالار بھی تھے۔ متعدد مرتبہ مرہٹوں کے مقابلہ پر انہوں نے معرکے

سر کئے ہیں۔ طویل القامۃ، قوی الجسہ، اور وجیہ انسان تھے۔ فتاویٰ کی ترتیب کے وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ طویل عمر میں انتقال کیا برہانپور میں ان کا مزار آج بھی عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے۔ ان کے علاوہ ان چار علماء کرام کے نام جو شیخ کے نائب کی حیثیت سے تقسیم کئے گئے چار حصوں کی نگرانی کرتے تھے۔ (۲) ملا وجیہہ الدین گوپاموٹی (۳) ملا حامد جونپوری (۴) قاضی محمد حسین جونپوری (۵) ملا جلال الدین محمد جونپوری ہیں۔

نیز مختلف کتابوں سے (۶) سید نظام الدین ٹھٹوی (۷) ملا محمد جمیل صدیقی (۸) مولانا شفیع سرہندی (۹) قاضی محمد ابوخیر (۱۰) ملا ابو واعظ ہرگامی (۱۱) ملا وجیہہ الرب (۱۲) ملا ضیاء الدین محدث (۱۳) سید محمد قنوجی (۱۴) شیخ رضی الدین بھاگلپوری (۱۵) ملا محمد اکرم لاہوری (۱۶) مولانا محمد فائق (۱۷) قاضی علی اکبر سعد اللہ خانی (۱۸) سید عنایت اللہ مونگیری (۱۹) ملا غلام محمد لاہوری (۲۰) ملا نصیح الدین جعفری (۲۱) شیخ احمد خطیب (۲۲) ملا محمد غوث (۲۳) امیر میران علامہ الفرح۔ ان حضرات کے بھی مجلس تدوین میں شریک ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بعض علماء یقینی طور پر اس مجلس تدوین کے ارکان تھے۔ لیکن ان کے اسماء گرامی اور حالات زندگی کے بارے میں اس عہد کے تمام تذکرے خاموش ہیں۔ جن حضرات کے نام دیئے گئے ہیں یہ بھی کسی کتاب میں یکجا نہیں ہیں۔

ماخذ فتاویٰ

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں فقہ کی جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان میں سے چند کتابیں درج ذیل ہیں۔

(۱) ہدایہ فقہ حنفی کی سب سے مستند اور مشہور کتاب ہے، کشف الظنون میں لکھا ہے کہ فقہ میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہدایہ کو ان سب پر درایت و روایت کے اعتبار سے فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مقامات حریری یا فتح القدیر جیسی کوئی کتاب اگر کوئی مجھ سے لکھوانا چاہے تو میں بلاتکلف لکھ سکتا ہوں۔ لیکن ہدایہ جیسی کتاب کی دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔ صاحب ہدایہ کا اسم گرامی برہان الدین ابو الحسن علی بن بکر الفرغانی المرغینانی ہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۸ رجب ۵۱۱ھ بروز دوشنبہ عصر کے بعد ہوئی۔ آپنے فقہ و حدیث کی تعلیم شیخ نجم الدین ابو حفص اور عمر بن عبد العزیز ابو محمد حسام الدین سے حاصل کی اور تھوڑی ہی مدت میں آپنے مختلف علوم و فنون میں دسترس اور مہارت حاصل کر لی۔ آپنے ہدایہ کی تصنیف و تالیف کا آغاز ۵۷۳ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر فرمایا۔ اور مسلسل تیرہ سال میں اس عظیم کارنامہ کو اس طرح پایہ تکمیل تک پہونچایا کہ روزانہ کھانا لانے والے خادم تک کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ صائم الدہر ہیں اور روزہ کھانا بالآخر کسی غریب طالب علم کی نذر ہو جاتا ۵۴۴ھ میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور ۱۴ ذی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ بروز سہ شنبہ رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔

شرح وقایہ فقہ حنفی کی یہ کتاب بھی علماء کرام کے نزدیک نہایت مستند ہے یہ شرح ۷۴۵ھ میں عبید اللہ ابن مسعود ابن تاج الشریعۃ نے چار جلدوں میں لکھی ہے۔ مصنف کا لقب صدر الشریعۃ ہے اور آپکے پردادا احمد بن جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم العبادی البخاری کا لقب بھی یہی ہے۔ دونوں میں امتیاز کیلئے صاحب شرح وقایہ کے نام کے ساتھ صدر الشریعۃ اصغر اور پردادا کے نام کے ساتھ صدر الشریعۃ اکبر لگا دیتے ہیں۔ وقایہ اس کا متن ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ "وقایہ" ان کے دادا محمود ابن صدر الشریعۃ کی تالیف ہے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ وقایہ کے مولف کا نام

"محمود" ہے اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ آن کے جد صحیح ہیں یا جد فاسد۔ اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ قہستانی نے جامع الرموز اور ملا لطف اللہ نے حواشی شرح میں دادا کا نام "عمر" ذکر کیا ہے اور عبد المولی دمیاطی نے در مختار کے حاشیہ میں شیخ سید مرتضی حسینی سے نقل کیا ہے کہ ان کے دادا کا نام "محمود" ہے۔ جو حضرات دادا کا نام محمود بتاتے ہیں ان کے نزدیک یہ جد صحیح ہیں اور جو حضرات دادا کا نام "عمر" بتاتے ہیں ان کے نزدیک "محمود" صاحب شرح وقایہ کے جد فاسد ہیں۔ یہ کتاب آج بھی داخل نصاب ہے، اور فقہاء وعلماء کے نزدیک نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔

شرح نقایہ

صدر الشریعۃ عبید اللہ ابن مسعود صاحب شرح وقایہ نے اپنے دادا کی تالیف "وقایہ" سے ایک اور مختصر اور جامع متن تیار کیا جس کا نام "نقایہ" رکھا جس کو علماء کرام اور فقہاء عظام نے نہایت پسند فرمایا اور بہت مشہور ہوا۔ اس کا اندازہ اس کی شروح سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ شیخ تقی الدین، ابو العباس، شیخ زین الدین عبد الواحد بن محمد، علاؤ الدین علی بن محمد، قاسم بن قطلو بغا، محمود بن الیاس رومی، مولی شمس الدین محمد خراسانی قہستانی، ابو المکارم بن عبد اللہ، ملا علی قاری قابل ذکر ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اس کی نہایت کامیاب اور عمدہ شروح لکھیں۔ ان میں سب سے ممتاز اور کامیاب شرح ملا علی قاری کی ہے جو "شرح نقایہ" کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ قدس سرہٗ اس کتاب کو شرح وقایہ پر ترجیح دیتے تھے اور ان کی قلبی خواہش تھی کہ شرح وقایہ کی جگہ شرح نقایہ درس نظامی میں داخل نصاب کیجائے۔ اور علما کو ہدایت بھی کرتے تھے کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھا کریں۔ شرح نقایہ کے مصنف کا نام علی بن سلطان محمد الھروی ہے ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے دور کے چوٹی کے علماء میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ تبحر علمی وسعت مطالعہ اور تحقیق وتنقید میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ ان کے معاصرین پر ان کے علم وفضل اور کمال کی گہری چھاپ تھی۔ اسلامی علوم وفنون کے مختلف موضوعات پر ان کے بیشمار رسائل اور کامیاب شروح ہیں۔ جن میں مشکوٰۃ کی شرح سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ شوال ۱۰۱۴ھ میں بمقام مکہ مکرمہ وفات حسرت آیات ہوئی۔ محلاۃ میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات کی اطلاع جب علماء مصر کو پہونچی تو جامعہ ازہر میں جمع ہوکر تقریباً چار لاکھ آدمیوں نے نماز غائبانہ ادا کی۔

طحاوی

اسم گرامی محمد بن سلامۃ الازدی ہے آپ نے شرح معانی الاثار المعروف بطحاوی لکھکر حنیفہ کی بہترین وکالت اور ان کی جانب سے کامیاب مدافعت فرمائی ہے اسی بنا پر آپ کو حنفیہ کا کامیاب بیرسٹر کہا جاتا ہے۔ ابتداء میں شافعی المسلک تھے۔ اپنے ماموں اسماعیل مزنی شاگرد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسماعیل مزنی انپر غضبناک ہوگئے اور غصہ کی حالت میں واللہ لاجاء منک شیء (بخدا تجھ سے کچھ نہیں آسکتا) کہہ بیٹھے۔ امام طحاوی کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی اور اسی روز سے نہ صرف یہ کہ ان سے پڑھنا چھوڑ دیا بلکہ ان کے مسلک سے بھی علیحدہ ہوگئے اور حنفی مسلک اختیار کیا۔ شرح معانی الآثار لکھنے کے بعد وہ کہا کرتے تھے کہ مزنی آج بقید حیات ہوتے تو انہیں اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑتا۔ متعدد مفید کتابیں لکھیں جن میں احکام قرآن، اختلاف العلماء، مشکل الآثار، شرح معانی الآثار یعنی طحاوی قابل ذکر ہیں۔

کنز

فقہ میں متن کی حیثیت سے جن کتابوں کے نام ذکر کئے جاتے ہیں ان میں "کنز الدقائق" کا نام سرفہرست ہے۔ اسم گرامی عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی ہے ابو البرکات آپ کی کنیت ہے فقہ اور اصول فقہ میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں کنز، کافی، مصفیٰ، مستصفیٰ فی شرح النافع اور منار نہایت مشہور ہیں۔ آپ نے اپنے دور کے جن علماء سے تعلیم حاصل کی ان میں شمس الائمہ کردری بھی ہیں۔ جن سے فقہ حاصل کیا۔ ۷۱۰ھ میں بغداد تشریف لائے اور وہیں انتقال ہوا۔ سید حموی نے اپنی

شرح میں اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول ۶۱۶ھ میں جمعہ کی شب میں واقع ہوئی......
......ایذج شہر میں انتقال ہوا اور جلال نامی بستی میں مدفون ہوئے۔ واللہ اعلم۔

قدوری

فقہ اسلامی کی مستند کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ہر دور میں مقبول رہی ہے اور آج بھی مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ مصنف کا اسم گرامی ابوالحسین احمد ابن محمد قدوری ہے "قدور" کے متعلق بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ بغداد کی ایک بستی کا نام ہے اور بعض حضرات "قدور" سے انتساب کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ ہانڈی فروخت کیا کرتے تھے عربی میں قدر ہانڈی کو کہتے ہیں جس کی جمع قدور آتی ہے۔ پھر اس کی جانب ان کی نسبت کردی گئی۔ آپنے اپنے دور کے جن عالموں سے تعلیم حاصل کی ان میں علی ابوعبداللہ محمد ابن یحییٰ جرجانی بھی شامل ہیں فقہ کی تعلیم آپنے ان ہی سے حاصل کی۔ سچائی اور امانت و دیانت آپکے ممتاز اوصاف ہیں خطیب بغدادی وغیرہ نے آپ سے روایات بیان کی ہیں مختصر قدوری۔ سیح اسفار اور شرح مختصر کرخی وغیرہ آپ کی تصانیف میں قابل ذکر ہیں۔ سنہ ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور رجب سنہ ۴۲۸ھ میں وفات حسرت آیات ہوئی۔

محیط برہانی

برہان الدین محمود ابن صدر السعید تاج الدین احمد نے یہ کتاب کئی جلدوں میں لکھی ہے محیط کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا خاندان عرصہ دراز تک علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے ان کے والد، دادا پر دادا اور اس سے بھی اوپر کے لوگ علم و فضل میں ہمیشہ مشہور رہے۔ ان کی چند تصانیف یہ ہیں۔ ذخیرہ اس میں محیط کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ شرح جامع صغیر شرح زیادات۔ شرح ادب القضا للخصاف۔

محیط السرخسی

یہ فقہ کی تین عظیم اور مستند کتابوں کا خلاصہ ہے یہ تینوں کتابیں کبریٰ وسطی اور صغریٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ محیط دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ مصنف کا اسم گرامی رضی الدین محمد بن محمد السرخسی ہے سرخس کا شمار، خراسان کے نہایت قدیم شہروں میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنے بانی کے نام کیساتھ منسوب ہے سمعانی نے کتاب الانساب میں ذکر کیا ہے کہ اس شہر کی تکمیل ذوالقرنین کے ہاتھوں ہوئی۔ صدر الشہید سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے سنہ ۵۴۴ھ میں انتقال فرمایا۔

جامع صغیر

فقہ کی قدیم ترین مستند کتابوں میں اس کا شمار کیا جاتا ہے اس کے مصنف امام محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے والد شام کے رہنے والے تھے بنی امیہ کے آخری دور میں عراق آئے سنہ ۱۳۲ھ میں بمقام واسط آپ کی ولادت ہوئی ان کے والد انھیں لیکر کوفہ چلے آئے اور یہیں پرورش کی۔ جبتک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات رہے۔ تعلیمی سلسلہ ان سے منسلک رہا اور فقہ میں ممتاز درجہ کے مالک ہوئے۔ آپکے شاگردوں میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابو عبید۔ ابو سلیمان جوزجانی۔ موسیٰ رازی۔ محمد بن سماعہ۔ عیسیٰ ابن ابان۔ یحیٰ بن صالح الوحاظی یحیٰ بن معین۔ نہایت مشہور ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام محمد جیسا کوئی شخص میری نظر سے نہیں گذرا اگر میں کسی شخص کے بارے میں مبالغۃً یہ کہتا کہ اس پر قرآن کا نزول ہوا ہے تو محمد بن حسن کو ان کی فصاحت کی بنا پر کہتا۔ اتنا بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ ان کی کتابوں پر ساٹھ دراہم صرف کرکے مسائل کی تحقیق و تفتیش کی۔ تو ہر مسئلہ پر مجھے کوئی نہ کوئی حدیث ضرور ملی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میرے علم کے جز و اعظم محمد بن حسن ہیں۔ یوسف ابن ابو یوسف کے بعد خلیفۂ وقت نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض فرمایا۔ آپنے اس کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی آپ کو نہایت محبوب تھا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپنے ۹۹۰ کتابیں لکھیں۔ ان میں سیر صغیر سیر کبیر جامع صغیر جامع کبیر۔ مبسوط، زیادات، موطا اور کتاب الآثار زیادہ مشہور ہیں۔

تہذیب الاسماء میں مذکور ہے کہ ۱۸۹ھ میں آپنے وفات پائی اور مقام رے میں مدفون ہوئے۔

مبسوط:۔ اس کے مصنف بھی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں "اصل" کے نام سے یہ کتاب مشہور ہے۔

منیۃ المصلی:۔ فقہ کی نہایت مستند اور معتبر کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ فقہا میں نہایت مقبول ہوئی اور عرصہ دراز تک درس نظامی میں داخل نصاب رہی ہے سعید الدین کاشغری نے اس کو لکھا ہے۔

کافی:۔ یہ دراصل عدالتی فیصلوں کا ایک مجموعہ ہے جس کو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں درج کیا ہے صاحب کتاب کا اسم گرامی شاہد محمد ابن محمد حنفی ہے۔

فتح القدیر:۔ یوں تو ہدایہ کی بہت سی شرح ہیں۔ لیکن ان سب میں مجموعی اعتبار سے فتح القدیر سب سے عمدہ شرح ہے یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے پہلی دو جلدیں محدث ابن ھمام ؒ اور آخری دو جلدیں مفتی احمد شمس الدین نے تحریر فرمائی ہیں۔

النوازل:۔ یہ کتاب امام ابو اللیث سمرقندی نے تحریر کی ہے۔ آپنے یہ کتاب لکھکر فقہ حنفی کی بڑی خدمت انجام دی نہایت محنت دکاوش سے ابتداء اسلام کے قاضیوں کے فیصلے۔ فقہاء کی آراء اور فقیہوں کے بیش قیمت فتاوی اس میں درج کر دیئے ہیں۔ ۳۷۶ھ میں آپنے وفات پائی۔

بدائع صنائع:۔ تحفۃ الفقہا کی شرح ہے ابو بکر ابن مسعود کاشانی نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شرح جب لکھی گئی تو اصل کتاب کے مصنف بھی زندہ تھے انہوں نے اس عالمانہ شرح کی نہایت تعریف کی تھی۔ سن تالیف ۵۸۷ھ بیان کیا جاتا ہے۔

سراج الوہاج:۔ یہ قدوری کی شرح ہے حداد عباری مولف کا نام ہے اس شرح کے بارے میں بعض علماء کا خیال ہے کہ جا بجا اس میں غیر مستند چیزیں پائی جاتی ہیں۔

ظہیریہ:۔ اس کتاب کی تالیف ظہیر الدین ابو بکر محمد بخاری نے فرمائی ہے قابل اعتماد کتاب ہے، کتاب کی قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر ان مسائل کے احکام بیان کئے گئے ہیں جن کی ضرورت انسان کو روزمرہ کی زندگی میں پڑتی ہے۔ اس میں بعض نہایت اہم فتاوی درج ہیں۔

المنتقی:۔ یہ کتاب نایاب ہے۔ مصنف کا اسم گرامی حکیم ابو الفضل محمد ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ کتاب ترتیب دینے سے پہلے میں نے فقہ کی تین سو کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔

بحر الرائق:۔ کنز کی مشہور شرح ہے مستند کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال وآراء اور ان کے تفصیلی دلائل جتنی تعداد میں آپ کو اس کتاب میں ملیں گے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ کتاب میں فقہ کی دوسری کتابوں کے حوالے بھی نہایت تحقیق اور محنت سے جمع کئے گئے ہیں۔ مصر کے شہرۂ آفاق فقیہہ زین العابدین اس کے مؤلف ہیں۔

عنایہ:۔ ہدایہ کی شرح ہے دو جلدوں پر مشتمل ہے شیخ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی اس کے مؤلف ہیں ایک زمانہ میں ایشیاء کوچک میں یہ شرح نہایت مقبول ہوئی تھی۔

جامع المضمرۃ:۔ قدوری کی شرح ہے۔ مؤلف کا نام جمال الدین یوسف ابن محمد ہے۔ آجکل نایاب ہے ریاست رامپور کے کتب خانہ میں اسکا ایک نسخہ موجود ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جن سے فتاوی میں

مدد لی گئی ہے طوالت کے خوف سے ہم صرف ان کے نام پر اکتفا کرتے ہیں زندگی رہی تو انشاء اللہ فتاویٰ کے "مقدمہ" میں کچھ تفصیل کے ساتھ ان کو بیان کریں گے۔" قنایہ۔ جامع کبیر حسیدی۔ مختار۔ ذخیرہ۔ غیاث بیان۔ برجندی۔ ینابیعہ الزید۔ تہذیب۔ اختیار، فتاویٰ قاضی خاں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ۔ معراج الدرایہ۔ تمارتاشی۔ جوہرنیرہ۔ کفایہ۔ غیاث السراجی۔ جوہرالاخلاطی۔ فتاویٰ بزازیہ فصول عمادیہ۔ فتاویٰ سراجیہ۔ تجنیس۔ تبیین۔ مختار الفتاویٰ۔ خزانۃ الفتاویٰ۔ فتاویٰ کبریٰ۔ فتاویٰ صغریٰ۔ حوی القدس۔ فتاویٰ محبیہ۔ خزانۃ المفتین۔ نہرالفائق۔ مجموعہ بحرین۔ تنویر۔ شمنی۔ خزینۃ الفقہ۔ برہانیہ۔ وغیرہ وغیرہ" فتاویٰ کی اس طویل فہرست سے آپنے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا۔ کہ اس کی تدوین میں کتنی تحقیق، محنت جستجو اور کدوکاوش سے کام لیا گیا ہے۔ اور کسقدر کتابوں کا نچوڑ اور خلاصہ اسمیں درج کیا گیا ہے۔

فقہی اصطلاحات

فتاویٰ عالمگیری میں مسائل اور اقوال کے بعد جگہ جگہ ہو الصحیح، ہو الاصح وغیرہ کے الفاظ آپ کو نظر آئیں گے ان کی تشریح بھی ضروری ہے۔ یہ دراصل فقہی اصطلاحیں ہیں جن کے مخصوص معانی و مطالب ہیں۔ فتاویٰ میں زیادہ تر یہ الفاظ آپ دیکھیں گے۔

ھو الصحیح۔ یہ قول صحیح ہے ھو الاصح۔ یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے علیہ الفتویٰ اسی قول پر فتویٰ ہے بہ یفتی اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ بہ نأخذ۔ اسی قول کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ علیہ الاعتماد۔ اسی قول پر فقہا کو اعتماد ہے۔ علیہ عمل الیوم آجکل اسی پر عمل ہے علیہ عمل الامۃ۔ امت کا اسی پر عمل ہے ھو الاظہر۔ یہ قول سب سے زیادہ ظاہر ہے ھو الاشبہ یہ قول فقہ یا صحت و صواب کے لحاظ سے زیادہ مشابہ ہے ھو الاوجہ۔ یہ قول زیادہ موجہ ہے ھو المختار یہ قول فقہا نے اختیار کیا ہے بہ جری العرف عرف یہ ہو گیا ہے ھو المتعارف۔ یہ قول مشہور ہے بہ اخذ علمائنا۔ ہمارے علماء نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

ان الفاظ میں کچھ ایسے ہیں جنہیں دوسرے الفاظ پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے مثال کے طور پر اگر ایک قول کے ساتھ صحیح اور دوسرے کے ساتھ اصح کے الفاظ ہیں تو دوسرے قول کو ترجیح ہوگی اس طرح اگر کسی قول کے ساتھ صرف فتویٰ کے الفاظ ہوں اور دوسرے کیساتھ بہ یفتی کے الفاظ ہوں تو دوسرا قول راجح شمار کیا جائیگا۔ اسی طرح بہ ناخذ، علیہ الاعتماد، علیہ عمل الیوم، علیہ الامۃ ان سب کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ فقہا کے نزدیک یہ اقوال معمول بہا ہیں۔ ایک قول کے ساتھ لفظ ظاہر ہے اور دوسرے قول کے ساتھ اظہر تو دوسرا قول راجح ہوگا۔ اشبہ کا لفظ تخریجات مشائخ پر بولتے ہیں۔ یعنی اصحاب تخریج میں سے دو فقیہہ کے اقوال ایک مسئلہ میں باہم مغائر ہوں اور ایک قول کے ساتھ لفظ اشبہ ذکر کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ قول ہمارے ائمہ کے طریقہ فقہ سے زیادہ مشابہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی قول کے ساتھ اوجہ کے الفاظ ہیں تو معنی یہ ہیں کہ یہ قول دلائل کے اعتبار سے دوسرے قول کے مقابلہ میں زیادہ باوزن ہے۔

عامہ مشائخ:۔ اس سے مراد اکثر مشائخ ہیں بعض جگہ آپ دیکھیں گے کہ صرف لفظ "المشائخ" لکھا ہوا ہے۔ اس سے مراد وہ فقہا ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں پایا۔

متقدمین:۔ اس سے مراد وہ فقہا ہیں جنہوں نے امام یا صاحبین میں سے کسی کو پایا ہو۔

متاخرین:۔ اس سے مراد ایسے فقہا ہیں جنہوں نے ائمہ ثلثہ میں سے کسی کو نہیں پایا۔ ان کے علاوہ کچھ اور اصطلاحات ہیں جو "فتاویٰ" کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کی جائیں گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

پہلا باب وضو کے مسائل (پانچ فصلیں)

پہلی فصل فرائضِ وضو کا بیان

اس میں اصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ آیۃ کریمہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔ ترجمہ:- اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ دھوؤ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں اپنے ٹخنوں تک دھوؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں چار فرض ہیں[1]۔ پہلا فرض چہرہ کا دھونا ہے اس سے مراد پانی کا بہادینا ہے اور مسح کے معنی ہیں تری پہونچانا (ھدایہ) شرح طحاوی میں ہے کہ ظاہر روایت[2] کے اعتبار سے وضو کے اندر پانی کا بہادینا شرط ہے اور اسوقت تک وضو جائز نہ ہوگا جبتک پانی کے قطرے نہ ٹپکیں گے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کے نزدیک وضو میں پانی کے قطروں کا بہنا شرط نہیں ہے پس برف سے اگر وضو کرے اور اس میں سے دو یا اس سے زائد قطرے ٹپک پڑیں تو بالاجماع وضو جائز ہے اور اگر قطرے نہ ٹپکیں تو حضرت امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو درست نہیں ہوگا۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہو جائے گا (ذخیرہ) حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام محمدؒ کا قول صحیح ہے (مضمرات) ظاہر روایت میں چہرہ کی حد نہیں ذکر کی گئی ہے (بدائع) مغنی میں ہے کہ چہرہ سر کے بال اُگنے کی جگہ سے دونوں جبڑوں کے نیچے تک اور ٹھوڑی کے نیچے سے دونوں کانوں کی لو تک ہے) کذا فی (عینی شرح ھدایہ) اگر سر کے اگلے حصّہ کے بال صلع[3] کی وجہ سے گر پڑے تو اصح یہ ہے کہ وہاں پانی پہونچانا واجب نہیں (خلاصہ) اور یہی صحیح ہے (زاھدی) اور جس کے سر کے بال بقدر

---

[1] فرض کا اطلاق اصطلاح میں اس چیز پر ہوتا ہے جو دلیل قطعی سے بلا معارض ثابت ہو اور یہ امر ونواہی دونوں قسم کے احکام کو شامل ہے۔ مترجم ۱۲

[2] ظاہر روایت۔ یہ بھی فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس سے مراد ہر وہ روایت ہے جو حضرت امام محمدؒ کی کتابوں (جامع صغیر جامع کبیر زیادات مبسوط وغیرہ) میں ذکر کی گئی ہو۔ مترجم ۱۲

[3] صلع۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پیدائشی بال نہ ہوں یا کسی بیماری کی وجہ سے گر گئے ہوں۔ مترجم ۱۲

نیچے تک اُگ آئیں کہ چہرہ کی حد میں داخل ہو جائیں تو اس پر اُن بالوں کا دھونا ضروری ہے جو اس مقام سے نیچے نکل آتے ہیں۔ جہانتک عموماً بال نکلا کرتے ہیں (عینی شرح ھدایہ) آنکھوں کے اندر پانی پہونچانا نہ واجب ہے نہ سنت۔ پلکوں کی جڑوں اور آنکھوں کے کناروں میں پانی پہونچانے کیلئے آنکھوں کے کھولنے اور بند کرنیکا تکلف نہ کرے (ظہیریہ) نقیہ احمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ چہرہ دھوتے ہوئے آنکھوں کو نہایت قوت کے ساتھ بند کرنا جائز نہیں (محیط) آنکھ کے اس کویہ پر جو ناک سے ملا ہوا ہے پانی پہونچانا واجب ہے۔ (خلاصہ) اگر آنکھیں دُکھتی ہوں اور چیپڑ نکلے ہوے ہوں تو اگر آنکھیں بند کرنے میں وہ چیپڑ نکلے ہوئے بہتے ہوں تو ان کے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے ورنہ نہیں (زاھدی) ہونٹ بند کرتے وقت جسقدر کھلے رہیں وہ چہرہ میں شامل ہیں اور جو چھُپ جائیں وہ منہ کے تابع ہیں یہی صحیح ہے (خلاصہ) اور وہ سفیدی جو جبڑے اور کانوں کے درمیان ہے وضو میں اس کا دھونا ضروری ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے (ذخیرہ) مونچھوں اور بھوؤں کے بال اور داڑھی کے وہ بال جو ٹھوڑی کے جڑ پر ہوں دھونے چاہئیں۔ بال اُگنے کی جگہ پر پانی پہونچانا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر بال تھوڑے ہوں اور بال اُگنے کی جگہ کھُلی ہوئی ہو تو پانی پہونچانا لازم ہے (قاضی خان) .... نصاب میں ہے کہ اگر وضو کرنے والے شخص کی مونچھیں بڑی ہوں اور وضو کرتے ہوئے اُن کے نیچے پانی نہ پہونچے تو وضو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ غسل کا حکم اسکے برخلاف ہے (مضمرات) داڑھی کا حکم یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی دھاڑی کا مسح فرض ہے (شرح وقایہ) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ داڑھی کے اوپر پانی کا بہانا فرض ہے اور یہی اصح ہے (تبیین) یہی صحیح ہے (زاھدی) جو بال ٹھوڑی سے نیچے لٹکے ہوئے ہیں انکا دھونا فرض نہیں (کذافی المحیطین) اگر ٹھوڑی کے بالوں پر پانی بہایا اور اس کے بعد بال منڈوائے تو ٹھوڑی کا دھونا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بھوئیں یا مونچھیں منڈائیں یا سر پر مسح کیا پھر سر منڈایا یا ناخن کٹوائے تو اعادہ ضروری نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

وضو کا دُوسرا فرض

دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے۔ ہمارے تینوں ائمہ (امام اعظم، امام محمد، امام ابو یوسف) کے نزدیک کہنیاں بھی دھونے میں شامل ہیں۔ (محیط) اگر اعضاء وضو میں کوئی انگلی یا ہتھیلی زائد ہو تو اس کا دھونا بھی ضروری ہے (سراج وھاج) اگر کسی کے کاندھے پر دو ہاتھ نکل آئیں تو جو ہاتھ پورا ہو وہی اصل ہاتھ ہے۔ اسکا دھونا واجب ہے اور دُوسرا زائد ہے۔ اس کا جو حصہ اصلی ہاتھ کے اس حصہ کے بالمقابل ہوگا جس کا دھونا فرض ہے تو صرف اتنے حصہ کا دھونا ضروری ہوگا۔ اور زائد ہاتھ کا وہ حصہ جس کی یہ شان نہیں ہے اس کا دھونا واجب نہیں (فتح القدیر) لیکن اس کا دھونا مستحب ہے (بحرالرائق) فتاویٰ ماوراء النہر میں ہے وضو میں جن حصوں کا دھونا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی حصہ سوئی کے ناکے کے برابر خشک رہ گیا یا ناخنوں کی جڑوں میں سوکھی یا تر مٹی لگی ہوئی ہو تو وضو دُرست نہ ہوگا۔ اگر ہاتھ میں خمیر یا مہندی لگی ہوئی ہو تو وضو جائز ہوگا۔ نقیہ دبوسی سے دریافت کیا گیا کہ اگر آٹا گوندھنے میں گوندھا ہوا آٹا کسی کے ہاتھ میں لگ کر خشک ہو گیا پھر اس نے وضو کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر آٹا تھوڑی مقدار میں لگا ہوا ہے تو وضو جائز ہے "زاہدی" ناخنوں کے نیچے جو جگہ ہے وہ بھی اعضاء وضو میں داخل ہے اگر اس میں گندھا ہوا آٹا بھر گیا ہو تو اس کے اندر پانی پہونچانا واجب ہے (کذا فی الخلاصۃ واکثر المعتبرات) شیخ امام زاہد ابو نصر صفار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اگر ناخن اتنے لانبے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو اُن کے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے اور اگر

ناخن چھوٹے ہوں تو واجب نہیں ہے (محیط) اگر ناخن اسقدر لانبے ہوں کہ انگلیوں کے سروں سے بھی متجاوز ہوجائیں تو بالاتفاق سب کا یہی مذہب ہے کہ ناخنوں کے نیچے کا حصہ دھونا واجب ہے (فتح القدیر) جامع صغیر میں ہے کہ ابوالقاسم سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا اگر کسی کے ناخن ایسے بڑھے ہوئے ہوں کہ ان میں میل جما رہے یا کوئی شخص مٹی کا کام کرتا ہو یا کسی عورت نے اپنی انگلیاں مہندی میں رنگی ہوں یا اس شخص کے ناخنوں میں میل جم جائے جو چمڑے کو پکا کر صاف کرتا اور چھیلتا ہے یا رنگریز ہو۔ سب کا وضو جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سب کا ایک حال ہے اور سب کا وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ ان کا ان چیزوں سے بچنا مشکل ہے فتوی جواز پر ہے۔ شہری اور دیہاتی میں کوئی فرق نہیں ہے (ذخیرہ) ایسے ہی اگر نان بائی کے ناخن بڑھے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے (زاہدی ناقلا عن جامع صغیر) خضاب جب جم جائے اور خشک ہوجائے تو وضو اور غسل قائم نہیں ہوگا۔ (سراج وہاج ناقلا عن ذخیرہ) اور مجموع النوازل میں ہے اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اس کو حرکت دینا سنت ہے۔ اگر اسقدر تنگ ہو کہ اسکے نیچے پانی نہ پہونچتا ہو تو اس کو ہلانا فرض ہے۔ (خلاصہ وہو ظاہر الروایۃ ھکذا فی المحیط)

وضو کا تیسرا فرض

دونوں پاؤں دھونا ہے ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک ٹخنے بھی پاؤں دھونے میں شامل ہیں۔ ٹخنہ پنڈلی کی اسی ابھری ہوئی ہڈی کو کہتے ہیں جو قدم کے اوپر ہوتی ہے (محیط) اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کٹ جائے اور کہنی یا ٹخنے میں سے کچھ باقی نہ رہے تو ان کا دھونا ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر باقی رہے تو واجب ہوگا۔ (بحر الرائق) جس جگہ سے کٹا ہے اس کے دھونے کا بھی یہی حکم ہے (محیط) تتمیہ میں ہے کہ نجفی سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی کا پاؤں شل ہوجائے اس طرح پر کہ اگر اس کو کاٹا جائے تو پتہ نہ چلے کیا وضو میں اس کا دھونا واجب ہوگا؟۔ انہوں نے فرمایا کہ واجب ہوگا۔ (تاتارخانیہ) اگر پاؤں پر تیل ملا پھر وضو میں پاؤں دھوئے لیکن چکنائی کی وجہ سے پاؤں پر پانی کا اثر نہیں ہوا تو وضو جائز ہوگا۔ (ذخیرہ) مجموع النوازل میں ہے اگر کسی کے پاؤں میں پھٹن ہو اور ان میں وہ چربی رکھے پھر پاؤں دھوئے اور اس چربی کے نیچے پانی نہ جائے تو یہ دیکھے کہ اگر اسکے نیچے پانی پہونچانے سے نقصان ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ وضو جائز نہیں (المحیط) اور اگر اس کو سی دے تو ہر صورت میں وضو جائز ہوگا۔ (خلاصہ) شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے اگر کسی کے اعضا میں شگاف ہو اور اسکے دھونے سے عاجز ہو تو اس کے دھونے کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا۔ لیکن اس پر پانی گذارنا لازم ہوگا اگر پانی گذارنے سے بھی عاجز ہو تو مسح کافی ہے اور مسح کرنے پر بھی قادر نہ ہو تو مسح بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اس کے آس پاس کے حصہ کو دھوئے اور اسجگہ کو چھوڑ دے (ذخیرہ) اگر کسی کے زخم ہو اور اس زخم کی کھال اوپر ابھر آئے اور زخم کے کنارے اس کھال سے ملے ہوئے ہوں لیکن جس جانب سے پیپ نکلی ہے وہ اس سے ملی ہوئی نہ ہو۔ اس نے وضو میں کھال دھوئی لیکن پانی کھال کے نیچے نہ پہونچا تو وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ کھال کے نیچے جو حصہ ہے وہ کھلا ہوا نہیں ہے تو اسکا دھونا بھی فرض نہیں ہے (فتاوی قاضی خان) اگر اعضاء وضو میں سے کسی عضو میں زخم ہے مثلاً دمل وغیرہ اور اس پر باریک کھال ہے وضو کرتے ہوئے اس کھال پر پانی بہا لیا پھر اس کھال کو نوچ ڈالا تو اب اس پر اس کھال کے نیچے کے حصہ کا دھونا واجب ہے یا نہیں۔ جواب یہ ہے کہ جب وہ کھال اتاری گئی تو اگر اسوقت وہ زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا کہ کھال کے اترنے سے کچھ تکلیف نہ محسوس ہوئی تو اسجگہ کا دھونا اس پر واجب ہے اور اگر کھال زخم اچھا ہونے سے پیشتر اتار دی اور اس کے اتارنے میں تکلیف محسوس ہوئی۔ تو اگر اسمیں سے کچھ نکلا اور بہا تو وضو

وضو ٹوٹ گیا اور اگر کچھ نہ نکلا تو اس جگہ کا دھونا واجب نہیں۔ اور درست جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا واجب نہیں ہے۔ اور فوائد قاضی امام رکن الاسلام علی اسعدی میں لکھا ہے اگر وضو کے کسی عضو پر مکھیوں اور پسوؤں کی بیٹ لگی ہوئی ہو اور وضو میں پانی اس کے نیچے نہ پہونچے تو وضو جائز ہو گا۔ اس لئے کہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔ اور اگر مچھلی کی کھال یا چبائی ہوئی روٹی لگ گئی ہو اور خشک ہو گئی ہو اور وضو کرتے ہوئے پانی اس کے نیچے نہ پہونچے تو جائز نہیں اسلئے کہ اس سے بچنا ممکن ہے (محیط) اگر وضو کا کوئی ایسا حصہ باقی رہ گیا جہاں پانی نہیں پہونچا۔ اور اسی عضو کی تری اس حصہ پر پہونچائی جائے تو جائز ہے (خلاصہ) اگر ایک عضو کی تری دوسرے عضو پر پھیری جائے تو وضو میں جائز نہیں غسل میں جائز ہے بشرطیکہ وہ تری ٹپکتی ہو (ظہیریہ) اگر کسی شخص پر بارش کا پانی پڑ گیا یا کسی بہتی ہوئی ندی میں داخل ہو گیا تو وضو اس کا ہو گیا۔ اور غسل بھی ہو جائیگا۔ بشرطیکہ تمام بدن پر پانی پہونچ گیا ہو مگر کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا (وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے) بھی اس کے ذمہ ہے (سراجیہ)۔

وضو کا چوتھا فرض

سر کا مسح کرنا ہے۔ اس میں[1] مقدار ناصیہ فرض ہے (ہدایہ) مختار یہ ہے کہ مقدار ناصیہ چوتھائی سر کے برابر ہے (اختیار شرح مختار) اصح قول یہ ہے کہ مسح میں ہاتھ کی تین انگلیاں لگانی واجب ہیں (کفایہ) پس اگر ایک انگلی یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو ظاہر روایت کے اعتبار سے جائز نہیں۔ (شرح طحاوی) اگر شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے اس طرح مسح کیا کہ وہ دونوں کھلے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان جتنی ہتھیلی ہے وہ بھی سر کو لگا دے تب بھی مسح جائز ہو گا۔ اس بنا پر کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا دو انگلیاں ہیں۔ اور ایک انگلی کی مقدار وہ ہتھیلی ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے تو کل تین انگلیاں ہو گئیں (محیط) اگر انگلیوں کے سروں سے سر کا مسح کرے اگر پانی ان سے ٹپکتا ہے تو مسح جائز ہو گا۔ اور اگر پانی ٹپکتا نہ ہو تو مسح جائز نہیں (ذخیرہ) اگر کسی کے سر پر لانبے بال ہوں اور تین انگلیوں سے ان بالوں پر مسح کیا تو اگر وہ مسح ان بالوں پر ہوا جن کے نیچے سر ہے تو وہ مسح راس کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اگر ایسے بالوں پر مسح کیا جن کے نیچے پیشانی یا گردن ہے تو مسح جائز نہ ہو گا۔ اگر سر کے اوپر دو گیسو بندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عورتیں باندھا کرتی ہیں اور مسح گیسوؤں کے سرے پر کیا۔ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک یہ مسح اس شرط پر جائز ہو گا کہ وہ ان گیسوؤں کو نیچے نہ لٹکائے۔ اس لئے کہ اس نے ایسے بالوں پر مسح کیا ہے جن کے نیچے سر ہے۔ اور عامہ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ وہ مسح جائز نہیں۔ خواہ ان کو لٹکائے یا نہ لٹکائے (محیط) کانوں کا مسح کر لینا سر کے مسح کے قائم مقام نہیں بن سکتا (سراجیہ) اگر اس کی ہتھیلی میں تری ہو اور وہ اس سے مسح کرے جائز ہے خواہ وہ تری اس پانی کی ہو جو اس نے برتن سے لیا ہے یا اس نے ہاتھ دھوئے اس کی تری اس کی ہتھیلی میں باقی تھی یہی صحیح ہے لیکن اگر سر کا یا موزہ کا مسح کیا اور تری ہاتھ میں باقی رہی تو اس سے پھر سر کا یا موزہ کا مسح جائز نہیں۔ (خلاصہ) اگر کسی عضو سے تری لے لی تو اس سے مسح جائز نہیں۔ خواہ اس عضو کو دھویا تھا یا اس پر مسح کیا تھا۔ (ذخیرہ) اور جس نے اپنے سر پر برف سے مسح کیا تو بہر صورت جائز ہے یعنی فقہا نے اس میں کوئی فرق نہیں کیا ہے کہ اس میں سے قطرے ٹپکیں یا نہ ٹپکیں (فتاویٰ برہانیہ) اگر سر کو بھی چہرہ کے ساتھ دھو لیا تو یہ مسح کے قائم مقام ہو جائیگا لیکن مکروہ ہے۔ اسلئے کہ یہ صورت اس حکم کے خلاف ہے جس کا آیۃ کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے (محیط) اگر سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ حصہ منڈا ہوا نہیں ہے اور اس حصہ پر جو منڈا ہوا نہیں ہے مسح کر لیا جائز ہے (جوہرہ نیرہ) اور حجت میں ہے اگر سر کے اگلے حصہ پر مسح نہیں کیا بلکہ سر کے آخری حصہ پر یا دائیں بائیں جانب یا وسط سر پر مسح کیا جائز ہے (تاتارخانیہ) ٹوپی پر اور

[1] مقدار ناصیہ۔ ناصیہ عربی میں پیشانی کو کہتے ہیں۔ مقدار ناصیہ یعنی پیشانی کے برابر بال اور وہ چوتھائی سر کے برابر ہے یہی مختار و اصح ہے مترجم۔

عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح عورت اگر اپنے دوپٹہ پر مسح کرے جائز نہیں ہے لیکن اگر پانی ٹپک رہا ہو اور وہ بالوں تک پہونچ جائے تو یہ مسح کے قائم مقام ہو جائیگا (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب پانی میں رنگ ظاہر نہ ہو (ظہیریہ) افضل یہ ہے کہ عورت دوپٹے کے نیچے مسح کرے (فتاویٰ قاضی خان) اگر عورت کے سر پر خضاب لگا ہوا ہو اور وہ خضاب پر مسح کرے پس اگر اس کے ہاتھ کی تری خضاب سے ملکر ماء مطلق کے حکم سے خارج ہو گئی تو مسح جائز نہ ہوگا (خلاصہ)

دوسری فصل ــــــ وضو کی سنتوں کا بیان

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں جیسا کہ متون میں مذکور ہیں (۱) بسم الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ اس کا پڑھنا وضو میں مطلقاً سنت ہے، یہ قید نہیں ہے کہ جب سونے سے اٹھکر وضو کرے۔ تب ہی بسم اللہ پڑھے۔ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنی چاہیئے اگر ابتدا میں بھول گیا اور جب بعض اعضا دھو چکا تو یاد آئی پھر بسم اللہ پڑھی تو سنت ادا نہ ہوگی۔ بخلاف کھانا کھانے میں اور اسی طرح کے دیگر کاموں میں بسم اللہ کا یہ حکم نہیں ہے (تبیین) اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا اور وضو تمام کرنے سے پیشتر یاد آگئی تو بسم اللہ پڑھے تاکہ وضو اس سے خالی نہ ہو۔ (سراج الوہاج) استنجا کرنے سے پیشتر بھی بسم اللہ پڑھے اور بعد میں بھی پڑھے یہی صحیح ہے (ہدایہ) لیکن جب ستر کھلا ہوا ہو۔ یا محل نجاست میں ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے (فتح القدیر) حضرت امام طحاوی اور مولانا فخر الدین اتم غی نے کہا ہے کہ سلف سے بسم اللہ وضو میں اس طرح منقول ہے۔ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام۔ خبازیہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے (معراج الدرایہ) وضو کے شروع میں اگر لا الٰہ الا اللہ یا الحمد للہ یا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو بسم اللہ کی سنت ادا ہو جائے گی (قنیہ) (۲) وضو کے شروع میں دونوں ہاتھوں کا تین بار گٹوں تک[1] دھونا۔ کہا گیا ہے کہ یہ فرض ہے اور اس کو مقدم کرنا سنت ہے (فتح القدیر واختیار المعراج والخبازیہ) اصل میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے (بحر الرائق) ہاتھ دھونے کا طریقہ جبکہ برتن چھوٹا ہو یہ ہے بائیں ہاتھ میں برتن پکڑے اور داہنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے پھر داہنے ہاتھ میں برتن لے اور بائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے۔ اگر برتن بڑا ہو جیسے مٹکا وغیرہ تو اگر اس کے اوپر کوئی چھوٹا برتن بھی ہو وہی طریقہ اختیار کرے جو پہلے ذکر کیا گیا۔ اور اگر چھوٹا برتن نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرکے برتن میں داخل کرے اور اس سے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے۔ انگلیوں کو آپس میں ملکر ہاتھ کو پاک صاف کرکے پھر داہنا ہاتھ برتن میں ڈالے اور اس سے بایاں ہاتھ دھوئے (مضمرات) یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ہاتھ پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔ اگر ہاتھ پر نجاست بھی لگی ہوئی ہو تو کوئی اور صورت اختیار کرے۔ (خلاصہ) اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھ استنجا کرنے سے پہلے دھوئے یا بعد میں اور اصح یہ ہے کہ دونوں بار دھوئے۔ ایک مرتبہ استنجے سے پیشتر اور ایک بار استنجے کے بعد۔ (فتاویٰ قاضی خان) (۳) کلی کرنا اور (۴) ناک میں پانی ڈالنا۔ سنت یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ کلی کرے پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے ہر مرتبہ نیا پانی لے (محیط السرخسی) کلی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ تمام منہ کے اندر پانی بھر جائے۔ اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ (بانسے) تک پانی پہونچ جائے (خلاصہ) اگر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ترک کریگا تو صحیح یہ ہے کہ اس کا یہ فعل برا ہوگا۔ اس بنا پر کہ یہ دونوں سنن موکدہ میں سے ہیں۔ اور سنت موکدہ کو چھوڑنا برا ہے۔ بخلاف سنن زوائد کے کہ ان کا چھوڑنا برا نہیں ہے۔ (سراج الوہاج) اگر پانی ایک بار ہتھیلی میں لیکر اسی سے تین

[1] یہ سنت اسی وقت ہے جبکہ دونوں ہاتھ پاک ہوں لیکن ہاتھ اگر ناپاک ہوں تو اس صورت میں ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ مترجم

کلیاں کرے جائز ہے۔ اگر پانی ایک بار ہاتھ میں لیکر اس سے استنشاق کرے ناجائز ہے اس لئے کہ استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) میں مستعمل پانی ہتھیلی میں لوٹ کر آئیگا۔ اور یہ صورت کلی کرنے میں نہیں ہے (محیط) اگر پانی ہتھیلی میں لیکر تھوڑے پانی سے کلی کرے پھر بقیہ پانی ناک میں ڈالے جائز ہے۔ اگر اس کا اُلٹا کرے تو ناجائز ہے (سراج الوہاج) (۵) مسواک کرنا۔ سواک ایسے درختوں کی لکڑیوں سے بنانی چاہئے جو کڑوے ہوتے ہیں۔ اس سے منہ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔ دانتوں میں مضبوطی آتی ہے۔ معدہ قوی ہوجاتا ہے مسواک تر ہونی چاہئے۔ چھنگلیا کے برابر موٹی ہو۔ ایک بالشت لانبی ہو۔ مسواک کرنے کیلئے انگلی لکڑی کے قائم مقام نہیں ہوسکتی البتہ اگر لکڑی دستیاب نہ ہو تو داہنے ہاتھ کی انگلی لکڑی کے قائم مقام ... ہوسکتی ہے۔ (محیط۔ ظہیریہ) عورتوں کیلئے گوند چابنا مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ (بحرالرائق) مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لینا مستحب ہے کہ چھوٹی انگلی مسواک کے کے نیچے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے ہو اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے (نہرالفائق) مسواک کرنے کا وقت وہی ہے جو کلی کرنے کا ہے (نہایہ) دانتوں میں اوپر نیچے دونوں جانب مسواک کرنی چاہئے۔ اور دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے۔ داہنی جانب سے مسواک کا آغاز کرے (جوہرنیرہ) جس شخص کو یہ خوف ہو کہ مسواک کرنے سے قے آجائے گی وہ مسواک نہ کرے۔ چت لیٹ کر مسواک کرنا مکروہ ہے (سراج وہاج) (۶) داڑھی میں خلال کرنا۔ قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے حضرت امام ابویوسف کے نزدیک تین بار منہ دھونے کے بعد داڑھی میں خلال کرنا سنت ہے اور یہی قول لیا گیا ہے (زاہدی) مبسوط میں ہے کہ یہی قول اصح ہے (کذا فی معراج الدرایہ) داڑھی میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اپنی انگلیاں داڑھی میں ڈال کر نیچے کی جانب سے اوپر کی جانب کو خلال کرے۔ شمس الائمہ کردری سے یہی منقول ہے۔ (کذا فی المضمرات) (۷) انگلیوں میں خلال کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو انگلیوں میں اس طرح ڈالے کہ اُن سے پانی ٹپکتا ہو۔ بالاتفاق یہ سنت مؤکدہ ہے (نہرالفائق) انگلیوں میں خلال کرنا اسوقت سنت ہے کہ پانی ان کے درمیان پہونچ چکا ہو۔ اور اگر انگلیاں بند ہونے کے سبب پانی نہ پہونچا ہو۔ تو خلال کرنا واجب ہوگا۔ (تبیین) انگلیوں میں پانی ڈالنا خلال کے قائم مقام ہوجاتا ہے اگرچہ پانی جاری نہ ہو۔ ہاتھوں کے خلال میں بہتر صورت یہ ہے کہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالے۔ پاؤں کے خلال میں بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے خلال کرے۔ داہنے پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرکے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے (نہرالفائق) انگلی نیچے کی جانب سے ڈالے (مضمرات)۔

(۸) تین بار اعضا کو دھونا۔ اعضا سے مراد وہ ہیں جن کا دھونا وضو میں فرض ہو جیسے دونوں ہاتھ۔ منہ اور پاؤں (محیط) ایک بار دھونا اس طرح پر کہ پورے عضو پر پانی پہونچ جائے فرض ہے (ظہیریہ) دو بار دھونا سنت مؤکدہ ہے (جوہرنیرہ) سبغ کی تفسیر یہ ہے کہ پانی عضو کے ہر ہر حصہ پر پہونچائے اور اس سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگیں (خلاصہ) فتاوی حجۃ میں لکھا ہے ہر وہ عضو جس کا دھونا وضو میں ضروری ہے اس کو ہر بار اس طرح دھونا چاہئے کہ پورے عضو پر پانی پہونچ جائے۔ اگر پہلی بار اس طرح دھویا کہ عضو کا کچھ حصہ خشک رہ گیا پھر دوسری بار بھی تھوڑا سا حصہ خشک رہ گیا پھر تیسری مرتبہ کے دھونے میں پورا عضو دھل گیا تو یہ تین بار کا دھونا شمار نہ ہوگا۔ (کذا فی المضمرات) اگر پانی کی گرانی کے سبب سے یا سردی کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت کی بنا پر اعضاء وضو کو ایک بار دھویا تو مکروہ نہیں ہے اور نہ وہ گنہگار ہوگا۔ ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔ (معراج الدرایہ) اگر اطمینانِ قلب حاصل کرنے کیلئے شک کی صورت میں یا دوسرے وضو کی نیت کرتے ہوئے اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھویا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (نہایہ۔ سراج وہاج) (۹) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ اسی طرح متون میں لکھا ہے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھکر پیچھے کی جانب اس طرح لے جائے کہ پورے سر پر ہاتھ پھر جائے۔ پھر دو انگلیوں سے کانوں کا مسح کرے اس طرح

کہ ان کا پانی مستعمل نہ ہوا ہو۔ (تبیین) اگر کوئی شخص ہمیشہ پورے سر کا مسح بلا عذر چھوڑ دیتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ (قنیہ)۔

(۱۰) کانوں کا مسح کرنا —— کانوں کا آگے اور پیچھے دونوں جانب اسی پانی سے مسح کرے جس سے سر کا مسح کیا ہے۔ (شرح طحاوی) اگر کانوں کے مسح کیلئے نیا پانی لے ایسی حالت میں کہ پہلی تری بھی باقی تھی تو بہتر ہوگا (بحر الرائق) اگر کانوں کی اگلی طرف منہ دھوتے ہوئے مسح کرے اور پچھلی طرف سر کے مسح کے ساتھ مسح کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن افضل وہی صورت ہے جو پہلے ذکر کی گئی (شرح طحاوی) کانوں کے اوپر کے حصہ میں انگوٹھوں کے اندر کی طرف سے مسح کرے اور کانوں کے اندر دنی حصہ میں انگشت شہادت کی اندر کی جانب سے مسح کرے (سراج الوہاج)۔

(۱۱) نیت کرنا —— مذہب یہ ہے کہ وضو کرنے کیوقت ایسی عبادت کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ یا اس ناپاکی کے دور کرنے کی نیت کرے جو بے وضو ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ (تبیین) نیت اس طرح سے کرے اور کہے۔ میری نیت یہ ہے کہ میں یہ وضو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کرتا ہوں۔ یا میری نیت یہ ہے کہ اس سے[۱] "حدث" دور ہو جائے۔ یا میں پاکی کی نیت کرتا ہوں۔ یا میری نیت یہ ہے کہ نماز پڑھنا جائز ہو جائے (سراج وہاج) نیت منہ دھوتے ہوئے کرنی چاہیئے۔ محل نیت دل ہے اور زبان سے ادا کرنا مستحب ہے۔ (جوہرنیرہ)۔

(۱۲) ترتیب —— اس سے مراد یہ ہے کہ حق جل شانہ نے آیۃ کریمہ میں جس کا ذکر پہلے کیا ہے اس کو پہلے کرے (تبیین) قدوری نے نیت ترتیب اور پورے سر کے مسح کو مستحبات میں شمار کیا ہے۔ صاحب ہدایہ۔ محیط۔ تحفہ۔ ایضاح اور روانی نے ان کو سنتوں میں داخل مانا ہے۔ اور یہی اصح ہے (زیادہ ٹھیک) (معراج الدرایہ)۔

(۱۳) موالات —— اس سے مراد یہ ہے کہ ایک عضو کو دھو کر اسکے فوراً بعد دوسرا دھوئے اس کی حد یہ ہے کہ معتدل موسم میں بعد والے عضو کو دھونے سے قبل پہلا عضو خشک نہ ہو جائے۔ گرمی۔ ہوا۔ اور سردی کی شدت کا اعتبار نہیں ہے۔ البتہ وضو کرنے والے کے عام حالات کا اعتبار کیا جائیگا[۲] (جوہرنیرہ) اور وضو میں تفریق کرنا (یعنی بعض اعضاء کو دھو کر تھوڑی دیر رک جائے پھر دوسرے اعضاء کو دھوئے) بلا عذر مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً پانی ختم ہو جائے اور اس کی طلب میں جائے یا کوئی اور وجہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ غسل اور تیمم میں بھی تفریق کا یہی حکم ہے (سراج الوہاج)۔

تیسری فصل —— وضو کے مستحبات[۳] کا بیان

وضو کے مستحبات متون (متون جمع متن جیسے کنز وغیرہ مترجم[۱۲]) میں دو ذکر کئے گئے ہیں (۱) سیدھی طرف سے ابتدا کرنا یعنی پہلے دایاں ہاتھ دھوئے پھر بایاں ہاتھ۔ پہلے داہنا پیر دھوئے پھر بایاں۔ صحیح مذہب یہ ہے کہ (یہ موکد نہیں ہے بلکہ) فضیلت ہے۔ (اور اولیٰ ہے) اعضاء وضو میں جسقدر دو دو عضو ہیں ان میں داہنے عضو کو بائیں عضو پر مقدم کرنا مستحب ہے۔ لیکن کانوں کا حکم

---

[۱] حدث۔ سے مراد وہ نجاست حکمی ہے جو وضو ختم ہو جانیکے باعث لاحق ہوتی ہے۔ [۲] چنانچہ اگر تیز بخار کی وجہ سے عضو فوراً خشک ہو جائے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ [۳] مستحب وہ عمل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ ہو۔ لیکن آپ نے اس پر مداومت نہ فرمائی ہو۔

اس کے خلاف[1] ہے لیکن اگر کسی کے صرف ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ میں کسی قسم کی بیماری ہو اس بنا پر دونوں کانوں کا ایک ساتھ مسح نہ کر سکے تو وہ پہلے دائیں اور پھر بائیں کان کا مسح کرے (جوہرۂ نیرہ) (۲) گردن کا مسح ـــــ یہ دونوں ہاتوں کی پشت سے کرنا چاہئے۔ گلے کا مسح بدعت ہے (بحر الرائق) اس مقام پر مشائخ نے کچھ اور بھی سنتیں اور آداب ذکر کئے ہیں۔

سنت ہے کہ پیر دھوتے ہوئے داہنے ہاتھ میں برتن پکڑے اور دائیں پیر پر اوپر کی جانب سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اسکو ملے اسی طرح تین مرتبہ دھوئے پھر بائیں پیر پر اچھی طرح پانی ڈالے اور اس کو بھی رگڑے اور ملے۔ (محیط) ہاتھوں اور پیروں کے دھونے میں انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا سنت ہے (فتح القدیر۔محیط) مسح میں سر کے اگلے حصہ سے شروع کرنا سنت ہے (زاھدی) کلی اور ناک کے اندر پانی ڈالنے میں ترتیب[2] کا لحاظ کرنا ہمارے نزدیک سنت ہے۔ (خلاصہ) کلی اور ناک کے دھونے میں مبالغہ[3] کرنا بھی سنت ہے (کافی شرح طحاوی) لیکن روزہ دار کیلئے ان دونوں میں مبالغہ کرنا سنت نہیں ہے (تاتارخانیہ) کلی میں مبالغہ یہ ہے کہ غرغرہ کرے (کافی) اور ناک میں مبالغہ یہ ہے کہ دونوں نتھنوں میں پانی ڈال کر اُوپر کو چڑھائے یہاں تک کہ پانی ناک کے اس مقام تک پہونچ جائے جو سخت ہے (محیط) اصل میں لکھا ہے۔ ادب[4] یہ ہے کہ پانی میں اسراف نہ کرے اور کمی بھی نہ کرے (خلاصہ) یہ اس صورت میں ہے کہ جب نہر کا پانی ہو یا اپنی مِلک ہو۔ اور اگر ایسے پانی سے وضو کرے جو طہارت حاصل کرنے والوں کیلئے وقف ہو تو پانی میں زیادتی اور اسراف بلا اختلاف حرام ہے (بحر الرائق) ہر عضو کو دھوتے ہوئے یہ پڑھے:۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں صدق قلب سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں)۔ وضو میں دنیا کی باتیں نہ کرے (محیط) اگر کوئی بات ضروری کہنی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر بات نہ کہی تو ضرورت رہ جائے گی تو ایسی حالت میں بات کرنا ترک ادب نہیں۔ (بحر الرائق) وضو کے تمام امور خود انجام دے جب وضو سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:۔ سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ[5] جس کپڑے سے استنجا کی جگہ پونچھے اس سے دیگر اعضاء وضو کو صاف نہ کرے۔ استنجے سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرے اور وضو سے فارغ ہونیکے بعد یا وضو کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:۔ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین[6] جب وضو کر چکے تو دو رکعت[7] نماز پڑھے۔ جب وضو سے فارغ ہو جائے تو اپنے برتن میں دوسری نماز کی وضو کیلئے پانی بھر کر رکھدے (محیط) جو پانی وضو سے بچ جائے اس میں ایک قطرہ قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پی لے۔ مٹی کے برتنوں سے وضو کرے اور کپڑوں پر وضو کا پانی گرنے سے احتراز کرے۔ (زاھدی) اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑے (سراج الوھاج) کلی کیلئے داہنے ہاتھ سے پانی لے ناک کے اندر بھی دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے (خزانۃ الفقہ) خلف ابن ایوب سے منقول ہے کہ وضو کرنیوالے کیلئے مناسب یہ ہے کہ

---

[1] یعنی کانوں کا ایک ساتھ مسح کرنا چاہئے۔ [2] یعنی پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے [3] مبالغہ کرنا یعنی خوب اچھی طرح دھونا۔
[4] . . . . [5] ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ [6] اے اللہ مجھکو توبہ کرنے والوں میں سے بنا دیجئے اور مجھے پاک ہونے والوں میں سے کر دیجئے۔ [7] یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو کہلائیں گی۔ بشرطیکہ یہ وقت مکروہ نہ ہو اور فجر کا وقت نہ ہو اور فرض عصر کے بعد کا وقت نہ ہو۔

موسم سرما میں پہلے اپنے اعضا کو اس طرح تر کرے جس طرح تیل مل لیا کرتے ہیں اس کے بعد ان پر پانی بہادے اسلئے کہ جاڑے کے موسم میں پانی اعضا کے اندر اچھی طرح اثر نہیں کرتا (بدائع) آدابِ وضو میں سے ہے کہ اعضا کو ملے - کانوں کے سوراخ میں چھوٹی انگلی ڈالے وقت سے پیشتر وضو کرے منہ پر پانی ڈالتے ہوئے ہاتھ اس طرح نہ مارے جیسے طمانچے مارتے ہیں۔ اونچی جگہ پر بیٹھے (تبیین) برتن کی وہ جگہ جہاں سے اس کو پکڑتے ہیں تین بار دھوئے - اعضا کو نرمی کے ساتھ دھوئے۔ وضو کرنے میں زیادہ جلدی نہ کرے - اعضا کو خوب اچھی طرح دھوئے ملے اور انگلیوں اچھے طریقہ پر خلال کرے - منہ ہاتھ اور پیروں کو جہاں تک دھویا جاتا ہے اس سے آگے بھی کچھ دھوئے تاکہ متعین شدہ جگہوں کے دھل جانے کا پورا پورا یقین ہو جائے (معراج الدرایہ) منہ دھونے کی ابتدا اوپر کی جانب سے ہونی چاہیئے (نہر الفائق) وضو پاک جگہ میں کرنا چاہیئے اس لئے کہ وضو کے پانی کا بھی احترام ہے۔ (نھر الفائق ناقلاً عن المضمرات) چھوٹے برتن کو بائیں جانب اور بڑے برتن کو (جیسے لگن وغیرہ جس میں ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لے سکتا ہو) داہنی طرف رکھے۔ نیتِ وضو زبان اور دل دونوں سے کرنی چاہیئے - ہر عضو دھوتے ہوئے بسم اللہ پڑھے۔ کلی کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

اے اللہ - قرآن پاک کی تلاوت میں میری مدد فرمایئے۔ اور ذکر و شکر اور اچھی عبادت کی توفیق مرحمت فرمایئے

ناک میں پانی ڈالتے ہوئے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِی رَائِحَۃَ النَّارِ۔

اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سنگھایئے اور دوزخ کی بدبو نہ سنگھایئے۔

منہ دھوتے ہوئے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ

اے اللہ میرا چہرہ روشن اور تابناک کر دیجئے اس دن کہ جبکہ بہت سے چہرے روشن ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ ہونگے۔

جب داہنا ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِی کِتَابِی بِیَمِیْنِی وَحَاسِبْنِی حِسَابًا یَسِیْرًا۔

اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے۔ اور میرا ہلکا پھلکا حساب کیجئے۔

جب بایاں ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِی کِتَابِی بِشِمَالِی وَلَا مِنْ وَرَاءِ ظَھْرِی۔

اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ میری پیٹھ کے پیچھے۔

جب سر کا مسح کرے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِی تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ۔

اے اللہ مجھے اپنے عرش کے نیچے اس روز سایۂ رحمت عطا فرمایئے جس روز تیرے عرش کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔

کانوں کے مسح کے وقت یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔

اے اللہ میرا شمار ان لوگوں میں سے کیجئے جو بات سنتے ہیں اور اس قول کو مانتے ہیں - جو اچھا ہوتا ہے -

جب گردن کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے :-

اللهم اعتق رقبتی من النار۔ اے اللہ میری گردن آگ سے محفوظ رکھیئے۔

جب دایاں پیر دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اللهم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزول الاقدام۔ اے اللہ میرے دونوں قدم پل صراط پر اس دن ثابت رکھیے جس دن قدم پھسلیں گے۔

جب بایاں پیر دھوئے تو یہ دعا پڑھے:۔

اللهم اجعل ذنبی مغفوراً وسعیی مشکوراً وتجارتی لن تبور۔ اے اللہ میرے گناہوں کو بخشا ہوا اور میری کوشش کو مقبول بنا اور میری تجارت نہ برباد ہونیوالی ہو۔

ہر عضو کے دھونے کے بعد درود شریف بھی پڑھے۔ وضو میں پانی کی مقدار ایک[1] مد سے کم نہ کرے (تبیین)۔

وضو کی قسمیں

وضو کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب۔

(۱) فرض اس کے لئے ہے جو نماز کا ارادہ کرے اور وہ بے وضو ہو (۲) واجب اس شخص پر ہے جو خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اگر بے وضو طواف کرے گا۔ تو طواف ہو جائے گا مگر واجب ترک ہو جائے گا۔ (۳) وضو کی تیسری قسم مستحب ہے، اور اس کی کوئی تعداد نہیں۔ چند ان میں سے یہ ہیں:۔ (۱) سونے کے وقت وضو کرنا۔ (۲) وضو کی محافظت کرنا یعنی جب وضو ٹوٹے اسی وقت وضو کرے (۳) غیبت کرنے کے بعد وضو کرنا۔ (۴) شعر پڑھنے کے بعد وضو کرنا (۵) وضو پر وضو کرنا۔ (۶) قہقہہ لگا نیکے بعد وضو کرنا۔ (۷) مردہ کو غسل دینے کیلئے وضو کرنا (فتاوی قاضی خان)۔

چوتھی فصل —— وضو کے مکروہات کا بیان

مکروہات میں سے چند یہ ہیں (۱) منہ پر سختی کے ساتھ پانی مارنا (۲) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ (۳) داہنے ہاتھ سے بلا عذر ناک صاف کرنا (خزانۃ الفقہ مصنفہ ابو اللیث) (۴) سر کا مسح نیا پانی لیکر تین بار کرنا۔ وضو کر لینے کے بعد رومال سے صاف کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے (تبیین) (۵) وضو کے لئے کوئی برتن خاص کر لینا (۶) جس طرح یہ مکروہ ہے کہ مسجد میں کوئی جگہ نماز کیلئے خاص کر لی جائے (وجیز مصنفہ کردری)

پانچویں فصل —— وضو کو توڑنیوالی چیزیں

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں (۱) ہر وہ شی جو سبیلین (پیشاب اور پاخانہ کا مقام) سے نکلتی ہے

---

[1] روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو فرماتے اور ایک صاع سے غسل کیا کرتے تھے۔ مد اور صاع دونوں عربی پیمانے ہیں۔ ہمارے یہاں کے حساب سے مد تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اور صاع تقریباً چار سیر کے برابر۔

جیسے پیشاب۔ پاخانہ۔ ریح۔ ودی۔ مذی۔ منی۔ کیڑا۔ پتھری۔ پاخانہ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تھوڑا ہو یا بہت۔ اور یہی حکم پیشاب اور اس ہوا کا ہے جو پاخانہ کے مقام سے نکلتی ہے۔ (محیط) وہ ہوا جو مرد یا عورت کے پیشاب کے مقام سے خارج ہو صحیح مذہب کے موافق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر کسی عورت کے پیشاب اور پاخانہ کا راستہ مل گیا ہے تو اس کیلئے وضو کر لینا مستحب ہے (جوہرۃ نیرۃ) اگر کسی کے پیٹ میں آر پار زخم ہو اور اس میں سے ہوا نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ جس طرح ایسی ڈکار سے وضو نہیں ٹوٹتا جس میں سے بدبو آتی ہو (قنیہ) اگر پیشاب عضو تناسل کی ڈنڈی میں اتر آیا ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر پیشاب اس کھال میں اتر آئے جسکی ختنہ کیا کرتے ہیں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ذخیرہ) اور یہی صحیح ہے (بحرالرائق) اگر عورت کی اندر کی شرم گاہ سے پیشاب نکلا باہر کی شرم گاہ سے نہ نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جس مرد کا ذکر کٹ گیا ہو اور پیشاب کی جگہ سے کوئی ایسی چیز خارج ہو جو پیشاب کے مشابہ ہو تو اگر وہ اس کے بند کر لینے پر قادر ہے۔ چاہے روکے رکھے اور چاہے خارج کر دے تب وہ پیشاب ہی سمجھا جائیگا وضو اس سے ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر وہ شخص اس پر قادر نہیں ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جبتک وہ خود نہ بہے (قاضی خان) فتاویٰ میں ہے کہ جب یہ بات ظاہر ہو جائے کہ خنثیٰ (ہیجڑا) مردوں میں ہے تو اس کی دوسری فرج زخم کے حکم میں ہوگی۔ اس سے جو چیز خارج ہوگی اس سے اسوقت تک وضو نہ ٹوٹے گا جبتک وہ نہ بہے (سراج الوہاج) (ھکذا فی فتاوی قاضی خان والذخیرۃ و محیط السرخسی واکثر المعتبرات) اور اکثر کا یہ مذہب ہے کہ اس پر وضو واجب ہو جاتا ہے (تبیین) بھروسہ اور اعتماد کے قابل پہلا ہی قول ہے (نھر الفائق) اگر مرد کے ذکر میں زخم ہو اور اس کے دو سوراخ ہوں ایک سے وہی چیز خارج ہوتی ہو جو پیشاب کی راہ سے بہتی ہو۔ اور دوسرے سے ایسی چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستہ میں نہ بہتی ہو۔ تو پہلا سوراخ ذکر کے سوراخ کے حکم میں ہوگا جب پیشاب اس پر ظاہر ہوگا تو وضو جاتا رہے گا۔ اگرچہ وہ اپنی جگہ سے نہ بہے اور دوسرے سوراخ سے اگر کوئی چیز ظاہر ہوئی ہو تو جبتک وہ اپنی جگہ سے نہ بہے وضو نہ ٹوٹے گا۔ اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ اسکا پیشاب نکل جائیگا اور اسلئے وہ پیشاب کے سوراخ میں روئی رکھ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا وضو اسوقت تک باقی رہے گا۔ جبتک کہ پیشاب روئی میں ظاہر نہ ہو (فتاوی قاضی خان) اگر کسی شخص کی کانچ باہر آجائے اور اس کو ہاتھ سے یا کپڑے میں لیکر اندر لیجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ کچھ نجاست اس کو ضرور لگے گی۔ شیخ امام شمس الائمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کانچ کے نکلنے ہی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (ذخیرہ) مذی اور ودی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جو منی بلا شہوت کے خارج ہوتی ہے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً کوئی وزن اٹھایا یا اونچی جگہ سے گر پڑا اور منی نکل آئی تو وضو واجب ہوگا (محیط) مرد کی منی گاڑھی اور سفید رنگ کی ہوتی ہے اور اسکی بو کھجور کے درخت کی کلی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اور اس کے اندر چپکاہٹ بھی ہوتی ہے۔ اور اس کے خارج ہونے سے عضو میں سستی آجاتی ہے عورت کی منی پتلی زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ اور مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے اور جب کوئی شخص اپنی بیوی سے شہوت کے ساتھ اختلاط کرتا ہے تو وہ خارج ہوتی ہے اس کے بالمقابل عورت سے جو چیز نکلتی ہے اس کو قذی کہتے ہیں۔ ودی گاڑھا پیشاب ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ودی اسکو کہتے ہیں جو جماع سے فارغ ہو کر غسل کرنے کے بعد اور پیشاب کے بعد خارج ہوتی ہے۔ (تبیین) (۱۱) کیڑا اگر پیچھے کے راستہ سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کیڑا عورت یا مرد کے پیشاب کے مقام سے ظاہر ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم پتھری کا ہے (فتاوی قاضی خان) اگر کسی شخص نے اپنے ذکر کے سوراخ میں قطرے ڈالے پھر وہ نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ظہیریہ) اگر تیل سے حقنہ کیا پھر وہ بہ کر نکل آیا تو وضو کا اعادہ کریگا (محیط سرخسی) اور جو چیز نیچے کی جانب سے اندر چلائے پھر نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسلئے کہ اندر سے ضرور کچھ نہ کچھ تری اس میں لگ جاتی ہے۔ اگرچہ وہ پوری اندر نہ گئی ہو

مثلاً اس کا کنارہ اس کے ہاتھ میں ہو (وجیز کردری) وضو ایسی چیزوں سے بھی ٹوٹتا ہے جو ان دو راستوں (پیشاب۔ پاخانہ کا مقام) کے علاوہ کسی اور جانب سے خارج ہوں اور ایسی طرف بہیں جو پاک کی جاتی ہیں۔ مثلاً خون۔ کچلہو۔ پیپ وغیرہ یا پانی جو کسی بیماری کی وجہ سے بہہ نکلے۔ بہنے کے یہ معنی ہیں کہ زخم کے سرے سے ابھر کر نیچے کی جانب آئے (محیط سرخسی) اور یہی اصح ہے (نہر الفائق) خون جب زخم کے سرے پر ابھر آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ وہ زخم کے سرے سے زیادہ جگہ میں ہو جائے (ظہیریہ) اسی پر فتویٰ ہے کہ اس قسم کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ (محیط) خون۔ کچلو۔ پیپ۔ زخم اور آبلہ کا پانی اور وہ پانی جو بیماری کی وجہ سے ناف۔ پستان۔ آنکھ یا کان سے نکلے۔ صحیح مذہب کے موافق سب کا ایک ہی حکم ہے۔ (زاہدی) اگر دماغ میں تیل ڈالا وہ دماغ میں کچھ دیر ٹھہرا۔ پھر کان یا ناک کی طرف سے بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر منہ کے راستہ سے نکلے گا تو وضو اس پر واجب ہو گا۔ اس لئے کہ منہ سے نکلے گا تو معدہ میں ہو کر آئیگا۔ اور معدہ محل نجاست ہے پس وہ قے کے حکم میں ہو گا۔ (محیط سرخسی) اگر کسی چیز کو ناک کے راستہ سے اوپر چڑھایا پھر وہ منہ کے راستہ سے منہ بھر کر نکلی تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر کانوں کے راستہ سے نکلی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (سراج الوہاج) ۔ اگر غسل کرتے ہوئے کسی شخص کے کان میں پانی چلا گیا اور ٹھہرا رہا۔ پھر وہ ناک کے راستہ سے نکل آیا تو دوبارہ وضو واجب نہ ہو گا۔ (محیط) اور نصاب میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (تاتارخانیہ) لیکن اگر وہ پانی کچلہو بن گیا تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا (مضمرات) کان سے پیپ یا کچلہو نکلا۔ اگر بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور اگر درد کیساتھ نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا وجہ یہ ہے کہ یہ جب تکلیف اور درد کے ساتھ نکلا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ کسی زخم سے نکلا ہے۔ یہ فتویٰ شمس الائمہ حلوائی کا منقول ہے (محیط ہذا و فی الذخیرۃ والتبیین و السراج الوہاج)۔

حضرت امام محمد نے اصل[1] میں ذکر کیا ہے اگر زخم سے تھوڑا سا خون نکلا اس کو پونچھ ڈالا پھر تھوڑا سا نکلا پھر پونچھ دیا۔ پس دیکھا جا ئیگا کہ وہ خون اتنا تھا کہ نہ پونچھا جاتا تو بہہ نکلتا تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر اتنی مقدار میں ہے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ بہتا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ یہی حکم ہے۔ اس صورت میں کہ زخم سے تھوڑا سا خون نکلا۔ اس پر راکھ یا مٹی ڈالدی پھر کچھ تھوڑا سا نمودار ہوا۔ پھر راکھ یا مٹی ڈالدی۔ دیکھا جائے گا کہ اگر کل جمع کیا جاتا تو وہ اپنی جگہ سے بہتا یا نہ بہتا (ذخیرہ) اگر خون سر سے ایسی جانب اترے جہاں حکم پاک کرنیکا ہے۔ مثلاً ناک یا کان تو وضو ٹوٹ جائیگا (محیط) ناک کے جس حصہ کو پاک کرنیکا حکم ہے وہ وہ حصہ ہے جہاں تک ناک نرم ہے (ملتقط) اگر کسی شخص کے منہ سے خون نکلا تو یہ دیکھا جائے گا کہ خون غالب ہے یا تھوک۔ اگر دونوں برابر ہوں تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اس کا اعتبار رنگ سے ہوتا ہے۔ اگر سرخ رنگ ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اگر زرد رنگ ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا (تبیین) اگر وضو کرنیوالے نے دانتوں میں کوئی چیز چبائی اور اس میں خون کا نشان دیکھا۔ یا مسواک میں خون کا اثر نظر آیا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ جبتک خون کا بہنا نہ معلوم ہو۔ (ظہیریہ) اگر کسی شخص کی آنکھ میں زخم ہے اور اس میں سے خون نکل کر آنکھوں کے اندر ہی دوسری طرف جا پہونچا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اسلئے کہ وہ خون ایسی طرف نہیں گیا جس کا دھونا واجب ہو (کفایہ) اگر زخم میں سے کچھ خون دبانے سے نکل آیا اس طرح پر کہ اگر نہ دبایا جاتا تو نہ نکلتا تو مختار یہی ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا (وجیز کردری) یہی ٹھیک ہے (قنیہ) یہی اوجہ ہے۔ (شرح منیۃ الحلبی) اگر کوئی آبلہ چھل گیا اور اس میں سے پانی۔ پیپ وغیرہ بہی تو دیکھا جائیگا اگر وہ زخم کے سرے سے بہی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ ورنہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ خود نکلے اور اگر دبانے سے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس لئے کہ وہ نکالا گیا ہے خود

---

[1] اس سے مراد امام محمد کی چھ کتابیں ہیں۔

نہیں نکلا (ہدایہ)[1] کسی شخص نے ناک صاف کی اس میں خون بستہ مسور کے دانہ کے برابر نکل آیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا (خلاصہ) چیچڑی اگر کسی انسان کے عضو سے خون چوسے اور وہ خون سے پُر ہو جائے۔ اگر وہ چھوٹی ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جیسے مکھی اور مچھر کے چوسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر وہ بڑی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح جونک اگر کسی انسان کے عضو کو چوسے اور خون سے پُر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (محیط السرخسی) اگر کسی شخص کی آنکھ سے ناسور کی طرح پانی بہتا ہو تو وہ زخم کے حکم میں ہے جو اس کے اندر سے بہیگا۔ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان) اگر کسی شخص کی آنکھ دُکھنے کی وجہ سے یا کسی اور بیماری کی وجہ سے پانی بہتا رہتا ہو تو ہر نماز کے وقت کے لئے تازہ وضو کرے۔ اس لئے کہ یہ احتمال ہے کہ وہ پیپ یا کچلہو ہو (تبیین) اگر زخم کے سرے سے کیڑا باہر نکل آیا تو وضو نہیں ٹوٹیگا۔ اگر کسی کو "عرق مدنی" (جسے فارسی میں رشتہ کہتے ہیں) کی بیماری ہو تو وہ کیڑے کے حکم میں ہے۔ اگر پانی اس سے بہتا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ظہیریہ) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں قے بھی ہے۔ اگر پت کھانے یا پانی کی قے منہ بھر کر ہوئی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا (محیط) منہ بھرنے کی صحیح تعریف یہ ہے کہ تکلیف و مشقت کے بغیر اس کو نہ روکا جا سکے (محیط السرخسی) اگر کسی شخص نے پانی پیا پھر قے میں پانی ہی نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (سراج الوہاج ناقلاً عن الفتاویٰ) اگر کسی شخص کو بلغم کی قے منہ بھر کر ہوتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ بلغم اگر دماغ سے اُترا ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر معدہ سے آیا ہے تو حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک وضو نہ ٹوٹیگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ قے میں خالص بلغم ہی بلغم ہو۔ اگر بلغم کسی اور شے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ مثلاً کھانا وغیرہ تو اگر کھانا منہ بھر کر قے میں آیا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ (محیط سرخسی) اگر کسی نے خون کی قے کی تو دیکھا جائے گا اگر بہتا ہوا خون سر سے اُترا ہے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر خون بستہ ہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹیگا۔ اور اگر وہ خون معدہ سے آیا ہے اور وہ خون بستہ ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بشرطیکہ وہ منہ بھر کر نہ ہو۔ اور اگر بہتا ہوا خون ہے تو امام اعظمؒ کے قول کے مطابق وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر نہ ہو (شرح منیہ) اور یہی مختار ہے۔ (تبیین) اسی کو ائمہ مشائخ نے صحیح کہا ہے۔ (بدائع)

اگر کسی نے تھوڑی تھوڑی قے اس طرح کی ہے کہ سب جمع کی جائے تو منہ بھر کر ہو تو امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر ان سب کا سبب متحد تھا تو قے جمع کی جائے گی اور وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ یہی صحیح ہے (مضمرات) اگر ایک بار جی متلا کر قے آئی اور اسی متلی میں دوبارہ قے آئی تو ان دونوں کا سبب ایک ہے اور اگر وہ متلی ختم ہو گئی اور اس کے بعد پھر قے آئی تو دونوں کا سبب مختلف ہے۔ (کافی) جو چیزیں انسان کے بدن سے خارج ہوتی ہیں اور ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ وہ نجس بھی نہیں ہوتیں۔ مثلاً تھوڑی سی قے اور خون بستہ (تبیین) اور یہی صحیح ہے (کافی) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں نیند بھی ہے کروٹ سے لیٹ کر ہو۔ نماز میں یا غیر نماز میں اس حکم میں فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اور یہی حکم ہے جبکہ کوئی شخص کولہے پر سہارا دیکر سو جائے (بدائع) اور یہی حکم ہے جبکہ چت لیٹ کر سوئے (بحر الرائق) اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھ کر سوئے کہ اپنے دونوں سُرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھدے تو اس پر وضو واجب نہیں اور یہی اصح ہے (محیط سرخسی) اگر کوئی شخص کسی چیز کا سہارا لیکر اسی طرح سویا کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو گر پڑے تو مقعد اگر زمین سے علیحدہ ہے تو بالاجماع وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر مقعد علیحدہ نہیں ہے تو صحیح

---

[1] شیخ کمال الدین ابن الہمام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں ایک چیز کے خود بخود نکلنے میں اور اس کو نکالنے میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ زخم سے نکلی ہوئی چیز ناپاک ہے خواہ خود نکلی ہو یا نکالی گئی ہو جبکہ احادیث اور قیاس سے بھی اس بات کی تائید ہو رہی ہے۔ محیط میں بھی یہ ہی لکھا ہے کہ نقض وضو کا حکم دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا (تبیین) اگر کوئی شخص کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا سو جائے اگرچہ وہ زمین پر ہو یا محمل میں ہو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر رکوع یا سجدہ کی حالت میں سو جائے اور وہ نماز میں ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر وہ نماز میں نہیں ہے تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا مگر سجدہ کی صورت میں یہ شرط ہے کہ ہیئت مسنون کے مطابق ہو اس طرح پر کہ اسکا پیٹ رانوں سے اوپر اٹھا ہوا ہو اور اس کے بازو اس کے پہلوؤں سے جدا ہوں۔ اگر سجدہ میں یہ ہیئت نہ ہو گی تو وضو ٹوٹ جائیگا (بحر الرائق) ظاہر روایت میں نیند کے غلبہ سے سو جانے میں اور قصد و ارادہ کے ساتھ سونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ امام ابو یوسف ؒ سے یہ منقول ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً سوئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور صحیح وہی ہے جو ظاہر روایت میں لکھا ہے (محیط) مریض اگر کروٹ سے لیٹ کر نماز پڑھتا ہو اور سو جائے تو اسمیں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے (المحیط والتبیین وبحر الرائق) اور اسی کے اوپر فتویٰ ہے (نہر الفائق)

اگر کوئی بیٹھا ہوا سویا اور وہ جھک جھک جاتا ہے اور اکثر اس کی مقعد زمین سے جدا ہو جاتی ہے شمس الائمہ حلوائی کا قول یہ ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فتاوی قاضی خاں) اگر بیٹھے ہوئے سویا تھا پھر منہ یا پہلو کے بل گر پڑا تو اگر وہ گرنے سے پیشتر یا گرتے ہوئے بیدار ہو گیا تھا یا سویا ہوا تھا مگر گرنے کے بعد فوراً بیدار ہو گیا تو ان صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر سوتا رہا پھر کچھ دیر کے بعد بیدار ہوا تو وضو ٹوٹ جائے گا (تبیین) اگر چار زانو بیٹھکر سویا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس طرح سوئے کہ دونوں پاؤں ایک جانب نکالدے۔ اور سُرین زمین سے مل جائیں (خلاصہ) اگر کوئی شخص ایسی سواری پر سو گیا جس کی پشت ننگی ہے اور وہ سواری بلندی کی جانب جا رہی ہے یا سیدھے راستہ پر چل رہی ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور اگر وہ نشیب کی جانب اتر رہی ہے۔ تو وضو واجب ہو گا۔ (محیط) اگر کوئی شخص ایسے جانور پر سویا جس کی پیٹھ پر زین ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر کوئی شخص تنور کے منہ پر بیٹھا ہوا سو گیا اور دونوں پاؤں لٹکا دیئے تو وضو ٹوٹ جائے گا (فتاوی قاضی خاں) اگر کوئی شخص کروٹ پر لیٹا ہوا اونگھنے لگے تو اگر یہ شدید ہو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر خفیف ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ شدید اور خفیف اونگھ میں فرق یہ ہے جو شخص اپنے قریب کی باتیں سنتا ہے وہ خفیف ہے۔ اور اگر قریب کی اکثر باتوں سے وہ بیخبر ہے تو وہ شدید ہے (محیط) اور یہی فتویٰ شمس الائمہ سے منقول ہے (ذخیرہ) وضو کو توڑنیوالی چیزوں میں بیہوشی، جنون، غشی اور نشہ بھی ہے۔ بیہوشی تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جنون۔ غشی نشہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہاں نشے سے مراد بعض مشائخ ؒ کے نزدیک یہ ہے کہ عورت و مرد میں تمیز نہ کر سکے اور یہی قول صدر الشہید کا مختار ہے۔ اور صحیح قول شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے۔ شکر یہ ہے کہ چال میں لغزش آجائے (ذخیرہ)۔

وضو کو توڑنیوالی چیزوں میں قہقہہ بھی ہے قہقہہ کی تعریف یہ ہے کہ خود سنے اور برابر والے بھی سنیں۔ اور ہنسی یہ ہے کہ خود سنے اور برابر والے نہ سنیں اور تبسم یہ ہے کہ نہ وہ سنے اور نہ برابر والے سنیں۔ (ذخیرہ) قہقہہ لگانا ہر اس نماز میں جسمیں رکوع سجدے کئے جاتے ہیں ہمارے نزدیک نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے (محیط) قہقہہ جان کر لگانے میں اور بھولے سے لگانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (خلاصہ) قہقہہ نماز کے باہر لگا ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہنسی سے نماز جاتی رہتی ہے اور وضو نہیں جاتا۔ اور تبسم سے نہ نماز جاتی ہے نہ وضو۔ اگر سجدۂ تلاوت یا نماز جنازہ میں قہقہہ لگایا تو وہ سجدہ اور نماز باطل ہو جائے گی۔ وضو نہیں ٹوٹے گا (فتاوی قاضی خاں) بچہ اگر نماز میں قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا (محیط) اگر نماز کے اندر سوتے ہوئے قہقہہ لگایا تو صحیح یہ ہے کہ نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز فاسد ہوتی ہے (تبیین) حاکم ابو محمد کوفی کا قول یہ ہے کہ اس سے نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ عامۂ متاخرین نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے (محیط)۔ اگر کسی شخص نے نماز "مظنونہ"[1] میں قہقہہ لگایا تو صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائیگا (ظہیریہ) اگر کسی شخص نے ایسی

---

[1] "نماز مظنونہ" سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے اس نے عصر کی نماز کی نیت باندھی اور شروع کر دی پھر معلوم ہوا کہ وہ پڑھ چکا ہے تو اس پر شروع کرنے سے نماز لازم نہ ہو گی۔ لیکن اس میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جائیگا۔

نماز میں قہقہہ لگایا جس کو عذر کی بنا پر اشاروں سے ادا کرتا تھا۔ یا سوار تھا نفل اشاروں سے پڑھتا تھا یا فرض نماز عذر کی بنا پر اشارے سے پڑھتا تھا تو ان سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جائیگا۔ (فتح القدیر) قہقہہ سے جس طرح وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اس سے غسل کی طہارت نہیں جاتی۔ اور بعض کا قول ہے کہ غسل کی طہارت کو بھی وضو کے چار دل اعضا سے باطل کر دیتا ہے غسل کرنیوالے نے جب نماز میں قہقہہ لگایا تو نماز اس کی فاسد ہوگی اور جبتک دوبارہ وضو نہ کرے نماز پڑھنا جائز نہیں (محیط) اور یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ) وضو کو توڑنیوالی چیزوں میں کھلی ہوئی مباشرت بھی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں ننگے ہوں شہوت سے ایستادگی ہو اور دونوں کی شرمگاہیں ملجائیں تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک[1] استحسانا وضو ٹوٹ جائیگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک وضو نہ ٹوٹے گا اور یہی قیاس ہے (محیط) اور یہی صحیح ہے۔ (نصاب) اور اسی پر فتویٰ ہے (ینابیع) کذافی التاتارخانیہ۔ اس مباشرت میں عورت کے وضو ٹوٹنے کیلئے مرد کے عضو میں استادگی ضروری نہیں ہے (قنیہ) مرد عورت کو چھوئے یا عورت مرد کو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (محیط)۔ اپنے ذکر کو چھوئے یا دوسرے کے ذکر کو دونوں صورتوں میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا (کذافی الزاد) مباشرت دو عورتوں میں ہو یا مرد اور لڑکے میں امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائیگا (قنیہ) اسی طرح دو مردوں میں مباشرت ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ (معراج الدرایہ)۔

شک کے مسائل

چونکہ شک کے مسائل ان سے متعلق میں اسلئے انکو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو شک پیدا ہوا کہ اس نے فلاں عضو دھویا ہے یا نہیں تو دیکھا جائیگا کہ یہ شک پہلی بار پیدا ہوا ہے یا یہ شک عموماً ہوتا رہتا ہے۔ پہلی صورت میں اُس عضو کو دھو لینا چاہئے جس میں شک ہوا ہے۔ اور اگر شک ہوتا رہتا ہے تو اسکا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حکم اس صورت میں جبکہ شک وضو کرنے کی حالت میں ہو۔ اگر وضو سے فارغ ہونیکے بعد شک ہوا ہے تو اس کی طرف کوئی توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس شخص کا وضو تھا پھر اس کو اس بارے میں شک ہوا تو وضو اس کا باقی رہے گا۔ اور اگر اس کا وضو نہ تھا اور طہارت میں اس کو شک لاحق ہوا تو وہ بے وضو ہی رہے گا۔ اس مسئلہ میں تحری[2] کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (خلاصہ)

دوسرا باب ——— غسل کے مسائل (تین فصلیں)

پہلی فصل غسل کے فرائض کا بیان۔

غسل کے فرائض تین[3] ہیں:۔ (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی دینا۔ (۳) تمام بدن کا دھونا۔ متون میں بھی لکھا ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی تعریف وضو کے باب میں خلاصہ سے بیان ہوگئی۔ جنبی[3] نے اگر پانی پی لیا اور کلی نہیں کی تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کلی کے قائم مقام سمجھا جائیگا بشرطیکہ تمام منہ میں پانی پہونچ گیا ہو (ظہیریہ) اگر کسی کا دانت کھوکرا ہے اس میں پوری طرح پانی نہیں پہونچا یا دانتوں کی ریخ میں کچھ کھانا لگا ہوا ہے یا ناک میں تر رینٹھ لگی ہوئی ہے۔ صحیح مذہب کے موافق اس کا غسل پورا ہوگیا (زاہدی) احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دانتوں کی ریخوں سے کھانا نکالکر اس پر پانی بہادے (فتح القدیر) ناک میں اگر خشک رینٹھ موجود ہے تو

---

[1] استحسانا قیاس خفی کو کہتے ہیں۔ [2] گمان غالب پر عمل کر لینے کو اصطلاح میں تحری کہتے ہیں [3] جنبی وہ شخص ہے جس پر غسل فرض ہے۔

غسل پورا نہیں ہوگا۔ (زاہدی) اگر ناخنوں میں گندھا ہوا آٹا لگا ہوا ہے تو غسل نہ ہوگا۔ اگر ناخنوں میں میل ہے تو غسل پورا ہو جائے گا۔ شہری اور دیہاتی دونوں حکم میں برابر ہیں۔ ناخنوں میں اگر خشک یا تر مٹی لگی ہوئی ہے۔ تب بھی غسل پورا ہو جائیگا۔ چرم ساز اور رنگریز کے ناخنوں میں جو چیز بھری رہتی ہے اس کی وجہ سے غسل پورا نہیں ہوتا۔ اور بعض حضرات کا قول ضرورت اور حرج کے پیش نظر یہ ہے کہ غسل پورا ہو جائے گا اس لئے کہ ضرورت اور حرج کی چیزیں قواعد شرع سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (ظہیریہ) اگر بدن پر مچھلی کی کھال یا چبائی ہوئی روٹی لگی ہوئی ہے اور غسل کرتے ہوئے پانی اس کے نیچے نہیں پہونچا تو غسل جائز نہ ہوگا۔ اگر بدن پر مکھی یا مچھر کی بیٹ لگی ہوئی ہے تو غسل جائز ہوگا۔ (محیط) اگر کسی شخص کے چیچک نکل آئی اور اس کے چھلکے ابھر آئے۔ لیکن کنارے ملے ہوئے ہیں اور چھلکوں کے نیچے پانی نہیں پہونچا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر اگر چھلکے اتر جائیں تب بھی دوبارہ غسل نہ کرے (ظہیریہ) آنکھوں کے اندر پانی پہونچانا واجب نہیں ہے (محیط سرخسی) بالوں کی جڑوں میں پانی پہونچ جائے تو عورت کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی چوٹی کو کھولے۔ اور عورت کیلئے ضروری ہے کہ اپنی زلفیں کھولے۔ یہی صحیح ہے (ھدایہ) اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو ان کے اندر پانی پہونچانا ضروری ہے۔ اور مرد کو اپنی داڑھی کے اندر پانی پہونچانا فرض ہے جس طرح اس کی جڑوں میں پانی پہونچانا ضروری ہے۔ بال اگر گندھے ہوئے ہوں تب بھی ان کے اندر پانی پہونچانا واجب ہے (محیط سرخسی) عورت اپنے سر پر اس طرح خوشبو لیپے کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہیں پہونچتا تو ...... خوشبو کا دور کرنا اسکے لئے ضروری ہے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہونچ جائے (سراج الوہاج) بالی اور انگوٹھی اگر تنگ ہو تو اس کو حرکت دینا ضروری ہے۔ اگر کان میں بالی نہ ہو اور پانی اُوپر سے گذرتے ہوئے سوراخ میں چلا جاتا ہے تو یہ کافی سمجھا جائے گا۔ ورنہ پانی کو سوراخ میں داخل کرنا ضروری ہے۔ لیکن پانی کے علاوہ سوراخ میں لکڑی وغیرہ نہ ڈالے (بحر الرائق) ناف یعنی سونڈی میں پانی پہونچانا ضروری ہے اور اچھی طرح پانی پہونچانے کیلئے اس میں انگلی کا استعمال کرنا چاہیئے (محیط سرخسی) جس شخص کی ختنہ نہیں ہوئی اور اس نے جنابت سے غسل کیا اور ذکر کی لٹکی ہوئی کھال کے اندر پانی نہ پہونچا تو جائز ہے (محیط) (ھکذا فی واقعات ناطفی) اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) مستحب یہ ہے کہ اس کھال کے اندر پانی داخل کرے۔ (فتح القدیر)۔ عورت کیلئے ضروری ہے کہ وہ غسل جنابت اور حیض و نفاس میں پیشاب گاہ کے باہر کا حصہ دھوئے اور وضو میں سنت ہے (محیط سرخسی) فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے کہ عورت غسل کرنیکے وقت اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل نہ کرے اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) اگر تیل ملا اور پانی بہایا اور بدن نے پانی قبول نہیں کیا تو جائز ہے۔ (شرح وقایہ)۔

(دوسری فصل) ــــــ غسل کی سُنتیں۔

سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتوں کو پہونچوں تک تین بار دھوئے۔ پھر اپنی شرم گاہ دھوئے اور اگر بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کو زائل کرے۔ پھر اسی طرح وضو کرے جس طرح کہ نماز کیلئے کیا کرتے ہیں۔ مگر دونوں پاؤں نہ دھوئے (ملتقط)۔ غسل کے اندر شرم گاہ کو پہلے دھو لینا سنت ہے، خواہ اس پر نجاست ہو یا نہ ہو جس طرح کہ باقی بدن کے دھونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے، خواہ غسل ہو یا نہ ہو (مستصفیٰ) حسن کی روایت میں یہ ہے کہ سر کا مسح بھی نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ مسح کرے (زاہدی) (وھکذا فتاویٰ قاضی خان) پھر تین بار اپنے سر پر اور تمام بدن پر پانی ڈالے (زاہدی) صحیح مذہب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پانی ڈالنا فرض ہے اور دو بار سنت ہے، (سراج وہاج)۔ پانی ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین بار اپنے دائیں مونڈھے پر ڈالے پھر تین بار اپنے بائیں مونڈھے

پر اور اس کے بعد اپنے سر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالے (معراج الدرایہ) اور یہی اصح ہے (زاہدی) (۶) پھر اپنے نہانے کی جگہ سے ہٹ جائے تب پاؤں دھوئے (محیط) یہ حکم اس صورت میں ہے جب ایسی جگہ نہاتا ہو جہاں پانی جمع ہو جائے اور اگر تختے پر یا پتھر پر نہایا ہو تو پیر اسی وقت دھولے۔

مشائخ کے ذکر کردہ آداب و سُنن

(۱) دل سے نیت کرنا اور زبان سے اس طرح کہنا کہ میں اس غسل سے جنابت کے دور ہونے کی نیت کرتا ہوں سنت ہے۔ (۲) دونوں ہاتوں کو دھوتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے (۳) ہاتوں کو دھونے کے بعد استنجا کرے۔ (جوہر نیرہ) (۴) سنت یہ ہے کہ پانی میں نہ اسراف کرے اور نہ کمی۔ (۵) غسل کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔ (۶) پہلی مرتبہ تمام بدن کو خوب اچھی طرح ملے (۷) ایسی جگہ غسل کرے جہاں اس کو کوئی شخص نہ دیکھے (۸) کسی سے نہاتے ہوئے گفتگو نہ کرے (۹) غسل سے فارغ ہونے کے بعد تولیے سے بدن صاف کرے۔

تیسری فصل —— ان چیزوں کا بیان جن سے غسل واجب ہوتا ہے

جنابت

جن چیزوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے تین ہیں۔ (۱) جنابت اور یہ دو وجہ سے لاحق ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ منی شہوت کیساتھ کود کر دخول کے بغیر خارج ہو چھونے سے دیکھنے سے احتلام ہو گیا ہو یا ہاتھ سے منی نکالی ہو (محیط سرخسی) مرد سے نکلے یا عورت سے، سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے (ہدایہ) شہوت کا اعتبار اسوقت کیا جاتا ہے جب منی اپنی جگہ سے جدا ہوتی ہے ذکر کے سوراخ سے نکلتے ہوئے شہوت کا اعتبار نہ کیا جائے گا (تبیین) اگر احتلام ہوا یا کسی عورت کی جانب دیکھا اور منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی پھر اس نے اپنے عضو کو دبا لیا۔ یہاں تک کہ اس کی شہوت زائل ہو گئی پھر منی خارج ہوئی تو اس پر حضرت امام اعظم —— اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا۔ (خلاصہ) اگر جنابت کے بعد بغیر پیشاب کئے ہوئے یا بغیر سوئے ہوئے غسل کر لیا اور پھر نماز پڑھی۔ پھر بقیہ منی خارج ہوئی تو اس پر حضرت امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک اس پر غسل ضروری ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا۔ لیکن سب کے نزدیک بالاتفاق اس نماز کو نہ لوٹائے گا۔ (ذخیرہ) اگر پیشاب کرنے، سونے۔ یا چلنے کے بعد منی نکلی تو بالاتفاق غسل واجب نہ ہوگا (تبیین) اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور منی اپنی جگہ سے جدا ہوئی لیکن عضو کے سوراخ پر ظاہر نہ ہوئی تو غسل واجب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خان) ایک شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے منی نکلی تو اس کے عضو میں اگر استادگی تھی تو غسل واجب ہوگا۔ اور اگر سستی تھی تو وضو واجب ہوگا (خلاصہ) اگر صحبت کے بعد عورت نہائی پھر اس سے شوہر کی منی خارج ہوئی تو عورت پر وضو لازم ہوگا۔ اور غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص نیند سے بیدار ہوا۔ اور اس نے اپنے بچھونے پر یا ران پر تری دیکھی اور اس کو احتلام بھی یاد ہے۔ اگر اس کو یقین ہے کہ وہ منی ہے یا مذی ہے یا منی اور مذی میں اس کو شک ہے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ اور اگر اس کو یقین ہے کہ وہ مذی ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر اس نے تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں ہے۔ پس اگر اسکو یقین ہے کہ وہ مذی ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ اور اگر یقین ہے کہ وہ منی ہے تو غسل واجب ہوگا۔ اور اگر یقین ہو کہ وہ مذی ہے تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر منی اور مذی میں شک ہو تو امام ابو یوسف کا قول ہے کہ جبتک احتلام کا یقین نہ ہو۔ . . تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اور حضرت

امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ غسل واجب ہوگا۔

قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے ہیں کہ ہشام نے اپنے نوادر میں امام محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیدار ہونیکے بعد اپنے ذکر پر تری دیکھے اور خواب اس کو یاد نہ ہو۔ اگر سونے سے قبل اس کے عضو میں استادگی تھی۔ تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر یقین ہو جائے کہ وہ منی ہے تو اس پر غسل ضروری ہوگا۔ اور اگر سونے سے پہلے اس کے عضو میں سستی تھی تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے۔ یہ صورت اکثر واقع ہوتی رہتی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کو ضرور یاد رکھنا چاہئے (محیط) اگر احتلام اور انزال کی لذت یاد ہے۔ لیکن تری نہ پائی تو غسل واجب نہ ہوگا۔ عورت کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اس پر غسل واجب ہونیکیلئے شرط ہے۔ کہ منی فرج خارج کی طرف نکلے۔ اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ)۔

اگر کوئی شخص بیٹھکر یا کھڑے ہو کر سو جائے پھر جاگے اور تری دیکھے تو اس کا حکم اور لیٹ کر سونے والے کا حکم برابر ہے (محیط) اگر بچھونے پر منی دیکھیں، اور مرد یہ کہتا ہے کہ عورت کی ہے اور عورت یہ کہتی ہے کہ مرد کی ہے تو صحیح یہ ہے کہ دونوں پر احتیاطاً غسل واجب ہوگا (ظہیریہ) مرد پر غشی طاری ہو جائے اور افاقہ کے بعد وہ اپنی ران پر یا اپنے کپڑے پر مذی پائے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ یہی حکم نشے کی حالت کا ہے اور اس کا حکم نیند کی طرح نہیں ہے۔ (محیط) ایک شخص خواب سے جاگا اور اسے احتلام یاد ہے۔ لیکن کوئی تری ظاہر نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد مذی نکلی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ رات کو احتلام ہوا پھر جاگا اور تری نہ پائی اس نے وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی۔ پھر منی نکلی تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (ذخیرہ) اور وہ اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے گا۔ اور اسی طرح اگر نماز میں احتلام ہو جائے۔ اور انزال نہ ہوا۔ یہانتک کہ نماز پوری ادا کرلی پھر نماز کے بعد انزال ہوا تو غسل واجب ہوگا۔ مگر نماز نہ لوٹائے گا۔ (فتح القدیر)۔

جنابت کا دوسرا سبب۔ دخول ہے۔ دخول دونوں راستوں میں سے کسی راستہ میں ہو۔ جب سپاری چھپ جائے تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو۔ ہمارے علماء کا یہی مذہب ہے۔ (محیط) اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کسی کا حشفہ کٹا ہوا ہو۔ تو مقدار حشفہ داخل کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے (سراج الوہاج) اگر کسی جانور یا مردہ یا ایسی چھوٹی لڑکی کے داخل کرے جس کی مثل کی لڑکیوں کے ساتھ صحبت نہیں کی جا سکتی تو انزال کے بغیر غسل واجب نہ ہوگا۔ (محیط) اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کی فرج میں دخول اس طرح ہو سکتا ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک نہ ہو جائیں تو وہ صحبت کے قابل ہے (سراج الوہاج) اگر کسی عورت کے فرج کے باہر صحبت کی جائے اور منی اس کے رحم میں داخل ہو جائے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس عورت پر غسل واجب نہ ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ وجوب غسل کے دو سبب ہیں۔ ایک انزال اور دوسرے سپاری کا دخول اور یہاں ان میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا۔ البتہ اگر اس کے حمل ٹھہر جائے تو غسل واجب ہوگا۔ اس لئے کہ انزال پایا گیا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر عورت کے حمل رہ جائے۔ تو صحبت کے وقت سے اس پر غسل واجب ہوگا اور اس وقت سے تمام نمازیں لوٹائے گی (ملتقط) اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میرے پاس جن آتا ہے اور اس سے وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو شوہر کے ساتھ صحبت میں ہوتی ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا[1]۔ اگر دس برس کا لڑکا عورت سے صحبت کرے تو عورت پر غسل واجب ہوگا۔ اور لڑکے پر واجب نہ ہوگا۔ لیکن لڑکے کو بھی غسل کرنے کا حکم دیا جائیگا۔ تاکہ اس کو عادت ہو جائے جس طرح سے اس کو نماز پڑھنے کا حکم عادۃ ہونیکے لئے کیا جاتا ہے۔ اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ۔ مگر صحبت کے قابل ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور لڑکی پر واجب نہ ہوگا۔ اگر کوئی خصی صحبت کرے تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب

---

[1] یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ عورت کو انزال نہ ہوا ہو۔ اگر انزال ہو تو عورت پر غسل واجب ہوگا۔ اور یہ بمنزلہ احتلام کے سمجھا جائیگا۔ اور اگر جن انسان کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت کرے تو دخول حشفہ ہی سے عورت پر غسل واجب ہو جائیگا انزال ہو یا نہ ہو اسلئے کہ احکام کا مدار ظاہر پر ہے۔ مترجم۔

ہوتا ہے (محیط) اور اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو بعض کہتے ہیں کہ غسل واجب ہوگا۔ اور بعض حضرات کا قول ہے کہ غسل واجب نہ ہوگا اور اصح یہ ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا اور اگر ایسا کپڑا نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اور احتیاط کا حکم یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہو۔ اگر خنثیٰ مشکل کسی عورت کی فرج یا دبر میں اپنا ذکر داخل کرے تو ان میں سے کسی پر غسل واجب نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک مخنث دوسرے مخنث کی فرج میں اپنا ذکر داخل کرے اگر کوئی مرد خنثیٰ مشکل کی فرج میں اپنا ذکر داخل کرے تب بھی غسل واجب نہ ہوگا۔ اور ان تمام صورتوں کا حکم اسوقت ہے جبکہ انزال نہ ہو۔ لیکن اگر انزال ہو جائے تو اس کی وجہ سے غسل واجب ہوگا۔ (سراج الوہاج)۔

حیض و نفاس

وجوب غسل کا سبب حیض و نفاس بھی ہے جب حیض و نفاس کا خون نکلکر عورت کی فرج خارج تک آجائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔ اور جبتک فرج فارج میں نہ آئے تو وہ خون نہیں نکلا۔ اس لئے حیض نہ ہوگا۔ (تبیین) عورت کے اگر بچہ پیدا ہوا اور خون نہ نکلا تو کیا اس پر غسل ضروری ہوگا۔ اصح یہ ہے کہ عورت پر غسل کرنا ضروری ہوگا۔ (الظہیریۃ)

غسل کی قسمیں

غسل کی نو قسمیں ہیں۔ ان میں سے تین فرض ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) جنابت کا غسل (۲) حیض کا غسل (۳) نفاس کا غسل۔ اور ایک واجب ہے (۴) اور وہ ہے مردہ کا غسل۔ (محیط سرخسی) کافر اگر جنبی ہے پھر مسلمان ہوا تو اس پر غسل واجب ہوگا اور یہی ظاہر روایت ہے، اگر کافرہ عورت کا خون بند ہوا پھر مسلمان ہو گئی تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ لڑکی جب حیض سے بالغ ہو تو حیض ختم ہو جانے کے بعد اس پر غسل ضروری ہوگا۔ لڑکا جب احتلام سے بالغ ہو تو اصح یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہوگا۔ (زاہدی) اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ تمام صورتوں میں غسل واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور غسل کی چار قسمیں سنت ہیں۔ (۵) جمعہ کے دن غسل کرنا (۶) عید ین کے دن غسل کرنا۔ (۷) احرام کے وقت غسل کرنا (۸) عرفہ کے دن غسل کرنا اور ایک مستحب ہے، (۹) کافر کا مسلمان بننے کے بعد غسل کرنا جبکہ وہ جنبی نہ ہو۔ (محیط سرخسی) جمعہ کے دن غسل نماز کیلئے ہوتا ہے یہی صحیح ہے (ہدایہ) اگر فجر کے بعد غسل کیا پھر وضو ٹوٹ گیا اور وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی۔ یا جمعہ کی نماز کے بعد غسل کیا تو سنت ادا نہ ہوگی۔ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں اور صحبت بھی کی اس کے بعد غسل کیا۔ تو اس سے تینوں غسل ادا ہو جائیں گے (زاہدی) کافی میں ہے اگر صبح سے پہلے غسل کیا اور اس سے جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل کی فضیلت حاصل ہو جائیگی اور امام ابو الحسن کے نزدیک حاصل نہ ہوگی (فتح القدیر) بعض مشائخ نے (مندرجہ ذیل چیزوں کیلئے بھی کو مستحب لکھا ہے۔ (مکہ میں داخل ہونیکے لئے غسل کرنا (۲) مزدلفہ میں قیام کیلئے غسل کرنا (۳) مدینہ میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا (۴) مجنون کا اچھا ہو جانے کے بعد غسل کرنا (۵) لڑکا جب اپنی عمر کے لحاظ سے بالغ ہو جائے تو غسل کرنا (تبیین)۔

متعلقہ مسائل

جنبی اگر نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر کرے تو گنہ گار نہ ہوگا (محیط) شیخ سراج الدین ہندی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص بے وضو ہو اس پر وضو اور جنبی اور حیض و نفاس والی عورت پر غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز ان پر واجب ہو۔ یا کسی ایسے کام کا ارادہ کرے

جو وضو اور غسل کے بغیر صحیح نہیں ہوتا (بحر الرائق) جیسے نماز۔ سجدہ تلاوت۔ قرآن کا چھونا وغیرہ (محیط سرخسی) ظاہر روایت میں ہے غسل کیلئے کم سے کم پانی جو کافی ہوتا ہے ایک صاع ہے اور وضو کیلئے کم از کم ایک مد ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ غسل کیلئے ایک صاع کافی ہے جبکہ وضو نہ کرے لیکن اگر وضو بھی کرے تو ایک مد سے وضو اور اس کے علاوہ ایک صاع سے غسل کرے۔ اور اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ ایک صاع غسل اور وضو دونوں کیلئے کافی ہوتا ہے اور یہی اصح ہے۔ ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ اوپر غسل اور وضو کیلئے پانی کی جو مقدار بیان کی گئی ہے وہ کم سے کم ہے۔ پانی کی یہ مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اس مقدار سے بھی کم میں وضو اور غسل کر لیتا ہے تو اس میں کم کرے اور اگر یہ مقدار نا کافی ہے۔ تو اس میں اسقدر زیادتی کرے جس میں اسراف نہ ہو اور ضرورت سے کم بھی نہ ہو۔ (محیط سرخسی)۔ ایک شخص اگر مد سے کم پانی میں اچھی طرح وضو کرے تو جائز ہے (شرح طحاوی) وضو کیلئے ایک مد پانی اس وقت ہے جب استنجا نہ کرے اور اگر استنجا بھی کرے تو ایک رطل سے استنجا اور ایک مد سے وضو کرے۔ اگر موزے پہن رکھے ہیں اور استنجے کی ضرورت بھی نہیں ہے تو وضو کیلئے ایک رطل کافی ہے۔ پانی کی جو مقداریں اوپر ذکر کی گئیں ہیں ان میں سے کوئی بھی لازم نہیں ہے۔ اسلئے کہ انسانوں کی مختلف طبیعتیں ہوتی ہیں (شرح مبسوط) عورت اور مرد اگر ایک برتن سے وضو کریں تو کوئی حرج نہیں ہے (محیط) اسی طرح اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہ جنبی وضو کے بغیر اپنی عورت سے صحبت کرے۔ لیکن اگر وضو بھی کر لی جائے تو بہتر ہے۔ جنبی اگر کچھ کھانا پینا چاہے تو پہلے کلی کرے اور ہاتھ دھوئے (سراج الوہاج)۔

تیسرا باب پانی کے احکام (دو فصلیں)

پہلی فصل۔ وہ چیزیں جن سے وضو جائز ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) بہتا ہوا پانی "(اس کی مختلف تعریفیں ہیں")۔

(۱) بہتا ہوا پانی وہ ہے جس میں تنکا بہ جائے۔ (کنز۔ خلاصہ) یہ ایسی تعریف ہے جس سے جاری پانی کے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ (شرح وقایہ) (۲) بہتا ہوا پانی وہ ہے جس کو لوگ جاری سمجھیں اور یہی اصح ہے (تبیین) نصاب میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے۔ کہ جبتک جاری پانی کا مزہ رنگ یا بو نجاست کے ملنے کی وجہ سے نہ بدلے اس وقت تک وہ پاک رہتا ہے (مضمرات)۔ اگر جاری پانی میں کوئی ناپاک چیز جیسے مردار اور شراب ڈالدی جائے تو جبتک اس کے رنگ۔ مزہ یا بو میں۔ تغیر نہ آئے وہ پاک رہے گا۔ اگر کتے نے نہر کی چوڑائی روک لی اور اس کے اوپر پانی بہ رہا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ پانی جو کتے کو لگ رہا ہے اگر اس پانی سے کم ہے جو اس کو نہیں لگ رہا ہے تو اس کتے سے نیچے کی جانب وضو جائز ہے۔ اور اگر وہ پانی جو کتے کو لگ رہا ہے کم نہیں ہے تو وضو جائز نہ ہوگا۔

فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ میں نے اپنے مشائخ کو اسی قول پر پایا ہے۔ (شرح وقایہ) وھکذا (فی المحیط) تجنیس جو صاحب ہدایہ کی تصنیف ہے اسمیں اسکی تصحیح ہے (بحر الرائق)۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبتک اس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے (شرح وقایہ) اور نصاب میں ہے کہ فتویٰ اس قول پر ہے۔ (مضمرات) اگر مردہ جانور پانی کے صاف ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ اس پانی کے کم ہونے کی وجہ سے نظر آتا ہو اور نہر کی چوڑائی اس نے روک لی ہو تو کہا جائیگا۔ کہ نہر کا اکثر پانی اس مردہ جانور سے لگتا ہے[1] - اور اگر مردہ جانور نظر نہیں آتا یا نصف سے کم عرض میں ہے تو کہا جائیگا کہ نہر کا اکثر پانی اس مردار سے نہیں ملتا[2] (محیط) اگر چھت پر کوئی ناپاک شے پڑی ہوئی تھی۔ بارش ہوئی اور پرنالہ سے پانی بہا تو اگر نجاست پرنالے کے قریب تھی۔ اور چھت کا سب پانی یا اکثر پانی یا آدھا پانی اس نجاست سے لگ کر آتا ہے تو پرنالہ کا پانی ناپاک ہوگا ورنہ وہ پانی پاک ہے۔ اگر نجاست چھت پر مختلف جگہوں پر پڑی تھی اور پرنالہ کے سرے پر نہ تھی تو اس پرنالے کا پانی پاک ہوگا۔ اور جاری پانی کے

[1] یعنی اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا۔ [2] یعنی اس پانی سے وضو کرنا جائز ہوگا۔

حکم میں ہوگا۔ (سراج الوہاج) بعض فتاوی میں ہے کہ ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ بارش جبتک برستی ہے تو اس کا پانی جاری کے حکم میں ہوگا۔ یہانتک کہ وہ پانی اگر نجاستوں سے ملے پھر کپڑے پر پڑ جائے تو کپڑا ناپاک نہ ہوگا جبتک کہ اس پانی میں تغیر نہ آئے۔ چھت پر نجاست پڑی تھی بارش ہوئی چھت ٹپکی اور کپڑے پر پانی پڑا تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی تک نہیں رُکی تو چھت سے جو پانی ٹپک رہا ہے وہ پاک ہے (محیط) عتابیہ میں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ پانی میں نجاست کی وجہ سے تغیر نہ پیدا ہوا ہو (تاتارخانیہ) اگر بارش رُک جانے کے بعد چھت سے پانی ٹپکا تو وہ ناپاک ہوگا (محیط) اور نوازل میں ہے کہ ہمارے مشائخ متاخرین کا یہی مختار ہے۔ (تاتارخانیہ) نہر یا زمین دوز نہر میں اگر نجاست پڑی ہو اور نجاست کے قریب سے کوئی پانی لے تو جائز ہے اور وہ پانی پاک ہے بشرطیکہ اس کے مزے۔ رنگ اور بو میں کسی قسم کا تغیر نہ آئے۔ نہر کا پانی اگر اوپر سے بند ہو جائے تو اس کے جاری ہونیکے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی (فتاویٰ قاضی خان) اگر مسافر کے ساتھ ایک بڑا پرنالہ ہے اور ایک برتن ہے جس میں پانی ہے اور مزید پانی کی اسکو ضرورت بھی ہے اور پانی ملنے کی توقع بھی ہے۔ لیکن یقین نہیں ہے۔ اس بارے میں شیخ ابوالحسن کا قول یہ ہے کہ وہ اپنے کسی ساتھی کو یہ حکم کرے کہ وہ پرنالے کے ایک طرف سے پانی ڈالے اور خود اس پرنالے کے پانی سے وضو کرے اور پرنالے کی دوسری جانب ایک پاک برتن رکھدے۔ جس میں پانی جمع ہو جائے۔ تو یہ پانی جو اس برتن میں جمع ہوا ہے خود پاک ہے اور پاک کرنیوالا بھی ہے۔ اور یہی صحیح ہے (ذخیرہ) ایک چھوٹی سی حوض سے کسی نے نہر نکال کر پانی جاری کیا اور وضو کیا۔ پھر یہ پانی کسی دوسری جگہ میں اکٹھا ہو گیا اس میں سے ایک دوسرے شخص نے نہر نکال کر پانی جاری کیا اور وضو کیا۔ تو سب کا وضو جائز ہوگا۔ اگر دونوں جگہوں میں فاصلہ ہو خواہ یہ فاصلہ تھوڑا ہی ہو۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب ایک گڑھے سے دوسرے گڑھے میں پانی جاتا ہو۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی شخص بیٹھکر وضو کرے۔ (محیط) اگر لوگ نہر کے کنارہ پر صفیں بنا کر بیٹھیں اور وضو کریں تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ (منیۃ المصلی) اگر حوض چھوٹی ہے ایک جانب سے اسمیں پانی آتا ہے اور دوسری جانب سے نکل جاتا ہے تو اس کے ہر طرف وضو جائز ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ وہ حوض چار گز لانبی اور چار گز چوڑی ہو تو وضو جائز ہے اور اس سے زیادہ لانبی اور چوڑی ہو تو جائز نہیں ہے (شرح وقایہ) (وھکذا فی الزاھدی ومعراج الدرایہ) ایک چھوٹی حوض ہے جس کا پانی ناپاک ہے اس میں ایک جانب سے پاک پانی داخل ہوا۔ اور دوسری جانب سے حوض کا پانی بہنے لگا۔ تو فقیہہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ جس وقت سے حوض کا پانی دوسری جانب سے بہنے لگا ہے اسی وقت سے وہ حوض پاک سمجھی جائے گی اور یہی صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ کا مختار ہے (محیط) اور نوازل میں لکھا ہے کہ اسی قول پر ہمارا عمل ہے۔ (تاتارخانیہ) اگر دوسری جانب سے حوض جاری نہیں ہوئی۔ لیکن لوگ بلا کسی توقف کے اس میں سے پانی نکال رہے ہیں تو اس حوض کا پانی پاک سمجھا جائیگا (ظہیریہ) لوگوں کے بلا توقف پانی نکالنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک دفعہ پانی لینے کے بعد فوراً جب دوسری بار اس میں سے پانی نکالے تو پانی کا ہلنا موقوف نہ ہو۔ (زاہدی) حمام کے حوض کا پانی فقہا کے نزدیک پاک ہے جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں نجاست پڑی ہوئی ہے۔ اگر ایک شخص نے حوض میں ہاتھ ڈالے اور اس کے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے تو اگر حوض کا پانی ٹھہرا ہوا ہے۔ اور نہ کسی نلکی کے ذریعہ سے اس میں پانی آتا ہے اور نہ اس میں سے کوئی شخص برتن کے ذریعہ سے پانی نکالتا ہے تو پانی نجس ہو جائیگا۔ اور اگر اس حوض میں سے برتن کے ذریعہ سے پانی نکالا جاتا ہے اور نلکی کے ذریعہ سے بھی اس حوض میں پانی داخل ہوتا ہے تو اکثر کے نزدیک پانی ناپاک ہو جائیگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اسی پر فتویٰ ہے (محیط) بہتے ہوئے پانی کا جب کوئی وصف نجاست کی وجہ سے بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اور اسوقت تک پانی پاک نہ ہوگا۔ جبتک کہ پاک پانی مل کر اس کے اس وصف کو زائل نہ کر دے (محیط)

کتاب الطہارت

دوسرا پانی جس سے وضو جائز ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی ہے جب زیادہ ہو تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہے ایک طرف نجاست پڑ جانے سے وہ پورا ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن جب رنگ۔ مزہ یا بو میں تغیر آجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ اور اکثر مشائخ نے اسی قول کو لیا ہے۔ (محیط) اور اس میں جس جگہ نجاست گری ہے اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ نجاست نظر آتی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ موضع نجاست ناپاک ہے اور موضع نجاست سے ایک چھوٹے حوض کے مقدار ہٹ کر وضو کرنا چاہئے۔ اور اگر نجاست نظر نہیں آتی تب بھی مشائخ عراق کے نزدیک یہی حکم ہے اور مشائخ بخارا یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں جس جگہ نجاست پڑی ہے اس جگہ سے بھی وضو کرنا درست ہے۔ (خلاصہ) اور یہی اصح ہے (سراج الوہاج) اور چھوٹا حوض چار گز لانبا اور چار گز چوڑا ہونا چاہئے۔ (کفایہ) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ بڑا گڑھا جاری پانی کے حکم میں ہے جبتک اس کے اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ آئیگا۔ ناپاک نہ ہوگا۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے (فتح القدیر) قلیل اور کثیر پانی میں فرق یہ ہے کہ اگر پانی کے ایک حصہ کا اثر دوسرے حصہ پر پہونچتا ہے۔ یعنی ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری جانب آجاتا ہے تو قلیل ہے ورنہ وہ پانی کثیر ہے

ابو سلیمان جوزجان نے کہا ہے اگر گڑھا دس گز لانبا اور دس گز چوڑا ہو تو ایک طرف کا اثر دوسری جانب نہیں پہونچتا۔ اس قول کو عامہ مشائخ نے لیا ہے۔ (محیط) اور اس کی گہرائی اتنی ہونی چاہئے کہ چلو سے پانی لینے میں زمین کی سطح نظر نہ آئے۔ یہی صحیح ہے (ہدایہ) اور اس میں کپڑے کے گز کا اعتبار کیا گیا ہے (ظہیریہ) اور اسی پر فتویٰ ہے (ہدایہ) اور وہ گز عام رواج کے مطابق چھ مٹھیوں کی مقدار کے برابر ہوتا ہے جو چوبیس انگلیوں پر مشتمل ہوں (تبیین) اگر حوض گول ہے تو اڑتالیس گز کا اعتبار ہوگا۔ (خلاصہ) اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ (محیط سرخسی) اگر بڑے حوض میں بدبو ہو اور نجاست معلوم نہ ہو تو اس سے وضو کر لینا جائز ہے (فتاوی قاضی خان) فتاوی میں ہے کہ ایک بڑا گڑھا ہے گرمیوں میں اس میں پانی نہیں رہتا اور چوپائے اور انسان اس میں پاخانہ پھرتے ہیں۔ سردی کے موسم میں اس کے اندر پانی جمع ہو جاتا ہے اور اس پر برف بھی جم جاتا ہے۔ پس جو پانی اس گڑھے میں نجس جگہ میں داخل ہوتا ہے وہ پانی اور برف دونوں ناپاک ہیں۔ اگرچہ بعد میں پانی بہت ہو جاتا ہو۔ اور اگر گڑھے میں پانی پاک جگہ میں داخل ہوا اور وہ دہ دردہ کی مقدار میں ہو کر پھر ناپاک جگہ میں پہونچا تو پانی اور برف دونوں پاک ہیں۔ (فتح القدیر) اگر بانس کے درختوں کی جڑ میں پانی جمع ہو جائے یا ایسے کھیت میں بھر جائے جس کے درخت گھنے اور ملے ہوئے ہوں اور وہ پانی دہ دردہ کی مقدار میں ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور بانسوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہونا پانی کے باہم ملنے میں مانع نہیں ہے۔ اگر ایسے حوض سے وضو کیا جس کے پانی کے ہر طرف کائی جمی ہوئی ہے اور وہ کائی ہلانے سے ہل جاتی ہے تو اس وضو جائز ہے۔ (خلاصہ) اگر کسی حوض پر اتنا پتلا برف جما ہوا ہے جو پانی کے ہلنے سے ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر حوض پر برف علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کی صورت میں جما ہوا ہے اور اتنی مقدار میں ہے کہ پانی کے ہلانے سے نہیں ہلتا تو اس سے وضو جائز نہیں۔ اور اگر تھوڑی مقدار میں ہو اور پانی کے ہلانے سے ہل جائے تو اس سے وضو جائز ہے (محیط) اگر بڑے حوض پر برف جم گیا اور کسی شخص نے اس میں سوراخ کر لیا اور سوراخ کے اندر بھی برف جما ہوا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ اور اگر سوراخ کے اندر برف جما ہوا نہیں ہے تو وضو جائز ہے۔ (فتح القدیر) اگر پانی سوراخ سے نکلکر برف کے اوپر اسقدر پھیل گیا کہ چلو سے پانی لیا جائے تو برف ظاہر نہیں ہوتا تو اس سے وضو جائز ہے۔ ورنہ وضو جائز نہیں۔ اگر پانی سوراخ میں اس طرح ہے جس طرح طشت میں ہوتا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ لیکن اگر سوراخ کا پانی دہ دردہ کی مقدار ہو تو اس سے وضو جائز ہوگا۔ (فتاوی قاضی خاں) اگر پانی جانے کی نالی میں برف جم جائے اور کچھ پانی نالی کے تختوں سے جدا ہو تو وہ حوض کے حکم میں ہے اور اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر پانی نالی کے تختوں سے ملا ہوا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ یہی مختار ہے (خلاصہ) اگر حوض کے اوپر کا حصہ دہ دردہ سے کم ہے۔ اور نیچے کا حصہ دہ دردہ یا اس سے زیادہ ہے۔ اور اس کے اوپر

کے حصہ میں نجاست گر گئی تو وہ حصہ ناپاک ہو جائے گا۔ پھر اس حوض کا پانی کم ہونا شروع ہوا اور اس حصہ تک پہونچ گیا جو دہ در دہ ہے۔ تو اصح یہ ہے کہ اس سے وضو اور غسل دونوں جائز ہیں۔ (محیط) اگر حوض دہ در دہ سے کم ہے لیکن وہ گہرا ہے اور اس میں کوئی نجاست پڑ گئی اس کے بعد وہ حوض پھیلکر دہ در دہ ہو گیا۔ تو وہ ناپاک رہے گا۔ اور اگر حوض میں نجاست پڑی اور اس وقت وہ دہ در دہ تھا۔ پھر اس کا پانی کم ہونا شروع ہوا اور وہ دہ در دہ سے کم ہو گیا ہے تو پاک ہے (خلاصہ) ایک گڑھے میں پانی بھرا ہوا تھا اور وہ ناپاک تھا۔ پھر اس کا پانی خشک ہو گیا۔ اور اسکا اندرونی حصہ بھی خشک ہو گیا تو اس کی پاکی کا حکم کیا جائیگا۔ اب اگر اسمیں دوبارہ پانی آئے تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اسکی نجاست نہ لوٹے گی (سراج الوہاج)۔

کنوئیں کا پانی

تیسرا پانی جس سے وضو جائز ہے کنوؤں کا پانی ہے۔ کنوئیں کا سب پانی جن چیزوں کے گرنے سے نکالا جاتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم وہ چیزیں ہیں جن کے گرنے سے پانی نکالنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کنوئیں میں نجاست گرے تو اس کا پانی نکالنا چاہئے اور باجماع سلف وہ پانی نکالنا ہی کنوئیں کی طہارت ہے (ہدایہ) اونٹ اور بکری کی مینگنیاں اگر کنوئیں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا جبتک کہ وہ کثیر مقدار میں نہ ہوں (فتاویٰ قاضی خاں) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کثیر وہ ہے جس کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہے جس کو دیکھنے والا قلیل سمجھے۔ اور اس پر اعتماد ہے۔ (تبیین) کثیر مینگنیاں وہ سمجھی جائیں گی کہ کوئی ڈول ان سے خالی نہ ہو اور اگر اتنی نہیں ہیں تو وہ قلیل ہوں گی۔ اور یہی صحیح ہے (شرح مبسوط للامام السرخسی والنہایہ) اور جامع صغیر میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سالم اور ٹوٹی ہوئی اور خشک و تر مینگنی میں کوئی فرق نہیں ہے (خلاصہ) اسی طرح لید۔ گوبر اور مینگنی میں کوئی فرق نہیں ہے (ہدایہ) اسی طرح جنگل اور شہر کے کنوؤں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (تبیین) اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ ضرورت کبھی شہروں میں بھی پڑتی ہے۔ جیسے حماموں اور مسافر خانوں میں۔ (محیط) اگر کنوئیں میں بکری۔ کتا یا آدمی مر جائے یا کوئی جانور پھول یا پھٹ جائے خواہ جانور بڑا ہو یا چھوٹا تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ (ہدایہ) اگر اس کے بال گر جائیں تو بھی یہی حکم ہے۔ (سراج الوہاج) اگر بکری کے برابر کوئی جانور گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے اور وہ نجس العین نہ ہو اور نہ اس کے بدن پر کسی قسم کی نجاست ہو اور نہ اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ اور اگر اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہے تو اس کے بچے ہوئے پانی کے حکم سے فیصلہ کیا جائیگا۔ اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اور جھوٹا ناپاک ہے تو پانی بھی ناپاک ہے اور کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اس صورت میں بھی کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ اور اگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے تو پانی بھی مکروہ ہے اور پانی کا نکالنا مستحب ہے۔ اور اگر جانور نجس العین ہے جیسے سور تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اگرچہ اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے جبتک اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہو۔ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (تبیین) اور یہی حکم ان تمام جانوروں کا ہے۔ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ اگر وحشی درندے اور پرند زندہ نکال لئے جائیں اور ان کا منہ پانی میں داخل نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (محیط۔ سرخسی) کافر مردہ غسل سے پہلے اور غسل کے بعد ناپاک ہی رہتا ہے۔ (ظہیریہ) مسلمان مردہ اگر غسل سے پہلے کنوئیں میں گرے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور غسل کے بعد گرے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) بچہ اگر پیدا ہوتے وقت روئے اور پھر مر جائے تو اس کا حکم بڑے آدمی کا ہے۔ اگر غسل کے بعد کنوئیں میں گرا ہے۔ تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اور اگر نہ روئے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اگرچہ کئی بار غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرا ہو۔ (چونکہ وہ پیدائشی مردہ ہے)

اگر شہید تھوڑے پانی میں گرے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس سے خون بہا ہے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے۔ لیکن اس میں سوت جاری ہونے کی وجہ سے تمام پانی نہیں نکل سکتا تو دو سو ڈول نکالے جائیں۔ (تبیین) اور یہی آسان ہے (اختیار شرح مختار) اور اصح یہ ہے کہ ایسے دو آدمیوں سے رائے لی جائے جن کو پانی کی مقدار میں نظر ہو۔ اور جسقدر پانی وہ کنویں میں بتلائیں اتنا پانی نکالا جائے۔ یہ حکم فقہ کے مطابق ہے (کافی۔ شرح مبسوط امام سرخسی تبیین)

اگر کنویں میں مرغی۔ بلی یا کبوتر مر جائے۔ لیکن نہ پھولے نہ پھٹے تو کنویں میں سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔ (محیط سرخسی) اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ (ہدایہ) اگر کنویں میں چوہا یا چڑیا مر جائے اور مردہ نکلے۔ اور ابھی تک نہ پھولی ہو تو اس کے نکالنے کے بعد کنویں سے بیس سے تیس ڈول تک نکالے جائیں گے۔ (محیط) اور چوہے کے نکالنے سے پہلے جو پانی نکالا جائے گا۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (تبیین) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ چوہا کنویں کے اندر مرے یا اس سے باہر مرے پھر اندر ڈال دیا جائے اور تمام حیوانات کا یہی حکم ہے۔ (بحر الرائق) اگر چوہے کی دم کاٹ کر پانی میں ڈالدی جائے تو تمام پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر اس حصہ پر جس جگہ سے وہ دُم کٹی ہے موم لگا دیا جائے تو اسقدر پانی نکالنا واجب ہوگا۔ جتنا چوہے میں نکالا جاتا ہے (جوہر نیرہ) اور اگر کنویں میں سوسمار گر کر مر گیا۔ تو ایک روایت میں بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں گے اور اگر چھپکلی کنویں میں گر کر مر جائے تو ظاہر روایت میں بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اور مولہ چوہے کے حکم میں ہے۔ اور ورشان جو ایک جانور ہے بلی کے حکم میں ہے۔ اس کے گرنے سے چالیس۔ یا پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جو جانور چوہے اور مرغی کے درمیان ہو اور وہ چوہے کے حکم میں ہے۔ اور جو مرغی اور بکری کے مابین ہو وہ مرغی کے حکم میں ہے۔ یہی ظاہر روایت ہے۔ (تاتارخانیہ) اسی طرح ہمیشہ چھوٹے جانور پر حکم ہوگا۔ (جوہر نیرہ) کنویں کے پاک ہو جانے سے ڈول۔ رسی اور چرخ اور کنویں کی آس پاس کی زمین اور ہاتھ وغیرہ سب پاک ہو جاتے ہیں۔ (محیط سرخسی) اگر کنویں میں ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑے کا ٹکڑا اگر پڑے اور اس کا نکالنا مشکل ہو یا غائب ہو جائے تو اس کنویں کے پاک ہو جانے کے بعد وہ کپڑا اور لکڑی بھی پاک ہو جائے گی۔ (ظہیریہ) ایک کنویں سے بیس ڈول نکالنے ضروری تھے اس سے ایک ڈول نکال کر دوسرے کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں سے بھی بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ دوسرا کنواں بھی اتنے ہی ڈولوں سے پاک ہوتا ہے جتنے ڈولوں سے پہلا کنواں پاک ہوگا جسوقت اس میں سے وہ ڈول نکالا گیا تھا۔ جو دوسرے کنویں میں ڈالا گیا۔ اگر دوسرا ڈول ڈالا گیا تو انیس ڈول نکالے جائیں گے اور اگر دسواں ڈول ڈالا گیا تو ابوحفص کی روایت کے مطابق گیارہ ڈول نکالے جائیں گے۔ اور یہی اصح ہے۔ (بدائع) اگر ایک کنویں سے چوہا نکالا گیا۔ اور دوسرے کنویں میں ڈالدیا گیا۔ اور پہلے کنویں سے نکال کر بیس ڈول دوسرے کنویں میں ڈالے گئے تو اب دوسرے کنویں سے اس چوہے کو نکال کر بیس ڈول نکالنے واجب ہوں گے۔ جیسے پہلے کنویں کا حکم تھا۔ (سراج الوہاج) دو کنویں ایسے تھے کہ جنمیں دونوں سے بیس ڈول نکالنے واجب تھے۔ ایک کنویں سے بیس ڈول نکالے گئے اور دوسرے میں ڈالے گئے تو بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اور اگر ایک کنویں میں سے بیس ڈول نکالنے واجب تھے اور دوسرے سے چالیس ڈول۔ تو جتنے ڈول ایک کنویں سے نکالنے واجب تھے وہ اس میں سے نکال کر دوسرے کنویں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے سے صرف چالیس ہی ڈول نکالے جائیں گے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں گے کہ جس کنویں سے پانی نکالا گیا اس میں کتنے ڈول نکالنے واجب تھے اور جس میں ڈالا گیا اس میں کتنے ڈول نکالنے ضروری تھے۔ اگر دونوں سے برابر ڈول نکالنے ضروری تھے تو اسی قدر رہیں گے۔ اور اگر ایک کنویں کے ڈول زیادہ تھے تو کم اس زیادہ میں داخل ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر تین کنویں ہوں اور ان میں سے ہر ایک سے بیس ڈول نکالنے ضروری ہو [illegible]

اور دو کنوؤں سے جتنا پانی نکالنا ضروری تھا وہ نکالکر تیسرے کنویں میں ڈالدیا تو تیسرے کنویں سے چالیس ڈول نکالے جائینگے (بدائع) اگر اس کنویں میں ایک دوسرے کنویں سے نکال کر بیس ڈول ڈالیں اور دوسرے کنویں سے نکالکر دس ڈول ڈالیں۔ تو تیس ڈول نکالے جائیں گے (محیط سرخسی) اگر ایک کنویں میں سے بیس ڈول نکالنے واجب ہوں اور دوسرے کنویں سے چالیس اور دونوں کنویں میں سے جتنا پانی نکالنا واجب تھا وہ نکالکر تیسرے میں ڈالدیا تو تیسرے کنویں سے چالیس ڈول نکالے جائیں گے (بدائع) اور نوادر میں ہے کہ اگر ایک چوہا ایک مٹکے میں مرجائے اور اس مٹکے کا پانی ایک کنویں میں ڈالدیا جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ کنویں میں ڈالا ہوا پانی زیادہ ہے یا وہ پانی جس کا نکالنا کنویں کی وجہ سے واجب ہے، اس میں جو مقدار میں زائد ہو گا وہ نکالا جائے گا۔ (محیط سرخسی) فتاوی میں ہے کہ اگر اس مٹکے کے پانی کا ایک قطرہ کنویں میں ڈالدیا جائے تو اس میں سے بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ (سراج الوہاج) اگر چوہا مٹکے میں پھٹ جائے اور اس کا ایک قطرہ کنویں میں پڑ جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائیگا (خزانۃ المفتیین) اگر ایک کنواں ایک ناپاک کنویں کے قریب ہے، تو وہ اس وقت تک پاک رہیگا۔ جبتک اس کے اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ آئے۔ (ظہیریہ) اور اس مسئلہ میں گزوں کے فاصلہ کا اعتبار نہیں ہے۔ یہانتک کہ اگر کنواں ناپاک کنویں سے دس گز کے فاصلہ پر ہو۔ اور اس کنویں میں نجاست کا اثر آجائے تو کنویں کا پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اور اگر کنواں ناپاک کنویں سے صرف ایک گز کے فاصلہ پر ہو اور نجاست کا کوئی اثر اس میں ظاہر نہ ہو تو کنویں کا پانی پاک رہیگا (محیط) اور یہی صحیح ہے (محیط سرخسی) اگر کنویں میں چوہا یا کوئی اور جانور پایا گیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس وقت گرا ہے اور وہ ابھی تک نہیں پھولا ہے۔ تو ایک دن اور ایک رات کی نمازیں لوٹانی پڑیں گی اگر انہوں نے اس کنویں کے پانی سے وضو کیا ہے۔ اور ہر اس چیز کو دھونا پڑے گا جس سے اس کا پانی لگا ہے۔ اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا ہے تو تین دن اور تین راتوں کی نمازیں لوٹانی پڑیں گی۔ یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان پر کسی نماز کا اعادہ اس وقت تک ضروری نہ ہوگا۔ جبتک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جانور کس وقت گرا تھا (ہدایہ) اور اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم ہو جائے تو اس پر اجماع ہے کہ اسوقت سے وضو اور نمازیں لوٹائی جائے گی۔ اور اس پانی سے جو آٹا گوندھا گیا ہے تو استحسان یہ ہے کہ اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا تھا تو تین دن سے جو آٹا اس کنویں کے پانی سے گوندھا گیا ہے نہ کھائیں گے۔ اور اگر وہ پھولا یا پھٹا نہیں تھا۔ تو ایک دن سے وہ آٹا نہیں کھایا جائیگا۔ اور اسی قول کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ (محیط

دوسری قسم، وہ چیزیں ہیں جنکے گرنے سے پانی نکالنا مُستحب ہے

اگر کنویں میں چوہا گر جائے تو بیس ڈول نکالنے مستحب ہیں۔ بلّی اور اس مرغی میں جو چھوٹی پھرتی ہو۔ چالیس ڈول نکالنے مستحب ہیں اس لئے ان جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ پانی گرنے والے جانور کے منہ تک پہونچتا ہے۔ یہانتک کہ اگر یقین ہو جائے کہ پانی ان حیوانات کے منہ تک نہیں پہونچا تو کچھ پانی نہ نکالا جائیگا۔ اگر مرغی چھوٹی نہ پھرتی تھی تو کچھ پانی نہ نکالا جائے گا۔ یہ سارے مسائل ظاہر روایت کے مطابق ہیں۔ جہاں پانی نکالنا مستحب ہے وہ بیس ڈول سے کم نہیں ہیں اور اسی کی طرف امام محمد نے نوادر میں بروایت ابراہیم اشارہ کیا ہے (محیط) اگر پانی مکروہ ہے تو دس ڈول نکالنے چاہئیں (خلاصہ نہایہ۔ فتح القدیر) اور بدائع میں فتاوی سے نقل کیا ہے کہ اگر بکری گرے اور زندہ نکلے تو اطمینان قلب کے واسطے بیس ڈول نکال لینے چاہئیں۔ پاک کرنے کی نیت نہ کرنی چاہیئے یہانتک کہ اگر کنویں سے ڈول نہ نکالے اور وضو کرے۔ تو جائز ہے۔ (فتاوی قاضی خاں)۔

دُوسری فصل ۔ وہ چیزیں جن سے وضو جائز نہیں

تربوز ۔ ککڑی ۔ کھیرے ۔ اور گلاب کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور نہ کسی قسم کے شربت سے اور نہ اس کے علاوہ پتلی چیزوں سے مثلاً سرکہ ۔ وضو جائز ہے ۔ (فتاویٰ قاضی خاں) نمک کے پگھلے ہوئے پانی سے بھی وضو جائز نہیں ہے ۔ (خلاصہ) صابن کے پانی اور اشنان[1] کے پانی سے وضو درست نہیں ہے بشرطیکہ اس کا پتلاپن ختم ہوجائے اور گاڑھا ہوجائے ۔ اگر اس کی لطافت اور سیلان باقی ہے تو صابن اور اشنان کے پانی سے وضو جائز ہوگا (فتاویٰ قاضی خان) جو پانی انگور کے درختوں سے نکلتا ہے اس سے وضو جائز نہیں ۔ (کافی ۔ محیط ۔ فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی اوجہ ہے (بحر الرائق ۔ نہر الفائق) اسی میں زیادہ احتیاط ہے (شرح منیۃ المصلی) اگر خزاں کے موسم میں پانی کے اندر پتوں کے گرنے کی وجہ سے اس کا مزہ ۔ رنگ اور بو بدل جائے تو ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے (سراج الوہاج) زعفران ۔ گلاب اور عصفر[2] کے پانی سے جبکہ ان میں پتلاپن ہو اور پانی غالب ہو وضو جائز ہے اگر سرخی غالب آجائے اور گاڑھاپن ظاہر ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں (فتاویٰ قاضی خاں) ۔ اگر پھٹکری یا عفص[3] پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ لکھنے میں اس کے نقش ظاہر نہ ہوں اور اگر ظاہر ہوگئے تو وضو جائز نہ ہوگا ۔ (بحر الرائق ناقلا عن التجنیس) اگر خالص پانی مٹی ۔ ریت ۔ گچ یا چونے کے ملنے کی وجہ سے یا کافی دنوں تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بدل جائے تو اس سے وضو جائز ہے ۔ (بدائع) اگر سیل (رو) کے پانی سے وضو کرے تو جائز ہے ۔ اگرچہ اسمیں ریت ملا ہوا ہو ۔ لیکن پانی غالب ہونا چاہئے اور اس میں رقت وسیلان باقی رہنا چاہیے خواہ وہ پانی کھاری ہو یا شیریں اور اگر پانی بندھ جائے جیسے گیلی مٹی تو اس سے وضو جائز نہیں ۔ اسی طرح اس پانی سے وضو جائز ہے ۔ جس میں چنے یا باقلا[4] بھگوئے جائیں اور اس کا رنگ اور مزہ تبدیل ہوجائے لیکن اس کی رقت وسیلان باقی رہے ۔ اگر پانی میں چنے یا باقلا پکائیں جائیں اور باقلا کی بو اس میں سرایت کرجائے تو اس سے وضو جائز نہیں (فتاویٰ قاضی خان) اگر پانی میں ایسی چیز پکائی جائے جس سے اس کو خوب صاف ستھرا کرنا مقصود ہو جیسے اشنان وصابن تو بالاجماع اس سے وضو جائز ہے ۔ لیکن جب وہ گاڑھا ہوجائے تو وضو درست نہ ہوگا ۔ (محیط سرخسی) اگر روٹی پانی میں ترکی جائے اور پانی کا پتلاپن باقی رہے تو وضو جائز ہوگا ۔ اور اگر پتلاپن ختم ہوجائے اور گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) خالص پانی میں جب پاک بہتی ہوئی چیزیں جیسے سرکہ ۔ دودھ ۔ اور منقی کا پانی وغیرہ اس طرح ملجائیں کہ اب اس کا نام پانی نہ رہے تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا ۔ پھر دیکھیں گے کہ جو چیز پانی میں ملی ہے اگر اسکا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہے جیسے دودھ اور کسم[5] کا پانی اور زعفران وغیرہ تو غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جائیگا ۔ اور رنگ میں مخالف نہیں ہے مزہ میں مخالف ہے جیسے سفید انگور کا نچوڑا ہوا پانی اور اس کا سرکہ تو مزہ کا اعتبار کیا جائیگا ۔ اور رنگ اور مزہ دونوں میں مخالف نہیں ہے تو دیکھیں گے کہ مقدار میں کون زیادہ ہے ، اگر مقدار میں دونوں برابر ہوں تو اسکا حکم ظاہر روایت میں مذکور نہیں ۔ فقہانے لکھا ہے کہ احتیاطاً پانی کو دوسری چیز کے مقابلہ میں مغلوب سمجھیں گے (بدائع) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے نبیذ تمر یعنی اس پانی سے جسمیں چھوارے بھگوئے گئے ہوں وضو کرنا جائز ہے اور اسکی موجودگی میں تیمم نہ کرے (جامع صغیر بشرح طحاوی ۔ اکثر متون) اور کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ نبیذ تمر سے وضو کرے اور اس کے ساتھ تیمم بھی کرے تو میرے نزدیک پسندیدہ ہے امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک تیمم کرے اور نبیذ تمر سے کسی حال میں وضو نہ کرے ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے اور ان دونوں میں سے اگر ایک کو بھی ترک کیا تو وضو جائز نہ ہوگا ۔ اور ان دونوں میں سے جسکو چاہے

---

[1] اشنان ایک قسم کی گھاس ہے جو خارش کے سلسلے میں نہایت مفید ہے مترجم ۱۲ [2] گل خیری کا زرد پھول مترجم ۱۲ [3] بلوط کا درخت [4] باقلا ایک ترکاری کا نام ہے۔
[5] ایک گھاس ہے جس سے زرد رنگ پیدا ہوتا ہے مترجم ہے ۱۲۔

مقدم کرے اور جس کو چاہے موخر کرے۔ (شرح طحاوی) اسد ابن نجم اور نوح ابن ابی مریم اور حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام ابو یوسف کے قول کی جانب رجوع کیا ہے اور صحیح امام صاحب کا یہی آخری قول ہے جو امام ابو یوسف کے موافق ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ امام قاضی خاں) امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔ (عینی شرح کنز) یہ حکم اس صورت میں ہے جب نبیذ تمر شیریں اور مائل بترشی ہو۔ لیکن جب اس میں جوش آجائے یا سخت ہو جائے یا اس پر جھاگ آجائیں تو بالاتفاق وضو جائز نہیں اسلئے کہ اس میں نشہ آجاتا ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ کچی ہو (شرح نودی) اور اس کو اگر تھوڑا سا پکا لیا جائے تو وضو جائز ہے۔ خواہ شیریں ہو یا تلخ یا نشہ لانے والا ہو۔ یہی اصح ہے (عینی شرح ہدایہ ناقلاً عن المفید والمزید) ابو طاہر دباس نے کہا ہے کہ وضو جائز نہ ہوگا اور یہی اصح ہے۔ (محیط) اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ مفید اور مزید میں مذکور ہے کہ اگر پانی میں چند چھوارے ڈال دئے جائیں۔ اور وہ میٹھا ہو جائے لیکن پانی کا نام اور اس کی رقت و سیلان باقی ہے تو اس سے وضو جائز ہوگا۔ اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف نہیں ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اس کے علاوہ اور قسم کی نبیذوں سے وضو جائز نہیں ہے (ہدایہ) اسی طرح نبیذ جب شیرہ کی طرح گاڑھی ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (کافی) ہمارے مشائخ کا نبیذ سے غسل کرنے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے۔ (شرح مبسوط) کافی۔ فتاویٰ عتابیہ) اور یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ) اور مفید میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اس سے غسل جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ دونوں ناپاکیوں میں جنابت بڑھی ہوئی ہے اور غسل کی ضرورت وضو کے اعتبار سے کم ہوتی ہے تو غسل کا وضو پر قیاس درست نہیں ہے۔ (تبیین) جامع صغیر حسامی میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے (تاتارخانیہ) جس طرح تیمم میں غسل اور وضو کیلئے نیت شرط ہے اسی طرح نبیذ تمر میں بھی نیت شرط ہے (ظہیریہ) اگر خالص پانی موجود ہو تو نبیذ تمر سے وضو جائز نہیں ہے۔ اگر نبیذ تمر سے وضو کیا اور پھر خالص پانی مل گیا تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اگر مکروہ پانی ہے تو اس سے وضو کرے اور نبیذ تمر سے وضو نہ کرے اگر کسی کے پاس مشکوک پانی نبیذ تمر اور پاک مٹی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو کرے اور کسی دوسری چیز سے وضو نہ کرے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشکوک پانی سے وضو کرے اور تیمم کرے۔ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تینوں کو جمع کرے۔ اگر ایک بھی چھوڑے گا تو وضو جائز نہ ہوگا۔ البتہ اس کو اس چیز کا اختیار ہوگا کہ تینوں میں سے جسکو چاہے پہلے کرے اور جس کو چاہے بعد میں۔

ہمارے اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ مستعمل پانی پاک کرنیوالا نہیں ہوتا اور اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ اس کے پاک ہونے میں اختلاف ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (محیط) جس پانی سے حدث دور کیا گیا یا اس کو عبادت کے طور پر استعمال کیا گیا تو صحیح یہ ہے کہ عضو سے جدا ہونیکے بعد وہ ماء مستعمل بن جاتا ہے (ہدایہ) برابر ہے کہ چھوٹا حدث ہو یا بڑا (عینی شرح کنز) یہانتک کہ اگر دونوں بازو دھوئے اور ایک شخص اُن کے نیچے اپنا ہاتھ روکے رکھے اور اس پانی سے دھوئے تو جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر بے وضو شخص نے یا جنبی نے یا حیض والی عورت نے جو پاک ہو چکی ہے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا تو ضرورت کی بنا پر وہ ماء مستعمل نہ ہوگا (تبیین) اور اسی طرح اگر مٹکے میں پیالہ گر گیا اور اس کو نکالنے کیلئے کہنی تک ہاتھ ڈالا تو بھی ماء مستعمل نہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی شخص نے برودت حاصل کرنے کیلئے ہاتھ یا پیر برتن میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں پائی جاتی۔ (خلاصہ) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت مشہور ہے کہ پانی کے مستعمل ہونیکے لئے پورے عضو کا داخل کرنا ضروری ہے۔ (محیط) ایک انگلی یا دو انگلی کے داخل ہونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ اور ہتھیلی کے داخل ہونے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ (ظہیریہ) جنبی اگر ڈول تلاش کرنے کیلئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو امام

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی جنابت اسی طرح باقی رہتی ہے اور پانی بھی اپنی حالت پر بدستور قائم رہتا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں پاک ہو جاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت میں دونوں ناپاک رہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آدمی پاک ہو جاتا ہے اس لئے کہ پانی بدن سے جدا ہونے سے پہلے مستعمل نہیں ہوتا۔ یہ روایت زیادہ موافق ہے۔ (ہدایہ تبیین)۔ اگر غسل کیلئے غوطہ لگایا تاکہ نماز پڑھے تو بالاتفاق پانی خراب ہو جائیگا (نہایہ) اگر حیض والی عورت کنوئیں میں گر جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ خون بند ہو جانے کے بعد گری ہے اور اس کے اعضا پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو جنبی کا ہے۔ اور اگر خون رکنے سے پہلے گری ہے تو اسکا حکم پاک شخص کی طرح ہے اسلئے کہ وہ گرنے کی وجہ سے حیض سے نہیں نکلتی۔ (خلاصہ) (وہکذا فی فتاوی قاضی خاں) اگر اعضاء وضو کے علاوہ کسی اور عضو کو دھوئے۔ جیسے ران یا پہلو تو اصح یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ اور اگر اعضاء وضو کو دھوئے گا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ (خلاصہ) اگر سر منڈانے کیلئے اسکو دھویا اور وہ باوضو تھا تو پانی مار مستعمل نہ ہوگا۔ (ظہیریہ) اگر کسی پاک شخص نے مٹی۔ آٹا یا میل چھڑانے کیلئے وضو کیا یا پاک شخص ٹھنڈ حاصل کرنے کیلئے نہایا تو وہ پانی مستعمل نہ بنے گا (فتاوی قاضی خاں) بے وضو اگر برودت حاصل کرنے کیلئے یا دوسرے شخص کو سکھلانے کیلئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائیگا اور امام محمد کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا۔ (خلاصہ) جامع صغیر حسامی میں ہے کہ ایک بچہ نے اگر وضو کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ ؟

مختار یہ ہے کہ اگر بچہ سمجھدار ہے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے ورنہ مستعمل نہیں ہوتا۔ (مضمرات) اگر کھانا کھانے کیلئے یا کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے (محیط سرخسی) ایک عورت نے دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں شامل کر لئے تھے۔ پھر ملائے ہوئے بال دھوئے تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج۔ ظہیریہ) اور اگر اپنے بال دھولے تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ (سراج الوہاج) اگر مقتول کا سر دھویا جو اس کے بدن سے جدا ہو گیا تھا تو پانی مستعمل ہو جائے گا (محیط سرخسی) اگر جنبی نے غسل کیا اور غسل کا کچھ پانی اس کے برتن میں ٹپک پڑا تو برتن کا پانی خراب نہ ہوگا۔ لیکن اگر غسل کا پانی خوب بہکر برتن میں پہونچا تو پانی خراب ہو جائیگا۔ اسی طرح حمام کے حوض کا پانی بھی امام محمد کے قول کے مطابق اسوقت تک خراب نہیں ہوتا جبتک کہ مستعمل پانی اس پر غالب نہ آجائے۔ یعنی پاک کرنے کی صفت اس میں سے خارج نہیں ہوتی۔ (خلاصہ) میت کے دھونے سے جو پانی بہتا ہے وہ ناپاک ہے امام محمد نے اصل میں اسکو مطلق [عله] بیان کیا ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ اگر اسکے بدن پر نجاست نہیں ہے تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ لیکن امام محمد نے اسکو مطلق اسلئے بیان کیا ہے کہ اکثر میت پر نجاست ہوتی ہے (ظہیریہ) اگر سرکہ سے یا گلاب کے پانی سے وضو کیا تو سب کا قول یہ ہے کہ وہ مستعمل نہیں ہوتا۔ (تاتارخانیہ) مستعمل پانی جب کنوئیں میں گر جائے تو کنواں خراب نہیں ہوتا۔ مگر جب مستعمل پانی غالب آجائے تو کنوئیں کا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (محیط سرخسی)۔

متعلقہ مسائل

ہر شی کے پسینہ میں اس کے جھوٹے کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ (ہدایہ)۔ گدھے اور خچر کا پسینہ یا لعاب اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو پانی خراب ہو جاتا ہے اگرچہ تھوڑا ہی گرے۔ (محیط) اگر ان کا پسینہ کپڑے کو کافی مقدار میں لگ جائے تو ظاہر روایت کے مطابق اس سے

[عله] یعنی یہ قید نہیں لگائی کہ میت پر نجاست ہو۔

نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ (خزانۃ المفتیین) آدمی کا جھوٹا پاک ہے اور اسی حکم میں جنبی حیض و نفاس والی عورت اور کافر شامل ہیں۔ مگر شراب پینے والے اور اس شخص کا جھوٹا جس کے منہ سے خون نکل رہا ہو نجس ہے۔ جبکہ وہ دونوں اسی وقت پانی پئیں اور اگر کئی بار تھوک نگل لیا تو صحیح قول کے مطابق منہ پاک ہو جائیگا۔ (سراج الوہاج) اگر شراب پینے والے کی مونچھیں لانبی ہیں تو پانی ناپاک ہو جائیگا اگرچہ ایک ساعت کے بعد پئے۔ (تاتارخانیہ ناقلاً عن الحجۃ) عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کیلئے اسی طرح مکروہ ہے۔ جیسے اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کیلئے۔ لیکن یہ کراہیت اسوجہ سے نہیں ہے کہ وہ ناپاک ہے بلکہ اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں ایک دوسرے کیلئے لذت پائی جاتی ہے (نہر الفائق) اور اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا بالاجماع پاک ہے (زاہدی) اسی طرح ان چوپاؤں اور پرندوں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ لیکن چھوٹی ہوئی مرغی اور اونٹ اور بیل جو نجاست کھاتے ہوں انکا جھوٹا مکروہ ہے یہاں تک کہ مرغی اگر اس طرح قید کر لی گئی کہ اس کی چونچ اس کے پاؤں کے نیچے نہیں جاتی تو اسکا جھوٹا مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر جاتی ہو تو چھوٹی ہوئی مرغی کے حکم میں ہے۔ (محیط سرخسی) ان جانوروں کا جھوٹا جن سے خون نہیں بہتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں پاک ہے۔ (تبیین) اور جو کیڑے گھروں میں رہتے ہوں جیسے سانپ، چوہا۔ بلی۔ ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہی اصح ہے (خلاصہ) اگر کسی شخص کے ہاتھ میں بلی نے چاٹا اور وہ ہاتھ دھوئے بغیر نماز پڑھ لے تو مکروہ ہے۔ بلی کا جھوٹا کھانا کھانا مکروہ ہے (تبیین) یہ کراہیت مالدار کیلئے ہے اس لئے کہ وہ اور کھانا بدل سکتا ہے۔ لیکن فقیر کیلئے ضرورت کی بنا پر مکروہ نہیں ہے۔ (سراج الوہاج) اگر بلی نے چوہا کھایا اور اس وقت پانی پیا تو وہ ناپاک ہو جائیگا۔ اور اگر ایک دو ساعت ٹھہر کر پیا تو ناپاک نہ ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) شکاری پرندوں کا جھوٹا مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر یہ اس طرح قید ہوں کہ ان کا مالک جانتا ہو کہ ان کی چونچ پر کوئی نجاست نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے۔ مشائخ نے اس روایت کو مستحسن سمجھا ہے (ہدایہ) اس طرح ان پرندوں کا جھوٹا جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا پاک ہے اور استحساناً مکروہ[1] ہے (شرح مبسوط) اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اگر اچھا پانی موجود نہ ہو تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے (اختیار شرح مختار) کتے۔ سور۔ اور درندوں چوپاؤں کا جھوٹا ناپاک ہے (کنز) مٹکے سے اگر پانی ٹپکتا ہو۔ اور کتا آکر مٹکے کو چاٹنے لگے تو مٹکے کا پانی پاک رہیگا۔ (خلاصہ) کتے کے چاٹنے سے برتن تین بار دھوئے (ہدایہ) خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور شک اس میں ہے کہ وہ دوسرے کو بھی پاک کرتا ہے یا نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جمہور کا یہی قول ہے (کافی) اگر ان دونوں کے جھوٹے کے سوا اور پانی نہیں ہے تو ان سے وضو اور تیمم دونوں کرے اور ان میں سے جس کو چاہے پہلے کرے۔ (سراج الوہاج) اور دونوں میں سے ایک پر اکتفا جائز نہیں (خزانۃ المفتیین) ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ وضو کو مقدم کرے اور دھوئے۔ (بحر الرائق) اگر کوئی شخص گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرے تو وضو کی نیت میں اختلاف ہے اور زیادہ احتیاط اسمیں ہے کہ نیت کرے۔ (فتح القدیر) اگر گدھے کا جھوٹا پانی میں گر جائے تو اس سے وضو جائز ہے جبتک کہ اسپر غالب نہ آجائے جسطرح کہ ماءِ مستعمل کا حکم ہے۔ (محیط السرخسی) چمگادڑ کے پیشاب اور بیٹ سے پانی اور کپڑا خراب نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں) جن حیوانات سے خون جاری نہیں ہوتا وہ پانی میں مر جائیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسے مچھر۔ مکھی۔ اور بھڑ بچھو وغیرہ۔ اور ان جانوروں کے مرنے سے جو پانی میں رہتے ہیں پانی خراب نہیں ہوتا۔ جیسے مچھلی، مینڈک۔ کیکڑا۔ یہ جانور اگر پانی کے علاوہ کسی اور چیز میں مریں تو بعض کا قول یہ ہے کہ مچھلی کے سوا دیگر جانوروں کے مرنے سے وہ شئی خراب ہو جاتی ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ شئے خراب نہیں ہوتی اور یہی اصح ہے۔ دریائی مینڈک

---

[1] کراہیت تنزیہی ہے۔

اور خشکی کے مینڈک برابر ہیں (ہدایہ) ابوالقاسم الصفار کہتے ہیں کہ یہی قول ہم اختیار کرتے ہیں (مضمرات) اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جانور پانی میں مرے یا باہر مرے اور پھر اس کو پانی میں ڈالدیں۔ (تبیین) اگر پھول جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ لیکن پانی پینا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کے اجزا پانی میں مل جاتے ہیں۔ اور اسکا کھانا جائز نہیں (محیط السرخسی) پانی کے جانور وہ کہلائے جاتے ہیں جو پانی میں پیدا ہوئے اور اسی میں رہتے ہوں۔ اِن سے ان جانوروں کا حکم مختلف ہے جو پانی میں رہتے ہوں لیکن پانی میں پیدا نہیں ہوئے۔ اِن سے پانی خراب ہو جاتا ہے (ہدایہ) اگر ناپاک غبار پانی میں گر جائے تو اسکا اعتبار نہ ہوگا مٹی کا اعتبار ہوگا (قنیہ) اگر لکڑی میں نجاست یا گوبر لگ جائے اور لکڑی جلکر راکھ ہو جائے اور یہ تھوڑے پانی میں گر جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی خراب نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (مضمرات) مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں۔ اور پٹھوں، کھروں، سُم اور چرے ہوئے سُم، سینگ۔ بال اور اُون، پر۔ دانت۔ چونچ اور ناخنوں کا بھی یہی حکم ہے! انسان[1] کے بال اور ہڈیاں بھی پاک ہیں۔ اور یہی صحیح ہے (اختیار شرح مختار) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال منڈے ہوئے یا کترے ہوئے ہوں۔ اکھڑے ہوئے ہوں تو ناپاک ہوں گے۔ (سراج الوہاج) مردہ جانور کا پتہ اور اسکے تھنوں کا دودھ اور باہر نکلے ہوئے انڈے کا چھلکا اور ماں کے پیٹ سے گرا ہوا بچہ جو تر ہو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہیں۔ (محیط السرخسی) اور مشک کا نافہ پاک ہے۔ اگر پانی پہونچنے سے خراب نہ ہو۔ اور اصح یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں پاک ہے اور ذبح کئے ہوئے جانور کا نافہ بالاتفاق پاک ہے۔ (تبیین) خنزیر کے تمام اجزا ناپاک ہیں (اختیار شرح مختار) اگر مردار کی ہڈی کنوئیں میں گر جائے اور اس پر گوشت یا چکنائی لگی ہوئی ہو۔ تو ناپاک ہو جائیگا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (معراج الدرایہ)۔

آدمی کی کھال یا کھال کی کھرنڈ جو پیر کے شگافوں سے نکلی ہو بشرطیکہ تھوڑی ہو اگر پانی میں گر جائے تو وہ خراب نہیں ہوتا۔ اور اگر بہت ہو یعنی ناخن کے برابر تو پانی خراب ہو جاتا ہے۔ اور ناخن کے گرنے سے پانی خراب نہیں ہوتا۔ (خلاصہ) جس چمڑے کو دواؤں کے ذریعہ حقیقی دباغت دی جائے یا مٹی لگا کر دھوپ میں سکھا کر یا ہوا میں ڈال کر حکمی دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ اس پر نماز پڑھنا اور اس کے بنائے ہوئے ڈول سے وضو کرنا جائز ہے۔ مگر انسان[1] اور خنزیر کی کھال کا یہ حکم نہیں ہے۔ (زاہدی) کھال کو اگر حقیقی دباغت دینے کے بعد پانی لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگی اور اگر اسکو حکمی دباغت دی گئی ہے اور اس کو پانی لگ جائے تو ظاہر یہ ہے کہ پھر نجس نہیں ہوتی (مضمرات) جس کی کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس کی کھال ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خون کے سوا تمام اجزا ذبح سے پاک ہو جاتے ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے، (محیط السرخسی)۔ وہ پیالے جو گھر میں اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ مشکوں کا پانی ان سے نکالا جائے تو اُن سے پانی پینا اور وضو کرنا اسوقت تک جائز ہے جبتک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ان کو نجاست لگی ہوئی ہے۔ چوہا بلی سے بھاگ کر پانی کے پیالے پر ہو کر گذرا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر بلی نے اس کو زخمی کر دیا تھا تو پیالہ ناپاک ہو جائیگا۔ اور اگر زخمی نہ کیا تھا تو ناپاک نہ ہوگا۔ شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ پانی کا پیالہ ہر صورت میں ناپاک ہو جائیگا۔ اس لئے کہ چوہا اکثر بلی کے خوف سے پیشاب کر دیتا ہے (محیط) اور یہی مختار ہے (خلاصہ) انسان کو ایسے حوض سے وضو کرنا جائز ہے جس میں یہ خیال ہو کہ شاید اس میں نجاست پڑی ہوئی ہو۔ مگر نجاست کے واقع ہونیکا یقین نہ ہو۔ اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ اسکا حال دریافت کرے اور جبتک اس میں نجاست کا یقین نہ ہو تو اس سے وضو کرتا رہے اسلئے کہ آثار سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ (محیط) اور اگر پانی کو ناپاک سمجھتا تھا اور اس سے وضو کر لیا۔ پھر

---

[1] انسان کی کھال تو کرامت و شرافت کی بنا پر دباغت کا محل نہیں ہے اور خنزیر کی کھال نجس العین ہونیکی وجہ سے دباغت کے بعد بھی پاک نہیں ہوتی

معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو اس سے وضو جائز ہے (خلاصہ) ایک درندہ جانور تھوڑے سے پانی پر ہو کر گذرا اگر گمان غالب یہ ہے کہ اس نے پانی پیا ہے تو ناپاک ہو جائیگا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (بحر الرائق ناقلاعن المبتغی) فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر جنگل میں تھوڑا پانی ملا تو اسے چاہیے کہ اسکو لیکر وضو کرے اور اگر اسکا ہاتھ ناپاک ہو اور کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں ہے۔ جس کو ڈال کر پانی نکالے تو اپنا رومال پانی میں ڈالے۔ رومال سے جو پانی ہاتھ پر گریگا تو ہاتھ پاک ہو جائیگا۔ اگر پانی کے کنارہ پر کتے کے داخل ہونے کی علامات پائی جاتی ہیں تو دیکھیں گے کہ یہ اگر علامات پانی سے اسقدر قریب ہیں کہ کتا یہاں سے پانی پی سکتا ہے تو وضو نہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) اگر لڑکے اور گاؤں والے رسی اور ڈول کو ہاتھ لگاتے ہوں تو رسی اور ڈول پاک رہیں گے۔ (ظہیریہ) جبتک کہ نجاست کا یقین نہ ہو (فتح القدیر) لڑکے نے اگر اپنا ہاتھ یا پیر پانی کے پیالے میں ڈالدیا اگر اسے معلوم ہے کہ اسکا ہاتھ یقیناً پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر پاکی یا ناپاکی کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں ہے تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرے۔ اس کے باوجود اگر اسی سے وضو کریگا تو وضو جائز ہوگا۔ (محیط) اگر کوئی شخص اپنے پیر دھو کر حمام کے صحن میں داخل ہوا۔ جس میں پانی پڑا ہوا ہے اور پھر باہر چلا گیا۔ پس اگر اسکو معلوم نہیں ہے کہ کوئی جنبی حمام میں نہایا ہے تو یہ جائز ہے کہ وہ اپنے پیر نہ دھوئے اور اسکو یہ معلوم ہے کہ اس میں جنبی نہایا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق پاؤں دھونے لازم نہیں ہیں اور یہی ظاہر ہے (محیط) اپنے اعضا اگر رومال سے صاف کئے اور رومال خوب بھیگ گیا یا اسکے بدن سے کسی کپڑے پر بہت زیادہ پانی ٹپکا تو اس کپڑے کے ساتھ نماز جائز ہے۔ اس لئے ماء مستعمل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے اور وہی مختار ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگرچہ ناپاک ہے۔ لیکن اس موقع پر ضرورت کی بنا پر اس کی نجاست کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ (بدائع) مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے۔ (خلاصہ) اور جامع الجوامع میں ہے اگر ماء قلیل نجاست کیوجہ سے ناپاک ہو جائے اور اس کے اوصاف یعنی رنگ۔ بو اور مزہ میں بھی تغیر آجائے تو اس کو کسی طرح بھی کام میں نہیں لایا جا سکتا اور یہ پیشاب کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے جانوروں کو پانی پلانا اور مٹی بھگونا جائز ہے۔ مگر یہ مٹی مسجد میں لگائی جائے۔ (تاتارخانیہ) جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے (خلاصہ) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) حوض میں اگر کسی قسم کا شیرہ تھا اور اس میں پیشاب پڑ گیا ہے تو وہ حوض اگر دہ در دہ ہے تو اسکا پانی خراب نہ ہوگا۔ اور اگر دہ در دہ سے کم ہے تو اس کا پانی خراب ہو جائیگا۔ جس طرح ٹھہرا ہوا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ خلاصہ۔

چوتھا باب ــــ تیمم کے مسائل ــــ (تین فصلیں)

پہلی فصل ۔ تیمم کی ضروری چیزیں

(۱) ان میں سے ایک نیت ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ طہارت کی نیت کرنا یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کرنا نماز کے ارادہ کے قائم مقام ہے۔ حدث کے تیمم اور جنابت کے تیمم میں تمیز فرض نہیں یہانتک کہ اگر جنبی نے وضو کے ارادہ سے تیمم کیا تو جائز ہے۔ (تبیین) اور نصاب میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) اگر جنازہ کی نماز کیلئے یا سجدہ تلاوت کیلئے تیمم کیا تو جائز ہے کہ اس سے فرض نماز بھی ادا کرے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

(محیط) اور اگر زبانی قرآن پڑھنے کیلئے یا قرآن میں دیکھکر پڑھنے کیلئے یا زیارت قبور کیلئے یا میت کو دفن کرنے کیلئے یا اذان کیلئے یا تکبیر کیلئے یا مسجد میں داخل ہونے کیلئے یا مسجد سے نکلنے کیلئے تیمم کیا اس طرح کہ مسجد میں باوضو داخل ہوا تھا پھر وضو ٹوٹ گیا یا قرآن چھونے کیلئے تیمم کیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو تمام علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان) اگر سجدۂ شکر کیلئے تیمم کرے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس تیمم سے فرض نماز نہیں ادا کر سکتا۔ اور امام محمد کے نزدیک فرض نماز ادا کرسکتا ہے۔ اسلئے کہ سجدۂ شکر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبادت ہے۔ اور ان دونوں کے نزدیک عبادت نہیں ہے (ذخیرہ) اگر سلام کیلئے یا سلام کا جواب دینے کیلئے کوئی شخص تیمم کرے تو اس سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر تیمم کرنے سے مقصد یہ ہو کہ دوسرے کو سکھائے اور نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے تو تینوں اماموں کے نزدیک اس سے نماز جائز نہیں۔ (خلاصہ) اور یہی ظاہر روایت ہے (فتاویٰ قاضی خاں) کافر اگر مسلمان ہونے کی نیت سے تیمم کرے اور مسلمان ہونے کے بعد اس تیمم سے نماز پڑھنا چاہے تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے (خلاصہ) بیمار کو ایک دوسرے شخص نے تیمم کرایا تو تیمم کی نیت بیمار کیلئے ضروری ہے۔ تیمم کرانے والے پر نہیں۔ (قنیہ)۔

دو مرتبہ ہاتھ مارنا

ایک ضرب سے منہ کا مسح کرے اور دوسری سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے (ہدایہ) کہنیوں کا بھی مسح کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) حلیہ میں ہے کہ منہ کی ظاہری کھال اور بالوں کے اوپر مسح کرے۔ یہی صحیح قول ہے (معراج الدرایہ۔ فتح القدیر) عذار کا مسح بھی شرط ہے یہ ہمارے اصحاب سے منقول ہے اور لوگ اس سے بیخبر ہیں (زاہدی) ہتھیلی پر مسح کرنا چاہیئے یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مسح نہ کرے اور ہاتھ مارنا کافی ہے (مضمرات) اگر ایک ہاتھ سے چہرہ کا مسح کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ کا تو چہرہ اور ہاتھ کا مسح ہو جائیگا۔ اور دوسرے ہاتھ کیلئے ایک ضرب اور لگائے۔ (سراج الوہاج) اگر تیمم کا ارادہ کرے۔ اور مٹی میں لوٹ پوٹ ہو اور اپنے جسم کو رگڑے اور یہ مٹی اس کے چہرہ اس کی ہتھیلی اور ہاتھوں پر پہونچ گئی تو جائز ہے اور اگر نہ پہونچی تو تیمم نہ ہوگا۔ (خلاصہ) جس شخص کے دونوں ہاتھ پہونچوں تک کٹ گئے ہوں وہ ہاتوں پر مسح کرے اور جس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے ہوں وہ موضع قطع پر مسح کرے اور کہنیوں کے اوپر سے اگر ہاتھ کٹا ہوا ہے تو مسح واجب نہ ہوگا۔ (محیط السرخسی) اگر دونوں ہاتھ شل ہو جائیں تو اپنے ہاتھ زمین پر پھیرے اور اپنا چہرہ دیوار پر لگادے۔ اس کے لئے یہی کافی ہے۔ اور نماز نہ چھوڑے (یہ ذخیرہ کی پانچویں فصل میں فصل تیمم سے کچھ پہلے لکھا ہے) اگر تیمم کیلئے ہاتھ مارے اور مسح سے پہلے حدث لاحق ہو گیا تو اس ضرب سے مسح جائز نہ ہوگا۔ جس طرح وضو میں بعض اعضاء کو دھونے کے بعد حدث ہو جائے۔ سید ابو شجاع نے یہی کہا ہے۔ قاضی اسبیجابی نے فرمایا کہ تیمم جائز ہوگا جیسے کسی شخص نے اپنے ہاتھوں میں پانی لیا اور اسوقت حدث لاحق ہو گیا پھر اسکے بعد پانی کا استعمال کیا۔ خلاصہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ وہ اس مٹی کو استعمال نہ کرے۔ اسی کو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہے۔ (فتح القدیر)

اعضاء پر پوری طرح مسح کرنا

ظاہر روایت کے مطابق تیمم میں دونوں عضووں پر خوب اچھی طرح مسح کرنا واجب ہے۔ (محیط السرخسی) اور یہی مختار ہے (مضمرات)

یہانتک کہ اگر کوئی شخص بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر مسح نہ کرے تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ (محیط السرخسی) تیمم میں انگوٹھی اور کنگن کا نکال لینا ضروری ہے۔ دونوں نتھنوں کے درمیانی پردہ پر بھی مسح کرے۔ انگلیوں کے بیچ میں اگر غبار نہیں گیا تو انکا خلال کرنا واجب ہے۔ (تبیین)

پاک مٹی

تیمم ایسی پاک چیز پر کرنا چاہیے جو زمین کی جنس سے ہو۔ (تبیین) جو چیزیں جلکر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی گھاس، پھوس وغیرہ یا پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا۔ کانسہ۔ تانبا اور شیشہ۔ سونا اور چاندی وغیرہ تو یہ زمین کی جنس سے نہ ہونگی اور ان کے علاوہ زمین کی جنس سے ہوں گی۔ (بدائع) پس تیمم مٹی پر ریتے پر اور زمین سے بنائے ہوئے شورے پر (یہ شورہ پانی سے نہ بنایا گیا ہو) گچ پر۔ چونے پر۔ سرمے پر۔ ہڑتال پر۔ اور گیرو و گندھک پر۔ فیروزہ پر۔ عقیق پر۔ بلخش پر۔ زمرد پر۔ اور زبرجد پر جائز ہے۔ (بحر الرائق) اور تیمم یاقوت و مرجان پر جائز ہے (تبیین) تیمم پختہ اینٹ پر بھی درست ہے۔ (بحر الرائق) یہی ظاہر روایت ہے۔ (تبیین) اور سفال یعنی مٹی کے پکے ہوئے برتن پر تیمم جائز ہے۔ لیکن اسپر اگر ایسی چیز کا رنگ ہے جو زمین کی جنس سے نہ ہو تو جائز نہ ہوگا۔ (خزانۃ الفتاوی)۔ پتھر پر تیمم جائز ہے۔ خواہ اسپر غبار ہو یا نہ ہو۔ مثلاً دھلا ہوا اور چکنا ہو۔ خواہ پسا ہوا ہو۔ یا نہ ہو۔ (فتاوی قاضی خان) سُرخ، سیاہ اور سفید مٹی پر تیمم جائز ہے (بدائع) زرد مٹی پر تیمم جائز ہے (خلاصہ) سبز مٹی پر تیمم جائز ہے تر زمین پر اور گیلی مٹی پر تیمم جائز ہو (بدائع) اس مردار سنگ پر تیمم جائز ہے جو کان سے نکلتا ہے اور جو کان سے نہیں نکلتا بلکہ کسی اور چیز سے بنایا جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا (محیط السرخسی) پانی سے بنے ہوئے نمک پر تیمم بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور پہاڑی نمک کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کی فقہا نے تصحیح کی ہے لیکن فتوی جواز پر ہے۔ (بحر الرائق) جلی ہوئی زمین پر تیمم کرے تو اصح یہ ہے کہ جائز ہے (ظہیریہ) پسے ہوئے یا بے پسے ہوئے موتیوں پر تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سونے اور چاندی پر تیمم کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ پگھلے ہوئے ہیں تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر پگھلے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مٹی میں ملے ہوئے ہیں اور غلبہ مٹی کا ہے تو انپر تیمم جائز ہے (محیط السرخسی) راکھ، عنبر۔ کافور۔ اور مشک پر تیمم درست نہیں ہے (ظہیریہ) جمے ہوئے پانی پر تیمم جائز نہیں ہے (تبیین) مٹی پر قدرت ہوتے ہوئے غبار پر تیمم کرنا جائز ہے (سراج الوہاج) اور یہی صحیح ہے۔ غبار سے تیمم کرنے کی صورت یہ ہے۔ کہ کپڑے پر یا نمدے پر یا تکیہ وغیرہ پر یا ان کے علاوہ وہ دوسری چیزیں جن پر غبار ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ مارے اور جب غبار ہاتھوں میں آجائے تو تیمم کرے۔ یا اپنا کپڑا جھاڑے اور جب اس سے غبار اٹھے تو اپنے ہاتھ غبار کی طرف ہوا میں اٹھائے اور جب غبار ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے۔ (محیط) اگر غبار چہرہ پر اور ہاتھوں پر پڑا ہوا ہے اس نے تیمم کی نیت کر کے ان پر مسح کر لیا۔ تو جائز ہے اور اگر مسح نہ کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ (ظہیریہ) اگر دونوں ہاتھ گیہوں پر یا جو پر یا اس طرح کے اور دانوں پر رکھے اور اس کے ہاتھوں کو غبار لگ گیا اور اسکا اثر ظاہر ہوا تو تیمم جائز ہے (سراج الوہاج) اور اگر اثر ظاہر نہ ہوا تو تیمم جائز نہیں ہے (بحر الرائق) اگر مٹی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو زمین کی جنس سے نہ ہو تو اس چیز کا اعتبار کیا جائیگا جو غالب ہے (ظہیریہ) اگر مسافر کیچڑ اور دلدل میں ہو اور وہاں نہ پانی ملے اور نہ پاک مٹی دستیاب ہو۔ اور اس کے کپڑے پر یا زین پر غبار بھی نہیں ہے تو اپنے کپڑے پر یا جسم کے حصہ پر کیچڑ لگائے اور خشک ہونے کے بعد تیمم کرے۔ لیکن جبتک وقت کے ختم ہونیکا اندیشہ نہ ہو تیمم نہ کرے اسلئے کہ اس میں بلا ضرورت منہ پر مٹی مل جائے گی۔ اور یہ مسئلہ کی صورت ہے۔ اگر اس کیچڑ سے تیمم کرے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے اسلئے کہ وہ منجملہ اجزائے زمین سے ہے اور اس میں جو پانی ہے وہ ختم ہونیوالا ہے

(بدائع) اگر مٹی پر پانی غالب ہو تو اس سے تیمم جائز نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر ناپاک کپڑے کے غبار سے تیمم کرے تو جائز نہ ہوگا۔ لیکن اگر غبار کپڑے کے خشک ہونیکے بعد پڑا ہے تو جائز ہے (نہایہ) زمین پر اگر ناپاکی لگی ہوئی تھی اور وہ خشک ہو گئی اسکا اثر بھی جاتا رہا تو اس پر تیمم جائز نہیں (فتاویٰ قاضی خاں)

تین انگلیوں سے مسح کرنا

تیمم کیلئے جو چیزیں ضروری ہیں ان میں تین انگلیوں سے مسح کرنا بھی ہے۔ تین انگلیوں سے کم میں مسح جائز نہیں ہے جس طرح کہ سر پر اور موزوں پر مسح کیلئے تین انگلیاں شرط ہیں۔ (تبیین)

پانی پر قادر نہ ہونا

تیمم کی ضروری چیزوں میں ایک پانی پر قادر نہ ہونا ہے۔ جو شخص پانی سے ایک میل دور ہو اسکے لئے تیمم جائز ہے۔ مقدار میں یہی مختار ہے۔ خواہ شہر کے باہر ہو یا شہر کے اندر اور یہی صحیح ہے۔ اور برابر ہے کہ مسافر ہو یا مقیم (تبیین) شہر میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم جائز نہیں اور اس طرح ان بستیوں میں بھی تیمم جائز نہ ہوگا۔ جن کے رہنے والے ان سے جدا نہیں ہوتے یا اکثر لوگ دن میں جُدا نہیں ہوتے۔ سلمی نے کہا ہے کہ تیمم جائز ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ تیمم جائز نہیں۔ یہ خلاف اس صورت میں ہے کہ پہلے پانی تلاش کرے (اور نہ پائے) اور اگر پانی تلاش نہیں کیا تو بالاجماع تیمم جائز نہیں ہے۔ (سراج الوہاج) ٹھیک قول یہ ہے کہ میل تہائی فرسخ کا ہوتا ہے۔ طول میں چار ہزار گز برابر اور ہر گز چوبیس انگلیوں کا ہوتا ہے۔ اور ہر انگلی کی چوڑائی چھ جو کے برابر ہوتی ہے۔ اس طرح کہ ہر جو دوسرے جو سے ملا ہوا ہو۔ (تبیین) پانی تلاش کرنے میں مسافت کا اعتبار ہے۔ وقت کے فوت ہونیکا اعتبار نہیں ہے (ہدایہ) درندے کے خوف یا دشمن کے خوف سے تیمم جائز ہے خواہ جان کا خوف ہو یا مال کا (عتابیہ) سانپ یا آگ کا خوف ہو (تبیین) اور اسی طرح اگر پانی کے پاس چور یا کوئی موذی ہو تو تیمم کرے (قنیہ) اور منتقی میں ہے کہ اگر امانت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا قرضدار کے تقاضے کا خوف ہو جس کا قرض ادا نہیں کر سکتا تو تیمم جائز ہے (زاہدی۔ کفایہ) عورت کو اگر خود لینے اور پر اندیشہ ہے اس طرح کہ پانی فاسق شخص کے پاس ہے تو تیمم جائز ہوگا۔ (بحرالرائق) اسی طرح اگر اپنی پیاس کا یا اپنے رفیقِ سفر یا اہل قافلہ میں سے کسی اور شخص کی پیاس کا اپنی سواری کے جانور یا ایسے کتے جو جانوروں کی حفاظت یا شکار کیلئے ہیں ان کی پیاس کا اب یا آئندہ خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ اسی طرح اگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو تو بھی تیمم جائز ہے۔ شوربا پکانے کی ضرورت کیلئے تیمم جائز نہیں۔ جنبی کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ نہانے میں سردی سے مر جائے گا یا بیمار پڑ جائے گا۔ تو تیمم جائز ہے۔ یہ حکم بالاجماع اس صورت میں ہے جب شہر سے باہر ہو اور اگر شہر ہی میں ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب اس کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں کہ حمام میں نہا سکے۔ اگر وہ حمام میں نہا سکتا ہے تو بالاجماع تیمم جائز نہیں ہے۔ نیز اختلاف اس صورت میں ہے۔ جب پانی گرم نہیں کر سکتا۔ اور اگر پانی گرم کر سکتا ہے تب بھی تیمم جائز نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج) بے وضو کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے سردی سے مر جائیگا یا بیمار ہو جائیگا تو اس کیلئے تیمم کرنا جائز ہے۔ (کافی) اسرار میں اسی کو اختیار کیا ہے لیکن اصح یہ ہے کہ اس کے لئے بالاجماع تیمم کرنا جائز نہیں ہے[1]۔ (نہرالفائق) اور صحیح یہ ہے کہ اس کیلئے تیمم جائز نہیں (خلاصہ۔ فتاوی

---

[1] یہاں فتاویٰ عالمگیری کے متن میں بظاہر اضطراب ہے کافی سے جو عبارت نقل کی ہے۔ اسمیں صاف لکھا ہے کہ بے وضو کو اگر یہ اندیشہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قاضی خان) مریض کے پاس پانی ہے لیکن اس کے استعمال کرنے میں مرض بڑھ جانے کا یا دیر سے تندرست ہونیکا اندیشہ ہے تو تیمم کرے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ مرض میں حرکت کرنے سے زیادتی ہو، جیسے عرق مدنی (رشتہ) کی بیماری ہوتی ہے۔ یا اس کو دست آرہے ہیں یا یہ اندیشہ ہے کہ پانی استعمال کرنے پر مرض بڑھ جائیگا۔ مثلاً چیچک نکل آئی۔ یا اس قسم کی کوئی اور بیماری ہے اگر خود وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کوئی شخص وضو کرانے والا نہیں ملتا۔ لیکن اگر کوئی خادم ملجائے یا مزدور کی اُجرت وہ ادا کرسکتا ہے یا اس کے پاس ایسا شخص ہے جو اس کے بلانے پر مدد کرسکتا ہے تو ظاہر مذہب کے مطابق تیمم نہ کرے اسلئے کہ وہ پانی پر قادر ہے (فتح القدیر) اس خوف اور اندیشہ کی یا تو اس کے پاس کوئی علامت چاہیئے یا تجربہ سے گمان غالب ہو یا کوئی مسلم حاذق طبیب جس کا فسق ظاہر نہ ہو اس کی نشاندہی کرے (شرح منیۃ المصلی بمصنفہ ابراہیم حلبی) اگر کسی شخص کے چیچک نکل آئی یا اُسکے متعدد زخم ہیں تو اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی اگر محدث ہے تو اکثر اعضاء وضو کا اعتبار کرینگے اور اگر جنبی ہے تو بدن کے اکثر حصہ کا لحاظ کیا جائے گا۔ بدن کا اکثر حصہ اگر صحیح ہے اور تھوڑی سی جگہ میں زخم ہے تو اکثر حصہ کو دھوئے اور ممکن ہو تو زخم پر ورنہ ان کھپچوں پر جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں یا پٹی کے اوپر مسح کرے۔ ایک عضو کو دھوکر اسی پر تیمم درست نہیں ہے۔ اگر کسی کے بدن کا آدھا حصہ صحیح ہے اور آدھا زخمی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ تیمم کرے اور پانی کا استعمال نہ کرے (خلاصۂ محیط) اور جمع العلوم میں ہے کلتہ بق (۱) بارش اور سخت گرمی میں تیمم جائز ہے (زاہدی۔ کفایہ) مسافر اگر کنوئیں پر جائے اور اس کے پاس ڈول نہ ہو تو تیمم کرسکتا ہے اور اگر ڈول ہے لیکن رسّی نہیں ہے تب بھی تیمم کی اجازت ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کے پاس کوئی کپڑا کنوئیں میں ڈالنے کے لئے نہ ہو۔ اور اس کے پاس کپڑا ہے تو تیمم کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر اس کے رفیق کے پاس ڈول ہے جس کا وہ خود مالک ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں پانی بھرنے کے بعد تمھیں دوں گا تو اس کے لئے انتظار کرنا مستحب ہے۔ اور انتظار کئے بغیر تیمم کرلیا تو جائز ہے (فتاویٰ قاضیخاں) اگر نہر کے اوپر پانی جم گیا ہے اور اس کے نیچے پانی ہے اور کاٹنے کا آلہ بھی موجود ہے تو تیمم نہ کرنا چاہیئے۔ اور بعض کے نزدیک ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے۔ اور اگر جما ہوا پانی یا برف ہو اور اس کے پاس پگھلانے کا آلہ بھی ہو تو تیمم نہ کرنا چاہیئے۔ اور بعض کے نزدیک تیمم کرسکتا ہے۔ اور ظاہر ان دونوں صورتوں میں پہلا حکم ہے۔ (بحر الرائق) ایک شخص دار الحرب میں گرفتار ہے کفّار اسکو وضو اور نماز سے روکتے ہیں تو اس کو تیمم کرکے اشاروں سے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اور وہاں سے نکلنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جس سے ایک انسان یہ کہتا ہے کہ اگر وضو کروگے تو میں تمھیں قید کردوں گا یا قتل کروں گا۔ اسکو بھی تیمم کرکے اشاروں سے نماز پڑھ لینی چاہیئے اور بعد میں نماز کا اعادہ کرلینا چاہیئے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جو شخص قید خانہ میں گرفتار ہے اس کو تیمم کرکے نماز پڑھ لینی چاہیئے پھر وضو کرکے نماز دوبارہ ادا کرے اسلئے کہ عجز آدمیوں کے فعل سے متحقق ہوا ہے اور آدمیوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر سفر میں گرفتار ہوگیا تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس صورت میں حقیقی عجز کے ساتھ سفر کا عذر بھی شامل ہوگیا ہے۔ اور سفر میں چونکہ اکثر پانی نہیں ملا کرتا تو ہر طرح سے عدم پایا گیا۔ (محیط السرخسی) اور اصل یہ ہے کہ پانی اگر اس طرح استعمال کرسکتا ہے کہ اس کی جان و مال کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا تو پانی کا استعمال واجب ہے اور اگر اپنی قیمت سے

ہے کہ وہ سردی سے مرجائے گا یا بیمار ہوجائیگا تو اس کے لئے تیمم جائز ہے اور آگے اسرار سے اس کی تائید بھی کردی ہے اس کے بعد پھر نہر الفائق سے یہ نقل کرنا کہ ایسی حالت میں بالا جماع اس کیلئے تیمم جائز نہیں ہے کیسے درست ہوسکتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ فقہا اور مشائخ نے بے وضو کے لئے سردی کی بنا پر تیمم کو جو نا جائز کہا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وضو میں عادتاً اسکا امکان نہیں پایا جاتا لیکن وضو کرنے میں اگر عضو شل ہوجانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو بالاتفاق تیمم جائز ہوگا۔ مترجم۔ (۱) مچھروں سے حفاظت کیلئے چاروں طرف ایک باریک کپڑا اڑاکر چھوٹا سا گھر بنا لیتے ہیں۔

زیادہ پر مل رہا ہے تو اس میں نقصان ہے اور اسپر وضو لازم نہیں اور اگر اپنی قیمت ہی پر مل رہا ہے تو اسکے لئے وضو ضروری ہے (بحر الرائق)

پانی تلاش کرنا

تیمم کی ضروری چیزوں میں پانی کا طلب کرنا بھی ہے۔ مسافر کو اگر غالب گمان ہے کہ قریب میں پانی مل جائیگا تو ایک غلوہ تک تلاش کرنا ضروری ہے اور اگر غالب گمان یہ نہیں ہے اور کسی نے پانی کی اطلاع بھی نہیں دی تو تلاش کرنا واجب نہیں (کافی) پانی ملنے میں اگر اسے شک ہے تو اس کو تلاش کرنا مستحب ہے اور اگر شک نہ ہو اور تلاش کئے بغیر تیمم کر لیا تو تارک افضل نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج) چار سو گز کی مسافت کو غلوہ کہتے ہیں۔ (ظہیریہ) اگر کسی دوسرے شخص کو پانی تلاش کرنے کیلئے بھیجدے تو خود تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بغیر تلاش کئے ہوئے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسکے بعد پانی تلاش کیا اور نہ ملا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز لوٹانا ضروری ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ (سراج الوہاج) اور اگر پانی قریب ہے اور اسے خبر نہیں اور وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہیں ہے جس سے دریافت کرے تو اسکے لئے تیمم جائز ہے۔ اور اگر اس کے سامنے ایسا شخص تھا جس سے دریافت کر سکتا تھا لیکن نہیں کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد اس نے دریافت کیا تو اس شخص نے قریب ہی میں پانی بتا دیا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ جس طرح اس شخص کا تیمم درست نہیں ہے جو آبادی میں آیا اور پانی تلاش کئے بغیر تیمم کر لیا۔ اور اگر شروع میں دریافت کیا اور کسی شخص نے اطلاع نہیں دی اور اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسکے بعد کسی شخص نے اطلاع دی کہ پانی قریب ہی ہے تو اس کی نماز درست ہوگئی اسلئے کہ اسکے اوپر جو ضروری تھا وہ کر چکا (محیط السرخسی) اگر اسکے رفیق کے پاس پانی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ طلب کرنے پر پانی دے دیگا تو اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ طلب کرنے پر وہ پانی نہیں دیگا تو اس کیلئے تیمم جائز ہے۔ اور اگر اس کو اس بارے میں شک تھا۔ اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اس کے بعد اس نے پانی مانگا اور اس نے دیدیا تو وہ نماز دوبارہ پڑھے گا۔ (کافی۔ شرح زیادات للعتابی) اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے اس نے انکار کر دیا تھا۔ اور نماز سے فارغ ہونیکے بعد اس نے پانی دیدیا تو اب دوبارہ نماز نہ پڑھے۔ اسکا رفیق اگر پانی قیمت سے دینا چاہتا ہے اور اسکے پاس دام ہیں تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ دگنی قیمت سے کم پر پانی نہیں دیتا تو تیمم کرے (کافی) پانی کی قیمت کا اندازہ اس کے قریب مقامات سے کیا جائیگا جہاں پانی کمیاب ہو گیا ہے (فتاوے قاضی خاں) ایک شخص تیمم کرکے نماز پڑھ رہا ہے نماز کی حالت میں اپنے ساتھی کے پاس پانی دیکھا پس اگر اسکو غالب گمان ہے کہ وہ پانی دیدیگا تو نماز توڑ ڈالے۔ اور اگر شک ہے تو نماز پڑھتا رہے جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اس سے طلب کرے اگر پانی دیدے تو وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھے اور اگر انکار کر دے تو اس کی نماز پوری ہوگئی اور اگر انکار کرنیکے بعد دے تو نماز پڑھ چکا ہے وہ اسکا اعادہ نہ کریگا۔ (محیط السرخسی)۔

تیمم کی توڑنے والی چیزیں

جو چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں وہ تیمم کو بھی توڑ دیتی ہیں (ہدایہ) ضرورت سے فاضل اگر اتنا پانی بچ جائے جس سے وضو ہو سکتا ہے تو تیمم ٹوٹ جائے گا (بحر الرائق) ایک جنبی نے غسل کیا اور تھوڑا سا حصہ خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو اس حصہ کیلئے تیمم کرے اسلئے

کہ جنابت باقی رہ گئی ہے۔ پس اگر وضو ٹوٹ گیا تو اس کیلئے تیمم کرے پھر اگر اتنا پانی مل جائے جو دونوں کیلئے کافی ہے تو دونوں کرے اور اگر اتنا ملے جس سے صرف ایک کر سکتا ہے تو وہی کرے اور دوسرے کا تیمم باقی رہے گا۔ اور اگر یہ صورت ہے کہ پانی دونوں کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک اچھی طرح کر سکتا ہے چاہے وضو کرے یا وہ حصہ دھوے جو جنابت میں خشک رہ گیا ہے۔ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے خشک حصہ دھوئے گا اور حدث کیلئے تیمم کرے گا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس پانی سے وضو کر لیا ہے تو جائز ہے دوبارہ تیمم نہ کریگا۔ اور جنابت کیلئے بالاتفاق دوبارہ تیمم کرے گا۔

اور اگر پانی ملنے سے پہلے حدث کیلئے تیمم نہیں کیا تھا اور خشک حصہ کو دھونے سے پہلے حدث کا تیمم کر لیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور اول اصح ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک کیلئے بھی پانی کافی نہیں تو دونوں کا تیمم باقی رہے گا۔ جنبی کے بدن پر اگر ایک حصہ خشک رہ گیا تھا اور تیمم کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو دونوں کی نیت کر کے ایک تیمم کرے۔ پھر تیمم کر لینے کے بعد اگر اسقدر پانی ملا ہے جو ان میں سے ایک کیلئے کافی ہے تو بدن کے خشک حصہ کو دھوے۔ اور حدث کیلئے امام محمد کے نزدیک دوبارہ تیمم کرے۔ (کافی) اور اگر پانی ان دونوں میں سے خاص ایک کیلئے کافی ہے اور دوسرے کیلئے کافی نہیں ہے۔ تو جس کے لئے پانی کافی ہے اسکو دھوے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا۔ (شرح وقایہ)۔

اگر غسل میں پشت پر ایک ٹکڑا باقی رہ گیا اور وضو کرنے میں کسی عضو کا دھونا بھول گیا اور پانی ان میں سے ایک کیلئے کافی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے دھوے۔ لیکن اعضاء وضو میں صرف کرنا بہتر ہے۔ (شرح زیادات مصنفہ عتابی)۔ مسافر بے وضو ہے اور اس کے کپڑے بھی ناپاک ہیں اور اسکے پاس اتنا پانی ہے جو ان میں سے ایک کیلئے کافی ہے تو اس سے نجاست دھوئے اور حدث کیلئے تیمم کرے۔ اور اگر تیمم کرنیکے بعد اس نے کپڑوں کی نجاست دھوئی تو دوبارہ تیمم کریگا۔ اسلئے کہ اس نے جسوقت تیمم کیا تھا تو وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کر سکتا تھا (محیط السرخسی) اور اگر پانی سے وضو کیا اور ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لی۔ اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن گنہ گار ہوگا۔ (فتاویٰ قاضیخاں) جس مرض کیوجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ مرض ختم ہو گیا تو اسکا تیمم بھی ٹوٹ گیا۔ مسافر نے پانی نہ ہونے کی بنا پر تیمم کر لیا پھر اس حالت میں کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ جسمیں تیمم جائز ہے تو مقیم ہونیکے بعد اس تیمم سے نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ رخصت تیمم کے چونکہ مختلف اسباب ہیں اسلئے ایک رخصت دوسری میں شامل نہیں ہو سکتی۔ اور پہلی رخصت بالکل نیست و نابود ہو چکی ہے۔ (کذا فی الفصول العمادیہ فی احکام المرضیٰ فی کتاب الطہارت) پانی پر اگر سوتے ہوئے گذرا تو اصح یہ ہے کہ کل کے نزدیک تیمم نہ ٹوٹے گا (زاہدی) اگر پانی پر گذر ہوا۔ لیکن کسی درندے یا دشمن کے خوف سے نہیں اتر سکتا تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ (سراج الوہاج)۔

اسی طرح اگر کنوئیں پر پہنچا اور اس کے پاس ڈول۔ رسی نہیں ہے۔ یا پانی ملا لیکن اسکو اندیشہ ہے کہ اگر وضو کر لیا تو پیاسا رہیگا تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے پائے جانے سے تیمم منع ہو جاتا ہے۔ اس چیز کے موجود ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور جو شے ایسی نہیں ہوتی۔ اس سے تیمم بھی نہیں ٹوٹتا۔ (بدائع) ایک شخص پانی پر گذرا اور وہ تیمم کئے ہوئے تھا۔ لیکن تیمم کو بھول گیا تو اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا۔ (خزانۃ المفتین) بہت سے لوگوں نے تیمم کیا۔ اور ان سے ایک شخص نے کہا کہ اس پانی سے تم میں سے جو چاہے وضو کرے اور وہ صرف ایک کیلئے کافی ہے تو ان سب کا تیمم باطل ہو جائیگا۔ اور اگر یہ کہا یہ پانی تم سب کیلئے ہے اور اسپر انہوں نے قبضہ بھی کر لیا تو ان کا تیمم نہ ٹوٹے گا (کافی) اور اگر وہ سب لوگ کسی ایک کو اس پانی کی اجازت دیدیں تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس کے مطابق نہیں ٹوٹے گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا (سراج الوہاج) اگر مسافر کو جنگل میں مٹکے وغیرہ میں پانی رکھا ہوا ملے تو اسکا تیمم نہ ٹوٹے گا اور اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے

وضو کرے۔ لیکن پانی اگر بہت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پینے اور وضو دونوں کیلئے ہے تو وضو جائز ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ ایک مسافر جو تیمم کئے ہوئے ہے اگر اسکو صرف اتنا پانی ملا جس سے اعضاء وضو کو جنکا دھونا فرض ہے صرف ایکبار دھو سکتا ہے۔ اور سنت کے طریقہ پر اگر دھوئے تو وہ ناکافی ہوگا تو اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا یہی مختار ہے (خلاصہ) اگر کوئی شخص تیمم کے بعد مرتد ہو جائیگا۔ تو اسکا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ یہانتک کہ اگر دوبارہ مسلمان ہوگیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

تیمم کے متفرق مسائل

تیمم میں سات سنتیں ہیں (۱) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر رکھکر آگے لانا (۲) اور پیچھے لیجانا (۳) دونوں ہاتھوں کو جھاڑنا (۴) انگلیاں کھولنا (۵) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۶) ترتیب کا لحاظ کرنا (۷) درمیان میں توقف نہ کرنا۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھکر آگے لائے اور پھر پیچھے لیجائے اور ان کو اٹھا کر جھاڑے۔ (تبیین) ہاتھوں کو اتنا جھٹکنا چاہیے کہ مٹی جھڑ جائے (ہدایہ) پھر منہ کا اس طرح مسح کرے کہ اس میں سے کچھ باقی نہ رہے اسکے بعد پھر اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح زمین پر رکھے اور ان کا کہنیوں تک مسح کرے (تبیین) ہمارے مشائخ نے کہا ہے بائیں ہاتھ کی چار انگلیوں کے سروں سے داہنے ہاتھ کی اوپر کی جانب کہنیوں تک مسح کرے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کے نیچے کی طرف گٹوں تک مسح کرے اور بائیں انگوٹھے کے نیچے کے حصہ کو داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے اور یہی محتاط طریقہ ہے۔ (محیط السرخسی۔ بدائع) وقت کے داخل ہونیسے پہلے ہمارے نزدیک تیمم کر سکتا ہے۔ (خلاصہ) اور ایک تیمم سے جتنے چاہے فرائض اور نوافل پڑھ سکتا ہے (اختیار شرح مختار) اگر کسی شخص کو گمان غالب ہے کہ آخری وقت میں پانی ملجائیگا۔ اور اس شخص سے پانی کیجگہ تک ایک میل کا فاصلہ ہے تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ (سراج الدرایہ) خجندی فرماتے ہیں کہ آخر وقت جواز تک تاخیر کرنی چاہیئے اور بعض کے نزدیک مستحب وقت کے اخیر تک تاخیر کرنی چاہیئے۔ اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) اگر پانی ملنے کی توقع نہ ہو تو تاخیر نہ کرے تیمم کرکے مستحب وقت میں نماز پڑھ لینی چاہیئے (بدائع) (وہکذا فی شرح الطحاوی والکافی) سفر میں ایک جنبی ہے اور ایک حائضہ ہے جو حیض سے پاک ہو چکی ہے اور وہاں ایک میت بھی ہے اور پانی ان میں سے صرف ایک کیلئے کافی ہو سکتا ہے تو جو شخص پانی کا مالک ہے وہی اسکا مستحق ہوگا اور اگر مشترک طور پر تینوں اس کے مالک ہیں تو کسی پر صرف نہ کیا جائے اور سب کیلئے تیمم مباح ہوگا۔ اور اگر پانی مباح ہو تو اسکا جنبی زیادہ مستحق ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی اصح ہے (ظہیریہ) اور اسی طرح اگر حائضہ کے بدلے کوئی بے وضو ہو تب بھی جنبی ہی پانی کا مستحق رہیگا۔ (خلاصہ)

اگر باپ بیٹے کے درمیان پانی ہے تو اس کے استعمال کیلئے باپ اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کر سکتا ہے تو تیمم کرے اور وضو واجب نہیں۔ لیکن اگر جنابت کے ساتھ ایسا حدث بھی ہے جس سے وضو ضروری ہے تو وضو کرے اسی طرح اگر بے وضو کے پاس اتنا پانی ہے کہ پورا وضو نہیں کر سکتا صرف کچھ اعضاء دھو سکتا ہے تو تیمم کرے اور بعض اعضاء نہ دھوئے (شرح وقایہ) ایک شخص نے تیمم کیا اور اس کے کجاوہ میں پانی تھا جس کا اسے علم نہ تھا یا دہ بھول گیا تھا اور نماز پڑھ لی تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔ (محیط السرخسی) یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ اس نے پانی خود رکھا تھا۔ یا کسی دوسرے شخص نے اس کے حکم سے رکھا تھا یا حکم کے بغیر رکھا تھا۔ لیکن اسے

معلوم نہ ہو تو بالاتفاق دوبارہ نماز نہ پڑھے گا (تبیین) نماز کے وقت میں یاد آجانا بعد میں یاد آنا برابر ہے (ہدایہ) اگر کسی شخص نے ایسے کنوئیں پر خیمہ لگایا جو اوپر سے ڈھکا ہوا ہے حالانکہ اسمیں پانی ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہے یا نہر کے کنارہ پر خیمہ لگایا اور اسے پتہ نہ چلا اور اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز درست نہ ہوگی۔ (محیط) اگر کسی شخص کو شک تھا۔ یا غالب گمان تھا کہ اس کے پاس پانی ختم ہو چکا ہے اور نماز ادا کرلی پھر پانی مل گیا تو بالاجماع دوبارہ نماز پڑھے۔ اگر کسی کی پشت پر پانی ہے۔ یا اس کی گردن میں لٹک رہا ہے۔ یا اس کے سامنے ہے اور بھول کر نماز پڑھ لی تو بالاجماع جائز نہ ہوگی۔ (سراج الوہاج) اگر ایک شخص سوار تھا اور پانی پالان پر لٹک رہا تھا اور وہ سامان کے پیچھے تھا۔ اور بھول کر تیمم کرلیا تو جائز ہے اور اگر پانی پالان کے سامنے تھا تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر وہ پیچھے سے ہانکنے والا ہے اور پانی سامان کے پیچھے تھا تو اس کے لئے تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر سامنے تھا تو تیمم جائز ہے اور اگر سواری آگے سے کھینچ رہا ہے تو ہر صورت میں جائز ہے۔ (محیط سرخسی) مریض اگر تیمم پر قادر نہیں ہے کوئی اس کے پاس ایسا آدمی بھی نہیں ہے جو اس کو وضو یا تیمم کرا سکے تو امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وہ نماز نہ پڑھے شیخ امام محمد بن الفضل نے کہا ہے کہ میں نے کرخی کی جامع صغیر میں دیکھا ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں اور اس کے چہرہ پر بھی زخم ہو تو طہارت کے بغیر نماز پڑھے اور تیمم نہ کرے اور پھر دوبارہ نماز نہ پڑھے یہی اصح ہے (ظہیریہ) ایک شخص گرفتار ہے اور اس کے پاس نہ پانی ہے نہ پاک مٹی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز نہ پڑھے۔ (فتاویٰ قاضی خان) یہ اس[علہ] صورت میں ہے کہ زمین یا دیوار کو کسی چیز سے کھود نہیں سکتا۔ اور اگر کھود سکتا ہے تو مٹی نکال کر تیمم کرے۔ (خلاصہ) ایضاح میں ہے کہ اگر کسی شخص کو وضو کرنے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے اور تیمم کرنے سے نہیں ہوتا تو اس کے لئے تیمم جائز ہے (سراج الوہاج) ایک شخص جنگل میں ہے اور اس کے ساتھ زمزم کا پانی قمقمہ میں بند ہے اور اس کے اوپر رانگ کا ٹانکا ہے تو اس کیلئے تیمم جائز نہیں ہے (خلاصہ) اگر جنازہ آجائے اور ولی اس کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے اور اندیشہ ہے کہ نماز وضو کرنے سے فوت ہو جائے گی تو اس کے لئے تیمم جائز ہے (ہدایہ) ولی جس کو وضو کی اجازت دے تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں (خلاصہ) جو شخص ولی پر مقدم ہو اگر وہ حاضر ہو تو ولی کیلئے بھی بالاتفاق تیمم کی اجازت ہے۔ اسلئے کہ اسے بھی نماز فوت ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ اسی طرح ولی کو اسوقت بھی تیمم جائز ہے جب وہ کسی دوسرے شخص کو نماز کی اجازت دیدے (بحر الرائق) ایک جنازہ پر تیمم سے نماز پڑھی پھر دوسرا جنازہ آگیا۔ پس اگر پہلے اور دوسرے جنازہ کے درمیان اتنا وقت ہے کہ وہ جاکر وضو کر سکتا ہے اور آکر نماز پڑھ سکتا ہے تو دوبارہ تیمم کرنا پڑیگا۔ اور اگر اتنا وقت نہیں ہے کہ سب کام کر سکے تو اسی تیمم سے نماز پڑھ لے۔ اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) عید کی نماز کھڑی ہونے سے پہلے امام کیلئے تیمم جائز نہیں ہے جبکہ وقت ختم ہونیکا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر اسکا خوف ہے تو امام کیلئے تیمم جائز ہے۔ (بحر الرائق) مقتدی کے پاس اگر اتنا وقت ہے کہ وضو کرکے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کیلئے تیمم جائز نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ عید کی نماز تیمم سے شروع کرنے کے بعد امام یا مقتدی کو اگر حدث لاحق ہو جائے تو تیمم کرکے بلا خلاف بنا کرے۔ اور یہی حکم بالاجماع اس صورت میں ہے کہ وضو سے عید کی نماز شروع کی تھی اور وقت جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وقت ختم ہونیکا اندیشہ نہیں ہے اور اسکو یہ امید ہے کہ امام کے تمام کرنے سے پہلے شامل ہو جائیگا۔ تو بالاجماع تیمم جائز نہیں۔ اور اگر یہ امید نہیں ہے تو امام اعظم کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرے اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے (نہایہ) اصل یہ ہے کہ جس جگہ ادا فوت ہو اور اسکا کوئی قائم مقام نہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ اور جو چیز اس طرح فوت ہو کہ اس کا

علہ کھودنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ زمین یا دیوار کے اوپر کا حصہ ناپاک ہے۔

کوئی قائم مقام بھی ہو جیسے جمعہ کی نماز تو وہاں تیمم جائز نہیں[1] (جوہرہ نیرہ) اگر دو شخص ایک جگہ سے تیمم کریں تو جائز ہے (محیط السرخسی) اور اگر ایک جگہ پر کئی مرتبہ تیمم کرے یہ بھی درست ہے (تاتارخانیہ) جنبی کو نماز جنازہ اور صلوٰۃ عید کیلئے تیمم جائز ہے (ظہیریہ) جس شخص کو اپنے تیمم پر یقین ہے اسکا تیمم اسوقت تک باقی رہے گا۔ جبتک کہ اس کو حدث کا یقین نہ ہو۔ اور جس شخص کو حدث کا یقین ہے اسکا حدث اسوقت تک باقی رہے گا۔ جبتک کہ اسکو تیمم کا یقین نہ ہو۔ (خلاصہ) تیمم پر تیمم کرنا عبادت نہیں (قنیہ) مسافر کے لئے جائز ہے کہ باندی سے وطی کرے اگرچہ اس کو پانی نہ ملنے کا یقین ہو۔ (خلاصہ) ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس سے ایک نصرانی کہتا ہے کہ پانی لے لو تو اسے چاہیے کہ وہ نماز برابر پڑھتا رہے اور اس کو نہ توڑے اسلئے کہ کبھی اسکا کلام بطور تمسخر کے بھی ہوتا ہے۔ پس شک کی صورت میں نماز نہ توڑنی چاہیے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد مانگے اگر دیدے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر نہ دے تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

پانچواں باب — موزوں پر مسح کرنا

موزوں پر مسح کرنا رخصت ہے اور مسح کو جائز مان کر اگر کوئی شخص عزیمت پر عمل کرے تو اولیٰ ہے (تبیین) اس باب میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل — جوازِ مسح کی شرائط

ان میں سے ایک یہ ہے کہ موزہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس کو پہنکر سفر کر سکیں اور متواتر چل سکیں اور ٹخنے ڈھک جائیں ٹخنوں سے اوپر ڈھکنا شرط نہیں ہے۔ یہانتک کہ اگر ایسا موزہ پہنا جس کی ساق نہیں ہے تو اس پر مسح جائز ہے بشرطیکہ ٹخنے ڈھک جائیں مجلد جراب پر مسح جائز ہے اور مجلد جراب وہ ہے کہ اس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہوا ہو (کافی) اور منعل وہ جراب کہلاتی جاتی ہے جس کے صرف تلے میں چمڑا ہو جیسے پاؤں میں نعل ہوتے ہیں (سراج الوہاج) اور جراب ثخین اسے کہتے ہیں جو مجلد اور منعل نہ ہو۔ لیکن پنڈلی پر بغیر باندھے رُکی رہے۔ اور اس میں سے پنڈلی نظر نہ آتی ہو۔ اسی پر فتویٰ ہے (نہر الفائق) اگر ٹخنوں تک کی جراب پہنی اور اس میں سے اس کے ٹخنے یا قدم ایک یا دو انگل کے برابر نظر آتے ہوں۔ تو اسپر مسح جائز ہے اور اسکا حکم اس موزہ کی طرح ہے جسپر ساق نہیں ہوتی اگر کسی نے صرف جرموق[2] پہنے اور وہ ٹاٹ وغیرہ کی قسم میں سے ہوں تو انپر مسح جائز نہیں ہے۔ اگر وہ کھال وغیرہ کے ہوں تو جائز ہے اور اگر جرموق موزوں پر پہنے اور وہ اسقدر پتلے ہیں کہ تری نیچے پہونچ جاتی ہے تو ان پر مسح جائز ہے۔ اگر وہ کھال وغیرہ کے ہوں تو اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ان کو حدث کے بعد موزوں پر مسح کرنے سے پہلے یا موزوں پر مسح کرنے کے بعد پہنا تو انپر مسح جائز نہیں ہے۔ اور اگر حدث سے پہلے پہنے تو ہمارے نزدیک انپر مسح جائز ہے۔ (محیط) اگر دونوں پیروں میں موزے پہنے اور ایک موزے پر جرموق بھی پہنا تو اس موزہ پر مسح کرنا جائز ہے جسپر جرموق نہیں ہے۔ اور جرموق پر مسح کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) موزہ پر موزہ پہنا جرموق کے مثل ہے۔ (خلاصہ) اگر ایسے موزے پہنے جن کی دو تہ ہیں تو انپر بھی مسح جائز ہے۔ (کافی) صحیح مذہب یہ ہے کہ اُن موزوں پر مسح جائز ہے جو ترکی نمدوں سے بنتے ہیں۔ اسلئے کہ ان کو پہنکر سفر کیا جا سکتا ہے۔ (شرح مبسوط۔ مصنفہ امام سرخسی) جارق[3] میں اگر پاؤں ڈھک جائیں

---

[1] اسلئے کہ جمعہ کی نماز کا بدل ظہر کی نماز ہے بخلاف عید کی نماز کے کہ اسکا کوئی بدل نہیں ہے اور نہ اسکی قضا مشروع ہے [2] جرموق اسکو کہتے ہیں۔ جو موزوں کے اوپر کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے لئے پہنتے ہیں [3] جارق یہ بھی ایک قسم کا موزہ ہوتا ہے"

اور ٹخنے یا قدم ایک یا دو انگلی کے برابر نظر آتے ہوں تو مسح جائز ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو، لیکن اس کے چمڑے میں پاؤں ڈھک جائیں۔ اور جاروق کو سی کر ملا دیں تو اس پر مسح جائز ہے۔ اور اگر کسی چیز سے باندھکر ملا دیں تو جائز نہیں ہے (خلاصہ) اگر لوہے، لکڑی، یا شیشے کے موزے بنا دیئے تو ان پر مسح جائز نہیں ہے (جوہرہ نیرہ)۔

موزوں پر تین انگلیوں کے برابر مسح کرنا

جواز مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر موزہ کے اوپر تین انگلیوں کی مقدار کے برابر مسح کرے اور یہی اصح قول ہے (محیط سرخسی) تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح کرنا چاہئے (ہکذا فی فتاوی قاضی خاں) موزے کے نیچے یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے اطراف میں یا ٹخنے پر مسح جائز نہیں ہے (تبیین) اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کی مقدار کے برابر اور دوسرے پر پانچ انگلیوں کے مقدار کے برابر مسح کرے تو جائز نہیں۔ (فتح القدیر) موزہ پر ایسی جگہ مسح کرنے کا اعتبار نہیں ہے جو پاؤں سے الگ ہے۔ اگر اس جگہ میں اپنے پاؤں لیجا کر مسح کرے تو جائز ہے۔ اور اس کے بعد اسکا پاؤں اسجگہ سے جدا ہو جائے تو دوبارہ مسح کرے (سراج الوہاج) اگر ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور وہ اسکو نہ دھو سکتا ہے نہ مسح کر سکتا ہے تو اسکو دوسرے پر مسح کر لینے کی اجازت ہے اسی طرح اگر ٹخنوں کے اوپر سے پیر کٹ گیا تو اسکا بھی وہی حکم ہے۔ اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور تین انگلیوں کے برابر اسپر مسح ہو سکتا ہے تو دونوں پاؤں پر مسح کریگا۔ ورنہ مسح نہ کریگا۔ (محیط) اگر جرموق چوڑا ہے اس کے اندر ہاتھ ڈالکر موزہ پر مسح کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (قنیہ)۔

تین انگلیوں سے مسح کرنا

جواز مسح کی ضروری چیزوں میں یہ بھی ہے کہ تین انگلیوں سے مسح کرے۔ یہی صحیح ہے (کافی) یہانتک اگر ایک انگلی سے مسح کیا اور نیا پانی نہیں لیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔ اور اگر ایک انگلی سے تین بار تین جگہ مسح کرے اور ہر بار نیا پانی لے تو جائز ہے۔ (تبیین) اگر انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے مسح کیا اور وہ دونوں کھلے ہوئے تھے تو مسح جائز ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر اس طرح مسح کرے کہ تین انگلیاں رکھدے اور ان کو نہ کھینچے تو جائز ہے لیکن سنت کیخلاف ہے۔ (منیۃ المصلی) اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور ان سے پانی ٹپک رہا ہے تو مسح جائز ہے ورنہ جائز نہیں (ذخیرہ) اگر مسح کرنے کی جگہ پر پانی یا بارش کے قطرے تین انگلیوں کی مقدار کے برابر پڑ جائیں۔ یا ایسی گھاس پر چلا جو بارش کے پانی میں بھیگی ہوئی ہے تو کافی ہے اور اصح قول کے مطابق شبنم بھی بارش کے حکم میں داخل ہے (تبیین) اعضا کے دھونے میں جو تری رہجاتی ہے اس سے مسح جائز ہے۔ خواہ ٹپکتی ہو یا نہ ٹپکتی ہو۔ مسح کرنیکے بعد جو تری باقی رہتی ہے اس سے مسح جائز نہیں ہے۔ (محیط) مسح کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے کے اگلے حصہ پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے اور انگلیوں کو کشادہ طور پر پنڈلی کیطرف ٹخنوں سے اوپر کھینچے۔ (فتاوی قاضی خاں) یہ مسنون طریقہ ہے یہانتک کہ اگر پنڈلی کی جانب سے پاؤں کی انگلیوں کی جانب کھینچے۔ یا دونوں موزوں پر چوڑائی میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے۔ (جوہرہ نیرہ) اگر ہتھیلی رکھکر یا صرف انگلیاں رکھکر کھینچے تو دونوں صورتیں مناسب ہیں۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے۔ کہ پورے ہاتھ سے مسح کرے۔ اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا تب بھی جائز ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ ہتھیلی

کے اندر کے حصہ سے مسح کرے (خلاصہ) مسح میں خطوط کا ظاہر ہونا ظاہر روایت کے مطابق شرط نہیں ہے (زاہدی) طحاوی میں بھی یہی ہے۔ لیکن یہ صورت مستحب ہے۔ (منیۃ المصلی) مسح کئی بار کرنا سنت نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) موزوں پر مسح کیلئے نیت شرط نہیں ہے یہی صحیح ہے (فتح القدیر) اگر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اس میں سکھانے کی نیت کی۔ پاکی کی نیت نہیں کی۔ تو صحیح ہے مسح ہوجائیگا۔ (خلاصہ)۔

حدث کا اثر کامل طہارت پر ہوتا ہے

مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موزہ پہننے کے بعد حدث کا اثر پوری طہارت پر ہوتا ہے جو موزہ پہننے سے پہلے یا اس کے بعد کامل ہوچکی ہو۔ (محیط) یہانتک کہ اگر پہلے دونوں پاؤں دھوئے پھر دونوں موزے پہنے یا ایک پاؤں دھوکر موزہ پہن لیا پھر دوسرا پاؤں دھویا اور اسپر موزہ پہن لیا پھر حدث سے پہلے طہارت مکمل ہوگئی تو جائز ہے (فتاوٰی قاضی خاں) اگر دونوں پاؤں دھوکر دونوں موزے پہن لئے پھر طہارت مکمل ہونے سے پہلے حدث لاحق ہوگیا تو ان موزوں پر مسح جائز نہیں (کافی) اور اگر بے وضو ہونے کی حالت میں موزے پہن لئے اور پانی میں گھس گیا اور موزوں کے اندر پانی چلا گیا۔ اور دونوں پیر دھل گئے۔ پھر دیگر اعضاء کا بھی وضو کرلیا اس کے بعد پھر حدث ہوا۔ تو ان پر مسح جائز ہے۔ (تبیین) گدھے کے جھوٹے سے وضو کیا اور تیمم کیا اور موزے پہن لئے پھر وضو ٹوٹ گیا اور اسکے بعد پھر گدھے کے جھوٹے سے وضو کیا اور تیمم کیا تو موزوں پر مسح کرے۔ اور گدھے کے جھوٹے کے بدلے اگر نبیذ تمر ہو اور باقی مسئلہ یہی ہو تو موزوں پر مسح نہ کرے۔ (کافی) اور فتاوٰی میں ہے اگر گدھے کے جھوٹے سے وضو کرکے موزے پہن لئے اور تیمم نہ کیا یہانتک کہ وضو ٹوٹ گیا تو وہ گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرے اور موزوں پر مسح کرے پھر تیمم کرکے نماز پڑھے (سراج الوہاج محیط السرخسی) جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہے اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ (خزانۃ المفتین) جس شخص کو موزے پہننے کے بعد یا موزے پہننے سے پہلے جنابت لاحق ہوگئی۔ اس کیلئے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے لیکن جب وہ جنابت کیلئے تیمم اور حدث کیلئے وضو کرے اور دونوں پاؤں دھوکر موزے پہنے تو مدت مسح تک جب وہ وضو کرے تو اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ پھر اگر پانی ملنے سے اس کی جنابت لوٹ آئے تو اسکا حکم یہ ہوگا کہ گویا ابھی جنبی ہوا ہے (مضمرات) جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا پھر اس نے موزے پہن لئے پھر اس حصہ کو دھویا اس کے بعد حدث ہوا تو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے (خلاصہ) اور اگر اعضاء وضو میں کوئی حصہ ایسا باقی رہ گیا تھا جہاں پانی نہیں پہونچا پھر اس کے دھونے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو انپر مسح جائز نہیں ہے (تبیین)

مُدّتِ مسح

مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ مسح کی مدت میں ہو۔ مقیم کیلئے مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن تین راتیں (محیط) خواہ یہ سفر، سفرِ طاعت ہو یا سفرِ معصیت (سراجیہ) موزہ پہن لینے کے بعد جو حدث ہوتا ہے اسوقت سے مدتِ مسح شمار کی جاتی ہے۔ یہانتک کہ اگر کسی شخص نے فجر کے وقت وضو کرکے موزے پہنے پھر عصر کے وقت وضو ٹوٹا اس نے وضو کرکے موزوں پر مسح کیا تو دوسرے دن اسی وقت تک مدتِ مسح باقی رہے گی۔ جسوقت پہلے روز حدث ہوا تھا۔ یہ حکم اس اس صورت میں ہے جبکہ وہ مقیم ہو۔ (محیط) اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز اسی وقت تک مدت مسح باقی رہے گی (محیط السرخسی)

مقیم نے مدت اقامت میں سفر کیا تو سفر کی مدت پوری کریگا۔ (خلاصہ) اور اگر اقامت کا مسح پورا ہو گیا پھر سفر کیا تو موزے نکال کر پاؤں دھوے۔ (محیط) مسافر نے مدت اقامت (یعنی ایک دن ایک رات) پوری ہونے کے بعد اقامت کی تو موزے نکال کر پاؤں دھوئے۔ اور اگر مدت اقامت پوری ہونے سے پہلے اقامت کرے تو مدت اقامت پوری کرے۔ (خلاصہ) معذور کو اگر وضو کیوقت عذر موجود نہ تھا اور اس نے موزے پہن لئے تو تندرست لوگوں کی طرح مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے ہوئے یا ایک موزہ پہنتے ہوئے عذر پیدا ہو گیا تو مسح وقت میں جائز ہے اور وقت نکلنے کے بعد جائز نہیں۔ (بحر الرائق)۔

موزہ تین انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا نہ ہونا چاہیے

مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موزہ زیادہ پھٹا ہوا نہ ہونا چاہیے زیادہ پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی چھوٹی تین انگلیاں ہیں یہی صحیح ہے (ہدایہ) شرط یہ ہے کہ پوری تین انگلیوں کی مقدار پھٹن ظاہر ہو خواہ یہ پھٹن موزوں کے نیچے ہو یا اوپر۔ یا ایڑی کی جانب۔ (محیط السرخسی) اور اگر موزہ کی ساق میں پھٹن ہے تو مسح کا مانع نہیں ہے (خلاصہ) چھوٹی انگلیوں کا وہاں اعتبار ہے کہ جہاں انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے۔ اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو تین انگلیں ہونی چاہئیں خواہ کوئی سی ہوں۔ یہاں تک اگر انگوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کھلی اور مقدار میں وہ تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں تو مسح جائز ہوگا۔ اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دو انگلیاں کھل جائیں تو مسح جائز نہ ہوگا۔ اگر ایک شخص کی انگلیاں کٹ گئی ہیں تو اس کے موزوں کے سوراخ کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائیگا (جوہرہ نیرہ والتبیین) ایک موزے کے سوراخ جمع کئے جائیں دونوں موزوں کے سوراخ جمع نہ کئے جائیں یہانتک کہ اگر ایک موزے میں ایک انگلی کی مقدار کے برابر سوراخ ہے اور دوسرے موزے میں دو انگلیوں کی مقدار کے برابر سوراخ ہوں تو انپر مسح جائز ہوگا۔ اگر موزے میں سوراخ آگے کی جانب ایک اُنگل کے برابر ہوں اور ایڑی پر ایک انگلی کے برابر اور کسی اور جانب ایک انگلی کی مقدار ہو تو مسح جائز نہ ہوگا۔ (محیط) جو سوراخ جمع کئے جاتے ہیں کم از کم اسقدر ہونے چاہئیں کہ جس میں ایک بڑی سوئی جا سکے اور اگر سوراخ اس سے بھی چھوٹا ہے تو اسکا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ اور سیون کے سوراخوں میں شامل کیا جائیگا جس سوراخ کے ہوتے ہوئے مسح کرنا جائز نہیں ہے وہ چوڑا سوراخ ہے جسمیں اندر کا حصہ نظر آتا ہو یا سوراخ ملا ہوا ہو لیکن چلتے ہوئے کھل جائے اور پاؤں ظاہر ہو جائیں۔ لیکن اگر اندر کا حصہ نہیں کھلتا تو اسپر مسح جائز ہے اگرچہ کافی بڑا سوراخ ہو۔ اگر موزہ اوپر سے کھل جائے اور اس کے اندر چمڑہ کا استر ہے یا کپڑے کا استر موزے میں سلا ہوا ہے تو اسپر مسح جائز ہے (تبیین) موزہ، جراب اور جارق اگر پاؤں کے اوپر سے کھلے ہوئے ہیں لیکن ان میں سوراخ اور تسمے ہیں جن کے لگانے سے موزہ پاؤں کو ڈھک لیتا ہے تو ان کا حکم بھی وہی ہے جو بند موزے کا ہے اور اگر پاؤں کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے تو وہ موزہ کے سوراخوں کے حکم میں ہے۔ (زاہدی)۔

مسح کو توڑنے والی چیزیں

ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ دونوں موزوں کو یا ایک موزہ کو اتارنے سے یا مدت مسح کے ختم ہونے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے (ہدایہ) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پانی ملتا ہو۔ لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گذرنے

سے مسح نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ اسی مسح سے نماز ہو جائے گی۔ یہانتک کہ اگر مدت گذر گئی اور وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پانی نہیں ملتا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے۔ یہی اصح ہے (محیط۔ فتاویٰ قاضی خاں۔ زاہدی۔ جوہرنیرۃ) اور بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور یہی اشبہ ہے (تبیین) اگر موزے اتار دیئے اور وہ باوضو ہے تو صرف پاؤں دھونے اسپر واجب ہوں گے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب مسح کی مدت گذر جائے۔ (ہدایہ) اگر کسی شخص کو موزے اتارنے میں یہ اندیشہ ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے جاتے رہیں گے تو ان پر مسح جائز ہے اگرچہ مدت طویل ہو جائے جیسے ان لکڑیوں پر مسح جائز ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جائیں (تبیین بحرالرائق) قدم کے اکثر حصہ کا موزے سے نکل آنا پورے پاؤں کے نکل آنے کے حکم میں ہے۔ یہی صحیح ہے (ہدایہ) اگر موزہ ڈھیلا ہے قدم اٹھاتے ہوئے ایڑی نکل جاتی ہے اور قدم رکھتے ہوئے پھر اپنی جگہ پر آجاتی ہے تو اسپر مسح جائز ہے۔ اگر کسی کے پاؤں میں لنگ ہے اور پنجوں کے بل چلتا ہے اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ جاتی ہے تو اس کیلئے بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جبتک کہ اسکا پیر پنڈلی کی جانب نکل نہ جائے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر دو تہ کے موزے پہنے اور ایک تہ اتار دی تو دوبارہ مسح نہ کرے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب بال والے موزوں پر مسح کرے پھر بال اتار دے (محیط) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب موزوں پر مسح کرنے کے بعد ان کے اوپر کا چھلکا اتار دے (محیط سرخسی) اگر جرموق پر مسح کرنے کے بعد ان کو اتار پھینکا تو موزوں پر دوبارہ مسح کرے (محیط) اگر ایک جرموق نکالا تو اس موزے پر مسح کرے جس سے جرموق نکالا ہے اور دوسرے جرموق پر بھی ظاہر روایت کے مطابق دوبارہ مسح کرے (بدائع۔ فتاویٰ قاضی خاں) اگر مکمل طہارت حاصل کرنے کے بعد موزے پہن کر ان پر مسح کر لیا پھر ایک موزے میں پانی داخل ہو کر ٹخنے تک پہونچ گیا اور سارا پاؤں دھل گیا تو اسپر دوسرے پیر کا دھونا واجب نہیں ہے (خلاصہ) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اکثر قدم تر ہو جائیں۔ اور یہی اصح ہے (ظہیریہ) اگر وضو کیا اور ہڈی ٹوٹنے کی جگہ پر کھپچیں باندھکر انپر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھو کر موزے پہن لئے اس کے بعد حدث ہوا تو وضو کرے اور کھپچیوں اور موزوں پر مسح کرے۔ اور اگر اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے زخم اچھا ہو جائے جسپر موزے پہنے تھے تو وہ زخم کی جگہ دھوئے اور موزوں پر مسح کرے اور اگر زخم طہارت زائل ہونے کے بعد اچھا ہو تو موزوں کو نکال لینا چاہئے (سراج الوہاج۔ ظہیریہ)۔

جبیرہ پر مسح کرنا

جبیرہ (وہ کھپچ جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جاتی ہے) پر مسح کے مسائل بھی اسی سے متعلق ہیں۔ یہ مسح امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے، اور یہی صحیح ہے (محیط السرخسی والبحرالرائق)۔ اور یہ مسح اسوقت کرے جبکہ اس کے نیچے کے حصہ کو نہ دھو سکتا ہو اور نہ اسپر مسح کر سکتا ہو۔ بایں طور کہ پانی پہونچنے سے یا ان کے کھولنے سے نقصان پہونچتا ہو (شرح وقایہ) اور زخم کو کھولنے میں نقصان اگر اسوجہ سے ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ پھر اس کو نہیں باندھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا ہے تو اس کیلئے مسح جائز ہے (فتح القدیر) اگر ٹھنڈے پانی سے دھونے میں ضرر کا اندیشہ ہو اور گرم پانی سے دھونے میں نقصان نہ ہوتا ہو تو گرم پانی سے دھونا لازم ہے (شرح جامع صغیر۔ مصنفہ قاضی خاں) اور یہی ظاہر ہے (بحرالرائق) اور اگر زخم دھونے میں نقصان نہیں ہوتا تو اسکا چھوڑنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور عتابیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی جانب رجوع کیا ہے۔ عیون اور حقائق میں مذکور ہے کہ احتیاطاً فتویٰ صاحبین کے

قول پر ہے (شرح نقایہ مصنف شیخ ابو المکارم) اگر جبیرہ زخم سے زیادہ جگہ پر ہے اور اسکو کھولنے اور زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو جسقدر زخم کے مقابل اور جسقدر صحیح بدن کے مقابل ہے سب پر مسح کرے اور اگر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہوتا ہے اور اس کے کھولنے سے نقصان نہیں ہوتا تو اس پٹی پر مسح کرے جو زخم کے سرے پر ہے اور اس کے آس پاس کے حصہ کو دھوے اور اگر نہ زخم کے کھولنے سے نقصان ہوتا ہے نہ اسپر مسح کرنے سے تو زخم پر مسح کرے اور اس کے آس پاس کے حصہ کو دھوے۔ زخم، داغ یا ٹوٹی ہوئی ہڈی سب کا ایک حکم ہے (فتح القدیر) اکثر جبیرہ پر مسح کر لینا کافی ہوتا ہے۔ (ہدایہ) اور اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے (مضمرات) آدھے جبیرہ پر یا اس سے کم پر بالاجماع مسح جائز نہیں۔ (سراج الوہاج) اگر فصد کھلوانے والے نے پٹی پر مسح کیا اور بھایہ پر نہ کیا تو کافی ہے اور اسی پر اعتماد ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور مضمرات میں ہے کہ اب فتویٰ اسی پر ہے (شرح نقایہ۔ مصنف شیخ ابو المکارم) پٹی کے دونوں گرہوں کے درمیان ہاتھ کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اسپر مسح کافی ہے اور یہی اصح ہے (شرح وقایہ) صغیری میں ہے کہ یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) اگر زخم اچھا ہوئے بغیر جبیرہ گر پڑے تو دھونا لازم نہیں ہے۔ اور مسح بھی باطل نہ ہوگا۔ اور اگر زخم اچھا ہونیکے بعد جبیرہ گر جائے تو مسح باطل ہو جائے گا اور خاص اسجگہ کا دھونا ضروری ہوگا۔ (کافی۔ محیط) وضو کیا اور دوا لگی ہوئی تھی اور اسپر پانی بہایا پھر اسجگہ کے اچھا ہونے کے بعد دوا گر گئی تو دھونا ضروری ہوگا اور زخم اچھا ہوئے بغیر دوا گر گئی تو دھونا لازم نہ ہوگا۔ (محیط) اگر ناخن ٹوٹ گیا اور اسپر دوا لگائی اگر اس کے چھڑانے سے نقصان ہوتا ہے تو اس کے اوپر مسح کرے اور اگر مسح سے بھی نقصان ہوتا ہے تو اس کو چھوڑ دے۔ پھٹے ہوئے اعضا کے شگافوں میں اگر ممکن ہو تو پانی بہائے اور اگر ممکن نہ ہو تو مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان کو چھوڑ دے اور آس پاس کا حصہ دھوے۔ (تبیین) زخم کی پٹی پر مسح کیا پھر وہ گر گئی اور دوسری بدلی تو مناسب یہ ہے کہ دوبارہ مسح کرے۔ (ذخیرہ) ایک شخص کی انگلی میں زخم ہے اس نے مرہم لگایا اور وہ زیادہ جگہ میں لگ گیا پھر وضو کرنے میں اگر پوری پٹی پر مسح کیا تو جائز ہے۔

اور فصد کھلوانے والے کا بھی یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی شخص کے ہاتھوں میں زخم ہے اور اسکو پانی کے برتن میں ڈبویا تاکہ اسپر مسح ہو جائے تو جائز نہ ہوگا۔ اور پانی خراب ہو جائے گا لیکن زخم اگر ہاتھ کی انگلیوں یا ہتھیلیوں پر ہو تو یہ کافی ہوگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس نے مسح کا ارادہ کیا تھا۔ (خلاصہ) جبیرہ پر یا زخم کے پھائے پر مسح کرنا ان کے نیچے کے حصہ کے دھونے کے برابر ہے اس کا بدل نہیں ہے یہاں تک کہ اگر جبیرہ ایک پیر پر ہے تو اسپر مسح کیا جائیگا اور دوسرے کو دھویا جائے گا۔ (تبیین) اور اس مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے اور اسمیں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو باوضو باندھے یا بے وضو۔ (خلاصہ) چھوٹا بڑا حدث[1] اس میں برابر ہے۔ اور اس کے مسح میں باتفاق روایات نیت بھی کی شرط نہیں ہے (بحر الرائق) ایک بار مسح کافی ہے یہی صحیح ہے (محیط) اگر اوپر کی پٹی جاتی رہے تو نیچے کی پٹی پر دوبارہ مسح کرنا واجب نہیں ہے (بحر الرائق) پاؤں کو دھونے اور موزوں پر مسح کرنے کو جمع نہ کرے (کافی) ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور اسپر جبیرہ بندھا ہوا ہے اس نے وضو کیا اور جبیرہ پر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھو لئے پھر ایک موزہ پہن لیا تو صحیح یہ ہے کہ موزہ پر مسح جائز نہیں ہے۔ اور اگر جبیرہ پر مسح کر کے دونوں موزے پہن لئے تو دونوں موزوں پر مسح جائز ہے۔ (محیط السرخسی) ایک شخص کے پیر میں پھوڑا تھا اس نے دونوں پیر دھو کر دونوں موزے پہن لئے پھر اسکا وضو ٹوٹا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح متعدد نمازیں پڑھیں پھر موزہ نکالا تو معلوم ہوا کہ پھوڑا پھوٹ گیا ہے اور اس سے خون بہا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ کب پھوٹا ہے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے منقول ہے کہ

---

[1] حدث دو قسم کا ہوتا ہے چھوٹا اور بڑا۔ چھوٹے حدث سے مراد بے وضو ہونا اور بڑے حدث سے مراد جنبی ہوتا ہے۔

اگر زخم کا سرا خشک ہو گیا ہے اور اس شخص نے موزہ طلوع فجر کے وقت پہنا تھا اور عشا کے بعد نکالا تو فجر کی نماز دوبارہ نہ پڑھے اور اور بقیہ تمام نمازیں دوبارہ پڑھے۔ اور اگر زخم کا سرا خون میں تر ہو تو کسی نماز کا اعادہ نہ کرے۔ (محیط) اگر کسی شخص نے زخم کو باندھا اور پٹی تر ہو گئی اور تری باہر تک آ گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ تری باہر تک نہیں آئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر پٹی دوہری تھی کچھ میں سے تری باہر آئی اور کچھ میں سے نہیں آئی تو بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔ یہ تاتارخانیہ کے نواقض وضو میں لکھا ہے دستانوں پر مسح جائز نہیں ہے۔ (کافی) اگر دوسرے شخص سے اپنے موزے پر مسح کرالیا تو جائز ہے (خلاصہ) عورت موزوں کے مسح کے حکم میں مرد کی طرح ہے اسلئے کہ موزوں پر مسح جائز ہونے کے جو اسباب ہیں وہ دونوں میں برابر ہیں۔ (محیط)۔

چھٹا باب ـــــ حیض و نفاس اور استحاضہ کے مسائل (چار فصلیں)

پہلی فصل۔ حیض کا بیان

حیض۔ وہ خون ہے جو رحم سے ولادت کے بغیر نکلے (فتح القدیر) اگر پاخانہ کے مقام سے خون نکلا تو حیض نہ ہو گا اور اس کے بند ہو جانے پر غسل کر لینا مستحب ہے (خلاصہ) خون کا حیض ہونا چند باتوں پر موقوف ہے۔

وقت

ان میں سے ایک وقت ہے اور وہ نو برس کی عمر سے سن ایاس تک ہے (بدائع) ایاس کا وقت پچپن برس کی عمر میں ہوتا ہے (خلاصہ) اور یہی تمام اقوال میں زیادہ درست ہے (محیط) اور اسی پر اعتماد ہے (نہایہ۔ سراج الوہاج) اور اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ) پھر اس کے بعد جو خون نظر آئے گا وہ ظاہر مذہب کے موافق حیض نہ ہو گا اور مختار یہ ہے کہ خون اگر قوی ہو گا تو حیض شمار کیا جائیگا۔ (شرح مجمع۔ مصنفہ ابن الملک)۔

خون کا فرج خارج تک نکلنا۔

ان میں سے ایک خون کا فرج خارج تک نکلنا ہے اگرچہ گدی گر جانیکی وجہ سے ہو پس جبتک گدی کا کچھ حصہ خون اور فرج کے درمیان حائل ہے تو حیض نہ ہو گا۔ (محیط) ایک عورت حیض سے پاک تھی اس نے گدی پر خون کا اثر دیکھا تو جس وقت گدی اٹھائی ہے اسیوقت سے حیض کا حکم دیا جائیگا۔ اور جب عورت کو حیض آ رہا ہے اور اس نے گدی پر خون کا اثر پایا تو اسیوقت سے خون بند ہونیکا حکم کیا جائیگا جس وقت کہ اسنے گدی رکھی تھی (فتح وقایہ) حیض کے خون میں بہنا شرط نہیں ہے (خلاصہ)۔

چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہونا

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسکا خون چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو۔ سیاہ۔ سرخ یا زرد رنگ ہو یا مٹیالہ، سبز یا خاکستری رنگ ہو (نہایہ) گدی پر رنگ کا اعتبار اسوقت سے کیا جائیگا جب اس کو اٹھایا جائے اور وہ تر ہو اس وقت سے نہیں کیا جاتا جبکہ وہ خشک ہو جائے۔ (محیط) اگر یہ صورت ہے کہ جبتک کپڑا تر تھا خالص سفیدی تھی اور خشک ہو جانے کے بعد زردی آ گئی تو اسکا حکم سپیدی کا ہے اگر تر ہونے کی حالت میں سرخی یا زردی دیکھی تھی اور خشک ہونے کے بعد وہ سفید ہو گئی تو

جس حالت میں دیکھا تھا اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور تغیر کے بعد جو حالت ہوئی ہے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ (تجنیس)۔

مدتِ حیض

ان میں حیض کی مدت بھی ہے حیض کی مدت کم سے کم ظاہر روایت کے مطابق تین دن اور تین راتیں ہیں (تبیین) اور حیض کی اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔ (خلاصہ)۔

طہر کی کامل مدت گذرنا اور رحم کا حمل سے خالی ہونا

ان میں ایک یہ بھی ہے کہ طہر کی کامل مدت گذر چکی ہو اور رحم حمل سے خالی ہو (سراج الوہاج) اگر دو خونوں کے درمیان طہر آجائے اور دونوں خون حیض کی مدت ہی میں ہوں تو حیض شمار کیا جائیگا۔ اور اگر ایک خون حیض کی مدت سے باہر ہو جائے مثلاً ایک روز خون آیا اور نو دن تک طہر رہا پھر ایک روز خون آیا تو حیض نہ ہوگا اسلئے کہ آخری دن کا خون حیض کی مدت میں نہیں ہے اس روایت کے بموجب حیض کی ابتداء اور انتہا طہر سے نہیں ہوتی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظمؒ سے یہی روایت ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دو خونوں کے درمیان طہر آجائے اور وہ پندرہ روز سے کم ہے تو طہر ان خونوں کو جدا نہیں کریگا[1] ۔ اور اکثر متاخرین نے اسی پر فتوی دیا ہے۔ اسلئے کہ اس میں فتوٰی دریافت کرنے والے اور فتوٰی دینے والے دونوں کو سہولت ہے (تبیین) اور یہی زاہدی میں ہے۔ اس روایت پر عمل کرنا آسان ہے۔ (ہدایہ) صدر الشہید حسام الدین کی رائے بھی اسی پر قائم ہوئی ہے اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (محیط) اور اگر طہر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو طہر اور خون سب حیض ہوں گے۔ خواہ اس عورت کو پہلی ہی بار حیض آیا ہو یا عادت مقرر ہو اور اگر طہر دس دن سے زیادہ ہو تو عورت کو اگر پہلی بار حیض آیا ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور اس کی عادت مقرر ہے تو حیض کی جو مدت معلوم ہے وہ حیض سمجھی جائے گی اور طہر کی جو مدت معلوم ہے وہ طہر سمجھی جائے گی۔ (سراج الوہاج) حیض کی ابتداء طہر سے جائز ہے بشرطیکہ اس سے پہلے خون ہو اور حیض کا اختتام بھی طہر پر جائز ہے۔ جبکہ اس کے بعد خون ہو (تبیین) اگر پندرہ روز یا اس سے زیادہ کا طہر ہو تو یہ دونوں خونوں میں فاصل سمجھا جائیگا۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو یا صرف ایک کو حیض کہیں گے جس طرح ممکن ہوگا۔ (محیط) طہر کی کم سے کم مدت پندرہ روز ہیں اور اکثر کی کچھ انتہا نہیں۔ لیکن اگر عادت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آجائے مثلاً کوئی عورت ایسی حالت میں بالغ ہوئی کہ اس کو برابر خون آرہا ہے تو ہر مہینہ کے دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی طہر۔ (ہدایہ)

دُوسری فصل۔ نفاس کے مسائل

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد آئے یہی متون[2] میں لکھا ہے۔ اگرچہ بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ

---

[1] یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ عورت کو مسلسل خون آرہا ہے مثال کے طور پر عورت کو ایک یوم خون آیا اس کے بعد چودہ دن تک پاک رہی پھر ایک یوم خون آیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طہر فاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ طہر صحیح جو دو خونوں کے درمیان فاصل سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کم سے کم مقدار پندرہ دن ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ دیکھیں گے کہ عورت کی اگر عادت مقرر ہے تو مقررہ عادت کے ایام حیض سمجھے جائیں گے اور باقی ایام استحاضہ کے شمار ہوں گے اور اگر عورت کی عادت مقرر نہیں ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی استحاضہ کے۔

[2] متون جمع متن کی جیسے کنز وغیرہ۔

علیہ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت ہے اور مفید میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ لیکن بچہ کے ساتھ نجاست نکلنے کی وجہ سے اسپر وضو واجب ہوگا۔ (تبیین) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا۔ اکثر مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی پر صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے۔ (محیط) ابو علی دقاق نے کہا کہ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ (مضمرات) اور فتاویٰ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (جوہرہ نیرہ) اگر اکثر بچہ باہر نکل آیا تو وہ نفاس والی شمار کی جائے گی۔ اور اگر اکثر بچہ باہر نہ آیا تو نفاس کا حکم نہ ہوگا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ بچہ بدن کے اندر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے اور اکثر باہر نکل آئے۔ اگر بچہ کی تھوڑی خلقت جیسے انگلی، ناخن یا بال ظاہر ہوا تو وہ بچہ ہے اور اس کے نکلنے سے اسپر نفاس کا اطلاق کیا جائیگا۔ (تبیین) اور اگر اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہ ہوا تو اسپر نفاس کا اطلاق نہ ہوگا۔ اور جو خون نظر آیا ہے وہ اگر ہوسکا تو حیض ہوگا ورنہ استحاضہ۔ اگر اسقاط سے پہلے بھی خون آیا اور بعد میں بھی۔ اور بچہ کی کچھ خلقت ظاہر ہوگئی تھی تو جو خون اس کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوا وہ حیض نہ ہوگا اور جو بعد میں آیا وہ نفاس ہوگا۔ اور اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی تھی تو اسقاط سے پہلے جو خون ظاہر ہوا وہ اگر ممکن ہوسکا تو حیض کہلائے گا (نہایہ) اگر بچہ ناف کی طرف سے پیدا ہوا اس طرح پر کہ عورت کے پیٹ میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور اس میں سے بچہ نکل آیا تو اسکا حکم وہی ہوگا جو زخم سے۔ خون جاری ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور نفاس نہ سمجھا جائے گا۔ (ظہیریہ) لیکن اگر بچہ ناف سے نکلنے کے بعد فرج کی طرف سے بھی خون آجائے تو نفاس ہوگا۔ (تبیین) اگر جڑواں بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے شمار کیا جائے گا۔ (کافی) دو جڑواں بچوں کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو اور اگر چھ مہینے یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس شمار کئے جائیں گے۔ اگر تین بچے پیدا ہوں۔ اور پہلے اور دوسرے بچہ کی ولادت میں چھ مہینے سے کم کا فاصلہ ہے اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے بچہ کی ولادت میں چھ مہینے سے کم کا فاصلہ ہے۔ لیکن پہلے اور تیسرے بچے کے درمیان چھ مہینے سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ ایک حمل سمجھا جائے گا۔ (تبیین) کم سے کم نفاس یہ ہے کہ وہ ظاہر ہو اگرچہ ایک ساعت ہی کیلئے ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور نفاس کی اکثر مدت ہمارے نزدیک چالیس دن ہیں۔ (سراجیہ) اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو دیکھیں گے کہ عورت کو اگر پہلی بار نفاس آیا ہے تو چالیس دن نفاس کے شمار کئے جائیں گے اور اگر اس کو پہلی بار خون نہیں آیا بلکہ اس کی عادت مقرر ہے تو جتنے دنوں کا معمول اور عادت ہے وہ نفاس ہوگا۔ (محیط) چالیس دن کی مدت میں دو خونوں کے درمیان جو طہر آجائے وہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفاس سمجھا جائیگا۔ اگرچہ طہر پندرہ دن کا ہو یا اس سے بھی زیادہ اسی پر فتویٰ ہے نفاس کی عادت اگر ایک بار باقی نہ رہے تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدلجاتی ہے (خلاصہ)۔

تیسری فصل — استحاضہ کے مسائل

حیض و نفاس کی اکثر مدت گذر جانے کے بعد حالت طہر کی کم سے کم مدت میں اگر عورت نے خون دیکھا تو اس کو اگر پہلی بار خون آیا ہے تو حیض و نفاس کی اکثر مدت کے بعد جو خون آیا ہے وہ استحاضہ ہوگا۔ اور اگر عورت کی مقررہ عادت ہے تو متعینہ عادت کے بعد جو خون آیا ہے وہ استحاضہ کہلائے گا۔ اسی طرح وہ خون جو حیض کی اقل مدت سے کم ہو یا بہت بوڑھی عورت سے ظاہر ہو یا بہت چھوٹی لڑکی سے نکلا ہو استحاضہ کہلائے گا۔ (محیط) اسی طرح وہ خون جس کو حاملہ عورت ابتدا میں دیکھے یا ولادت کی حالت میں بچہ نکلنے سے پہلے آئے استحاضہ ہے۔ (ہدایہ)۔

چوتھی فصل — حیض و نفاس اَور اِستحاضہ کے احکام

حیض ونفاس اور استحاضہ کا حکم اسوقت ثابت ہوتا ہے جب خون نکلے اور ظاہر ہو۔ ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب یہی ہے اور تمام مشائخ اسی پر ہیں۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (محیط)۔

حیض ونفاس کے مشترک آٹھ احکام

(۱) ان میں ایک یہ ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہوجاتی ہے اور ان نمازوں کی قضا بھی نہیں ہے (کفایہ) عورت جس وقت خون دیکھے اسی وقت نماز چھوڑ دے۔ فقیہ نے کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ تاتارخانیہ میں نوازل سے منقول ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ (تبیین) جس نماز کے وقت میں حیض یا نفاس آئے اس وقت کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا خواہ اتنا وقت باقی ہو کہ اس میں نماز ادا کرسکتی ہے یا نہ ہو۔ (ذخیرہ)۔ اگر آخر وقت میں نماز شروع کی پھر حیض آگیا تو اس وقت کی نماز کی قضا اس پر لازم نہ ہوگی۔ اگر نفل نماز ہے تو اس کی قضا اس پر لازم ہے۔ (خلاصہ) حیض والی عورت کیلئے یہ مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت ہوجائے تو وضو کرکے نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھ جائے اور جتنی دیر میں نماز پڑھتی ہے اتنی دیر تک سبحان اللہ اور لاالٰہ الا اللہ پڑھتی رہے (سراجیہ) اور صغریٰ میں ہے کہ حیض والی عورت جب سجدہ کی آیت سُنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ (تاتارخانیہ)

(۲) ان مشترک احکام میں ایک حکم یہ ہے کہ حیض ونفاس والی عورت پر روزے حرام ہیں۔ لیکن ان کی قضا اسپر لازم ہوگی۔ (کفایہ) اگر عورت نے نفلی روزے رکھنے شروع کئے پھر حیض آگیا تو احتیاطاً قضا لازم ہوگی (ظہیریہ)۔

(۳) حیض ونفاس والی عورت پر اور جنبی پر مسجد میں داخل ہونا حرام ہے خواہ مسجد میں بیٹھنے کی نیت سے داخل ہو یا مسجد سے گذرنے کی نیت ہو (منیۃ المصلی) تہذیب میں ہے کہ حیض والی عورت جماعت والی مسجد میں داخل نہ ہو۔ اور حجۃ میں ہے کہ حیض والی عورت اسوقت مسجد میں داخل ہوسکتی ہے جب مسجد میں پانی ہو اور اس کے علاوہ کہیں اور پانی نہ ہو۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب جنبی یا حیض والی عورت کو درندے۔ چور یا سردی کا خوف ہو تو مسجد کے اندر ٹھہر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم کیلئے تیمم کرے (تاتارخانیہ) مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے (جوہرہ نیرہ) وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کیلئے بنایا گیا ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کیلئے مسجد کا حکم نہیں ہے (بحرالرائق) حیض والی عورت اور جنبی اگر زیارت قبور کیلئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے (سراجیہ)۔ (۴) حیض ونفاس والی عورت کیلئے خانہ کعبہ کا طواف ناجائز ہے اگرچہ مسجد سے باہر طواف کریں۔ اسی طرح جنبی کیلئے بھی طواف حرام ہے (تبیین)۔

(۵) حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کیلئے قرآن شریف پڑھنا حرام ہے۔ خواہ ایک آیت ہو یا اس سے بھی کم۔ اصح قول کے مطابق ایک آیت کا پڑھنا یا اس سے کم پڑھنا دونوں حرمت میں برابر ہیں۔ اگر ایک آیت سے کم پڑھیں لیکن تلاوت کا ارادہ نہ ہو بلکہ شکر کے ارادے سے الحمد للہ یا کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (جوہرہ نیرہ) ایسی چھوٹی آیتیں جو باتیں کرتے ہوئے زبان پر آجاتی ہیں جیسے "ثم نظر" یا "ولم یولد" حرام نہیں ہیں (خلاصہ) اگر جنبی قرآن شریف پڑھنے کیلئے کلی کرے تو قرآن شریف پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ (محیط السرخسی) اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) جنبی اور حیض ونفاس والی عورت

کیلئے توراۃ و انجیل اور زبور کا پڑھنا مکروہ ہے۔ (تبیین) اگر استانی کو حیض آجائے تو اسے چاہیئے کہ بچوں کو ایک ایک کلمہ سکھائے۔ اور دو کلموں کے درمیان توقف کرے۔ قرآنِ کریم کے ہجے کرنا اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ (محیط) ظاہر روایت کے لحاظ سے دعاءِ قنوت کا پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے۔ (تبیین) اسی پر فتویٰ ہے (تجنیس۔ ظہیریۃ)۔ جنبی اور حیض والی عورت کیلئے دعائیں پڑھنا اذان کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ جائز ہیں۔ (سراجیہ)۔

(۶) حیض و نفاس والی عورت کیلئے قرآن شریف کا چھونا بھی حرام ہے اسی طرح جنبی اور محدث کیلئے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف اگر ایسے غلاف میں ہے جو اس سے علیحدہ ہے جیسے جزدان یا ایسی جلد میں ہے جو سلی ہوئی نہیں ہے تو اس کا چھونا جائز ہے۔ اگر غلاف قرآن کریم میں لگا ہوا ہو تو اسکا چھونا جائز نہ ہوگا۔ یہی صحیح ہے۔ (ہدایہ) اسی پر فتویٰ ہے۔ (جوہر نیرہ) اور صحیح یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے حاشیوں اور اس سفیدی کا جہاں قرآن لکھا ہوا نہیں ہے چھونا جائز نہیں۔ (تبیین) قرآن شریف کو اگر اعضاء طہارت کے علاوہ کسی اور عضو سے چھوا جائے یا اس عضو سے چھوئے جس کو اگرچہ دھولیا ہے۔ لیکن ابھی وضو مکمل نہیں کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن شریف کا چھونا جائز ہے (زاہدی) جو کپڑے پہن رکھے ہیں ان سے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں ہے۔ حیض و نفاس والی عورت اور جنبی کیلئے تفسیر فقہ اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے لیکن آستین سے چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (تبیین)۔ درہم، لوح یا کسی اور چیز پر اگر قرآن شریف کی پوری آیت لکھی ہوئی ہے تو اس کا چھونا بھی ناجائز ہے۔ (جوہر نیرہ) اگر قرآن شریف فارسی میں لکھا ہوا ہے تو حائضہ نفاس والی اور جنبی کیلئے اسکا چھونا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے (خلاصہ) اور قرآن شریف کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اس میں موجود ہو تو ہمارے مشائخ نے ان سب پر ایک ہی حکم کیا ہے (نہایہ)۔ جنبی، حیض والی عورت اور نفاس والی عورت کیلئے قرآن شریف کو دیکھنا مکروہ نہیں ہے۔ (جوہرہ نیرہ)۔ جنبی اور حیض والی عورت کو ایسی کتاب رکھنا جس میں بعض سطروں میں قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے۔ اگرچہ وہ اسکو نہ پڑھے۔ جنبی قرآن نہ لکھے۔ اگرچہ وہ زمین پر رکھا ہوا ہو۔ اور اس پر اپنا ہاتھ نہ رکھے۔ اگرچہ آیت سے کم ہو۔ امام محمد نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نہ رکھے۔ مشائخ بخارا نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ذخیرہ) بچوں کو قرآن شریف دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگرچہ بچے بے وضو رہتے ہوں۔ اور یہی صحیح ہے۔ (سراج الوہاج)۔

(۷) حیض و نفاس والی عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔ (نہایہ۔ کفایہ) لیکن مرد کیلئے ان کا بوسہ لینا اور ان کو پاس لٹانا جائز ہے تمام بدن سے لذت حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن بدن کا وہ حصہ جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اس سے مستثنیٰ ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے (سراج الوہاج)۔ اگر کسی نے ایسی حالت میں صحبت کرلی اور وہ جانتا ہے کہ یہ حرام ہے تو توبہ و استغفار کے سوا کوئی چیز لازم نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار کا صدقہ دے۔ (محیط السرخسی)۔

(۸) خون بند ہونے کے بعد غسل واجب ہوتا ہے (کفایہ) اگر حیض کی اکثر مدت یعنی دس دن گذر جائیں تو غسل سے پہلے بھی صحبت جائز ہے خواہ اس کو پہلی بار خون آیا ہو یا اس کی عادت مقرر ہو۔ اور مستحب یہ ہے کہ جبتک وہ غسل نہ کرے اس کے ساتھ صحبت نہ کرے (محیط) اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہوجائے تو عورت کے ساتھ اسوقت تک صحبت جائز نہیں ہے جبتک کہ وہ غسل نہ کرے یا اس پر نماز کا آخری وقت گذر جائے۔ جس میں تحریمہ اور غسل کرسکتی تھی اس لئے کہ اتنا وقت اگر ملجائے تو عورت پر نماز واجب ہوجاتی ہے۔ (زاہدی) پورے وقت کا گذرنا اس طرح پر کہ اول وقت میں خون بند ہوجائے اور اسی حالت میں پورا وقت گذر جائے۔

شرط نہیں ہے (نہایہ) اگر عادت مقررہ سے پہلے خون بند ہو گیا تو اس سے صحبت کرنا مکروہ ہے اگرچہ غسل کرے۔ یہانتک کہ اس کی عادت کے دن پورے ہو جائیں۔ اور اس مدت میں عورت پر نماز و روزہ بطورِ احتیاط لازم ہوں گے۔ (تبیین) اگر دس دن سے کم میں خون بند ہو گیا تھا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر لیا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے ساتھ صحبت اسوقت تک حلال ہو گی جبتک وہ نماز نہ پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر پانی مل گیا تو ہمارے نزدیک قرآن پڑھنا حرام ہو گا صحبت حرام نہ ہو گی۔ (زاہدی) خجندی نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے (سراج الوہاج)۔ اگر ایک عورت کو پہلی بار حیض آیا اور دس دن سے کم میں بند ہو گیا یا ایک عورت کی عادت مقرر تھی اور عادتِ مقررہ سے پہلے ہی پاک ہو گئی تو وضو اور غسل میں اس قدر تاخیر کرنی چاہئے کہ نماز کا وقت مکروہ نہ ہو جائے (زاہدی)

حیض کیساتھ مخصوص احکام

پانچ حکم حیض کے ساتھ مخصوص ہیں (۱) عدت کا پورا ہونا (۲) استبراءِ رحم (۳) بلوغ کا حکم (۴) طلاق سنت اور طلاق بدعت میں امتیاز (۵) متواتر روزوں کے اتصال کا منقطع نہ ہونا۔ (یہ تبیین اور مضمرات کے کفارہ ظہار کے بیان میں لکھا ہے)

استحاضہ کے احکام

استحاضہ کا خون اس نکسیر کی طرح ہے جو ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ روزہ، نماز اور وطی کیلئے مانع نہیں ہے (ہدایہ) عادت ایک مرتبہ بدلنے سے امام ابو یوسف کے نزدیک بدلجاتی ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے (کافی) اگر عورت کو دو کامل طہر کے درمیان خون آیا لیکن خلافِ عادت آیا مثلاً زیادہ دن آیا یا کم دن آیا یا عادت سے پہلے یا عادت کے بعد آیا یا دونوں باتوں میں عادت کے خلاف آیا تو عادت وہی مقرر ہو جائے گی خواہ وہ خون حقیقی ہو یا حکمی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ خون دس دن سے زیادہ نہ آئے لیکن اگر خون دس دن سے زیادہ آیا ہے تو جو اس کی متعینہ عادت ہے وہ حیض ہو گا اور اس کے علاوہ استحاضہ شمار کیا جائے گا۔ اور عادت نہ بدلے گی۔ (محیط) اور یہی نفاس کا حکم ہے اگر نفاس عادت کے خلاف آیا اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہوا تو عادت بدل جائے گی۔ (محیط) اور اگر نفاس کی کوئی عادت مقرر ہے اور ایک بار چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو جس قدر عادت کے دن ہیں وہی نفاس سمجھے جائیں گے۔ خواہ متعینہ عادت خون پر ختم ہو یا طہر پر یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے (سراج الوہاج) ایک عورت کی عادت مقرر تھی۔ لیکن اب اسکا خون نہیں رکتا۔ اور اس کو اب ٹھیک طریقہ پر یہ بھی یاد نہیں ہے کہ حیض کے عادت کے ایام کون سے تھے۔ مہینہ کے کس عشرہ میں خون آتا تھا۔ اور کس طرح اسکا دور چلتا تھا[1] تو گمان غالب پر عمل کرے اور جو اس کی رائے قائم ہو جائے اسی پر عمل کرتی رہے اور اگر وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو متعین طور پر حیض و طہر میں سے کسی کا حکم نہ کرے بلکہ احتیاط پر عمل کرے اور ہر نماز کیلئے غسل کرے۔ اور جن چیزوں سے حیض والی عورتیں بچا کرتی ہیں ان سے بچتی رہے۔ (تبیین) پس فرض واجب اور سنت موکدہ پڑھے اور صحیح قول کے مطابق نفل نہ پڑھے۔ اور قرآن شریف فرض اور واجب کی مقدار پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں چھوٹی صورتیں پڑھے (بحر الرائق) اور اگر عورت کو صرف بعض چیزوں میں شبہ ہے مثلاً طہر اور حیض کے داخل ہونیمیں

---

[1] فقہاء کی اصطلاح میں اس عورت کا نام متحیرہ ہے۔

شبہ ہے تو ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے۔ اور اگر طہر اور حیض سے فارغ ہونے میں تردد ہے تو استحسان یہ ہے کہ ہر نماز کیوقت کیلئے غسل کرے اور نجم الدین نسفی نے لکھا ہے صواب یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے غسل کرے۔ (محیط) اور یہی اصح ہے (شرح مبسوط امام سرخسی) اور یہی صحیح ہے (بحرالرائق) رمضان المبارک میں کوئی روزہ افطار نہ کرے لیکن مہینہ گذرنے کے بعد ایام حیض کے روزوں کی قضا اس پر واجب ہو گی۔ پس اگر یہ معلوم ہے کہ حیض کی ابتدا رات سے ہوئی تھی تو اسپر بیس دن کی قضا لازم ہو گی۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ دن میں حیض کی ابتدا ہوئی تھی تو احتیاطاً بائیس دن کی قضا لازم ہو گی اور اگر اس کو اس بارے میں تردد ہے کہ حیض کا آغاز دن سے ہوا تھا یا رات سے تو اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ بیس دن کی قضا لازم ہو گی[ا] اور فقیہ ابو جعفر کا یہ قول ہے کہ بائیس دن

[ا] یہ سب احکام اس عورت کے ہیں جس کو ٹھیک طریقہ پر اب یہ بھی یاد نہیں ہے کہ اس کو کتنے دن حیض آتا تھا مہینہ کے کس عشرہ میں آتا تھا اور کس طرح اس کا دور چلتا تھا۔ اصطلاح میں اس عورت کا نام "متحیرہ" ہے۔ جب ہم "متحیرہ" بولتے ہیں تو بادی الرائی میں اس کے وہی معنی ذہن میں آتے ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ لیکن فقہانے اس کی اقسام کی ہیں اور ہر قسم کے احکام تفصیل کے ساتھ کتابوں میں بیان کئے ہیں یہاں نہایت اختصار کے ساتھ یوں سمجھئے کہ متحیرہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ عورت کو صرف یہ یاد نہیں ہے کہ اس کو کتنے دن حیض آتا تھا۔ (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ عورت کو حیض کے محل وقوع میں اشتباہ ہو گیا ہے یعنی اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ حیض مہینہ کے کس عشرہ میں آتا تھا (۳) تیسری قسم یہ ہے کہ عورت کو نہ ایام حیض یاد ہیں اور نہ ان کا محل وقوع دونوں باتوں میں اس کو اشتباہ ہو رہا ہے۔" ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی پھر دو قسمیں ہیں

(۱) "متحیرہ" کو یہ یاد ہے کہ مہینہ میں حیض صرف ایک ہی بار آتا ہے یعنی اس کو حیض کا دور معلوم ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ "متحیرہ" کو یہ بھی یاد نہیں ہے یعنی اس پر اپنے حیض کا دور بھی مشتبہ ہے۔

"متحیرہ" کے احکام جو فقہانے لکھے ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کا دور معلوم ہونے اور نہ ہونے سے احکام کی تفصیل میں بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل تو آپ کو کتب فقہ ہی میں ملے گی یہاں جس عورت کے احکام ذکر کئے گئے ہیں وہ متحیرہ کی تیسری قسم یہ ہے یعنی نہ اسے ایام حیض یاد ہیں اور ان کا محل وقوع اس سلسلہ میں فقہا کا اصول یہ ہے کہ وہ ایسی عورت کو یک گونہ پاک کہتے ہیں اور یک گونہ ناپاک جتنے احکام ہیں وہ اسی اصول پر متفرع ہیں۔ فقہانے متحیرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایسی صورت میں اس کو گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے۔ یعنی ایام حیض اور ان کے محل وقوع وغیرہ کے بارے میں جس طرف اس کی رائے قائم ہو جائے اسی پر عمل کرے۔ متحیرہ کا یہی حکم ہے لیکن اگر اس سلسلہ میں اپنی کوئی رائے قائم نہ ہو سکے تو اسکا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرے اور نمازوں میں صرف فرائض واجبات اور سنن موکدہ پر اکتفا کرے نوافل نہ پڑھے اور فرائض وغیرہ میں بھی صرف اسقدر قراءت کرنی چاہئے جو اس کیلئے فرض ہے۔ رمضان شریف کے روزے برابر رکھتی رہے۔ اس کے بعد فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایام حیض کے روزوں کی قضا اس پر لازم ہے۔ پھر لکھا ہے کہ متحیرہ رمضان شریف کے بعد بیس روزوں کی قضا کرے اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایام حیض کی زیادہ سے زیادہ تعداد دس دن ہیں۔ لہٰذا متحیرہ پر ان دس ایام ہی کی قضا لازم ہونی چاہئے نہ کہ بیس ایام کی۔

اس کا حل جو بحرالرائق اور شامی وغیرہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ متحیرہ بیس دن کے روزوں کا اعادہ کرے گی۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ عورت کو معلوم ہے کہ حیض کی ابتدا رات سے ہوئی تھی تو اس صورت میں حیض کی مدت پورے دس دن ہوتی ہے۔ جب متحیرہ رمضان کے بعد ان دس روزوں کی قضا کرے گی تو چونکہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ قضا کے روزے بھی ایام حیض ہی میں ہوں اس لئے مزید دس دن کے روزے اور رکھنے پڑیں گے۔ جس کی مجموعی تعداد بیس دن بیٹھتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے عورت کو یاد ہے کہ حیض کی ابتداء دن سے ہوئی تھی اس صورت میں پورے دس دن اسوقت ہوں گے جبکہ گیارہویں دن کا کچھ حصہ بھی شامل کیا جائے۔ لہٰذا مہینہ میں فاسد ہونے والے روزوں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے روزے احتیاطاً قضا کرے خواہ متصل روزے رکھے یا فصل کے ساتھ۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اس کو اپنا دور معلوم ہو۔ مثلاً یہ بات جانتی ہو کہ حیض ہر مہینہ آتا ہے اور اگر دور معلوم نہیں ہے لیکن اس کو اس بات کا یقین ہے کہ حیض رات سے شروع ہوا تھا تو احتیاطاً بچیس دن کی قضا کرے خواہ متصل روزے رکھے یا فصل کیساتھ۔ اور اگر اسکو اس بات کا یقین ہے کہ حیض کا آغاز دن میں ہوا تھا تو اگر متصل روزے رکھے تو احتیاطاً بتیس[۳۲] دن کی قضا کرے اور اگر فصل کے ساتھ روزے رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے۔ اور اگر عورت کو یہ بات بھی یاد نہیں ہے کہ حیض کی ابتدا دن میں ہوئی تھی یا رات میں تو اگر متصل روزے رکھے تو بتیس[۳۲] دن اور اگر فصل کے ساتھ رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے[ع۱]۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب رمضان پورے تیس[۳۰] دن کا ہو اور اگر اس سے کم کا ہے تو ستائیس[۲۷] دن کی قضا کرے (مبسوط مصنفہ امام سرخسی) عادت والی عورت نے ولادت کے بعد خون دیکھا اور اپنی عادت یاد نہیں رہی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اسکا خون چالیس دن سے متجاوز نہیں ہوا اور چالیس دن کے بعد کامل طہر ہو گیا تو جس قدر نمازیں چھوٹی ہیں ان کو دوبارہ نہ پڑھے اور اگر خون چالیس دن سے زیادہ ہو گیا ہے یا زیادہ نہیں ہوا لیکن چالیس دن کے بعد طہر پندرہ دن سے کم ہوا تو عورت کیلئے ضروری ہے کہ غور و فکر کرے اگر کوئی رائے قائم ہو جائے تو جو گمان غالب ہے وہی اس کے نفاس کی عادت سمجھی جائے گی۔ اسی پر عمل کرے اور اگر اس بارے میں کوئی رائے قائم نہ ہو تو احتیاطاً چالیس روز کی سب نمازیں دوبارہ پڑھے۔ اور اگر اس کا خون پھر بند نہیں ہوتا تو دس دن تک انتظار کرے پھر چالیس روز کی نمازیں دوبارہ ادا کرے (محیط) ایک عورت کو اسقاط ہوا۔ اور اسے اس بارہ میں شک ہے کہ اس میں بعض اعضا کی خلقت ظاہر ہوئی تھی یا نہیں اور خون نہیں رکتا تو اگر حیض کی عادت کے شروع دنوں میں اسقاط ہوا ہے تو ان ایام میں جو اس کی عادت کے سمجھے جاتے ہیں بالیقین نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ وہ حیض والی ہو گی یا نفاس والی۔ پھر غسل کرے اور جتنے دن عادتاً اسے طہر رہتا ہے۔ اتنے دن تک بطور شک نماز پڑھتی رہے اس لئے کہ اس کو یا طہر ہو گا یا نفاس، پھر جتنے دن حیض کی عادت کے آجائیں تو اتنے دنوں تک بالیقین نماز نہ پڑھے اس لئے کہ اس کو یا نفاس ہو گا یا حیض۔ پھر اگر اسقاط کے وقت سے چالیس دن پورے ہو جائیں تو غسل کرے اور جتنے دنوں تک عادتاً اسے طہر رہتا ہے اتنے دنوں تک بالیقین نماز پڑھے۔ اور اگر چالیس دن پورے نہیں ہوتے تو جو ایام باقی ہیں ان میں بطور شک اور ان کے بعد بطور یقین نماز پڑھے۔ پھر ہمیشہ ایسا ہی کرتی رہے۔ اور اگر ایام حیض کے بعد اسقاط ہوا تو جتنے دنوں تک عادتاً اسے طہر رہتا ہے ان میں بطور شک نماز پڑھتی رہے اور حیض کی عادت کے ایام میں

کی زیادہ سے زیادہ گیارہ ہوتی ہے اس لئے احتیاطاً اس کے دُگنے یعنی بائیس دن کے روزے قضا کرنے پڑیں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کو کچھ یاد نہیں ہے۔ یعنی یہ یاد نہیں رہا کہ حیض کا آغاز دن میں ہوا تھا یا رات میں تو ایسی صورت میں ہمارے مشائخؒ نے عام طور پر یہی فتویٰ دیا ہے کہ متحیرہ بیس دن کی قضا کرے۔ اس لئے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ پوری تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ عورت کو یہ بات یاد ہو کہ اس کو مہینہ میں حیض ایک ہی بار آتا ہے اور اگر یہ بھی یاد نہیں ہے تو اس کو اس تفصیل کیساتھ روزے رکھنے پڑیںگے جو آگے ذکر کئے جا رہے ہیں مترجم[۱۲]

[ع۱] اور اگر عورت کو یہ بھی یاد نہیں ہے کہ اس کو مہینہ میں صرف ایک بار حیض آتا ہے تو دوسرا حیض بھی مہینہ میں فرض کیا جا سکتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی دس تاریخ تک حیض مانا جائے اس کے بعد پندرہ دن یعنی پچیس[۲۵] تاریخ تک طہر اسکے بعد آخری پانچ ایام میں پھر حیض۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی پانچ تاریخوں میں حیض اس کے بعد پندرہ دن یعنی بیس تاریخ تک طہر اس کے بعد دس دن تک یعنی تیس[۳۰] تاریخ تک پھر حیض پس اگر عورت روزے متصلاً قضا کرے تو شوال کی پہلی پانچ تاریخوں میں تو اس وجہ سے روزے صحیح نہ ہوں گے کہ یہ اس کے دوسرے حیض کے بقیہ ایام ہیں۔ اس کے بعد پندرہ دن تک یعنی بیس شوال تک کے روزے صحیح ہوں گے۔ اور دوسری صورت میں شوال کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بالیقین نماز چھوڑ دے۔ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ شک پر کوئی حکم نہیں ہوتا اور احتیاطاً ضروری ہے (فتح القدیر)

معذور کے متعلقہ احکام

ثبوتِ عذر کیلئے پہلی بار یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت میں برابر عذر جاری رہے اور یہی اظہر ہے اسی طرح عذر کا منقطع ہونا بھی اس وقت ثابت ہوتا ہے جب نماز کے پورے وقت تک عذر منقطع رہے یہاں تک کہ اگر نماز کے کچھ وقت میں خون آیا اور پورے وقت میں نہ آیا پھر اس نے معذوروں کی طرح وضو کر کے نماز پڑھ لی اور اس نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد دوسری نماز کا وقت داخل ہو گیا یا اسی وقت میں خون منقطع ہو گیا تو یہ نماز دوبارہ پڑھے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر موجود نہیں رہا۔ اور اگر دوسری نماز کے وقت میں عذر موجود رہا۔ یہاں تک کہ وہ وقت ختم ہو گیا تو دوبارہ نماز نہ پڑھے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر پایا گیا۔ عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ اس پر نماز کا کوئی وقت ایسا نہ گذرے کہ جس میں وہ عذر موجود نہ ہو (تبیین)۔ مستحاضہ اور وہ شخص جس کو سلس البول کی بیماری ہے یا جس کے دست جاری ہیں یا بار بار ریح نکلتی ہے یا نکسیر جاری ہے یا کوئی زخم جاری ہے جو بند نہیں ہوتا یہ سب لوگ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کریں اور اس وضو سے وقت کے اندر جس قدر چاہیں فرائض و نوافل پڑھیں (بحر الرائق) اگر وضو کرتے ہوئے خون جاری تھا اور نماز پڑھتے وقت خون بند ہو گیا پھر دوسری نماز کے پورے وقت میں خون بند رہا تو اس نماز کو دوبارہ پڑھے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابراہیم حلبی) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب نماز پڑھتے ہوئے خون رُک گیا۔ اور دوسری نماز کے پورے وقت میں بھی خون رکا رہا۔ (مضمرات) معذور کا وضو فرض نماز کا وقت نکلنے سے اس حدث سے ٹوٹ جاتا ہے جو پہلے ہو چکا ہے (ہدایہ) اور یہی صحیح ہے (محیط) یہاں تک کہ اگر معذور عید کی نماز کیلئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس سے ظہر کی نماز بھی پڑھ سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ عید کی نماز صلوٰۃ ضحیٰ کے قائم مقام ہے۔ اگر ظہر کی نماز کیلئے ظہر کے وقت میں وضو

پہلی تاریخ اس کے طہر کا پہلا دن ہوتا ہے عید الفطر کی وجہ سے اسمیں روزہ صحیح نہ ہوگا اس کے بعد چودہ دن تک یعنی شوال کی پندرہ تاریخ تک اس کے روزہ درست ہوں گے اس کے بعد دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے تو شوال کی ۲۵ تاریخ تک روزے درست نہ ہوں گے اس کے بعد ۲۶ تاریخ کو اسکا روزہ درست ہوگا۔ اس صورت میں متحیرہ کیلئے لازم ہے کہ پندرہ دن کے روزے ایسی مدت میں رکھے جس کا طہر میں ہونا یقینی ہو۔ پہلی صورت میں یہ مدت بیس تاریخ کو اور دوسری صورت میں یہ مدت پچیسویں روز یعنی شوال کی ۲۶ تاریخ کو پوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے فقہا نے احتیاطاً "متحیرہ" کیلئے پچیس روزے لازم کئے ہیں۔ یہ صورت اتصال کی ہے۔ اگر "متحیرہ" فصل کے ساتھ روزے رکھے تب بھی پچیس ہی روزے رکھنے پڑیں گے۔ اس لئے کہ پچیس کی مدت ایسی ہے کہ جس میں پندرہ دن کا طہر میں ہونا یقینی ہے۔ مثلاً پہلے دس ایام میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ روزے ایام حیض میں ہوں لیکن بقیہ پندرہ دن ایسے ہیں جن میں یہ احتمال نہیں پایا جاتا۔

اگر "متحیرہ" کو یہ یاد ہے کہ حیض کا آغاز دن میں ہوا تھا تو بتیس ۳۲ روزے قضا کرے اس لئے کہ مہینہ میں فاسد ہونے والے روزوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد سولہ ہے۔ لہٰذا اس کے دو گنے یعنی بتیس ۳۲ روزے احتیاطاً قضا کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب متحیرہ مہینہ کے متصل روزے قضا کرے اور اگر فصل کے ساتھ روزے قضا کرے گی تو اسپر اڑتیس روزے لازم ہوں گے اس لئے کہ قضا کے پہلے گیارہ روزوں میں حیض کا احتمال ہے۔ اس کے بعد چودہ دن تک حیض کا احتمال نہیں ہے۔ پھر گیارہ روز حیض کا احتمال ہے پھر دو یوم میں اس کا احتمال نہیں ہے جس کا مجموعہ اڑتیس یوم ہے۔ یعنی یہ ایسی مدت ہے جس میں سولہ روزے یقینی طور پر طہر میں ادا ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

کیا اور دوسری مرتبہ پھر ظہر ہی کے وقت میں عصر کی نماز کیلئے وضو کیا تو ان دونوں کے نزدیک اس وضو سے عصر کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے (ہدایہ) اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) اور وضو کی طہارت اس وقت ٹوٹتی ہے جب وضو کرے اور خون جاری ہو یا وضو کرنے کے بعد نماز کیوقت میں خون جاری ہو گیا ہو۔ اگر وضو کے بعد خون بند رہا یہانتک کہ وہ وقت نکل گیا تو اس کا وضو باقی رہے گا اور اس کو اختیار ہے کہ اسی وضو سے نماز پڑھے جبتک خون جاری نہ ہو یا کوئی دوسرا حدث نہ ہو۔ (تبیین) اگر نماز کے وقت میں بلاضرورت وضو کیا تھا پھر خون جاری ہو گیا تو اس وقت کی نماز پڑھنے کیلئے دوبارہ وضو کرے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس نے سیلان دم کے علاوہ کسی دوسرے حدث کیلئے وضو کیا پھر خون بہنے لگا (کافی) ایک شخص کے چیچک نکل رہی تھی اور اس میں سے رطوبت جاری تھی اس نے وضو کیا پھر ایک دوسری جگہ سے رطوبت جاری ہو گئی جو پہلے جاری نہ تھی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (سراج الوہاج) اسی طرح اگر ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری تھا اس نے وضو کیا پھر دوسرے نتھنے سے خون جاری ہو گیا تو اسپر دوسرا وضو لازم ہوگا (بحرالرائق) جس عورت کو استحاضہ تھا اس نے وضو کیا اور نفل نماز شروع کردی ایک رکعت پڑھنے کے بعد نماز کا وقت نکل گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور احتیاطاً اس پر قضا لازم ہوگی۔ (ظہیریہ) اگر معذور کو اس بات پر قدرت ہے کہ کسی چیز کے باندھنے سے یا روئی رکھنے سے خون روک سکتا ہے یا بیٹھنے میں خون جاری نہیں ہوتا کھڑے ہونے میں جاری ہو جاتا ہے تو خون کا روکنا واجب ہے۔ اور اس کو روک لینے کی بنا پر وہ صاحب عذر نہیں رہتا۔ لیکن حیض والی عورت اگر گدی رکھکر خون بند کردے تو اس کو حیض ہی رہتا ہے۔ (بحرالرائق) نفاس والی یا حیض والی عورت اگر روئی رکھے تو وہ نفاس یا استحاضہ سے نہیں نکلتی۔ (تجنیس) اگر آنکھ میں درد سے یا کسی رگ میں سے ہر وقت پانی بہتا ہو تو نماز کے ہر وقت کیلئے وضو کرے اس لئے کہ اس کے پیپ ہونے کا احتمال ہے (تبیین) اگر بہتے ہوئے زخم پر کپڑا باندھ لیا پھر اس پر درہم سے زیادہ مقدار میں خون لگ گیا۔ یا پہننے کے کپڑے پر خون لگ گیا اگر یہ حالت ہے کہ اس کو دھو دیا جائے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ ناپاک ہو جائے گا۔ تو اس کو بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر یہ صورت نہیں ہے تو بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ یہی مختار ہے۔ (مضمرات) جس شخص کے نکسیر جاری ہو جائے یا زخم سے خون بہنے لگے تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر خون نہ رُکے تو وقت کے نکلنے سے پہلے وضو کرکے نماز پڑھ لے (ذخیرہ)

ساتواں باب۔ نجاستوں کا بیان اور اس کے احکام (تین فصلیں)

پہلی فصل۔ نجاستوں کو پاک کرنیکے طریقے

نجاستوں کو پاک کرنے کے دس طریقہ ہیں۔ غسل (دھونا)

ان میں ایک غسل (دھونا) ہے نجاست کا پاک کرنا پانی سے اور بہتی ہوئی پاک چیز سے جس سے نجاست دور ہو سکے جائز ہے جیسے سرکہ۔ گلاب اور ان کے علاوہ دوسری چیزیں جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑیں تو نچڑ جائے (ہدایہ) اور اگر نہ نچڑے جیسے تیل تو اس سے نجاست دور کرنا جائز نہیں۔ (کافی) چھاچھ۔ دودھ اور شیرہ کا یہی حکم ہے (تبیین) بہتی ہوئی چیزوں میں جن سے نجاست زائل ہو جاتی ہے مستعمل پانی بھی داخل ہے۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے (زاہدی) اگر نجاست نظر آتی ہے تو عین نجاست کو دور کیا جائے اور اس کا اثر بھی زائل کیا جائے

بشرطیکہ وہ چیز اس قسم کی ہو کہ جن کا اثر دور ہو جایا کرتا ہے۔ اس میں عدد کا اعتبار نہیں ہے۔ (محیط) اگر ایک ہی مرتبہ کے دھونے میں نجاست اور اس کا اثر دور ہو جائے تو یہ کافی ہے اور اگر تین مرتبہ کے دھونے میں بھی نجاست زائل نہ ہو تو اسوقت تک دھوئے جبتک وہ بالکل زائل نہ ہو جائے۔ (سراجیہ) اگر نجاست اس قسم کی ہے کہ اس کا اثر مشقت و تکلیف کے بغیر زائل نہیں ہوتا اس طرح پر کہ اس کے زائل کرنے میں پانی کے علاوہ کسی اور دوسری چیز مثلاً صابن وغیرہ کی ضرورت ہو تو اس کے دور کرنے میں تکلف نہ کرے (تبیین) اور اسی طرح گرم پانی سے دھونے کا تکلف نہ کرے۔ (سراج الوہاج)۔

اسی بنا پر فقہائے کہا ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ یا کپڑا ایسی مہندی اور رنگ میں رنگ دیئے جائیں جو ناپاک ہیں پھر دھوتے دھوتے اس کا پانی صاف ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔ اگرچہ رنگ باقی ہو۔ (فتح القدیر) اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ ناپاک گھی میں ڈالدے یا کپڑے کو لگ جائے پھر ہاتھ اور کپڑے کو اشنان وغیرہ کے بغیر پانی سے دھوے اور گھی کا اثر اس کے ہاتھ پر باقی رہے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ اسی کو فقیہہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے (ذخیرہ) اور اگر نجاست نظر نہیں آتی تو اسکو تین بار دھوئے (محیط) جو چیز نچوڑی جا سکتی ہے۔ اس کو ہر مرتبہ نچوڑنا شرط ہے اور تیسری بار خوب اچھی طرح نچوڑے یہانتک کہ اس کو اگر ایک بار پھر نچوڑا جائے تو اس میں سے پانی کے قطرے نہ گریں۔ اور ہر شخص میں اس کی قوت کا اعتبار ہے۔ اور اصول کے سوا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ نچوڑنا کافی ہے۔ اسی قول میں زیادہ سہولت ہے (کافی) اور نوازل میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے (محیط) اور اگر ہر مرتبہ کپڑا نچوڑا اور اس میں قوت زیادہ ہے لیکن کپڑے کو بچانے کیلئے اس نے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو جائز نہیں۔ (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر کپڑا تین مرتبہ دھویا اور ہر مرتبہ نچوڑا پھر اس میں سے ایک قطرہ ٹپک کر کسی چیز پر لگ گیا۔ اگر اس کو تیسری مرتبہ خوب اچھی طرح نچوڑ لیا ہے اس طرح کہ اگر اس کو ایک بار پھر نچوڑیں تو پانی نہ گرے تو کپڑا ہاتھ اور جو قطرہ ٹپکا ہے سب پاک ہیں اور اگر اس طرح نہیں نچوڑا تو سب ناپاک ہیں۔ (محیط) اور جو چیز نچوڑی نہیں جا سکتی وہ تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خشک کرنے میں نجاست کے نکالنے کا اثر ہوتا ہے اور خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ کپڑے کو اسقدر چھوڑ دے کہ پانی کا ٹپکنا موقوف ہو جائے۔ سوکھ جانا شرط نہیں ہے۔ (تبیین) یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجاست اس میں خوب اچھی طرح جذب ہو گئی ہو۔ اور اگر اس میں نجاست اچھی طرح جذب نہیں ہوئی ہے تو تین بار دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (محیط سرخسی) ایک عورت نے گیہوں یا گوشت شراب میں پکایا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کو پھر تین مرتبہ پانی میں پکائے اور ہر مرتبہ خشک کرے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ وہ کبھی پاک نہ ہو گا۔ اور اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات ناقلاعن النصاب والکبیر)

اگر ایسی چیز ناپاک ہو جائے جو نچوڑی نہیں جا سکتی اور اس میں نجاست جذب ہو جائے جیسے چھری پر ناپاک پانی سے ملمع کیا جائے یا تازی اینٹ اور نئے بنے ہوئے مٹی کے برتن پر شراب پڑ جائے یا گیہوں پر شراب گر جائے اور وہ اس کو جذب کر کے پھول جائیں تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے تین بار چھری ملمع کی جائے اور تین بار اینٹ اور برتن کو دھویا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے تو پاک ہو جائیں گے۔ اور گیہوں کو پانی میں بھگو دیں یہانتک کہ پانی اس میں اس طرح جذب ہو جائے جیسے شراب جذب ہوئی تھی۔ پھر ان کو خشک کیا جائے تین مرتبہ اسی طرح کریں تو گیہوں پاک ہو جائیں گے۔ اور اگر گیہوں نہ پھولے ہوں تو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں۔ لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں شراب کا مزہ یا بو باقی نہ رہے (محیط) اگر پرانی اینٹ ہے تو اس کو ایک دفعہ تین بار دھو لینا کافی ہے (خلاصہ) اگر شہد ناپاک ہو گیا ہے تو اس کو ایک کڑھائی

میں ڈال دیں اور اس میں پانی ملا دیں اور اسقدر جوش دیں کہ پانی خشک ہوکر جس قدر شہد تھا وہ باقی رہجائے۔ تین بار اسی طرح کریں تو شہد پاک ہو جائے گا۔ فقہانے کہا ہے کہ یہی حکم کھجور کے شیرہ کا بھی ہے۔ اگر تیل ناپاک ہو گیا ہے تو اس کو پاک کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اس کو تین مرتبہ اس طرح دھوئیں کہ اس کو ایک برتن میں ڈالیں پھر تیل ہی کے برابر اس میں پانی ڈالیں پھر تیل کو خوب اچھی طرح ہلا کر چھوڑ دیں یہانتک کہ تیل اوپر آجائے پھر اس کو اوپر سے اتار لیا جائے یا برتن میں سوراخ کر دیا جائے تاکہ پانی نکل جائے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ (زاہدی) ناپاک کپڑا تین برتنوں میں دھویا جائے یا ایک ہی برتن میں تین بار دھو لیا جائے۔ اور ہر بار نچوڑ دیا جائے۔ تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کپڑا عموماً اسی طرح دھویا جاتا ہے اور اگر پاکی کا حکم نہ دیں تو لوگوں کو دشواری پیش آئے گی۔ اور ناپاک عضو کو کسی برتن میں دھونے اور جنبی کے استنجا کئے بغیر پانی میں نہانے کا حکم کپڑے کے مانند ہے۔ پانی اور برتن دونوں ناپاک ہو جائیں گے۔ اور اگر چوتھے برتن میں بھی دھوئیں تو اس کا پانی کپڑا دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا رہے گا۔ اور عضو دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا باقی نہ رہے گا اس لئے کہ یہ پانی عبادت میں صرف ہولیے[1]۔ (کافی) اور وہ تینوں ناپاک ہیں

لیکن ان کے اندر تفاوت اور فرق ہے پہلا پانی اگر کسی کپڑے کو لگے گا تو وہ تین مرتبہ کے دھونے سے پاک ہوگا اور دوسرا پانی اگر کسی کپڑے کو لگے گا تو دو بار دھونے سے اور تیسرا پانی اگر کسی کپڑے کو لگ جائے تو ایک بار دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (محیط السرخسی) اور یہی صحیح ہے (تنویر) اور جب وہ پانی دوسرے کپڑے کو لگے گا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو پہلے کپڑے میں تھا (محیط السرخسی) اور تیسری بار کے دھونے میں تیسرا برتن بھی پاک ہو جائے گا جس طرح کاسہ کا دستہ اور شراب کا وہ مٹکا جس میں شراب سرکہ بنجاتی ہے پاک ہو جاتا ہے (زاہدی) اگر موزے کا استر ٹاٹ کا ہے اور اس کے سوراخ میں ناپاک پانی داخل ہو گیا ہے۔ اس نے موزہ دھویا اور ہاتھ سے ملا پھر اس کے اندر تین بار پانی بھرا اور پھینک دیا لیکن اس ٹاٹ کو نچوڑ نہ سکا تو وہ موزہ پاک ہو جائے گا۔ (محیط)۔

نوازل میں ہے کہ وہ ہر بار اتنی دیر چھوڑ دے کہ اس سے پانی کے قطرے ٹپکنے موقوف ہو جائیں۔ (تاتارخانیہ) خراسانی موزہ جس کے پورے چمڑے پر سوت چڑھا ہوا ہوتا ہے اگر اس کے نیچے نجاست لگ جائے تو تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہر بار اس قدر توقف کیا جائے کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے۔ پھر دوسری بار اور تیسری بار اسی طرح دھوئے۔ یہ اصح ہے اور اول میں زیادہ احتیاط ہے (خلاصہ) زمین اور درخت پر اگر ناپاکی لگ جائے پھر اس پر بارش ہو گئی اور نجاست کا اثر باقی نہیں رہا تو وہ دونوں پاک ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح لکڑی پر جب ناپاکی لگ جائے اور اس پر بارش ہو جائے تو وہ دُھلنے کے حکم میں ہے۔ زمین اگر پیشاب سے ناپاک ہو جائے اور اس کو دھونے کی ضرورت ہو پس اگر زمین نرم ہے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گی اور اگر سخت ہے تو فقہانے کہا ہے کہ اس پر پانی ڈالیں پھر ہاتھ سے رگڑیں اور اونی کپڑے سے پونچھیں اور اسی طرح تین بار عمل کریں تو پاک ہو جائیگی اور اگر اسپر اسقدر زیادہ پانی ڈالا کہ نجاست متفرق ہو گئی اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہا اور اس کو چھوڑ دیا گیا یہانتک زمین خشک ہو گئی تو وہ پاک ہو جائے گی۔ (فتاویٰ قاضی خاں) بورے پر اگر ناپاکی لگ گئی اور ناپاکی خشک ہے تو اس کو رگڑنا ضروری ہے یہانتک کہ نرم ہو جائے اگر نجاست تر ہے اور بوریا نرسل وغیرہ کا ہے تو وہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ اور کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہے گی۔ (محیط) اور بلا اتفاق یہ پاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ بوریا نجاست کو جذب نہیں کرتا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر بوریا کھجور وغیرہ کا ہے تو دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں تو امام ابو یوسف کے نزدیک پاک ہو جائے گا (منیۃ المصلی) اسی پر فتویٰ ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابراہیم حلبی) کھجور وغیرہ سے بنا

[1] یعنی ماء مستعمل کے حکم میں آجائے گا۔ ۱۲

ہوا بوریا اگر ناپاک پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور اسی پر مشائخ کا فتویٰ ہے تین بار دھویں اور ہر بار نچوڑیں یا خشک کریں تو پاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی خلاصہ میں لکھا ہے۔ ناپاک برتن اگر نہر میں ڈالا جائے اور ایک رات چھوڑ دیا جائے تاکہ پانی بہتا رہے تو پاک ہو جائے گا (خلاصہ) کوزہ میں اگر شراب ہو تو وہ تین بار پانی ڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔ اگر کوزہ کورا تھا تو ہر مرتبہ کچھ دیر توقف کریں یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (خلاصہ) شراب کا مٹکا اگر پرانا اور مستعمل ہے تو تین بار کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں) بشرطیکہ شراب کی بو اس میں باقی نہ رہے۔ (تاتارخانیہ منقول عن کبری) دباغت دیتے ہوئے چمڑہ پر اگر ناپاکی لگ گئی اور اس کی سختی کی وجہ سے اس میں ناپاکی جذب نہیں ہوتی تو ائمہ کے قول کے بموجب دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں ناپاکی جذب ہو سکتی ہے اور اس کو نچوڑا جا سکتا ہے تو تین بار دھویں اور ہر بار نچوڑیں۔ تو چمڑہ پاک ہو جائے گا۔ اور اگر چمڑہ نہیں نچوڑ سکتے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تین بار دھویں اور ہر بار خشک کریں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کپڑے کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا اور اس کو یاد نہ رہا اور تحری کئے بغیر کسی کنارہ کو دھو لیا تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ یہی مختار ہے۔ اگر اس کپڑے سے بہت سی نمازیں پڑھیں ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ جس طرف ناپاکی تھی وہ نہیں دھوئی گئی تو جتنی نمازیں اس کپڑے سے پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے۔ (خلاصہ) اور احتیاط یہ ہے کہ پورا کپڑا دھوئے اور اسی طرح اگر آستین میں ناپاکی لگ گئی اور یہ یاد نہ رہا کہ کون سی آستین تھی تو دونوں آستینیں دھوئے۔ (محیط السرخسی) اگر کپڑا ناپاک ہو گیا اور تین بار دھونا واجب ہوا اور اس نے ایک دن ایک بار دھو لیا اور ایک دن دو بار دھو لیا تو جائز ہے اس لئے کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ (فتاویٰ قاضی خاں فی فصل مایقع فی بئر)۔

پُونچھنا اور صاف کرنا

اگر صیقل شدہ لوہا ہے اور وہ کھدرا ہے جیسے تلوار اور چھُری اور آئینہ وغیرہ۔ اگر اس پر نجاست لگ جائے لیکن اس کا طمع نہ کیا جائے تو جس طرح دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح پاک کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جائے گا۔ (محیط) تر اور خشک نجاست میں اور جسم دار و بے جسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (تبیین) اور یہی فتویٰ کیلئے اختیار کیا گیا ہے (عنائیہ) اگر لوہا وغیر کھدرا اور منقش ہے تو پونچھنے سے پاک نہ ہوگا۔ (تبیین) اگر پچھنے لگائے اور اس جگہ کو بھیگے ہوئے تین پاک کپڑوں سے پونچھ لیا تو کافی ہے اس لئے کہ یہ دھونے کے قائم مقام ہے۔ (محیط السرخسی)۔

مَنی کا مَلنا

منی اگر کپڑے کو لگ جائے اور وہ تر ہے تو دھونا واجب ہے، اور اگر کپڑے پر لگ کر خشک ہو گئی تو استحساناً ملکر رگڑنا کافی ہے۔ (عنایۃ) اور صحیح یہ ہے کہ مرد اور عورت کی منی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ملکر جھاڑ دینے کے بعد اگر منی کا اثر باقی رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جس طرح دھونے کے بعد اثر باقی رہ جائے۔ (زاہدی) اگر ذکر کا سرا پیشاب سے بھی ناپاک ہو تو منی رگڑنے سے کپڑا پاک نہ ہوگا (محیط السرخسی) اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے ہوئے وہ پاک نہ ہوگا۔ خواہ منی خشک ہو یا تر۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی

مردی ہے۔ یہ کافی میں اصل سے منقول ہے اور یہی فتاویٰ قاضی خاں اور خلاصہ میں لکھا ہے۔ ہمارے مشائخ کی رائے ہے کہ بدن ملکر جھاڑنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس میں بلویٰ شدید ہے (ہدایہ) اگر منی استر میں بھی آگئی تب بھی اس کا رگڑ دینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے (جوہرنیرہ، تبیین) موزے پر اگر منی لگ گئی اور وہ خشک ہوگئی تو اسکا رگڑ دینا کافی ہے۔ (کافی) منی کو جب کپڑے سے مل کر رگڑ دیا جائے اور اس کا اثر جاتا رہے، پھر اسپر پانی لگ جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں مختار یہ ہے کہ نجاست نہیں لوٹے گی (خلاصہ)

چھیلنا اور رگڑنا

موزے پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ جسم دار اور خشک ہے جیسے پاخانہ۔ لید اور منی تو چھیلنے سے موزہ پاک ہوجائے گا اور اگر نجاست تر ہے تو ظاہر روایت کے مطابق بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اس کو خوب اچھی طرح صاف کر دیا جائے اس طرح کہ نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو پاک ہوجائیگا۔ اور عموم بلویٰ کیوجہ سے اسی پر فتویٰ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر نجاست جسم والی نہیں ہے جیسے شراب اور پیشاب اور اسمیں مٹی ملجائے یا اوپر سے ڈالدیجائے پھر اسکو پونچھیں تو پاک ہوجائیگا یہی صحیح ہے (تبیین) اور ضرورت کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ) اور فتاویٰ الحجۃ میں لکھا ہے کہ پوستین پر اگر جسم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے تو رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جس طرح کہ موزہ پاک ہوجاتا ہے۔ (مضمرات)۔

خشک ہونا اور اثر کا زائل ہونا

زمین خشک ہونے سے اور نجاست کا اثر زائل ہوجانے سے نماز کیلئے پاک ہوجاتی ہے۔ تیمم کیلئے پاک نہیں ہوتی (کافی)۔ سورج سے خشک ہونے میں اور آگ سے ہوا اور سایہ سے خشک ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (بحر الرائق) زمین کے اس حکم میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو زمین میں قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت اور گھاس اور سرکل جبتک وہ زمین میں کھڑے رہیں۔ اگر گھاس لکڑی اور بانس کٹ جائیں اور پھر ان پر نجاست لگ جائے تو بغیر دھوئے ہوئے یہ چیزیں پاک نہ ہوں گی۔ (جوہرہ) زمین پر اگر اینٹوں کا فرش بچھا ہوا ہے تو ان کا بھی وہی حکم ہے جو زمین کا ہے۔ نجاست خشک ہوجانے سے اینٹیں پاک ہوجاتی ہیں اور اگر وہ زمین پر رکھی ہوئی ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہیں تو دھونا ضروری ہے (محیط) پتھر اور کچی اینٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ (منیۃ المصلی) اگر فرش لگانے کے بعد اینٹیں پھر اکھاڑی جائیں تو کیا نجس ہوجائیں گی۔ اس میں دو روایتیں ہیں (فتاویٰ قاضی خاں) سنگریزے اگر زمین میں گڑے ہوئے ہوں تو وہ زمین کے حکم میں ہیں۔ اور اگر زمین کے اوپر پڑے ہوئے ہوں تو پاک نہ ہوں گے۔ (محیط) اور یہی منیۃ المصلی میں لکھا ہے۔ اگر زمین خشک ہوکر پاک ہوجائے اور پھر اسپر پانی پڑجائے تو اصح یہ ہے کہ نجاست دوبارہ عود نہیں کرے گی اور پانی اس پر چھڑک دیں اور پھر اسپر بیٹھ جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)۔

گوبر جلانا

گوبر اگر جل کر راکھ ہوجائے گا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (خلاصہ) اور یہی پاخانہ کا حکم ہے (بحر الرائق) اگر بکری کا خون سے لت پت سر جلایا جائے اور خون اس سے زائل ہوجائے تو وہ پاک سمجھا جائے گا۔ پیالے یا ہانڈی اگر ناپاک مٹی سے بنائے جائیں اور پک جائیں تو وہ پاک سمجھے جائیں گے۔ (محیط) یہی حکم ان

اینٹوں کا ہے جو ناپاک مٹی سے بنائی جائیں پھر پکائی جائیں (فتاویٰ غرائب) اگر کسی عورت نے تنور گرم کیا پھر اس کو ایسے ناپاک کپڑے سے پونچھا جو گیلا تھا اور اس میں روٹی پکائی تو دیکھیں گے کہ اگر روٹی لگنے سے پہلے اس کی تری آگ کی گرمی سے جل چکی تھی تو روٹی ناپاک نہ ہوگی (محیط) اگر تنور گوبر یا لید سے گرم کیا جائے تو اس میں روٹی پکانا مکروہ ہے[1] اور اگر اس پر پانی چھڑک لیا جائے تو کراہت باقی نہ رہے گی۔ (قنیہ)۔

حالت بدل جانا

شراب اگر نئے مٹکے میں ہے اور اس کا سرکہ بنجائے تو وہ بالاتفاق پاک ہو جائے گی۔ (قنیہ) روٹی کو اگر شراب سے گوندھا گیا ہے تو دھونے سے پاک نہ ہوگی اور اگر مٹکے میں سرکہ ڈالدیں اور شراب کا اثر جاتا رہے تو وہ پاک ہو جائے گا (ظہیریہ) چپاتی اگر شراب میں پڑجائے اور اس کا سرکہ بنجائے تو صحیح یہ ہے کہ وہ چپاتی بھی پاک ہو جائے گی۔ بشرطیکہ شراب کی بو اس میں باقی نہ رہے یہی حکم پیاز کا ہے جبکہ وہ شراب میں ڈالی جائے اور شراب سرکہ بن جائے اس لئے کہ شراب کے جو اجزا اس میں ملے ہوئے ہیں وہ سرکہ ہو گئے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) شراب اگر پانی میں پڑے یا پانی شراب میں پڑے اور وہ سرکہ ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گا (خلاصہ) اگر شوربے میں شراب پڑجائے اور پھر سرکہ گر جائے تو وہ شوربا ترشی میں اگر سرکہ کے مانند ہے تو وہ پاک ہے۔ (ظہیریہ) چوہا شراب میں گر جائے اور پھٹ جانے سے قبل اس کو نکال لیں اس کے بعد شراب سرکہ بنجائے تو اس کے کھا پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ شراب کے اندر پھٹ جائے پھر اس کو نکالا جائے اس کے بعد شراب سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں۔ کتا اگر شیرہ کو چاٹے پھر اس کی شراب بنے اور وہ شراب سرکہ ہو جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتے کا لعاب اس میں باقی ہے اور وہ سرکہ نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں) یہی حکم اس صورت میں ہے جب پیشاب شراب میں گر جائے اور شراب سرکہ بن جائے۔ (خلاصہ) ناپاک سرکہ اگر شراب میں ڈالا جائے اور وہ شراب سرکہ بنجائے تو ناپاک رہیگی۔ اس لئے کہ جو ناپاک سرکہ اس میں ملا تھا وہ متغیر نہیں ہوا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) سور اور گدھا اگر نمک کی کان میں گر جائے اور نمک بنجائیں یا کسی چوبچہ میں گر کر مٹی بنجائیں تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پاک ہو جائے گا۔ (محیط السرخسی) مٹکے کے شیرہ میں اگر جوش آجائے اور سخت ہو جائے اور اس پر جھاگ آجائیں پھر اس کا جوش موقوف اور کم ہو جائے پھر وہ سرکہ بن بنجائے تو اگر وہ سرکہ بہت دنوں تک اس میں چھوڑ دیا جائے اور سرکہ کے بخارات مٹکے کے منہ تک پہونچیں تو وہ مٹکا پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح شراب لگا ہوا کپڑا سرکہ کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ناپاک تیل صابن میں ڈالا جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائیگا۔ اس لئے کہ اسمیں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔

چمڑے کو دباغت دینا۔ جانور کو ذبح کرنا کنوئیں سے پانی نکالنا

"نجاستوں کو پاک کرنے کے مزید یہ تین طریقے ہیں"

یعنی چمڑے کو اگر دباغت دیدی جائے اور جانور کو ذبح کر دیا جائے اور کنوئیں سے پانی نکالا جائے تو یہ سب چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل گذر چکی ہے۔

---

[1] یہ کراہت تنزیہی ہے۔

متعلقہ مسائل

اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یہانتک کہ اس کی نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو عضو پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح چھری پر اگر نجاست لگ جائے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یا اپنا تھوک لگا کر اس کو پونچھ ڈالے تو وہ پاک ہو جائے گی۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر کپڑے کو زبان سے چاٹے یہانتک کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے گا (محیط) اگر کسی نے منہ بھر کے قے کی پھر وضو کیا اور کلی نہ کی یہانتک کہ نماز پڑھ لی تو وہ نماز جائز ہو گی اس لئے کہ منہ تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ بچے نے اگر ماں کے پستان پر قے کر دی پھر پستان کو متعدد بار چوسا تو پاک ہو جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) دُھنی ہوئی نجس روئی اگر پھر دھنی جائے اگر پوری یا آدھی نجس تھی تو پاک نہ ہو گی اور اگر تھوڑی سی نجس تھی جس میں یہ احتمال ہے کہ اسقدر دھننے میں نکل گئی تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ جیسے نجس خرمن[1] جب کسان اور عامل کے درمیان تقسیم کیا جائے تو اس کی طہارت کا حکم کیا جاتا ہے۔ (خلاصہ) گیہوں کے خرمن کو اگر گدھے گاہیں اور ان کا پیشاب اور لید کچھ گیہوں پر پڑ جائے اور یہ ناپاک گیہوں اور گیہوں کے ساتھ ملے ہوئے ہوں تو فقہانے کہا ہے کہ اگر ان میں سے تھوڑے نکال کر دھوئے جائیں پھر سب ملا دیئے جائیں تو ان کا کھانا جائز ہو گا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ تھوڑے سے گیہوں اس میں سے نکال کر کسی کو ہبہ کر دے یا صدقہ دیدے (ذخیرہ) نجس رانگ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے موم پاک نہیں ہوتا (قنیہ) چوہا اگر گھی میں مر جائے اور وہ جما ہوا ہو تو اس کے آس پاس کا گھی نکالکر پھینک دیا جائے۔ باقی گھی پاک ہے وہ کھایا جا سکتا ہے۔ گھی اگر پتلا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ لیکن کھانے کے علاوہ اور طرح فائدہ اٹھانا جیسے روشنی کرنا اور چمڑے کی دباغت دینا جائز ہے (خلاصہ) اگر اس کی دباغت دیجائے تو اس کو دھویا جائے گا۔ پھر اگر وہ نچڑ سکے تو تین بار اس کو دھوئیں اور نچوڑیں اور اگر نچڑ نہ سکے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں۔ (بدائع) اور جمے ہوئے گھی کی تعریف یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے تھوڑا سا گھی نکالا جائے تو اسیوقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے اور اگر اسی وقت سب گھی مل کر برابر ہو جائے تو وہ پتلا ہے (فتاویٰ غرائب)۔

دُوسری فصل۔ ناپاک چیزوں کا بیان

نجس چیزوں کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک مغلظہ۔ یہ بقدر درہم معاف ہے درہم میں مختلف روایات ہیں صحیح یہ ہے کہ اگر نجاست جسم دار ہے تو وزن کا اعتبار کیا جائیگا۔ اس کا وزن اس بڑے درہم کے برابر ہونا چاہئے جو ایک مثقال کا ہوتا ہے۔ اور اگر نجاست جسم دار نہیں ہے تو اس میں پیمائش کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کی مقدار ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہے (تبیین۔ کافی۔ اکثر فتاویٰ) ایک مثقال کا وزن بیس قیراط کا ہوتا ہے۔ اور شمس الائمہ سے یہ منقول ہے کہ ہر زمانہ میں اسی زمانے کے درہم کا اعتبار کیا جاتا ہے اور صحیح وہی ہے جو پہلے بیان کیا گیا۔ (یہ سراج وہاج میں ایضاح سے منقول ہے) جو چیزیں انسان کے بدن سے نکلتی ہیں جن کے نکلنے سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے۔ وہ مغلظہ ہیں جیسے پاخانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی، کچلو، پیپ اور قے جو منہ بھر کر آئے (بحر الرائق) حیض و نفاس اور استحاضہ کے خون کا یہی حکم ہے (سراج الوہاج) بچہ کے پیشاب کا

---

[1] ظاہر یہ ہے کہ خرمن پورا ناپاک نہیں ہوا۔

بھی یہی حکم ہے لڑکا ہو یا لڑکی کھانا کھاتے ہوں یا نہ کھاتے ہوں۔ (اختیار شرح مختار) شراب، بہتا ہوا خون، مردار کا گوشت اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا پیشاب اور لید اور بیل کا گوبر، پاخانہ، کتے کا گو۔ بط اور مرغابی کی بیٹ ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اور یہ سب نجاست غلیظہ نجس ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) درندے جانور، بلی اور چوہے کے پاخانہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (سراج الوہاج) بلی یا چوہے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو کپڑا نجس ہو جائے گا۔ اور یہی ظاہر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) سانپ کا پاخانہ اور پیشاب نجاست غلیظہ نجس ہے۔ جونک کی بیٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ (تاتارخانیہ) بڑی گلی اور گرگٹ کا خون نجس ہے بشرطیکہ بہتا ہوا ہو (ظہیریہ) یہ درھم کی مقدار سے زائد اگر کپڑے کو لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (محیط)۔

"نجاست خفیفہ"

نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہے۔ یہ اکثر متون میں لکھا ہے۔ چوتھائی کپڑے میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے اس حصہ کی چوتھائی کا اعتبار ہے جہاں نجاست لگی ہوئی ہے مثلاً دامن آستین اور کلی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو۔ اور اگر نجاست بدن پر لگی ہوئی ہو تو اس عضو کے چوتھائی حصہ کا اعتبار کیا جائے گا جس پر نجاست ہے جیسے ہاتھ پیر۔ صاحب تحفہ، محیط، بدائع اور مجتبیٰ اور سراج الوہاج نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور حقائق میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (بحرالرائق) گھوڑے اور حلال جانوروں کا پیشاب اور وہ پرند جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان سب کی بیٹ نجاستِ خفیفہ نجس ہے۔ (کنز) نجاست کے خفیف ہونے کا حکم کپڑے میں جاری ہوتا ہے پانی میں جاری نہیں ہوتا۔ (کافی) شہید کا خون جبتک بدن پر ہے پاک ہے اور جب اس سے جدا ہو جائے تو نجس ہے ہر شے کے "پتہ" کا حکم اس کے پیشاب کے مانند ہے۔ (ظہیریہ)۔ سوئی کے سرے کے برابر پیشاب کی جو چھینٹیں اڑتی ہیں وہ ضرورت کی وجہ سے معاف ہیں۔ اگرچہ تمام کپڑے پر پڑ جائیں۔ (تبیین) سوئی کی دوسری جانب یعنی (ناکہ) کے برابر جو پیشاب کی چھینٹیں پڑتی ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے (کافی۔ تبیین) یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ چھینٹیں اڑ کر کپڑے یا بدن پر گریں۔ لیکن چھینٹیں اگر پانی میں گریں تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اور کچھ معاف نہ ہوگا اس لئے کہ بدن، کپڑے اور مکان کے اعتبار سے پانی کے طہارت کی زیادہ تاکید ہے۔ (سراج الوہاج) اور اگر پیشاب کی چھینٹیں بڑے سوئے کے سرے کے برابر اڑیں تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (بحرالرائق)۔

متعلقہ مسائل

سانپ کی کھال نجس ہے اگرچہ اس کو ذبح کیا جائے اس لئے کہ یہ دباغت کو قبول نہیں کرتا۔ (ظہیریہ) سانپ کی کینچلی صحیح یہ ہے کہ پاک ہے (خلاصہ) سوتے ہوئے آدمی کا لعاب پاک ہے خواہ منہ سے نکلا ہو یا معدے سے آیا ہو یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مردے کے لعاب کو بعض حضرات نے نجس کہا ہے (سراج الوہاج) ریشم کے کیڑوں کا پانی ان کی آنکھ اور بیٹ پاک ہے (قنیہ) جن پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے کبوتر اور چڑیا ان کی بیٹ ہمارے نزدیک

پاک ہے (سراج وہاج) اور صحیح یہ ہے گدھی کا دودھ پاک ہے ۔ (تبیین ۔ امنیۃ المصلی) اور یہی اصح ہے (ہدایہ) لیکن اسکا پینا جائز نہیں ہے (نہایہ ۔ خلاصہ) جانور کو ذبح کرنے کے بعد جو خون اس کی رگوں میں باقی رہتا ہے اگرچہ کافی مقدار میں کپڑے کو لگ جائے تب بھی اس سے کپڑا خراب نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں) گوشت میں جو خون باقی رہ جاتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ خون بہتا ہوا نہیں ہے (محیط السرخسی) بہتا ہوا خون جو گوشت میں لگ جاتا ہے وہ ناپاک ہے (منیۃ المصلی) جگر اور تلی کا خون نجس نہیں ہے (خزانۃ الفتاویٰ) ۔ کھٹمل ۔ پسو ۔ جوں اور کتان کا خون پاک ہے اگرچہ بہت ہو (سراج الوہاج) مچھلی اور پانی میں رہنے والے جانوروں کا خون امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک کپڑے کو خراب نہیں کرتا (فتاویٰ قاضی خاں) ۔

چوہے کی مینگنی اگر برتن میں گر کر گیہوں کے ساتھ پس جائے یا تیل کے برتن میں گر جائے تو آٹا اور تیل جبتک ان کا مزہ نہ بدلے خراب نہیں ہوتے ۔ فقیہہ ابواللیث نے کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں اور مسائل ابوحفص میں ہے کہ چوہے کی مینگنی اگر راب یا سرکہ میں گر جائے تو وہ خراب نہیں ہوتا ۔ (محیط) اگر کپڑے پر ناپاک تیل درھم کی مقدار سے کم گرے لیکن پھیل کر درہم کی مقدار سے زائد ہو جائے تو بعض کے نزدیک یہ جواز صلوۃ کیلئے مانع ہے ۔ اکثر لوگوں نے اسی قول کو لیا ہے (سراج الوہاج) ۔ اور یہی قول اختیار کیا جاتا ہے (منیۃ المصلی) ناپاک کپڑا اگر پاک کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہے اور وہ تر ہے اور اس کی تری پاک کپڑے میں بھی ظاہر ہوگئی ۔ لیکن پاک کپڑا اتنا تر نہیں ہوا کہ اگر نچوڑیں تو رطوبت گرے یا قطرے ٹپکیں تو اصح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا ۔ اور اسی طرح اگر پاک کپڑا ایک ناپاک کپڑے پر یا تر نجس زمین پر بچھایا جائے اور نجاست کپڑے میں اثر کرے لیکن اسقدر تر نہ ہو کہ نچوڑنے میں اس سے رطوبت گرے مگر نجاست کی تری کی جگہ معلوم ہوتی ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا ۔ (خلاصہ) ۔ اگر گیلا پاؤں ناپاک زمین یا ناپاک بچھونے پر رکھے تو وہ ناپاک نہ ہوگا ۔ اور اگر خشک پیر ایسے نجس بچھونے پر رکھا جو گیلا ہے اور پیر بھیگ گیا تو ناپاک ہو جائیگا ۔ اور نمی کا اعتبار نہیں ہے یہی مختار ہے ۔ یہ سراج وہاج میں فتاویٰ سے لکھا ہے ۔ مٹی میں ملے ہوئے گوبر سے اگر چھت لیپی جائے اور خشک ہو جائے پھر اس پر بھیگا ہوا کپڑا رکھدیا تو وہ ناپاک نہ ہوگا ۔ سوکھا ہوا گوبر یا ناپاک مٹی جب ہوا سے اڑکر کپڑے پر پڑے تو جبتک اس میں نجاست کا اثر نظر نہ آئے ناپاک نہ ہوگا ۔ (فتاویٰ قاضی خاں) ۔ ہوا اگر گندگیوں پر سے گذر کر کسی کپڑے کو لگ جائے اور اس میں نجاست کی بو آنے لگے تو ناپاک ہو جائے گا ۔ اور نجاستوں کے بخارات لگنے سے کپڑا نجس نہیں ہوتا ۔ یہی صحیح ہے ۔ (ظہیریہ) نجاست کا دھواں اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا ۔ (سراج الوہاج) ۔ فتاویٰ میں لکھا ہے اگر گوبر کسی گھر میں جلایا گیا اور اسکا دھواں اور بخار اوپر کی جانب چڑھا اور روشندان کے توے میں جاکر جم گیا ۔ پھر وہ پگھلا یا توے میں سے قطرے نکلے اور وہ کپڑے کو لگے تو استحسانا یہ حکم ہے کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوگا وہ کپڑا خراب نہ ہوگا ۔ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے اسی پر فتویٰ دیا ہے (فتاویٰ غیاثیہ) اور اصطبل کا یہی حکم ہے جب وہ گرم ہو اور دھواں نکلنے کے سوراخ پر توے کے اوپر نجاست جم جاتی ہو پھر اس توے میں سے قطرے ٹپکنے لگیں ۔ اور حمام کا یہی حکم ہے جب اس میں نجاست جلائی جائے اور دیواروں اور روشندانوں سے قطرے ٹپکنے لگیں ۔ فتاویٰ قاضی خاں) ۔

اگر پانی سے استنجا کیا اور کپڑے سے نہ پونچھا پھر ریح خارج ہوئی تو فقہا کا یہ قول ہے کہ اس کا اردگرد ناپاک نہیں ہوگا ۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ استنجا نہیں کیا لیکن پاجامہ پسینے یا پانی میں تر ہو گیا پھر ریح خارج ہوئی ۔ (خلاصہ) اگر سردی کے موسم میں گھوڑے بندھنے کی جگہ میں جہاں لید وغیرہ جلتی رہتی ہے داخل ہوا اور اس کا بدن گیلا تھا یا کوئی گیلی چیز وہاں لے گیا اور اس کی گرمی سے خشک ہوئی تو ناپاک نہ ہوگی ۔ لیکن اگر اثر ظاہر ہوا جیسے پاجامہ پر یا اس ترشی پر خشک ہونیکے بعد زردی آجائے تو نجاست

کا حکم کیا جائے گا۔ (ذخیرہ) اگر کوئی شخص ایسے بچھونے پر سویا جس پر منی لگ کر خشک ہو گئی تھی اور اس کے پسینے سے بچھونا تر ہو گیا تو اگر بچھونے کی تری کا اثر اس کے بدن پر ظاہر نہیں ہوا تو وہ بدن ناپاک نہ ہو گا۔ اور اگر تری کا اثر بدن پر ظاہر ہو گیا تو ناپاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خان) اگر گدھے نے پانی میں پیشاب کیا اور اس کی کچھ چھینٹیں کسی آدمی کے کپڑے پر پڑیں یہ جواز نماز کیلئے مانع نہیں ہے۔ اگرچہ بہت ہوں لیکن جب یقین ہو جائے کہ یہ چھینٹیں پیشاب کی ہیں تو ان سے نماز جائز نہ ہو گی۔ اور ایسے ہی اگر پاخانہ پانی میں پڑ جائے اور اس سے چھینٹیں اڑیں اور کپڑے پر پڑیں تو اگر چھینٹوں کے اثرات کپڑے پر ظاہر ہو جائیں تو وہ ناپاک ہو جائیگا اور اگر ان کے اثرات کپڑے پر ظاہر نہیں ہوئے تو ناپاک نہ ہو گا۔ یہی قول مختار ہے اور اسی قول کو فقیہہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے خواہ پانی جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو۔

اور ابو بکر محمد بن الفضل سے منقول ہے کہ اگر گھوڑے کے پیروں میں نجاست لگ گئی اور وہ پانی میں چلا اور اس کی چھینٹیں سوارکے کپڑے پر پڑیں تو وہ ناپاک ہو جائے گا ٹھہرا ہوا پانی ہو یا جاری ہو۔ قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابراہیم حلبی) پاخانہ کی مکھیاں اگر کسی کپڑے پر بیٹھ جائیں تو ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر مکھیں غالب اور بہت ہوں تو ناپاک ہو جاتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ ایک شخص کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی یا مٹی میں چلا اور پیر نہ دھوئے اور نماز پڑھ لی اگر اس میں نجاست کا اثر نہیں ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ لیکن احتیاط پیر دھونے میں ہے (یہ فتاویٰ فراحانی میں واقعات حسامیہ سے نقل کیا ہے) پاک پانی میں اگر ناپاک مٹی ڈالی یا پاک مٹی میں ناپاک پانی ڈالا تو صحیح یہ ہے کہ گارا نجس ہو گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ فقیہہ ابواللیث نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (خلاصہ)۔ ناپاک بھوسہ گارے میں ڈالدیا اور وہ بھوسہ قائم ہے اور نظر آتا ہے اگر وہ مقدار میں زائد ہے تو ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر بھوسہ زائد نہیں ہے تو گارا ناپاک نہ ہو گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر خشک ہو گا تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائیگا۔ (محیط)۔

کتے نے اگر کسی شخص کا عضو یا کپڑا پکڑ لیا تو جب تک اس پر تری ظاہر نہ ہو گی ناپاک نہ ہو گا خواہ کتا خوشی کی حالت میں ہو یا غصے کی۔ (منیۃ المصلی) صیرفیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے (شرح منیۃ المصلی۔ مصنفہ ابراہیم حلبی) کتا اگر مسجد کے بوریئے پر کھڑا ہوا سو گیا بوریا اگر خشک ہے تو ناپاک نہ ہو گا۔ اور اگر تر ہے اور نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تب بھی یہی حکم ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ہاتھی کی ہڈی پاک ہے۔ یہی اصح ہے (محیط) ہاتھی کا لعاب چیتے اور شیر کے لعاب کی طرح ناپاک ہے۔ اگر ہاتھی کی سونڈ سے کسی کپڑے پر اس کا لعاب گر جائے تو ناپاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) ہر جانور کا جگال اس کے پاخانہ کے مثل ہے (سراج الوہاج) اگر جو اونٹ یا بکری کی مینگنی میں ہیں تو دھو کر کھالئے جائیں اور اگر بیل کے گوبر میں ہیں تو نہ کھائے جائیں۔ اس لئے کہ بیل کے گوبر میں سختی نہیں ہوتی۔ (ظہیریہ)۔

روٹی کے اندر سے چوہے کی مینگنی نکلی اگر مینگنی میں اس کی وہی سختی موجود ہے تو مینگنی پھینک دے اور روٹی کھائے (فتاویٰ قاضی خاں سراج الوہاج) دودھ پیتے ہوئے اگر مینگنی دودھ کے برتن میں گر جائے اور اسی وقت اس کو پھینک دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر دودھ میں مینگنی ٹوٹ جائے تو دودھ ناپاک ہو جائے گا پھر پاک نہ ہو گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کتے کے بالوں سے کمر بند بنالیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر بکری کا پیشاب اور آدمی کا پیشاب کسی چیز پر لگ جائے تو نجاست خفیفہ[1] نجاستِ غلیظہ کے تابع ہو جائے گی۔ (ظہیریہ)۔

---

[1] یعنی نجاست خفیفہ اس صورت میں نجاست غلیظہ کے حکم میں ہو گی۔ اگر دونوں ملکر قدر درہم سے زائد ہو جائیں تو نماز جائز نہ ہو گی۔ ۱۲

تیسری فصل۔ اِستنجا کا بیان

استنجا ان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہوں جیسے ڈھیلا، ریتا۔ لکڑی، کپڑا، چمڑہ اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں۔ اور صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ نکلی ہوئی چیز عادت کے موافق ہے یا عادت کے خلاف۔ یہانتک کہ اگر دونوں راستوں سے خون یا کچلہو نکلے تو بھی پتھر سے طہارت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح استنجے کے مقام پر خارج سے اگر نجاست لگ جائے تب بھی پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ پتھروں سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دیکر بیٹھے۔ قبلہ، ہوا، سورج اور چاند کے رُخ سے منحرف رہے اور اپنے ہمراہ تین پتھر رکھے پہلے پتھر کو پیچھے لیجائے دُوسرے کو آگے لائے اور تیسرے پتھر کو پھر پیچھے لیجائے۔ ابو جعفر نے کہا ہے کہ یہ گرمی کے موسم کا حکم ہے لیکن جاڑوں کے موسم میں پہلے پتھر کو آگے لائے دوسرے کو پیچھے لیجائے اور تیسرے کو پھر آگے کی طرف لائے اور عورت ہمیشہ وہی عمل کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے۔ پھر متاخرین کا اتفاق ہے کہ پتھر سے استنجا کر لینے کے بعد جو نجاست باقی رہجاتی ہے پسینہ کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہانتک کہ مقعد سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن کو لگے تو ناپاک نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ تھوڑے پانی میں بیٹھ جائے گا تو ناپاک ہو جائے گا۔ (تبیین) اور یہی صحیح ہے (ذخیرہ)، استنجے میں کوئی عدد مسنون نہیں (تبیین) صاف ہونا شرط ہے یہانتک کہ اگر ایک پتھر سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہو جائے گی۔ اور اگر تین پتھروں سے بھی صفائی حاصل نہ ہو تو سنت ادا نہ ہو گی (مضمرات) اور مستحب ہے کہ پاک پتھر دائیں جانب اور استنجا کیا ہوا پتھر بائیں جانب رکھے اور ان کی ناپاکی کی جانب نیچے کر دے (سراج الوہاج) اگر بغیر ستر کھولے ہوئے استنجا ممکن ہو تو پانی سے استنجا افضل ہے اور اگر ستر کھولنے کی ضرورت پڑے تو پتھر سے استنجا کرے پانی سے نہ کرے (فتاویٰ قاضی خاں) اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے۔ (تبیین)۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یہی سنت ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہمیشہ یہی سنت ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (سراج الوہاج) پتھروں سے استنجا کرنا اسیوقت جائز ہے جب نجاست صرف مخرج پر لگی ہوئی ہو۔ لیکن نجاست اگر مخرج سے متجاوز ہے تو سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ مخرج سے تجاوز کی ہوئی نجاست اگر قدر درہم سے زائد ہو تو پانی سے دھونا فرض ہے اور صرف پتھروں سے پوچھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ذکر کے کنارہ پر پیشاب قدر درہم سے زائد لگ جائے تو اسکا دھونا فرض ہے۔ اگر مخرج سے متجاوز نجاست مقدار درہم سے کم ہے یا بقدر درم ہے لیکن اگر اس کے ساتھ مخرج کی نجاست بھی شامل کر لی جائے تو درہم سے زائد ہو جاتی ہے پس اگر اس کو پتھر سے پونچھ لیا جائے اور پانی سے نہ دھویا جائے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ نہیں۔ (ذخیرہ) اور یہی صحیح ہے (زاد) اگر نجاست موضع استنجا پر قدر درہم سے زائد لگی ہوئی ہے اور ڈھیلوں سے استنجا کیا اور پانی سے نہ دھویا تو شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ اس میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس کو تین پتھروں سے پونچھ لیا اور صاف کر لیا تو جائز ہے اور کہا ہے کہ یہی اصح ہے۔ فقیہہ ابو اللیث نے بھی یہی کہا ہے۔ (محیط) اور یہی مختار ہے۔ (سراجیہ) اگر ذکر کے سرے پر درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے اور دوسری جگہ پر بھی درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے لیکن اگر دونوں کو جمع کریں تو مقدار درہم سے زائد ہو جاتی ہے تو ان دونوں کو جمع کیا جائے گا۔ (خلاصہ) اور یہی صحیح ہے (تجنیس) اگر مقعد کا مقام کشادہ ہے اور اس میں قدر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی ہے لیکن مقعد سے متجاوز نہیں ہے تو ابو شجاع سے اور ایسا ہی طحاوی سے منقول ہے

کہ پتھروں سے استنجا کافی ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول سے یہ زیادہ مشابہ ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ (تبیین)۔

پیشاب سے استنجے کا طریقہ

پیشاب سے استنجے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس کو دیوار یا پتھر یا ڈھیلے پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہے رگڑے پتھر دائیں ہاتھ میں نہ لے اور اسی طرح ذکر داہنے ہاتھ میں اور پتھر بائیں ہاتھ میں نہ پکڑے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو ڈھیلے کو دونوں ایڑیوں میں پکڑے اور ذکر بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس پر رگڑے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پتھر کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور اس کو حرکت نہ دے (زاہدی)، اور پاک کرنا اس وقت تک ضروری ہے جبتک دل میں یقین نہ ہو جائے کہ پیشاب اب نہ آئے گا (ظہیریہ)۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ چند قدم چل کر استنجا کرے اور بعض نے کہا ہے کہ زمین پر پیر مارے اور کھنکھارے اور دائیں پیر کو بائیں پر رکھے۔ اور بلندی سے پستی کی طرف اترے اور صحیح یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جب اس کے دل میں اطمینان ہو جائے کہ سوراخ میں جو نجاست تھی وہ ختم ہو گئی تو استنجا ہو جائے گا۔ (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) (مضمرات) اور اگر شیطان اس کے دل میں وساوس ڈالے تو اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ جس طرح کہ نماز میں ایسے وساوس کی جانب توجہ نہ کرنی چاہئے۔ اور پیشاب کے مقام پر پانی چھڑکے یہاں تک کہ اگر پھر تری نظر آئے تو پانی کی تری خیال کرنی چاہئے۔ (ظہیریہ)۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ

پانی سے استنجے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہیں ہے تو پاخانہ کے مقام کے خوب ڈھیلا کر کے بائیں ہاتھ سے اچھی طرح استنجا کرے اور بیچ کی انگلی کو ابتداء استنجا میں دوسری انگلیوں سے کچھ اونچا رکھے اور استنجا کی جگہ کو دھوئے پھر چھنگلیا کی پاس کی انگلی اٹھائے اور اس سے پاخانہ کے مقام کو دھوئے۔ اس کے بعد چھنگلیا اٹھائے اور پھر انگوٹھے کے پاس والی انگلی اٹھائے اور اسقدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو جائے۔ اور خوب اچھی طرح دھوئے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو زیادتی نہ کرے۔ دھونے کی کچھ حد مقرر نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کے دل میں وسواس پیدا ہوتے ہیں تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونے کی حد مقرر کر دے (تبیین)۔ استنجا میں تین انگلیوں سے زیادہ استعمال نہ کرے۔ انگلیوں کی چوڑائی سے استنجا کرنا چاہیے۔ ان کے سروں سے استنجا نہ کرے۔ (محیط السرخسی)، پانی نرمی اور آہستگی سے بہائے سختی سے نہ مارے (مضمرات) نرمی سے ملے اور عامہ مشائخ نے کہا ہے انگلیں اٹھائے بغیر ہتھیلی سے دھونا کافی ہے۔ اور عامہ مشائخ نے کہا ہے کہ عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھوئے اپنی انگلی اندر داخل نہ کرے (سراج الوہاج)، اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ ناقلاعن الصیرفیہ) عورت مرد سے زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے (مضمرات)

حجت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پہلے مقعد (پاخانہ کا مقام) اور پھر پیشاب کے مقام کو دھوئے اور امام محمد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کو غزنوی نے اختیار کیا ہے اور یہی اشبہ ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اور جب موضع استنجا پاک ہو جاتا ہے تو ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے (سراجیہ) اور استنجا کے بعد بھی ہاتھ دھوئے جس طرح کہ استنجے سے پہلے دھوئے تھے تاکہ خوب صاف ہو جائے۔ اور روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے استنجا کے بعد ہاتھ دھوئے اور دیوار پر ملے۔

(تجنیس) گرمیوں میں استنجا اچھی طرح کرے لیکن جاڑوں میں خوب زیادہ مبالغہ کے ساتھ استنجا کرنا چاہیئے تاکہ صفائی حاصل ہو جائے یہ اس صورت میں ہے کہ پانی ٹھنڈا ہو۔ اگر گرم ہے تو جاڑے ـــــ اور گرمی کا موسم برابر ہے لیکن گرم پانی میں ٹھنڈے پانی سے ثواب کم ہے (مضمرات) مستحاضہ کو ہر نماز کے وقت کیلئے استنجا کرنا واجب نہیں ہے جبکہ پیشاب یا پاخانہ کرے۔ (سراجیہ)۔ اگر بایاں ہاتھ شل ہو جائے اور اس ہاتھ سے استنجا کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی پانی ڈالنے والا نہ ملے تو استنجا نہ کرے اور اگر ماء جاری پر قادر ہو تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے (خلاصہ)۔

بیمار شخص کی اگر بیوی اور باندی نہیں ہے اور اس کے بیٹا یا بھائی ہے اور وہ شخص خود وضو نہیں کر سکتا تو اس کو اس کا بیٹا یا بھائی وضو کرا دے لیکن استنجا نہ کرائے اس لئے کہ وہ اس کی پیشاب گاہ کو نہیں چھو سکتا اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا۔ (محیط) بیمار عورت کا اگر شوہر نہیں ہے اور خود وضو کرنے سے عاجز ہے اور اس کی بیٹی یا بہن موجود ہے تو اس کو وضو کرائے اور اس سے استنجا ساقط ہو جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) استنجا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف بیٹھ گیا تو مستحب ہے کہ قبلہ سے جس قدر بچنا ممکن ہو بچ جائے۔ (تبیین) ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں آبادی اور جنگل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (شرح وقایہ) عورت کیلئے مکروہ ہے کہ اپنے بچے کا رُخ پیشاب یا پاخانہ پھراتے ہوئے قبلہ کی طرف کرے (سراج الوہاج) ہڈی، گوبر، لید، طعام، گوشت، شیشے، ٹھیکرے، پتے اور بال سے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے (تبیین) اگر بائیں ہاتھ سے کسی عذر کی بنا پر استنجا نہیں کر سکتا تو بلا کراہت داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا جائز ہے (سراج الوہاج)۔ ناپاک چیزوں سے استنجا نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح جس پتھر سے وہ خود یا کوئی دوسرا شخص استنجا کر چکا ہے استنجا نہ کرے۔ اگر پتھر کے کئی کونے ہیں اور ہر مرتبہ ایسے کونہ سے استنجا کرے جس سے پہلے استنجا نہیں کیا تھا تو بلا کراہت جائز ہے (محیط) کاغذ سے استنجا نہ کرے اگرچہ سفید ہو۔ (مضمرات) پختہ اینٹ سے، کوئلے سے اور قیمتی شئی جیسے ریشمی کپڑا وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے (زاہدی)۔

اِستنجا کی قِسمیں

دو قسمیں واجب ہیں۔ (۱) مخرج کا دھونا اسوقت ضروری ہے جب جنابت، حیض یا نفاس کی وجہ سے غسل کرے تاکہ نجاست بدن کے دیگر حصہ میں نہ پھیلے۔ (۲) جب نجاست مخرج سے متجاوز ہو جائے کم ہو یا زیادہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دھونا واجب ہے۔ اور اسمیں زیادہ احتیاط ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نجاست اگر قدر درہم سے متجاوز ہو جائے تو اسوقت دھونا واجب ہے اس لئے کہ مخرج پر جو نجاست لگی ہوئی ہے اسکا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اسکا کسی چیز سے پونچھ لینا کافی ہے۔ بس معتبر وہی نجاست ہے جو مخرج کے علاوہ ہو۔

(۳) استنجا کرنا سنت ہے اور یہ اسوقت ہے جب نجاست مخرج سے آگے نہ بڑھے۔

(۴) استنجا کرنا مستحب ہے اور یہ اس وقت ہے جب پیشاب کیا اور پاخانہ نہ پھرا تو پیشاب کے مقام کو دھوئے۔

(۵) استنجا کرنا بدعت ہے جب ریح خارج ہوئی ہو اور اس کے بعد استنجا کرے (اختیار شرح مختار)۔

جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے علاوہ دوسرے کپڑے پہن کر بیت الخلا میں جائے۔ اگر اس کیلئے ممکن ہو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور ماء مستعمل سے محفوظ رکھنے کی کوشش

کرے۔ سر ڈھک کر بیت الخلاء میں جائے۔ اگر انگوٹھی پر اللہ کا نام یا قرآن مجید کی کوئی آیت کندہ ہے تو اس کو پہن کر بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے (سراج الوہاج) بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھنی مستحب ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ "اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں پلیدی سے اور پلید چیزوں سے"۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے بایاں پیر آگے بڑھائے اور نکلے تو دایاں پیر بڑھائے۔ (تبیین) کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے۔ دونوں پیر دور دور رکھے بائیں جانب کو جھکا رہے اور بات نہ کرے۔ اللہ کا ذکر نہ کرے۔ چھینکنے والے کا۔ سلام کا اور اذان کا جواب نہ دے اور اگر چھینک آجائے تو دل میں الحمد للہ پڑھے اور زبان نہ ہلائے۔ بلا ضرورت اپنا ستر نہ دیکھے، بول و براز پر نظر نہ کرے۔ نہ تھوکے نہ ناک چھنکے نہ کھنکھارے نہ زیادہ اِدھر اُدھر دیکھے۔ اپنے بدن سے نہ کھیلے۔ آسمان کی جانب نظر نہ اٹھائے پیشاب اور پاخانہ میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھے۔ (سراج الوہاج)۔

جب بیت الخلاء سے نکلے تو یہ دعا پڑھے:۔

الحمد للہ الذی اخرج عنی ما یوذینی وابقی ما ینفعنی۔ اللہ ہی کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے جس نے وہ چیز نکال دی جو مجھے تکلیف دیتی تھی اور وہ چیز باقی رکھی جو مجھے فائدہ دیتی ہے۔

جاری پانی میں یا ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے۔ نہر، کنویں حوض یا چشمہ کے کنارہ پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سائے میں جہاں بیٹھنے کا آرام ہے۔ مسجد یا عیدگاہ کے برابر۔ قبروں میں اور چوپائے اور جانوروں اور مسلمانوں کے راستے میں پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے نیچی جگہ میں بیٹھ کر اونچی جانب پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ چوہے، سانپ اور چیونٹی کے سوراخ میں اور اسی طرح ہر سوراخ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ کھڑے ہو کر۔ لیٹ کر۔ اور بلا عذر ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ اگر عذر ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر پیشاب کرنے کا ارادہ کرے اور زمین سخت ہو تو پتھر سے اس کو کوٹ لے یا کھود لے تاکہ اس پر چھینٹیں اڑ کر نہ پڑیں۔ پیشاب کرکے اسی جگہ وضو کرنا یا نہانا مکروہ ہے۔ (سراج الوہاج)"

الی ھنا تمت مسائل الطھارۃ وسیتلوہا کتاب الصلوٰۃ انشاء اللہ تعالیٰ

فتاویٰ عالمگیری اردو

ابو المعالی
مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم
دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْهَاجًا

اور ہم نے تم میں سے ہر ملت کو قانون اور راہ عمل دی

فتاویٰ عالمگیری
جدید — اردو

جلد

کتاب الصلوٰۃ نصف اوّل

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس اللہ سرہ کا عظیم کارنامہ اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ عالمگیری" تازہ فٹ نوٹس۔ مفید ضمیموں سلیس و شگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

زیر سرپرستی

مفکر ملت حضرت الحاج مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ورکنگ صدر جمعیۃ علمائے ہند ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند و چیرمین سنٹرل حج کمیٹی

نگران ترجمہ

حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند و حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

مترجم مولانا القمان الحق فاروقی (فاضل دیوبند)

ناشر مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند ضلع سہارنپور

محمد انیس عثمانی تحریر نمود

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

مکتبہ افتاب ھدایت دیوبند

ایک خاص دینی اور علمی ادارہ ہے جو ہندوستان کے ممتاز علمائے کرام کی
نگرانی میں اسلام اور مسلمانانِ ہند کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے
آپ کا تعاون اس ادارہ کے علمی پروگراموں کے لیئے ازبس ضروری ہے

قیمت فی جزء ــــــ دو روپے پچیس نئے پیسے (علاوہ محصول
ممبران کرام سے ــــــ ایک روپیہ پچاس پیسے (علاوہ محصول
فیس ممبری (دائمی شرکت کے لیئے ــــــ ایک روپیہ
طباعت ــــــ وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
تعداد اشاعت ــــــ بار اول ــــــ ایک ہزار
عرصۂ اشاعت ــــــ دو ماہ

فتاویٰ عالمگیری جدید اردو اکابر امت و علمائے کرام کی نظر میں

فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علمائے ہند

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ۔ اما بعد فتاویٰ عالمگیری کا اردو ترجمہ جس کو عزیز محترم مولوی نعمان الحق فاروقی فاضل دیوبند نے مرتب فرمایا ہے احقر کے سامنے ہے ترجمہ سلیس، بامحاورہ، سادہ اور عام فہم ہے جس سے مسئلہ کی صورت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ایسے ہی ترجمہ کی ضرورت بھی تھی جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ خداوند کریم اتمام کی توفیق بخشے اور ترجمہ کو خواص و عوام میں مقبول بنائے آمین۔

احقر فخر الدین احمد غفرلہ سہ‌ شنبہ ۱۴ $\frac{۴}{۱۹۶۴}$ ۶) مدنی منزل دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی مدظلہٗ (ممبر مجلس شوریٰ)

نحمدہٗ ونصلی۔ "فتاویٰ عالمگیری" اپنی شہرت و عظمت اور جامعیت کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے لیکن چوں کہ اصل کتاب عربی زبان میں تھی اس لیے اردو داں حضرات کو عرصہ سے اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت کا احساس اور اشتیاق تھا۔ مگر کسی خالص علمی پروگرام کی ذمہ داری اس دور انحطاط میں ہر شخص کے لیے آسان نہیں ہے۔ ادارہ "آفتاب ہدایت" دیوبند نے اس عظیم کام کی طرف توجہ کی، اور اب وہ اسے عمدہ اردو اسلوب میں پیش کرنے کی اہم خدمت انجام دے رہا ہے اور اس کے لیے ادارہ نے مولانا نعمان الحق فاروقی (فاضل دیوبند) کا انتخاب کیا ہے۔ مترجم موصوف نے ترجمہ میں نہایت صاف سلیس اور شگفتہ زبان استعمال کی ہے اور اس کے لیے موصوف اردو داں حضرات کے شکریہ کے مستحق ہیں ان کا دل نشین ترجمہ دینی کتب کی فہرست میں قابل قدر اضافہ ہے۔ میں خود ترجمہ پر نظر ثانی اور حسب ضرورت ترمیم و تصحیح کر رہا ہوں۔ میں ارباب ذوق علماء طلباء اور عوام سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس اہم خدمت سے فائدہ اٹھائیں گے اور ناشر محترم کا اپنے خلوص اور تعاون سے خیر مقدم کریں گے۔

از الفقیر محمود احمد الصدیقی النانوتوی کان اللہ لہ

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب نائب مفتی دار العلوم دیوبند

"فتاویٰ عالمگیری" فقہ حنفی کی ایک جلیل القدر اور جامع کتاب ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ تقریباً تمام کتب فقہ کا اس میں نچوڑ آگیا ہے۔ یہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے اہتمام میں شائع ہوئی اور تقریباً پانچ سو علماء ہند کی کاوش سے ملا نظام الدین جون پوری کی سرپرستی و نگرانی میں یہ شان دار و یادگار کارنامہ عظیم تکمیل پذیر ہوا اس کی افادی شان اور عظمت کے پیش نظر "مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند" نے اس کا ترجمہ شروع کیا جس کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے

اس ناکارہ نے اس کے مسودہ کی مکمل سماعت کی۔ ترجمہ ماشاء اللہ سلیس، نہایت صحیح اور مفید ہے۔ بعض مقامات پر احقر نے کچھ مشورے بھی دیے۔

دعا ہے کہ خداوند عزوجل کی تائید ان کے ساتھ رہے اور اہل اسلام کو زائد از زائد اس سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہے۔

العبد الضعیف جمیل الرحمٰن ۱۳ $\frac{۴}{۶۴}$ ۶

(خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

ایک سال کے لئے سیلغ ۲۰ روپے معہ ڈاک خرچ

طریقۂ اشاعت

یہ اہم، متبرک اور قیمتی کتاب "فتاویٰ عالمگیری اُردو" کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے جس کو یکمشت خریدنا ہر ایک کے لئے آسان نہیں ...... اس لئے عوام کی سہولت کے واسطے ہم اس کو قسط وار شائع کر رہے ہیں، تاکہ ہر شخص آسانی سے اس بیش قیمت علمی خزانہ سے استفادہ کر سکے۔ عمدہ کتابت وطباعت، بہترین سفید کاغذ، سائز ۳۰×۲۰/۸ خوب صورت دو رنگا ٹائیٹل ضخامت تقریباً نوّے صفحات۔ ہدیہ فی جلد دو روپے پچیس ۲۵ نئے پیسے (علاوہ محصول)

ہدیۂ رکنیت

اس سلسلے کی دائمی شرکت کے لئے آج ہی ایک روپیہ فیس ممبری بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ممبر بن جائیے:

جو حضرات صرف ایک مرتبہ ایک روپیہ ہدیہ رکنیت عطا فرما کر ادارہ کی رکنیت قبول فرمائینگے

مزید رعایت

اگر ایک ہی جگہ سے پانچ دوست مل کر پانچ پارے یکجا منگائیں گے تو ان کو بجائے سوا گیارہ روپے کے صرف نو روپے کی رعایتی وی، پی ارسال کی جائے گی:

تاجروں اور ایجنٹوں کو

معقول کمیشن دیا جائے گا زیادہ سے زیادہ تعداد میں ممبر بنا کر اشاعتِ دین کے اس مقدس کام میں حصہ لیجئے اور کثیر منافع اٹھائیے۔ شرائط ایجنسی اور کمیشن وغیرہ مفت طلب فرمائیں:

ان کو بجائے دو روپے پچیس ۲۵ پیسے کے صرف ایک روپیہ پچاس پیسے میں ایک جزء دیا جائے گا (محصول ڈاک علاوہ)۔ اس طرح ہر ایک جلد دو روپے پچیس ۲۵ پیسے کی وی پی کے ذریعے روانہ کیجائیگی (یعنی ممبران کو محصول ڈاک معاف ہوگا۔)

فہرست مضامین فتاویٰ عالمگیری اُردو جدید۔ کتاب الصلوٰۃ جزء ا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کِتَابُ الصَّلٰوۃ[1]

نماز کے احکام و مسائل

نماز محکم[2] فرض ہے اس کے چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہوتا ہے (خلاصہ) جو شخص نماز کی فرضیت کا منکر نہیں ہے لیکن جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے اس کو قتل نہ کریں بلکہ قید کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن ملک) ہمارے نزدیک نماز کا وجوب اس آخری وقت سے متعلق[3] ہے جس میں صرف تکبیر تحریمہ کہی جاسکے۔ یہاں تک کہ اگر ایک کافر مسلمان ہوا یا لڑکا بالغ ہوا یا مجنون کو افاقہ ہوا یا عورت حیض سے پاک ہوگئی اور نماز کا صرف اتنا وقت باقی ہے جس میں تکبیر تحریمہ کہی جاسکے تو ہمارے نزدیک یہ نماز اس پر واجب ہوگی۔ (مضمرات) اور اگر آخری وقت میں یہ عوارض (جیسے جنون یا حیض وغیرہ) پیش آجائیں تو بالاجماع نماز کا فرض ساقط ہو جاتا ہے (مختار الفتاوی) دائی کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ نماز میں مشغول ہوگئی تو بچہ مر جائے گا۔ اس صورت میں اس کے لیے جائز ہے کہ نماز کو موخر ادا کرے، چور کے خوف سے اور اسی طرح دوسرے اسباب[4] کی وجہ سے بھی نماز میں تاخیر ہو سکتی ہے (یہ خلاصہ میں بیان مواقیت کی چوتھی فصل میں لکھا ہے) اس کتاب میں بائیس باب ہیں۔

---

[1] صلوٰۃ کے لغوی معنی عربی میں دعا کے آتے ہیں پھر شرع میں اس کا اطلاق نماز یعنی افعال معلومہ (رکوع و سجود وغیرہ) پر کیا جانے لگا، ۱۲ مترجم

[2] یعنی نماز ایسا فریضہ ہے جس میں کسی تاویل اور احتمال کو دخل نہیں ہے اور اس کو چھوڑنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مترجم۔ [3] وجوب نماز کا حقیقی سبب تو حق جل شانہ کے بے پایاں الطاف و احسانات ہیں لیکن اس کا ظاہری سبب وقت ہے یعنی اس کا پہلا جز سبب ہے اگر ادا نماز اس سے متصل ہو اور اگر وقت کے جزء اول میں نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے نماز کا اتصال ہوگا وہی جز سبب بن جائے گا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہیں۔ تو وقت کا آخری جز سبب ہوگا۔ فتاویٰ کی عبارت کا یہی مطلب ہے ۱۲ مترجم۔ [4] دوسرے اسباب سے مراد نقصانِ مال وغیرہ ہے۔

پہلا باب — نماز کے اوقات اور اُن سے متعلق مسائل — تین فصلیں

پہلی فصل۔ نماز کے اوقات کا بیان

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ صبح صادق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو آسمان کے کنارے پھیلی رہتی ہے اور اس کا وقت سورج کے طلوع ہونے تک باقی رہتا ہے۔ صبح کاذب کا اعتبار نہیں ہے، صبح کاذب وہ سفیدی ہے جو صرف طول میں ظاہر ہوتی ہے پھر اس کے بعد تاریکی آجاتی ہے۔ صبح کاذب سے فجر کا وقت شروع نہیں ہوتا اور نہ روزہ دار کے لیے کھانا حرام ہوتا ہے۔ (کافی) مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کہ دوسری فجر (صبح صادق) کے شروع ہونے کا اعتبار ہے یا اس کے پھیل جانے اور منتشر ہو جانے کا۔ (محیط) دوسرے قول میں زیادہ وسعت ہے اور اسی طرف اکثر علماء مائل ہیں (مختار الفتاوی) اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ روزے، اور عشاء کی نماز میں پہلے قول پر اعتبار کیا جائے اور فجر کی نماز میں دوسرا قول لیا جائے (شرح نقایہ)

ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر شئی کا سایہ۔ سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے (کافی) یہی صحیح ہے (محیط سرخسی)۔ زوال کی تعریف یہ ہے کہ ہر شئی کا سایہ مشرق کی طرف بڑھنے لگے (کافی) زوال اور سایہ اصلی کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سیدھی لکڑی آپ ایسی زمین میں گاڑ دیں جس کی سطح بالکل برابر ہو۔ جب تک سایہ کم ہوتا رہے تو سمجھیے کہ سورج بلندی پر ہے اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو سمجھیے کہ سورج ڈھلا ہے اسی وقت اُس سایہ کے سرے پر ایک نشان لگا دیجیے اس نشان سے لکڑی تک جو سایہ ہے وہ سایۂ اصلی کہلائے گا۔ بس جب سایہ بڑھتا رہے اور اصل لکڑی سے سایہ اصلی کے علاوہ دونا ہو جائے تو ظہر کا وقت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باقی نہ رہے گا (فتاوی قاضیخان)۔ یہی طریقہ صحیح ہے (ظہیریہ) فقہاء نے لکھا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ ظہر کی نماز سایہ کے ایک مثل ہونے سے پہلے اور عصر کی نماز دو مثل ہونے کے بعد پڑھی جائے تاکہ دونوں نمازیں یقیناً اپنے وقت میں ادا ہو جائیں۔

ل۱ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سحری کھاتے رہو۔ اذانِ بلال سے دھوکہ نہ کھانا اس لیے کہ وہ رات سے اذان دیتے ہیں۔

امام صاحب کے قول پر یہ اشکال ہے کہ حدیث جبریل میں صاف موجود ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پہلے روز اس وقت پڑھائی تھی جبکہ سایہ شراک کے مثل تھا اور دوسرے روز ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا جو گزشتہ روز کی عصر کا وقت ہے اس سے ظاہر ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک رہتا ہے اور ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے کہاں تک درست ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب کی نظر ایک اور حدیث پر ہے جو صحیحین اور سنن وغیرہ میں کثرتِ طرق کے ساتھ بہت سے صحابہ رضہ سے مروی ہے، ارشاد ہے:۔

ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فیح جهنم — ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھو اس لیے کہ گرمی کی تیزی جہنم کے جوش سے ہوتی ہے

باقی صفحہ ۹ پر

عصر کا وقت سایۂ اصلی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ دو مثل ہو جانے کے وقت سے سورج کے غروب تک رہتا ہے (شرح مجمع[1])۔

مغرب کا وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد سے شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شفق سرخی کو کہتے ہیں۔ اسی پر فتویٰ ہے (شرح وقایہ)۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے فوراً بعد ہو جاتی ہے[2] (قدوری)۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول میں لوگوں کو زیادہ سہولت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں احتیاط زیادہ ہے اس لیے کہ نماز کے باب میں اصل یہ ہے کہ اس کا کوئی رکن اور کوئی شرط کسی چیز سے اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں یقین نہ ہو (یہ نہایہ میں اسرار سے اور مبسوط شیخ الاسلام سے منقول ہے)۔

عشا اور وتر کا وقت شفق کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے (کافی) وتر کو عشا سے پہلے نہ پڑھے اس لیے کہ ترتیب ضروری ہے نہ اس لیے کہ وتر کا وقت داخل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر بھول کر وتر عشا سے پہلے پڑھ لے یا وتر اور عشا دونوں نمازیں پڑھ لیں پھر معلوم ہوا کہ عشا کی نماز فاسد تھی اور وتر فاسد نہ تھے تو وتر کی نماز درست ہو جائے گی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف عشا کی نماز کا اعادہ کرے گا۔ اس لیے کہ ترتیب اس قسم کے عذر میں ساقط ہو جاتی ہے جس

(بقیہ حاشیہ) اور ان ملکوں میں انتہائی گرمی ایک مثل کے وقت ہوتی ہے اور مسلمہ اصول ہے کہ جب دلائل میں تعارض ہو جائے تو شک کی صورت میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا یعنی وقت باقی رہے گا ختم نہ ہوگا۔

حدیث جبرئیل کے پیش نظر صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ یہی فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک رہتا ہے، فقہاء نے احتیاط کے طور پر لکھا ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل ہونے سے پہلے اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد ادا کی جائے تاکہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا ہو جائیں۔

[1] یہ امام صاحب کے قول پر ہے یہاں بھی یہی اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک دو مثل کے بعد اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

[2] شفق کی تفسیر میں اختلاف ہے، امام محمد، امام ابو یوسف، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ شفق سرخی کو کہتے ہیں۔ ان حضرات کی مستدل یہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے الشفق الحمرۃ. امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے فوراً بعد نمایاں ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت انسؓ، معاذ بن جبلؓ، ام المومنین عائشہؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، اوزاعیؒ، زفرؒ، مزنیؒ، ابن منذرؒ، خطابیؒ، مبردؒ، ثعلبؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ حدیث ہے:۔

واٰخر وقت المغرب اذا اسودّ الافقُ　　یعنی مغرب کا وقت کناروں پر سیاہی چھا جانے تک رہتا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔ امام صاحب کا ایک دوسرا استدلال یہ ہے جو صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں سورۃ اعراف پڑھی اور ظاہر ہے کہ اتنی بڑی سورت قرأت مسنونہ پر اگر پڑھی جائے تو نماز شفق یعنی سفیدی تک ہی ختم ہو سکتی ہے۔ نیز ائمہ سنت مبرد وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے کہ شفق سفیدی کو کہتے ہیں جس سے امام صاحب کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ رہی وہ حدیث جو صاحبین کی مستدل ہے یعنی الشفق الحمرۃ یہ ابن عمرؓ پر موقوف ہے بیہقی نے معرفت میں لکھا ہے کہ حدیث حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبادہ بن صامتؓ، ابو ہریرہؓ سے مروی ہے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ مترجم

شخص کو عشا اور وتر کا وقت نہیں ملا مثلاً وہ ایسے شہر میں رہتا ہے جہاں شفق کے غروب ہوتے ہی یا شفق کے غائب ہونے سے پہلے ہی فجر کا وقت طلوع ہو جاتا ہے اس پر عشا اور وتر کا وجوب نہ ہوگا (تبیین)[1]

[1] جن ملکوں میں عشا اور وتر کا وقت نہیں ہوتا بلکہ شفق غروب ہونے سے پہلے ہی صبح ہو جاتی ہے تو وہاں عشاء اور وتر واجب ہوں گے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ کنز۔ ملتقی البحر۔ بقالی۔ حلوائی۔ مرغینانی۔ شرنبلالی، حلبی وغیرہ کی رائے ہے کہ عشا اور وتر کا وجوب نہ ہوگا، اس لیے کہ وجوبِ نماز کا سبب وقت ہے اور جب وقت ہی نہیں ہے تو نماز بھی واجب نہ ہوگی اس لیے کہ انتفاء سبب انتفاء مسبب کو مستلزم ہے۔

ابن الہمام، ابن شحنہ اور صاحب تنویر وغیرہ فرماتے ہیں کہ عشا اور وتر دونوں واجب ہوں گے۔ ان کے پیشِ نظر ایک حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا ذکر کیا۔ صحابہ رضؓ نے کہا وہ زمین میں کتنے دن ٹھہرے گا؟ آپؐ نے فرمایا چالیس دن، اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر اور دوسرا دن مہینے کے برابر اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی ایام تمہارے دنوں کے مانند ہوں گے۔

صحابہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ہم کو کیا ایک دن کی نماز کفایت کرے گی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں اس کے لیے اندازہ کر لیا کرنا (انتہیٰ) یعنی اس دن نمازیں حساب سے پڑھی جائیں گی یعنی چوبیس چوبیس ۲۴ گھنٹے کا ایک ایک دن رات لگا کر وہی چوبیس گھنٹے کی پانچ نمازیں ان چوبیس گھنٹوں میں پڑھی جائیں گی۔

اب اس کے بعد یہ بحث چھڑ جاتی ہے کہ جب عملِ صلوٰۃ حساب پر دائر ہوگیا تو وجوب نماز کا سبب وقتِ خاص نہ رہا حالانکہ وجوبِ نماز کا سبب بظاہر طلوع وغروب وغیرہ ہے مطلق وقت نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں وقت کی حقیقت پر غور کرنا چاہیئے، اس موقعہ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے وقت کی حقیقت پر جو بیش قیمت بحث فرمائی ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ہم من وعن تحریر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

ظاہر ہے کہ وقت کی حقیقت اور ذات یہ لیل ونہار نہیں ہیں بلکہ مسافت زمانی ہے۔ یہ لیل ونہار اور یہ روشنی وظلمت وقت نہیں بلکہ وقت کے الوان ہیں جو اس پر عارض ہوتے ہیں وقت ہر صورت میں قائم رہتا ہے اگر وقت کی ذات دن ہوتا تو دن ختم ہونے پر وقت محو ہو جاتا حالانکہ رات آتی ہے تو اسے بھی وقت ہی کہتے ہیں، اسی طرح اگر وقت کی ذات رات ہوتی تو رات گذرتے ہی وقت بھی فنا ہو جاتا حالانکہ رات گذر کر دن آتا ہے تو اسے بھی وقت ہی کہتے ہیں اس سے واضح ہے کہ رات اور دن کی یہ نورانی اور ظلماتی شکلیں خود وقت نہیں بلکہ وقت کے اوپر طاری ہونے والی صورتیں ہیں۔ جو وقت کے عوارض کہلائیں گے۔ ان تمام عوارض میں قدر مشترک وقت ہے پس وقت زمانی مسافت کا نام ہوا نہ کہ نور وظلمت یا چاندنی اور اندھیرے کا نام ہے۔ جنّت میں رات، دن نہیں ہے یکسانی کے ساتھ یکساں ہی حال ہوگا اور اسے وقت ہی کہیں گے، قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا، جس پر رات آئے گی ہی نہیں۔ مگر اسے بھی وقت ہی کہا گیا ہے، اس سے واضح ہوا کہ وقت کی حقیقت دن اور رات نہیں بلکہ مسافت زمانی ہے خواہ اس کی شکل نورانی ہو یا ظلماتی، مگر چوں کہ وقت کے حصے یکساں ہیں ان میں تمیز دشوار تھا اس لیے حق تعالیٰ نے اسے نور وظلمت پر منقسم فرما دیا تاکہ کاموں کے لیے زمانی مسافت کے تعیین میں دشواری نہ ہو اور حصص اوقات نگاہوں میں متمیز ہو سکیں۔ پھر دن کے حصے بھی روشنی میں یکساں ہوتے تو ان میں بھی تمیز دشوار ہو جاتا اس لیے طلوع وغروب اور عروج وزوال رکھ کر ان کی نورانی قدروں میں تفاوت پیدا فرما کر ان میں بھی حدیں قائم فرما دیں جس کا ادراک وتمیز اس طلوع وغروب اور عروج وزوال سے ہونے لگا اور اس طرح وقت کے متفاوت حصے الگ الگ متمیز ہو کر نمازوں کے اوقات قرار پائے تاکہ وہ نگاہوں میں متعین اور مشخص ہو جائیں اور نمازیں ایک مقررہ مسافتِ وقت پر بآسانی ادا کی جا سکیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہیں گے کہ ان کے یکساں حصوں میں تفاوت محسوس کرنے کے لیے اللہ نے یہ عمل ایک حسی ساخت متعین فرما دیا جس سے دن اور رات کے دو حصے اور پھر دن کے ساماتی حصے متعین ہوتے رہتے ہیں۔ اب اگر یہ طلوع وغروب وباقی بر...

دوسری فصل ـــــــ نماز کے مستحب اوقات

فجر کی نماز میں تاخیر مستحب[1] ہے لیکن اتنی تاخیر نہ ہونی چاہیئے کہ سورج کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہوجائے بلکہ اتنی روشنی میں نماز ادا کرے کہ اس کا فساد اگر ظاہر ہوجائے تو پھر دوبارہ مستحب قرارت کے ساتھ اس کو اپنے وقت میں ادا کرسکے (تبیین) ہر زمانہ میں یہ حکم ہے لیکن حج کرنے والوں کو نحر کے روز مزدلفہ میں اس کے خلاف کرنا چاہیئے یعنی وہاں اندھیرے میں نماز پڑھنا افضل ہے (محیط)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) یا عروج وزوال کا تفاوت کسی حصے سے باقی نہ رہے اور دن موجود رہے تو وہی عملی اور حسی حساب نظری حساب کی صورت میں تبدیل ہوجائے گا اور ہم گھنٹے اور منٹ لگا کر ان حدوں کو مشخص کریں گے جو اب تک عملی حساب یا حسی حساب سے متعین ہوتی تھیں پس ہر صورت میں نمازوں کے لیئے سبب وجوب وقت ہی کے حصے ہوئے اور بہر صورت متعین بھی حساب ہی سے ہوئے مگر حساب کی دو صورتیں نکلیں ایک قدرتی جو طلوع وغروب اور عروج وزوال ہے اور ایک نظری اور وہ سالماتی حساب ہے وہاں رات اور دن کے لیئے فرمایا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُورًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ، اور یہاں اس نظری حساب کے لیئے حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس چالیس دن کے برابر کے ایک دن میں تم ساعاتی حساب لگا کر نماز پڑھو، بس حساب دونوں جگہ قائم رہا نوعیت حساب الگ الگ ہوگئی اس لیئے دونوں صورتوں میں وقت ہی نماز کے لیئے سبب وجوب رہا اور بدستور اس کے حصوں سے دونوں صورتوں میں نمازیں واجب ہوتی رہیں بحر حال شبہ کا منشاء یہ تھا کہ وقت کی حقیقت رات دن اور ظلمت ونور کی صورتوں کو سمجھ لیا گیا تھا حالانکہ یہ صورتیں وقت کی ذات نہیں بلکہ عوارض واولوان ہیں فرق ہے تو صرف یہی کہ ایک جگہ حساب قدرتی ہے اور ایک جگہ فنی مگر نماز ہر صورت میں حساب ہی پر دائر ہے خواہ وہ عملی اور قدرتی ہو یا نظری اور فنی۔ (انتہیٰ)

ایک اشکال اس پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ جن ممالک میں شفق غروب ہونے سے پہلے ہی فجر طلوع ہوجاتی ہے اس مسئلہ کے ذیل میں حدیث دجال کو پیش کرنا اور اس سے وجوب نماز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے اس لیئے کہ مسئلہ مذکورہ اور حدیث دجال میں فرق ہے، حدیث دجال میں ایک دن میں مثلاً تین سو سے زیادہ عصر کی نمازوں کا وقت تو موجود ہے۔ البتہ علامات موجود نہیں ہیں۔ لیکن مسئلہ ذیل میں نہ زمانہ موجود ہے نہ علامات۔

لیکن یہ اشکال صحیح نہیں ہے۔ اس لیئے کہ مسئلہ مذکورہ میں یہ کہنا کہ زمانہ موجود نہیں ہے غلط ہے زمانہ تو مسافت زمانی کا نام ہے جو مسلسل جاری ہے۔ بلکہ دجال والے دن میں ان سیکڑوں نمازوں کی علامات کا نشان تک نہیں ہے اور اُن ممالک میں ایک نماز کے علاوہ دوسرے اوقات کی علامتیں موجود ہیں، اس بنا پر حدیث دجال سے استدلال کرنا بالکل درست اور صحیح ہے۔

قطبین پر بسنے والے لوگوں کی نماز کا حکم یہی حکم ان لوگوں کا ہے جو قطبین کے قریب بستے ہیں یا جہاں چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے، یہ سب لوگ اسی اصول کے پیش نظر جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث دجال کے ذیل میں ارشاد فرمایا ہے اپنی اپنی نمازیں حساب لگا کر پڑھیں گے۔ یہی انسب ہے

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ان ممالک میں جہاں شفق غروب ہونے سے پہلے ہی فجر طلوع ہوجاتی ہے، کیا ان لوگوں پر عشا اور وتر واجب ہیں یا نہیں، اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے جو فتویٰ صادر ہوا ہے وہ بھی یہی ہے کہ ان لوگوں پر عشا اور وتر دونوں نمازیں واجب ہوں گی۔ (نعمان الحق فاروقی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھا کرو کیونکہ اس طرح اجر وثواب بہت زیادہ ہوجاتا ہے

گرمیوں میں ظہر کی نماز میں تاخیر کرنا اور جاڑوں میں جلدی کرنا مستحب ہے[۱] (کافی) خواہ تنہا نماز پڑھے یا جماعت سے (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک) عصر کی نماز میں ایسے وقت تک کہ سورج میں تغیر نہ آئے ہر زمانہ میں تاخیر کرنا مستحب ہے[۲]۔ سورج کی ٹکیہ میں تغیر کا اعتبار ہے دھوپ بدلنے کا اعتبار نہیں ہے۔ جب سورج کی ٹکیہ ایسی ہو جائے کہ اس کو دیکھنے سے آنکھیں نہ چندھیائیں تو اس وقت سورج میں تغیر سمجھا جائے گا اور جب تک اس کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیاتی ہیں تو سورج میں تغیر نہ ہوگا (کافی) یہی صحیح ہے (ہدایہ) اگر تغیر سے پہلے نماز شروع کی اور تغیر تک نماز دراز ہو گئی تو مکروہ نہ ہوگی (یہ بحر الرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے)۔ مغرب کی نماز ہر زمانہ میں جلدی پڑھنا مستحب ہے[۳] (کافی) عشا کی نماز میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے[۴]۔ وتر کی نماز میں اس شخص کے لیے جس کو بیدار ہونے کا اطمینان ہے آخر شب تک تاخیر مستحب ہے اور جس شخص کو بیدار ہونے کا اطمینان نہیں ہے وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے (تبیین) بادل کے دن فجر کی نماز روشنی میں ادا کرنی چاہیے جس طرح بغیر بادل کے فجر کی نماز روشنی میں پڑھی جاتی ہے۔ ظہر کے وقت میں تاخیر کرے تاکہ زوال سے پہلے نہ ہو جائے اور عصر کی نماز میں جلدی کرے تاکہ مکروہ وقت داخل نہ ہو جائے۔ اور مغرب کی نماز میں تاخیر کرے تاکہ غروب سے پہلے نہ پڑھی جائے اور عشا کی نماز میں جلدی کرے تاکہ بارش یا اولوں کی وجہ سے جماعت میں خلل نہ واقع ہو (محیط سرخسی)۔ (بادل کے) سب زمانوں میں یہی حکم ہے۔ دو نمازوں کو ایک وقت میں کسی عذر کی بنا پر جمع نہ کرے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں، عرفہ اور مزدلفہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (محیط)

تیسری فصل ——— وہ اوقات جن میں نماز جائز نہیں یا جن میں نماز مکروہ ہے

تین ساعتیں ایسی ہیں جن میں فرض نماز۔ جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت جائز نہیں ہے[۵]۔ (۱) سورج کے طلوع ہونے کے وقت

---

[۱] عن انس قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا کان فی الشتاء بکر بالظہر واذا کان فی الصیف ابرد بہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے

[۲] عصر کے لیے ہر موسم میں مستحب ہے کہ اس قدر تاخیر کرے کہ تغیر آفتاب سے پہلے قراءت مسنونہ کے ساتھ نماز سے فارغ ہو جائے۔ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے جب تک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا، ابن مسعودؓ۔ ابوہریرہؓ۔ ابو قلابہؒ۔ ابراہیم نخعیؒ۔ ثوریؒ ابن شبرمہؒ۔ ان سب کے نزدیک عصر میں تاخیر مستحب ہے [۳] مغرب میں ہر موسم کے لحاظ سے تعجیل مستحب ہے۔ ابوداؤد میں مرثد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ابو ایوبؓ جہاد کے لیے ہمارے یہاں آئے اس وقت عقبہ ابن عامر حاکم مصر تھے انہوں نے نماز مغرب میں تاخیر کی تو ابو ایوبؓ نے فرمایا اے عقبہ یہ کیا نماز ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم شغل میں پھنس گئے۔ ابو ایوب انصاریؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا لا تزال امتی بخیر او قال علے الفطرۃ مالم یؤخرا المغرب الیٰ ان تشتبک النجوم،

[۴] زید ابن خالد کی مرفوع روایت ہے جس میں ہر نماز کے لیے مسواک اور تہائی رات تک عشا کی تاخیر مذکور ہے، ایک دوسرا ارشاد ہے۔ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خیال نہ ہوتا تو تہائی رات تک عشاء میں تاخیر کرتا۔ [۵] اس باب میں اصل یہ حدیث ہے عن عقبۃ بن عامر قال ثلثۃ اوقات نہانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان نصلی وان نقبر فیہا موتانا عند طلوع الشمس حتی ترتفع وعند زوال الہاجۃ تزول وحین تضیف للغروب حتی تغرب۔ عقبہ ابن عامرؓ کی روایت ہے تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھنے سے اور نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرمایا سورج نکلتے ہوئے جب تک وہ بلند نہ ہو جائے زوال آفتاب کے وقت جب تک کہ وہ ڈھل نہ جائے اور غروب آفتاب کے وقت یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے۔

یہاں تک کہ وہ بلند ہوجائے

(۲) استوار شمس کے وقت یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

(۳) سورج سرخ ہوجانے کے وقت یہاں تک کہ وہ غروب ہوجائے مگر اس دن کی عصر کی نماز غروب کے وقت ادا ہوجاتی ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے کہا ہے کہ جب تک انسان سورج کی ٹکیہ دیکھ سکتا ہے وہ طلوع کی حالت میں شمار ہوتا ہے (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت جائز وقت میں واجب ہوئی ہوں پھر اس (مکروہ) وقت تک ان کی تاخیر کی گئی۔ ان کو ایسے وقت میں ادا کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لیکن یہ دونوں چیزیں اگر ناقص وقت میں واجب ہوئی ہیں تو ان کو ناقص ہی وقت میں ادا کرنا جائز ہے اس لیے کہ جیسا ان کے وجوب میں نقصان تھا ویسا ہی ان کے ادا میں نقصان ہے (سراج الوہاج)۔ (یہی کافی اور تبیین میں لکھا ہے) لیکن سجدۂ تلاوت میں تاخیر افضل ہے اور جنازہ کی نماز میں تاخیر مکروہ ہے (تبیین) ان اوقات میں جو فرائض اور واجبات جیسے وتر وغیرہ فوت ہوگئے ہیں ان کی قضا بھی جائز نہیں ہے (مستصفیٰ و کافی)۔ نفل نماز گو ان اوقات میں جائز ہے مگر مکروہ ہے[1] (کافی و شرح طحاوی)

یہاں تک کہ اگر سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نفل نماز شروع کی اور اس میں قہقہہ لگایا تو وضو کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر اُس دن کی عصر کی نماز کے علاوہ کوئی اور فرض نماز ان اوقات میں ادا کی تو قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا (یہ فتاویٰ قاضی خاں میں نواقض وضو کے بیان میں لکھا ہے) اس نماز کا توڑ دینا اور پھر غیر مکروہ وقت میں اس کی قضا کرنا ظاہر روایت کے بموجب ضروری ہے۔ اور اگر مکروہ وقت میں نماز پوری کرلی تو شروع کرنے سے جو چیز اس پر لازم ہوئی تھی وہ اس کے ذمّہ سے ساقط ہوجائے گی۔ (فتح القدیر) اور گنہگار ہوگا لیکن اس پر کچھ واجب نہیں (شرح طحاوی) اور اگر مکروہ وقت میں نماز قضا کی تو جائز ہے مگر گنہ گار رہتا ہے (محیط السرخسی) اگر کسی نے نذر مانی کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھے گا تو اس شخص کا اس وقت میں نماز ادا کرنا صحیح ہے مگر گنہگار ہوگا اور اس کے لیے واجب ہے کہ دوسرے وقت میں نماز پڑھے (بحر الرائق) ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ کسی وقت نماز پڑھے گا یا نذر کی کہ مکروہ اوقات کے علاوہ کسی وقت نماز پڑھے گا تو اس کا ان (مکروہ) اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج)۔ نُو اوقات ایسے ہیں جن میں نوافل اور نوافل کی حکم والی نمازیں مکروہ ہیں۔ فرائض مکروہ نہیں ہیں (نہایہ، کفایہ) ان اوقات میں قضا، جنازے کی نماز اور سجدۂ تلاوت جائز ہے (فتاوے قاضی خان)۔

ان میں سے ایک صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد سے نماز فجر سے قبل تک کا وقت ہے (نہایہ۔ کفایہ) اس وقت میں فجر کی دو سنتوں کے علاوہ نفل نماز مکروہ ہے[2]۔ ایک شخص نے آخری رات میں نفل نماز شروع کی، ایک رکعت پڑھنے کے بعد صبح صادق طلوع ہوگئی تو نماز کا تمام کرلینا افضل ہے اس لیے کہ صبح صادق کے بعد اس نے نفل اپنے ارادہ سے نہیں پڑھی اور اصح قول کے بموجب یہ نفل فجر کی سنتوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ (سراج الوہاج۔ تبیین)۔ اگر چار رکعات پڑھی ہیں اور دو رکعتیں طلوع صبح صادق کے بعد ہوئی ہیں تو یہ دو رکعتیں فجر کی سنتوں کے قائم مقام ہوجائیں گی یہی مختار ہے۔ (خزانۃ الفتاوی)۔

---

[1] فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

[2] صحیح مسلم میں ام المومنین حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کچھ نہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

اُن اوقات میں سے ایک نمازِ فجر کے بعد سے سورج نکلنے تک کا وقت ہے[۱] (نہایہ کفایہ) اگر فجر کی سنتوں کا فساد ظاہر ہو جائے اور اُن کو فجر کی نماز کے بعد قضا کرے تو جائز نہ ہوگا (محیط السرخسی)

اُن اوقات میں سے ایک۔ عصر کی نماز کے بعد سے سورج کے متغیر ہونے سے پہلے تک کا وقت ہے (نہایہ۔ کفایہ) ایک شخص نے نفل نماز مستحب وقت میں شروع کی پھر اس کو توڑ دیا اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ان کی قضا پڑھی تو یہ جائز نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)۔

اُن اوقات میں سے ایک۔ سورج غروب ہو جانے کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے کا وقت ہے[۲] اور جمعہ کی اقامت کے وقت جمعہ، عیدین، صلوٰۃ کسوف یا استسقیٰ کے خطبہ پڑھے جانے کے وقت بھی نوافل مکروہ ہیں (نہایہ، کفایہ) حج اور نکاح کے خطبہ کے وقت بھی نفل مکروہ ہے (منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) امام جمعہ کے روز جس وقت خطبہ کے لیے نکلے اس وقت بھی نفل نماز مکروہ ہے (منیۃ المصلی) اگر جمعہ سے پہلے کی چار سنتیں شروع کر دیں اس کے بعد امام خطبہ کے لیے نکلا تو یہ چار سنتیں پوری کر لے۔ یہی صحیح ہے۔ امام صدر الشہید حسام الدینؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ (ظہیریہ)۔ نماز کھڑی ہو جانے کے بعد نفل نماز مکروہ ہے لیکن اگر جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو فجر کی دو سنتیں پڑھ سکتا ہے۔ عیدین کی نماز سے پہلے گھر یا مسجد میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد مسجد میں نفل مکروہ ہے گھر میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ عرفہ اور مزدلفہ میں جن نمازوں کو جمع کیا جاتا ہے ان کے درمیان بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے (بحر الرائق) کسی نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت کے فرض کے سوا اور سب نمازیں مکروہ ہو جاتی ہیں (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج منقول عن الحاوی)۔ پیشاب اور پاخانہ کی حاجت کو روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کھانا حاضر ہے اور نفس اس کی طرف راغب ہے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اسی طرح اگر ایسے اسباب پائے جا رہے ہیں خواہ کسی قسم کا سبب ہو جن کی وجہ سے دل افعالِ صلوٰۃ کی طرف متوجہ نہیں ہوگا اور خشوع میں خلل واقع ہوگا تو اس وقت میں بھی نماز مکروہ ہے۔ اور آدھی رات گذر جانے کے بعد عشاء کی نماز مکروہ ہے (بحر الرائق)

دوسرا باب اذان کا بیان[۳] (دو فصلیں)

پہلی فصل ــــــ اذان کا طریقہ اور مؤذن کے احوال

فرض نمازوں کو جماعت سے ادا کرنے کے لیے اذان دینا سنت ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واجب ہے

---

[۱] حضرت عمر رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم) [۲] اس لیے کہ اس صورت میں مغرب کی نماز میں تاخیر لازم آئے گی جو مکروہ ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔
[۳] اذان کے لغوی معنی "اطلاع" کے ہیں لیکن شریعت میں مخصوص طریقہ سے مخصوص الفاظ کے ساتھ ایک خاص قسم کی اطلاع کو اذان کہتے ہیں، اسی لیے عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں اذان جائز نہیں ہے (قاضی خان)۔ اذان کی مشروعیت کا واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور اسلام میں جوق در جوق لوگ داخل ہونے لگے تو آپ نے اس بات کو شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کا کوئی معقول انتظام ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لیے ایک مجلس مشاورت منعقد کی جس میں مختلف لوگوں نے مختلف تجاویز پیش کیں (باقی بر صفحہ ۱۵)

اور صحیح یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ ہے (کافی)۔ عامہ مشائخ کا یہی مذہب ہے (محیط)۔ جس طرح اذان فرض نمازوں کے لیے سنت ہے اسی طرح تکبیر بھی سنت ہے (البحر الرائق)۔ پانچ فرض نمازوں اور جمعہ کے علاوہ جو نمازیں ہیں جیسے سنتیں۔ وتر۔ نوافل، تراویح اور عیدین وغیرہ ان کے لیے اذان اور تکبیر نہیں ہے (محیط)۔ اسی طرح نذر کی نماز، جنازہ کی نماز، استسقا اور چاشت کی نماز اور حوادث کی نمازوں کے لیے بھی اذان اور تکبیر نہیں ہے۔ (تبیین) کسوف اور خسوف کی نماز کا بھی یہی حکم ہے (عینی شرح کنز)۔ عورتوں کے لیے بھی اذان اور تکبیر نہیں ہے اگر عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان اور تکبیر نہ پڑھیں اگر اذان اور تکبیر پڑھی ہے تو نماز ہو جائے گی لیکن گناہ ہو گا (خلاصہ)۔ مسافر کے لیے اور اس شخص کے لیے جو اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اذان اور تکبیر کہنا مستحب ہے۔ غلاموں پر اذان اور تکبیر نہیں ہے (تبیین)۔ صبح کے علاوہ اور نمازوں میں وقت سے پہلے اذان دینا بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اسی طرح صبح کی اذان وقت سے پہلے دینا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اگر وقت سے پہلے اذان پڑھ دی تو وقت میں دوبارہ اذان دی جائے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن الملک)۔ اور اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ ناقلاً عن الحجۃ)۔ اس پر سب کا اجماع ہے کہ تکبیر وقت سے پہلے جائز نہیں ہے (محیط)۔ مؤذن کی تکبیر کی ایک ساعت کے بعد امام آیا یا تکبیر کے بعد اس نے فجر کی سنتیں پڑھیں تو دوبارہ تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (قنیہ)

اذان پڑھنے کا اہل ہر وہ شخص ہے جو قبلہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہو (فتاویٰ قاضیخاں)۔ مؤذن کا عاقل، صالح، متقی اور عالمِ سنت ہونا مناسب ہے (نہایہ)۔ مؤذن رعب دار شخص ہونا چاہیے جو لوگوں کے احوال پر مہربانی کرے اور جو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے انھیں تنبیہ کرے (قنیہ)۔ مؤذن کو اذان پابندی کے ساتھ کہنی چاہیے (بدائع۔ تاتارخانیہ)۔ اور ثواب کی نیت سے اذان کہے (نہر الفائق)۔ مؤذن ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) ایک تجویز یہ پیش کی گئی کہ جماعت کے وقت ایک نیزہ گاڑ دیا جائے لوگ اسے دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔ بعض نے کہا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے لیے ناقوس بجانا چاہیے اور بعض نے کہا کہ اس مقصد کے لیے سینگ کا استعمال مناسب رہے گا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے ایک تجویز بھی پسند نہ آئی اور کسی دوسرے وقت کے لیے یہ مجلس ملتوی کر دی گئی۔

ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ خیال ناقوس کی طرف ہو چلا تھا۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن زید ابن عبد ربہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس ہاتھ میں لیے چلا آ رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا کیا اس کو فروخت کرنا چاہتے ہو؟ اس نے مجھ سے پوچھا تم کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا کہ نماز کے لیے لوگوں کو جمع کرنا ہے۔ اس نے کہا کیا اس سے بہتر ترکیب میں تمھیں نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا ضرور، تو اس نے کلماتِ اذان اللہ اکبر الخ بلا ترجیع پڑھے۔

عبداللہ ابن زید کا بیان ہے کہ صبح اٹھ کر جب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ یہ خواب سچ ہو گا۔ جاؤ بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو بتلاتے جاؤ وہ تم سے بلند آواز ہیں اس لیے وہ اذان کہیں گے۔ چناں چہ میں نے بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر اسی طرح کہا کہ اتنے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ چادر کھینچتے ہوئے اپنے مکان سے برآمد ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے بھی عبداللہ ابن زید کی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ یہ سن کر آپ نے الحمد للہ فرمایا۔ (ابو داؤد شریف)

(متعلقہ صفحہ ھٰذا) [1] طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ تین آدمی حساب (حشر) اور فزع اکبر سے محفوظ رہیں گے ایک وہ شخص جس نے خالص اللہ کی خوشنودی کے لیے قرآن پڑھا اور لوگوں کی امامت اس طرح کی کہ سب لوگ اس سے خوش رہے (باقی بر صفحہ ۱۶)

کا نماز پڑھانا بہتر ہے (معراج الدرایہ) اور مؤذن ہی کا تکبیر پڑھنا افضل ہے (کافی) اگر ایک شخص نے اذان کہی اور دوسرے شخص نے تکبیر اور پہلا شخص موجود نہ تھا تو تکبیر بلا کراہت جائز ہے اور اگر پہلا شخص موجود ہے اور دوسرے شخص کی تکبیر سے وہ کبیدہ خاطر ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر پہلا شخص دوسرے کی تکبیر پر راضی ہو جائے تو ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے (محیط)

سمجھ دار بچہ لڑکا اذان دے تو بلا کراہت جائز ہے ظاہر روایت یہی ہے لیکن بالغ لڑکے کی اذان افضل ہے۔ اگر لڑکا سمجھ دار نہیں ہے تو اس کی اذان جائز نہ ہوگی دوبارہ اذان دی جائے۔ مجنون کا بھی یہی حکم ہے (نہایہ)۔ کسی شخص کا نشے کی حالت میں اذان دینا مکروہ ہے اور دوبارہ اذان دینا مستحب ہے (تبیین) عورت کا اذان دینا مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا مستحب ہے (کافی) فاسق کی اذان مکروہ ہے اور دوبارہ نہ کہی جائے (ذخیرہ) جنبی کی اذان اور تکبیر باتفاق روایات مکروہ ہے اور اشبہ یہ ہے کہ اذان لوٹائیں اور تکبیر کا اعادہ نہ کریں ظاہر روایت میں بے وضو کی اذان مکروہ نہیں ہے (کافی) اور یہی صحیح ہے (جوہرہ نیرہ) بے وضو کی تکبیر مکروہ ہے لیکن دوبارہ نہ کہی جائے۔ (محیط السرخسی)۔ موذن اذان دینے کے بعد مرتد ہو جائے تو اذان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے اور اگر لوٹا دیں تو افضل ہے (سراج الوہاج) اور اذان دیتے ہوئے مرتد ہو جائے تو اولیٰ یہ ہے کہ کوئی اور شخص شروع سے اذان کہے اور اگر وہی تمام کرے تو جائز ہے (فتاویٰ قاضیخان) بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے اور خاص اپنے لیے بیٹھ کر اذان دے رہا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، مسافر سواری پر اذان کہے تو مکروہ نہیں ہے۔ تکبیر کے لیے نیچے اترنا چاہیے۔ (فتاویٰ قاضی خاں۔ خلاصہ) مسافر تکبیر کے لیے سواری سے نیچے نہیں اترا بلکہ سواری ہی پر تکبیر پڑھی تو جائز ہے (محیط) مسافر نے سواری پر اذان شروع کر دی اور اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہے تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خان۔ خلاصہ)

حضر میں سواری پر اذان دینا ظاہر روایت کے بموجب مکروہ ہے (محیط السرخسی) اور اس کا اعادہ نہ کیا جائے (خلاصہ) غلام، دیہاتی اور جنگل میں رہنے والا شخص، ولد زنا، نابینا، اور وہ شخص جو بعض نمازوں کی اذان دے اور بعض کی نہ دے مثلاً دن کو بازار میں رہے اور رات کو گھر میں ان سب لوگوں کی اذان بلا کراہت جائز ہے لیکن ان کے علاوہ کوئی اور اذان دے تو اولیٰ ہے (محیط) نابینا کے ساتھ اگر کوئی ایسا شخص ہے جو اس کی نمازوں کے اوقات کی حفاظت کرتا ہے تو نابینا اور آنکھ والے کی اذان برابر ہے (نہایہ) فرض نماز اذان اور تکبیر کے بغیر مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خان) اذان اور تکبیر کا چھوڑنا ایسے شخص کے لیے جو شہر میں نماز پڑھے اور اس کے محلہ میں اذان اور تکبیر ہو گئی ہو مکروہ نہیں ہے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ ایک شخص نماز پڑھے یا جماعت ہو (تبیین) اور افضل یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے ساتھ نماز پڑھے (تمرتاشی) اگر محلہ میں اذان نہیں ہوئی تو اذان اور تکبیر دونوں کا چھوڑنا مکروہ ہے اور صرف اذان کا چھوڑنا مکروہ نہیں ہے (محیط) اور اگر تکبیر چھوڑ دی تو مکروہ ہے (تمرتاشی) مسافر، اگرچہ تنہا نماز پڑھے اس کے لیے اذان اور تکبیر کا چھوڑنا مکروہ ہے (مبسوط) اور اگر صرف تکبیر چھوڑی تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے (شرح طحاوی)۔ اذان و تکبیر دونوں کہے تو بہتر ہے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اذان نہیں دی اور تکبیر کہی (مبسوط) ایک شخص نے گاؤں کے اندر اپنے گھر میں نماز پڑھی اور گاؤں میں ایسی مسجد ہے جس میں اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو شہر کے اندر گھر میں نماز پڑھنے والے کا ہے اور اگر گاؤں میں ایسی مسجد نہیں ہے تو اس شخص کا وہی حکم ہے جو مسافر کا ہوتا ہے (شمنی شرح نقایہ)

ایک شخص انگوروں کے باغ میں یا کھیت پر ہے اور گاؤں یا شہر قریب ہے تو وہیں کی اذان کافی ہے اور اگر شہر یا گاؤں قریب نہیں ہے تو وہاں کی اذان کافی نہ ہوگی۔ قریب کی حد یہ ہے کہ گاؤں یا شہر کی اذان کی آواز یہاں تک آتی ہو (مختار الفتاویٰ) اور اذان

(بقیہ حاشیہ ص۱۵) دوسرے وہ ... جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اذان دیتا رہا تیسرے وہ غلام جس نے اپنے مالک حقیقی اللہ اور اپنے آقا دونوں کو خوش رکھا۔ مترجم۔

دیں تو اولیٰ ہے (خلاصہ) جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں اور اذان چھوڑ دیں تو مکروہ نہیں ہے اور تکبیر چھوڑ دیں تو مکروہ ہے (فتاوی قاضی خان) مسجد والے اذان دے کر جماعت کر لیں تو پھر دوبارہ اذان اور جماعت اس مسجد میں مکروہ ہے[1] اور اگر مسجد کے کچھ لوگوں نے تکبیر کہہ کر جماعت کر لی پھر مؤذن، امام اور مسجد کے دوسرے حضرات داخل ہوئے تو یہ جماعت مستحب ہو گی اور پہلی مکروہ (مضمرات) اگر ایسے لوگوں نے کسی مسجد میں جماعت کر لی جو اس مسجد کے رہنے والے نہیں ہیں تو اس مسجد میں وہاں کے رہنے والوں کے لیے جماعت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط السرخسی) مسجد کے رہنے والے لوگوں کی ایک جماعت نے آہستہ اذان دی کہ جسے ان کے سوا کسی دوسرے نے نہیں سنا پھر مسجد کے رہنے والوں کی دوسری جماعت آئی اور اس کو پہلے فریق کی خبر نہ ہوئی انھوں نے بلند آواز سے اذان دی اس کے بعد پہلے فریق کا حال معلوم ہوا تو یہ لوگ حسبِ دستور جماعت سے نماز پڑھیں اور پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے (یہ فتاوی قاضی خان کی فصل اذان میں لکھا ہے) ایک مسجد میں مؤذن اور امام مقرر نہیں ہے اور اس میں گروہ گروہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں تو افضل یہ ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان اور تکبیر سے نماز پڑھے (یہ فتاوی قاضی خان کی فصل مسجد میں لکھا ہے) کچھ لوگوں نے جماعت سے کسی وقت کی نماز پڑھی اور ابھی اس نماز کا وقت باقی تھا کہ لوگوں کو نماز کے فساد کا علم ہوا پھر اس وقت اسی مسجد میں دوبارہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو اذان اور تکبیر کا اعادہ نہ کریں اور اگر وقت گذرنے کے بعد قضا کریں تو اس مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اذان اور تکبیر کہہ کر قضا کریں (زاہدی) جس شخص کی کسی وقت کی نماز فوت ہو جائے اور وہ اس کو قضا کرنا چاہے تو اس کے لیے اذان اور تکبیر کہے خواہ اکیلا ہو یا جماعت ہو[2] (محیط) اگر بہت سی نمازیں فوت ہو جائیں تو پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر دونوں کہے اور بقیہ نمازوں میں اختیار ہے چاہے اذان اور تکبیر دونوں کہے یا صرف تکبیر (ہدایہ) اگر ہر نماز کے لیے اذان اور تکبیر کہے تو بہتر ہے تاکہ قضا ادا کے موافق ہو جائے (مبسوط مصنفہ امام سرخسی) یہ اختیار صرف اسی وقت ہے جب ایک ہی مجلس میں سب نمازیں قضا کرے اور اگر بہت سی مجلسوں میں قضا کرے تو اذان اور تکبیر دونوں شرط ہیں (بحر الرائق) ہمارے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ ہر فرض کے لیے خواہ ادا ہو یا قضا اذان اور تکبیر (دونوں) کہے تنہا پڑھے یا جماعت سے، لیکن جمعہ کے دن اگر شہر میں ظہر پڑھے تو اذان و تکبیر سے پڑھنا مکروہ ہے (تبیین) عرفہ اور مزدلفہ میں جن دو نمازوں کو جمع کیا جاتا ہے تو پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر کہے اور دوسری نماز کے لیے صرف تکبیر کہے اذان نہ کہے۔ مؤذن کو اذان یا تکبیر میں غش آجائے تو دوسرا شخص اس کو دوبارہ کہے، اسی طرح اگر وہ مرجائے تب بھی یہی حکم ہے، اسی طرح اذان یا تکبیر کہتے ہوئے اگر اس کا وضو جاتا رہا اور وہ وضو کرنے گیا تو دوسرا شخص یا خود ہی جب واپس آجائے تو از سرِ نو اذان کہے (فتاوی قاضی خان)

ہمارے مشائخ نے (اللہ ان پر رحم فرمائے) کہا ہے کہ اذان یا تکبیر پڑھتے ہوئے اگر وضو ٹوٹ جائے تو اسی حالت میں پورا کرنا

---

[1] عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار میں صلح کرانے کے لیے گھر سے نکلے واپس ہوئے تو مسجد میں جماعت سے نماز ہو چکی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواجِ مطہرات کے گھر میں داخل ہوئے گھر والوں کو جمع کیا اور جماعت سے نماز پڑھی۔ اگر مسجد میں دوسری بار جماعت آپ کے نزدیک مکروہ نہ ہوتی تو آپؐ مسجد میں نماز پڑھتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضؓ سے جب کبھی کوئی نماز چھوٹ جاتی تو مسجد میں تنہا تنہا پڑھتے۔ ان احادیث کی روشنی میں یہ بات صاف ہو گئی کہ مسجد میں دوسری بار جماعت مکروہ ہے لیکن یہ اس مسجد کا حکم ہے جس میں امام اور مؤذن مقرر ہوں (مترجم)

[2] اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لیلۃ التعریس" کی صبح کو فجر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ قضا فرمائی۔

(مترجم)

اولیٰ ہے اس کے بعد پھر وضو کے لیے جائے (محیط)۔ اگر مؤذن اذان یا تکبیر کے دوران رک جائے اور کوئی سکھانے والا نہیں ہے تو از سر نو اذان کہنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اذان یا تکبیر کے دوران گونگا ہو جائے اور تمام کرنے سے عاجز ہے تو دوسرا شخص از سر نو کہے (فتاویٰ قاضی خان)۔ اگر اذان کے درمیان ٹھہر گیا اور اس قدر وقفہ کیا جو فاصلہ میں شمار ہوتا ہے تو از سر نو کہے اور اگر تھوڑا سا وقفہ ہوا جیسے کھنکارا یا کھانسا تو اعادہ نہ کرے (تاتارخانیہ ناقلاً عن تیمیۃ)

اذان میں بلا عذر کھنکھارنا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی بنا پر کھنکارے تو مضائقہ نہیں ہے (سراج الوہاج) اذان اور تکبیر میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہے اور اصح یہ ہے کہ اس کے بعد بھی جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ (زاہدی) مؤذن کو اذان یا تکبیر کے دوران چلنا یا کسی سے بات چیت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر تھوڑا سا کچھ بولا تو شروع سے اذان دینا لازم نہیں ہے، جس وقت مؤذن تکبیر کہتے ہوئے قد قامت الصلوٰۃ پر پہونچے تو اسے اختیار ہے کہ اسی جگہ اس کو پورا کرے یا نماز کی جگہ پر چلا جائے۔ (فتاویٰ قاضی خان

دوسری فصل ــــ اذان اور تکبیر کے کلمات اور ان کی کیفیات

اذان کے پندرہ کلمے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کا آخر لا الٰہ الا اللہ ہے (فتاویٰ قاضی خان) اذان کے کلمات یہ ہیں:

اللہ اکبر[۱] اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد[۲] ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد[۳] ان محمداً رسول اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، حیّ[۴] علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حیّ[۵] علی الفلاح، حیّ علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا[۶] الٰہ الا اللہ (زاہدی)۔

تکبیر کے سترہ کلمات ہیں۔ پندرہ کلمے اذان کے اور دو کلمے قد[۷] قامت الصلوٰۃ دو بار (فتاویٰ قاضی خاں)۔ فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ[۸] خیر من النوم دو بار زیادہ کرے (کافی)۔ عربی کے علاوہ فارسی یا کسی اور زبان میں اذان نہ دی جائے (فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی اظہر اور اصح ہے (جوہرہ نیرہ)۔ اذان اور تکبیر کو جہر سے کہنا اور ان میں آواز بلند کرنا سنت ہے لیکن تکبیر اذان سے پست کہے (نہایہ۔ بدائع)۔ مؤذن کو مئذنہ[۹] پر یا مسجد سے باہر اذان دینا مناسب ہے۔ مسجد کے اندر اذان نہ دے (فتاویٰ قاضی خان)۔ بلند جگہ پر بلند آواز سے اذان دینا سنت ہے تاکہ پڑوس کے لوگ اچھی طرح سن لیں اور اپنے اوپر زور نہ ڈالے (بحر الرائق)۔ مؤذن کے لیے طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے (مضمرات) زمین پر تکبیر کہے (قنیہ) مسجد میں تکبیر کہے (بحر الرائق) اذان میں ترجیع نہیں ہے۔ ترجیع یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ دو بار آہستہ آواز سے کہے اور جب دوسری بار اشہد ان محمداً رسول اللہ پست آواز سے کہہ چکے تو پھر بلند آواز سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ لوٹائے اور شہادت کے دونوں کلموں کی تکرار کرے۔ بس ہر کلمۂ شہادت چار بار ہو جائے گا دو بار پست آواز سے اور دو بار بلند آواز سے (کفایہ) اذان ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور تکبیر بلا توقف پڑھے، یہ مستحب[۱۰] طریقہ ہے (ھدایہ)۔ یہاں تک کہ اگر دونوں رک رک کر پڑھے یا دونوں

---

۱ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ۲ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ۳ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ۴ نماز کی طرف آؤ۔ ۵ کامیابی کی طرف آؤ۔ ۶ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ۷ بے شک نماز کھڑی ہوگئی۔ ۸ نماز نیند سے بہتر ہے۔ ۹ اذان دینے کی جگہ۔ ۱۰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب اذان کہو تو ٹھہر کر کہنی چاہیے اور تکبیر کہو تو جلد جلد پڑھو۔

بلا توقف پڑھے یا تکبیر ٹھہر ٹھہر کر اور اذان بلا توقف پڑھے تو جائز ہے (کافی)۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی حق ہے (فتح القدیر) ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کہے، اللہ اکبر اللہ اکبر کچھ ٹھہرے پھر دوسری بار یہی کہے اور اسی طرح اذان کے آخر تک دو دو کلموں کے درمیان توقف کرے، حدر کے معنیٰ ملانے اور جلدی کرنے کے آتے ہیں (یہ تاتارخانیہ میں ینابیع سے نقل کیا ہے) اذان اور تکبیر کے ہر کلمہ کے وقف پر سکون کرے لیکن اذان میں واقعی سکون کرے اور تکبیر میں سکون کی نیت کرے۔ (تبیین) اللہ اکبر کے شروع میں مد کرنا کفر ہے اور آخر میں مد کرنا خطار فاحش ہے (زاہدی) اذان اور تکبیر کے کلمات میں اس طرح ترتیب رکھے جس طرح مشروع ہے (محیط السرخسی)

اگر اذان اور تکبیر میں بعض کلمات کو بعض پر مقدم کر دیا مثلاً اشھد ان محمدا رسول اللہ کو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ سے پہلے پڑھ دیا تو افضل یہ ہے کہ جو کلمہ اپنے وقت سے پہلے پڑھا ہے اس کا اعتبار نہیں ہے یہاں تک کہ اپنے وقت پر اپنی جگہ اسی کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا تو نماز جائز ہو جائے گی۔ (محیط) اذان اور تکبیر کے کلمات پے در پے کہے۔ یہاں تک کہ اذان دی اور سمجھا کہ یہ تکبیر ہے پھر فارغ ہونے کے بعد علم ہوا تو افضل یہ ہے کہ اذان کا اعادہ کرے اور تکبیر از سر نو کہے تاکہ ترتیب قائم رہے اور اسی طرح اگر تکبیر شروع کی اور اذان سمجھی پھر بعد میں علم ہوا تو افضل یہ ہے کہ پھر شروع سے تکبیر کہے (بدائع۔ غایۃ سروجی) اذان اور تکبیر میں قبلہ کی طرف منہ کرے[1]۔ اور اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کیا تو جائز ہے اور مکروہ ہے (ھدایہ)۔ جب حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر پہونچے تو دائیں اور بائیں جانب اپنا منہ پھیرے[2] اور اپنے قدم اسی جگہ رکھے۔ تنہا نماز پڑھے یا جماعت سے، یہی صحیح ہے۔ فقہاء نے یہاں تک کہا ہے کہ بچے کے دکان میں) جو شخص اذان دے تو اس میں بھی ان دو کلموں کے وقت دائیں اور بائیں جانب منہ پھیرنا چاہیئے۔ (محیط) اس کا طریقہ یہ ہے کہ حی علی الصلوٰۃ دائیں جانب کہے اور حی علی الفلاح بائیں جانب۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ دائیں اور بائیں دونوں جانب کہے اور اسی طرح حی علی الفلاح بھی دونوں جانب کہے اور صحیح پہلا قول ہے۔ (تبیین) اگر اذان دینے کا صومعہ کشادہ ہے اور اس میں (حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح کے وقت) گھومے تو بہتر ہے (بدائع)۔ پس مؤذن مئذنہ میں حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے وقت گھومے اور داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الصلوٰۃ دوبارہ کہے پھر بائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الفلاح دو مرتبہ کہے۔ یہ اس وقت ہے جب ایک جگہ کھڑے ہو کر اذان کہنے میں اچھی طرح اعلان نہیں ہوتا (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم) اور اگر دائیں بائیں جانب منہ پھیرنے سے اچھی طرح اعلان ہو جاتا ہے تو اسی پر اکتفا کرے اور اپنے قدم اسی جگہ پر قائم رکھے (شاہان شرح ھدایہ) تلحین مکروہ ہے اور اس کا اطلاق ایسے گانے پر کیا جاتا ہے جس سے کلمات میں تغیر آجائے (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک) لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان کہنا جس میں لحن پیدا نہ ہو بہتر ہے (سراجیہ)۔ اور "یہی شرح وقایہ میں لکھا ہے"

(اذان دیتے ہوئے) دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھ لے اور اگر کانوں میں انگلیاں نہیں رکھتا تو بہتر ہے اس لیئے کہ یہ اصلی سنت نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس لیئے مشروع ہے تاکہ اچھی طرح "اعلام" ہو جائے اور دونوں ہاتھوں کا کانوں پر رکھ لینا بہتر ہے (تبیین) آواز بلند ہونے کے لیئے کانوں میں انگلیاں رکھنا اذان میں معمول ہے۔ تکبیر میں نہیں۔ (قنیہ)

---

[1] اس لیئے کہ فرشتہ آسمانی نے بھی قبلہ رو اذان دی تھی۔

[2] مقصد چوں کہ لوگوں کو سنانا ہے اس لیئے یہ صورت مفید ہے۔

متاخرین کے نزدیک مغرب کے علاوہ ہر نماز میں تثویب بہتر ہے[1] (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابو المکارم) تثویب کی تعریف یہ ہے کہ مؤذن اذان اور تکبیر کے درمیان ایک بار پھر نماز کا "اعلام" کرے۔ ہر شہر کی تثویب وہاں کے دستور کے موافق ہوتی ہے۔ کھنکارے یا الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا قامت۔ قامت کے الفاظ استعمال کرے۔ چوں کہ اس سے مقصد یہ ہے کہ اچھی طرح اعلام ہو جائے۔ اس لیے جس جگہ کا جیسا دستور ہے اس سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے (کافی)

فجر کی اذان کے بعد اتنی دیر ٹھہرے کہ جس میں بیس[2] آیتیں پڑھ سکے پھر تثویب کہے پھر اتنی ہی مقدار بیٹھا رہے اس کے بعد تکبیر کہے (تبیین) اذان اور تکبیر کے درمیان ایسی دو رکعتوں یا چار رکعتوں کا فصل ہونا چاہیے جس میں ہر رکعت کے اندر دس آیتیں پڑھ سکے (زاہدی) اذان اور تکبیر کو ملانا بالاتفاق مکروہ ہے (معراج الدرایہ) جس نماز سے پہلے سنتیں یا نوافل پڑھی جاتی ہیں مؤذن کے لیے اولیٰ ہے کہ وہ اذان اور تکبیر کے درمیان پڑھے۔ (محیط) اور اگر نوافل وغیرہ نہ پڑھے تو اذان اور تکبیر کے درمیان بیٹھ جائے۔ اگر مغرب کی نماز کا وقت ہے تو مستحب یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اتنی دیر خاموش کھڑا رہے جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں۔ (نہایہ) فقہاء کا اتفاق ہے کہ اذان اور تکبیر میں فصل ضروری ہے (عنایہ) فصل کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان ایک سکتہ کی مقدار خاموش کھڑا رہے اس کے بعد تکبیر کہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سکتہ کی مقدار یہ ہے کہ اس میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جا سکے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان اور تکبیر کے درمیان اسی دیر بیٹھ جائے جتنا دو خطبوں کے درمیان بیٹھا کرتے ہیں، امام حلوانی رح نے ذکر کیا ہے خلاف صرف اس میں ہے کہ کھڑا ہونا افضل ہے یا بیٹھنا، یہاں تک کہ اگر بیٹھ جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ نہ بیٹھے، اور اگر کھڑا رہا تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹھ جائے، (نہایہ)

اذان اور تکبیر کے درمیان دعا مانگنا مستحب ہے (سراج الوہاج) مؤذن لوگوں کا انتظار کرے ضعیف جلدی چاہنے والے لوگوں کی وجہ سے تکبیر کہے، محلہ کے رئیس اور بڑے شخص کا انتظار نہ کرے (معراج الدرایہ) اذان شروع وقت میں، اور تکبیر درمیانی وقت میں کہنی مناسب ہے تاکہ وضو کرنے والا اپنی وضو سے اور نماز پڑھنے والا اپنی نماز سے اور ضرورت والا قضاء حاجت سے فارغ ہو جائے (تاتارخانیہ ناقلاً عن الحجۃ) جو شخص تکبیر کے وقت داخل ہوا اس کے لیے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے اور مؤذن جب حی علی الفلاح پر پہونچے

---

[1] اذان اور تکبیر کے درمیان ایک بار پھر نماز کے اعلام کو تثویب کہتے ہیں چوں کہ اس سے مقصد اذان کی مزید توثیق ہے اس لیے عربی کے علاوہ دوسری علاقائی زبانوں میں اگر تثویب کے الفاظ دہرائے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ متاخرین مغرب کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں اس کی اجازت دیتے ہیں لیکن حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صرف امیر، قاضی، اور مفتی کے ساتھ خاص کیا ہے۔ تثویب کی دو صورتیں ہیں، مسجد کے اندر کہی جائے یا مسجد کے باہر، مسجد کے اندر تثویب نہ کہنی چاہیئے۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا، اذان ہو چکی تھی ہم نماز ہی پڑھنا چاہتے تھے کہ مؤذن نے تثویب کہنی چاہی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور مجھ سے فرمایا اس بدعت کی جگہ سے چلو، چنانچہ آپؓ نے وہاں نماز نہیں پڑھی (ابو داؤد، ترمذی) اس سے ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر تثویب نہ کہنی چاہیئے۔ تثویب کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد کے باہر کہی جائے۔ یہ اس کے بارے میں ثابت ہے کہ مؤذن نے جماعت کی تیاری کی اطلاع حضرت ابن عمرؓ کو دی اسی طرح دوسرے اصحاب کے لیے بھی ثابت ہے اور اس قسم کی تثویب کے سلسلہ میں صحابہؓ سے کوئی نکیر بھی نہیں ہے اس بنا پر نماز سے باہر تثویب کی اجازت ہے (لقمان الحق)

توکھڑا ہوجائے (مضمرات)۔ اگر مؤذن امام نہیں ہے، نمازی اور امام مسجد کے اندر ہیں تو مؤذن تکبیر کہتے ہوئے جب حی علی الفلاح کہے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک اُس وقت امام اور نمازی کھڑے ہوجائیں، یہی صحیح ہے۔ امام مسجد سے باہر ہے اور صفوں کی جانب سے مسجد میں داخل ہورہا ہے توجس صف سے پڑھے وہ صف کھڑی ہوجائے، شمس الائمہ حلوانی رح، امام سرخسی رح اور شیخ الاسلام خواہرزادہ رح اسی طرف مائل ہیں، امام مسجد میں سامنے سے داخل ہو تو امام کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہوجائیں۔ اگر مؤذن ہی امام ہے اور مسجد میں تکبیر کہہ رہا ہے تو اس وقت تک نمازی کھڑے نہ ہوں جب تک کہ وہ اپنی تکبیر سے فارغ نہ ہوجائے، مسجد سے باہر اگر تکبیر کہی ہے تو ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے کہ اس وقت تک نمازی کھڑے نہ ہوں جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہوجائے، امام قد قامت الصلوٰۃ سے کچھ پہلے نیت باندھے، شیخ الاسلام شمس الائمہ نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے (محیط)

مؤذن کو جواب دینے کے مسائل

اذان کے وقت سامعین کو جواب دینا واجب[۱] ہے اور جواب یہ ہے کہ جو مؤذن کہتا ہے وہی یہ کہے لیکن حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں یہ لفظ نہ کہے بلکہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ کہے۔ (محیط سرخسی) اور یہی صحیح ہے (فتاویٰ غرائب) اور اسی طرح اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں سننے والا انہی الفاظ کا اعادہ نہ کرے بلکہ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے (محیط)

ایک شخص نے اذان سنی اور چل رہا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ ایک ساعت ٹھہرے اور اذان کا جواب دے۔ (قنیہ) تکبیر کا جواب مستحب ہے (فتح القدیر) اور جب تکبیر کہنے والا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے تو سننے والا اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَدَامَهَا اللّٰہُ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ کہے اور باقی کلمات میں اسی طرح جواب دے جس طرح اذان میں جواب دیتا ہے، (فتاویٰ غرائب[۲]) اذان یا تکبیر کے درمیان سننے والے کے لیے بات کرنا مناسب نہیں ہے، قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور جواب دینے کے علاوہ نہ کسی اور کام میں مشغول ہو قرآن شریف اگر پڑھ رہا ہو تو اس کو چھوڑ کر اذان یا تکبیر سنے اور کلمات کا جواب دے (بدائع) تکبیر کے وقت دعا مانگنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر کسی مسجد میں کئی مؤذن ہیں اور وہ آگے پیچھے آئیں جو آگے آگیا اسی کا حق ہے (کفایہ)

نماز کی شرائط

(تیسرا باب) (چار فصلیں)

ہمارے نزدیک نماز کی سات شرائط ہیں:۔ (۱) حدث سے طہارت حاصل کرنا۔ (۲) نجاست سے پاکی حاصل کرنا۔

---

[۱] اذان کا جواب کب دینا چاہیے حضرت عمر بن امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ہر کلمہ کے تمام ہونے پر جواب دینا چاہیے۔ مترجم۔

[۲] اذان سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعاء وسیلہ مانگنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کو سنو تو جو وہ کہتا ہے اس کے قول کے مثل کہو پھر مجھ پر درود پڑھو اس لیے کہ جو مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس بار رحمت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو اس لیے کہ بہشت میں یہ ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں جو شخص میرے لیے وسیلہ طلب کریگا تو قیامت کے روز میری شفاعت اس کے لیے ضروری ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دعاء وسیلہ اس طرح مروی ہے:۔
اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ (ترجمہ) اے اللہ باقی بر[۲۲]

(۳) ستر عورت[1] (۴) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۵) وقت (۶) نیت (۷) تحریمہ۔ (زاہدی)۔

پہلی فصل ——— طہارت اور ستر عورت کا بیان

نماز پڑھنے والے کے لیئے بدن، کپڑا اور نماز کی جگہ سے نجاست کو دور کرنا واجب ہے۔ (زاہدی۔ باب الانجاس)۔ یہ اس وقت ہے جب نجاست کی اتنی مقدار ہو جس سے نماز جائز نہیں ہوتی، اور اس کو دور کرنے میں اس سے بڑھ کر کوئی اور خرابی نہیں پیدا ہوتی، یہاں تک کہ اگر لوگوں کے سامنے بغیر ستر کھولے ہوئے نجاست نہیں دور کر سکتا تو اسی نجاست سے نماز پڑھ لے، اگر نجاست دور کرنے کے لیئے لوگوں کے سامنے ستر کھولا تو فاسق ہو جائے گا (بحر الرائق)۔ نجاست کا اعتبار بدن کے ظاہری حصہ پر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر ناپاک سرمہ آنکھوں میں لگایا تو آنکھوں کا دھونا واجب نہیں ہے (سراج الوہاج) نجاست غلیظ مقدار میں اگر درہم سے زائد ہے تو اس کا دھونا فرض ہے اور اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا باطل ہے، اور اگر بقدر درہم ہے تو اس کا دھونا واجب ہے اور اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر مقدار میں درہم سے کم ہے تو اس کا دھونا سنت ہے اور اگر نجاستِ خفیفہ ہے تو جب تک زیادہ نہ ہو جواز صلوٰۃ کے لیئے مانع نہیں ہے (مضمرات) نماز کے صحیح ہونے کے لیئے ستر عورت شرط ہے بشرطیکہ اس پر قادر ہو، (محیط السرخسی) مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے آگے تک ہے اور مرد کی ناف ہمارے تینوں ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک ستر نہیں ہے[2]، گھٹنے ہمارے سب علماء کے نزدیک ستر میں داخل ہیں[3] (محیط) آزاد عورت کے منہ ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ تمام بدن ستر ہے[3] (یہ متون میں لکھا ہے) عورت کے سر کے اوپر کے بال ستر میں شامل ہیں اور لٹکے ہوئے بالوں کے بارے میں دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ وہ ستر ہیں (خلاصہ) اور یہی صحیح ہے اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اسی پر فتویٰ ہے، (معراج الدرایۃ) جو مرد کا ستر ہے وہی باندی کا ستر ہے لیکن اس کا پیٹ اور پشت بھی ستر میں داخل ہے۔ ام ولد[4] مدبرہ اور مکاتبہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ (تبیین) مستسعاۃ مکاتبہ کے قائم مقام ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے (ظہیریہ) خنثیٰ مشکل اگر غلام ہے تو اس کا وہی ستر ہے جو باندی کا ہے اور اگر آزاد ہے تو ہمارے فقہا یہ کہتے ہیں کہ تمام بدن ڈھکے اگر اس نے صرف ناف سے گھٹنوں تک ڈھکا تو بعض حضرات کہتے ہیں دوبارہ نماز پڑھے اور بعض کے نزدیک اعادہ لازم نہیں ہے۔ (سراج الوہاج)

جو لڑکی بالغ ہونے والی ہے وہ ننگی یا بغیر وضو نماز پڑھے تو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیا جائے گا اور اگر بغیر اوڑھنی کے نماز پڑھی تو استحساناً

(بقیہ حاشیہ صا۲) اس دعا، کامل اور نماز قائم کے مالک، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی عنایت کیجئے، اور ان کو مقام محمود عطا فرمایئے جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [1] عورت عور سے مشتق ہے جس کے معنیٰ نقصان اور عیب کے آتے ہیں۔ شرمگاہ پر عورت کا اطلاق اسی لیئے کیا جاتا ہے کہ اس کا کھولنا اور ظاہر کرنا عیب اور بے حیائی ہے (طحطاوی)

[2] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں ایک کاندھے کا ڈھکنا بھی شرط ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ستر میں صرف فرج اور مقعد داخل ہے مترجم [3] آزاد عورت کا چہرہ اگرچہ ستر میں داخل نہیں ہے لیکن فتنہ کے خوف سے مردوں کے سامنے اس کا کھولنا ممنوع ہے مترجم۔

[4] ام ولد وہ باندی ہے جس کے آقا سے اولاد ہو۔ مدبرہ وہ باندی ہے جس سے آقا نے یہ کہا ہے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ مکاتبہ اس باندی کو کہتے ہیں جس سے آقا نے یہ کہا ہے کہ وہ اگر اتنا مال دیدے تو آزاد ہے۔ مستسعاۃ وہ باندی ہے جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہے اور باقی حصہ کی قیمت ادا کرنے کی سعی کرے۔ مترجم۔

اس کی نماز پوری ہوجائیگی (محیط السرخسی) نماز میں اپنا ستر دوسرے شخص سے چھپانا بالاجماع فرض ہے اور خود اپنے سے چھپانا عامۂ مشائخ کے نزدیک فرض نہیں۔ (شاہان) اگر کرتہ پہن کر ازار کے بغیر نماز پڑھی اور کرتہ ایسا ہے کہ گریبان میں نظر کرنے سے ستر نظر نہیں آتا تو عامۂ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ اگر اندھیرے گھر میں ننگے ہو کر نماز پڑھی اور اس کے پاس پاک کپڑا موجود ہے تو بالاجماع نماز جائز نہ ہوگی، (سراج الوہاج)۔ ایسے باریک کپڑے میں جس میں بدن نظر آتا ہے نماز جائز نہیں۔ (تبیین) اگر اس کے پاس کرتہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہیں ہے اور سجدے میں کسی شخص کو اس کا ستر نظر نہیں آتا لیکن اگر کوئی نیچے سے دیکھے تو ستر نظر آجاتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تھوڑا سا کھلنا معاف ہے اس لیے کہ اس میں بلویٰ ہے اور زیادہ میں بلویٰ نہیں اس لیئے معاف نہیں ہے۔ چوتھائی اور اس سے زیادہ کثیر میں اور چوتھائی سے کم قلیل میں داخل ہے، یہی صحیح ہے (محیط)

ستر غلیظ اور ستر خفیف میں اصح یہ ہے کہ اس کا اعتبار چوتھائی سے کیا جاتا ہے، (خلاصہ)۔ ایک عضو اگر چوتھائی حصہ سے کم کھلے تو معاف ہے اور اگر دو عضو یا دو سے زائد عضو کھل جائیں تو ان کو جمع کریں گے اگر وہ سب مل کر اُن اعضاء میں سب سے چھوٹے عضو کے ایک چوتھائی حصہ کے برابر ہوجائے تو نماز جائز نہ ہوگی، (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک) ستر کے جمع کرنے میں حصوں کا حساب مثلاً چھٹا حصہ یا نواں حصہ معتبر نہیں ہے بلکہ مقدار کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھل جائے تو نماز جائز نہ ہوگی اس لیئے کہ کھلا ہوا کان کی چوتھائی کے برابر ہے۔ (قنیہ) اگر نماز میں ستر کھل گیا اور فوراً اسے چھپایا تو بالاجماع اس کی نماز جائز ہے، اسی طرح اگر ستر کھلے ہوئے ایک رکن ادا کر لیا تو بالاجماع اس کی نماز فاسد ہے، اسی طرح اگر رکن ادا نہیں کیا لیکن اتنی دیر ٹھہرا رہا جس میں ایک رکن ادا ہوجاتا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں کوئی تصریح منقول نہیں ہے، (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابو المکارم)

باندی نے اوڑھنی کے بغیر نماز شروع کی اور نماز کے اندر وہ آزاد ہوگئی اگر اسی وقت اوڑھنی نہ اوڑھے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر اسی وقت عملِ قلیل سے اوڑھنی اوڑھ لی تو نماز جائز ہوگی (محیط السرخسی) عملِ قلیل یہ ہے کہ اس کو ایک ہاتھ سے پکڑے (سراج الوہاج) ذکر ایک مستقل عضو ہے اور فوطے علیحدہ عضو ہیں، یہی صحیح ہے، (ہدایہ) ہر سرین علیحدہ ستر ہے اور دُبر ان میں تیسرا عضو ہے۔ یہی صحیح ہے (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک) (تبیین) گھٹنہ ران کے آخر تک ایک عضو ہے یہاں تک کہ اگر نماز پڑھی اور گھٹنے کھلے ہوئے تھے، ران ڈھکی ہوئی تھی تو نماز جائز ہوگی، یہی اصح ہے (تجنیس) اسی طرح عورت کا ٹخنہ پنڈلی سمیت ایک عضو ہے (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک)

مرد کے ناف کے نیچے سے شرمگاہ تک ایک عضو ہے اور عضو سے مراد ماحولِ عضو ہے اس کا چوتھائی حصہ کھل جائے گا تو نماز فاسد ہوجائیگی (خلاصہ) پشت مستقل ستر ہے اسی طرح پیٹ اور اسی طرح سینہ (مستقل ستر ہے)۔ (یہ تاتار خانیہ میں عتابیہ سے نقل کیا ہے) پہلو پیٹ کے تابع ہے (قنیہ) عورت کے پستان اگر چھوٹے ہیں اور ابھرے ہوئے ہیں تو سینہ میں شامل ہیں اور اگر بڑے ہیں تو مستقل عضو ہیں (خلاصہ)

اور ہر ایک ان میں علیحدہ علیحدہ ستر ہے اور یہی حکم دونوں کانوں کا ہے اگر ایک کان کا چوتھائی کھل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی (زاہدی) جس شخص کو کپڑا نہ ملے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اشاروں سے رکوع وسجدہ کرے یا کھڑا ہو کر رکوع وسجدہ کے ساتھ نماز پڑھے اور اول افضل ہے (کافی) رات ہو یا دن، گھر میں ہو یا جنگل میں سب کا یہی حکم ہے، یہی صحیح ہے (بحر الرائق) کپڑا ملنے سے مراد یہ ہے کہ وہ استعمال پر قادر ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس کے لیے کپڑا مباح کردے تو صحیح یہ ہے کہ اس کا استعمال اس پر واجب ہے (جوہرہ نیرہ) ننگے آدمی کے سامنے اگر کسی شخص کے پاس کپڑے ہیں تو اس سے مانگے اگر نہیں دیئے تو ننگا نماز پڑھ لے، اور اگر نماز کے دوران کپڑا ملے تو از سر نو نماز پڑھے۔ (تاتار خانیہ میں سراجیہ سے منقول ہے)۔ اور اگر کپڑا ملنے کی توقع ہے تو نماز اس وقت تک مؤخر کرے جب تک وقت کے فوت ہونے کا

اندیشہ نہ ہو جس طرح نماز پڑھنے کے لیے پاک جگہ نہیں ملی لیکن ملنے کی توقع ہے تو اس صورت میں بھی نماز اس وقت تک مؤخر کرے جب تک وقت گزرنے کا اندیشہ نہ ہو۔ (قنیہ)۔ ننگے لوگ علیحدہ علیحدہ فاصلہ سے نماز پڑھیں اور اگر جماعت کریں تو امام بیچ میں آجائے، ہر شخص اپنے پاؤں قبلہ کی طرف کرے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں کے بیچ میں رکھے اور اشارہ سے نماز پڑھے، کھڑے ہو کر اشارہ سے یا بیٹھ کر رکوع و سجدے نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے (زاہدی)

حجۃ میں ہے کہ ننگے کے پاس بوریا یا بچھونا ہو تو اس سے ستر ڈھک کر نماز پڑھے ننگا نماز نہ پڑھے، یہی حکم اس صورت میں ہے جب گھاس سے اپنا ستر ڈھک سکتا ہے (تاتارخانیہ) ننگا آدمی اگر اپنے ستر پہ گارا لگا سکتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ باقی رہے گا، تو اُس کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں ہے، اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب پتوں سے اپنا ستر ڈھک لینے پر قادر ہو (قنیہ) اگر صرف اتنا کپڑا ملے جس سے تھوڑا سا ستر ڈھک سکتا ہے تو اس کا استعمال واجب ہے، اس سے پیشاب اور پاخانہ کا مقام ڈھک لے، (معراج الدرایہ) اگر صرف اتنا ہے کہ اس سے ایک جانب ڈھکی جا سکتی ہے تو بعض حضرات نے کہا ہے کہ دُبر ڈھک لے اس لیے کہ رکوع کی حالت میں اس کے کھلنے میں زیادہ فحش ہے اور بعض نے کہا کہ اگلا حصہ ڈھک لے اس لیے کہ اس کا رخ قبلہ کی جانب ہوتا ہے (سراج الوہاج)۔ ریشمی کپڑوں میں مَردوں کی نماز جائز نہیں ہے عورتوں کی نماز جائز ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ ملے تو اسی سے نماز پڑھے ننگا نہ پڑھے (فتح القدیر) ایک عورت کھڑے ہو کر نماز پڑھتی ہے تو اتنا حصہ کھل جاتا ہے جس سے نماز جائز نہیں اور بیٹھ کر نماز پڑھتی ہے تو کچھ نہیں کھلتا تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھ لینی چاہیے (تبیین) اگر سجدہ کرنے میں عورت کا چوتھائی عضو ستر کھل جاتا ہے تو سجدہ نہ کرے، (تاتارخانیہ) مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے ازار، کرتہ اور عمامہ، اگر ایک کپڑے میں بدن ڈھک کر نماز پڑھی تو بلا کراہت جائز ہے، اگر صرف ازار میں نماز پڑھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے، عورت کے لیے تین کپڑے کرتہ، ازار، دوپٹہ" پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے، اگر عورت دو کپڑوں میں نماز پڑھے تو جائز ہوگی (خلاصہ) اگر ایک کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھے تو جائز نہ ہوگی لیکن اس میں اگر اس کا پورا بدن اور ستر ڈھک گیا تو نماز جائز ہوگی۔ (محیط سرخسی)۔

اگر دو شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھیں کہ ہر شخص ایک کنارہ سے ستر ڈھک لے تو جائز ہوگی (جوہرہ نیرہ) اگر ایک شخص کپڑے کے ایک کنارہ سے اپنا ستر ڈھک لے اور دوسرا کنارہ کسی سوتے ہوئے پر ڈال دے تو جائز ہے (جوہرہ نیرہ) اگر عورت کو اتنا کپڑا ملا جس سے اپنا بدن اور چوتھائی سر ڈھانک سکتی ہے اور اس کے باوجود اپنا سر نہیں ڈھکا تو نماز جائز نہ ہوگی، اور اگر چوتھائی سر سے کم ڈھک سکتی ہے اور پھر اپنا سر نہیں ڈھکا تو کوئی حرج نہیں لیکن سر ڈھک لینا افضل ہے (تبیین) ننگے آدمی کو اگر صرف اتنا کپڑا ملا جس سے اعضاء ستر میں سب سے چھوٹے عضو کا ایک چوتھائی حصہ ڈھک سکتا ہے اور پھر نہیں ڈھکا تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نماز فاسد نہ ہوگی (قنیہ) اگر پانی کے اندر نماز پڑھی اور وہ گدلا ہے نماز صحیح ہوگی اور اگر پانی صاف ہے جس میں سے ستر نظر آتا ہے تو نماز صحیح نہ ہوگی (سراج الوہاج)

دوسری فصل — ستر ڈھکنے والی چیزوں کی پاکی کا بیان

ایسا کپڑا ملا جس کا چوتھائی حصہ پاک ہے تو ننگے ہو کر نماز پڑھنی جائز نہ ہوگی، اگر چوتھائی سے کم پاک ہے یا پورا ناپاک ہے تو ننگے شخص کو اختیار ہے کہ بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھے یا کپڑا پہننے کے بعد کھڑا ہو کر رکوع و سجدے سے نماز پڑھے اور یہی افضل ہے (کافی)

اگر مردار کی کھال ملی جو دباغت شدہ نہیں ہے اور اس کے علاوہ ستر ڈھکنے والی کوئی اور چیز بھی نہیں ہے تو اس کھال سے ستر ڈھانکنا جائز نہیں ہے اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی۔ (سراج الوہاج)

ایک شخص کے پاس دو کپڑے ہیں، ان میں سے ہر ایک مقدار درہم سے زائد اور چوتھائی کپڑے سے کم ناپاک ہے تو اس کو اختیار

ہے جس طرح چاہے نماز پڑھے اس لیئے کہ نماز کے مانع ہونے میں دونوں برابر ہیں (تبیین) اور مستحب یہ ہے کہ اس کپڑے سے نماز پڑھو جس میں نجاست کم ہے (خلاصہ)۔ اگر ایک کپڑے کے چوتھائی میں خون لگا ہوا ہے اور دوسرے میں چوتھائی سے کم ہے تو جس کپڑے میں کم خون لگا ہوا ہے اس میں نماز پڑھے اور دوسرے کپڑے میں نماز جائز نہ ہوگی، اگر ہر کپڑے میں چوتھائی حصہ کے برابر نجاست لگی ہوئی ہے یا ایک کپڑے میں چوتھائی سے زیادہ ہے لیکن تین چوتھائی نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے جس کپڑے میں چاہے نماز پڑھے، افضل یہ ہے کہ اس کپڑے میں نماز پڑھے جس میں نجاست کم ہے، ایک کپڑے کا چوتھائی حصہ پاک ہے اور دوسرا کپڑا چوتھائی سے کم پاک ہے تو اس کپڑے میں نماز پڑھے جس کا چوتھائی حصہ پاک ہے اور دوسرے کپڑے میں نماز جائز نہ ہوگی (تبیین)

اگر کپڑے کی ایک جانب خون لگا ہوا ہے اور اس کا اتنا حصہ پاک ہے جس سے تہبند باندھ سکتے ہیں۔ اگر بغیر باندھے ہوئے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی اس لیئے کہ یہ پاک کپڑے سے ستر ڈھکنے پر قادر ہے، اور اس میں فرق نہیں کیا گیا کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف ہلتی ہے یا نہیں (محیط سرخسی)

اگر کپڑے کی ایک طرف سے تہبند باندھا جا سکتا ہے تو تہبند باندھ کر نماز پڑھے اس کے علاوہ کوئی صورت جائز نہیں ہے خواہ کپڑا ایسا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف ہل جاتی ہے یا دوسری طرف نہیں ہلتی۔ (خلاصہ)

اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ ایک شخص اگر دو بلاؤں میں گرفتار ہے اور وہ دونوں یکساں ہیں تو جسے چاہے اختیار کرے اور اگر مختلف ہیں تو ان میں جو زیادہ سہل ہے اس کو اختیار کرے، (بحر الرائق) پاک اور ناپاک کپڑے میں اگر اشتباہ ہو گیا ہے تو گمان غالب پر عمل کر کے نماز پڑھے اگرچہ گمان غالب میں ناپاک کپڑا آجائے (سراجیہ)۔ ایک کپڑے کے بارے میں سوچا اور غور و فکر کیا، اس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر گمان غالب دوسرے کپڑے پر ہوا اس سے عصر کی نماز پڑھ لی تو عصر کی نماز فاسد ہو جائے گی، ایک شخص کے پاس دو کپڑے ہیں اور یہ نہیں جانتا کہ ان میں سے کونسا ناپاک ہے ایک کپڑے سے ظہر کی اور دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر پہلے کپڑے سے مغرب اور دوسرے سے عشا ادا کی اس کے بعد ایک کپڑے میں قدر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی دیکھی لیکن یہ نہیں جانتا کہ پہلا کپڑا کونسا ہے اور دوسرا کونسا تو ظہر اور مغرب کی نماز جائز ہوگی اور عصر اور عشا کی نمازیں فاسد ہوں گی، یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ظہر کی نماز "تحری" سے پہلے کپڑے میں اور عصر کی نماز دوسرے کپڑے میں پڑھی اور پھر مغرب پہلے کپڑے میں اور عشا دوسرے کپڑے میں ادا کی، امام سرخسی رح نے اس کو بیان کیا ہے (خلاصہ) ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جو اس کے نزدیک ناپاک تھا پھر نماز سے فارغ ہو کر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو نماز جائز ہوگی، (محیط) ننگے آدمی کے پاس ریشمی کپڑا ہے اور ایک ٹاٹ کا کپڑا ہے جس میں مقدار درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی ہے تو ریشمی کپڑے سے نماز پڑھے (خلاصہ)۔ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر ایک درہم سے کم نجاست لگی ہوئی دیکھی اور وقت میں گنجائش ہے تو افضل یہ ہے کہ کپڑا دھوئے اور از سر نو نماز پڑھے، اگر جماعت سے نماز فوت ہو جائے اور دوسری جگہ جماعت مل جائے تب بھی یہی حکم ہے، اگر یہ اندیشہ ہے کہ جماعت نہیں ملے گی یا وقت ختم ہو جائے گا تو اسی طرح نماز پوری کرے۔ (ذخیرہ)۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ نماز میں شامل ہے اور اگر نماز میں شامل نہیں ہے لیکن جماعت کے قریب پہونچ گیا اور جماعت والے نماز میں ہیں اور اس کو اندیشہ ہے کہ دھونے میں جماعت فوت ہو جائے گی تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نماز میں داخل ہو جائے اور اس کو نہ دھوئے (خلاصہ) اپنے کپڑے پر ایک درہم سے زائد نجاست غلیظہ لگی ہوئی دیکھی اور یہ معلوم نہیں ہے کہ کب لگی تھی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ کسی نماز کا اعادہ نہ کرے، یہی اصح ہے (محیط سرخسی، جوہرہ نیرہ)۔

امام کے کپڑے پر ایک درہم سے کم نجاست لگی ہوئی دیکھی پس اگر مقتدی کا مذہب یہ ہے کہ نجاستِ قلیلہ سے نماز ہو جاتی ہے اور امام

کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہوتی اور امام نے لاعلمی میں نماز پوری کرلی تو مقتدی کی نماز جائز ہوگی اور امام کی نماز جائز نہ ہوگی، اور اگر دونوں کا مذہب برخلاف [1] ہے تو دونوں کا حکم بھی برخلاف ہے (فتاویٰ قاضی خان، باب النجاسات) نصیر کا قول ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں (ذخیرہ)۔ موزوں پر نجاست لگی ہوئی ہے اور کپڑے پر بھی نجاست ہے اور ان میں سے ہر ایک، ایک درہم سے کم ہے اور دونوں جمع کی جائیں تو مقدار درہم سے زائد ہوجاتی ہیں تو دونوں نجاستوں کو جمع کریں گے اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی، یہی حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے پر کئی جگہ نجاست لگی ہوئی ہو (خلاصہ)۔

اگر ایک استر والا کپڑا جیسے کرتے وغیرہ میں نماز پڑھی اور اس پر مقدار درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے اور نجاست دوسری جانب بھی پھوٹ نکلی ہے ان دونوں نجاستوں کو جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زائد ہوتی ہیں۔ فقہاء کے قول کے مطابق یہ جوازِ صلوٰۃ کے لیے مانع نہیں ہے، ایک کپڑے پر متعدد جگہ نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کو اس مسئلہ پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اگر دو کپڑوں میں نماز پڑھی اور ہر کپڑے میں درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے لیکن دونوں کو جمع کیا جائے تو درہم سے زائد نجاست ہوجاتی ہے تو جمع کیا جائے گا اور نماز جائز نہ ہوگی، دو استر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھی ایک استر پر نجاست لگی اور دوسرے تک پہونچ گئی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ایک کپڑے کے حکم میں ہے اور نماز جائز ہوگی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کپڑے میں نماز جائز نہ ہوگی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں آسانی اور سہولت ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں احتیاط زیادہ ہے (فتاویٰ قاضی خان)

نمازی اس کے پاس ایسا درہم تھا جس کی دونوں طرفیں ناپاک تھیں تو مختار یہ ہے کہ نماز ہوجائے گی (خلاصہ) یہی صحیح ہے اس لیے کہ کل ایک درہم ہے (فتاویٰ قاضی خان)۔ ناک رکھنے کی جگہ ناپاک ہے اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہے تو بلاخلاف نماز جائز ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جہاں ناک رکھنے کی جگہ پاک ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ ناپاک، ناک پر سجدہ کرے تو بلاخلاف اس کی نماز جائز ہے اور اگر ناک و پیشانی دونوں کی جگہ ناپاک ہے تو زندویستی نے اپنی نظم میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناک پر سجدہ کرے پیشانی پر نہ کرے اور اس کی نماز جائز ہوگی اگرچہ پیشانی میں کوئی عذر نہیں ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ناک پر سجدہ کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک پیشانی میں کوئی عذر نہ ہو (محیط) اور ناک و پیشانی دونوں پر سجدہ کرے تو اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی، (محیط سرخسی)۔

مصلی کے دونوں پاؤں کے نیچے اگر نجاست لگی ہوئی ہے تو نماز جائز نہ ہوگی (وجیز کردری) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ دونوں پاؤں کی پوری جگہ میں نجاست ہے یا صرف انگلیوں کی جگہ نجاست ہے، ایک پاؤں کی جگہ پاک ہے اور دوسرے کی ناپاک، اور اس نے دونوں پیر رکھ کر نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی، جو جگہ پاک ہے وہاں پیر رکھا اور جو جگہ ناپاک ہے وہاں پیر نہ رکھا تو اس کی نماز جائز ہے (محیط)

سجدہ میں ہاتھوں یا گھٹنوں کے نیچے نجاست ہے تو ظاہر روایت کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی، اور ابو اللیث نے اختیار کیا ہے کہ نماز فاسد ہوجائے گی، اسی کو عیون میں صحیح کہا ہے (سراج الوہاج)۔

---

[1] یعنی امام کا مذہب یہ ہے کہ نجاستِ قلیلہ سے نماز ہوجاتی ہے اور مقتدی کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہوتی تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ امام کی نماز ہوجائے گی اور مقتدی کی نہ ہوگی (مترجم)

پاک جگہ پر نماز پڑھی اور اسی جگہ پر سجدہ کیا لیکن سجدہ میں اس کا کپڑا خشک ناپاک زمین پر چلا جاتا ہے یا ناپاک کپڑے پر پڑتا ہے تو اس کی نماز جائز ہوگی (محیط) اگر ہر قدم کے نیچے درہم سے کم نجاست ہے اور دونوں کو جمع کریں تو نجاست درہم سے زائد ہوجاتی ہے تو جمع کریں گے اور نماز جائز نہ ہوگی (یہ فتاویٰ قاضی خان میں کپڑے پر نجاست لگنے کی فصل میں لکھا ہے) یہی مختار ہے (مضمرات)

اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اسی طرح سجدہ کی جگہ اور پاؤں کی جگہ کی نجاست جمع کی جائے گی (تاتارخانیہ)۔ نماز پڑھنے والے کے کپڑے پر ایک درہم سے کم نجاست ہے اور اس کے دونوں پیروں کے نیچے بھی درہم سے کم نجاست ہے لیکن دونوں کو جمع کریں تو درہم سے زائد ہو جاتی ہے، اس صورت میں جمع نہ کریں گے (خلاصہ)

نمازی پاک جگہ کھڑا ہوا پھر ناپاک جگہ چلا گیا پھر پہلی جگہ آگیا تو نجاست کی جگہ اگر اتنی دیر نہیں ٹھہرا جس میں کم سے کم رکن ادا کر سکتے ہیں تو اس کی نماز جائز ہوگی ورنہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی (یہ فتاویٰ قاضی خاں کے کپڑے اور مکان پر نجاست لگنے کی فصل میں لکھا ہے) نماز نجس جگہ شروع کی پھر پاک جگہ چلا گیا تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی (خلاصہ) سواری پر نماز پڑھی اور اس کی زین پر خون یا گوبر درہم سے زائد لگا ہوا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ نماز جائز ہے (محیط سرخسی)

فرش پر نماز پڑھی اُس کی ایک جانب ناپاک ہے لیکن اس کے دونوں پیر اور سجدہ کی جگہ نجاست نہیں ہے اس کی نماز جائز ہے فرش بڑا ہو یا چھوٹا جس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف ہل جاتی ہے۔ یہی مختار ہے (خلاصہ فصل رابع) کپڑے اور بورئے کا یہی حکم ہے (سراج الوہاج)۔ حجۃ میں ہے کہ فرش پر نجاست ہے لیکن یہ پتہ نہیں کس جگہ ہے اس کے لیے جائز ہے گمان غالب پر عمل کرکے اُس جگہ نماز پڑھے جس جگہ کی طہارت پر اس کا قلب مطمئن ہوجائے، (تاتارخانیہ)۔

مصلے کے استر پر یا اس کی تہہ میں نجاست ہے تو نماز اس پر جائز ہوگی یہ حکم اس صورت میں ہے جب ایک دوسرے پر سلا ہوا یا چپکا ہوا نہیں ہے، اور اگر ایک دوسرے میں سلا ہوا ہے، یا ایک دوسرے میں چپکا ہوا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نماز جائز ہے اس لیے کہ سلنے اور چپکنے کی وجہ سے کپڑا ایک نہیں ہوجاتا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے، (محیط سرخسی) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول احتیاط سے زیادہ قریب ہے (فتاویٰ قاضی خان)

تر نجاست پر کپڑا ڈال کر نماز پڑھی اور اس کے نہالی کی طرح عرض میں دو کپڑے بن جاتے ہیں۔ امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے اور اگر عرض میں دو کپڑے نہیں بن سکتے نماز جائز نہ ہوگی، نجاست خشک ہے تو نماز جائز ہے بشرطیکہ کپڑے کے اوپر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو (خلاصہ)۔ فتاویٰ میں ہے کپڑے کی دوہری تہ کی اوپر کی تہہ پاک ہے اور نیچے کی ناپاک۔ نماز جائز ہے (سراج الوہاج) (شرح منیۃ مصنفہ ابن امیر الحاج نقل عن المبتغیٰ)

نجاست پر کھڑا ہوا ہے پیروں میں نعل، یا جرابیں ہیں اس پر نماز جائز نہ ہوگی، (محیط سرخسی) جوتے نکال کر ان پر کھڑا ہوگیا تو نماز جائز ہوگی خواہ جوتوں کے نیچے کا حصہ جو زمین سے متصل ہے ناپاک ہو یا پاک۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب جوتوں کا وہ حصہ پاک ہو جو پیروں کے نیچے ہے۔ اینٹیں اگر ایک طرف سے ناپاک ہیں اور دوسری طرف سے پاک ہیں اور پاک جانب پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو جائز ہوگی خواہ اینٹوں کا زمین پر فرش ہے یا ایسی ہی رکھی ہوئی ہیں (فتاویٰ قاضی خان)

چکی کے پتھر پر یا دروازہ پر یا دبیز بچھونے پر یا مکعب پر نماز پڑھی ان کے اوپر کا حصہ پاک ہے اور نیچے کا ناپاک۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جائز ہوگی، شیخ ابو بکر اسکاف اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور یہی ترجیح کے لائق ہے (شرح منیۃ المصلے مصنفہ ابن امیر الحاج) نمدے کا یہی حکم ہے (محیط)۔ لکڑی کا بھی یہی حکم ہے (بشرطیکہ وہ اتنی موٹی ہو جس کو چیرا جا سکتا ہے (خلاصہ)

ایسی زمین پر نماز پڑھنا چاہتا ہے جس پر نجاست ہے اس پر کچھ مٹی چھڑک دی، دیکھیں گے مٹی اگر اتنی تھوڑی ہے جس کے سونگھنے سے نجاست کی بُو آتی ہے تو اس پر نماز جائز نہ ہوگی اور اگر سونگھنے سے نجاست کی بُو نہیں آتی تو اس پر نماز جائز ہے (تاتارخانیہ) بچھائے ہوئے کپڑے پر نجاست ہے اور اس پر مٹی ڈال دی نماز جائز نہ ہوگی (سراج الوہاج) نجاست کی جگہ پر اپنی آستین رکھ دی اور اس پر سجدہ کیا، صحیح یہ ہے کہ نماز جائز نہ ہوگی (تاتارخانیہ)

جبہ پہن کر نماز پڑھی جس کے اندر کچھ بھرا ہوا تھا نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے اندر مرا ہوا خشک چوہا ہے اور جبہ میں کوئی سوراخ ہے یا کہیں سے پھٹا ہوا ہے تو تین دن کی نمازوں کا اعادہ کرے اور اگر سوراخ وغیرہ نہیں ہے تو جتنی نمازیں اس جبہ میں پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھے، (سراج الوہاج)۔

متعلقہ مسائل

نماز پڑھی اور آستین میں گندا انڈا ہے جس کی زردی خون ہوگئی ہے، نماز جائز ہے، یہی حکم اس انڈے کا ہے جس میں مرا ہوا بچہ ہے (فتاویٰ قاضی خان) نصاب میں ہے ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس کی آستین میں پیشاب کی شیشی ہے، نماز جائز نہ ہوگی خواہ شیشی میں پیشاب بھرا ہوا ہے یا بھرا ہوا نہیں ہے اس لیے کہ پیشاب اپنے اصلی مقام پر نہیں ہے اور گندے انڈے کا حکم اس لیے خلاف ہے کہ اس کی نجاست اپنی جگہ پر ہے، اسی پر فتویٰ ہے، (مضمرات)۔

نماز پڑھی اور کاندھے پر شہید کا لاشہ ہے جس کے کپڑے پر بہت خون پڑا ہوا ہے نماز جائز ہو جائے گی اور اگر کاندھے پر شہید کے کپڑے ہیں شہید نہیں ہے، نماز جائز نہ ہوگی۔ ایک شخص نماز میں داخل ہوا اس کی آستین پر پرندے کا زندہ بچہ تھا جب نماز سے فارغ ہوا مرا ہوا پایا اگر گمان غالب یہ ہے کہ نماز میں مرا ہے تو اس کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر گمان غالب نہیں ہے بلکہ شک ہے تو نماز کا اعادہ واجب نہ ہوگا،

اکھڑے ہوئے دانت کو پھر منہ میں رکھ لیا، نماز جائز ہوگی اگرچہ وہ قدر درہم سے زائد ہے، ظاہر مذہب کے موافق ہمارے علماء میں خلاف نہیں ہے، یہی صحیح ہے کہ آدمی کے دانت پاک ہیں (کافی) نماز پڑھی اور گردن میں پٹہ ہے جس میں کتے یا بھیڑیے کے دانت ہیں، نماز جائز ہے، نماز پڑھی اور اس کے ساتھ چوہا، بلی یا سانپ ہے، نماز جائز ہوگی اور اس نے بُرا کیا، یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے، آستین میں لومڑی، کتے یا سور کا بچہ ہے، نماز جائز نہ ہوگی، اس لیے کہ ان کا جھوٹا پانی ناپاک ہے (فتاویٰ قاضی خان)

نمازی کی گود میں ایسا بچہ رکھ دیا گیا جس میں خود سنبھلنے کی صلاحیت نہیں ہے اور بچہ پر ایسی نجاست موجود ہے جس سے نماز نہیں ہوتی اگر اتنی دیر نہیں ٹھہرا جس میں نماز کا ایک رکن ادا کیا جا سکتا ہے، نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اتنی دیر ٹھہرا رہا جس میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر بچہ میں خود سنبھلنے کی صلاحیت ہے، نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ نمازی کا فی دیر ٹھہرا رہے، نجس کبوتر نمازی کی پیٹھ پر بیٹھ جائے اس کا بھی یہی حکم ہے (خلاصہ، فتح القدیر)۔ جنبی یا بے وضو کو ایک شخص نے کاندھے پر اٹھایا، (پھر نماز پڑھی) اس کی نماز جائز ہے (سراج الوہاج)۔

نو جگہ نماز مکروہ ہے

(۱) رہ گذر پر نماز پڑھنا (۲) اونٹوں کا اصطبل۔ (۳) گھوڑوں کا اصطبل (۴) مذبح (۵) پاخانہ (۶) غسل خانہ (۷) حمام (۸) مقبرہ (۹) کعبہ شریف کی چھت۔

گھاس، بورے، زمین اور فرش پر نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خان)

ناپاک کپڑا مصلّی کے سر پر اس طرح لٹکا ہوا ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد کاندھے پر آ جاتا ہے، ایک رکن اگر اسی طرح ادا کیا

نماز فاسد ہوجائے گی، یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس پر ناپاک قبا ڈال دی (خلاصہ)۔
دوسرے شخص کے کپڑے پر مقدار درہم سے زائد نجاست دیکھی اگر اسے یہ خیال ہے کہ اطلاع دینے سے وہ نجاست دھوئے گا تو اُس کو اطلاع کر دے اور اگر یہ خیال ہے کہ وہ اس کی بات کی طرف توجہ نہیں دے گا اسے اس بات کا اختیار ہے کہ اس شخص کو مطلع نہ کرے، امرمعروف کا یہی حکم ہے (فتاویٰ قاضی خان) امام سرخسیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امرمعروف ہر صورت میں واجب ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے (خلاصہ)۔

تیسری فصل ـــــ قبلہ کی طرف مُنہ کرنا

فرض، نفل، سجدہ تلاوت اور جنازے کی نماز قبلہ کی طرف منہ کیئے بغیر جائز نہیں ہے (سراج الوہاج)۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص مکہ میں ہے اس کے لیئے عین کعبہ قبلہ ہے، اس کے لیئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار حائل ہے یا نہیں (تبیین) یہاں تک کہ مکے والا اپنے گھر میں اگر نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ درمیان سے دیواریں اگر ہٹا دی جائیں تو خانہ کعبہ کا کوئی جزاس کے منہ کے سامنے آجائے (کافی) حطیم کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی (محیط)۔
جو شخص مکہ سے باہر ہے اس کا قبلہ جہت کعبہ[۱] ہے، عامہ مشائخ کا یہی قول ہے، یہی صحیح ہے، تبیین (جہت کعبہ دلیل سے معلوم ہوجاتی ہے، شہروں اور بستیوں میں دلیل وہ محرابیں ہیں جو صحابہؓ اور تابعینؒ نے بنوائی ہیں، ہم لوگوں پر ان کا اتباع واجب ہے اور اگر یہ نہ ملیں تو مقامی لوگوں سے دریافت کرلے، دریاؤں اور جنگلوں میں قبلہ کی دلیل "ستارے" ہیں (فتاویٰ قاضی خان)۔
خانہ کعبہ کی جگہ کی طرف منہ کرنے کا اعتبار ہے عمارت کا اعتبار نہیں ہے،
فتاویٰ حجۃ میں ہے گہرے کنویں، پہاڑ، اونچے ٹیلے اور خانہ کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہے اس لیئے کہ قبلہ کعبہ کے بالمقابل ساتویں زمین سے ساتویں آسمان اور عرش تک کا نام ہے (مضمرات)۔ کعبہ کے اندر یا چھت پر نماز پڑھی تو جس طرف چاہے رخ کرے، کعبہ کی دیوار پر نماز پڑھی اور اس کا چہرہ کعبہ کی چھت کی جانب ہے، نماز جائز ہوگی اور اگر کعبہ کی چھت کی طرف منہ نہیں ہے، نماز جائز نہ ہوگی، (محیط)
ایک مریض صاحب فراش ہے وہ قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس کوئی شخص بھی نہیں ہے جو اس کا منہ قبلہ کی طرف کردے، جس طرف نماز پڑھے گا اس کی نماز ہوجائے گی، یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس کے پاس قبلہ کی طرف منہ کرنے والا موجود ہے لیکن منہ پھیرنا اس کے لیئے نقصان دہ ہے۔ (ظہیریہ)
جس شخص کو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں خوف ہے وہ جس جہت پر قادر ہو اسی طرف نماز پڑھ لے (ہدایہ) برابر ہے کہ دشمن

---

[۱] جہت کعبہ سے مراد وہ طرف ہے کہ جب آدمی اس کی طرف منہ کرے تو کعبہ یا فضاء کعبہ کا کچھ حصہ تحقیقاً یا تقریباً مقابل آجائے۔ تقابل حقیقی سے مراد یہ ہے کہ مصلی کے چہرے سے اگر افق میں سیدھا خط کھینچا جائے تو وہ کعبہ یا فضاء کعبہ پر گذرے۔ تقابل تقریبی سے مراد یہ ہے کہ مصلی کے چہرہ سے اگر افق میں سیدھا خط کھینچا جائے تو کعبہ یا فضاء کعبہ سے اگرچہ کچھ منحرف ہو لیکن فی الجملۃ تقابل ہوجائے۔
(مترجم)

کا خوف ہو یا درندے کا ہو یا چور کا ہو، یہی حکم اس صورت میں ہے جب دریا میں لکڑی پر ہو اور یہ اندیشہ ہے کہ قبلہ کی طرف پھرے گا تو ڈوب جائے گا۔ (تبیین) اسی طرح فرض نماز عذر سے اور نفل بلا عذر اگر سواری پر پڑھے تو جس طرف سواری کا رخ ہو ادھر نماز پڑھ لے (منیۃ المصلی)

ایک شخص کشتی میں فرض یا نفل پڑھنا چاہتا ہے تو اس کے لیئے ضروری ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور یہ جائز نہیں ہے کہ جس طرف کشتی کا رخ ہے ادھر نماز پڑھے (خلاصہ)۔ یہاں تک کہ اگر کشتی گھوم گئی اور یہ نماز پڑھ رہا ہے تو کشتی کے گھومتے ہی یہ بھی قبلہ کی طرف منہ کرلے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) قبلہ مشتبہ ہوگیا اور ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے جس سے دریافت کرسکے تو قبلہ کی طرف گمان کر کے نماز پڑھ لے (ہدایہ) نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ گمان غلط تھا تو نماز کا اعادہ نہ کرے، اور اگر نماز کے دوران علم ہوجائے تو قبلہ کی طرف پھر جائے اور بقیہ نماز اس پر پڑھے (زاہدی)۔

اگر اس کے سامنے کوئی ایسا شخص ہے جس سے دریافت کرسکتا ہے اور وہ یہیں کا باشندہ ہے اور قبلہ کی سمت سے بھی واقف ہے تو ایسی صورت میں گمان کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، (تبیین) اور اگر اس کے پاس ایسا شخص ہے جس سے دریافت کرسکتا تھا لیکن اس سے دریافت نہیں کیا اور گمان کر کے نماز ادا کرلی، اگر قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھی ہے جائز ہوگی اور اگر قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی جائز نہ ہوگی۔ (منیۃ المصلی، شرح طحاوی)۔ کسی شخص کے موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے فاصلہ پر ہو کہ بلند آواز سے اگر اس کو پکاریں تو سن لے (جوہرہ نیرہ)۔

جنگل میں قبلہ مشتبہ ہوگیا اس کا گمان ایک جانب ہوا پھر دو معتبر آدمیوں نے بتایا کہ قبلہ دوسری جانب ہے اگر دونوں مسافر ہیں تو ان کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اگر اسی جگہ کے رہنے والے ہیں اور ان کا قول نہ مانا نماز جائز نہ ہوگی۔ (خلاصہ)۔

گمان کر کے ایک جانب قبلہ تجویز کیا اور نماز دوسری جانب پڑھی۔ دوبارہ نماز پڑھے اگرچہ قبلہ ہی کی طرف ہوگئی (منیۃ المصلی)۔

ایک جانب نماز شروع کی اور اس کو قبلہ میں شک نہ تھا پھر نماز میں اس کو شک ہوگیا اسی طرح نماز پڑھتا رہے لیکن جب اس کو یقیناً معلوم ہوجائے کہ وہ سمت غلط ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اگر غلطی کا انکشاف نماز ہی میں ہوگیا تو از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر ظاہر ہوجائے کہ اس نے ٹھیک قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھی ہے اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسی کو پورا کرے اور از سرِ نو نماز نہ پڑھے (فتاویٰ قاضی خان)

قبلہ کے بارے میں شک ہوا اور تحری کیئے بغیر نماز پڑھ لی پس اگر نماز ہی میں شک زائل ہوگیا یعنی یہ معلوم ہوگیا کہ قبلہ کی طرف ہے یا قبلہ کی طرف نہیں ہے تو از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد غلطی معلوم ہوئی یا کچھ معلوم نہ ہوا دوبارہ نماز پڑھے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ قبلہ اسی سمت تھا نماز جائز ہوگی (خلاصہ)۔ ایک شخص نے تحری کی لیکن کسی جانب رائے قائم نہ ہوئی بعض لوگوں نے کہا کہ تاخیر کرے اور بعضوں نے کہا چاروں طرف پڑھے اور بعض کا خیال ہے کہ جدھر چاہے پڑھے۔ (بحر الرائق) ٹھیک یہ ہے کہ ادا کرے (مضمرات) پس اگر اس نے ایک جانب نماز پڑھی اور یہ معلوم ہوا کہ قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھی ہے نماز جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ معلوم ہوا کہ غلط سمت کی جانب نماز پڑھی ہے یا کچھ معلوم نہ ہوا نماز جائز ہوگی (ظہیریہ)

ایک شخص شہر میں داخل ہوا وہاں بنی ہوئی محرابیں دیکھیں انہی کی طرف نماز پڑھے تحری کر کے نماز نہ پڑھے۔ جنگل میں ہے اور آسمان صاف ہے اور ستاروں سے قبلہ کی سمت پہچان سکتا ہے، گمان کر کے نماز نہ پڑھے۔ (محیط سرخسی)، ایک شخص ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں محراب نہیں ہے اور قبلہ معلوم نہیں ہے اس نے گمان کر کے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ گمان میں غلطی واقع ہوئی ہے اُس کے لیے

اعادہ ضروری ہے اس لیئے کہ وہاں کے رہنے والوں سے دریافت کرسکتا تھا اور اگر معلوم ہوا کہ قبلہ ہی کی جانب نماز پڑھی ہے۔ جائز ہوجائیگی (فتاویٰ قاضی خان)۔ اگر اُن سے دریافت کیا اور انھوں نے نہ بتایا اس نے گمان کرکے نماز پڑھ لی۔ نماز جائز ہے اگرچہ معلوم ہوجائے کہ قبلہ کی سمت میں خطا ہوئی ہے۔ (محیط سرخسی)

ایک شخص نے اندھیری رات میں مسجد کے اندر "تحری" کرکے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ اس نے قبلہ کی سمت کی جانب نماز نہیں پڑھی ہے، نماز جائز ہوگی اس لیئے کہ اس پر یہ ضروری نہیں ہے کہ قبلہ دریافت کرنے کے لیئے لوگوں کے دروازوں پر جاکر دستک دے۔ تحری کرکے ایک رکعت اداکی پھر اس کی رائے دوسری سمت کی جانب ہوگئی اور دوسری رکعت دوسری سمت کی جانب اداکی پھر اس کی رائے پہلی سمت کی طرف قائم ہوگئی، مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہاہے کہ وہ پہلی طرف اپنی نماز پوری کرے اور بعضوں نے کہاہے کہ از سر نو نماز پڑھے (فتاویٰ قاضی خان)۔

ایک شخص نے تحری کرکے جنگل میں نماز پڑھی اس کے پیچھے ایک شخص نے تحری کیئے بغیر اقتداء کی نیت کرلی۔ اگر امام نے قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھی ہے دونوں کی نمازیں ہوجائیں گی اور اگر امام نے غلط سمت کی جانب نماز پڑھی ہے امام کی نماز ہوجائے گی اور مقتدی کی نہ ہوگی (خلاصہ)۔ ایک شخص کو مکہ مکرمہ میں قبلہ کے اندر اشتباہ ہوا مثلاً وہ قید میں تھا اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے دریافت کرسکے، اس نے تحری کرکے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ تحری غلط تھی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور یہی روایت قیاس کے زیادہ موافق ہے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب وہ مدینہ میں ہو (ظہیریہ)۔ قبلہ میں شبہ ہوا اس نے تحری کرکے ایک رکعت پڑھی پھر دوسری طرف رائے قائم ہوگئی اور دوسری رکعت اس نے دوسری جانب پڑھی اور اسی طرح چاروں رکعتیں چاروں جانب پڑھیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نماز جائز ہوگی (فتاویٰ قاضی خان)۔

اگر تحری کرکے ایک جانب نماز پڑھی پھر اس کی رائے دوسری جانب قائم ہوگئی اور دوسری رکعت دوسری جانب پڑھی پھر یاد آیا کہ پہلی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہوگی (قنیہ)۔

ایک شخص نے تحری کرکے ایک جانب نماز شروع کی، اس کی رائے غلط تھی لیکن اسے معلوم نہ تھا پھر دوران نماز میں اس کا علم ہوا تو قبلہ کی طرف پھر گیا پھر ایسا شخص آیا جس کو اس کی پہلی حالت معلوم تھی اور نماز میں اس کی جانب رخ کرکے داخل ہوگیا، پہلے شخص کی نماز جائز ہوگی اور داخل ہونے والے شخص کی نماز جائز نہ ہوگی، نابینا نے ایک رکعت قبلہ کے علاوہ کسی اور جانب پڑھی پھر ایک شخص نے آکر قبلہ کی طرف اس کا رخ کردیا اور اس کے پیچھے اقتدا کرلی۔ نابینا کو نماز شروع کرتے ہوئے اگر کوئی ایسا شخص ملا تھا جس سے وہ قبلہ دریافت کرسکتا تھا لیکن اس نے دریافت نہیں کیا، ایسی صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی نمازیں فاسد ہوں گی اور اگر نابینا کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا، امام کی نماز جائز ہوگی اور مقتدی کی فاسد (فتاویٰ قاضی خان)

لوگوں کی ایک جماعت کو قبلہ کے بارے میں شبہ ہوا، رات تاریک تھی اور وہ ایک گھر میں تھے ان کے پاس کوئی ایسا معتبر شخص بھی نہیں تھا جس سے دریافت کرسکیں اور نہ کوئی علامت تھی جس سے قبلہ دریافت ہوسکے یا سب لوگ جنگل میں تھے پھر انھوں نے تحری کرکے قبلہ کی جانب نماز پڑھی اگر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی ہے جائز ہوگی خواہ قبلہ کی طرف پڑھی یا کسی دوسری جانب اداکی، اور اگر جماعت سے نماز پڑھی تب بھی جائز ہے لیکن اس شخص کی نماز جائز نہ ہوگی جو امام سے آگے تھا اور اسی طرح اس شخص کی نماز بھی جائز نہ ہوگی جس کو نماز کے دوران معلوم ہوا کہ وہ امام کی مخالف سمت میں ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب لے

یہ گمان ہو کہ وہ امام سے آگے ہے یا امام کی مخالف سمت میں نماز پڑھ رہا ہے۔

لوگوں کی ایک جماعت نے جنگل میں تحری سے نماز پڑھی ان میں مسبوق اور لاحق بھی تھا۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا اور یہ دونوں کھڑے ہو کر اپنی باقی نماز پوری کرنے لگے اُس وقت معلوم ہوا کہ امام نے جس طرف نماز پڑھی ہے وہ قبلہ کی سمت نہ تھی مسبوق نے اگر قبلہ کی طرف رخ کر لیا اس کی نماز جائز ہو جائیگی اور لاحق کی نماز جائز نہ ہوگی (خلاصہ) تحری کر کے قبلہ کی سمت متعین کرنا جس طرح نماز کے لیے جائز ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت کے لیئے بھی جائز ہے (سراج وہاج)۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مسائل بھی اسی سے متعلق ہیں

کعبہ کے اندر فرض اور نفل نماز پڑھنا صحیح ہے۔ اگر خانہ کعبہ کے اندر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور امام کے گرد جمع ہو جائیں تو جس کی پشت امام کی پشت کیجانب ہوگی یا جس کا منہ امام کی پشت کی جانب ہوگا اس کی نماز جائز ہوگی اور جس کا منہ امام کے منہ کی جانب ہے اور امام کے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے اس کی نماز بھی جائز ہوگی لیکن مکروہ ہوگی اور جس کی پشت امام کے منہ کی جانب ہے اس کی نماز جائز نہ ہوگی (جوہرہ نیرہ، سراج الوہاج)۔ جو شخص امام کی دائیں یا بائیں جانب ہے اس کی نماز جائز ہے بشرطیکہ جس دیوار کی جانب امام کا منہ ہے وہ امام کی بہ نسبت قریب نہ ہو۔ (زاد۔ مبسوط مصنفہ امام سرخسی)۔

امام نے مسجد حرام میں نماز پڑھی اور جماعت کے لوگ حلقہ باندھ کر کعبہ کے گرد کھڑے ہو گئے اور امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے جو شخص امام کی بہ نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہے اور وہ امام کی جانب میں نہیں ہے اس کی نماز جائز ہوگی (ہدایہ) امام کعبہ کے اندر کھڑا ہوا اور مقتدی کعبہ کے باہر حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے، اگر کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے نماز جائز ہو جائے گی۔ (تبیین)

ایک عورت امام کے بالمقابل کھڑی ہوئی اور امام نے اس کی امامت کی نیت کرلی۔ اگر عورت نے بھی اسی سمت کی طرف اپنا رخ کر لیا جس سمت کی طرف امام کا رخ ہے، امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دوسری سمت کی طرف رخ کیا نماز فاسد نہ ہوگی (ظہیریہ) جس شخص نے کعبہ کے اندر ایک رکعت ایک جانب اور دوسری رکعت دوسری جانب ادا کی نماز جائز نہ ہوگی اس لیئے کہ قبلہ کی یقینی سمت سے بلا ضرورت پھر گیا ہے۔ (بدائع)

چوتھی فصل ——— نیت کا بیان

نماز میں داخل ہونے کے ارادہ کا نام نیت ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں جانتا ہو کہ وہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے اور کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہیئے کہ جب نماز کے بارے میں اس سے دریافت کریں تو بغیر سوچے فوراً جواب دے، اور اگر بغیر سوچے ہوئے جواب نہیں دے سکتا نماز جائز نہ ہوگی، زبان سے کہنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے پس اگر زبان سے ادا کی تاکہ دل کے ارادہ کے ساتھ جمع ہو جائے، بہتر ہے (کافی) جو شخص حضور قلب سے عاجز ہے اس کے لیئے زبان سے کہدینا کافی ہے۔ (زاہدی)

نفل سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے یہی صحیح ہے (تبیین) یہی ظاہر جواب ہے اور عامہ مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (تجنیس) تراویح کی نیت میں احتیاطاً تراویح یا سنت وقت یا قیام لیل کی نیت کرنی چاہیئے (منیۃ المصلی) سنتوں میں احتیاط یہ ہے کہ اس طرح نیت کرے "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں نماز پڑھ رہا ہوں"

(ذخیرہ)۔ واجب اور فرض نمازیں مطلق نماز کی نیت سے بالاجماع جائز نہیں ہیں۔ (غیاثیہ) دل میں اس طرح کی تعیین مثلاً یہ کہے کہ میں نے آج کی ظہر کی نماز یا آج کی عصر کی نماز یا اس وقت کے فرض یا اس وقت کی ظہر کی نماز کی نیت کی ضروری ہے (شرح مقدمہ ابو اللیث)

صرف فرض نماز کی نیت کافی نہیں ہے اور اگر اس وقت کے فرض کی نیت کرے نماز جائز ہوگی۔ لیکن جمعہ میں نماز جائز نہ ہوگی، اور اگر جمعہ کے دن کے علاوہ ظہر میں اس طرح کی نیت کرے کہا گیا ہے کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے، فرضِ وقت کی نیت اس وقت تک ہی جائز ہے جس وقت میں نماز ادا کی جائے اور اگر وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھی اور اسے وقت نکل جانے کی خبر نہیں ہے اور فرضِ وقت کی نیت کی نماز جائز نہ ہوگی، (سراج الوہاج)

اگر آج کے ظہر کی نیت کی نماز جائز ہوگی اگرچہ ظہر کا وقت نکل گیا ہو اور دراصل یہ (یعنی صرف آج کے ظہر کی نیت کرنا) اس شخص کے (جواز نماز) کے لیئے حیلہ ہے جس کو خروجِ وقت میں شک ہو رہا ہے۔ (تبیین) جنازہ کی نماز میں اس طرح نیت کرے، اللہ کے لیئے نماز کی اور میت کے لیئے دعا کی نیت کرتا ہوں، عیدین میں صلوٰۃ عید اور وتر میں صلوٰۃ وتر کی نیت کرے (زاہدی)

اور غیاثیہ میں ہے کہ وتر میں یہ نیت نہ کرے کہ وہ واجب ہے، اس لیئے کہ اس میں اختلاف ہے (تبیین) اسی طرح نذر کی نماز اور طواف کی دونوں رکعتوں میں تعیین شرط ہے (بحر الرائق) عدد رکعات کی نیت شرط نہیں ہے (شرح وقایہ) یہاں تک کہ اگر پانچ رکعات کی نیت کی اور چوتھی رکعت پر بیٹھ گیا تو پانچویں رکعت کی نیت لغو ہو جائے گی (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) کعبہ کی نیت شرط نہیں ہے، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) قضا کی نماز میں بھی تعیین شرط ہے (فتح القدیر)

اگر بہت سی نمازیں فوت ہو گئیں اور ان کی قضا میں مشغول ہے تو ضروری ہے کہ ظہر اور عصر وغیرہ کی تعیین کرے اور یہ بھی نیت کرے کہ فلاں روز کی ظہر اور فلاں روز کی عصر پڑھتا ہوں (فتاویٰ قاضی خاں۔ ظہیریہ) اور یہی اصح ہے (تبیین) آسانی اور سہولت کے لیئے اس طرح بھی نیت کر سکتا ہے "پہلی ظہر جو اس پر فرض ہے" میں اس کی نیت کرتا ہوں (فتاویٰ قاضی خان۔ ظہیریہ۔ تبیین فی مسائل شتیٰ)

اگر نفل شروع کرنے کے بعد توڑ دی تو اس کی قضا کی بھی تعیین کرے، اگر قضا میں ہفتہ کے روز کی نیت کی پھر معلوم ہوا کہ قضا اتوار کے روز کی تھی یا اس کے برعکس ہو امشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور وقت کی نماز میں ایسی صورت پیش آجائے تو جائز ہے (زاہدی)۔ دل میں ظہر کی نماز کی نیت کی اور زبان سے عصر کا لفظ نکل گیا نماز جائز ہے۔ (شرح مقدمہ ابو اللیث۔ قنیہ)

ایک شخص نے فرض نماز شروع کی پھر اسے یہ گمان ہو گیا کہ وہ نفل نماز پڑھ رہا ہے اور نفل کی نیت پر نماز پوری کر لی وہ فرض نماز ہوگی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو جواب بھی برعکس[1] ہوگا (فتاویٰ قاضی خان)۔ اگر ظہر کی نماز شروع کی پھر نفل نماز یا عصر کی نماز یا فائتہ یا جنازہ کی نماز کی نیت کر لی اور تکبیر کہی، وہ پہلی نماز سے نکل جائے گا اور دوسری نماز میں داخل ہو جائے۔ اور اگر تکبیر نہیں کہی صرف (دوسری نماز کی) نیت کی نماز سے باہر نہ ہو گا (تاتارخانیہ ناقلاً عن عتابیہ)

ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر ظہر کی نماز کی نیت سے تکبیر کہی وہ نماز اسی طرح رہے گی اور وہ ایک رکعت جائز ہوگی یہ اس صورت

---

[1] ایک شخص نے نفل نماز شروع کی اور بعد میں فرض نماز کی نیت کر لی تو نفل نماز ہی شمار کی جائے گی۔

(مترجم)

میں ہے جب صرف دل سے نیت کرے اور اگر اس نے زبان سے نیت کی اور کہا "میں ظہر کی نماز کی نیت کرتا ہوں" نماز ٹوٹ جائے گی اور وہ رکعت جائز نہ ہوگی (خلاصہ) اگر نفل نماز کی نیت سے تکبیر کہی پھر فرض نماز کی نیت سے تکبیر کہی، فرض نماز ادا کرنے والا شمار کیا جائے گا، (فتاویٰ قاضی خان) منفرد نماز پڑھنے والے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱) سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ وہ اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہے۔

(۲) دوسرے اس بات کا تعین کرے کہ وہ کون سی نماز ہے۔

(۳) تیسرے قبلہ کی نیت کرے، تاکہ سب کے نزدیک نماز جائز ہو جائے (خلاصہ)

امام بھی وہی نیت کرے جو تنہا نماز پڑھنے والا نیت کرتا ہے، نیت امامت کی ضرورت نہیں ہے، یہاں تک کہ امام نے اگر نیت کی کہ فلاں شخص کی امامت نہیں کرے گا اور اس شخص نے پیچھے آکر اقتدا کرلی، اس کی نماز جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ عورتوں کا امام نیت کے بغیر نہیں ہو سکتا (محیط)۔ مقتدی وہی نیت کرے جو تنہا نماز پڑھنے والا کرتا ہے اور اس کے علاوہ اقتدا کی نیت بھی کرے، اس لیے کہ اقتدا نیت کے بغیر جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خان)

اگر یہ نیت کی کہ وہ امام کی نماز میں شریک ہوتا ہے یا امام کی نماز میں اس کی اقتدا کرتا ہے، نماز جائز ہے، اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس نے صرف امام کی اقتدا کی نیت کی، یہی اصح ہے (معراج الدرایہ)۔ امام کی نماز یا امام کے فرض کی نماز کی نیت کی، کافی نہ ہوگی (تبیین)۔ افضل یہ ہے کہ جب امام اللہ اکبر کہہ چکے اس وقت اقتدا کی نیت کرے تاکہ نماز میں امام کا مقتدی بن جائے۔ اقتدار کی نیت عامۂ علما کے نزدیک اس وقت جائز ہے جب امام امامت کی جگہ پر کھڑا ہو جائے، شیخ امام زاہد اسمٰعیل اور حاکم عبدالرحمٰن کاتب اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور یہی اجود ہے (محیط) اگر اس نے امام کی نماز میں شریک ہونے کی نیت کی اور امام نے ابھی تک نماز نہیں شروع کی اور وہ اس بات کو جانتا ہے، جب امام نماز شروع کرے گا تب بھی نماز کا شروع کرنے والا سمجھا جائے گا، (محیط، فتاویٰ قاضی خان) امام کی نماز میں داخل ہونے کی نیت کی اور اسے یہ خیال ہے کہ امام نماز شروع کر چکا ہے حالانکہ امام نے ابھی نماز شروع نہیں کی تھی جائز نہ ہوگی، قاضی خاں نے اسی کو اختیار کیا ہے، (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج)

امام کی اقتدار اور امام کی نماز کی نیت کی اور یہ نہیں جانتا کہ امام کس نماز کو ادا کر رہا ہے ظہر یا جمعہ جو نماز بھی ہو جائز ہو جائے گی اور اگر صرف امام کی اقتدا کی نیت کی اور امام کی نماز کی نیت نہیں کی، اس نے ظہر کی نیت کی اور امام جمعہ پڑھتا تھا۔ نماز جائز نہ ہوگی، مقتدی اپنی سہولت کے لیے یہ نیت کرے کہ وہ امام کے پیچھے امام کی نماز پڑھ رہا ہے یا امام کے ساتھ وہی نماز پڑھتا ہے جو امام ادا کر رہا ہے (محیط) جمعہ کی نماز میں امام کے اقتدا کی نیت کی اور ظہر و جمعہ دونوں کی ساتھ نیت کرلی، بعض حضرات نے اقتدار کی وجہ سے نیت جمعہ کو ترجیح دی ہے اور اگر امام کی اقتدا کی نیت کی اور اسے یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ زید ہے یا عمرو یا اسے یہ خیال تھا کہ وہ زید ہے اور وہ عمرو نکلا اقتدا درست ہو جائے گی (فتاویٰ قاضی خان)

مقتدی کو امام نظر آتا تھا اس نے کہا میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں اور اس کا نام عبداللہ ہے یا امام نظر نہ آتا تھا اس نے کہا میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں جو محراب میں کھڑا ہے اور اس کا نام عبداللہ ہے اور حالانکہ امام کا نام جعفر تھا نماز جائز ہو جائے گی (محیط) اگر یہ نیت کی میں زید کی اقتدار کرتا ہوں اور امام عمرو تھا جائز نہ ہوگی (تبیین)

جب بڑی جماعت ہو تو مقتدی کے لیے مناسب ہے کہ وہ کسی امام کو معین نہ کرے اور اسی طرح جنازہ کی نماز میں میت کو معین نہ کرے (ظہیریہ)۔

نماز پڑھنے والوں کی چھ قسمیں ہیں، پہلی قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو فرائض وسنن سے واقف ہیں اور فرض کے معنیٰ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بجالانے میں ثواب اور چھوڑنے میں عذاب لاحق ہوتا ہے۔ اور سنت وہ فعل ہے جس کے کرنے پر انسان ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور چھوڑنے پر عذاب کا مستحق نہیں ہوتا، ان لوگوں میں سے ایک شخص صرف فجر یا ظہر کی نیت کرے، کافی ہے، اور ظہر کی نیت فرض کی نیت کے قائم مقام ہو جائے گی دوسرے وہ لوگ ہیں جو ان سے (یعنی فرض وسنت کے معانی سے) تو واقف ہیں اور انھوں نے فرض نماز کی نیت فرض کے ارادہ سے باندھی لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس وقت میں کتنے فرائض اور کتنی سنتیں ہیں، ان کی نیت جائز ہے، تیسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے فرض کی نیت کی اور فرض کے معنیٰ نہیں جانتے، ان کی نیت جائز نہیں ہے، چوتھے وہ لوگ ہیں جو صرف یہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو نمازیں پڑھتے ہیں اس میں کچھ فرض اور کچھ سنتیں ہیں اور جس طرح اور لوگ نماز پڑھتے ہیں یہ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ فرائض ونوافل میں تمیز نہیں کر پاتے، ان کی نیت جائز نہ ہوگی۔ پانچویں وہ لوگ ہیں جن کا اعتقاد یہ ہے کہ سب نمازیں فرض ہیں ان کی نماز جائز ہے، چھٹے وہ لوگ ہیں جن کو یہ بھی پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی ہے لیکن وہ نماز کے وقتوں میں نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز ادا نہ ہوگی، (قنیہ)

جو شخص فرض ونفل میں تمیز نہیں کر سکتا اور ہر نماز میں فرض کی نیت کر لیتا ہے، اس کے پیچھے ان نمازوں میں اقتدا جائز ہے جن سے پہلے سنتیں نہیں ہیں جیسے عصر، مغرب اور عشا اور ان نمازوں میں جائز نہیں جن سے پہلے سنتیں ہیں جیسے فجر اور ظہر (فتاویٰ قاضی خان، شرح منیۃ المصلی مصنفہ امیر الحاج)

ہمارے فقہاء کا اجماع ہے افضل یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے ساتھ نیت ہونی چاہیئے (فتاویٰ قاضی خان) اللہ اکبر کہنے سے پہلے نیت کرلی اور اس کے بعد کوئی ایسا عمل نہیں پایا گیا جو اس کو قطع کر دے اور عمل کی تفسیر یہ ہے کہ وہ نماز کے شایانِ شان نہ ہو تو یہ نیت بھی اسی نیت جیسی ہے جو نماز شروع کرنے کے ساتھ ہوتی ہے (کافی) یہاں تک کہ اگر نیت کی پھر وضو کیا اور مسجد کی طرف چلا پھر اللہ اکبر کہا اور اس وقت دل میں نیت حاضر نہیں تھی، جائز ہے، اور اس نیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جو اللہ اکبر کے بعد کی ہے، (تبیین)

ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتی (خلاصہ) ایک شخص نے خالص اللہ کے لیئے نماز شروع کی پھر اس کے دل میں ریا کا خیال آیا، اس کی نماز اسی طرح ہوگی جس طرح شروع کی تھی، ریا اسے کہتے ہیں جو اکیلا نماز نہ پڑھے اور لوگوں کے سامنے دکھلانے کے لیئے نماز پڑھے، لیکن جو شخص لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھتا ہے اور اکیلے اچھی طرح نہیں پڑھتا اس کو اصل نماز کا ثواب مل جاتا ہے، اچھی طرح پڑھنے کا نہیں ملتا۔ (مضمرات کے باب نوافل میں عتابیہ سے نقل کیا ہے)

ایک شخص مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے گیا اور امام کو قعدہ میں پایا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ پہلا قاعدہ ہے یا اخیر کا قاعدہ ہے اس نے اس طرح نیت کی۔ اگر پہلا قاعدہ ہے تو اقتدار کرتا ہوں اور دوسرا ہے تو اقتدا نہیں کرتا یا قعدۂ اولیٰ ہے تو فرض اور آخری ہے تو نفل کی نیت کرتا ہوں، فرض کی اقتدار صحیح نہ ہوگی۔ (تجنیس)۔

امام کو نماز کی حالت میں پایا اور یہ نہیں جانتا کہ فرض پڑھ رہا ہے یا تراویح، اس نے اس طرح نیت کی۔ اگر عشا ہے تو اقتدا کرتا ہوں اور اگر تراویح ہیں تو اقتدا نہیں کرتا، اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی خواہ عشا پڑھ رہا ہو یا تراویح۔ اور اگر اس طرح نیت کی عشا ہو یا تراویح میں امام کی اقتدار کرتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ وہ عشا تھی یا تراویح تھیں اس کی اقتدار درست ہوگی۔ (خلاصہ)

چوتھا باب　　**صفتِ نماز**　　پانچ فصلیں

پہلی فصل ـــــ نماز کے فرائض کا بیان

فرائض نماز چھ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھنا)[1]۔ یہ ہمارے نزدیک نماز کے لیے شرط ہے[2]۔ اگر ایک شخص نے فرض نماز کے لیے تحریمہ باندھا اسے اختیار ہے کہ اس سے نفل بھی ادا کرے (ہدایہ) لیکن مکروہ ہے اس لیے کہ فرض سے نکلنے کا جو طریقہ مشروع تھا وہ اس نے چھوڑ دیا، ایک فرض کے تحریمہ پر دوسرے فرض کی بنا بالاجماع جائز نہیں، اسی طرح نفل کے تحریمہ پر فرض کی بنا جائز نہیں (سراج الوہاج)۔

اگر تکبیر تحریمہ کے وقت اس پر نجاست تھی اور اللہ اکبر کہتے ہی اس نے نجاست پھینک دی، یا ستر کھلا ہوا تھا اور تکبیر سے فارغ ہوتے ہی عمل قلیل سے ڈھک لیا یا زوال کے ظاہر ہونے سے پہلے تکبیر کہی اور تکبیر سے فارغ ہوتے ہی زوال ظاہر ہو گیا یا تکبیر کہتے ہوئے قبلہ سے منحرف تھا اور تکبیر کہتے ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہو گیا، نماز جائز ہو گی (بحر الرائق)

نماز کا آغاز سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ سے کرنا جائز ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرے (تبیین) اللہ اکبر کے علاوہ کسی اور لفظ سے نماز شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی اصح ہے (ذخیرہ۔ محیط ظہیریہ)۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے جو نام صرف تعظیم کے لیے ہیں ان سے نماز شروع کرنا جائز ہے جیسے اللہ، الٰہ، سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ (تبیین) اور اسی طرح الحمد للہ اور لا الٰہ غیرہ و تبارک اللہ سے نماز شروع کرنا جائز ہے (محیط)

اسی طرح اگر اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر کہا امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر پہلے اجل، اعظم اور اکبر کہا اور اللہ کا نام ان صفات کے ساتھ نہ ملایا بالاجماع نماز شروع نہ ہو گی (جوہرہ نیرہ، سراج الوہاج) اور اگر صرف اللّٰھم کہا فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہو گی (خلاصہ۔ فتاویٰ قاضی خاں) یہی اصح ہے (محیطین) اگر نام کا ذکر کیا اور صفت کا ذکر نہ کیا جیسے اللہ یا رحمٰن یا رب کہا اور ان پر کسی صفت کا اضافہ نہیں کیا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جائز ہو جائے گی (تبیین) اور یہی صحیح ہے۔ پھر مشائخ اور روایات میں اختلاف ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا انہی ناموں کے ساتھ نماز شروع ہوتی ہے جو اللہ سے مختص ہیں یا مختص اور مشترک دونوں سے نماز جائز ہو جاتی ہے جیسے رحیم اور کریم وغیرہ، اظہر اور اصح یہ ہے کہ اللہ کے ہر نام سے نماز جائز ہو جاتی ہے یہ کرخی نے ذکر کیا ہے۔ مرغینانی کا یہی فتویٰ ہے (زاہدی)

اگر اللّٰھم اغفرلی سے نماز شروع کی، جائز نہ ہو گی اس لیے کہ اس میں خالص تعظیم نہیں بلکہ بندہ کی حاجت بھی شامل ہے۔ (محیط سرخسی)
اگر استغفر اللہ یا اعوذ باللہ یا انا للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ یا ماشاء اللہ کان وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے نماز جائز نہ ہو گی (محیط)

---

[1] تکبیر تحریمہ اس کا دوسرا نام تکبیر افتتاح ہے تکبیر تحریمہ کو تحریمہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جو امور مباح تھے وہ حرام ہو جاتے ہیں۔
[2] اور حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمدؒ کے نزدیک تحریمہ رکن ہے۔

اللہ اکبر بطور تعجب استعمال کیا اور تعظیم کا ارادہ نہ کیا یا مؤذن کے جواب کی نیت کی نماز جائز نہ ہوگی اگرچہ نماز کی نیت کی ہو (تاتارخانیہ) اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہی نماز شروع نہ ہوگی (تبیین) اگر آللہ اکبر الف استفہام کے ساتھ کہا بالاتفاق نماز شروع نہ ہوگی (تاتارخانیہ ناقلاً عن صیرفیہ) اللہ اکبر گاف فارسی سے کہا نماز شروع ہوجائے گی (محیط) نماز اسی وقت شروع ہوگی جب اللہ اکبر کھڑے ہوکر کہے یا ایسی حالت میں کہے جو بہ نسبت رکوع کے قیام سے زیادہ قریب ہے (زاہدی) اگر اللہ اکبر بیٹھ کر کہا پھر کھڑا ہوگیا نماز شروع نہ ہوگی، کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا شروع کرنا جائز ہے (محیط سرخسی)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے تحریمہ کے ساتھ تحریمہ باندھنا چاہیئے اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں امام کے تحریمے کے بعد تحریمہ باندھے صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہے (معدن)۔ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ اختلاف جواز میں نہیں ہے اور یہی صحیح ہے بلکہ خلاف اس بارے میں ہے کہ اولیٰ کونسی صورت ہے (تبیین) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے تحریمہ کے ساتھ مقتدی کا تحریمہ اس طرح ہونا چاہیئے جیسے انگلی کی حرکت کے ساتھ انگوٹھی کی حرکت ہوتی ہے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ جو یہ فرماتے ہیں کہ امام کے تحریمہ کے بعد مقتدی تحریمہ باندھے ان کے نزدیک یہاں ”بعدیت“ سے مراد صرف اتنا وقفہ ہے کہ امام کے اللہ اکبر کی راء سے مقتدی اپنے اللہ کے ہمزہ کو ملائے (صفی باب الحنفیہ)

مقتدی نے اللہ اکبر کہا لفظ اللہ تو امام کے ساتھ واقع ہوا اور اکبر کا لفظ امام سے پہلے کہہ دیا۔ فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ فقہا کے نزدیک نماز شروع نہ ہوگی، اور اسی طرح اگر امام کو رکوع کی حالت میں پایا اللہ کا لفظ حالتِ قیام میں اور اکبر کا لفظ رکوع میں جاکر کہا، نماز شروع نہ ہوگی، فقہا کا اجماع ہے اگر مقتدی نے اللہ کا لفظ امام سے پہلے کہہ دیا تو اظہر روایات کے مطابق اس کی نماز شروع نہ ہوگی (خلاصہ)

امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور اس سے امام کی اقتدا کی نیت کی صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز شروع نہ ہوگی اور اگر اس سے اقتدا کی نیت نہیں کی تو اس کی علیحدہ نماز شروع ہوجائے گی (محیط سرخسی) تکبیر تحریمہ کی فضیلت حاصل ہونے کے وقت میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے جس شخص کو پہلی رکعت مل گئی اس کو تکبیر تحریمہ کی فضیلت حاصل ہوگئی (ھر باب ابی یوسف)۔ امام کو رکوع کی حالت میں پایا اس نے کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہی لیکن اس سے رکوع کی تکبیر کا ارادہ کیا، اس کی نماز جائز ہوگی اور نیت لغو ہوجائے گی۔ فارسی میں تکبیر تحریمہ کہی نماز جائز ہوگی (متون) خواہ عربی میں تکبیر کہنے پر قادر ہو یا نہ ہو۔ لیکن عربی میں تکبیر تحریمہ اگر اچھی طرح کہہ سکتا ہے تو فارسی میں مکروہ ہوگی۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اگر عربی میں اچھی طرح تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہے تو فارسی میں جائز نہ ہوگی (محیط) نماز کے سارے اذکار جیسے تشہد، قنوت، دعا، رکوع اور سجدے کی تسبیحات میں اختلاف ہے جو حکم فارسی کا ہے وہی ان سب زبانوں کا ہے جو عربی نہیں جیسے ترکی، زنجی، حبشی اور نبطی وغیرہ (فتاویٰ قاضی خان) مبسوط میں ہے گونگا اور جاہل شخص جو اچھی طرح پڑھنے پر قادر نہیں ہے ان کی نماز صرف نیت سے شروع ہوجاتی ہے، زبان ہلانا ضروری نہیں ہے (تبیین)

قیام

فرض اور وتر کی نماز میں قیام فرض[1] ہے (جوہرہ نیرہ، سراج الوہاج) جتنی دیر ٹھہرنے پر قیام کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اس سے فرض ادا ہوجاتا ہے (کافی فصل قراءت) اور قیام کی صورت یہ ہے اگر ہاتھ لٹکائے جائیں تو گھٹنوں تک نہ پہونچیں، بلا عذر

---

[1] قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (اللہ کے سامنے خاموش کھڑے رہو) یہاں قیام سے مراد قیام فی الصلوٰۃ ہے اس لیے کہ قیام خارج صلوٰۃ میں واجب نہیں ہے، نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس میں آپ نے نماز میں قیام کا امر فرمایا ہے صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فقاعدًا فان لم تستطع فعلی جنبک ...... (باقی صفحہ ۳۸ پر دیکھیے)

ایک پیر پر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور نماز جائز ہو جائے گی، اور اگر کوئی عذر ہے تو مکروہ نہیں ہے، (جوہرہ نیرہ، سراج الوہاج)

قرارت

نماز کا تیسرا فرض قرارت[1] ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک آیت کے پڑھنے سے اگرچہ وہ چھوٹی آیت ہو فرض قرارت ادا ہو جاتا ہے (محیط) اور خلاصہ میں ہے کہ یہی اصح ہے (تاتارخانیہ) لیکن جو شخص صرف اس قدر پر اکتفا کرے وہ گنہ گار ہوگا (وقایہ) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر چھوٹی آیت پڑھی جس میں متعدد کلمے ہیں یا صرف دو کلمے ہیں جیسے ثم قتل کیف قدر یا ثم نظر نماز جائز ہو جائے گی۔ اس میں مشائخ کا اختلاف نہیں ہے اگر ایسی آیت پڑھی جس میں ایک کلمہ ہے جیسے مدھامتان یا ایسی آیت پڑھی جس میں ایک حرف ہے جیسے ص، ن، ق تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، (مصفی) اصح یہ ہے کہ نماز جائز نہ ہوگی (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک۔ ظہیریہ، سراج الوہاج، فتح القدیر) اگر طویل آیت دو رکعتوں میں پڑھی مثلاً آیۃ الکرسی یا آیۃ المداینۃ کچھ پہلی رکعت میں اور کچھ دوسری رکعت میں پڑھی عامہ فقہاء کا قول ہے کہ یہ جائز ہے، (محیط) اور یہی اصح ہے (کافی، منیۃ المصلی) قرارت میں تصحیح حروف ضروری ہے اگر زبان سے صحیح حروف ادا کیے لیکن خود نہیں سنا جائز نہ ہوگا، عامہ مشائخ نے یہی اختیار کیا ہے (محیط) یہی مختار ہے (سراجیہ) یہی صحیح ہے (نقایہ) ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا اور قسم میں استثناء کا، طلاق، عتاق، ایلاء، اور بیع کا یہی حکم ہے، فرائض میں موقع قرارت دو رکعتیں ہیں (محیط) خواہ فرض کی دو رکعتیں ہوں یا تین یا چار خواہ پہلی دو رکعتیں ہوں یا آخری دو رکعتیں یا پہلے شفعہ کی ایک رکعت ہو اور دوسرے شفعہ کی ایک، (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابو المکارم)

اگر ایک رکعت میں بھی قرارت نہ کی یا صرف ایک رکعت میں قرارت کی۔ نماز فاسد ہوگی (شرح وقایہ) وتر اور نفل کی تمام رکعات میں قرارت فرض ہے (محیط) اگر نیند کی حالت میں قرارت کی اصح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگی (ظہیریہ) امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فارسی میں قرارت، بلا عذر جائز نہیں ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے (شرح نقایہ شیخ ابو المکارم) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فارسی یا کسی اور زبان میں قرارت جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور روایت ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبین رح کے قول کی طرف رجوع کیا ہے، اسی پر اعتماد ہے (ہدایہ) اور اسرار میں ہے کہ یہی اختیار کیا گیا ہے اور تحقیق میں ہے کہ عامہ مشائخ کا یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (شرح نقایہ، مصنفہ شیخ ابو المکارم) اور یہی اصح ہے (مجمع البحرین)۔

رکوع

اس میں مقدار واجب یہ ہے کہ اس پر "رکوع" کا اطلاق کیا جا سکے[2] تا کہ اپنی حد کو پہونچ جائے اور رکوع کی حد یہ ہے کہ جب اپنے ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہونچ جائیں (سراج الوہاج) اگر رکوع نہ کیا اور قیام سے سجدے میں سنت کے خلاف اونٹ کی طرح گر پڑا اس طرح کا جھکنا رکوع کے قائم مقام ہو جائے گا۔ کبڑے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھک جائے تو رکوع کے لیے اپنے سر سے اشارہ کرے۔ (خلاصہ تجنیس) رکوع کا وقت قرارت سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ یہی اصح ہے (محیط)۔

سجدہ

دوسرا سجدہ پہلے سجدہ کی طرح باجماع امت فرض ہے (زاہدی) سنت کا پورا طریقہ یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں سجدے میں لگائے اگر سجدے میں صرف ایک رکھی اور اسے عذر بھی ہے تو مکروہ نہیں اور اگر کوئی عذر نہیں ہے اور صرف پیشانی رکھی اور ناک نہ رکھی بالاجماع

(بقیہ حاشیہ متعلقہ ص ۳۷) کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو پہلو پر نماز ادا کرو۔ نوافل میں چونکہ آپ نے بیٹھنے کی اجازت دی ہے اور خود آپ کا عمل بھی اس پر شاہد ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے قیام کی فرضیت صرف فرائض وغیرہ کے ساتھ خاص رہے گی، مترجم۔ (حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قرارت کی فرضیت قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اقراء ما تیسر معک من القرآن۔ [2] رکوع اور سجدہ کی فرضیت قرآن کریم کے اس ارشاد سے ثابت ہے یا ایہا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو۔ مترجم۔

جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر ناک لگائی اور پیشانی نہ لگائی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اگر سجدے میں صرف رخسار یا ٹھوڑی لگائی جائز نہیں ہے نہ حالتِ عذر میں اور نہ حالتِ صحت میں۔ اگر پیشانی اور ناک دونوں میں عذر ہے، اشارہ کرے اور سجدہ نہ کرے۔ (خزانۃ المفتین)۔ صرف ناک پر اکتفا اس وقت جائز ہے جب اس قدر ناک لگائے جہاں تک وہ سخت ہے اور اگر صرف اتنا حصہ لگائے جہاں تک ناک نرم ہے جسے نرمہ بینی بھی کہتے ہیں جائز نہیں (سراج الوہاج)

اگر گھاس، بُھس، روئی، بچھونے یا برف پر سجدہ کیا اور اس کی پیشانی اور ناک اس پر ٹھہر گئی اور اس کی سختی معلوم ہوئی جائز ہے اور اگر ناک و پیشانی اس پر نہ ٹھہری جائز نہیں ہے، گاڑی پر سجدہ کیا اور گاڑی بیلوں پر ہے سجدہ جائز نہ ہوگا اور گاڑی زمین پر ہے تو سجدہ جائز ہے جس طرح تخت پر سجدہ کرنا جائز ہے، (خلاصہ)۔ اگر ٹانڈ پر جسے فارسی میں "کازہ کہتے ہیں" پر سجدہ کیا جائز ہے جس طرح تخت پر سجدہ کرنا جائز ہے (خلاصہ)۔ گیہوں یا جَو پر سجدہ کرے جائز ہے۔ اگر مکئی، باجرہ، کنگنی یا چاولوں پر سجدہ کیا جائز نہ ہوگا، اگر یہ اناج اور دھنی ہوئی روئی تھیلوں میں ہے ان پر سجدہ کرنا جائز ہے، (سراج الوہاج)

کسی شخص کی پشت پر سجدہ کیا اور وہ بھی نماز میں ہے، جائز ہوگا اور اگر وہ نماز میں نہیں ہے یا نماز میں ہے لیکن اس کے ساتھ جماعت میں شریک نہیں ہے سجدہ جائز نہ ہوگا، اگر اپنی ران پر بلا عذر سجدہ کیا مختار یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا اور اگر عذر سے کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز ہوگا۔ اگر اپنے دونوں گھٹنوں پر سجدہ کیا تو عذر یا بلا عذر دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے، (خلاصہ)۔ اگر زمین پر ہتھیلی رکھی اور اس پر سجدہ کیا اصح قول کے بموجب جائز ہے، (تبیین) اگر میت کی پشت پر سجدہ کیا اور اس پر نمدہ پڑا ہوا ہے اگر مردہ کی سختی اس کو محسوس ہوتی ہے سجدہ جائز نہ ہوگا، اور اگر سختی محسوس نہیں ہوتی اس پر سجدہ جائز ہے، (محیط سرخسی)

اگر سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے ایک یا دو کھڑی اینٹوں کے برابر بلند ہے اس پر سجدہ جائز ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ بلند ہو تو سجدہ جائز نہ ہوگا (زاہدی)۔ اینٹ کی حد چوتھائی ہاتھ ہے (سراج الوہاج) حجۃ میں ہے اگر سجدے کی جگہ پر بہت سے کانٹے یا شیشے کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں اور اس نے وہاں سے سر اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھ لیا، جائز ہے اور یہ دوسرا سجدہ شمار نہیں کیا جائیگا بلکہ ایک ہی سجدہ ہوگا (تاتار خانیہ) اگر ہاتھ اور گھٹنے نہیں رکھے بالاجماع نماز جائز ہوگی (سراج الوہاج)۔ سجدہ کیا اور دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے نماز جائز نہ ہوگی، اگر ایک پاؤں بلا عذر رکھا۔ کراہت کے ساتھ جائز ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ امیر الحاج) قدم رکھنا انگلیوں کے رکھنے سے ہوتا ہے اگرچہ ایک ہی انگلی ہو، قدم کی پشت رکھی اور انگلیاں جگہ تنگ ہونے کے باعث نہ رکھ سکا اگر ایک پاؤں رکھ لیا ہے نماز جائز ہو جائے گی، جیسے کھڑا ہونے والا ایک پاؤں پر نماز پڑھے (خلاصہ)

سوتے میں سجدہ کیا تو دوبارہ سجدہ کرے، رکوع اور سجدے میں سو گیا تو کسی کا اعادہ نہ کرے (محیط سرخسی) بچہ کی گود میں پیشانی رکھی اگر پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر ہے سجدہ جائز ہے اور اگر اکثر حصہ زمین پر نہیں ہے سجدہ جائز نہ ہوگا، (تجنیس، محیط)۔

آخری قعدہ

آخری قعدہ بقدر تشہد فرض ہے (تبیین) تشہد التحیات للہ سے عبدہ ورسولہ تک ہے یہی صحیح ہے یہاں تک کہ مقتدی اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے فارغ ہو گیا اور بات چیت کی اس کی نماز پوری ہو گئی۔ (جوہرہ نیرہ) فرض اور نفل دونوں نمازوں میں آخری قعدہ فرض ہے، یہاں تک کہ اگر دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے آخر میں نہ بیٹھا، کھڑا ہوا اور چلتا بنا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (خلاصہ)

اپنے ارادہ اور اختیار سے نماز سے باہر نکلنا فرض نہیں ہے، یہی صحیح[1] ہے (تبیین، عینی، شرح کنز، اکثر کتب)۔

(لہ حاشیہ صفحہ پر)

دوسری فصل ـــــــــــ واجباتِ نماز

فرض نماز میں (خواہ تین رکعت کی ہو یا چار کی) فرض قرارت ادا کرنے کے لیۓ پہلی دو رکعتوں کو متعین کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اگر چار رکعات والی نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرارت کی اور پہلی دو رکعتوں میں قرارت نہ کی یا پہلے شفعہ کی ایک رکعت اور دوسرے شفعہ کی ایک رکعت میں بھول کر قرارت کی سجدۂ سہو واجب ہوگا (بحر الرائق)۔ سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اس کے بعد سورۃ یا اس کے قائم مقام چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت کا پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے (نہر الفائق) نفل اور وتر کی تمام رکعات میں (قرارت فاتحہ، ضم سورۃ) واجب ہے (بحر الرائق) الحمد شریف کو سورۃ سے پہلے پڑھنا واجب ہے (نہر الفائق) اگر پہلی یا دوسری رکعت میں الحمد شریف پڑھنا بھول گیا تھا سورۃ پڑھ لی پھر خیال آیا الحمد شریف پڑھے اور اس کے بعد پھر سورۃ پڑھے، ظاہر روایت یہی ہے (محیط)

جس شخص نے عشا کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ پڑھی اور الحمد شریف نہ پڑھی، آخر کی دو رکعتوں میں الحمد شریف کا اعادہ نہ کرے، اگر پہلی دو رکعتوں میں صرف الحمد شریف پڑھی اور اس پر زیادتی نہ کی تو آخر کی دو رکعتوں میں الحمد شریف اور سورۃ دونوں جہر کے ساتھ پڑھے اور یہی صحیح ہے (ہدایہ)۔ اگر پہلی دو رکعتوں میں کچھ نہ پڑھا تو آخر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورۃ جہر کے ساتھ پڑھے اور سجدۂ سہو کرے (فتاویٰ قاضی خان فصل سجدۂ سہو)۔

پہلی دو رکعتوں کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا ایک بار پڑھنا واجب ہے (منیۃ المصلی) اگر پہلی دو رکعات میں یا ان میں سے کسی رکعت میں سورۂ فاتحہ مسلسل دو بار پڑھی، سجدۂ سہو لازم ہوگا، اگر فاتحہ پڑھی اس کے بعد کوئی سورۃ پڑھی پھر سورۂ فاتحہ پڑھی، سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (ظہیریہ، تجنیس)، یہی صحیح ہے (زاہدی)

جو فعل ہر رکعت میں مکرر ہوتا ہے جیسے سجدہ یا تمام نماز میں مکرر ہوتا ہے .... جیسے عدد رکعات اس میں ترتیب واجب ہے فرض نہیں۔ یہاں تک کہ اگر پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور اس کو آخری رکعت میں قضا کیا جائز ہے، امام کے فارغ ہونے کے بعد مسبوق جو نماز پڑھتا ہے ہمارے نزدیک اس کی پہلی رکعت ہے اگر ترتیب فرض ہوتی تو اس کی یہ آخری رکعت ہوتی۔ البتہ جو افعال ہر رکعت میں مکرر نہیں ہیں مثلاً قیام و رکوع یا پوری نماز میں مکرر نہیں ہیں جیسے قعدۂ اخیرہ ان میں ترتیب فرض ہے، یہاں تک کہ اگر قیام کو

لہ حاشیہ ص۳۹) اپنے ارادہ اور اختیار سے نماز سے باہر آنا جسے اصطلاح میں خروج بصنعہ کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ یہ فرض نہیں ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ وہ خروج بصنعہ کو فرض کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام صاحب سے اس کی فرضیت کے بارے میں کچھ ثابت نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ بارہ اختلافی مسائل جو مفسدات نماز کے بیشتر ذکر کیۓ جارہے ہیں اور جن میں خروج بصنعہ کے علاوہ نماز کے تمام ارکان پورے ہیں ان میں صاحبین کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک نہیں ہوتی۔ اس سے احمد بن حسین بردعی نے یہ نتیجہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام صاحب کے نزدیک فرض ہے اور پھر اس کی نسبت امام صاحب کی طرف کر دی حالانکہ بردعی کی رائے غلط ہے اس لیۓ کہ ان مسائل میں نماز کا باطل ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ خروج بصنعہ نہیں پایا گیا بلکہ اس وجہ سے ہے کہ نماز کے اندر ایسی چیزیں پیش آگئی ہیں جن سے فرض میں تغیر پیدا ہو گیا ہے، زیلعی نے تصریح کی ہے کہ خروج بصنعہ باتفاق امام و صاحبینؒ فرض نہیں ہے۔ درمختار میں بھی یہی ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ اہل تحقیق اور اصحاب رائے کا یہی فیصلہ ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے۔ مترجم۔

پہلے رکوع کرلیا یا رکوع سے پہلے سجدہ کرلیا جائز نہ ہوگا، اسی طرح قعدہ میں بقدر تشہد بیٹھا تھا پھر یاد آیا کہ فلاں رکعت کا ایک سجدہ یا کوئی رکن رہ گیا ہے اس کا قعدہ باطل ہوگا (محیط) فقہاء کا اجماع ہے کہ رکوع کے قومہ میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اعتدال واجب نہیں ہے (ظہیریہ) اسی طرح جلسہ (بیٹھنے) میں طمانیت وسکون واجب نہیں ہے (کافی)

رکوع، سجدہ اور ہر وہ رکن کہ جو بالذات اصل ہے، امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ صاحبینؒ کے قول کے مطابق اس میں اعتدال واجب ہے، (ظہیریہ) یہی صحیح ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ امیر الحاج)۔ اعتدال اعضاء کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم از کم ایک تسبیح کی مقدار ٹھہر جائیں (عینی شرح کنز، نہر الفائق) چار رکعت یا تین رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے جب سر اٹھائے تو قعدہ اولیٰ بقدر تشہد واجب ہے، یہی اصح ہے (ظہیریہ) دونوں قعدوں میں تشہد واجب ہے (سراج الوہاج) تشہد یہ ہے:۔

التحیات للہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

(ترجمہ) ہر قسم کی تعریفیں، دعائیں اور پاک کلمے اللہ کے لیے ہیں اے نبی آپ پر اللہ کی سلامتی اس کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ ہمارے اوپر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے بندے اور رسول ہیں

تشہد کے یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد کے مقابلہ میں اس تشہد کو اختیار کرنا اولیٰ ہے (ہدایہ) تشہد کے الفاظ سے معانی کا ارادہ کرنا ضروری ہے گویا وہ اللہ پر تحیۃ بھیجتا ہے، نبی پر اپنے نفس پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے (زاہدی) سلام کا لفظ واجب ہے (کنز) وتر میں دعاء قنوت واجب ہے، عیدین کی تکبیریں واجب ہیں، یہی صحیح ہے۔ ان کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ جہر کے مقام پر جہر اور اخفاء کے مقام پر اخفا واجب ہے (تبیین) امام فجر، مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں جہر کرے اور عشا کی آخری دو رکعتوں میں اخفا کرے (زاہدی) امام ظہر اور عصر میں اخفاء (آہستہ) کرے اگرچہ عرفہ میں ہو، جمعہ اور عیدین میں جہر کرے (ہدایہ) اسی طرح امام تراویح اور وتر میں جہر کرے۔ اگر علیحدہ نماز پڑھتا ہے اور "سری" یعنی آہستہ پڑھی جانے والی نماز ہے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے، یہی صحیح ہے اور اگر "جہری" نماز ہے تو اسے اختیار ہے اور جہر افضل ہے لیکن امام کی طرح جہر نہ کرے اس لیے کہ یہ دوسرے کو نہیں سناتا۔ (تبیین) امام بلند آواز سے پڑھنے میں زیادہ کوشش نہ کرے (بحر الرائق) امام کا ضرورت سے زائد بلند آواز سے پڑھنا ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ امام کا بلند آواز سے پڑھنے کا مقصد یہی ہے کہ لوگ سنیں قرأت میں فکر کریں اور حضور قلبی حاصل ہو (سراج الوہاج) جو ذکر نماز کے لیے واجب ہے اس میں جہر کرے جیسے تکبیر تحریمہ، اور جو فرض نہیں ہے بلکہ علامت کے لیے مقرر ہے اس میں بھی جہر کرے جیسے جھکتے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات انتقال یہ حکم امام کے لیے ہے، منفرد اور مقتدی ان میں جہر نہ کرے، اگر ذکر نماز کے کسی حصہ سے مختص ہے جیسے عیدین کی تکبیریں۔ اس میں بھی جہر کرے۔ اہل عراق کے مذہب کے موافق قنوت میں بھی جہر کرے۔ اور صاحب ہدایہ نے قنوت میں اخفا اختیار کیا ہے، اور ان کے علاوہ دیگر چیزیں جیسے تشہد، آمین، اور تسبیحات وغیرہ میں جہر نہ کرے (بحر الرائق) رات کی نمازوں میں سے کوئی نماز بھول کر چھوڑ دی اور اس کو دن میں جماعت سے قضا کی اس نے امامت کی اور اخفا کیا۔ اس پر سجدۂ سہو لازم ہے، دن کی کوئی نماز رات میں جماعت سے قضا کی، امام اخفاء کرے جہر سے نہ پڑھے۔ اگر بھول کر جہر سے پڑھا سجدۂ سہو لازم ہے (فتاویٰ قاضی خان) منفرد اگر جہریہ نماز قضا کرے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ جہر افضل ہے۔ (محیط) یہی کافی میں ہے، شمس الائمہ اور فخر الاسلام اور بہت سے

متاخرین نے اسی کو اختیار کیا ہے یہی صحیح ہے (قاضی خاں) یہی اصح ہے (ذخیرہ، تبیین)۔ خلاصہ میں اصل سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اکیلا نماز پڑھتا تھا ایک شخص آیا اور اس نے اس کی اقتدا اس وقت کی جب وہ سورۂ فاتحہ پوری پڑھ چکا تھا یا اس کا کچھ حصہ پڑھ چکا تھا وہ دوبارہ جہر کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے (بحرالرائق) دن کی نفلوں میں اخفا کرنا ضروری ہے اور رات کی نوافل میں اختیار ہے (زاہدی) جہر اور اخفا کی حد میں اختلاف ہے۔ ابوجعفر اور ابوبکر محمد بن الفضل نے کہا ہے کہ کم از کم جہر یہ ہے کہ دوسرے شخص کو سنائے اور کم از کم اخفا یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (محیط) یہی صحیح ہے (وقایہ، نقایہ) اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہے (زاہدی) اگر اس کے ہونٹوں سے اس طرح حروف نکلیں کہ دوسرا شخص اپنے کان اس کے ہونٹوں کے قریب لے جائے تو اس کے کان میں آواز پہونچ جائے اور وہ سمجھ جائے جو پڑھ رہا ہے اس کو عربی میں مجمجہ کہتے ہیں (اور اردو میں اس کا اطلاق غیر واضح اور غیر ظاہر کلام پر کیا جا سکتا ہے)۔ (خلاصہ)۔

تیسری فصل ــــ نماز کی سنتیں اور اس کے آداب وکیفیات

نماز میں سنتیں یہ ہیں۔ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا، انگلیاں کھولنا، تکبیرات میں امام کا جہر کرنا، سبحانک اللھم، تعوذ، بسم اللہ اور آمین آہستہ پڑھنا، بایاں ہاتھ ناف کے نیچے اور اس کے اوپر داہنا ہاتھ رکھنا، رکوع کی تکبیر، رکوع کی تسبیح تین بار کہنا، رکوع میں دونوں گھٹنے ہاتھوں سے پکڑنا اور انگلیاں کشادہ رکھنا، سجدہ اور سجدے سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا، سجدہ سے اٹھنا۔ سجدے میں تین بار تسبیح کہنا، سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھنا اور بایاں پیر بچھانا اور دایاں کھڑا کرنا، قومہ، جلسہ کرنا (بحرالرائق)۔ اسی طرح قومہ اور جلسہ میں بقدر تسبیح طمانیت وسکون حاصل کرنا (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) درود شریف، دعا۔

نماز کے آداب[1] یہ ہیں قیام میں سجدہ کی جگہ پر، رکوع میں دونوں قدموں کی پشت پر، سجدہ میں ناک کے سرے پر قعود میں اپنی گود پر، پہلے سلام کے وقت دائیں کاندھے اور دوسرے سلام کے وقت بائیں کاندھے پر نظر رکھنا جمائی کے وقت منہ بند کر لینا، تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ آستین سے باہر نکال لینا، ممکن حد تک کھانسی روکنا۔ (بحرالرائق)

نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے جب نماز میں شامل ہونے کا ارادہ کرے اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لوتک اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصہ تک آجائیں (تبیین) اللہ اکبر کہتے ہوئے سر نہ جھکائے (خلاصہ) فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے کہ دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور انگلیاں جدا جدا اور جب وہ اس قدر اٹھ جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل آجائیں اس وقت اللہ اکبر کہے، شمس الائمہ سرخسی رح نے کہا ہے کہ عامہ مشائخ کا یہی قول ہے (محیط)۔ ہاتھ تکبیر سے پہلے اٹھائے، یہی اصح ہے (ہدایہ) اسی طرح قنوت اور عیدین کی تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے اور ان کے علاوہ کسی اور تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے۔ (اختیار شرح مختار) اور اگر اٹھائے تو ہمارے نزدیک صحیح قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی (سراج الوہاج) عورت اپنے کاندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ یہی صحیح ہے (ہدایہ۔ تبیین) جس وقت ہاتھ اٹھائے انگلیاں نہ بالکل بند کرلے نہ بالکل کشادہ رکھے بلکہ نیم کشادہ رکھے (نہایہ) یہی معتمد ہے (محیط) ہاتھ نہیں اٹھائے اور اللہ اکبر

---

[1] ادب ایسے عمل کا نام ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب اور بلا عذر نہ کرنے کی وجہ سے قابل ملامت نہیں ہوتا ۱۲

(مترجم)

کہہ چکا ہے تو پھر ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر اللہ اکبر کہتے ہوئے یاد آجائے تو ہاتھ اٹھالے۔ مقامِ مسنون تک ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تو جہاں تک ممکن ہو وہاں تک ہاتھ اٹھائے، اگر ایک ہاتھ اٹھا سکتا ہے اور دوسرا ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تو ایک ہی اٹھائے، ایک شخص کے ہاتھ طریقہ مسنون سے اوپر ہی اٹھتے ہیں اور اس کے بغیر وہ ہاتھ نہیں اٹھا سکتا وہ اتنا ہی اٹھالے، (تبیین) مبسوط میں ہے اللہ کے الف کو مد کے ساتھ یعنی کھینچ کر پڑھا، نماز شروع نہ ہوگی، قصداً مد کے ساتھ پڑھے گا تو اس پر کفر کا خوف ہے، اسی طرح اکبر کا الف یا اس کی ب مد کے ساتھ پڑھی، نماز شروع نہ ہوگی۔ اللہ کی ہ میں مد کیا یہ لغوی خطا ہے، رے کو مد کے ساتھ پڑھنے کا یہی حکم ہے اللہ کے لام کا مد صحیح ہے اور ہ پر جزم خطا ہے، (فتح القدیر) اگر اللہ اکبر میں اللہ کے الف یا اکبر کے ہمزہ کو مد کے ساتھ پڑھا۔ شک پیدا ہوجانے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر اکبر کی بے اور رے کے درمیان الف شامل کردیں، بعض حضرات کا خیال ہے نماز فاسد ہوجائے گی اور بعض نے کہا ہے نماز فاسد نہ ہوگی، (نہایہ) تکبیر سے فارغ ہوتے ہی ناف کے نیچے بایاں ہاتھ اور اس پر اپنا داہنا ہاتھ رکھے (محیط میں خواہر زادہ سے منقول ہے)۔ (نہایہ) عورت اپنے ہاتھ چھاتی پر باندھے (منیۃ المصلی) جس قیام میں ذکر مسنون ہے اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے، جیسے سبحانک اللھم، قنوت اور جنازہ کی نماز اور جس قیام میں ذکر سنت نہیں ہے جیسے عیدین کی تکبیرات وہاں ہاتھ چھوڑنا سنت ہے (نہایہ) یہی صحیح ہے (ہدایہ) شمس الائمہ سرخسی صدر الکبیر، برہان الائمہ اور صدر الشہید حسام الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے (محیط) رکوع کے قومہ میں بالاتفاق ہاتھ چھوڑے اس لیے کہ ذکر منتقل ہونے کے لیے سنت ہے قومہ کے لیے نہیں ہے۔ (شرح نقایہ شیخ ابی المکارم) ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور اس کو پکڑنا ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک مستحب ہے مصفیٰ میں ہے کہ یہی صحیح ہے (شرح نقایہ شیخ ابی المکارم) اس کا طریقہ یہ ہے کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے، چھنگلیا اور انگوٹھے سے پہونچے کو گرفت میں لے اور باقی انگلیاں کلائی پر چھوڑ دے۔ قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ (خلاصہ) اس کے بعد پڑھے:۔

سبحانك اللھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا الٰہ غيرك　　(ہدایہ)

اے اللہ تیری ذات پاک ہے اور تیری تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری شان بلند ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھتا ہو سب کا ایک ہی حکم ہے (تاتارخانیہ) جل ثناءک کے الفاظ نہ اصل میں مذکور ہیں نہ نوادر میں (محیط) فرائض میں جل ثناءک کے الفاظ نہ پڑھے۔ (ہدایہ)

انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین۔

میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا۔

تحریمہ کے بعد نہ پڑھے اور نہ سبحانک اللھم کے بعد پڑھے (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابی المکارم) اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر (اللہ اکبر) سے پہلے بھی اس سے نیت متصل کرنے کے لیے اس کو نہ پڑھے یہی صحیح ہے (ہدایہ) پھر تعوذ پڑھے وہ یہ ہے:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم　　پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی مردود شیطان سے۔

یہی مختار ہے (خلاصہ) اسی پر فتویٰ ہے (زاہدی) تعوذ کو آہستہ پڑھنا سنت ہے، ہمارے علماء کا یہی مذہب ہے۔ (ذخیرہ) تعوذ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک قراءت کے تابع ہے سبحانک اللھم الخ کے تابع نہیں ہے، اس لیے مسبوق جب اپنی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوگا تعوذ پڑھے گا اور مقتدی تعوذ نہ پڑھے گا۔ عید کی نماز میں تکبیرات کے بعد تعوذ پڑھے۔ (ہدایہ اکثر متون)۔

تعوذ نماز شروع ہونے کے وقت ہے اس کے بعد نہیں ہے۔ اس لیے اگر نماز شروع کردی اور تعوذ بھول گیا، یہاں تک کہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی اس کے بعد تعوذ نہ پڑھے۔ (خلاصہ)

بسم اللہ پڑھنا

تعوذ کے بعد آہستہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے) پڑھے۔ بسم اللہ الخ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لیے نازل کی گئی ہے (ظہیریہ میں مکروہاتِ صلوٰۃ کے بیان میں لکھا ہے) صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرضِ قرارت ادا نہیں ہوتا (جوہرہ نیرہ) ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (محیط) حجۃ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) الحمد شریف اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ نہ پڑھے (وقایہ۔ نقایہ) یہی صحیح ہے (بدائع، جوہرہ نیرہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الحمد شریف پڑھے (سراج الوہاج) جب الحمد شریف پڑھ چکے آمین کہے، آمین آہستہ کہنا سنت ہے (محیط) منفرد اور امام برابر ہے اسی طرح مقتدی اگر قرارت سنے آمین کہے (زاہدی) آمین میں دونوں لغت ہیں مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ، اس کے معنی قبولیت سے نوازنے کے ہیں، اس کو تشدید کے ساتھ پڑھنا کھلی ہوئی خطا ہے۔ آمّین مد اور تشدید کے ساتھ پڑھی۔ نماز فاسد نہ ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے، اس لیے کہ یہ قرآن میں موجود ہے (تبیین) اگر مقتدی سری نماز جیسے ظہر و عصر میں امام سے ولاالضالین سن لے، بعض مشائخ نے کہا ہے کہ آمین نہ کہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا ہے کہ آمین کہے (محیط) جمعہ اور عیدین کی نماز میں مقتدی اگر دوسرے مقتدیوں کی آمین سن لے امام ظہیر الدین نے کہا ہے کہ آمین کہے، (سراج الوہاج میں فتاویٰ سے نقل ہے) پھر الحمد شریف کے ساتھ سورۃ یا تین آیتیں ملائے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ امیر الحاج)۔ طویل آیت بھی تین آیات کے قائم مقام ہے (تبیین) جب قرارت سے فارغ ہوجائے رکوع کرے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہوا ہو، یہی صحیح مذہب ہے (خلاصہ) جامع صغیر میں ہے جھکنے کے ساتھ ہی تکبیر (اللہ اکبر) کہے (ہدایہ) طحاوی نے کہا ہے یہی صحیح ہے (معراج الدرایہ) تکبیر کا آغاز جھکتے ہی کرے اور جب رکوع میں پورا چلا جائے اس وقت اس سے فارغ ہو (محیط) امام رکوع وغیرہ کی تکبیروں میں جہر کرے، یہی ظاہر روایت ہے (تاتارخانیہ) یہی اصح ہے (خلاصہ) اللہ اکبر کی را، پر جزم کرے (نہایہ) اپنے ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دے۔ (ہدایہ) یہی صحیح ہے (بدائع)۔ انگلیاں کشادہ رکھے اِس وقت کے علاوہ انگلیوں کا کشادہ رکھنا اور حالتِ سجدہ کے علاوہ انگلیوں کا بند کرنا کسی اور وقت میں مستحب نہیں ہے ان دو اوقات کے علاوہ بقیہ اوقات میں انگلیاں اپنی حالت پر رکھے، (ہدایہ) رکوع میں پشت اس طرح بچھائے کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھدیں تو ٹھہر جائے اور سر کو نہ جھکائے نہ اٹھائے بلکہ سر سُرین کی سیدھ میں آنا چاہیئے (خلاصہ) اپنے گھٹنوں کو کمان کی طرح جھکانا مکروہ ہے، عورت رکوع میں تھوڑی سی جھکے، اپنے ہاتھوں پر سہارا نہ دے، انگلیاں کشادہ نہ کرے بلکہ بند کر لے اور گھٹنوں پر رکھدے گھٹنوں کو جھکائے رکھے، بازو جسم سے علیحدہ نہ کرے، (زاہدی) رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار پڑھے یہ کم سے کم تسبیح ہے، اگر تسبیح بالکل نہ پڑھی یا صرف ایک بار پڑھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے، جب اطمینان و سکون کے ساتھ رکوع کرلے، سر اٹھائے، اطمینان کے ساتھ رکوع نہ کیا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز ہوجائے گی۔ (خلاصہ) امام بالاجماع سمع اللہ لمن حمدہ اور مقتدی بلاخلاف ربنا لک الحمد پڑھے۔ مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے، منفرد اصح قول کے مطابق دونوں پڑھے (محیط) اسی پر اعتماد ہے (تاتارخانیہ) یہی اصح ہے (ہدایہ) جس روایت کے بموجب دونوں کو جمع کرنے کا حکم ہے وہاں سمع اللہ لمن حمدہ

رکوع سے اٹھتے ہوئے کہے اور ربنالک الحمد اس وقت کہے جب وہ سیدھا کھڑا ہو جائے (زاہدی) یہی صحیح ہے (قنیہ) یوسف بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہا اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر سیدھا کھڑا ہو گیا سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے، اسی طرح یہ حکم ہر اس ذکر کے لیے ہے جو حالت انتقال کے لیے موضوع ہے اور اس کو دوسرے محل میں ادا کیا جائے، جیسے تکبیر جو قیام سے رکوع کی طرف جھکتے ہوئے یا رکوع سے سجدہ کی جانب جھکتے ہوئے کہتے ہیں، اسی طرح سجدہ میں جو تسبیح باقی رہ گئی ہے وہ سر اٹھانے کے بعد نہ کہے بلکہ ہر چیز میں محل اور اس کی جگہ کی رعایت ضروری ہے (یہ تاتارخانیہ میں حجت سے نقل کیا ہے) سمع اللہ لمن حمدہ کی ہ پر جزم کرے اور حرکت ظاہر نہ کرے (تاتارخانیہ میں حجت سے نقل کیا ہے) جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے (ہدایہ) تکبیر جھکتے ہوئے کہے سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے، یہ کم سے کم تسبیح ہے (محیط) رکوع اور سجدہ کی تسبیح تین بار سے زیادہ کرنا مستحب ہے لیکن طاق پر ختم کرنی چاہیئے (ھدایہ) تسبیح کی کم سے کم مقدار تین بار، اوسط پانچ بار اور کامل مقدار سات بار ہے (زاد) اگر امام ہے تو نمازیوں کے ملول خاطر ہونے کے باعث تین بار سے زائد نہ پڑھے (ہدایہ) فقہاء نے کہا ہے جب سجدہ کا ارادہ کرے پہلے وہ اعضاء رکھے جو زمین سے زیادہ قریب ہیں، پہلے گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک، پھر پیشانی اور جب اٹھنے کا ارادہ کرے، پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے، فقہاء نے کہا ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ ننگے پیر ہو، لیکن اگر موزے پہنے ہوئے ہے اور پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے اور داہنے کو بائیں پر مقدم کرے۔ (تبیین) سجدے میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل، انگلیاں قبلہ کی جانب رکھے، پاؤں کی انگلیوں کا یہی حکم ہے، ہتھیلیوں پر سہارا دے، اپنے بازو پہلو سے علیحدہ رکھے، ہاتھوں کو زمین پر نہ بچھائے (خلاصہ) پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے (ہدایہ) عورت رکوع اور سجدہ میں اپنے اعضا ملے ہوئے رکھے، جدا جدا نہ کرے سجدہ میں دونوں پاؤں پر بیٹھے اور پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھے۔ (خلاصہ) آزاد عورت کی طرح باندی کا حکم ہے لیکن نیت باندھتے ہوئے مرد کی طرح ہاتھ اٹھائے، (سراج الوہاج) پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے، اس میں سنت یہ ہے کہ سر اٹھا کر سیدھا بیٹھ جائے اس جلوس میں ہمارے نزدیک کوئی مسنون ذکر نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) اگر سیدھا نہ بیٹھا اور دوسرا سجدہ کر لیا امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک کافی ہے (ہدایہ) سجدہ سے سر اٹھانا رکن نہیں ہے، سجدہ پورا کرکے اس سے باہر ہونا رکن ...... ہے اس لیے کہ دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے باہر آئے بغیر ممکن نہیں ہے اور چونکہ دوسرے سجدہ کی طرف انتقال بغیر سر اٹھائے ممکن نہیں ہے اس لیے سر اٹھانا لازم ہے یہاں تک کہ اگر دوسرے کی طرف انتقال بغیر سر اٹھائے ممکن ہو مثلاً تکیہ پر سجدہ کیا پھر وہ تکیہ نکال لیا گیا اور اس وقت اس کی پیشانی زمین پر لگ گئی، کافی ہے (نہایہ) سر اٹھانے کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اگر قعود کے زیادہ قریب ہو تو جائز ہے اور اگر زمین سے زیادہ قریب ہے سجدہ جائز نہیں ہے (تبیین) یہی اصح ہے (ہدایہ) اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جب سجدہ سے اتنا سر اٹھائے جس کو سجدہ سے سر اٹھانے والا کہہ سکیں جائز ہے، محیط میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ (تبیین) یہی صحیح ہے (بدائع) پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ کے لیے جھکے دوسرے سجدہ میں بھی پہلے سجدہ کی طرح سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے۔ (محیط) سجدہ سے فارغ ہو کر پیروں کے پنجوں پر کھڑا ہو جائے، نہ بیٹھے اور نہ کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے، البتہ گھٹنوں پر ضرور سہارا دے، (محیط) غیر معذور شخص کے لیے سہارا نہ لینا ہمارے نزدیک مستحب ہے، بہت سی مشہور کتابوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ (بحرالرائق) اگر بیٹھا اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے (ظہیریہ) دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلی رکعت ادا کی ہے لیکن سبحانک اللھم الخ اور تعوذ

نہ پڑھے (قدوری) جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے بایاں پیر بچھا کر بیٹھ جائے اور دایاں پیر کھڑا کرے پیروں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونی چاہئیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر انگلیاں پھیلا دے (ہدایہ) گھٹنے نہ پکڑے یہی صحیح ہے (خلاصہ) اگر عورت ہو تو بائیں سرین پر بیٹھے اور دونوں پیر دائیں طرف کو نکال دے (ہدایہ) اور حضرت ابن مسعود کا تشہد پڑھے (کافی) اور اس پر کچھ زیادتی نہ کرے، (محیط سرخسی) جب اشہدان لا الٰہ الا اللہ پر پہونچے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے، مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے (خلاصہ) اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات میں کبریٰ سے نقل کیا ہے) بہت سے مشائخ نے اشارہ کو جائز نہیں کہا ہے، منیۃ المفتی میں اسے مکروہ لکھا ہے، (تبیین) جب التحیات پڑھ چکے کھڑا ہو جائے (محیط) جلابی میں ہے قعدہ سے بھی اسی طرح پنجوں کے بل کھڑا ہونا چاہیے جس طرح سجدہ سے کھڑا ہوتا ہے، طحاوی میں ہے ہاتھوں کو زمین پر ٹیکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (زاہدی) کھڑے ہو کر دوسرے شفعہ میں رکوع وسجدے اس طرح ادا کرے جس طرح پہلے شفعہ میں ادا کیے تھے، (محیط) دوسرے شفعہ میں صرف الحمد شریف پڑھے (کافی) اس پر زیادتی مکروہ ہے (سراج الوہاج میں اختیار شرح مختار سے نقل کیا ہے) اگر قرارت اور تسبیح نہ پڑھی کوئی حرج نہیں ہے اگر بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن قرارت افضل ہے، سب روایات میں یہی صحیح ہے (ذخیرہ) اسی پر اعتماد ہے (فتاویٰ قاضی خاں) یہی اصح ہے (محیط فصل قرارت) یہی صحیح اور ظاہر روایت ہے (بدائع) سکوت مکروہ ہے (خلاصہ) قعدۂ اخیر میں بھی اسی طرح بیٹھے جس طرح پہلے قعدہ میں بیٹھ چکا ہے (ہدایہ) تشہد پڑھے پھر درود پڑھے (محیط) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے درود کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھے:-

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم و بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم کی اولاد پر۔ اور برکت نازل فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کی اولاد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی اولاد پر بلاشُبہ تو تعریف کا مستحق ہے

بعضوں نے اللھم ارحم محمداً کہنا مکروہ کہا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے (تبیین) جب درود سے فارغ ہو جائے اپنے لیے، اپنے ماں باپ کے لیے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگے (خلاصہ) اپنے لیے اور اپنے علاوہ دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا مانگے اور دعا میں صرف اپنی تخصیص نہ کرے، یہی سنت ہے (تبیین) اس کے بعد یہ پڑھے:-

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (خلاصہ)

اے اللہ مجھے دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرمایئے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیے۔

ان الفاظ سے دعا نہ مانگے جو کلام ناس سے مشابہ ہوں، یا جن چیزوں کا مانگنا آدمیوں سے محال نہیں ہے جیسے یہ کہے اے اللہ فلاں عورت سے میرا نکاح کرا دے، یہ آدمیوں سے کرنے کی باتیں ہیں، اور جن چیزوں کا مانگنا آدمیوں سے محال ہے مثلاً یہ کہے اللھم اغفرلی۔ اے اللہ میری مغفرت کر دیجئے، یہ آدمیوں سے کرنے کی باتیں نہیں ہیں۔ اللھم ارزقنی کہنا قسم اول میں داخل ہے (ہدایہ) اس لفظ سے دعا جائز نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے (عینی شرح ہدایہ)۔ اگر اللھم ارزقنی مالا عظیما (اے اللہ مجھے بہت سارا مال دے) کہا نماز فاسد ہو جائے گی، اللھم ارزقنی العلم والحج (اے اللہ مجھے علم اور حج کا رزق عطا فرما) کہا یا اسی طرح کے اور الفاظ کہے۔ نماز فاسد نہ ہوگی (مضمرات)۔ ولوالجیہ میں ہے نماز میں ایسی دعا مانگنی چاہیے جو اسے یاد ہے اس لیے کہ اس کی زبان پر کہیں ایسا کلام جاری نہ ہو جائے جو لوگوں کے کلام سے مشابہ ہے اور نماز فاسد ہو جائے (تاتارخانیہ) اور جن چیزوں کو ہم نے

مفسد صلوٰۃ کہا ہے وہ اس صورت میں ہے جب وہ آخر صلوٰۃ میں بقدر تشہد نہ بیٹھا ہو اور اگر بقدر تشہد بیٹھ گیا اس کی نماز پوری ہو جائے گی اور اس کے ذریعہ سے وہ نماز سے باہر آجائے گا (تبیین)

اُن دعاؤں میں جو احادیث سے ثابت ہیں ایک دعا وہ ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا تھا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتلایئے جس کو میں نماز میں پڑھا کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ دعا پڑھا کرو:۔

اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً وانہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔

اے اللہ میں نے بے شک اپنے اوپر بہت ظلم کیے اور تمام گناہوں کو آپ ہی معاف فرما سکتے ہیں لہٰذا میری خاص مغفرت اپنی جانب سے کیجئے اور مجھ پر رحم فرمایئے بلاشبہ آپ ہی بہت مغفرت فرمانے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جن کلمات کو اختیار فرمایا تھا ان میں سے یہ ہے:۔

اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذبک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم۔

اے اللہ میں آپ سے ہر قسم کی بھلائی طلب کرتا ہوں جو مجھے معلوم ہے اور جو مجھے معلوم نہیں ہے اور میں آپ سے ہر قسم کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس سے میں واقف ہوں اور جس سے میں واقف نہیں ہوں۔ (نہایہ)

نماز کے آخر میں درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:۔

اللھم اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعائی ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب

اے اللہ مجھے نماز کا پابند کر دیجئے اور میری اولاد کو بھی اے اللہ میری دعا قبول کیجئے اے اللہ میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب کے قائم ہونے کے دن

(تاتارخانیہ میں حجۃ سے نقل کیا ہے) اس کے بعد دو سلام پھیرے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف، پہلے سلام میں دائیں طرف اتنا رخ موڑے کہ داہنے رخسار کی سفیدی نظر آجائے اور اسی طرح دوسری جانب بھی اتنا ہی رخ موڑے کہ اس کے بائیں رخسار کی سفیدی نظر آجائے۔ قنیہ میں ہے کہ یہی اصح ہے (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابی المکارم) اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ (تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو) کہے (محیط) الف لام کے ساتھ سلام کہنا مختار ہے، اسی طرح التحیات میں الف لام کے ساتھ سلام کہے۔ (ظہیریہ) اس سلام میں ہمارے نزدیک "وبرکاتہ" نہ کہے، ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ دوسرا سلام پہلے سلام کی بہ نسبت پست ہو (محیط) یہی بہتر ہے (محیط) اگر صرف دائیں جانب سلام پھیر کر اٹھ کھڑا ہوا اور ابھی تک باتیں نہیں کیں اور مسجد سے باہر نہیں نکلا تو بیٹھ کر دوسرا سلام پھیر دے (تاتارخانیہ میں حجت سے نقل کیا ہے) صحیح ہے کہ قبلہ کی طرف پشت کرنے کے بعد دوسرا سلام نہ پھیرے (قنیہ) اگر بائیں جانب سلام پھیر دیا تو جب تک باتیں نہیں کیں داہنی طرف سلام پھیر دے اور بائیں طرف کے سلام کا اعادہ نہ کرے اور اگر منہ کے سامنے سلام پھیرا ہے تو بائیں طرف سلام پھیر دے (تبیین) مقتدی کے سلام میں اختلاف ہے فقیہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مقتدی کا انتظار کرنا مختار ہے جب امام دائیں جانب سلام پھیر چکے تب مقتدی داہنی طرف سلام پھیرے اور جب امام بائیں جانب کے سلام سے فارغ ہو جائے تب مقتدی بائیں جانب سلام پھیرے (فتاویٰ

قاضی خان) محافظ فرشتے اور وہ مسلمان جو اس کی دونوں جانب ہیں سلام میں ان سب کی نیت کرنی چاہیئے (زاہدی) ہمارے زمانہ میں عورتوں کی نیت نہ کرے اور نہ ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کی نماز میں شریک نہیں ہیں، یہی صحیح ہے (ہدایہ) مقتدی ان لوگوں کے ساتھ امام کی بھی نیت کرے، امام دائیں جانب ہو تو اس طرف کے لوگوں میں اور بائیں جانب ہو تو اُس طرف کے لوگوں میں اس کی نیت کرے اور اگر امام اس کے سامنے ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دائیں جانب میں اس کی نیت کرے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں جانب اس کی نیت کرے (محیط) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت ہے (کافی) فتاویٰ میں ہے کہ یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ) اکیلا نماز پڑھنے والا محافظ فرشتوں کی نیت کرے اور کسی کی نیت نہ کرے، فرشتوں کی نیت میں کوئی عدد معین نہ کرے (ہدایہ) یہی صحیح ہے (بدائع) امام ظہر مغرب اور عشاء کا سلام جب پھیر دے اس کے لیئے بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے اور سنتوں کے لیئے کھڑا ہو جائے۔ جہاں فرض نماز پڑھی ہے اسی جگہ سنتیں نہ شروع کرے، دائیں بائیں یا کچھ پیچھے ہٹ جائے اور اگر چاہے تو گھر جا کر سنتیں پڑھ لے، اگر مقتدی ہے یا منفرد اور وہ نماز کی جگہ بیٹھ کر دعا مانگتا ہے تو جائز ہے، اور اسی طرح اگر وہ سنتوں کے لیئے اپنی جگہ پر یا دائیں بائیں کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جائے جائز ہے، یہ سب صورتیں برابر ہیں، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر اور عصر ان میں اسی جگہ قبلہ کی طرف منہ کیئے ہوئے بیٹھے رہنا مکروہ ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدعت ٹھہرایا ہے، پھر اس کو اختیار ہے چاہے چلا جائے اور چاہے اپنی محراب میں طلوع شمس تک بیٹھا رہے، یہی افضل ہے، نمازیوں کی طرف منہ کرے اگر سامنے کوئی مسبوق نہ ہو۔ اور اگر مسبوق ہے تو دائیں یا بائیں جانب کو پھر جائے، سردی اور گرمی کے موسم کا ایک ہی حکم ہے یہی صحیح ہے (خلاصہ اور حجۃ) میں ہے جب امام ظہر، مغرب اور عشاء سے فارغ ہو جائے، سنتیں شروع کرے اور لمبی دعاؤں میں مشتغول نہ ہو (تاتارخانیہ)

چوتھی فصل ——— قرأت کے مسائل

اگر سفر میں مجبوری ہے مثلاً کسی کا خوف ہے یا چلنے میں جلدی ہے تو سنت یہ ہے کہ الحمد شریف کے ساتھ جو سورۃ چاہے پڑھے اور اگر حضر میں مجبوری ہے مثلاً وقت تنگ ہے یا اپنی جان و مال کا اندیشہ ہے اس کے لیئے اس قدر پڑھنا سنت ہے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے (زاہدی) سفر میں حالت اختیاری ہو مثلاً وقت میں وسعت، امن اور قرار ہے تو اس کے لیئے فجر کی نماز میں سورۂ بروج یا اس جیسی کسی سورت کا پڑھنا سنت ہے تاکہ سنت قرأت کی رعایت اور سفر کی تخفیف دونوں جمع ہو جائیں (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) ظہر میں بھی اتنی ہی قرأت کرے، عصر اور عشاء میں اس سے کم اور مغرب میں نہایت چھوٹی سورتیں پڑھے (زاہدی) حضر میں سنت یہ ہے کہ فجر کی دونوں رکعات میں الحمد شریف کے علاوہ چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے، جامع صغیر میں لکھا ہے، ظہر میں بھی فجر کی طرح طویل قرأت کرے اور اصل میں لکھا ہے یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشاء میں الحمد شریف کے علاوہ بیس آیتیں پڑھے مغرب کی ہر رکعت میں چھوٹی سورت پڑھے (محیط) حضر میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھنا فقہاء کے نزدیک مستحسن ہے، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل پڑھے اور مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھے (وقایہ) سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک کی سورتوں کا نام "طوال مفصل" ہے اور سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک اوساط مفصل، اور لم یکن سے آخر قرآن تک "چھوٹی سورتیں" کہلاتی ہیں (محیط، وقایہ، منیۃ المصلی) یتیمہ میں ہے اگر عصر کی نماز مکروہ وقت میں پڑھ رہا ہے تب بھی قرأت مسنون ہی کا پڑھنا درست ہے (تاتارخانیہ) وتر کی نماز میں الحمد شریف کے علاوہ کوئی اور سورت متعین نہیں ہے۔ جو پڑھے بہتر ہے (محیط)

لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ الخ قل یا ایہا الکافرون الخ اور قل ہو اللہ احد پڑھی ہیں کبھی تبرکاً یہ سورتیں پڑھے اور کبھی ان کے علاوہ اور سورتیں پڑھے تاکہ باقی قرآن کے چھوٹ جانے سے بچ جائے (تہذیب) مستحب قرات سے زیادہ نہ پڑھے، لوگوں پر نماز گراں نہ ہونے دے لیکن مستحب قرات اور سنت ادا کرنے کے بعد تخفیف کا لحاظ کرے (مضمرات میں طحاوی سے نقل کیا ہے) فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے طویل قرات بالاجماع مسنون ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک سب نمازوں میں پہلی رکعت دوسری رکعت کے اعتبار سے طویل ہونی چاہیئے، اسی پر فتویٰ ہے (زاہدی، معراج الدرایہ) حجۃ میں فتوی کے لیئے یہی قول لیا گیا ہے (تاتارخانیہ) جمعہ اور عیدین میں اسی طرح خلاف ہے (بدائع) پھر مشائخ کا ایک اور اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے دونوں رکعتوں میں دو ثلث اور ایک ثلث کا فرق ہونا چاہیئے یعنی پہلی رکعت میں دو ثلث اور دوسری رکعت میں ایک ثلث قرات کرے اور شرح طحاوی میں ہے پہلی رکعت میں تیس آیتیں اور دوسری رکعت میں دس بیس آیتیں پڑھے (محیط) یہ اولویت کا بیان ہے اور اگر بہت زیادہ فرق ہے مثلاً پہلی رکعت میں ایک یا دو سورتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں تین آیتیں پڑھیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (ظہیریہ) جامع صغیر کی بعض شرحوں میں مذکور ہے کہ اگر دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے تین آیتیں زیادہ پڑھی ہیں بلاخلاف مکروہ ہے اور اگر تین آیتوں سے کم پڑھی ہیں مکروہ نہیں ہے، (خلاصہ) مرغینانی نے کہا ہے زیادتی کا اعتبار آیتوں سے اس وقت کیا جائے گا جب آیتیں برابر ہوں۔ اور اگر آیتیں چھوٹی بڑی ہیں تو کلمات و حروف سے زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔ (تبیین) نماز میں قرآن کی کسی سورۃ کو متعین کر لینا مکروہ ہے طحاوی اور اسبیجابی نے کہا ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے نزدیک متعینہ سورت کا پڑھنا اس قدر یقینی اور واجب ہو کہ اس کے علاوہ دوسری سورت کا پڑھنا ناجائز یا مکروہ خیال کرے لیکن اگر سہولت کے لیئے کوئی سورت متعین کر لی ہے یا کسی سورت کو تبرکاً اس لیئے پڑھتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ کبھی کبھار دوسری سورتیں بھی پڑھ لیا کرے، تاکہ کوئی جاہل یہ خیال نہ کر بیٹھے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت جائز ہی نہیں ہے۔ (تبیین) فرض کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے علاوہ پوری سورۃ پڑھنا افضل ہے اور اگر عاجز ہے تو دونوں رکعتوں میں ایک سورت پوری کرے (خلاصہ) اگر ایک سورت میں سے کچھ ایک رکعت میں اور کچھ دوسری رکعت میں پڑھا بعضوں نے کہا ہے مکروہ ہے اور بعض فرماتے ہیں مکروہ نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے (ظہیریہ) لیکن اس طرح نہ پڑھی اور اگر اس طرح پڑھا کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر ایک رکعت میں سورۃ کے درمیان سے یا آخر سے پڑھا اور دوسری رکعت میں دوسری سورۃ کے درمیان یا آخر سے پڑھا ظاہر روایت کے مطابق ایسا نہ کرنا چاہیئے اور اگر اس طرح کیا کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے (ذخیرہ) حجۃ میں ہے ایک رکعت میں کسی سورۃ کے آخر سے پڑھا اور دوسری رکعت میں چھوٹی سی سورۃ پڑھی جیسے ایک رکعت میں آمن الرسول الخ والا رکوع پڑھا اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھی۔ مکروہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) دونوں رکعتوں میں سورۃ کا آخری حصہ پڑھنا کسی ایسی مکمل سورۃ کے پڑھنے سے افضل ہے جس کی بہ نسبت سورۃ کے آخری حصہ میں زیادہ آیتیں ہوں، اور اگر سورۃ میں زیادہ آیتیں ہیں اس کا پڑھنا افضل ہے (ذخیرہ) ایک طویل آیت جیسے آیت مدائنہ یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا چاہیئے اس کی اولویت میں بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے اگر تین چھوٹی آیتیں قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورۃ کے برابر ہو جائیں تو ان کا پڑھنا افضل ہے (تاتارخانیہ)۔ ایک رکعت میں ایسی دو صورتیں پڑھنا جن کے درمیان کئی سورتوں کا یا ایک سورۃ کا فاصلہ ہو مکروہ ہے اور اگر دو رکعتوں میں ایسی دو صورتیں پڑھیں جن کے درمیان کئی سورتوں کا فصل ہے مکروہ نہیں ہے اور اگر ایک سورۃ کا فصل ہے بعضوں نے کہا ہے مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے اگر لمبی سورۃ ہے تو مکروہ نہیں ہے (محیط) جیسے دو چھوٹی سورتوں کے فصل میں کراہت نہیں ہے (خلاصہ) بعضوں نے کہا ہے کسی حالت میں

بھی کراہت نہیں ہے، اگر ایک رکعت میں ایک سورۃ پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے اوپر کی آیت پڑھی مکروہ ہے اسی طرح ایک رکعت میں ایک آیت پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے اوپر کی آیت پڑھی مکروہ ہے، اگر ایک رکعت میں یا دو رکعتوں میں دو ایسی آیتیں پڑھے جن کے درمیان ایک یا کئی آیتوں کا فصل ہے ان کا وہی حکم ہے جو سورتوں کا ذکر کیا جا چکا ہے (محیط) احکامات کی یہ تفصیل "فرائض" میں ہے۔ سنتوں میں یہ چیزیں مکروہ نہیں ہیں (محیط) اگر ایک رکعت میں ایک سورۃ پڑھی اور دوسری رکعت میں ایسی سورۃ پڑھی کہ ان دونوں میں ایک سورۃ کا فصل ہے یا اس سے اوپر کی سورۃ پڑھی مختار یہ ہے کہ اسی طرح پڑھتا رہے اور نہ چھوڑے (ذخیرہ) ایک سورۃ شروع کی ایک یا دو آیتیں پڑھنے کے بعد دوسری سورت شروع کرنے کا ارادہ کیا یہ مکروہ ہے، یہی حکم اس صورت میں ہے جب ایک آیت سے کم پڑھی ہے اگرچہ آیت میں ایک ہی حرف کم ہو، اگر رکوع کے لیے تکبیر کہی اور اسی قرارت میں زیادتی کرنی چاہی اور رکوع نہیں کیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر نماز میں صرف الحمد شریف پڑھی یا الحمد کے ساتھ ایک دو آیتیں پڑھیں یہ مکروہ ہے (محیط) جو شخص نماز میں قرآن شریف پورا کرے، وہ ایک رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر الحمد شریف کے بعد سورۂ بقرہ کی کچھ آیتیں تلاوت کرے (خلاصہ) حجۃ میں ہے قرآن شریف ساتوں قرارت اور تمام روایات کے ساتھ پڑھنا جائز ہے لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ عجیب قرارتیں اماموں کے ساتھ اور غریب روایات کی قرارت نہ کرے (تاتارخانیہ) بیٹھ کر نفل نماز شروع کی جب رکوع کا ارادہ کیا کھڑا ہو گیا اور رکوع کیا افضل یہ ہے کہ جب کھڑا ہوا ہے تو قرآن کی کچھ آیات بھی پڑھے اور اگر نہ پڑھیں اور سیدھا کھڑے ہو کر رکوع کر لیا جائز ہے اور اگر سیدھا کھڑے نہ ہونے پایا تھا کہ رکوع کر لیا نماز جائز نہ ہوگی (خلاصہ)

پانچویں فصل — قاری کی لغزشوں[۱] کا بیان

ایک کلمے کے حرف کو دوسرے کلمے کے حرف سے ملانا اگر کلمہ کے کسی حرف کو دوسرے کلمہ کے کسی حرف سے ملا دیا مثلاً ایاک نعبد اس طرح پڑھا کہ کاف نون سے مل گیا یا غیر المغضوب علیہم کی قرارت اس طرح کی

---

[۱] قاری کی لغزش مختلف نوعیتوں کی ہوتی ہے اور اس کی جزئیات میں نہایت توسع ہے اس بنا پر یہاں چند اصول ذکر کیے جاتے ہیں جن سے ہر قسم کی غلطی کا حکم معلوم ہو سکتا ہے غلطی یا اعراب میں ہوگی مثلاً زبر زیر پیش سکون میں اور اسی کے حکم میں داخل ہے مشدد لفظ کو تخفیف سے پڑھنا یا تخفیف والے لفظ کو مشدد پڑھنا اور مد والے لفظ کو قصر سے پڑھنا یا قصر والے لفظ کو مد سے پڑھنا، یا غلطی حروف میں ہوگی یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ذکر کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا، کم کرنا یا مقدم و مؤخر کرنا، یا غلطی کلمات میں ہوگی مثلاً ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ ذکر کرنا یا کسی کلمہ کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم و مؤخر کرنا یا غلطی جملہ میں ہوگی اس طرح یعنی ایک جملہ کی جگہ دوسرا ذکر کرنا، ایک جملہ کو زیادہ کرنا، کم کرنا، یا مقدم و مؤخر کرنا ان تمام صورتوں میں حضرات متقدمین کا اصول یہ ہے کہ جس غلطی سے ایسے معنی بگڑ جائیں کہ ان کا اعتقاد کفر ہو تو اس قسم کی غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہیں بگڑتے جن کا اعتقاد کفر ہو لیکن معنی میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے جیسے ھذا الغراب، ھذا الغبار پڑھ دیا یا بالکل بے معنی لفظ ہو جائے جیسے سرائر کی جگہ سرائل پڑھ دیا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر غلطی سے معنی میں نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی اگرچہ مطلب سے معنی بعید ہو گئے تو دیکھنا چاہیے کہ ایسا لفظ قرآن میں موجود ہے یا نہیں اگر موجود نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ لفظ قرآن میں موجود ہے تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور حضرت امام ابو یوسف ...... رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اسی پر فتوی ہے (باقی بر ۵۱)

کہ با، عین سے مل گئی یا سمع اللہ لمن حمدہ اس طرح پڑھا کہ اللہ کی ہا، لام سے مل گئی۔ صحیح یہ ہے کہ اگرچہ عمداً پڑھے نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ)

ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کا ذکر کرنا

اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ذکر کیا اور معنی نہ بدلے مثلاً ان المسلمین کی جگہ ان المسلمون اور ان الظالمین کی جگہ ان الظالمون پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے اور وہ دونوں ایسے حرف تھے جن میں فصل آسانی کے ساتھ ممکن تھا جیسے طا، اور صاد اور صالحات کی جگہ طالحات پڑھا سب کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دونوں حرف ایسے تھے جن میں مشقت کے بغیر فصل ممکن نہ تھا جیسے ظا اور ضاد، صاد اور سین، طا اور تا اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اور اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ امام ابو الحسن اور قاضی امام ابو عاصم نے کہا ہے اگر عمداً ایسا کرے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اتفاقاً اس کی زبان سے نکل گیا یا ان میں تمیز نہیں کر سکتا نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی سب اقوال میں درست اور مختار ہے (وجیز مصنف کردری) جو شخص اچھی طرح حروف ادا نہیں کرتا اسے کوشش کرنی چاہیے اور اس میں معذور نہ ہوگا۔ بعض حروف اگر اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتے اور اسے کوئی ایسی آیت نہیں ملی جس میں یہ حروف نہ ہوں اس کی نماز سب کے نزدیک جائز ہوگی، اگر وہی آیت پڑھتا ہے جس میں یہ حروف ہیں بعضوں نے کہا ہے اس کی نماز جائز نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) یہی صحیح ہے (محیط)

حرف کا حذف کر دینا

اگر کوئی حرف ایجاز[۱] و ترخیم کے ماتحت حذف ہوا ہے اور اس کی شرائط موجود ہیں مثلاً اس طرح پڑھا وَنَادَوا یَا مَالِ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایجاز و ترخیم کے ماتحت حذف نہیں ہوا اور معنی نہیں بدلے جیسے ولقد جاءہم رسلنا بالبینات پڑھا اور تا چھوڑ دی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے جیسے فما لہم لا یؤمنون کی جگہ فما لہم یؤمنون پڑھ دے عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی (محیط) عتابیہ میں ہے کہ یہی اصح ہے (تاتارخانیہ) اور مثلاً وہم لا یظلمون افرأیت کو لا یظلمون فرأیت پڑھا اور افرأیت کا الف حذف کر دیا اور یظلمون کے نون کو افرأیت کی فا سے ملا دیا یا لا یحسبون انہم یحسنون صنعا کو یحسبون نہم یحسنون صنعا پڑھا اور انہم کا الف حذف کر کے دونوں کا نون ملا دیا نماز فاسد نہ ہوگی (ذخیرہ)۔

حرف کا اضافہ کرنا

اگر کوئی حرف بڑھا دیا اور معنی نہیں بدلے مثلاً وانہ عن المنکر کو وانہیٰ عن المنکر پڑھا عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) اسی طرح اگر ہم الذین کفروا کو اس طرح پڑھا کہ ہم کے میم پر جزم اور الذین کے الف محذوف کو ظاہر کیا نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح اگر ما خلق الذکر والانثیٰ کو اس طرح پڑھا کہ الف محذوف اور لام مدغم کو ظاہر کیا نماز فاسد نہ ہوگی۔ (محیط) اگر معنی بدل جائیں جیسے زرابی کو زرابیب پڑھا یا مثانی کو مثانین پڑھا یا الذکر والانثیٰ ان سعیکم لشتیٰ میں وان سعیکم پڑھا اور واؤ کا اضافہ کر دیا یا والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین میں وانک لمن المرسلین پڑھا اور واؤ کا اضافہ کر دیا نماز فاسد ہو جائے گی (خلاصہ)۔

ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ ذکر کرنا

ایک کلمہ چھوڑ کر اس کی جگہ دوسرا کلمہ بڑھا دیا اور جو کلمہ پڑھا ہے وہ اُس کلمہ سے معنی کے لحاظ سے قریب ہے اور وہ قرآن شریف میں دوسری جگہ موجود ہے جیسے علیم کی جگہ حکیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑیں اور وہ لفظ قرآن شریف میں موجود نہیں ہے تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی (مترجم)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] کلمہ سے کسی حرف کو حذف کر دینا خواہ ابتداء سے ہو یا وسط سے یا آخر سے ایجاز کہلاتا ہے اور آخر سے کسی حرف کے حذف کر دینے کو ترخیم کہتے ہیں

پڑھ دیا نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر یہ کلمہ قرآن شریف میں موجود نہیں ہے لیکن معنی کے لحاظ سے اس سے قریب ہے جیسے توّابین کی جگہ تیّابین پڑھ دیا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر یہ کلمہ قرآن شریف میں نہیں ہے اور نہ دونوں کلمے معنی ہی کے لحاظ سے قریب ہیں نیز وہ کلمہ تسبیح، تحمید یا ذکر کی قسم سے بھی نہیں ہے۔ بلاخلاف نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر یہ کلمہ قرآن شریف میں تو موجود ہے لیکن دونوں کلمے معنی کے لحاظ سے قریب نہیں ہیں جیسے انا کنا فاعلین میں فاعلین کے بجائے غافلین پڑھ دیا اور اسی طرح ایسا کلمہ پڑھ دیا جس کے اعتقاد سے کفر لازم آجاتا ہے عامۂ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب بھی یہی ہے (خلاصہ) اگر کسی چیز کی نسبت ایسی چیز کی طرف کردی جس کی طرف وہ منسوب نہیں ہے اور وہ چیز جس کی طرف نسبت ہے قرآن شریف میں موجود نہیں ہے جیسے مریم بنت غیلان پڑھا بلاخلاف نماز فاسد ہوگی اور اگر وہ چیز جس کی طرف نسبت ہے قرآن شریف میں موجود ہے جیسے مریم بنت لقمان یا موسیٰ ابن عیسیٰ پڑھا حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور یہی عامۂ مشائخ کا مذہب ہے اگر عیسیٰ ابن لقمان پڑھا نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر موسیٰ ابن لقمان پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ عیسیٰؑ کے باپ نہیں اور موسیٰ کے باپ ہیں۔ ہاں اس نے نام میں ضرور غلطی کی ہے (وجیز مصنفہ کردری)۔

کلمہ کا بلاعوض اضافہ کرنا

زائد کلمہ ہے اگر معنی بدل جائیں اور یہ کلمہ قرآن شریف میں دوسری جگہ موجود ہے مثلاً اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھا یا یہ کلمہ قرآن شریف میں موجود نہیں ہے مثلاً اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا کو اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَّجَمَالًا پڑھا بلاخلاف نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر معنی نہیں بدلتے اور یہ کلمہ قرآن شریف میں دوسری جگہ موجود ہے مثلاً اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا کو اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا پڑھا بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر یہ کلمہ قرآن شریف میں موجود نہیں ہے مثلاً فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ کو فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّتُفَّاحٌ وَّرُمَّانٌ پڑھا عامۂ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی (محیط)

حرف یا کلمہ مکرر پڑھنا

اگر ایک حرف مکرر پڑھا اور اس میں "تضعیف"[1] کا اظہار ہے مثلاً مَنْ یَّرْتَدَّ کو مَنْ یَّرْتَدِدْ پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک حرف کی زیادتی ہوئی ہے مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کو تین لاموں سے پڑھا نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کلمہ مکرر پڑھا اور معنی نہیں بدلے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے مثلاً رَبِّ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا مَالِکِ مَالِکِ یوم الدین پڑھا صحیح یہ ہے نماز فاسد ہو جائے گی (ظہیریہ)۔

تقدیم و تاخیر میں غلطی کرنا

اگر ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے مقدم کر دیا یا اس کو مؤخر کر دیا اور معنی نہیں بدلے مثلاً لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ پڑھا اور شَھِیْقٌ کو مقدم کر دیا نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) اور اگر معنی بدل گئے مثلاً اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ کو اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ پڑھا اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی، یہی صحیح ہے (ظہیریہ) اور اگر دو کلموں پر مقدم کر دیا اور معنی بدل گئے مثلاً اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ کو اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَخَافُوْھُمْ وَلَا تَخَافُوْنِ پڑھا نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر معنی نہیں بدلے مثلاً تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ وَّتَبْیَضُّ وُجُوْہٌ پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی

[1] تضعیف صرفیوں کی ایک خاص اصطلاح کا نام ہے ہر وہ کلمہ جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں "مضاعف" کہلاتا ہے۔

اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کر دیا اور معنی بدل گئے مثلاً عصف کو عفص پڑھا نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہیں بدلے مثلاً غُثَاءً اَحوٰی کو غُثَاءً اَوْحَی پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہی مختار ہے (خلاصہ)

ایک آیت کی جگہ دوسری آیت پڑھنا اگر ایک آیت پر پورا وقف کر کے دوسری آیت پوری یا تھوڑی سی پڑھی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ پڑھ کر اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ پڑھ دیا یا سورۂ وَالتِّیْنِ ھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ تک پڑھی پھر وقف کیا اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ پڑھ دیا یا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پڑھا اس کے بعد وقف کیا پھر اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر وقف نہ کیا اور دوسری آیت سے ملا دیا اور معنی نہیں بدلے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ کی جگہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ جَزَاءُ الْحُسْنٰی پڑھ دیا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر معنی بدل جائیں ...... مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ پڑھ دیا اور اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ کو خٰلِدِیْنَ فِیْھَا تک پڑھ کر اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ پڑھ دیا تمام علماء کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی صحیح ہے (خلاصہ)۔

غیر موضع میں وقف، وصل اور ابتداء اگر ایسی جگہ وقف کیا جہاں وقف کا موقع نہیں ہے یا ایسی جگہ سے ابتداء کی جو ابتداء کا مقام نہیں ہے اور معنی میں بہت کھلا ہوا تغیر بھی نہیں ہوا مثلاً ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات پڑھ کر وقف کیا پھر اولٓئک ہم خیر البریہ سے ابتدا کی ہمارے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی (محیط)۔ اگر ایسی جگہ وصل کیا جہاں وصل کا موقع نہیں ہے مثلاً اصحاب النار پر وقف نہ کیا اور اس کو اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے ملا دیا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن قبیح ہے (خلاصہ) اور اگر معنی میں کھلا ہوا تغیر ہو جائے مثلاً شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ پڑھا اور پھر وقف کیا پھر الا ھو پڑھا اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور فتویٰ اس پر ہے کہ کسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ (محیط) قاضی امام سعید نجیب ابو بکر نے کہا ہے جب قراءت سے فارغ ہو جائے اور رکوع کا ارادہ کرے اور قراءت اللہ کی تعریف پر ختم ہوئی ہے تو اللہ اکبر کا اس سے ملانا اولیٰ ہے اور اگر اللہ کی تعریف پر ختم نہیں ہوئی مثلاً اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ پڑھا وہاں اللہ اکبر کو اس سے جدا کرنا اولیٰ ہے (تاتارخانیہ)

اعراب کی غلطی اگر اعراب میں غلطی کی اور معنی نہیں بدلے مثلاً لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ میں تاء پر پیش پڑھا نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں کھلا ہوا تغیر ہو گیا جیسے عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ میں آدم کے میم پر زبر اور ربہ کی بار پر پیش پڑھا یا اسی قسم کی اور غلطی کی جس کے قصد کرنے سے کفر لازم آجاتا ہے اگر بطور خطا قراءت کی گئی متقدمین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور متاخرین میں اختلاف ہے محمد ابن مقاتل اور ابو نصر محمد بن سلام اور ابو بکر ابن سعید بلخی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی اور ابو بکر محمد ابن فضل اور شیخ امام زاہد شمس الائمہ حلوائی کا یہ قول ہے نماز فاسد نہ ہوگی۔ متقدمین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اس لیے کہ اس کے عمداً پڑھنے سے کفر لازم آجاتا ہے اور جس کے پڑھنے سے کفر لازم آجاتا ہو وہ قرآن شریف میں نہیں ہے۔ اور متاخرین کے قول میں آسانی اور سہولت زیادہ ہے اس لیے کہ اکثر آدمی ایک اعراب کو دوسرے اعراب سے ممتاز نہیں کر پاتے (فتاویٰ قاضی خاں)

یہی اشبہ ہے (محیط) اسی پر فتویٰ ہے (عتابیہ) اور یہی "ظہیریہ" میں لکھا ہے۔

تشدید[1] اور مد چھوڑ دینا

اگر تشدید اور مد کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا مثلاً اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں تشدید نہ پڑھی یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں بار بر تشدید نہ پڑھی مختار یہ ہے نماز فاسد نہ ہوگی اور ہر جگہ یہی حکم ہے عامہ مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور مد چھوڑنے میں اگر معنی نہیں بدلتے مثلاً اُولٰٓئِکَ بغیر مد کے پڑھا یا اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ کا مد چھوڑ دیا نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جائیں مثلاً سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ میں مد چھوڑ دیا یا دعاء اور نداء میں مد نہ پڑھا مختار یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی جس طرح تشدید کے چھوڑنے میں نماز فاسد نہیں ہوتی (خلاصہ) اگر وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ میں تشدید پڑھی، بعض نے کہا ہے نماز فاسد نہ ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (عتابیہ)

ادغام[2] اور ترک ادغام

اگر ایسی جگہ ادغام کیا جہاں کسی نے ادغام نہیں کیا اور اس ادغام سے عبارت بگڑ جاتی ہے اور کلمہ کے معنی سمجھ میں نہیں آتے مثلاً قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ میں غین کا لام میں ادغام کیا نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر ایسی جگہ ادغام کیا جہاں کسی نے ادغام نہیں کیا ہے لیکن اس سے کلمہ کے معنی نہیں بدلتے اور وہی معنی سمجھ میں آتے ہیں جو ادغام کے بغیر سمجھے جاتے تھے مثلاً قُلْ سِیْرُوْا پڑھا اور لام کا سین میں ادغام کر دیا نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسی جگہ ادغام نہیں کیا مثلاً اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ پڑھا اور ادغام چھوڑ دیا نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عبارت بگڑ جائے گی (محیط)

امالہ[3] کرنا

ایسی جگہ امالہ کیا جہاں امالہ کا موقع نہیں ہے مثلاً بسم اللہ امالہ سے پڑھی یا مالک یوم الدین کی قرارت امالہ کے ساتھ کی اور اسی طرح بے موقع امالہ کیا نماز فاسد نہ ہوگی (محیط)

مصحفِ عثمانی کی قرارت ترک کرنا

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے جس مصحف کو جمع کیا ہے اگر اس مصحف سے قرارت نہیں کی اور اس کے معنی ادا نہیں ہوئے اور وہ دعاء اور ثنا نہیں ہے بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر اس سے معنی ادا ہوتے ہیں حضرت امام اعظم اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس مسئلہ میں صحیح جواب یہ ہے اگر حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ کے مصحف سے قرارت کی وہ نماز کی قرارت میں شمار نہ ہوگی لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہاں تک اگر اس کے ساتھ مشہور قرآن سے اس قدر قرارت کی جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔ (محیط)

پورا کلمہ نہ پڑھنا

اگر ایک کلمہ کے کچھ حروف پڑھے اور پورا کلمہ نہ پڑھ سکا اس وجہ سے کہ اس کا سانس ٹوٹ گیا تھا یا باقی کلمہ بھول گیا تھا بعد میں یاد آیا تو پڑھ دیا مثلاً الحمد للہ پڑھنے کا ارادہ کیا اور اَل پر سانس ٹوٹ گیا یا باقی کلمہ بھول گیا تھا پھر یاد آیا اور حمد للہ پڑھا یا باقی کلمہ ذکر نہیں کیا مثلاً الحمد اور سورۃ پڑھنے کا ارادہ کیا تھا اور الحمد پڑھنا بھول گیا پھر پڑھنے کا ارادہ کیا اور جب اَل کہا اسے خیال آیا کہ میں پڑھ چکا ہوں اور قرارت ترک کر کے رکوع کر لیا یا ٹھوٹا

---

[1] کسی حرف کے مکرر پڑھنے کو تشدید کہتے ہیں اور مد کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو کھینچنا اور دراز کرنا اور اصطلاح میں اس کے معنی ہیں حرف مد یا لین میں آواز کو دراز کرنا۔ [2] ادغام کے معنی ہیں ایک شی کو دوسری شی میں داخل کرنا اور اصطلاح میں اس کے معنی ہیں پہلے حرف کو دوسرے کا مثل بنا کر اس میں داخل کر دینا [3] امالہ کے لغوی معنی مائل کرنا اور جھکانا ہیں اور اصطلاح میں الف کو مائل بیا اور فتحہ کو مائل بکسرہ کرنے کے آتے ہیں۔ مترجم

سا کلمہ پڑھا اور اس کو چھوڑ کر دوسرا کلمہ شروع کر دیا پس ان سب صورتوں میں اور اسی طرح کی دیگر صورتوں میں بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ شمس الائمہ حلوائی اسی پر فتویٰ دیتے تھے، بعض مشائخ کا یہ قول ہے اگر ایسا کلمہ تھوڑا سا پڑھا جس کے کل پڑھنے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے تو بعض حروف کے پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسا کلمہ تھوڑا سا پڑھا جس کے کل پڑھنے میں نماز فاسد نہیں ہوتی تو بعض حروف کے پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی (ذخیرہ)

جو حکم کل کلمہ کا ہے وہی بعض کلمہ کا حکم ہے۔ یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ بعض مشائخ نے کہا ہے اگر جز کلمہ کے معنی بھی لغوی اعتبار سے کچھ درست ہو سکتے ہیں اور لغو نہیں ہیں اور قرآن کے معنی بھی نہیں بدلتے تو نماز فاسد نہ ہونی چاہیئے اور اگر جز کلمہ کے کچھ معنی نہیں ہیں، لغو ہوں یا نہ ہوں لیکن اس سے قرآن کے معنی بدل جاتے ہیں، نماز فاسد ہو جائے گی اور اکثر مشائخ کا مذہب یہ ہے نماز فاسد نہ ہوگی، اس لیئے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں ہے، ان کا وہی حکم ہوگا جو نماز میں کھنکارنے کا ہے (ذخیرہ، محیط) اگر کلمہ کے بعض حروف آہستہ پڑھے صحیح یہ ہے نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ ایسی صورت اکثر واقع ہو جایا کرتی ہے (محیط)

نماز میں لحن کے ساتھ قرآن پڑھا اور کلمہ بدل گیا نماز فاسد ہو جائے گی، اگر مد اور لین[1] کے حروف میں لحن کیا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر بہت کھلا ہوا لحن کیا نماز فاسد ہو جائے گی۔ نماز کے علاوہ قرآن لحن سے پڑھا اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اکثر مشائخ نے اس کو مکروہ بتایا ہے (خلاصہ) یہی صحیح ہے (وجیز کردری) اس کا سننا بھی مکروہ ہے (خلاصہ) ابو القاسم صفار بخاری نے نقل کیا ہے اگر اس طرح نماز ادا کی جس میں بعض وجہ جواز کی ہیں اور بعض وجہ فساد کی۔ احتیاطاً فساد کا حکم کیا جائے گا لیکن قرارت کے مسئلہ میں جواز کا حکم کیا جائے گا اس لیئے کہ اس کی غلطیوں میں تمام لوگ مبتلا ہیں (ظہیریہ)

اسماء باری میں تانیث

اگر کسی نے نماز میں هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ میں یأتیہم کو تَأْتِيَهُمْ تا سے پڑھا، محمد بن علی بن محمد ادیب نے کہا نماز فاسد ہو جائے گی اس لیئے کہ اللہ کے ناموں میں تانیث داخل کرنا جائز نہیں ہے جس طرح لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ میں اور اسی طرح دیگر صفاتِ الٰہی میں تانیث داخل کرنا جائز نہیں ہے، اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے کہا ہے نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ یہ غیر اللہ کا فعل ہے، بعض مشائخ نے اسی کو صحیح کہا ہے (محیط، ذخیرہ)۔ فوائد میں ہے اگر کسی نے نماز میں کھلی ہوئی خطا کی پھر لوٹا کر صحیح پڑھ دیا میرے نزدیک اس کی نماز جائز ہے اعراب کی غلطی کا یہی حکم ہے۔ اگر کسی نے پیش کی جگہ زبر پڑھا یا زبر کی جگہ پیش پڑھا یا زبر و پیش کی جگہ زیر پڑھا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(پانچواں باب) (سات فصلیں)

امامت کا بیان

پہلی فصل — جماعت کا بیان

جماعت سنت مؤکدہ ہے (متون، خلاصہ، محیط سرخسی) غایۃ میں ہے ہمارے مشائخ نے اس کو واجب کہا ہے، مفید میں ہے

[1] حروف مد اور لین حروف علت یعنی واؤ الف یا ی کو کہتے ہیں بشرطیکہ ان کے ماقبل کی حرکت ان ہی کے جنس سے ہو۔ (مترجم)

جماعت کو سنت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، بدائع میں ہے ایسے مردوں پر جو عاقل، بالغ، آزاد ہیں اور بلا حرج جماعت پر قادر ہیں ان پر جماعت واجب ہے اگر جماعت فوت ہوجائے تو ہمارے اصحاب کا بلا خلاف یہ قول ہے کہ دوسری مسجد میں اس کی طلب واجب نہیں لیکن اگر دوسری مسجد میں جماعت کے لیئے چلا جائے تو بہتر ہے، اگر اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے بہتر ہے۔ قدوری نے ذکر کیا ہے کہ اپنے گھر کے لوگوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ نماز پڑھے۔ شمس الائمہ نے کہا ہے ہمارے زمانہ میں اولیٰ یہ ہے اگر اپنے محلہ کی مسجد کے اندر داخل نہیں ہوا کسی اور جگہ جماعت تلاش کرے اور اگر داخل ہوگیا ہے تو وہیں نماز پڑھ لے۔ جماعت مختلف عذروں سے ساقط ہوجاتی ہے یہاں تک کہ جماعت بیمار، لنگڑے اپاہج اور وہ شخص جس کا دایاں ہاتھ بایاں پیر یا اس کے برعکس کٹے ہوئے ہیں یا فقط پیر کٹے ہوئے ہیں یا فالج کی بنا۔ پر چلنے سے معذور ہے یا زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہے یا نابینا ہے، ان تمام صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر جماعت واجب نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ بارش، کیچڑ، زیادہ سردی اور گھٹا ٹوپ تاریکی میں بھی جماعت ساقط ہوجاتی ہے۔ (تبیین)۔

اندھیری رات میں تیز ہوا سے بھی ساقط ہوجاتی ہے۔ دن میں ہوا عذر نہیں ہے، اسی طرح پیشاب پاخانہ یا ان میں سے ایک کی حاجت ہو جماعت ساقط ہوجاتی ہے۔ اگر یہ اندیشہ ہے کہ جماعت کے لیئے نکلے گا تو اس کا قرض خواہ اسے گرفتار کرلیگا یا سفر کا ارادہ ہے اور جماعت کھڑی ہوگئی اور اسے اندیشہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھے گا تو قافلہ چھوٹ جائے گا، اسی طرح کسی بیمار کی تیمارداری میں مصروف ہے یا اپنے مال کے ضیاع کا اندیشہ ہے، اسی طرح شام کا کھانا حاضر ہے اور جماعت کھڑی ہوگئی اور اس کا نفس کھانے کی طرف راغب ہے اسی طرح کھانا عشا کے وقت کے علاوہ حاضر ہے اور اس کا نفس اس کی طرف راغب ہے ان تمام صورتوں میں جماعت ساقط ہوجاتی ہے (سراج الوہاج)۔

اگر محلہ کی مسجد میں امام متعین ہے اور لوگ معروف ہیں اور ان لوگوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اذان کے ساتھ دوسری نماز اس مسجد میں جماعت کے ساتھ جائز نہیں ہے، اور اگر بغیر اذان کے پڑھیں بالاجماع مباح ہے، راستہ کی مسجد کا یہی حکم ہے (شرح مجمع) جمعہ کے علاوہ دیگر نمازوں میں ایک سے زیادہ مرد ہوں تو جماعت ہے اگرچہ ساتھ ایک سمجھ دار لڑکا ہی ہو (سراجیہ) لوگوں کو بُلا بلا کر نفل کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے اور صدر الشہید کی اصل میں ہے اگر اذان واقامت کے بغیر مسجد کے مختلف گوشوں میں جماعت سے نماز پڑھی مکروہ نہیں ہے۔ شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر امام کے علاوہ تین آدمی ہوں بالاتفاق مکروہ نہیں ہے۔ چار میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے (خلاصہ)

دوسری فصل ــــــ امامت[1] کا زیادہ حقدار کون ہے

امامت کے لیئے وہ شخص سب سے زیادہ اولیٰ ہے جو نماز کے احکام سے زیادہ واقف ہو (مضمرات) یہی ظاہر ہے (بحرالرائق)

---

[1] امامت کی دو قسمیں ہیں کبریٰ وصغریٰ۔ امامت کبریٰ کی تعریف یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بن کر لوگوں کی دینی و دنیوی مصالح کی حفاظت اور ان کا بندوبست کرنا اور صغریٰ کی تعریف یہ ہے کہ مقتدی کی نماز کا امام کی نماز سے چند شرائط کے ساتھ وابستہ ہونا، یہاں پر امامت کی یہی قسم مراد ہے۔ (مترجم)

یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ قراءت سے اس قدر واقف ہو جس سے قراءت کی سنت ادا ہو جائے (تبیین) دین کے بارے میں مطعون نہ ہو (کفایہ، نہایہ) ظاہری گناہوں سے بچتا ہو اگرچہ اس کے علاوہ اس سے زیادہ کوئی اور پرہیزگار ہو۔ (محیط، زاہدی) ایک شخص کو نماز کا علم کامل ہے لیکن اس کے سوا دیگر علوم سے ناواقف ہے یہی زیادہ مستحق ہے (خلاصہ) اگر نماز کے احکام برابر جانتے ہیں تو جو شخص علم قراءت سے زیادہ واقف ہے یعنی وقف کی جگہ وقف، وصل کی جگہ وصل، تشدید کی جگہ تشدید اور تخفیف کی جگہ تخفیف کرے وہ زیادہ مستحق ہے[1] (کفایہ) اگر قراءت کے علم میں بھی سب یکساں ہیں جو ان میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو وہ اولیٰ ہے اور اگر تقویٰ میں بھی سب برابر ہیں تو جو ان میں عمر میں سب سے زیادہ ہے وہ اولیٰ ہے[2] (ہدایہ) اگر عمر میں بھی سب برابر ہیں تو جو سب سے زیادہ بااخلاق ہو وہ اولیٰ ہے اور اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو جو ان میں زیادہ خوب صورت ہے وہ اولیٰ ہے (فتح القدیر) خوب صورتی سے مراد وہ نورانیت ہے جو رات میں زیادہ نماز پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے (کافی) اور اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو سب سے زیادہ شریف نسب والا ہے (فتح القدیر)

جو شخص سب سے زیادہ کامل ہوگا وہی سب سے زیادہ مستحق ہوگا۔ اس لیے کہ مقصود کثرتِ جماعت ہے اور لوگوں کی رغبت ایسے شخص میں زیادہ ہوتی ہے، (تبیین) ساری خصلتیں اگر جمع ہو جائیں تو ان میں قرعہ ڈالا جائے یا قوم کے اعتبار پر چھوڑ دیں، اگر کسی گھر میں مہمان ہوں اور جماعت کریں تو گھر والا امامت کے لیے سب سے اولیٰ ہے لیکن اگر ان میں بادشاہ یا قاضی ہے اور گھر والا ان میں سے کسی کو تعظیماً بڑھا دے تو افضل ہے اور اگر ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے جائز ہے، اگر کسی گھر میں کرایہ دار بھی ہے اور مالک مکان بھی تو جماعت کی اجازت دینے کا حق کرایہ دار کو ہے اور اجازت اس سے طلب کی جائے گی (تاتارخانیہ) اسی طرح کسی شخص نے مکان مستعار لیا ہے تو مستعار دینے والے سے مستعار لینے والا اولیٰ ہے (سراج الوہاج)

مسجد میں ایسا شخص داخل ہوا جو امامت کی صفات میں امام محلہ کے اعتبار سے زیادہ کامل ہے تو محلہ کا امام اولیٰ ہے (قنیہ) گونگا اگر گونگوں کا امام ہے سب کی نماز جائز ہے، گونگے نے اُمّی کی امامت کی، بعض مواضع میں لکھا ہے ہمارے علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں اور شیخ الاسلام نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے گونگا اور امی اگر نماز پڑھنا چاہیں تو اُمی امامت کے لیے اولیٰ ہے امی نے گونگے کی امامت کی بلا خلاف دونوں کی نماز جائز ہوگی (تاتارخانیہ)

منیۃ المصلی میں لکھا ہے صرف جنابت سے تیمم کرنے والا اس شخص سے اولیٰ ہے جس نے حدث سے تیمم کیا ہو (نہر الفائق) مسجد میں کچھ لوگ اندر ہیں اور کچھ باہر، مؤذن نے تکبیر کہی باہر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کا امام بن گیا اور اندر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کا امام بن گیا جس شخص نے پہلے نماز شروع کر دی اس کے اور مقتدیوں کے حق میں کراہت نہیں ہے (خلاصہ) دو شخص فقہ اور نیکی میں برابر ہیں لیکن ان میں ایک علم قراءت میں زیادہ ہے اور مسجد والوں نے دوسرے کو امام بنایا تو برا کیا اور اگر بعض نے قاری کو اور بعض نے دوسرے شخص کو پسند کیا تو اکثر کا اعتبار ہے (سراج الوہاج) اگر محلہ میں امامت کے لائق ایک ہی شخص ہے اس پر امامت لازم نہیں ہے وہ امامت کے چھوڑنے سے گنہ گار نہ ہوگا (قنیہ)۔

---

[1] اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں کا سب سے عمدہ قاری ہے۔ [2] اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ملیکہ کے دونوں لڑکوں سے فرمایا ولیؤمکما اکبرکما سنًّا۔ تم دونوں میں سے وہ امام بنے جو تم میں عمر کے لحاظ سے بڑا ہے۔

تیسری فصل ——— امامت کے لائق کون ہے؟

مرغینانی نے کہا صاحب ہویٰ اور صاحب بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے، رافضی، جہمی، قدری، مشبہ اور اس شخص کے پیچھے جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے نماز جائز نہیں، اور حاصل یہ ہے اگر "دینی خرابی" ایسی ہے جس سے کافر نہیں ہوتا تو کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہے (تبیین۔ خلاصہ) یہی صحیح ہے (بدائع)

ایک شخص معراج کا منکر ہے دیکھیں گے اگر "اسراء" یعنی مکہ سے بیت المقدس تک جانے کا انکار کرتا ہے کافر ہے اور اگر بیت المقدس سے آگے معراج کا منکر ہے کافر نہ ہوگا۔ ایک شخص نے بدعتی یا فاسق کے پیچھے نماز پڑھی اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن اس قدر ثواب حاصل نہ ہوگا جو متقی کے پیچھے نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے (خلاصہ) شافعی المذہب کی اقتداء جائز ہے جبکہ امام اختلافی مقامات سے بچتا ہو مثلاً غیر سبیلین سے نجس چیز نکلے یا فصد کھلوائے تو وضو کر لے، اور قبلہ سے بہت زیادہ منحرف نہ ہوتا ہو (نہایہ، کفایہ، باب الوتر) اس میں شک نہیں اگر مواضع غروب سے منحرف ہو جائے تو قبلہ سے ہٹا ہوا شمار کیا جائے گا (فتاویٰ قاضی خان)

امام متعصب نہ ہو، اپنے ایمان میں شک نہ رکھے، ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی سے وضو نہ کرے، منی لگ جائے تو اپنے کپڑے دھوئے تک منی کھرچ ڈالے۔ وتر کو قطع نہ کرے، قضا نمازوں میں ترتیب کا لحاظ رکھے، چوتھائی سر کا مسح کرے (نہایہ۔ کفایہ باب الوتر)۔ تھوڑے پانی میں اگر نجاست گر جائے اس سے وضو نہ کرے (فتاویٰ قاضی خاں) مستعمل پانی سے وضو نہ کرے (سراجیہ) امام تمرتاشی نے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے نقل کیا ہے اگر شافعی امام کے بارے میں یہ چیزیں یقینی طور پر معلوم نہ ہوں اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے (کفایہ، نہایہ) مقتدی امام کے بارے میں ایسی چیزیں جانتا ہے جن سے امام کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے جیسے عورت یا ذکر کا چھونا اور امام کو اس کی اطلاع نہیں ہے اکثر فقہاء کے نزدیک مقتدی کی نماز جائز ہوگی اور بعض کے نزدیک جائز نہ ہوگی پہلا قول اصح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی رائے کے بموجب امام کی نماز جائز ہے اور اس کے حق میں اپنی ہی رائے معتبر ہے اس لیے جواز کا قول معتبر ہے (تبیین)

فضلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے حنفی کی اقتداء وتر میں اس شخص کے پیچھے جس کی رائے امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے موافق ہو جائز ہے (خلاصہ) تیمم کرنے والے نے وضو کرنے والوں کی امامت کی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے (ہدایہ) شیخ الاسلام نے یہ اختلاف اس صورت میں ذکر کیا ہے جب وضو کرنے والوں کے پاس پانی نہ ہو اور اگر ان کے پاس پانی ہے تو تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت نہ کرے (نہایہ) وضو کرنے والے کی اقتداء تیمم کرنے والے کے پیچھے جنازہ کی نماز میں بلا اختلاف جائز ہے (خلاصہ) دونوں کا عذر اگر ایک ہے تو ایک معذور کی اقتداء دوسرے معذور کے پیچھے جائز ہے اور اگر عذر مختلف ہیں تو ایک معذور کی اقتدا دوسرے معذور کے پیچھے جائز نہیں ہے (تبیین) پس انفلات ریح والے مریض کی اقتدا سلسل البول والے مریض کے پیچھے جائز نہیں ہے۔ (بحر الرائق)

اسی طرح سلسل البول والے مریض کی اقتداء انفلاتِ ریح والے مریض کے پیچھے یا اس شخص کے پیچھے جس کا زخم اچھا ہونے میں نہیں آتا جائز نہیں ہے اس لیے کہ امام میں دو اور مقتدی میں ایک عذر ہے (جوہرہ نیرہ) پاک شخص سلسل البول والے مریض کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور نہ پاک عورتیں اس عورت کے پیچھے نماز پڑھیں جس کو استحاضہ کی بیماری ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب وضو کرتے ہوئے یا وضو

کے بعد حدث ہو جائے (زاہدی)

پیر دھونے والے کی اقتدار موزوں یا جبیرہ پر مسح کرنے والے کے پیچھے جائز ہے، جس شخص نے فصد لگوائی ہے اگر اسے خون نکلنے کا اندیشہ نہیں ہے وہ تندرست لوگوں کا امام بن سکتا ہے، جو شخص جانور پر سوار ہے وہ اس کا امام بنے جو اس کے ساتھ جانور پر سوار ہے یا اشارہ سے نماز پڑھنے والا اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا یا ننگا ننگوں کا امام بنے جائز ہے (خلاصہ) ننگوں کے لئے افضل یہ ہے کہ بیٹھکر الگ الگ نماز پڑھیں اور ایک دوسرے سے دور ہو جائیں۔ اگر جماعت سے نماز پڑھیں امام عورتوں کی جماعت کی طرح بیچ میں کھڑا ہو (جوہرہ نیرہ) امام آگے بڑھ گیا جائز ہے (نہایہ) ان کی نماز جماعت سے مکروہ ہے (جوہرہ نیرہ۔ سراج الوہاج) کھڑے ہونے والے کی اقتدار اس شخص کے پیچھے جو بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع وسجدہ کرے درست ہے، رکوع وسجدہ کرنے والے کی اقتدار اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

کبڑا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی امامت اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی امامت کر سکتا ہے (ذخیرہ، خانیہ) نظم میں ہے کبڑے کے قیام و رکوع میں اگر فرق ظاہر ہے بالاتفاق نماز جائز ہو گی اور اگر فرق ظاہر نہیں ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے اسی کو اکثر علمانے اختیار کیا ہے، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے (کفایہ) امام کا پاؤں ٹیڑھا ہے وہ تھوڑے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے پورے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا اس کی امامت جائز ہے، اگر دوسرا شخص امام بنے اولیٰ ہے (تبیین) نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے (ہدایہ) اگرچہ آخر کی دو رکعتوں میں قرات نہ کرے (تاتارخانیہ ناقلاً عن جامع الجوامع) نفل پڑھنے والے نے فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدار کی پھر نماز توڑ دی پھر اسی فرض میں امام کی اقتدا کی اور اس نماز کی نیت کی جس کی قضا نماز توڑنے کی وجہ سے اس پر لازم ہوئی ہے ہمارے نزدیک جائز ہے (کافی)

ہر وقت جنون میں رہنے والے اور نشے والے کے پیچھے اقتدار جائز نہیں ہے، اگر کبھی جنون ہو جاتا ہے اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہے تو افاقہ کے زمانہ میں اس کے پیچھے اقتدار جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں) فقیہ نے کہا ہے ظاہر روایت کے بموجب اس میں فرق نہیں ہے کہ اس کے افاقہ کا وقت معلوم ہے یا نہیں ہے، وہ افاقہ کے زمانہ میں تندرست آدمی کی طرح ہے یہی قول ہم نے اختیار کیا ہے (تاتارخانیہ) مقیم کا مسافر کے پیچھے اقتدار کرنا وقت اور خارج وقت دونوں میں صحیح ہے اور مسافر کی مقیم کے پیچھے اقتدا وقت میں درست ہے خارج وقت میں درست نہیں ہے۔ مقیم نے عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور سورج غروب ہو گیا ایک مسافر آیا اس نے امام کی اس عصر میں اقتدار کی اس کی اقتدا درست نہ ہو گی۔ ظہر کی دو سنتیں پڑھنے والے شخص نے اس شخص کی اقتدا کی جو ظہر سے پہلے کی چار سنتیں پڑھ رہا ہے اس کی اقتدا درست ہے (خلاصہ)

دیہاتی، نابینا، غلام، ولد زنا اور فاسق کا امام بننا جائز ہے (خلاصہ) لیکن مکروہ ہے (متون) مرد کے پیچھے عورت کا نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب امام عورت کی نیت کرے اور خلوت نہ ہو اگر امام خلوت میں ہے سب عورتوں کا یا کچھ کا محرم ہے کراہت کے ساتھ اس کی امامت جائز ہے (نہایہ شرح طحاوی)۔ مرد کے پیچھے عورت کی اقتدار جمعہ کی نماز میں جائز ہے اگرچہ مرد اس کی نیت نہ کرے اسی طرح عیدین کی نماز میں جائز ہے یہی اصح ہے (خلاصہ) عورت کے پیچھے مرد کی اقتدا جائز نہیں ہے (ہدایہ)

فرائض و نوافل سب میں عورت کا دیگر عورتوں کا امام بننا مکروہ ہے لیکن جنازہ کی نماز میں مکروہ نہیں ہے (نہایہ) عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں تو امام درمیان میں کھڑی ہو لیکن درمیان میں کھڑے ہونے سے بھی کراہت زائل نہیں ہوئی اور اگر امام بڑھ جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی (جوہرہ نیرہ) عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا افضل ہے (خلاصہ) عورتوں سے آگے بڑھ کر خنثیٰ

مشکل امامت کرے جائز ہے۔ خنثیٰ مشکل درمیان میں کھڑا ہوگیا اگر وہ مرد کے حکم میں ہے تو برابر ہو جانے کے باعث عورتوں کی نماز فاسد ہو جائے گی (محیط سرخسی) خنثیٰ مشکل کی امامت مردوں کے لیے اور اسی طرح خنثیٰ مشکل کے لیے جائز نہیں ہے۔ جو لڑکا قریب البلوغ ہو اس کا اپنے جیسے لڑکوں کا امام بننا جائز ہے (خلاصہ) تراویح اور مطلق سنتوں میں ائمہ بلخ کے قول کے مطابق لڑکوں کے پیچھے اقتدا جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں) مختار یہ ہے کہ کسی نماز میں جائز نہیں (ہدایہ) یہی اصح ہے (محیط) اکثر فقہاء کا یہی قول ہے، یہی ظاہر روایت ہے (بحرالرائق)۔ گونگا منفرد نماز پڑھے اس کی نماز جائز ہے اگرچہ قاری کی اقتدا پر قادر ہو (تاتارخانیہ) امی لوگوں کی امامت امی کرے جائز ہے (سراجیہ) اگر امی نے ایک امی اور ایک قاری کی امامت کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرف قاری کی نماز فاسد ہوگی اگر یہ سب علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بعض کہتے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے اور بعضوں کے نزدیک نماز صحیح ہوگی، یہی صحیح ہے (شرح مجمع البحرین) امی نے نماز شروع کی پھر قاری آگیا بعضوں نے کہا نماز فاسد ہوگی اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر امی حاضر ہوا اور قاری نماز پڑھا رہا تھا اس نے اقتدا نہ کی اور نماز پڑھ لی اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہے قاری مسجد کے دروازے پر ہے یا مسجد کے پڑوس میں ہے اور امی مسجد میں اکیلا نماز پڑھے بلا اختلاف امی کی نماز جائز ہے، اگر قاری اور نماز پڑھتا ہے اور امی دوسری نماز پڑھنا چاہے بالاتفاق امی کو علیحدہ نماز پڑھنا جائز ہے، قاری کے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرے امام تمرتاشی نے لکھا ہے امی کے لیے ضروری ہے کہ رات دن اس کوشش میں رہے کہ اسے اس قدر پڑھنا آجائے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے اگر اس نے کوتاہی کی عنداللہ معذور نہ ہوگا۔ (نہایہ) قاری کی اقتدا امی اور گونگے کے پیچھے صحیح نہیں ہے اور اسی طرح امی کی اقتدا گونگے کے پیچھے اور کپڑا پہننے والے کی اقتدا ننگے کے پیچھے اور مسبوق کی اقتدا اپنی باقی نماز میں دوسرے مسبوق کے پیچھے صحیح نہیں (فتاویٰ قاضی خاں) لاحق کی اقتدا لاحق کے پیچھے اور سواری سے اتر کر نماز پڑھنے والے کی اقتدا سوار کے پیچھے صحیح نہیں (خلاصہ) ظہر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے اور آج کی ظہر پڑھنے والے کی اقتدا کل کی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے یا جمعہ کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے اور جمعہ پڑھنے والے کی اقتدا ظہر پڑھنے والے کے پیچھے اور فرض نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں۔ اور نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں .... لیکن اگر کسی نے دوسرے شخص کی نماز کی نذر کی اور ان میں سے ایک دوسرے کی اقتدا کرے صحیح ہے۔ نفل نماز توڑنے والے کی اقتدا نفل نماز توڑنے والے کے پیچھے صحیح نہیں ہے ہاں اگر دونوں نفل میں شریک ہیں دونوں نے نماز توڑ دی پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کی اقتدا کی صحیح ہے۔ دو شخصوں نے یہ قسم کھائی ہم نماز پڑھیں گے پھر ایک نے دوسرے کی اقتدا کی صحیح ہے۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں اور قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہے (محیط سرخسی)

ایک ننگا شخص کچھ ننگے آدمیوں اور کچھ کپڑے پہننے والوں کا امام بنا، امام اور ننگے آدمیوں کی نماز جائز ہوگی اور کپڑے پہننے والوں کی نماز بالاجماع جائز نہ ہوگی (خلاصہ) ایک شخص تندرست[۱] ہے اور اس کا کپڑا نجس ہے جس کو وہ دھو نہیں سکتا اس کی اقتدا ایسے شخص کے پیچھے جس کو ہر وقت حدث ہوتا رہتا ہے صحیح نہیں ہے (تاتارخانیہ)۔ توتلا جو بعض حروف ادا کرنے پر قادر نہیں ہے اس کی امامت جائز نہیں مگر اپنے ہی جیسے توتلے کا اس وقت امام بن سکتا ہے جب قوم میں کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جو اچھی طرح حروف ادا کر سکے

[۱] تندرست یہاں معذور کے مقابلہ میں ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو معذور شرعی نہیں ہے۔

لیکن اگر قوم میں ایسا شخص موجود ہے جو اچھی طرح حروف ادا کرنے پر قادر ہے تو توتلے امام اور پوری قوم کی نماز فاسد ہوگی، جو شخص غیر جگہ میں تو وقف کر دیتا ہے اور وقف کی جگہ وقف نہیں کرتا اس کو امام نہ بننا چاہیئے یہی حکم اس شخص کا ہے جو پڑھتے ہوئے زیادہ کھنکارتا ہو یا اسے "تمتمہ" کی عادت ہو یعنی چند بار ادا کیئے بغیر تاء ادا نہ ہوتی ہو یا اسے فأفأۃ کی عادت ہو یعنی چند بار ادا کیئے بغیر فاء ادا نہ ہوتی ہو۔ جو شخص مشقت کے بغیر حروف ادا نہیں کر سکتا اس کو تمتمہ یا فأفأۃ نہیں ہے اور جب حروف ادا کرتا ہے تو صحت کے ساتھ ادا کرتا ہے اس کا امام بننا مکروہ نہیں ہے (محیط فی زلۃ القاری) قاری نے امی کے پیچھے اقتدا کی اس کی نماز شروع نہ ہوگی۔ یہاں تک اگر نفل نماز شروع کی اور توڑ دی اس کی قضا واجب نہ ہوگی، یہی صحیح ہے، یہی حکم اس صورت میں ہے جب مرد، عورت یا لڑکے کے پیچھے یا بے وضو جنبی کے پیچھے نفل میں اقتدا کرے اور اس کو توڑ دے۔ ان مسائل میں اصل یہ ہے امام کا حال اگر مقتدیوں کے حال کے برابر ہے یا زیادہ ہے تو سب کی نماز جائز ہے اور اگر امام کا حال مقتدیوں کے حال سے کم ہے امام کی نماز جائز ہو جائے گی مقتدیوں کی جائز نہ ہوگی (محیط) لیکن اگر امام امی ہے اور مقتدی قاری یا امام گونگا ہے اور مقتدی امی امام کی نماز بھی جائز نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔ فقیہ ابو عبداللہ جرجانی نے کہا ہے امی یا گونگے کو اگر معلوم ہو جائے کہ ان کے پیچھے قاری ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معلوم نہ ہوا نماز فاسد نہ ہوگی جیسا کہ صاحبینؒ فرماتے ہیں۔ ظاہر روایت کے مطابق جاننے اور نہ جاننے کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے، (نہایہ)

دو شخصوں نے ایک ساتھ نماز شروع کی اور ہر شخص نے یہ نیت کی میں دوسرے کا امام ہوں دونوں کی نماز پوری ہو جائے گی اگر ہر ایک نے یہ نیت کی میں دوسرے کا مقتدی ہوں دونوں کی نماز جائز نہ ہوگی، (محیط سرخسی)۔ ایسے شخص کے امام بننے میں جس کے بدن پر جاندار کی تصویریں ہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیئے کہ تصویریں کپڑے میں چھپی ہوئی ہیں، یہی حکم اس صورت میں ہے جب انگوٹھی پہن کر نماز پڑھی اور اس میں ننھی سی تصویر ہے یا اس کے پاس دراہم ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی تصاویر ہیں، نماز جائز ہوگی اس لیئے کہ یہ تصاویر چھوٹی ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص امامت کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنے محلہ کی مسجد میں امامت نہیں کرتا اور رمضان شریف میں دوسرے محلہ کی مسجد میں امامت کے لیئے جاتا ہے اس کو اپنے محلہ سے عشا کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی چلا جانا چاہیئے، اگر عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد جائیگا اس کے لیئے مکروہ ہوگا (خلاصہ)

جمعہ کی نماز کی امامت ایک فاسق شخص کرتا ہے اور قوم اس کے منع کرنے سے عاجز ہے بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ جمعہ میں اسی کی اقتدا کریں اور اس کی امامت کی وجہ سے جمعہ نہ چھوڑیں، جمعہ کی نماز کے علاوہ اور نمازوں میں اگر وہ امام بنتا ہے تو دوسری مسجد میں چلا جانا اور اس کے پیچھے اقتدا نہ کرنا جائز ہے، (ظہیریہ) ایک شخص جماعت کی امامت کرتا ہے اور لوگ اس سے بیزار ہیں اگر یہ بیزاری اس بنا پر ہے کہ اس شخص میں کوئی نقص ہے یا دوسرے لوگ امامت کے اس سے زیادہ مستحق ہیں اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر امامت کا وہی زیادہ مستحق ہے مکروہ نہیں ہے (محیط) نماز کو بہت دراز کرنا مکروہ ہے (تبیین) امام کے لیئے مناسب ہے کہ مسنون قرات کے بعد تطویل نہ کرے، اہل جماعت کے حال کی رعایت کرے (جوہرہ نیرہ) ایک شخص نے مہینہ بھر تک امامت کی اس کے بعد کہا میں مجوسی تھا، اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور ان کی نماز جائز ہوگی اور اس کو خوب سزا ملے گی، اسی طرح اس نے اگر یہ کہا کہ میں نے مدت تک بلا وضو نماز پڑھائی ہے اور وہ بے باک ہے اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر یہ احتمال ہے کہ وہ تقوی اور احتیاط کے طور پر کہہ رہا ہے تو نمازوں کا اعادہ کریں گے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب یہ ظاہر ہو جائے کہ امام کافر مجنون، عورت، خنثی یا امی تھا یا تحریمہ کے بغیر یا حدث اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی تھی۔ (تبیین)۔

چوتھی فصل ـــــ وہ چیزیں جو صحت اقتدا سے مانع ہیں یا مانع نہیں ہیں

تین چیزیں اقتدا سے مانع ہیں:-

(۱) عام سڑک جس پر گاڑیاں اور لدے ہوئے اونٹ گذرتے ہیں (شرح طحاوی)۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان تنگ راستہ حائل ہے جس پر گاڑیاں اور لدے ہوئے اونٹ نہیں گزرتے وہ اقتدا سے مانع نہیں ہے، اور اگر چوڑا راستہ ہے جس میں گاڑیاں اور لدے ہوئے اونٹ گذر جاتے ہیں اقتدا جائز نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ) یہ اس وقت ہے جب صفیں راستہ میں ملی ہوئی نہیں ہیں اگر صفیں راستہ میں ملی ہوئی ہیں اقتدا جائز ہوگی۔ سڑک پر ایک آدمی کے کھڑے ہونے سے صف نہیں مل جاتی تین آدمیوں کے کھڑے ہونے سے بالاتفاق صف مل جاتی ہے دو میں اختلاف ہے، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مل جاتی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نہیں ملتی (محیط)۔ امام راستہ میں کھڑا ہوا ہے اور لوگ اس کے پیچھے راستہ کی لمبائی میں صفیں باندھے کھڑے ہیں اگر امام اور اس کے پیچھے کی صف میں اس قدر فاصلہ نہیں ہے کہ گاڑی گذر جائے نماز جائز ہوگی پہلی صف اور دوسری صف کے درمیان اور اسی طرح آخر صفوف تک یہی حکم ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

جنگل کے میدان میں اگر اس قدر فاصلہ ہے جس میں دو صفیں آسکتی ہیں اقتدا جائز نہ ہوگی، عیدگاہ میں فاصلہ اگر دو صفوں کے برابر یا اس سے زیادہ ہے اقتدا جائز ہوگی، جنازہ گاہ میں مشائخ کا اختلاف ہے نوازل میں اس کو بھی مسجد کے حکم میں بیان کیا ہے (خلاصہ)

(۲) بڑی نہر جس پر کسی تدبیر یعنی پل وغیرہ کے بغیر نہ گذر سکیں (شرح طحاوی) اگر مقتدی اور امام کے درمیان بڑی نہر حائل ہے جس میں کشتیاں وغیرہ چلتی ہیں اقتدا جائز نہ ہوگی اگر چھوٹی ہے جس میں کشتیاں نہیں چلتیں اقتدا درست ہوگی، یہی مختار ہے (خلاصہ) یہی صحیح ہے (جوہر اخلاطی)، یہی حکم اس صورت میں ہے جب نہر جامع مسجد کے اندر ہو (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اگر نہر پر پل ہے اور اس پر صفیں ملی ہوئی ہیں جو شخص نہر کے اس پار ہے اس کی اقتدا درست ہے، تین آدمی بالاجماع ایک صف کے حکم میں ہیں ایک شخص بالاجماع صف کے حکم میں نہیں ہے دو میں اختلاف ہے جیسا کہ راستہ کے بیان میں گذر چکا، امام اور مقتدی کے درمیان پانی کا چشمہ یا حوض ہے جس میں ایک طرف نجاست گرنے سے دوسری جانب نجس ہو جاتی ہے اس کی اقتدا درست ہوگی اور اگر دوسری جانب نجس نہیں ہوتی اقتدا درست نہ ہوگی (محیط)۔

(۳) عورتوں کی پوری صف ہے (شرح طحاوی) امام کے پیچھے عورتوں کی پوری صف ہے اور ان کے پیچھے مردوں کی صفیں ہیں ان سب صفوں کی نماز استحساناً فاسد ہے (محیط) مسجد میں کچھ لوگ سائبان کی چھت پر نماز پڑھ رہے ہیں، ان کے نیچے ان سے آگے عورتیں ہیں یا راستہ ہے ان لوگوں کی نماز جائز نہ ہوگی، اگر تین عورتیں ہیں ظاہر روایت کے بموجب ہر صف کے تین شخصوں کی نماز آخر صفوں تک فاسد ہوگی اور باقی لوگوں کی نمازیں جائز ہوں گی اگر عورتوں کی پوری صف ہے سب کی نماز فاسد ہوگی (یہ فتاویٰ قاضی خاں کے مسائل شک میں لکھا ہے)

شیخ زاہد ابو الحسن نے استغنیٰ میں لکھا ہے اگر مسجد میں بالاخانہ ہے اور اس پر عورتوں کی صفیں ہیں جنھوں نے امام کی اقتدا کر رکھی ہے اور بالاخانہ کے نیچے مردوں کی صفیں ہیں جو لوگ عورتوں سے پیچھے ہوں گے ان کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام عورتوں کی

مردوں کو نماز پڑھا رہا ہے عورتوں کی صف مردوں کی صف کے برابر ہے عورتوں اور مردوں کے درمیان جو شخص ہوگا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یہ شخص عورتوں اور مردوں کے درمیان سترہ کے مثل ہوگا۔ اسی طرح مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان سُترہ اگر اس لکڑی کے بقدر لگا ہوا ہے جو اونٹ کے کجاوہ کے آخر میں لگی رہتی ہے تو یہ مردوں کے لیے حجاب بن جائے گا اور کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی، یہی حکم اس صورت میں ہے جب مردوں اور عورتوں کے درمیان ذراعؔ برابر دیوار ہو دیوار اگر ذراع سے کم ہے سترہ نہ بنے گی، عورتیں اگر اس دیوار کے اوپر ہیں جو ذراع کے برابر ہے وہ سترہ نہ بنے گی اور اگر دیوار قد آدم کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے لیے سترہ ہے جو زمین پر ہیں اور جو لوگ دیوار پر ہیں ان کے لیے سترہ نہ ہوگی۔ (محیط)

امام اور مقتدی کے درمیان اگر اتنی بڑی دیوار حائل ہو کہ مقتدی امام تک پہونچنا چاہے تو نہ پہونچ سکے اس کی اقتدا درست نہ ہوگی خواہ امام کا حال اس پر مشتبہ ہو یا نہ ہو (ذخیرہ)۔ اگر دیوار چھوٹی ہے اور مقتدی امام تک پہونچ سکتا ہے اقتداء درست ہوگی۔ یا دیوار بڑی ہے اس میں اتنا بڑا روزن ہے جس میں داخل ہو کر امام کے پاس پہونچ سکتا ہے اس کی اقتدا درست ہوگی، یہی حکم اس صورت میں ہے اگر سوراخ چھوٹا ہے اور امام تک نہیں جا سکتا لیکن سننے یا دیکھنے کی وجہ سے امام کا حال اس پر مشتبہ نہیں ہوتا۔ یہی صحیح ہے۔ اگر دیوار چھوٹی ہے لیکن امام تک نہیں پہونچ سکتا اور اس پر امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا بعضوں نے کہا ہے اقتدا درست ہوگی اور یہی صحیح ہے (محیط) دیوار میں اگر دروازہ بند ہے بعضوں نے کہا ہے اقتدا درست نہ ہوگی اس لیے کہ وہ امام تک پہونچنے کے لیے مانع ہے اور بعضوں نے کہا ہے صحیح ہے اس لیے کہ دروازہ پہونچنے کے لیے بنایا گیا ہے اس لیے بند ہونے کی حالت میں کھلے ہوئے ہونے کا حکم ہوگا (محیط سرخسی)۔ مسجد کے درمیان میں کتنا ہی بڑا فاصلہ کیوں نہ ہو مانع اقتدا نہیں ہے (وجیز کردری)

مسجد کے کنارہ پر اقتدا کی اور امام محراب میں ہے جائز ہے (شرح طحاوی)۔ اگر کسی کے مکان کی چھت مسجد سے ملی ہوئی ہے اس پر اقتدا درست نہ ہوگی اگرچہ امام کا حال مشتبہ نہ رہتا ہوؔ (فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ)۔ یہی صحیح ہے، اگر مسجد کی دیوار پر اقتدا کی درست ہوگی (محیط سرخسی) اگر ایسی دیوار پر کھڑا ہو گیا جو اس کے گھر اور مسجد کے درمیان ہے اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا اقتدا درست ہوگی اور اگر ایسی دوکان پر کھڑا ہو گیا جو مسجد سے خارج ہے لیکن اس سے متصل ہے اور صفیں ملی ہوئی ہیں اقتدا درست ہوگی (خلاصہ) مسجد کے پڑوس میں رہنے والا اپنے گھر میں مسجد کے امام کی اقتدا کر سکتا ہے اگر اس کے اور مسجد کے درمیان عام سڑک نہیں ہے اگر راستہ ہے لیکن صفوں کی وجہ سے بند ہو گیا تب بھی جائز ہے (تاتار خانیہ میں حجۃ سے نقل کیا ہے) مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اور امام مسجد میں ہے اگر چھت پر مسجد کی جانب دروازہ ہے اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوا اقتدا درست ہوگی اور اگر امام کا حال مشتبہ ہو گیا اقتدا درست نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اگر چھت میں مسجد کی جانب دروازہ نہیں ہے اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا تب بھی اقتدا صحیح ہے۔ اسی طرح اگر "میذنہ" پر کھڑے ہو کر مسجد کے امام کی اقتدا کی جائز ہوگی (خلاصہ)

پانچویں فصل ــــــ امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ

اگر امام کے ساتھ ایک شخص یا ایک لڑکا ہے جو نماز کی سمجھ رکھتا ہے امام کے دائیں جانب کھڑا ہو یہی مختار ہے۔ ظاہر روایت کے مطابق امام سے پیچھے نہ ہٹے (محیط) اگر امام کی بائیں جانب کھڑا ہوا جائز ہے لیکن برا ہوگا۔ (محیط سرخسی) اگر امام کے پیچھے کھڑا ہوا جائز ہے،

ؔ ذراع کی مقدار ڈیڑھ گرہ ہے ؔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے صراحۃً کراہت کا ذکر نہیں کیا ہے مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا مکروہ ہے یہی صحیح ہے (بدائع) اگر امام کے ساتھ دو شخص ہیں، اس کے پیچھے کھڑے ہوں اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس کے ساتھ بچہ ہو، اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہے مرد دائیں جانب کھڑا ہو اور عورت اس کے پیچھے اور اگر اس کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہے مرد امام کے پیچھے اور عورت ان کے پیچھے کھڑی ہو، اگر امام کے ساتھ دو آدمی ہیں اور امام ان کے بیچ میں کھڑا ہو گیا نماز جائز ہوگی، جنگل میں دو آدمیوں نے نماز شروع کی ان میں سے ایک نے دوسرے کی اقتدا کی اور وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو گیا اور تیسرا شخص آیا اور اس نے مقتدی کو تکبیر تحریمہ سے پہلے اپنی طرف کھینچا۔ شیخ امام ابوبکر طرخان سے منقول ہے کہ تیسرے شخص کے کھینچنے سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ تکبیر تحریمہ سے پہلے کھینچے یا بعد میں۔ (محیط) فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ)

دو شخص جنگل میں نماز پڑھ رہے تھے ان میں سے ایک دوسرے کا امام تھا پھر ایک تیسرا شخص آکر ان کی نماز میں داخل ہو گیا اور امام سجدہ کرنے کی جگہ سے اس قدر آگے بڑھ گیا جس قدر صف اول اور امام میں فاصلہ ہوتا ہے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (محیط) مرد، لڑکے خنثیٰ، عورتیں اور جوان بچیاں جمع ہو جائیں تو مرد امام کے قریب کھڑے ہوں ان کے پیچھے لڑکے ان کے پیچھے مخنث ان کے پیچھے عورتیں پھر لڑکیاں (شرح طحاوی) عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے لیکن بوڑھی عورت کا فجر، مغرب اور عشا میں آنا مکروہ نہیں ہے لیکن اس زمانہ میں ظہور فساد کے سبب فتویٰ اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں آنا مکروہ ہے (کافی) یہی مختار ہے (تبیین) جماعت والوں کو چاہئے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو برابر کھڑے ہوں، درمیان کے فاصلے بند کرلیں اور مونڈھے سے مونڈھے برابر کریں، اگر امام ان لوگوں کو اس کا حکم دے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (بحرالرائق)

امام کو وسط صف کے مقابل کھڑا ہونا چاہیئے، دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہونا مخالفتِ سنت کے باعث بُرا ہے (تبیین) امام کے مقابلہ میں وہ شخص ہونا چاہیئے جو جماعت میں سب سے افضل ہے (شرح طحاوی) پہلی صف میں کھڑا ہونا دوسری سے اور دوسری صف میں کھڑا ہونا تیسری صف سے افضل ہے، اگر پہلی صف میں ایک آدمی کی جگہ خالی ہے اور دوسری میں نہیں ہے تو دوسری کو چیر کر چلا جائے۔ (قنیہ) مقتدی کے لیئے وہ جگہ افضل ہے جو امام سے قریب ہے، اگر امام سے قرب میں کئی جگہ برابر ہوں تو داہنی طرف کھڑا ہونا چاہیئے، یہی احسن ہے (محیط)۔ عورت کا مرد کے مقابل کھڑا ہونا مرد کے لیئے مفسد صلوٰۃ ہے، اور اس کے لیئے بہت سی شرائط ہیں،

(۱) ایک شرط یہ ہے کہ مقابل ہونے والی عورت مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہو، عمر کا اعتبار نہیں ہے، یہی اصح ہے (تبیین) اگر ایسی لڑکی ہے جس کی طرف رغبت نہیں ہوتی اور وہ نماز سمجھتی ہے اس کے مقابل آجانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (کافی)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مطلق نماز ہو یعنی جس میں رکوع و سجدے ہوتے ہیں اگرچہ وہ دونوں اشاروں سے نماز پڑھ رہے ہوں

(۳) تحریمہ اور ادا میں دونوں شریک ہوں تحریمہ میں شریک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں نے حقیقۃً امام کی تحریمہ پر تحریمہ باندھا ہو، اور ادا میں شریک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں جو نماز ادا کر رہے ہیں اس میں ان دونوں کا امام حقیقۃً یا تقدیراً ایک ہو شروع سے آخر تک ایک امام کے ساتھ نماز پڑھنے والا جو امام کی تحریمہ پر تحریمہ باندھتا ہے وہ امام کی ادا کے ساتھ حقیقۃً نماز ادا کرتا ہے، لاحق جو امام کے تحریمہ پر حقیقۃً تحریمہ باندھتا ہے وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد جو نماز پوری کرتا ہے وہ امام کی ادا کے ساتھ تقدیراً ادا کرتا ہے، مسبوق امام کے بعد جو نماز ادا کرتا ہے اس کی ادا میں منفرد ہوتا ہے پس اگر عورت مرد کے ساتھ اس نماز میں مقابل ہو جائے جو امام کے بعد دونوں ادا کرتے ہیں تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی (تبیین)۔

(۴) دونوں ایک مکان میں ہوں یہاں تک کہ اگر مرد دکان پر ہو اور عورت زمین پر اور دکان قد آدم کے بقدر ہو مرد کی نماز فاسد ہوگی۔
(۵) دونوں کے درمیان کچھ حائل نہ ہو یہاں تک کہ اگر دونوں ایک مکان میں ہیں زمین پر یا دکان پر لیکن ان دونوں کے درمیان ستون حائل ہے مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی (کافی) حائل بننے کے لیے کم سے کم اتنی لکڑی ضرور ہونی چاہیئے جو اونٹ کے کجاوہ کے آخر میں ہوتی ہے، موٹائی میں انگلی کے برابر ہو، خالی جگہ بھی حائل کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ کم از کم اتنی جگہ ہونی چاہیئے جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے، (تبیین)
(۶) ایسی عورت ہونی چاہیئے جس کی نماز صحیح ہوتی ہے "مجنونہ" عورت مرد کے مقابل آگئی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی (کافی)
(۷) امام نے اس عورت یا عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو نیت کا اعتبار شروع کے وقت ہوتا ہے اس کے بعد نہیں ہوتا، عورتوں کی نیت کے صحیح ہونے کے لیے ان کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے،
(۸) تقابل کامل ایک رکن میں ہونا چاہیئے یہاں تک کہ اگر عورت نے ایک صف میں تکبیر کہی دوسری صف میں رکوع اور تیسری صف میں سجدہ کیا ہر صف میں جو شخص اس کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوگا اس کی نماز فاسد ہوگی۔
(۹) دونوں کی نماز کی جہت متحد ہونی چاہیئے جہت اگر مختلف ہوگئی نماز فاسد نہ ہوگی، اختلافِ جہت صرف دو صورتوں میں متصور ہو سکتا ہے (۱) ایک یہ کہ کعبہ کے اندر دونوں نماز پڑھ رہے ہوں (۲) دوسری صورت یہ ہے اندھیری رات ہو اور ہر ایک اپنی رائے سے قبلہ کی جہت مختلف مقرر کرے، عورت کے برابر ہونے میں پنڈلی اور ٹخنہ کا برابر ہونا صحیح قول کے موافق معتبر ہے (تبیین)
اس مسئلہ میں ہر قسم کی عورت کا یہی حکم ہے خواہ اجنبی ہو، محرمہ ہو یا ایسی عورت ہو جس سے جماع کرنا صحیح ہے یا چھوٹی لڑکی ہو جس کی طرف رغبت ہوتی ہے یا ایسی بڑھی عورت ہو جس سے مرد نفرت کرتے ہیں (کفایہ)۔ ایک عورت تین مردوں کی نماز فاسد کرتی ہے ایک اس شخص کی جو اس کی دائیں جانب ہے، ایک اس شخص کی جو اس کی بائیں جانب ہے اور ایک اس شخص کی جو اس کے پیچھے ہے، اس سے زیادہ لوگوں کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (تبیین) اسی پر فتویٰ ہو (تاتارخانیہ)۔ دو عورتیں چار مردوں کی نمازیں فاسد کرتی ہیں ایک وہ شخص جو اس کے دائیں جانب کھڑا ہے ایک وہ شخص جو انکی بائیں جانب کھڑا ہو اور دو شخص جو ان دو عورتوں کے مقابل پیچھے کھڑے ہیں، اگر تین عورتیں ہیں ایک اس شخص کی نماز فاسد ہوگی جو ان کی دائیں جانب ہے ایک اس شخص کی نماز فاسد ہوگی جو ان کی بائیں جانب ہے اور ان کے پیچھے ہر صف میں سے آخر صف تک تین تین آدمیوں کی نمازیں فاسد ہوں گی یہی ظاہر جواب ہے (تبیین) خنثیٰ مشکل کے برابر آجانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (تاتارخانیہ فصل مقام امام و ماموم)۔

چھٹی فصل — وہ چیزیں جن میں امام کی متابعت کیجاتی ہے اور جن میں نہیں کی جاتی

مقتدی نے امام کو تشہد کی حالت میں پایا اور مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے امام اٹھ کھڑا ہوا یا مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا، مختار یہ ہے کہ مقتدی تشہد پورا کرے (غیاثیہ) اگر مقتدی نے تشہد پورا نہ پڑھا کافی ہے، اگر امام نے مقتدی کے تشہد پورا پڑھنے سے پہلے کلام کیا مقتدی اسی طرح تشہد پورا پڑھے جس طرح سلام کی صورت میں پورا پڑھتا ہے، امام نے مقتدی کے تشہد پورا ہونے سے پہلے عمداً وضو توڑ ڈالا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (خلاصہ)۔
امام نے تشہد پڑھا اور قعدہ اولیٰ سے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا مقتدیوں میں کوئی شخص تشہد پڑھنا بھول گیا یہاں تک کہ سب لوگ کھڑے ہو گئے، جس شخص نے تشہد نہیں پڑھا اسے چاہیئے کہ لوٹے اور تشہد پڑھے پھر امام کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اسے

رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ (کفایہ)

امام نے سلام پھیر دیا اور مقتدی ابھی اس دعا سے فارغ نہیں ہوا تھا جو تشہد کے بعد پڑھی جاتی ہے یا مقتدی نے ابھی درود نہیں پڑھا تھا وہ امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔ امام نے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھایا اور مقتدی تین مرتبہ تسبیح نہ پڑھ سکا، صحیح یہ ہے کہ وہ امام کی متابعت کرے (فتاویٰ قاضی خاں) مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھایا اسے لوٹ جانا چاہیئے اور دو رکوع اور دو سجدے نہ ہوں گے (خلاصہ) امام نے سجدہ بہت دیر تک کیا اور مقتدی نے اس گمان سے کہ شاید امام نے دوسرا سجدہ کیا ہے سر اٹھا لیا اور پھر سجدہ میں چلا گیا اب اگر مقتدی نے پہلے سجدہ کی نیت کی ہے یا کوئی نیت نہیں کی یا دوسرے سجدہ اور امام کی متابعت کی نیت کی ہے ان سب صورتوں میں پہلا ہی سجدہ ہوگا، اور اگر اس نے دوسرے سجدہ کی نیت کی اور کوئی نیت نہیں کی دوسرا سجدہ ہوگا، اگر اس سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا جائز ہوگا (تبیین) اور اگر مقتدی نے دوسرے سجدہ سے اپنا سر امام کی زمین پر پیشانی رکھنے سے پہلے اٹھا لیا جائز نہ ہوگا اور اس سجدے کا اعادہ اس پر واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کیا نماز فاسد ہوگی، (فتاویٰ قاضی خاں۔ خلاصہ)۔

مقتدی نے دیر تک سجدہ کیا اور امام نے دوسرا سجدہ بھی کر لیا مقتدی نے سر اٹھایا اور یہ گمان کرتے ہوئے کہ امام پہلے سجدے میں ہے پھر سجدہ کر لیا دوسرا سجدہ ادا ہو جائے گا اگرچہ اس نے صرف پہلے ہی سجدہ کی نیت کی ہو اس لیئے کہ نیت اپنے محل میں واقع نہیں ہوئی نہ اس کے فعل کے اعتبار سے اور نہ امام کے فعل کے اعتبار سے۔ (محیط سرخسی)۔

پانچ چیزیں ایسی ہیں اگر انھیں امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے، (۱) عید کی تکبیریں (۲) پہلا قعدہ (۳) سجدۂ تلاوت (۴) سجدہ سہو (۵) قنوت، جبکہ مقتدی کو رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو (وجیز کردری) اور اگر رکعت فوت ہونے کا اندیشہ نہیں ہے دعاء قنوت پڑھے پھر رکوع میں جائے (خلاصہ) چار چیزیں ایسی ہیں اگر امام انھیں قصداً کرے تو مقتدی اس میں متابعت نہ کرے (۱) امام عمداً نماز میں ایک سجدہ زائد کرے (۲) عید کی تکبیرات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے زیادتی کرے (۳) جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں کہے (۴) پانچویں رکعت میں بھولے سے کھڑا ہو جائے (وجیز کردری) پھر اگر امام پانچویں رکعت میں سجدہ کرنے سے پہلے بیٹھ گیا اور سلام پھیر دیا تو مقتدی بھی سلام پھیر دے، اگر امام نے چوتھی رکعت میں قعدہ نہ کیا اور پانچویں رکعت میں بھول کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا پھر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کیا سب کی نماز فاسد ہو جائے گی (خلاصہ)

نو چیزیں ایسی ہیں اگر امام ان کو چھوڑ دے تو مقتدی ادا کرے (۱) تحریمہ میں ترک رفع یدین (۲) سبحانک اللّٰھم الخ اگر امام الحمد شریف پڑھ رہا ہو اور اگر امام سورۃ پڑھ رہا ہے تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سبحانک الخ نہ پڑھے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے (۳ و ۴) امام رکوع یا سجدہ کی تکبیر (اللہ اکبر) چھوڑ دے (۵) رکوع و سجدہ میں تسبیح نہ پڑھے (۶) سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے (۷) تشہد نہ پڑھے (۸) سلام نہ پھیرے (۹) تکبیرات تشریق نہ پڑھے۔

مقتدی نے تمام رکعات میں امام سے پہلے رکوع و سجدہ کیا تو ایک رکعت بلا قراءت قضا کرے (وجیز کردری) اگر مقتدی نے امام سے پہلے سجدہ کیا اور امام سجدہ میں چلا گیا جائز ہے لیکن مقتدی کے لیئے ایسا کرنا مکروہ ہے (محیط، صفت صلوٰۃ)۔

ساتویں فصل ——— مسبوق اور لاحق کا بیان

مسبوق۔ وہ ہے جسے امام کے ساتھ پہلی رکعت نہ ملے، اس کے بہت سے احکام ہیں (بحر الرائق)۔ ان میں سے ایک

یہ ہے کہ اگر وہ ایسی رکعت کی قرارت میں شریک ہوا ہے جس میں امام جہر کرتا ہے تو سبحانک اللہم آخر نہ پڑھے (خلاصہ) یہی صحیح ہے (تجنیس) یہی اصح ہے (وجیز کردری) برابر ہے کہ وہ امام سے قریب ہو یا دور ہو یا بہرے ہونے کی وجہ سے امام کی آواز نہ سنے (خلاصہ) جب اپنی باقی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو سبحانک اللہم اور اعوذ بھی پڑھے (فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ، ظہیریہ) اگر امام جہر سے نماز نہیں پڑھ رہا ہے اسی وقت سبحانک اللہم آخر پڑھ لے (خلاصہ) اگر امام جہر سے نماز پڑھ رہا ہے خاموش رہے (تاتارخانیہ) امام کو رکوع یا سجدہ کی حالت میں پایا سوچے اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ سبحانک اللہم الخ پڑھ کر رکوع یا سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے گا تو کھڑے ہو کر سبحانک آخر پڑھے ورنہ سبحانک آخر نہ پڑھے اور امام کی متابعت کرے اگر امام کے ساتھ رکوع یا سجدہ میں نہیں شریک ہو سکتا تو سبحانک اللہم اور تعوذ نہ پڑھے۔

اگر قعدہ میں امام کو پا سکتا ہے سبحانک آخر نہ پڑھے بلکہ شروع کی تکبیر (اللہ اکبر) کہے پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائے (بحرالرائق صفت صلوٰۃ) ایک حکم یہ ہے کہ پہلے امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کے بعد جو نماز چھوٹ گئی ہے وہ پوری کرے (محیط سرخسی) اگر اپنی چھوٹی ہوئی نماز پہلے ادا کی پھر امام کے ساتھ شریک ہو گیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہی اصح ہے (ظہیریہ) جامع الفتویٰ میں لکھا ہے بعض متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) فساد کا قول اظہر ہے (بحرالرائق) ایک حکم یہ ہے مقدار تشہد کے بعد امام کے سلام سے پہلے کھڑا نہ ہو لیکن چند صورتوں میں امام سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہے۔ مسبوق نے موزوں پر مسح کر رکھا ہے اور اس کی مدت ختم ہونے کا اندیشہ ہے یا معذور ہے اور نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہے، یا مسبوق کو جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہونے کا خوف ہے یا عیدین کی نماز میں ظہر کا وقت داخل ہونے کا اندیشہ ہے یا فجر کی نماز میں سورج نکلنے کا خوف ہے یا حدث لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے ان سب صورتوں میں مسبوق کے لیے اجازت ہے کہ امام کے فارغ ہونے کا یا سجدۂ سہو کا انتظار نہ کرے لیکن اگر وقت کے نکلنے سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ نہیں ہے تو امام کی متابعت کرے، اسی طرح مسبوق کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ امام کے سلام کا انتظار کرے گا تو لوگ اس کے سامنے سے گذریں گے تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے ہی اپنی نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے (وجیز کردری) ان صورتوں کے علاوہ اگر مسبوق مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو گیا نماز صحیح ہو جائے گی لیکن مکروہ تحریمی ہوگی (فتح القدیر، بحرالرائق) اگر مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہو گیا نماز جائز نہ ہوگی، اگر مسبوق امام کے سلام سے پہلے فارغ ہو گیا اور سلام میں امام کی متابعت کی بعضوں نے کہا نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض نے کہا فاسد نہ ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (خلاصہ، فتح القدیر)۔

مسبوق کا ایک حکم یہ ہے کہ دونوں سلام پھیرنے کے بعد بھی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا نہ ہو بلکہ امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے (بحرالرائق) اتنی دیر ٹھہرا رہے کہ امام سنتوں کے لیے اگر نماز کے بعد سنتیں ہیں کھڑا ہو جائے یا محراب سے پھر جائے، یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا اتنا وقت گذر جائے کہ اگر اس پر سجدۂ سہو واجب ہو تو ادا کرے (ترتاشی باب صلوٰۃ العید)۔

مسبوق کا ایک حکم یہ ہے کہ آخری تشہد میں امام کی متابعت کرے جب تشہد پڑھ چکے اس کے بعد کی دعائیں نہ پڑھے پھر کیا کرے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ ابن شجاع سے منقول ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ بار بار پڑھتا رہے، یہی مختار ہے (غیاثیہ) صحیح یہ ہے کہ مسبوق تشہد اتنا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے قریب فارغ ہو (وجیز کردری، فتاویٰ قاضیخاں، خلاصہ، فتح القدیر) مسبوق کا ایک حکم یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ یا امام سے پہلے بھول کر سلام پھیر دے، اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اگر امام کے بعد سلام پھیرے سجدۂ سہو لازم ہوگا (ظہیریہ) یہی مختار ہے (جواہر اخلاطی) اگر امام کے ساتھ سلام یہ جان کر پھیرے کہ مجھے بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے تو یہ عمداً سلام ہوا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ظہیریہ)۔

اگر امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیرا پھر اسے خیال ہوا کہ نماز فاسد ہوگئی اس نے اللہ اکبر کہہ کر از سر نو نماز شروع کرنے کی نیت کی وہ پچھلی نماز سے خارج ہوگیا، اگر تنہا نماز پڑھنے والے کو اس قسم کا شک ہوا اور اس نے اللہ اکبر کہہ کر از سر نو نماز پڑھنے کی نیت کی تو خارج نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

مسبوق کا ایک حکم یہ ہے کہ وہ جو نماز پڑھتا ہے وہ قراءت کے حق میں اس کی پہلی نماز ہے اور تشہد کے حق میں اس کی دوسری نماز ہے یہاں تک اگر ایک رکعت مغرب کی ملی تھی اس نے دو رکعتیں پوری کیں اور ہر رکعت کے بعد قعدہ کیا پس اس کے تین قعدے ہوجائیں گے اور ان دونوں رکعتوں میں الحمد شریف اور سورۃ پڑھے اگر ان میں سے کسی رکعت میں قراءت چھوڑ دی نماز فاسد ہوجائے گی، اگر چار رکعات والی نماز میں سے ایک رکعت ملی مسبوق کو چاہیئے کہ ایک رکعت اس طرح قضا کرے جس میں الحمد شریف اور سورۃ پڑھے پھر تشہد پڑھے پھر ایک رکعت اسی طرح قضا کرے اور تشہد نہ پڑھے تیسری رکعت میں اس کو اختیار ہے اور قراءت افضل ہے (خلاصہ)

مسبوق کو دو رکعتیں ملیں اور دو رکعتیں قضا کیں ان میں سے ہر ایک میں قراءت کرے اور اگر ایک رکعت میں قراءت نہ کی اس کی نماز فاسد ہوگی۔ اگر امام نے پہلی دو رکعتوں میں قراءت نہ کی اور دوسری دو رکعتوں میں اس کو قضا کیا اور اس میں مسبوق شریک ہوا جب اپنی نماز قضا کرے گا تو اس میں بھی قراءت کرے گا، یہاں تک اگر اس نے قراءت ترک کردی نماز فاسد ہوجائے گی (وجیز کردری)۔ مسبوق کا ایک حکم یہ ہے کہ وہ اپنی نماز پڑھنے میں منفرد کے حکم میں ہے مگر چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ نہ مسبوق کسی کی اقتدا کر سکتا ہے اور نہ دوسرا شخص اس کی اقتدا کر سکتا ہے، پس اگر مسبوق نے مسبوق کی اقتدا کی امام کی نماز فاسد نہ ہوگی مقتدی کی نماز فاسد ہوگی قراءت کرے یا نہ کرے (بحر الرائق)۔ دو مساوی مسبوقوں میں سے ایک یہ بھول گیا کہ اسے کس قدر نماز ادا کرنی ہے اس نے دوسرے کو دیکھ کر نماز قضا کی لیکن اس کی اقتدا نہ کی نماز ہوجائے گی (خلاصہ) امام کو سہو کا گمان ہوا اس نے سجدۂ سہو کرلیا اور مسبوق نے متابعت کی پھر معلوم ہوا کہ اس پر سجدۂ سہو نہ تھا اس میں دو روایتیں ہیں۔ اشہر روایت یہ ہے کہ مسبوق کی نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ اس نے "موضع انفراد" میں اقتدا کی ہے، فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے ہمارے زمانہ میں فاسد نہ ہوگی، (ظہیریہ) اور اگر معلوم نہ ہوا تو فقہا کے قول کے مطابق مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) یہی مختار ہے۔ ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے، اسی قول کو فقہاء نے لیا ہے (غیاثیہ) امام پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا مسبوق نے متابعت کی اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھا تھا مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر نہیں بیٹھا تھا جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے گا نماز فاسد نہ ہوگی، اور جب پانچویں رکعت کا سجدہ کرچکا تو سب کی نماز فاسد ہوجائے گی، (فتاویٰ قاضی خاں)۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے اگر مسبوق نے از سر نو نماز پڑھنے کی نیت سے تکبیر (اللہ اکبر) کہی اس کی نماز از سر نو شروع ہوجائے گی اور پچھلی نماز ختم ہوجائے گی، لیکن منفرد از سر نو نماز پڑھنے کی نیت سے اگر تکبیر کہے تو اس کی پچھلی نماز قطع نہیں ہوتی۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے مسبوق اپنی نماز قضا کرنے کے لیے کھڑا ہوا اور امام پر دو سجدۂ سہو مسبوق کے داخل ہونے سے پہلے کے واجب تھے وہ اس نے ادا کیے تو مسبوق کو چاہیئے کہ جب تک رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے لوٹے اور اس کے ساتھ سجدے میں شریک ہوجائے، مسبوق اگر نہ لوٹا اور سجدہ کرلیا اسی طرح پڑھتا رہے اور آخری نماز میں سجدۂ سہو کرے لیکن منفرد کا یہ حال نہیں ہے اس لیے اس پر دوسرے کے سہو سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے مسبوق پر بالاتفاق تشریق کی تکبیرات واجب ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منفرد پر تشریق کی تکبیرات واجب نہیں ہیں۔ (فتح القدیر، بحر الرائق)۔

مسبوق کا ایک حکم یہ ہے سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے، سلام میں تکبیر میں لبیک کہنے میں متابعت نہ کرے سلام میں اور لبیک میں متابعت کی تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تکبیر میں متابعت کی اور وہ اپنے آپ کو مسبوق جانتا ہے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، شمس الائمہ سرخسی اسی طرف مائل ہیں (ظہیریہ) تکبیر سے تکبیر تشریق مراد ہے (بحر الرائق) مسبوق کا ایک حکم یہ ہے امام کو سجدہ تلاوت یاد آیا اور قضا کرنے کے لیئے لوٹا اگر مسبوق نے اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے اسے چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے پھر اپنی نماز قضا کرنے کے لیئے کھڑا ہو اور اگر نہ لوٹا اس کی نماز فاسد ہو جائیگی، اور اگر اپنی نماز میں رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد امام کی متابعت کی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس میں یہی ایک روایت ہے، اگر مسبوق نے امام کی متابعت نہ کی تو کتاب الاصل کی روایت کے بموجب تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی (فتح القدیر) بدائع، تاتار خانیہ نقل عن طحاوی مضمرات، شرح مبسوط امام سرخسی، سراج الوہاج، خلاصہ) اگر امام سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیئے نہیں لوٹا مسبوق کی نماز سب حالتوں میں پوری ہو جائے گی، جو نماز اس کے ذمہ ہے وہ پوری کرے (تاتارخانیہ) امام کو نماز کا سجدہ یاد آیا اور اس کو ادا کرنے کے لیئے لوٹا مسبوق امام کی متابعت کرے اگر اس نے متابعت نہیں کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر مسبوق نے اپنی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے سب روایات کے بموجب اس کی نماز فاسد ہوگی لوٹے یا نہ لوٹے، اصل اس میں یہ ہے کہ اگر منفرد ہونے کی حالت میں اقتدا کرے یا اقتدا کی حالت میں منفرد ہو جائے مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی، (بحر الرائق)۔

لاحق کے مسائل

لاحق وہ ہے جو نماز کے شروع میں امام کے ساتھ ہو اور باقی نماز نیند کی وجہ سے یا وضو ٹوٹ جانے سے فوت ہو جائے یا اژدہام کی وجہ سے کھڑا رہے، صلوٰۃ خوف کی پہلی جماعت بھی لاحق ہے، لاحق گویا امام کے پیچھے ہے نہ قرات کرے گا اور نہ سجدۂ سہو کرے گا (وجیز کردری) امام سجدۂ سہو کرے تو لاحق اپنی باقی نماز کے ادا کرنے سے پہلے اس کی متابعت نہ کرے، مسبوق کا حکم اس کے برخلاف ہے (خلاصہ)۔

وضو کرنے کے بعد جب لاحق واپس آ جائے اسے سب سے پہلے وہ رکعت ادا کرنی چاہیئے جو امام اس سے پہلے پڑھ چکا ہو اس میں قرات نہ کرے بلکہ اتنی دیر کھڑا رہے جتنی دیر امام نے قیام کیا تھا اور اسی طرح رکوع و سجدہ کرے اگر امام سے کم یا زیادہ دیر کھڑا رہا اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے (شرح طحاوی) ایک شخص نے امام کے ساتھ تکبیر (اللہ اکبر) کہی پھر سو گیا یہاں تک امام نے ایک رکعت ادا کر لی پھر بیدار ہوا تو اگرچہ امام دوسری رکعت پڑھ رہا ہے لیکن اس شخص کو پہلی رکعت پڑھنی چاہیئے (ذخیرہ) اگر پہلی رکعت کی قضا میں مشغول نہیں ہوا پہلے امام کی متابعت کی اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز قضا کر لی ہمارے نزدیک اس کی نماز جائز ہو جائے گی (شرح طحاوی) لاحق مسافر تھا امام کے ساتھ جو نماز چھوٹ گئی تھی اس کو قضا کرتے ہوئے اقامت کی نیت کر لی یا مسافر کا وضو ٹوٹ گیا اور اپنے شہر میں داخل ہو گیا وہ سفر کی نماز پوری کرے گا، حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس عرصہ میں امام اپنی نماز سے فارغ ہو چکا ہے اور اگر فارغ نہیں ہوا تھا بالاتفاق چار رکعات پڑھے گا، (مصفی) امام چار رکعات والی نماز میں پہلے قعدہ میں بھول کر نہیں بیٹھا اس کے پیچھے

لاحق تھا وہ تھوڑی دیر سو کر بیدار ہو گیا یا اسے حدث ہو گیا تھا اور وضو کے لیے چلا گیا اس عرصہ میں امام نے کئی رکعات پڑھ لیں امام سے جو قعدہ چھوٹ گیا تھا ہمارے نزدیک اس میں وہ بھی نہ بیٹھے، حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیٹھے، مسبوق کا حکم اس کے خلاف ہے

دھصر مسبوق کا لاحق سے چھ چیزوں میں اختلاف

مسبوق اپنی نماز ادا کرنے میں لاحق سے چھ چیزوں میں مخالف ہے (۱) نماز میں عورت کا برابر آجانا (۲) قرارت کرنا (۳) سجدۂ سہو کرنا (۴) اگر امام چھوڑ دے تو قعدہ اولیٰ میں بیٹھنا (۵) سلام کی جگہ امام کا ہنس دینا (۶) مسافر امام نے اقامت کی نیت اس وقت کی جب مسبوق اپنی رکعت کا ایک سجدہ کر چکا تھا، (ظہیریہ) مسبوق دوسری رکعت میں شریک ہوا اور سو گیا تین رکعتوں میں برابر سوتا رہا پھر بیدار ہوا سب سے پہلے وہ نماز قضا کرے جس میں سو گیا تھا اور اس میں قرارت نہ کرے امام کی متابعت کرتے ہوئے قعدہ میں بیٹھ جائے، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت قرارت سے پڑھے پھر بیٹھ جائے اور نماز پوری کرے، اگر دو رکعتوں میں سو گیا تھا اور ایک رکعت میں اسے شک ہے کہ امام کے ساتھ ملی تھی یا نہیں جس رکعت میں شک ہے اس کو نماز کے آخر میں قضا کرے (خلاصہ)۔

امام مقتدی یا امام اور جماعت کا عدد رکعات میں اختلاف

اگر امام اور جماعت کے لوگوں میں اختلاف ہوا جماعت کے لوگ کہتے ہیں تین رکعات ہوئی ہیں اور امام کہتا ہے میں نے چار رکعات پڑھائی ہیں، اگر امام کو اپنے قول پر یقین ہے ان کے کہنے کی وجہ سے وہ دوبارہ نماز نہ پڑھائے، اگر امام کو اپنے قول پر یقین نہیں ہے ان کے کہنے سے دوبارہ نماز پڑھائے، اگر جماعت کے لوگوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں تین رکعات پڑھی ہیں اور بعض کہتے ہیں چار رکعات پڑھی ہیں اور امام ایک فریق کے ساتھ ہے امام کا قول معتبر ہوگا اگرچہ اس کے ساتھ ایک ہی شخص ہو۔ (خلاصہ) اگر امام کے ساتھ ایک شخص بھی نہیں ہے امام نماز کا اعادہ کرے اور اس کے پیچھے سارے لوگ اقتدا کریں تو ان کی اقتدا درست ہوگی (محیط)

جماعت میں سے ایک شخص کو یقین ہے کہ تین رکعات ہوئی ہیں اور ایک شخص کو یقین ہے کہ چار رکعات ہوئی ہیں، امام اور جماعت کے لوگوں کو شک ہے تو امام اور جماعت پر کچھ واجب نہیں ہے (خلاصہ) امام پر اعادہ بھی مستحب نہیں ہے اور اگر نقصان کا یقین ہے تو اعادہ ضروری ہے، اگر امام کو یقین ہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں اور ایک شخص کو یقین ہے کہ چار رکعات پڑھی ہیں امام کو قوم کے ساتھ نماز کا اعادہ کرنا چاہیے، اور جس شخص کو نماز پوری ہونے کا یقین ہے اس پر اعادہ واجب نہیں (محیط)۔ اگر جماعت میں سے ایک شخص کو نقصان کا یقین ہے اور امام اور جماعت کے لوگوں کو شک ہے اگر ابھی نماز کا وقت باقی ہے احتیاطاً دوبارہ نماز پڑھ لیں، اگر دوبارہ نماز نہیں پڑھی کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے، لیکن اگر دو عادل شخص نماز کے نقصان کا یقین کریں اور اطلاع دیں نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔ (خلاصہ) امام نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور چلا گیا بعض کہتے ہیں ظہر کی نماز تھی اور بعض کہتے ہیں عصر کی نماز تھی پس اگر ظہر کا وقت ہے وہ ظہر کی نماز ہوگی اور عصر کا وقت ہے تو عصر کی ہوگی اور وقت میں شک ہو تو دونوں فریقوں کی نماز جائز ہو جائیگی۔ (ظہیریہ)۔

چھٹا باب ــــ نماز میں حدث لاحق ہونے کا بیان

جس شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے وضو کر کے اسی پر بنا کرے (کنز) نماز کی بنا کرنے میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں۔

(محیط) جس رکن میں وضو ٹوٹا ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اس کو پھر دوبارہ ادا کرے (ہدایہ کافی) اس صورت میں ازسرنو نماز پڑھنا افضل ہے (متون) بعض مشائخ کے نزدیک سب کے لیئے یہ حکم ہے اور بعضوں نے کہا ہے قطعاً یہ حکم منفرد کے لیئے ہے امام اور مقتدی کے بارے میں حکم یہ ہے اگر دوسری جماعت ان کو مل سکتی ہے ازسرنو نماز پڑھنا افضل ہے اور اگر دوسری جماعت نہیں مل سکتی تو اسی نماز پر بنا کرنا افضل ہے تاکہ جماعت کی فضیلت باقی رہے، فتاوی میں اس کو صحیح کہا ہے (جوہرہ نیرہ) بنا کے جائز ہونے کے لیئے بہت سی شرائط ہیں۔

حدث سے وضو واجب ہوجائے

ایک شرط یہ ہے کہ حدث سے وضو واجب ہوجائے اس کا وجود اتفاقی نہ ہو[1] اور سماوی ہو یعنی بندہ کا اس میں یا اس کے سبب میں کچھ اختیار نہ ہو (بحر الرائق) پس اگر نماز میں پیشاب، پاخانہ، ریح یا نکسیر کا عمداً حدث کیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اس پر بنا نہ کرے گا، اگر حدث عمداً نہیں کیا لیکن حدث سے غسل واجب ہوجاتا ہے تب بھی یہی حکم ہے، اور اگر حدث سے وضو واجب ہوتا ہے لیکن وہ اس کے فعل واختیار سے ہوا ہے تب بھی یہی حکم ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے (خلاصہ)

اگر بلاارادہ منہ بھر کر قے ہوئی ہے جب تک کسی سے بات چیت نہیں کی وضو کر کے بنا کر سکتا ہے اور اگر عمداً قے کی اس پر بنا نہیں کر سکتا۔ (محیط) مصلی کو اگر اس کے فعل کے علاوہ کسی دوسرے کے فعل سے حدث ہوا مثلاً اس کے گولی لگ گئی یا کسی آدمی نے پتھر یا ڈھیلا مارا اور سر پھٹ گیا، یا کسی آدمی نے اس کے زخم کو چھوا اور اس میں سے خون بہنے لگا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے قول کے مطابق بنا جائز نہ ہوگی، (شرح طحاوی)۔ اگر چھت سے ڈھیلا یا تختہ گرا اور اس کا سر پھٹ گیا اگر کسی کے گذرنے کی وجہ سے گرا تھا ازسرنو نماز پڑھے، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے، اگر کسی کے گذرنے کی وجہ سے نہیں گرا تھا بعض مشائخ نے کہا ہے وہ بلا خلاف بنا کرے اور بعض نے کہا ہے اس میں اختلاف ہے یہی صحیح ہے، اسی طرح اگر کسی درخت کے نیچے تھا اور اس میں سے کوئی پھل گرا اور اس سے زخم ہوگیا تب بھی یہی حکم ہے، پاؤں میں کانٹا لگ گیا یا سجدہ کیا اور پیشانی میں کانٹا چبھ گیا اور اس کے بغیر ارادہ خون بہنے لگا اس پر بنا نہ کرے گا، اسی طرح بِھڑ نے ڈنک مارا اور خون بہنے لگا تب بھی یہی حکم ہے چھینک آئی اور اس سے وضو ٹوٹ گیا یا کھنکارا اور اس کی قوت سے ریح خارج ہوگئی بعضوں نے کہا ہے کہ بنا نہ کرے گا یہی صحیح ہے، (ظہیریہ)

عورت کی گدی اس کے ارادہ کے بغیر گر گئی سب کے قول کے مطابق بنا کرے گی، اور اس کے ہلانے سے گری امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بنا کرے گی اور حضرت امام اعظم اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک بنا نہ کرے گی (تبیین) اگر پھوڑے سے خون بہا اس کو دھوئے وضو کرے اور اس پر بنا کرے، پھوڑا دبانے سے خون بہا یا اس کے گھٹنوں میں پھوڑا تھا جب سجدہ میں گھٹنے رکھے تو زخم کا منہ کھل گیا یہ عمداً حدث کرنے کے حکم میں ہے اور ان صورتوں میں اپنی نماز پر بنا نہیں کر سکتا (محیط) نماز میں بے ہوش ہوگیا، جنون ہوگیا یا قہقہہ لگایا وضو کرے اور ازسرنو نماز پڑھے۔ اسی طرح نماز میں سو گیا اور احتلام ہوگیا اس پر بنا نہ کرے، کسی عورت کی فرج دیکھی اور انزال ہوگیا بنا نہ کرے۔ نمازی کے کپڑے پر پیشاب کی چھینٹیں قدر درہم سے زائد پڑ گئیں ان کو جا کر دھویا ظاہر روایت کے بموجب اس پر بنا نہ کرے (شرح طحاوی)۔

حدث کے ہوتے ہی نماز سے واپس ہوجائے

جواز بنا کی ایک شرط یہ ہے کہ حدث ہوتے ہی نماز سے لوٹ آئے یہاں تک اگر ایک رکن حدث کی حالت میں ادا کیا یا اس جگہ اتنی دیر ٹھہرا رہا کہ ایک رکن ادا کر لیتا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اگر جاتے ہوئے قرارت کی نماز فاسد ہوجائے گی آتے ہوئے قرارت

[1] یعنی اس کا وجود شاذ و نادر ہو جیسے اگر پانی جاری ہوگیا تو اس صورت میں ازسرنو نماز پڑھے۔

کرے گا نماز فاسد نہ ہوگی۔ بعضوں نے کہا ہے حکم اس کے برعکس ہے اور صحیح یہ ہے دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے، سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے اصح قول کے بموجب بنا فاسد نہیں ہوتی۔ (تبیین)

امام کو رکوع میں حدث ہوا اور اس نے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہا یا سجدہ میں حدث ہوا اور سر اٹھا کر اللہ اکبر کہا اور کہنے میں نماز کے رکن ادا کرنے کا ارادہ کیا سب کی نماز فاسد ہوجائے گی، اگر ادائے رکن کا ارادہ نہیں کیا اس میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں (کافی)۔ امام کو سجدہ میں حدث ہوا اس نے اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھایا نماز فاسد ہوجائے گی اور بلا تکبیر کے سر اٹھایا نماز فاسد نہ ہوگی، پھر دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام کردے (وجیز کردری) سوتے میں حدث ہوا تھوڑی دیر کے بعد بیدار ہوا اسی وقت جاکر بنا کرے اگر تھوڑی دیر بیداری کی حالت میں کھڑا رہا نماز فاسد ہوجائے گی (معراج الدرایہ)

حدث کے بعد کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرے

جوازِ بنا کی ایک شرط یہ ہے حدث کے بعد کوئی ایسا فعل نہ کرے کہ اگر حدث نہ ہوتا تو یہ فعل نماز کے منافی ہوتا صرف وہی افعال کرے جو ضروری ہیں یا ضروری چیزوں کے لیے لازم ہیں یا اُن کے توابع یا تتمات میں سے ہیں، یہاں تک اگر کسی شخص کو حدث ہوا پھر اس نے کلام کیا یا عمداً حدث کیا یا قہقہہ لگایا یا کوئی چیز کھائی پی یا اسی طرح کا کوئی اور کام کیا اس پر بنا جائز نہ ہوگی، یہی حکم اس صورت میں ہے جب اسے جنون ہوگیا یا بے ہوش ہوگیا یا جنابت لاحق ہوگئی (بدائع) کسی عورت کی فرج کی طرف نظر کی اور انزال ہوگیا (شرح طحاوی) کسی برتن سے یا کنوئیں سے پانی لیا اور اس کی ضرورت بھی ہے پھر وضو کرکے بنا کی جائز ہے، اگر استنجا کیا اور ستر کھولا بنا باطل ہوجائے گی اور اگر استنجا کیا اور ستر نہیں کھلا اس پر بنا جائز ہے (بدائع) مصلی کو حدث ہوا وضو کرنے کے لیے گیا اور اس کا ستر وضو میں کھل گیا یا اس نے خود کھولا قاضی ابو علی نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اگر اس کے بغیر چارہ نہ تھا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (ظہیریہ) عورت نے وضو کے لیے اپنی باہیں کھولیں اس کی نماز باطل ہوجائے گی یہی صحیح ہے۔ جب وضو کرے تین تین بار ہر عضو دھوئے، پورے سر کا مسح کرے، کلی کرے ناک میں پانی ڈالے اور وضو کی تمام سنتیں ادا کرے۔ یہی اصح ہے (تبیین) لیکن اگر اس نے اعضا چار چار بار دھوئے از سر نو نماز پڑھے گا (تاتارخانیہ)۔

حدث لاحق ہوا پانی دور ہے اور کنواں قریب ہے پانی تک جانے اور کنوئیں سے پانی نکالنے ان دونوں میں جس میں مشقت کم ہو اسی کو اختیار کرے، اور صحیح یہ ہے اگر کنوئیں سے پانی نکالے از سر نو نماز پڑھے (مضمرات) یہی مختار ہے (خلاصہ) نماز پڑھتے ہوئے حدث ہوا اور اس کے گھر میں پانی ہے اس سے وضو نہ کیا اور حوض کا ارادہ کیا، اس کا گھر حوض کی بہ نسبت قریب تھا اگر حوض اور گھر میں دو صفوں سے کم فاصلہ ہے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہے نماز فاسد ہوجائے گی، اگر اس کے گھر پانی تھا اور اس کو حوض سے وضو کرنے کی عادت تھی گھر کا پانی یاد نہ رہا اور حوض پر جاکر وضو کرلیا اپنی نماز پر بنا کرے (خلاصہ) حوض پر وضو کے لیے جگہ مل گئی پھر وہاں سے دوسری جگہ ہٹ گیا اگر کسی عذر کی بنا پر ہٹا مثلاً پہلا مکان تنگ تھا اس پر بنا کرسکتا ہے اور اگر کسی عذر کی بنا پر نہیں ہٹا اس پر بنا نہیں کرسکتا (وجیز کردری)۔

وضو کرلیا پھر یاد آیا کہ میں نے سر پر مسح نہیں کیا ہے جاکر مسح کرلیا بنا جائز ہے اور اگر یاد نہ آیا یہاں تک کہ نماز کے لیے کھڑا ہوگیا پھر یاد آیا از سر نو نماز پڑھے (خلاصہ) اپنا کپڑا بھول گیا تھا لوٹ کر کپڑا اٹھایا از سر نو نماز پڑھے (تاتارخانیہ) مصلی کو حدث ہوا مسجد کے اندر برتن میں پانی تھا، اس سے وضو کیا پھر اپنی نماز کی جگہ تک برتن اٹھا کر لے گیا اگر ایک ہی ہاتھ سے اٹھایا ہے اس پر بنا جائز ہے (محیط) مصلی کو حدث ہوا وضو کرنے کے لیے گھر گیا دروازہ بند تھا اس کو کھولا اور وضو کیا جب واپس جائے اگر

چور کا اندیشہ ہے دروازہ بند کردے اور اگر اندیشہ نہیں ہے دروازہ بند نہ کرے (تاتارخانیہ) اگر برتن بھرا اور دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اس پر بنا نہ کرے اور اگر ایک ہاتھ سے اٹھایا ہے اس پر بنا جائز ہے (جوہرہ نیرہ)

اگر ایسی نجاست لگ گئی جس سے نماز جائز نہیں اس کو دھویا اگر نجاست حدث کی بنا پر لگی تھی اس پر بنا کر سکتا ہے اور اگر خارج سے لگی تھی اس پر بنا نہیں کر سکتا، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے، اگر کچھ نجاست حدث کی وجہ سے اور کچھ خارج سے لگی، اس پر بنا نہیں کر سکتا اگرچہ دونوں نجاستیں ایک ہی جگہ ہوں (تبیین) کپڑے پر نجاست لگ گئی اور اس کا نکالنا ممکن ہے اس لیئے کہ دوسرا کپڑا مل گیا اس نے فوراً اتار دیا کافی ہے اور اگر فوراً نہیں اتار سکا مثلاً دوسرا کپڑا نہیں ملا اور اسی کپڑے سے نماز کا کوئی جزادا کرلیا اس کی نماز بالاجماع فاسد ہوجائے گی، اگر نماز کا کوئی جزادا نہیں کیا لیکن اتنی ہی دیر ٹھہرا رہا یا اس سے دیر ٹھہرا رہا نماز فاسد نہ ہوگی، اگر کپڑے کا اسی وقت نکالنا ممکن ہے مثلاً اسے دوسرا کپڑا مل گیا اس نے وہ کپڑا نہ نکالا اور نہ اس سے نماز کا کوئی جزادا کیا اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے کہا ہے نماز فاسد ہوجائے گی (محیط) مصلی کو حدث ہوا وضو کرنے کے لیئے چلا گیا پھر عمداً حدث کر دیا اس کے لیئے بنا جائز نہ ہوگی، (فتاوی قاضی خاں)۔

حدث سماوی سے پہلے کوئی دوسرا حدث نہ ہو

جواز بنا کی ایک شرط یہ ہے کہ حدث سماوی سے پہلے کوئی اور حدث نہ ہو (بحرالرائق) موزوں پر مسح کرنے والا نماز پڑھ رہا تھا اسے حدث ہوا اور وضو کے لیئے گیا وضو کرتے ہوئے مسح کی مدت پوری ہوگئی از سرِ نو نماز پڑھے یہی صحیح ہے، جیسے کوئی تیمم سے نماز پڑھ رہا تھا اسے حدث ہوا تیمم کے لیئے گیا تو پانی مل گیا اس پر بنا نہیں کر سکتا، یہی مستحاضہ کا حکم ہے جب اسے نماز میں حدث ہوجائے اور اس کو رفع کرنے کے لیئے چلی جائے (محیط سرخسی) یہی حکم جبیرہ پر مسح کرنے والے کا ہے جب اس کا زخم اچھا ہوجائے یا کسی کا زخم بہتا تھا اور وقت نکل جائے (تاتارخانیہ)

مقتدی امام کی طرف لوٹے

جواز بنا کی ایک شرط یہ ہے اگر امام نماز سے فارغ نہیں ہوا ہے اور امام و مقتدی کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل ہے جس سے اقتدا جائز نہیں ہوتی تو وہ امام کی طرف لوٹے، اگر امام نماز سے فارغ ہوچکا ہے نہ لوٹے، اگر لوٹا مشائخ کا اس کی نماز فاسد ہونے میں اختلاف ہے، اگر مقتدی اور امام کے درمیان کوئی مانع اور حائل نہیں ہے اسے چاہیئے کہ بغیر لوٹے ہوئے اسی جگہ اقتدا کرے (بحرالرائق)۔

منفرد کو وضو کرنے کے بعد اختیار ہے کہ گھر نماز پوری کرے یا مصلے پر چلا جائے اور مصلے پر جانا افضل ہے (کافی) امام کو حدث ہوا وہ دوسرے شخص کو امام بنا کر وضو کرنے چلا گیا اور وہ نماز سے فارغ ہوچکا ہے تو پہلا امام منفرد کے حکم میں ہے خواہ وہیں نماز پڑھے یا مصلے پر آجائے اور اگر ابھی فارغ نہیں ہوا امام جماعت میں آئے اور اپنے خلیفہ کے پیچھے نماز پوری کرے (شرح وقایہ)

حدثِ سماوی سے پہلے کوئی فائتہ نہ ہو

صاحب ترتیب کے لیئے یہ بھی شرط ہے کہ حدث سماوی کے بعد اپنی کوئی فائتہ نماز یاد نہ آئے (بحرالرائق)

اس شخص کو خلیفہ نہ بنائے جس میں امامت کی صلاحیت نہیں ہے

اگر امام کو حدث ہوا کسی ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنائے جو امامت کے لائق نہیں ہے پس اگر کسی عورت کو خلیفہ بنا دیا از سرِ نو نماز پڑھے۔ (بحرالرائق)۔

فصل ——— خلیفہ بنانا

جن صورتوں میں نماز کی بنا جائز ہے ان میں امام کسی شخص کو خلیفہ بنائے اور جن صورتوں میں بنا جائز نہیں ہے ان میں خلیفہ نہیں بنا سکتا، جس امام کو حدث پیش آیا ہے جو شخص ابتدا میں اس کا امام بن سکتا ہے وہ اس کا خلیفہ بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اور جس میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے وہ خلیفہ بننے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا (محیط)

خلیفہ بنانے کی صورت یہ ہے جھکا ہوا پیچھے ہٹے ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ دوسرے یہ خیال کریں کہ نکسیر جاری ہوگئی ہے اور اپنی متصل صف میں سے ایک شخص کو اشارہ سے آگے بڑھا دے، کلام سے خلیفہ نہ بنائے، جنگل میں جب تک صفوں سے باہر نہ آئے اور مسجد میں جب تک مسجد سے باہر نہ نکلے اس کو خلیفہ بنانے کا اختیار ہے۔ (تبیین) امام کو حدث ہوا اس نے ایک ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو مسجد سے باہر تھا لیکن صفیں مسجد کی صفوں سے ملی ہوئی تھیں، اُس کا خلیفہ بنانا صحیح نہ ہوگا، امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک قوم کی نماز فاسد ہوگی اور امام کی نماز فاسد ہونے میں دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ فاسد ہوجائے گی (فتاویٰ قاضی خاں) بہتر یہ ہے امام مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ بنایا اسے قبول نہ کرنا چاہیئے اگر قبول کرلیا جائز ہے (ظہیریہ) مسبوق آگے بڑھ جائے تو اسے وہاں سے نماز شروع کرنی چاہیئے جہاں سے امام نے چھوڑی ہے۔ جب سلام کے قریب پہونچ جائے کسی ایسے شخص کو آگے بڑھا دے جسے پوری نماز ملی ہو وہ جماعت کے ساتھ سلام پھیر دے، مسبوق خلیفہ نے امام کی نماز پوری ہونے کے وقت قہقہہ لگایا عمداً حدث کیا یا کلام کیا یا مسجد سے چلا گیا اس کی نماز فاسد ہوگی اور قوم کی نماز پوری ہوگی، پہلا امام اگر نماز سے فارغ ہوگیا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر فارغ نہیں ہوا نماز فاسد ہوجائے گی، یہی اصح ہے (ہدایہ)

امام سے رکوع چھوٹ گیا تو خلیفہ کو اس طرح اشارہ سے بتائے کہ اپنا ہاتھ گھٹنوں پر رکھدے، اگر سجدہ چھوٹ گیا ہے پیشانی پر ہاتھ رکھدے اور قرأت چھوٹ گئی ہے تو منہ پر ہاتھ رکھدے (بحر الرائق) اگر ایک رکعت باقی ہے ایک انگلی سے اشارہ کرے اور دو رکعتیں باقی ہیں دو انگلیوں سے اشارہ کرے، سجدۂ تلاوت باقی ہے تو پیشانی اور زبان پر انگلی رکھے، سجدۂ سہو باقی ہے تو دل پر ہاتھ رکھے۔ (ظہیریہ)

یہ اس وقت ہے جب خلیفہ کو یہ باتیں معلوم نہ ہوں اگر معلوم ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) ایک شخص نے چار رکعات والی نماز میں امام کی اقتدا کی، امام کو حدث ہوا اس نے اس شخص کو آگے بڑھا دیا اور مقتدی کو یہ معلوم نہیں کہ امام نے کس قدر نماز پڑھی ہے اور کتنی باقی ہے مقتدی چار رکعات پڑھے اور ہر رکعت پر احتیاطاً بیٹھ جائے (یہ فتاویٰ قاضی خاں کی فصل مسبوق میں لکھا ہے) لاحق کو خلیفہ بنایا تو اسے چاہیئے کہ قوم کو اشارہ کرے پہلے اپنی نماز ادا کرے پھر جماعت کی نماز پوری کرادے اگر ایسا نہ کیا اور امام کی نماز پڑھنے لگا اور بقیہ نماز مؤخر کردی یہاں تک کہ جب وہ سلام کے قریب پہونچا دوسرے شخص کو سلام پھیرنے کے لیے خلیفہ بنا دیا ہمارے نزدیک جائز ہے (مضمرات) جس امام کو حدث ہوا ہے اس کی امامت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک مسجد سے خارج نہ ہو یا کسی اور کو خلیفہ بنا دے اور وہ اس کی جگہ پر آکر کھڑا ہوجائے اور امامت کی نیت کرے، یا قوم کسی اور کو خلیفہ بنا دے اور وہ اس کی جگہ پر آکر کھڑا ہوجائے، اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ پائی گئی، امام نے مسجد کے کنارہ پر جاکر وضو کیا لوگ اس کے منتظر رہے پھر امام اپنی جگہ پر آیا اور ان کے ساتھ نماز پوری کی جائز ہے، امام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور نہ قوم نے کسی کو اس کا قائم مقام بنایا یہاں تک کہ امام مسجد سے باہر نکل گیا قوم کی نماز فاسد ہوجائے گی، امام وضو کرکے بنا کرسکتا ہے

اس لیئے کہ اپنی ذات کے لیئے وہ منفرد کے حکم میں ہے (محیط) ایک شخص کسی کو آگے کیئے بغیر خود ہی آگے بڑھ گیا اور امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے وہ امام کی جگہ پر جاکر کھڑا ہوگیا جائز ہے، اگر اس شخص کے محراب تک پہونچنے سے پہلے امام مسجد سے خارج ہوگیا اس کے بعد وہ امام کی جگہ پر جاکر کھڑا ہوا اس شخص کی اور قوم کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ امام کی نماز فاسد نہ ہوگی (فتاوی قاضی خاں) امام کے پیچھے ایک ہی شخص تھا امام کو حدث ہوا وہ امامت کے لیئے متعین ہوگیا خواہ امام اپنی نیت سے اسے معین کرے یا نہ کرے، امام نے ایک شخص کو بڑھایا اور قوم نے دوسرے شخص کو، وہی خلیفہ بنے گا جس کو امام نے آگے بڑھایا ہے لیکن اگر اس کی نیت کرنے سے پہلے قوم دوسرے شخص کی اقتدا کی نیت کرے تو دوسرا شخص امام بن جائے گا، اگر قوم کے ہر گروہ نے ایک ایک شخص کو آگے بڑھایا جس کی طرف اکثر لوگ ہوں گے وہی امام شمار کیا جائے گا اگر برابر ہوں گے تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی، دو شخص آگے بڑھے جو شخص پہلے امام کی جگہ پہونچ گیا وہی امام ہے اگر دونوں ایک ساتھ آگے بڑھے کچھ لوگوں نے ایک کی اقتدا کی اور کچھ لوگوں نے دوسرے کی جس کی زیادہ لوگوں نے اقتدا کی ہے ان کی نماز صحیح ہوگی اور جس کی کم لوگوں نے اقتدا کی ہے ان کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور برابری کی صورت میں دونوں گروہوں کی نمازیں فاسد ہوجائیں گی (تبیین)

امام نے صفوں کے آخر میں سے ایک شخص کو خلیفہ بنایا، خود مسجد سے باہر چلا گیا اگر خلیفہ نے اسی وقت امامت کی نیت کرلی وہ امام ہوجائے گا لیکن جو شخص اس سے آگے ہے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، امام کی نماز اور ان لوگوں کی نمازیں جو خلیفہ کے دائیں بائیں یا پیچھے ہیں فاسد نہ ہوں گی، اگر خلیفہ نے یہ نیت کی تھی کہ وہ اس وقت امام بنے گا جب اس کی جگہ پر جاکر کھڑا ہوجائے گا اور خلیفہ کے اس کی جگہ پر پہونچنے اور امامت کی نیت کرنے سے پہلے پہلے امام مسجد سے باہر چلا گیا، سب کی نمازیں فاسد ہوجائیں گی، خلیفہ اور قوم کی نماز جائز ہونے کے لیئے شرط یہ ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے خلیفہ محراب (مصلی) میں چلا جائے (بحر الرائق) امام نے ایک شخص کو خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ بنایا فضلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر پہلا امام ابھی مسجد سے باہر نہیں گیا ہے اور خلیفہ امام کی جگہ نہیں پہونچا اور اس حالت میں کسی اور کو خلیفہ بنا دیا جائز ہے اور ایسا سمجھا جائے گا گویا خود وہ آگے بڑھا ہے یا پہلے امام نے اس کو بڑھایا ہے اور اگر یہ صورت نہیں ہے تو خلیفہ بنانا جائز نہ ہوگا (خلاصہ)۔ ایک شخص کو حدث ہوا اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا ابھی مسجد سے باہر نہیں گیا تھا کہ ایک شخص نے آکر اس کی اقتدا کرلی پھر امام مسجد سے نکلا ہمارے اصحاب کے نزدیک دوسرا شخص پہلے کا خلیفہ ہوجائے گا (ظہیریہ)، پڑھتے ہوئے رُک گیا تو دوسرے کو خلیفہ بنا دینا چاہیئے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس نے اس قدر قرارت نہ کی جس سے نماز جائز ہوجاتی ہے، شرمندگی اور خوف کی وجہ سے پڑھنے سے رک گیا بھولا نہیں لیکن اس قدر قرارت کرچکا ہے جس سے نماز جائز ہوجاتی ہے خلیفہ نہ بنائے بلکہ رکوع میں چلا جائے اور اسی طرح نماز پڑھتا رہے۔ اگر خلیفہ بنایا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لیئے کہ خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے (تبیین)

اگر قرارت کرنا بالکل یاد نہ رہا بالاجماع خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے (عینی شرح ہدایہ) ایک مسافر نے ایک مسافر کی اقتدا کی امام کو حدث ہوا اس نے کسی مقیم کو خلیفہ بنا دیا تو مسافر مقتدی کو پوری نماز پڑھنا لازم نہ ہوگی، اگر مسافر کو خلیفہ بنایا اور اس نے اسی وقت اقامت کی نیت کرلی جماعت والے مسافروں کے لیئے پوری نماز پڑھنا لازم نہ ہوگی (محیط سرخسی)۔

متعلقہ مسائل	ایک شخص کو حدث کا گمان ہوا اور مسجد سے خارج ہوگیا پھر معلوم ہوا کہ اسے حدث نہیں ہوا ہے از سر نو نماز پڑھے اور اگر مسجد سے خارج نہیں ہوا ہے جتنی نماز باقی ہے وہ پوری کرے (ہدایہ)

اس کے برعکس اگر کسی شخص کو یہ گمان ہوا کہ اس نے بلا وضو نماز شروع کردی ہے یا موزوں پر مسح کیا تھا اور خیال ہوا کہ مسح کی مدت گذر چکی ہے، یا تیمم کیئے ہوئے تھا اور دور سے ریت دیکھ کر اسے پانی کا خیال ہوا یا صاحب ترتیب کو ظہر میں یہ خیال ہوا کہ میں نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے یا کپڑے پر داغ دیکھا اور اس کو نجاست سمجھ لیا اور نماز سے ہٹ گیا اس کی نماز فاسد ہوجائیگی۔ گھر، عیدگاہ اور جنازہ کی نماز پڑھنے کا مکان مسجد کے حکم میں ہے۔ جنگل میں صفوں کی جگہ مسجد کے حکم میں ہے اگر آگے بڑھا اور اس کے سامنے سترہ نہیں ہے صفوں کی جس قدر جگہ اس کے پیچھے ہے اس کا سامنا ہونا اور اگر اس کے سامنے سترہ ہے تو وہیں تک حد ہوگی، (تبیین) اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اس کے سامنے جہاں تک سجدہ کی جگہ ہے اسی قدر دائیں اسی قدر بائیں اور اسی قدر پیچھے مسجد کے حکم میں ہے (محیط)

عورت جب اپنی نماز پڑھنے کی جگہ سے ہٹ گئی اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ اس لیئے کہ اس کے مصلّے کا وہی حکم ہے جو مردوں کے لیئے مسجد کا ہے اسی لیئے وہ اپنے مصلّے پر اعتکاف کرتی ہے (تبیین) اگر نماز پڑھنے والے کو یہ اندیشہ ہے کہ مجھے حدث ہوجائے گا وہ نماز سے ہٹ گیا پھر اسے حدث ہوا اس پر بنا نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

ان مسائل میں نماز باطل ہوجاتی ہے

صبح کی نماز میں سورج نکل آئے یا جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہوجائے یا زخم سے اچھی ہوکر کھرنڈ گرجائیں یا معذور کا عذر زائل ہوجائے یا امی کو خلیفہ بنادیا، یا اشارہ سے نماز پڑھتا تھا اب رکوع وسجدہ کی طاقت ہوگئی یا موزوں پر مسح کیا تھا اس کی مدت گذر گئی اور جبکہ پانی دستیاب ہو اگر پانی دستیاب نہ تھا نماز باطل نہ ہوگی، بعضوں نے کہا ہے باطل ہوجائے گی، یا تھوڑے عمل سے موزے نکال دیئے مثلاً موزے بہت ڈھیلے تھے ان کے نکالنے میں "عمل کثیر" کی ضرورت نہ تھی، اگر موزے "عمل کثیر" سے نکالے بالاجماع اس کی نماز پوری ہوگئی یا امی نماز پڑھتا تھا اسے کوئی سورۃ یاد آگئی یا ایک شخص قرآن پڑھتا تھا اس سے سیکھنے میں مشغول نہیں ہوا صرف سن کر یاد کرلی، اگر حقیقۃً اس سے کوئی سورۃ سیکھی اس کی نماز پوری ہوجائے گی، یہ اس وقت ہے جب امی منفرد ہو یا امام ہو اور اس کی امامت جائز ہو لیکن اگر قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اکثر فقہا کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی (تبیین) یہی صحیح ہے (ظہیریہ) ننگے کو اتنا کپڑا مل گیا جس سے نماز جائز ہوجاتی ہے یعنی اس میں ایسی نجاست نہیں لگی ہے جو مانع صلوٰۃ ہو یا اس میں اتنی نجاست لگی ہوئی ہے اور اس کے پاس ایسی چیز موجود ہے جس سے نجاست دور ہوسکے یا اس کے پاس نجاست دور کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے لیکن چوتھائی کپڑا یا اس سے زیادہ پاک ہے جس سے ستر ڈھک سکتا ہے یا مصلی تیمم کیئے ہوئے تھا اور پانی کے استعمال پر قادر ہوگیا یا کوئی فوت شدہ نماز یاد آگئی اور ابھی ترتیب ساقط نہیں ہوئی ہے، یا وضو کرکے تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا اور مقتدی نے پانی دیکھ لیا یا مقتدی تھا اور امام سے کوئی نماز فوت ہوگئی امام صاحب ترتیب تھا اور مقتدی کو امام کی نماز کا فوت ہونا یاد آگیا فقط مقتدی کی نماز باطل ہوگی (تبیین)۔

ان صورتوں میں جو نمازیں باطل ہوجاتی ہیں وہ نفل نہیں بن سکتیں صرف تین مسئلوں میں ہوسکتی ہیں

(۱) فائتہ نماز یاد آگئی۔ (۲) سورج صبح کی نماز میں طلوع ہوگیا (۳) جمعہ کی نماز میں ظہر کا وقت نکل گیا۔ ان صورتوں میں یہ نمازیں نفل ہوجائیں گی۔ (جوہرہ نیرہ)

روایات مشہورہ کے بموجب یہ بارہ مسائل ہیں اس پر کچھ مسائل اور بھی زیادہ کیئے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ رہا تھا پھر ایسی چیز مل گئی جس سے نجاست دھوسکتا ہے، قضا نماز پڑھ رہا تھا زوال کا وقت ہوگیا یا غروب

کی وجہ سے سورج متغیر ہوگیا یا سورج نکل آیا۔ باندی دوپٹہ کے بغیر نماز پڑھ رہی تھی اسی حالت میں آزاد ہوگئی اور اپنا ستر فوراً نہ ڈھکا، یہ سب وہ مسائل ہیں کہ اگر مصلی کو مقدار تشہد بیٹھ جانے کے بعد یا سجدۂ سہو میں پیش آئیں اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر امام ہے تو مقتدیوں کی نماز بھی باطل ہوجائے گی، سلام پھیر دیا اور اس پر سجدۂ سہو باقی ہے اس وقت ان صورتوں میں سے کوئی صورت عارض ہوئی اور سجدہ کیا نماز باطل ہوجائے گی اور اگر سجدہ نہ کیا نماز باطل نہ ہوگی، قوم نے امام کے قدر تشہد بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دیا پھر امام پر ان صورتوں میں سے کوئی صورت عارض ہوئی امام کی نماز باطل ہوگی اور قوم کی نماز باطل نہ ہوگی، اسی طرح امام نے سجدۂ سہو کیا اور قوم نے سجدہ نہ کیا پھر امام پر ان میں سے کوئی صورت عارض ہوئی تب بھی یہی حکم ہے۔ (تبیین)۔

ساتواں باب وہ چیزیں جن سے نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے (دو فصلیں)

پہلی فصل — نماز کو فاسد کرنے والی چیزیں

نماز کو فاسد کرنے والی چیزوں کی دو قسمیں ہیں (۱) قولی۔ (۲) فعلی۔ پہلی قسم ان اقوال پر مشتمل ہے جن سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

اقوال نماز میں بھول کر یا جان کر خطاء سے یا ارادہ سے تھوڑی یا بہت بات چیت کی خواہ اپنی نماز کی اصلاح کے لئے ہو مثلاً امام قعدہ کے موقعہ پر کھڑا ہوگیا اور مقتدی نے کہا "بیٹھ جاؤ"، یا کھڑے ہونے کے موقعہ پر بیٹھ گیا اور مقتدی نے کہا "کھڑے ہوجاؤ"، یا کلام اصلاح نماز کے لئے نہ ہو مثلاً ایسی باتیں کیں جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں ان سب صورتوں میں ہمارے نزدیک از سر نو نماز پڑھے گا (محیط) یہ حکم اس صورت میں ہے جب بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کلام کرے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

نیز یہ حکم اس صورت میں ہے کہ کلام سنا جائے اگر ایسا کلام کیا جو سنا نہیں جاتا اور وہ خود سنتا ہے نماز فاسد ہوجائیگی (محیط) اگر خود نہیں سنتا اور حروف صحیح کہے نماز فاسد نہ ہوگی (زاہدی) نوازل میں ہے نماز کے اندر سوتے ہوئے کلام کیا نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے (محیط) اگر عمداً نماز کا سلام پھیرا نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر عمداً نہیں پھیرا اور اسے یہ گمان تھا کہ نماز پوری ہوچکی ہے نماز فاسد نہیں ہوگی اگر نماز کو بھی بھول گیا تھا نماز فاسد ہوجائے گی اگر کسی شخص کو سلام کیا ہر صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی (شرح ابوالمکارم)

مسبوق نے یہ جان کر سلام پھیرا کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے یہ عمداً سلام کہلائے گا اس پر بنا جائز نہیں ہے (خلاصہ، فتاویٰ قاضی خاں) مسبوق نے اگر امام کے ساتھ سلام پھیرا اور اسے یاد ہے کہ میری نماز بھی باقی ہے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر بھول گیا نماز فاسد نہ ہوگی، اس لئے کہ بھول کر سلام پھیرنا نماز کے تحریمہ سے باہر نہیں کرتا، (شرح طحاوی باب سجود سہو)۔

ایک شخص نے عشا کی نماز پڑھی دو رکعتوں کے بعد تراویح سمجھکر سلام پھیر دیا یا ظہر کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جمعہ سمجھکر سلام پھیر دیا یا مقیم نے دو رکعتوں کے بعد مسافر سمجھ کر سلام پھیر دیا از سرنو نماز پڑھے گا، دو رکعتوں کے بعد یہ سمجھ کر کہ چار رکعات ہوگئی ہیں سلام پھیر دیا اسی طرح نماز پڑھنا ہے اور سجدہ سہو کرلے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

ان مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ سلام میں سہو اگر اصل صلوٰۃ کے بارے میں ہوا ہے نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر وصف صلوٰۃ میں ہوا ہے نماز فاسد نہ ہوگی (محیط، سترھویں فصل باب سجود السہو) بھول کر کسی شخص کو سلام کرنا چاہا اور "السلام" کہنے کے بعد یاد آیا کہ اس کو نماز کی حالت میں سلام کرنا جائز نہیں ہے اور خاموش ہوگیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی (محیط)۔

سلام کی نیت سے مصافحہ کیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اس لیئے کہ حقیقت میں یہ بھی کلام ہے، اشارہ سے سلام کا جواب نہ دے اگر اشارہ سے سلام کا جواب دیا یا مصلی سے کسی نے کوئی چیز مانگی اس نے ہاتھ یا سر سے ہاں یا نہیں کا اشارہ کیا نماز فاسد نہ ہوگی (تبیین) لیکن مکروہ ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) ایک شخص کو چھینک آئی نمازی نے یرحمک اللہ کہا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی (محیطین)۔

اگر خود نماز پڑھنے والے کو چھینک آئی خود اپنے نفس سے مخاطب ہوکر یرحمک اللہ کہا نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) نماز پڑھتے ہوئے چھینک آئی دوسرے نے یرحمک اللہ کہا اور مصلی نے آمین کہا نماز فاسد ہوجائے گی (منیۃ المصلی، محیط) ایک شخص کو چھینک آئی مصلی نے الحمدللہ کہا نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ یہ جواب نہیں ہے اور اگر اس سے جواب یا استفہام کا ارادہ کیا صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد ہوجائیگی (تمرتاشی) نماز پڑھتے ہوئے چھینک آئی اور خود الحمدللہ کہا نماز فاسد نہ ہوگی اس کو دل میں کہنا مناسب ہے اور خاموش رہنا بہتر ہے (خلاصہ) اگر الحمدللہ نہ کہا کیا فارغ ہونے کے بعد الحمدللہ کہے گا صحیح یہ ہے کہ فارغ ہونے کے بعد الحمدللہ کہے، نماز پڑھنے والا اگر مقتدی ہے فقہا کے قول کے مطابق الحمدللہ نہ آہستہ سے کہے نہ آواز سے (تمرتاشی) دو آدمی نماز پڑھ رہے تھے ان میں سے ایک کو چھینک آئی ایک شخص نے جو نماز میں شریک نہ تھا الحمدللہ کہا اور ان دونوں نے آمین کہی چھینکنے والے کی نماز فاسد ہوگی اور دوسرے شخص کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ یرحمک اللہ کہنے والے نے اس کے لیئے دعا نہیں کی تھی (ظہیریہ، فتاویٰ قاضی خاں)

فتاویٰ میں ہے اگر ایک شخص سے خطاب کرتے ہوئے یرحمک اللہ کہا اور دوسرے شخص نے آمین کہی آمین کہنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ اس کے لیئے دعا نہیں کی تھی (سراج الوہاج) قرآن شریف پڑھا یا اللہ کا ذکر کیا اور اس سے کسی آدمی کو حکم کرنے یا منع کرنے کا ارادہ کیا نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر اس سے اس شخص کو متنبہ کرنا چاہتا ہے جو نماز میں خلل ڈال رہا ہے نماز فاسد نہ ہوگی (تہذیب) امام سے کچھ غلطی ہوئی اور مقتدی نے سبحان اللہ کہدیا کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیئے کہ اس سے نماز کی اصلاح مقصود ہے، امام نے دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا مقتدی کو اس کے لیے سبحان اللہ نہ کہنا چاہیئے اس لیئے کہ جب امام قیام کے قریب ہوگیا اس کو لوٹنا جائز نہیں ہے اس لیئے سبحان اللہ کہنا بھی کچھ مفید نہ ہوگا (بحرالرائق میں بدائع سے نقل ہے) اگر اپنے امام کے علاوہ دوسرے کو لقمہ دیا نماز فاسد ہوجائے گی لیکن اگر سکھانے کا ارادہ نہیں کیا تلاوت کا ارادہ کیا نماز فاسد نہ ہوگی (محیط سرخسی)

ایک مرتبہ لقمہ دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے کئی بار ہونا شرط نہیں ہے۔ یہی اصح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) غیر نماز پڑھنے والے نے نماز پڑھنے والے کو لقمہ دیا، اس نے لقمہ قبول کرلیا نماز فاسد ہوجائے گی، (منیۃ المصلی) اگر اپنے امام کو لقمہ دیا نماز فاسد نہ ہوگی،

بعض لوگوں نے کہا ہے اپنے امام کو لقمہ دینے میں تلاوت کا ارادہ کرنا چاہیئے اور صحیح یہ ہے اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے قراءت کی نیت نہ کرے، فقہا نے کہا ہے یہ حکم اس وقت ہے جب امام اتنی قراءت پر اٹک گیا ہو جس سے نماز جائز نہیں ہوتی یا قراءت کے بعد اٹکا اور کوئی دوسری آیت شروع نہیں کی، لیکن اگر اتنا پڑھ چکا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یا اس وقت لقمہ دیا جب دوسری آیت شروع کر دی لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور صحیح یہ ہے لقمہ دینے والے کی نماز کسی حالت میں فاسد نہ ہو گی، صحیح قول کے بموجب اگر امام نے لقمہ قبول کر لیا اس کی نماز بھی فاسد نہ ہو گی (کافی) مقتدی کو فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے اس لیئے کہ امام کا اس وقت یاد آجانا بہت ممکن ہے پس امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت بلاضرورت ہو گی (محیط سرخسی)

امام کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے کی ضرورت نہ رہے اس لیئے کہ اس صورت میں قراءت کی حاجت ان پر رہتی ہے اور مقتدی کی قراءت مکروہ ہے، بلکہ اگر اتنی قراءت کر چکا ہے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو رکوع کر لے اور دوسری آیت کی طرف منتقل نہ ہو (کافی) ضرورت واقع ہونے کی تفسیر یہ ہے بار بار ایک آیت کو پڑھے یا خاموش کھڑا ہو جائے (نہایہ) امام اٹک گیا اس کو ایسے شخص نے لقمہ دیا جو نماز میں نہیں ہے اور اس وقت امام کو بھی یاد آگیا پس اگر امام نے اس کے لقمہ تمام ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا اس کی نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر شروع نہیں کیا تھا اس کی نماز فاسد ہو گی اس لیئے کہ اس کا یاد آنا اس کے لقمہ دینے کی جانب منسوب کیا جائے گا، قریب البلوغ لڑکے کا لقمہ دینا بالغ کے حکم میں ہے، مقتدی نے ایسے شخص سے سنا جو نماز میں داخل نہیں ہے اور سن کر اپنے امام کو لقمہ دیا سب کی نماز باطل ہو جائے گی اس لیئے کہ خارج سے تلقین ہوئی ہے (بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے) نماز میں کوئی بری خبر سنی اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا یا خوشی کی خبر سنی اور الحمد للہ کہا اور اس کے جواب کا ارادہ کیا نماز فاسد ہو گی، اگر جواب کا ارادہ نہیں کیا یا اس بات کی اطلاع کا ارادہ کیا کہ وہ نماز میں ہے بالاجماع نماز فاسد نہ ہو گی (محیط سرخسی)

اور اگر تعجب کی خبر سنی اور سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہا اور اس سے جواب کا ارادہ نہ کیا سب کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی، اور اگر جواب کا ارادہ کیا ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی (خلاصہ) اگر بچھو نے ڈنک مارا اور بسم اللہ کہا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی (ظہیریہ) بعضوں نے کہا ہے فاسد نہ ہو گی اس لئے کہ یہ اس طرح کی بات نہیں ہے جس طرح کی باتیں لوگ آپس میں کرتے ہیں، نصاب میں ہے اسی پر فتویٰ ہے (بحر الرائق) چاند دیکھ کر ربی و ربک اللہ کہا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو گی، بخار یا کسی مرض کے دفع کرنے کے لیئے قرآن کی کوئی آیت پڑھی فقہا رحمہم اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، (ظہیریہ) مریض نے کھڑے ہوتے ہوئے یا جھکتے ہوئے مشقت اور تکلیف کی وجہ سے بسم اللہ کہا اس کی نماز فاسد نہ ہو گی، اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات)

صدر الشہید کی جامع صغیر میں ہے انا للہ وانا الیہ راجعون سے اگر جواب کا ارادہ کیا ہے سب کے نزدیک نماز فاسد ہو گی، اللھم صل علی محمد یا اللہ اکبر کہا اور جواب کا ارادہ نہیں کیا بالاجماع نماز فاسد نہ ہو گی، اور اگر جواب کا ارادہ کیا بعضوں نے کہا سب کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، یہی ظاہر ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں درود پڑھا اور وہ دوسرے کے جواب میں نہ تھا اس کی نماز فاسد نہ ہو گی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنا اور اس کے جواب میں درود پڑھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ایک شخص نے ماکان محمد ابا احد من رجالکم پڑھا دوسرے شخص نے نماز میں سن کر درود پڑھا اس کی نماز فاسد ہو گی اسی طرح کسی شخص نے ایسی آیت پڑھی جس میں شیطان کا ذکر تھا اور دوسرے شخص نے نماز میں سن کر لعنہ اللہ کہا اس کی نماز

فاسد نہ ہوگی۔ ایک شخص نے بلند آواز سے کہا ضرورتوں کے پورا ہونے کے لیئے سورۂ فاتحہ پڑھو اور مسبوق نے سورۂ فاتحہ پڑھی اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اسی پر فتویٰ ہے (خلاصہ) اگر ایسا شعر جو بعینہٖ قرآن میں موجود ہے جیسے ..... یہ قول

ارأیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم

تونے دیکھا اس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو سو یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو

یا جیسے یہ قول:۔

ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مؤمنین

اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور مؤمن لوگوں کے دلوں کو شفا عطا فرمائے گا

اور اس سے شعر پڑھنے کا ارادہ کیا نماز فاسد ہوجائے گی (محیط سرخسی) اگر کوئی شعر یا خطبہ تصنیف کیا اور اپنی زبان سے نہ کہا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن برا کیا، (منیۃ المصلی) فتاویٰ میں ہے اگر نماز کے اندر سوچ کر کسی حدیث، شعر خطبہ یا مسئلہ کو یاد کیا مکروہ ہے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، (سراج الوہاج) نماز میں "نعم" کا لفظ اس کی زبان سے نکل گیا اگر کلام میں بولنے کی اسے عادت تھی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر عادت نہ تھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ یہ قرآن میں سے شمار کیا جائے گا (محیط سرخسی) فارسی میں آرے کہا اس کا بھی وہی حکم ہے جو نعم کا تھا، اگر عادۃً کہا نماز فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہ ہوگی، (فتاویٰ قاضی خاں)

نماز کے اندر ایسی دعا مانگی جس کا سوال بندوں سے محال ہے مثلاً عافیت مغفرت یا رزق کی دعا مانگی یا اللھم ارزقنی الحج یا اللھم اغفرلی کہا نماز فاسد نہ ہوگی، اگر ایسی دعا مانگی جس کا سوال بندوں سے محال نہیں ہے مثلاً اللھم اطعمنی، اللھم اقض دینی یا اللھم زوجنی کہا نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر اللھم ارزقنی فلانۃ کہا صحیح یہ ہے نماز فاسد ہوجائے گی اس لیئے کہ یہ لفظ بھی اسی قبیل سے ہے جو لوگوں کی گفتگو میں باہم استعمال ہوتا ہے، اگر اللھم اغفرلی ولوالدی کہا نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ یہ قرآن میں موجود ہے، اگر اللھم اغفر لاخی کہا شیخ ابو الفضل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نماز فاسد ہوجائے گی، اور صحیح یہ ہے نماز فاسد نہ ہوگی اس لیئے کہ وہ قرآن میں موجود ہے (محیط سرخسی) اللھم اغفر لامی، اللھم اغفر لعمی، یا اللھم اغفر لخالی یا اللھم اغفر لزید کہا نماز فاسد ہوجائے گی، (سراج الوہاج)

امام نے ڈرانے والے یا رغبت دلانے والے مضمون کی ایک آیت پڑھی، مقتدی نے صدق اللہ وبلغت رسلہ کہا اس نے برا کیا اور نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں، ظہیریہ) نماز پڑھنے والا جب یا ایہا الذین آمنوا پڑھتا ہے تو سر اٹھا کر کہتا ہے لبیک سیدی ایسا نہ کہنا بہتر ہے اور اگر کہا بعض فقہا نے فرمایا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (محیط سرخسی) یہی صحیح ہے (یہ فتاویٰ قاضی خاں کے ان مسائل میں مذکور ہے جو قرارت قرآن سے متعلق ہیں) حج کرنے والے نے نماز میں لبیک کہا نماز فاسد ہوجائیگی (خلاصہ) ایام تشریق میں اللہ اکبر کہا نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) نماز میں اذان کے کلمات اذان کے ارادہ سے کہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی (محیط)۔

نماز میں اذان سنی جو مؤذن کہتا ہے وہی دہرانے لگا اگر اذان کا جواب دینے کا ارادہ کیا نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر یہ ارادہ نہ کیا نماز فاسد نہ ہوگی، اگر اس نے کچھ نیت نہ کی تب بھی فاسد ہوجائے گی (محیط سرخسی) نماز پڑھنے والے کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اس نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم کہا اگر یہ وسوسہ امور آخرت سے متعلق تھا نماز فاسد

نہ ہوگی اور اگر امور دنیا سے متعلق تھا نماز فاسد ہو جائے گی، (تمرتاشی)، نماز کے آخر میں تشہد بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا اور تشہد پڑھنا شروع کر دیا تھوڑا سا تشہد پڑھ کر تمام ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ پہلا قعدہ اس کے دوبارہ بیٹھکر تشہد پڑھنے سے باطل ہو گیا پس جب تشہد پورا ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا نماز فاسد ہو جائے گی، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ پہلا قعدہ اس کے دوبارہ بیٹھ کر تشہد پڑھنے سے پورا باطل نہ ہوگا، صرف اس قدر باطل ہوگا جس قدر اس نے تشہد پڑھا ہے یا بالکل باطل نہ ہوگا اس لیے کہ تشہد پڑھنے کا محل قعدہ ہے اور اس کے باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اسی وجہ سے مشائخ میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے جس میں ائمہ سے کوئی روایت نہیں ہے مثلاً الحمد اور سورۃ پڑھنا بھول گیا رکوع میں چلا گیا، رکوع میں یاد آیا پھر قرات کے لیے سیدھا کھڑا ہو گیا پھر نادم ہو کر سجدہ میں چلا گیا رکوع کا اعادہ نہ کیا بعض نے کہا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ قرات کے لیے جب وہ کھڑا ہوا تھا اس کا پہلا رکوع باطل ہو گیا پس جب پھر رکوع کا اعادہ نہ کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی، بعض نے کہا پورا رکوع باطل نہ ہوگا یا کچھ باطل نہ ہوگا، اس لیے کہ رکوع کا باطل ہونا قرات کی وجہ سے تھا اور جب اس نے قرات نہ کی گویا اس نے یہ فعل ہی نہیں کیا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

نماز میں بلند آواز سے رویا یا آہ آہ، اُوہ اُوہ کی اور اس سے حروف پیدا ہو گئے اگر یہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے تھا اس کی نماز پوری ہو گئی اور اگر درد یا مصیبت کی وجہ سے تھا اس کی نماز فاسد ہوگی، اگر گناہوں کی کثرت سے آہ آہ کی نماز قطع نہ ہوگی، نماز میں اتنا رویا کہ جس سے صرف آنسو بہے اور آہ نہ نکلی نماز فاسد نہ ہوگی، "انین" کے معنی یہ ہیں کہ آہ آہ کرے اور "تاوّہ" کے معنی یہ ہیں کہ اوہ اوہ کرے (تاتارخانیہ) اگر آخ آخ کہا بالاجماع نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نہ سنا گیا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن مکروہ ہوگی اس لیے کہ یہ کلام نہیں ہے (محیط سرخسی) سجدہ کی جگہ سے مٹی میں پھونک ماری اگر سانس لینے کی طرح اس میں آواز نہ تھی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے، اور اگر پھونک مارنے میں آواز پیدا ہوئی جس سے حروف تہجی بن جاتے ہیں تو یہ کلام کے مرتبہ میں ہے اور اس سے نماز قطع ہو جائے گی (خلاصہ)۔

جانور کو "ہر" یا کتے کو "جر" کہہ کر ہٹا دیا نماز قطع ہو جائے گی، اور اگر اس طرح ہٹایا جس سے حروف تہجی نہیں پیدا ہوئے نماز قطع نہ ہوگی، ایک شخص نے بلّی کو اس طرح بلایا جس سے حروف تہجی بن گئے نماز قطع ہو جائے گی اور اگر حروف تہجی نہیں بنے نماز قطع نہ ہوگی، اسی طرح اگر بلی کو بھگایا اور اس سے حروف تہجی بن گئے نماز قطع ہو جائے گی (ذخیرہ)۔ بلا عذر کھنکارا وہ مجبور نہ تھا اور اس سے حروف حاصل ہو گئے نماز فاسد ہو جائے گی (تبیین) اگر اس سے حروف ظاہر نہیں ہوئے بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی لیکن مکروہ ہوگی (بحر الرائق) اگر معذور تھا مثلاً مجبوری سے کھنکارا نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح آہ آہ یا اوہ اوہ اگر عذر کی بنا پر ہے مثلاً مریض ہے اور اپنے اوپر قادر نہیں ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہ چھینک یا ڈکار کے حکم میں شمار ہوگا، اگر چھینک ماری یا ڈکار آئی اور اس سے کلام پیدا ہو گیا نماز فاسد نہ ہوگی (محیط سرخسی)

اپنی آواز درست کرنے کے لیے یا اس کو اچھا بنانے کے لیے کھنکارا صحیح قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح اگر امام سے کوئی خطا ہوئی اور اس کو بتلانے کے لیے کھنکارا نماز فاسد نہ ہوگی، غایۃ میں لکھا ہے اگر کوئی شخص اس لیے کھنکارا تا کہ دوسرے کو آگاہ کر دے کہ وہ نماز میں ہے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (تبیین)۔

قرآن میں دیکھ کر قرات کی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی، صاحبینؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے قرآن شریف کا اٹھانا اس کی اوراق گردانی، اس میں نظر کرنا عمل کثیر ہے، اور اس کے بغیر نماز ادا ہو سکتی ہے، اس سے معلوم ہوا اگر قرآن شریف اس کے سامنے رحل پر رکھا ہوا ہے وہ اس کو نہیں اٹھاتا اور نہ اس کی اوراق گردانی کرتا ہے، یا محراب میں لکھا ہوا ہے اور اسے دیکھ کر پڑھتا ہے نماز فاسد نہ ہوگی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ مصحف سے مدد لینا تعلّم (سیکھنا) کہلاتا ہے جو اعمال صلوٰۃ میں نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اٹھائے یا نہ اٹھائے ہر صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے، یہی صحیح ہے (کافی)

قرآن شریف یاد ہے لکھی ہوئی آیتوں سے قرآن شریف اٹھائے بغیر پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ نہ قرآن شریف اٹھایا اور نہ اس سے تلقین حاصل کی، مختصر اور جامع صغیر میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنے میں قلیل ہو یا کثیر کوئی فرق نہیں کیا ہے، بعض مشائخ نے کہا ہے اگر ایک آیت کی مقدار پڑھا نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایک آیت کی مقدار نہیں پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی، بعض نے کہا اگر سورۂ فاتحہ کے بقدر قراءت کی نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ فاسد نہ ہوگی (تبیین) نماز میں قرآن کی لکھی ہوئی آیت پر نظر کی اور اسے سمجھ لیا بلا خلاف نماز جائز ہے (نہایہ)

جامع صغیر حسامی میں ہے نماز میں اگر کسی فقہ کی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو سمجھ لیا بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی (تاتار خانیہ) محراب پر قرآن شریف کے علاوہ کچھ اور لکھا تھا مصلی نے دیکھا غور و فکر کیا اور سمجھ لیا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی، اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نماز فاسد ہوگی، (ذخیرہ) صحیح یہ ہے اس کی نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی، (ہدایہ) بالارادہ سمجھنے والے اور بلا ارادہ سمجھنے والے کے درمیان صحیح قول کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے (تبیین) نماز میں انجیل، توراۃ یا زبور میں سے کچھ پڑھا وہ اچھی طرح قرآن پڑھ سکتا ہے یا نہیں پڑھ سکتا دونوں صورتوں میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، (فتاویٰ قاضی خاں)

افعال دوسری قسم وہ افعال ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (محیط سرخسی) قلیل و کثیر کی تعریف میں اختلاف ہے اور اس بارہ میں تین قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ جو کام عادۃً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے "کثیر" ہے اگرچہ وہ ایک ہی ہاتھ سے کرے مثلاً عمامہ باندھنا، کرتہ پہننا، پائجامہ باندھنا، کمان سے تیر چھوڑنا، اور جو کام عادۃً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے "قلیل" ہے اگرچہ دونوں ہاتھوں سے کرے مثلاً کرتہ اتارنا، پاجامہ کھولنا، ٹوپی اوڑھنا، ٹوپی اتارنا، لگام اتارنا وغیرہ (تبیین) جو کام عادۃً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ قلیل اس وقت تک ہی ہے جب تک بار بار نہ ہو (فتاویٰ قاضی خاں)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی رائے میں جسے قلیل سمجھے "قلیل" ہے اور جسے کثیر سمجھے "کثیر" ہے، یہ قول حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے زیادہ قریب ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جسے دیکھ کر دور سے دیکھنے والا یقین کرے کہ وہ نماز میں نہیں ہے عمل کثیر ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر شک ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی، یہی اصح ہے (تبیین) یہی احسن ہے (محیط سرخسی) اسی کو اکثر فقہاء نے اختیار کیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ) تلوار گلے میں ڈالی یا گلے سے نکالی اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اسی طرح اپنی چادر اوڑھی یا ہلکی چیز اٹھائی جس کو ایک ہاتھ سے اٹھایا کرتے ہیں، یا کسی بچہ یا کپڑے کو کاندھے پر اٹھایا نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ایسی چیز اٹھائی جس کے اٹھانے میں تکلیف و مشقت ہوتی ہے نماز فاسد ہو جائیگی

(ظہیریہ) اگر جان کر یا بھول کر کھایا یا پیا نماز فاسد ہو جائے گی (فتاویٰ قاضی خاں) دانتوں میں کچھ کھانا تھا وہ نگل لیا اگر چنے سے کم تھا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن مکروہ ہوگی اور اگر چنے کے برابر تھا نماز فاسد ہوگی (سراج الوہاج میں فتاویٰ سے نقل کیا ہے، تبیین، بدائع، شرح طحاوی) بقالی نے ذکر کیا ہے یہی اصح ہے (برجندی) دانتوں سے خون نکلا اور نگل لیا اگر اس پر تھوک غالب تھا نماز فاسد نہ ہوگی (سراج الوہاج)۔ نصاب میں ہے ایک شخص نے نماز شروع کرنے سے پہلے کچھ پی لیا پھر نماز شروع کر دی اور اس کے منہ میں کچھ کھانے پینے کی چیز باقی رہ گئی تھی اور اس بقیہ کو کھا پی لیا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح اس کے دانتوں میں اگر کوئی چیز باقی تھی اور وہ نماز پڑھ رہا ہے اس نے نگل لیا اگرچہ چنے کے برابر ہو نماز فاسد نہ ہوگی، یہ قول حضرت امام اعظم اور امام ابویوسف رحمہا اللہ کا ہے (مضمرات) دانتوں سے خون نکلا اس کو نگل گیا اگر منہ بھر کر نہ تھا نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ، محیط) خارج سے ایک تل لے کر نگل لیا نماز فاسد ہو جائے گی، یہی اصح ہے، کوئی میٹھی چیز نگل کر نماز میں داخل ہوا لیکن اس کی شیرینی منہ میں موجود تھی وہ بھی نگل گیا نماز فاسد نہ ہوگی، قند یا شکر منہ میں رکھی لیکن اسے نہیں چبایا اور نماز پڑھتے ہوئے اس کی شیرینی حلق میں اتر گئی نماز فاسد ہو جائے گی (محیط سرخسی) یہی مختار ہے (ظہیریہ)

بہت سا گوند چبایا نماز فاسد ہو جائے گی (محیط سرخسی) چھالی چبائی اور وہ نہیں ٹوٹی اگر زیادہ چبائی اس لیے نماز فاسد ہوگی کہ یہ عمل کثیر ہے، اور اگر کچھ ٹوٹ کر اس کے حلق میں داخل ہوگئی اگرچہ تھوڑی ہو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اسے نہیں چبایا اور تھوک کے ساتھ حلق کے اندر چلی گئی نماز فاسد نہ ہوگی، اولہ، کوئی قطرہ یا برف کا ٹکڑا اس کے منہ میں چلا گیا اور نگل لیا نماز فاسد ہو جائے گی (سراج الوہاج) نماز پڑھتے ہوئے چراغ کی بتی اٹھائی نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔ نماز پڑھتے ہوئے چراغ کی بتی رکھدی نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ یہ "عمل قلیل" میں داخل ہے (سراج الوہاج میں فتاویٰ سے منقول ہے) منہ بھر کر قے کی وضو ٹوٹ جائے گا نماز فاسد نہ ہوگی[1]، اگر منہ بھر کر قے نہیں ہوئی وضو بھی نہیں ٹوٹے گا اور نماز بھی فاسد نہ ہوگی، منہ بھر کر قے کی اور نگل گیا اور وہ اس کے اگل دینے پر قادر تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر منہ بھر کر نہ تھی حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق فاسد ہو جائے گی، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں زیادہ احتیاط ہے (فتاویٰ قاضی خاں) عمداً قے کی اور منہ بھر کر نہ تھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر منہ بھر کر تھی نماز فاسد ہو جائے گی (محیط)

نماز میں قبلہ کی طرف چلا اور وہ لاحق نہیں ہے اور مسجد سے نہیں نکلا نماز فاسد نہ ہوگی، اور میدان میں جب تک صفوں سے نہیں نکلا نماز فاسد نہ ہوگی (منیۃ) قبلہ کی طرف پشت کر دی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ظہیریہ) نماز میں ایک صف کی مقدار چلا نماز فاسد نہ ہوگی اگر ایک بار دو صفوں کی مقدار چلا نماز فاسد ہو جائے گی، اگر ایک بار ایک صف کے برابر چلا کچھ دیر ٹھہرا پھر ایک صف کے برابر چلا نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔ رفع یدین سے نماز فاسد نہیں ہوتی، سواری کے گدھے کو دونوں پاؤں پھیلا کر ہانکا نماز فاسد ہوگی، اگر ایک پاؤں سے ہانکا نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) ایک پاؤں برابر ہلاتا رہا نماز فاسد نہ ہوگی، دونوں پاؤں ہلائے نماز

---

[1] فتاویٰ میں درج شدہ عبارت پر قوی اشکال ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا لیکن نماز فاسد نہ ہوگی اس مسئلہ میں فتاویٰ کے دوسرے مطبوعہ نسخوں کی طرف مراجعت کی گئی سب میں یہی عبارت تھی، اس کے بعد اس کے آخذ یعنی فتاویٰ قاضی خاں کی طرف رجوع کیا تو اس میں اس مسئلہ کے ضمن میں یہ عبارت بھی ملی جس سے اشکال ختم ہو گیا پوری عبارت یہ ہے اذا قاء ملأ الفم تنتقض طهارته ولا تفسد صلوته وله ان يتوضأ ويبني (فتاویٰ قاضی خاں) یہ مسئلہ بنا کا ہے مطلب یہ ہے کہ قے سے پہلے جو نماز ادا کر چکا ہے وہ اس کے حق میں معتبر سمجھی جائے گی اس کے لیے جائز ہے کہ وضو کر کے اس پر بنا کرے۔ مترجم

فاسد ہوجائے گی، اس قائل نے دونوں پاؤں کے عمل کو دونوں ہاتھوں کے عمل پر، اور ایک پاؤں کے عمل کو ایک ہاتھ کے عمل پر قیاس کیا ہے، بعض نے کہا ہے اگر دونوں پاؤں تھوڑی دیر ہلائے نماز فاسد نہ ہوگی (محیط) یہی اوجہ ہے (بحر الرائق)۔ اپنا سینہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا اور معذور نہیں ہے نماز فاسد ہوگی اور اگر منہ پھیرا سینہ نہ پھیرا نماز فاسد نہ ہوگی (زاہدی) لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب فوراً اپنا منہ قبلہ کی طرف پھیر لے (ذخیرہ)

جانور پر سوار ہوا نماز فاسد ہوجائے گی اس لیئے کہ یہ کام دونوں ہاتھوں کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوسکتا، سواری سے اتر گیا نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)

فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص جنگل میں نماز پڑھ رہا ہے وہ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ سے سجدہ کرنے کی جگہ کے برابر پیچھے ہٹ گیا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح دائیں بائیں اور پیچھے "مقدار سجود" کا اعتبار کیا گیا ہے، اس کو مسجد کا حکم دیا جاتا ہے، جب تک اتنی جگہ سے نہیں بڑھا مسجد سے باہر نہیں ہوا، اس باب میں لکیر کھینچ لینے کا اعتبار نہیں ہے یہاں تک اگر ایک شخص اپنے گرد لکیر کھینچ لے وہ لکیر سے باہر نہیں ہوا لیکن مقدار سجود سے باہر ہوگیا نماز فاسد ہوجائے گی (محیط) صف کے درمیان کچھ جگہ خالی تھی اس میں کوئی شخص داخل ہوا نمازی جگہ کشادہ ہونے کے لیئے آگے بڑھ گیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی[1]، (خزانۃ الفتاویٰ، قنیہ)

ایک شخص نے مغرب کی نماز گھر شروع کی ایک شخص نے اس کے پیچھے آکر نفل کی نیت باندھ لی امام بھول کر چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہوا اور تیسری رکعت پر نہ بیٹھا، مقتدی نے اس کی متابعت کی فقہا نے کہا ہے امام اور مقتدی دونوں کی نمازیں فاسد ہوجائینگی (فتاویٰ قاضی خان)۔ بچھو یا سانپ کے مارنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ایک ضرب میں مرے یا متعدد ضربوں میں، یہی اظہر ہے،

مجمع النوازل میں لکھا ہے مقتدی کو یہ حادثہ پیش آئے اور اس کی طرف جوتا لے کر دوڑے اگرچہ امام سے آگے بڑھ جائے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) ہر قسم کے سانپوں کا یہی حکم ہے، یہی صحیح ہے (ہدایہ) نماز میں سانپ یا بچھو کا مارنا اس وقت مباح ہے جب وہ اس کے سامنے سے گذرے اور ڈس لینے کا اندیشہ ہو، اگر ڈس لینے کا اندیشہ نہیں ہے تو مکروہ ہے (محیط) مسلسل تین پتھر پھینکے یا جوئیں ماریں یا مسلسل تین بال اکھیڑے، یا آنکھوں میں سرمہ لگایا نماز فاسد ہوگی، (ظہیریہ) حجۃ میں ہے بعض مشائخ نے کہا اگر ایک شخص نے اپنے ہاتھ پھیلا کر خوب طاقت لگا کر ہوا میں پتھر پھینکا، ایک پتھر کے پھینکنے سے نماز فاسد ہوجائے گی (تاتارخانیہ)

حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے ایک شخص سواری پر نماز پڑھ رہا تھا اس نے تیز چلانے کے لیئے مارا نماز فاسد ہوجائے گی بعض نے کہا ہے ایک یا دو بار کے مارنے سے نماز فاسد نہ ہوگی، اگر ایک رکعت میں مسلسل تین بار مارے گا نماز فاسد ہوگی (محیط) ایک شخص کو ایک ہاتھ یا کوڑے سے مارا نماز فاسد ہوگی،[2] (زینۃ المصلی) پرندے پر پتھر پھینکا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن مکروہ ہوگی، (خلاصہ) ڈھیلے موزوں کو نکال دیا نماز فاسد نہ ہوگی (محیط سرخسی) موزے پہن لیئے نماز فاسد ہوجائے گی، جانور کے لگام دی، زین کسی یا زین اتار دی، نماز فاسد ہوجائے گی (فتاویٰ قاضی خاں) تین کلمے لکھے نماز فاسد ہوگی اور اگر تین سے کم لکھے نماز فاسد نہ ہوگی، فتاویٰ میں ہے تین کلموں کی مقدار مجمع النوازل میں لکھی ہے (خلاصہ) ہوا یا بدن پر کچھ لکھا جو ظاہر نہیں ہوتا نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ بہت ہو

---

[1] یہ قول مفتی بہ نہیں ہے۔ [2] کبیری میں یہ مسئلہ نقل کرنے کے بعد دلیل دیتے ہیں کہ کسی کو ہاتھ یا کوڑے مارنا یا بطور مخاصمت کے ہوگا یا اصلاح کی غرض سے ہوگا یا ہنسی مذاق کے طور پر ہوگا اور ان میں سے ہر ایک عمل کثیر ہے۔

(مولانا) لقمان الحق فاروقی

(سراج الوہاج)۔ دروازہ بند کیا نماز فاسد نہ ہوگی دروازہ کھولا نماز فاسد ہو جائے گی (فتاویٰ قاضی خاں)۔

ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی بچہ نے آکر پستان چوسا اگر دودھ نکل آیا نماز فاسد ہوگی اور اگر نہیں نکلا فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ جب دودھ نکلا تو دودھ پلانا ثابت ہوا، اور اس کے بغیر دودھ پلانا ثابت نہیں ہوتا (محیط سرخسی) بچہ نے تین مرتبہ چوسا تو دودھ نکلے بغیر بھی عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی (فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ) ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی اس کے شوہر نے رانوں میں مجامعت کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ کسی قسم کی رطوبت نہ نکلی ہو، اسی طرح اگر شہوت سے یا بغیر شہوت کے عورت کا بوسہ لیا یا شہوت سے مساس کیا عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر عورت نے نماز پڑھنے والے مرد کا بوسہ لیا اور اس کو شہوت نہ ہوئی مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی جس عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج دیکھی، طلاق سے رجعت ہو جائے گی اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، یہی مختار ہے (خلاصہ) نماز پڑھتے ہوئے اپنے سر یا ڈاڑھی پر تیل ملا یا سر پر گلاب کا پانی ڈالا اس کی نماز فاسد ہوگی، کہا گیا ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب شیشی لے کر سر پر تیل ڈالے اگر تیل ہاتھ میں تھا اُس سے اپنے سر یا ڈاڑھی پر مسح کر لیا نماز فاسد نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اپنی ڈاڑھی میں کنگھی کی نماز فاسد ہوگی (محیط سرخسی)

ایک رکن میں تین بار کھجایا نماز فاسد ہوگی، یہ حکم اس صورت میں ہے جب ہر بار اپنا ہاتھ اٹھائے، اگر ہر بار ہاتھ نہ اٹھایا نماز فاسد نہ ہوگی، ایک بار کھجایا نماز مکروہ ہوگی (خلاصہ) سجدہ کی جگہ سے کوئی گذرا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور گذرنے والا شخص گنہ گار ہوگا، اس مسئلہ میں فقہا نے بہت کلام کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کی کس جگہ تک گذرنا مکروہ ہے، اصح یہ ہے کہ نمازی کے قدموں سے سجدہ کرنے کی جگہ تک گذرنا مکروہ ہے (تبیین) ہمارے مشائخ نے کہا ہے ایک شخص نماز میں سجدہ کی جگہ پر نظر جمائے ہوئے ہے اور گذرنے والے پر اس کی نظر پڑے، مکروہ نہیں ہے، یہی صحیح ہے۔ (خلاصہ) یہی اصح ہے (بدائع) یہ صواب سے زیادہ قریب ہے (نہایہ) یہ جنگل کا حکم ہے، اگر مسجد میں ہے اور گذرنے والے اور نمازی کے درمیان کوئی حائل ہے مثلاً کوئی مرد، یا ستون وغیرہ کوئی کراہت نہیں ہے، اور اگر اس کے درمیان میں کوئی حائل نہیں ہے اور مسجد چھوٹی ہے، ہر جگہ سے گذرنا مکروہ ہے بڑی مسجد جنگل کے حکم میں ہے (کافی)۔

اگر دکان پر نماز پڑھ رہا تھا گذرنے والے کے اعضا نماز پڑھنے والے کے مقابل آجائیں مکروہ ہے اور اگر مقابل نہیں آئے مکروہ نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر دو شخص برابر سے گذریں اس شخص کے لیے کراہت ہوگی جو مصلی کے قریب ہوگا (سراج الوہاج) فقہا نے کہا ہے ایک شخص سوار ہے وہ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا چاہتا ہے اس کے لیے حیلہ یہ ہے کہ اپنی سواری کی آڑ میں ہو کر گذر جائے، تب گنہ گار نہ ہوگا اس لیے کہ جانور کی آڑ ہو جائے گی (نہایہ) دو شخص گذرنا چاہیں تو ایک شخص نماز پڑھنے والے کے سامنے کھڑا ہو جائے اور دوسرا شخص اس کی آڑ میں گذر جائے پھر پہلا شخص بھی کرے اسی طرح دونوں گذر جائیں (قنیہ)

جو شخص جنگل میں نماز پڑھنا چاہتا ہے اسے اپنے سامنے ایک سترہ کھڑا کرنا چاہیئے جس کی لمبائی ایک ہاتھ اور موٹائی انگلی کے برابر ہو، اس کو اپنی داہنی یا بائیں بھوؤں کے سامنے رکھے، داہنی بھوؤں کے سامنے کرنا افضل ہے (تبیین) لکڑی کا گاڑنا اگر مشکل ہے زمین پر رکھ دے (کافی) اس مسئلہ کی ایک جماعت نے جن میں قاضی خاں بھی ہیں انھوں نے جامع صغیر کی شرح میں اس کی تصحیح فرمائی ہے، (بحر الرائق) یہی اصح ہے (خلاصہ) قنیہ میں ہے یہی مختار ہے (شرح ابو المکارم) سترہ کو لمبائی میں اپنے سامنے رکھے چوڑائی میں نہ رکھے (تبیین) اگر نماز پڑھنے والے کے پاس کوئی لکڑی، گاڑنے یا سامنے رکھنے کی چیز نہیں

ہے عامۂ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ خط نہ کھینچے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہی ہے ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے خط کھینچے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے، جو فقہا خط کھینچنے کو جائز کہتے ہیں کیفیت خط میں مختلف ہیں بعض نے کہا ہے طول میں خط کھینچے اور بعض کہتے ہیں محراب کی صورت میں خط کھینچنا چاہیئے (محیط) سامنے گذرنے کا کوئی خوف نہیں ہے اور راستہ کی طرف منہ نہیں ہے اگر سترہ کھڑا نہ کرے کوئی مضائقہ نہیں ہے (تبیین) امام کے سامنے جو سترہ ہے وہی پوری جماعت کا سترہ شمار کیا جائے گا، اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے سترہ نہیں ہے اور اس کے سامنے سے کوئی شخص گذرے یا سترہ ہے لیکن نمازی اور سترہ کے درمیان سے کوئی شخص گذرنا چاہے اس کو اشارہ سے یا تسبیح (سبحان اللہ) سے روکے (ہدایہ)۔

فقہا نے کہا ہے یہ حکم مردوں کے لیئے ہے اور عورتوں کے لیئے یہ حکم ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ ماریں اس کا طریقہ یہ ہے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر ماریں (بحرالرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے) اشارہ اور تسبیح دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے، سر، آنکھ یا اس کے علاوہ کسی اور عضو سے اشارہ کرے (کافی) نماز میں رکوع، سجدہ زیادہ کردیا ظاہر روایت کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اسی طرح دو سجدے یا اس سے زیادہ بڑھا دیئے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی، یہی حکم اس صورت میں ہے جب دو رکوع یا اس سے زیادہ بڑھا دیئے، نماز تمام ہونے سے پہلے ایک رکعت پوری زیادہ کردی اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اگر امام نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا جب سجدہ سے سر اٹھایا تو ایک دوسرا شخص آکر اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا اس نے رکوع کیا اور دو سجدے کیئے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لیئے کہ اس نے پوری ایک رکعت بڑھادی یعنی رکوع اور سجود اور اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے (محیط)۔

ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اس نے از سر نو اللہ اکبر کہہ کر عصر کی یا نفل نماز شروع کردی اس کی پہلی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لیئے کہ دوسری نماز کا شروع کرنا اس کے لیئے درست ہے، نفل کی نیت کی ہے تو دوسری نماز نفل ہوگی، یا صاحب ترتیب ہے اور اس نے عصر کی نیت کی ہے یا صاحب ترتیب نہیں ہے مثلاً بہت سی نمازوں کے فوت ہونے یا وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی تب بھی وہ پہلی نماز سے نکل جائے گا، اگر نفل پڑھ رہا تھا اس نے فرض شروع کردیئے یا جمعہ پڑھ رہا تھا اس نے ظہر شروع کردی یا ظہر پڑھ رہا تھا اور جمعہ شروع کردیا جس نماز میں تھا اس سے باہر ہوجائے گا۔ (تبیین)

ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر از سر نو اللہ اکبر کہہ کر وہی ظہر کی نماز پڑھنی چاہی جتنی نماز ادا کرچکا ہے وہ فاسد نہ ہوگی، اور اس رکعت کا نماز میں حساب ہوگا یہاں تک اگر باقی نماز میں پہلی رکعت کے حساب سے قعدہ اخیرہ کا موقعہ تھا اور نہ بیٹھا نماز فاسد ہوگی (بحرالرائق) یہ حکم اس وقت ہے جب دل سے نیت کی تھی اور اگر زبان سے بھی کہدیا میں ظہر کی نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں وہ نماز باطل ہوجائے گی اور اس رکعت کا حساب نہ ہوگا (کافی)

ایک شخص نے تنہا نماز شروع کی پھر ایک شخص نے آکر اس کی اقتدا کرلی امام نے اس کی وجہ سے دوبارہ نماز شروع کی دوسری بار نماز شروع کرنے کا اعتبار نہیں ہے، پہلی بار شروع کرنے کا اعتبار کیا جائے گا، اگر داخل ہونے والی عورت ہے تو دوسری بار شروع کرنا صحیح سمجھا جائے گا، (نہایہ) ظہر کی نماز شروع کی پھر اللہ اکبر کہہ کر امام کی اقتدا کی نیت کرلی، پہلی نماز باطل ہوجائے گی، گھر میں ظہر کی نماز پڑھی پھر جماعت سے ادا کی پہلی نماز باطل نہ ہوگی، (کافی) ظہر کی چار رکعات پڑھیں سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ ایک سجدہ بھولے سے رہ گیا ہے کھڑے ہو کر از سر نو چار رکعات ادا کیں اس کی ظہر کی نماز فاسد ہوگی اس لیئے کہ دوبارہ ظہر میں داخل ہونے کی نیت لغو ہے جب اس نے ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرض نماز سے فارغ ہونے سے پہلے فرض اور نفل کو ملا دیا (بحرالرائق، خلاصہ)۔

ایک شخص نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھیں قعدہ میں مقدار تشہد بیٹھا اور یہ خیال کرکے کہ تین رکعات پوری ہوگئی ہیں سلام پھیر دیا پھر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر مغرب کی سنتیں پڑھنے کی نیت کرلی جب سنتوں کا ایک سجدہ کرلیا مغرب کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لیے کہ فرض نماز سے فارغ ہونے سے پہلے وہ نفل میں داخل ہوگیا، مغرب کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا پھر اسے یاد آیا کہ نماز پوری نہیں ہوئی ہے اور یہ سمجھ کر کہ مغرب کی نماز فاسد ہوگئی ہے کھڑا ہوا اور مغرب کی نماز کے لیے اللہ اکبر کہہ کر دوبارہ نیت باندھ لی اور تین رکعتیں پڑھیں اگر ایک رکعت پڑھ کر مقدار تشہد بیٹھ گیا اس کی مغرب کی پہلی نماز صحیح ہوجائے گی اور اگر نہیں بیٹھا تو پہلی نماز صحیح نہ ہوگی، مغرب کی نماز شروع کی، اور ایک رکعت پڑھ کر اسے یہ خیال آیا کہ اس نے شروع کی تکبیر نہیں کہی ہے پھر از سر نو نماز شروع کی اور تین رکعتیں پڑھیں اس کی نماز جائز نہ ہوگی، کتاب رزین میں مذکور ہے یہ حکم اس وقت ہے جب اس نے ایک رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا، اس لیے کہ اس سے قعدۂ اخیر چھوٹ گیا اور فرض کے پورا ہونے سے پہلے نفل میں چلا گیا (خلاصہ)۔

دوسری فصل — جو چیزیں نماز میں مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں

نماز پڑھنے والے کو اپنے کپڑے، ڈاڑھی یا بدن سے کھیلنا یا سجدہ میں جاتے ہوئے اپنے سامنے یا پیچھے سے کپڑا اٹھانا مکروہ ہے (معراج الدرایہ) اگر کپڑا اس لیے جھٹکا تاکہ رکوع میں اس کے بدن سے نہ لپٹ جائے کوئی مضائقہ نہیں ہے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا پہلے پیشانی سے مٹی جھاڑی اگر نماز میں اس سے خلل پڑتا تھا کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اگر خلل نہ پڑتا تھا تو درمیان نماز میں مکروہ ہے اور تشہد و سلام سے پہلے مکروہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اس کا چھوڑنا افضل ہے (محیط سرخسی) نماز کے اندر پیشانی سے پسینہ پونچھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

نماز میں جو کام مفید ہے اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور سے ثابت ہے کہ آپ نے پیشانی سے پسینہ پونچھا ہے اور جب کھڑے ہوتے تھے تو کپڑے کو دائیں یا بائیں جانب جھاڑتے تھے، جو کام مفید نہیں وہ نماز میں مکروہ ہے (خلاصہ، نہایہ) نماز میں اگر ناک سے کچھ ریزش نکلی زمین پر پھینکنے سے اس کا پونچھ دینا اولیٰ ہے (قنیہ) نماز میں سبحان ربی الاعلیٰ یا آیتوں کا شمار کرنا مکروہ ہے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بعض لوگوں نے کہا اختلاف صرف فرائض میں ہے، نفلوں میں بالاجماع جائز ہے، بعض کہتے ہیں نفلوں میں اختلاف ہے اور فرائض میں بالاجماع جائز نہیں، اظہر یہ ہے کہ سب میں خلاف ہے (تبیین) ایک شخص کو اگر گننے کی ضرورت پیش آجائے اشارۃً گنے ظاہراً نہ گنے جو شخص مجبور ہے وہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرے، (نہایہ) فقہا نے کہا ہے انگلیوں کے سرے سے اشارہ کرنا مکروہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) نماز سے باہر تسبیح گننے میں اختلاف ہے، مستصفیٰ میں ہے صحیح قول کے مطابق نماز سے باہر تسبیح گننے میں کراہت نہیں ہے، (تبیین) سورتوں کا گننا مکروہ ہے اس لیے کہ یہ اعمالِ صلوٰۃ میں سے نہیں ہے، (ہدایہ)

کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے لیکن اگر ان کی وجہ سے سجدہ نہیں ہوتا تو ایک یا دو بار صاف کرنا مکروہ نہیں ہے اور ظاہر روایت کے مطابق ایک بار صاف کرے، (قنیہ) میرے نزدیک اس کا چھوڑنا بہتر ہے (خلاصہ) نماز میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا اور چٹخانا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) انگلیوں کا چٹخانا یہ ہے کہ ان کو دبائے اور کھینچے تاکہ ان میں سے آواز نکلے (نہایہ) نماز سے باہر انگلیاں چٹخانے کو اکثر لوگوں نے مکروہ سمجھا ہے (زاہدی)

بالوں کا جوڑا باندھنا یعنی سر پر بالوں کو اکٹھا کر کے انھیں کسی ایسی چیز سے باندھنا جس سے وہ کھلنے نہ پائیں مکروہ ہے (تبیین) اس میں فقہا کے چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے سر کے بیچ میں بالوں کو اکٹھا کر کے باندھے، بعض نے کہا اپنے بال سر کے گرد اس طرح لپیٹے جس طرح عورتیں لپیٹا کرتی ہیں، بعض نے کہا سر کے پیچھے بالوں کو اکٹھا کر کے انھیں کسی دھاگے یا دھجی سے باندھے تینوں صورتیں مکروہ ہیں (بحر الرائق میں غایۃ البیان سے نقل کیا ہے) نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) نماز سے باہر بھی کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے (زاہدی)

دائیں بائیں اتنا گھوم جانا کہ چہرے کا کچھ حصّہ قبلہ سے ہٹ جائے مکروہ ہے، صرف کنکھیوں سے دیکھنا جس میں چہرہ قبلہ سے نہیں ہٹتا کوئی حرج نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ ہے (تبیین)۔ التحیات یا دونوں سجدوں کے درمیان کتّے کی بیٹھک مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کتّے کی بیٹھک یہ ہے دونوں سرین زمین پر رکھ لے اور دونوں گھٹنے کھڑے کر لے (تشریح) یہی صحیح ہے (ہدایہ) یہی اصح ہے (کافی، نہایہ، مبسوط) بعض نے کہا اقعاء کے معنی یہ ہیں اپنی ایڑیوں پر بیٹھے بعض نے کہا "اقعاء" یہ ہے کہ انگلیوں کے اطراف پر بیٹھے، بعض نے کہا گھٹنے سینہ سے لگا لے بعض نے کہا گھٹنے سینے سے لگا کر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دے یہ کتے کی نشست کے زیادہ مشابہ ہے، یہ سب صورتیں مکروہ ہیں (زاہدی)۔

ہاتھ سے سلام کا جواب دینا اور بلا عذر چار زانو بیٹھنا مکروہ ہے (تبیین) دونوں ہاتھ زمین پر بچھانا، رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا اور سدل ثوب مکروہ ہے (منیۃ المصلی) سدل ثوب یہ ہے سر پر یا دونوں مونڈھوں پر کپڑا ڈال کر اس کے کنارے اِدھر اُدھر کو چھوڑ دے قبا دونوں مونڈھوں پر ڈالے اور اپنے ہاتھ اس میں نہ داخل کرے یہ بھی سدل ہے (تبیین) برابر ہے کہ قبا کے نیچے قمیص ہو یا نہ ہو (نہایہ)

خلاصہ اور نصاب میں ہے شقہ یا خرجی پہننے والا اگر اپنے ہاتھ آستینوں میں داخل نہ کرے تو متاخرین کا اس میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے (مضمرات) فقہا نے کہا ہے جو شخص قبا پہن کر نماز پڑھنا چاہے وہ دونوں ہاتھ آستینوں میں ڈالے اور پٹکے سے باندھ لے تاکہ سدل نہ ہو (فتاویٰ قاضی خاں) نماز سے باہر سدل کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے (درایہ) قنیہ کے باب الکراہت میں لکھا ہے صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے (بحر الرائق) عمامہ ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنا جب کہ تساہل یا نماز کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے ہو مکروہ ہے، اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے مکروہ نہیں ہے بلکہ بہتر ہے (ذخیرہ)

کرتہ ہوتے ہوئے صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے (خلاصہ)۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے برنس پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لڑائی میں اس کا پہننا مکروہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) آستین کہنیوں تک چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ایسا کپڑا پہننا جو اس کے بدن پر سر سے پیر تک جھول کی طرح ہو جائے اور کوئی جانب ایسی اٹھی ہوئی نہ ہو جس سے ہاتھ نظر آئیں مکروہ ہے (تبیین) کپڑے کو دائیں بغل کے نیچے لے کر اس کے دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈالے مکروہ ہے، اسطرح

---

[1] یہ کراہت اس صورت میں ہے جبکہ آستین نیچے تک ہو اور اگر آستین صرف کہنیوں تک ہے تو پھر کراہت نہیں ہے۔

(افادات شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

عمامہ پہننا کہ درمیان سے سر کھلا ہوا ہو مکروہ ہے۔ (تبیین) امام الوالجی نے کہا ہے اس طرح عمامہ باندھنا نماز سے باہر بھی مکروہ ہے (بحرالرائق)۔ مبتذل کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے (معراج الدرایہ)

ناک منہ ڈھک لینا اور نماز میں جمائی لینا مکروہ ہے، امکانی حد تک جمائی روکے اگر غالب آجائے تو اپنے منہ پر ہاتھ یا آستین رکھ لے، (تبیین) جمائی میں منہ بند نہ کرنا مکروہ ہے، (خزانۃ الفقہ) منہ پر ہاتھ کی پشت رکھے (بحرالرائق میں مختارالنوازل سے منقول ہے) قیام میں جمائی آئے تو دایاں ہاتھ اور قیام میں نہ آئے تو بایاں ہاتھ منہ پر رکھ لے (زاہدی) انگڑائی لینا اور نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ ہے، پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت کے وقت نماز میں داخل ہونا مکروہ ہے، اگر اس ضرورت کی وجہ سے نماز میں خلل واقع ہو نماز قطع کر دے ریح کا بھی یہی حکم ہے، اگر اسی طرح نماز پڑھتا رہا جائز ہے لیکن اس نے برا کیا، اگر وقت اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ وضو کرنے سے نکل جائے گا اسی طرح نماز پڑھے، اس لیے کہ کراہت کے ساتھ ادا کرنا بالکل نماز قضا کرنے سے اولیٰ ہے۔ نماز میں آستین یا پنکھے سے اپنے لیے ہوا کرنا مکروہ ہے، جب تک زیادہ نہ ہو نماز فاسد نہیں ہوتی (تبیین) نماز میں قصداً کھانسنا اور کھنکارنا مکروہ ہے اور اگر مجبور ہے تو مکروہ نہیں ہے (زاہدی) نماز میں تھوکنا اور اسی طرح رکوع و سجدہ طمانیت و سکون سے ادا نہ کرنا یعنی رکوع و سجدہ میں بیٹھ نہ ٹھہرے مکروہ ہے (محیط)

اسی طرح قومہ میں جو رکوع اور سجدہ کے درمیان ہوتا ہے اور جلسہ میں جو دونوں سجدوں کے درمیان ہوتا ہے ترک طمانیت مکروہ ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے جماعت کی صفوں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لیے کہ قیام و قعود میں ان کی مخالفت ہوگی، اگر جماعت کی صفوں میں کچھ جگہ ہے مقتدی کا تنہا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر صفوں میں جگہ نہ ملے محمد بن شجاع اور حسن ابن زیاد نے امام صاحب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے کہ اس صورت میں تنہا پیچھے کھڑے ہونے میں کوئی کراہت نہیں ہے، جماعت میں سے ایک شخص کو اپنی طرف کھینچ کر اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے یہ اولیٰ ہے، (محیط) اس شخص کو واقف کار ہونا چاہیے تاکہ اپنی نماز فاسد نہ کرلے (خزانۃ الفتاویٰ) حاوی میں ہے اگر نمازی کے پیچھے قبریں ہیں کوئی کراہت نہیں ہے اس لیے کہ نماز پڑھنے والے اور قبر کے درمیان اگر اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ پر آدمی کے گذرنے سے نماز میں کراہت نہیں آتی اسی طرح یہاں بھی کراہت نہ ہوگی،

نماز میں سامنے، اوپر، دائیں بائیں یا نمازی کے کپڑے پر تصاویر ہوں تو مکروہ ہے، اگر فرش پر تصاویر ہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں صحیح یہ ہے اگر تصویر پر سجدہ نہیں کرتا نماز مکروہ نہ ہوگی، یہ حکم اس وقت ہے جب تصویر اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والے کو بلا تکلف نظر آئے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر تصویر اس قدر چھوٹی ہے کہ دیکھنے والے کو تامل کے بغیر نظر نہیں آتی نماز مکروہ نہ ہوگی، اگر سر کٹا ہوا ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے، سر کٹنا یہ ہے کہ اس کا سر دھاگے میں اس طرح چھپا دیں کہ ذرا سا اثر بھی باقی نہ رہے، اگر سر اور جسم کے درمیان دھاگا ڈال دیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ بعض پرندوں کے گلے میں طوق بھی ہوتا ہے، سب سے زیادہ کراہت اس میں ہے کہ تصویریں نماز پڑھنے والے کے سامنے ہوں پھر اس کے بعد اس کے سر پر پھر اس کے دائیں جانب پھر بائیں جانب پھر اس کے بعد کراہت یہ ہے کہ وہ تصویریں اس کے پیچھے ہوں، (کافی)

نماز پڑھنے والے کے سامنے اگر تکیہ کھڑا ہوا رکھا ہے اور اس میں تصویر ہے نماز مکروہ ہوگی، اور اگر تکیہ زمین پر پڑا ہوا ہے نماز مکروہ نہ ہوگی (تاتارخانیہ) غیر ذی روح کی تصویر مکروہ نہیں ہے (نہایہ) فرضوں میں ایک سورت بار بار پڑھنا مکروہ ہے، نفل میں کوئی حرج نہیں ہے، (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر ایک آیت بار بار پڑھی اور نفل نماز تنہا پڑھ رہا ہے مکروہ نہ ہوگی اور اگر فرض نماز پڑھ رہا ہے حالت اختیار میں مکروہ ہوگی اور عذر و نسیان کی حالت میں کوئی حرج نہیں ہے، (محیط) جمعہ کی نماز میں ایسی سورۃ پڑھنا جس میں سجدہ ہو مکروہ ہے اور اسی طرح ان سب نمازوں میں سجدہ والی سورت پڑھنا جن میں قراءت جہر سے نہیں کی جاتی مکروہ ہے، (یہ خلاصہ کی سولھویں فصل میں جو سجدہ سہو کے بیان میں ہے لکھا ہے)۔ سجدہ کرتے ہوئے گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو اٹھانا مکروہ ہے، لیکن اگر عذر کی بناء پر ہو تو مکروہ نہیں ہے (منیۃ المصلی) مقتدی کا امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جانا یا امام سے پہلے سر اٹھانا مکروہ ہے (محیط سرخسی)

بسم اللہ اور آمین جہر سے کہنا، قراءت کو رکوع میں پورا کرنا، حالتِ انتقال کے اذکار انتقال کے بعد پڑھنے، فرائض میں بلا عذر لاٹھی پر سہارا دینا مکروہ ہے، اصح قول کے بموجب نفل میں مکروہ نہیں (زاہدی) بچہ کو لے کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے اگر کوئی شخص نگہبانی کرنے والا اور خبر لینے والا نہیں ہے اور بچہ رو رہا ہے تو مکروہ نہ ہوگی۔ (محیط سرخسی)۔ نماز میں کرتہ یا ٹوپی اتارنا یا اُن کو پہننا اور عمل قلیل سے موزوں کا نکالنا مکروہ ہے (محیط) عمامہ سر سے اتار کر زمین پر رکھا یا زمین سے اٹھا کر سر پر رکھ لیا نماز فاسد نہ ہوگی لیکن مکروہ ہوگی (سراج الوہاج)

پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے (ذخیرہ) کراہت اس وقت ہے جب زمین کی سختی محسوس ہوتی ہو اور اگر زمین کی سختی محسوس نہیں ہوتی نماز جائز نہ ہوگی، (برجندی) آستین بچھا کر اس پر سجدہ کر لیا اگر اس لیے آستین بچھائی کہ منہ پر مٹی نہ لگے نماز مکروہ ہوگی اور اگر آستین اس لیے بچھائی ہے تاکہ اس کا عمامہ اور کپڑے خاک آلود نہ ہوں نماز مکروہ نہ ہوگی (بحر الرائق)۔ ایک شخص زمین پر نماز پڑھ رہا ہے لوگوں نے اس کے سامنے ایک کپڑا ڈال دیا جس پر وہ سجدہ کرتا ہے تاکہ زمین کی گرمی سے بچ جائے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (ظہیریہ) سجدے میں پیر ڈھکنے مکروہ ہیں (خلاصہ) ایک شخص اکیلے نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ جب آیت رحمت تلاوت کرے تو رحمت کی دعا مانگے اور جب دوزخ کی آیت پڑھے تو اس سے پناہ مانگے اور مغفرت کی دعا کرے، فرضوں میں یہ مکروہ ہے، امام اور مقتدی کے لیے فرض اور نفل دونوں میں یہ مکروہ ہے، (منیۃ المصلی) کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب کو جھک جانا بھی مکروہ ہے (ذخیرہ)

نماز میں کبھی ایک پیر پر اور کبھی دوسرے پیر پر زور ڈالنا مکروہ ہے لیکن اگر کسی عذر کی بناء پر ہے تو کراہت نہیں ہے اسی طرح ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے (ظہیریہ) کھڑے ہوتے ہوئے قدم آگے بڑھانا مکروہ ہے، اٹھتے ہوئے دائیں جانب کے اعضا پر اور بیٹھتے ہوئے بائیں جانب کے اعضا پر زور دینا مستحب ہے (تبیین)، نماز میں خوشبودار چیز یا خوشبو کا سونگھنا مکروہ ہے (ذخیرہ) سجود وغیرہ کی حالت میں ہاتھ یا پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سے پھیرنا مکروہ ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)۔ امام کا محراب میں اکیلے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر محراب سے باہر کھڑا ہوا اور سجدہ محراب میں کیا کوئی کراہت نہیں ہے (تبیین) امام کے پیچھے جگہ اگر تنگ ہے اور امام محراب میں کھڑا ہو گیا کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ برہانیہ)

امام اکیلا چبوترہ پر ہے اور مقتدی نیچے ہیں یا مقتدی چبوترہ پر ہیں اور امام تنہا نیچے ہے ظاہر روایت کے بموجب یہ مکروہ ہے (ہدایہ) اگر کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ ہوں تو اصح یہ ہے کہ کوئی کراہت نہیں ہے، (محیط سرخسی) یہ حکم اس چبوترہ کا ہے جو

؎ یعنی گناہ نہ ہوگا ۱۲۔

قدِ آدم بلند ہو اور اگر چبوترہ اتنا بلند نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (طحاوی) بعض نے کہا ہے کہ چبوترہ کی بلندی اس قدر معتبر ہے جس سے فرق ہو جائے اور بعض نے سترہ پر قیاس کرتے ہوئے ایک ذراع کا اعتبار کیا ہے، اسی پر اعتماد ہے (تبیین) غایۃ البیان میں ہے کہ یہی صحیح ہے (بحرالرائق) کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیئے کہ خلاف تعظیم ہے، ایک شخص کا اپنی نماز کے لیئے مسجد میں کسی جگہ کو خاص کر لینا مکروہ ہے، (تاتارخانیہ) کسی شخص کے منہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے (معدن) اگر ایک شخص کے منہ کی طرف نماز پڑھی اور ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا شخص موجود ہے جس کی پشت نماز پڑھنے والے کی طرف ہے، نماز مکروہ نہ ہوگی (تمرتاشی) نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے خواہ نماز پڑھنے والا پہلی صف میں ہو یا آخر صف میں، (منیۃ) اگر ایسے شخص کی پشت کی طرف نماز پڑھی جو باتیں کر رہا ہے، اگرچہ وہ اس کے بالکل قریب ہو نماز مکروہ نہ ہوگی، لیکن اگر ایسی آوازیں بلند کریں جس سے نماز پڑھنے والے کی نماز میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہوگی (خلاصہ) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سامنے لوگ سو رہے ہوں مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

نماز میں تنور یا بھٹی کی طرف منہ کرنا جس میں آگ روشن ہے مکروہ ہے، اگر قندیل یا چراغ کی طرف منہ کیا نماز مکروہ نہ ہوگی (محیط سرخسی)، یہی اصح ہے (خزانۃ الفتاوی)۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے یا سر کے اوپر قرآن یا تلوار یا اسی قسم کی کوئی چیز اگر لٹک رہی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) امام رکوع میں ہے اور اس نے کسی آنے والے کی آہٹ محسوس کی اور رکوع میں اس لیئے تاخیر کی تاکہ آنے والا رکوع میں شامل ہو جائے اگر اس نے آنے والے کو پہچان لیا ہے نماز مکروہ ہوگی اور اگر نہیں پہچانا تو ایک یا دو تسبیح کی مقدار تاخیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (مختارالفتاوی) صف کے غیر مقابل امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے (بحرالرائق)

درہم یا دینار منہ میں رکھ کر نماز پڑھنا اگرچہ قرارت سے مانع نہ ہو مکروہ ہے، اپنے ہاتھ میں کسی چیز کو تھام کر نماز پڑھنا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) سامنے اگر گندگی ہے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے (محیط سرخسی) نماز میں بلا عذر چند قدم چلنا اور ہر قدم کے بعد کچھ ٹھہرنا مکروہ ہے اور اگر کسی عذر کی بنا پر ہو تو مکروہ نہیں ہے (محیط سرخسی) صف کے پیچھے کھڑے ہو کر تکبیر کہنا اور پھر بعد میں صف میں ملجانا مکروہ ہے (محیط سرخسی)۔ کسی عذر کے بغیر رکوع میں گھٹنوں پر اور سجدے میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ امام کے پیچھے قرارت کرنا حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے (ہدایہ)

سر کو اوندھا کرنا یا اونچا اٹھانا اور رفع یدین میں دونوں ہاتھوں کا کانوں سے اوپر اٹھانا یا مونڈھوں سے نیچے رکھنا اور سجدہ میں پیٹ کو دونوں رانوں سے ملانا اور تکبیر کے وقت امام کے آنے سے پہلے جماعت کا صفوں میں کھڑا ہو جانا مکروہ ہے (خزانۃ الفقہ) امام کا نماز میں اس قدر جلدی کرنا کہ مقتدی قدر مسنون کو پورا ادا نہ کر سکے مکروہ ہے (منیہ)

حجۃ میں ہے نماز میں مکھیوں یا مچھروں کا بلا ضرورت ہاتھ سے ہٹانا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت "عمل قلیل" سے ہٹانا مکروہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) نماز میں عمل قلیل بلا عذر مکروہ ہے (بحرالرائق) گلے میں کمان یا ترکش ڈال کر نماز پڑھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ان کی حرکت سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تو مکروہ ہوگی اور نماز ادا ہو جائے گی (سراج الوہاج) ایک شخص کی زمین غصب کر کے اس میں نماز پڑھی جائز ہے لیکن اس ظلم کا عذاب ہوگا، جو عمل بندہ اور خدا کے مابین ہے اس پر ثواب ملیگا اور جو باہم بندوں کے مابین ہے اس پر عذاب ہوگا (مختار الفتاویٰ)

مکروہات کی جتنی صورتیں اوپر ذکر کی گئیں ان سب میں نماز ہو جاتی ہے اس لیئے کہ اس کے ارکان اور شرائط موجود ہیں لیکن نماز دوبارہ اس طرح ادا کر لینی چاہیئے جس میں کسی قسم کی کراہت باقی نہ رہے، جتنی نمازیں کراہت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں سب کا یہی حکم ہے (ہدایہ) اگر کراہت تحریمی ہے تو اعادہ ضروری ہے اور اگر تنزیہی ہے تو مستحب ہے۔ اس لیئے کہ کراہت تحریمی واجب کے مرتبہ میں ہے (فتح القدیر)۔

مُتَعَلِّقَہ مَسَائِل

ایک شخص نے نماز شروع کی اور اس کی ماں یا باپ نے آواز دی جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جواب نہ دے[1] لیکن اگر کسی وجہ سے فریاد چاہیں تو جواب دینا چاہیئے، اس لیئے کہ نماز توڑنا بلا ضرورت جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر دوسرا شخص چھت سے گر پڑنے یا آگ میں جل جانے یا پانی میں ڈوب جانے کا خطرہ محسوس کرے اور نماز پڑھنے والے سے فریاد کرے تو نماز توڑ دینا واجب ہے، ایک شخص نماز کے لیئے کھڑا ہوا اور اس کے پاس سے کسی نے ایسی چیز چرائی جس کی قیمت ایک درہم تھی اس کے لیئے جائز ہے کہ نماز کو توڑ کر چور تلاش کرے خواہ فرض نماز ہو یا نفل، اس لیئے کہ درہم مال ہے، ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی اور ہانڈی میں ابال آ گیا اس کو ڈھک کرنے کے لیئے نماز کو توڑنا جائز ہے، مسافر کی سواری اگر بے موقع کسی طرف چلی گئی یا چرواہے کو اپنی بکریوں میں بھیڑیئے کا خوف ہوا یا کنویں کے قریب کسی نابینا کو دیکھا اور اس کے گر جانے کا اندیشہ ہے تو نماز توڑ دے (سراج الوہاج)

ذمّی کافر آیا اور نماز پڑھنے والے سے کہنے لگا مجھے مسلمان کر لو، اگرچہ فرض نماز ہو اس کو توڑ ڈالے (خلاصہ) صبح روشن ہونے کے بعد ذکر خیر کے ماسوا کوئی اور کلام کرنا مکروہ ہے (محیط سرخسی). دفع خصومت[2] کی نیت سے نماز نہ پڑھنی چاہیئے (خلاصہ)۔

فصل

مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے، اور بعض نے کہا ہے مسجد کا سامان محفوظ کرنے کے لیئے اوقات نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں دروازہ بند کرنا مکروہ نہیں ہے یہی صحیح ہے، مسجد کی چھت پر صحبت کرنا یا پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ ہے اور اگر گھر میں ایک جگہ نماز کے لیئے مقرر کر لی ہے تو اس کی چھت پر یہ کام کرنا مکروہ نہیں ہے، عیدگاہ اور جنازہ کی نماز پڑھنے کے مکان میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے، لیکن اقتدا کے جائز ہونے میں مکان واحد کے سبب سے مثل مسجد کے ہے (تبیین)

فنار مسجد مسجد کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر فنار مسجد میں کھڑے ہو کر امام کی اقتدا کر لی اور صفیں ملی ہوئی نہیں ہیں اور مسجد بھری ہوئی نہیں ہے اس کی اقتدا درست ہے چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے باب الجمعہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسجد کے طاقوں اور دیواروں پر اقتدا درست ہے اگرچہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں۔ دار صیارفہ میں اقتدا جائز نہیں لیکن اگر

---

[1] یہ حکم فرائض کا ہے اگر نفل نماز ہے تو جواب دینا واجب ہے۔ اور اگر ماں باپ کو معلوم ہے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے جواب نہیں دیا کوئی حرج نہیں ہے اور اگر معلوم نہیں ہے تو جواب دے دینا چاہیئے ماں باپ سے مراد صرف ماں باپ ہی نہیں ہیں بلکہ اصول بھی شامل ہیں یعنی دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ بھی ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔ [2] اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے لیئے نماز اس نیت سے باندھے کہ خدا اس کے دشمنوں کو راضی کر دے یہ نماز اس وجہ سے جائز نہیں ہے کہ بدعت ہے ۔۱۲

صفیں ملی ہوئی ہیں اقتدا درست ہوگی اور اسی طرح اُن لوگوں کی اقتدا بھی درست ہوگی جو ایسے چبوتروں پر کھڑے ہیں جو مسجد کے دروازے پر ہیں اس لیئے کہ ان کا حکم فناء مسجد کا ہے اور مسجد سے متصل ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)

گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش کرنا مکروہ نہیں ہے (تبیین) یہ حکم اس صورت میں ہے جب اپنے مال سے کرے، لیکن متولی کے لیئے "مال وقف" میں سے صرف وہی کام جائز ہیں جو اس کی تعمیر سے متعلق ہیں اور جو نقوش وغیرہ کی قسم میں سے ہیں وہ جائز نہیں ہیں یہاں تک اگر اس نے ایسا کیا اس کا عوض دینا پڑے گا (ہدایہ) اگر مسجد کا مال جمع ہے اور متولی کو یہ اندیشہ ہے کہ ظالم اس کو ہلاک و برباد کر دیں گے ایسی صورت میں مسجد کے مال سے نقش کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (کافی)

مسجد کی محرابوں اور دیواروں پر قرآن لکھنا بہتر نہیں ہے اس لیئے کہ یہ اندیشہ ہے کہ وہ کتابت گر جائے اور پیروں تلے آئے، جمع نسفی میں لکھا ہے اگر مصلے یا فرش پر اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوئے ہیں تو اس کا بچھانا یا استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ دوسرا شخص اسے استعمال کرے گا تو دوسرے شخص کی ملک میں دینا بھی مکروہ ہے، اور واجب ہے کہ اس کو ایسی بلند جگہ پر رکھدیا جائے کہ اس کے اوپر کوئی اور چیز نہ رکھی جائے، تعویذوں کو لکھ کر دروازوں پر لگانا مکروہ ہے اس لیئے کہ اس میں توہین ہے (کفایہ)

مسجد کے اندر کلّی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد میں اس کے لیئے کوئی خاص جگہ بنی ہوئی ہو جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی جائز ہے، مسجد کے اندر برتن میں وضو کرنا جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں) مسجد کی دیواروں پر سامنے پڑی ہوئی کنکریوں پر یا بوریوں کے اوپر یا ان کے نیچے تھوکنا اور ناک سنکنا مناسب نہیں ہے اور اگر ایسا کیا تو اس کا اٹھانا اس کے ذمہ ہے (محیط سرخسی) اور اگر مجبور ہے تو بوریئے کے اوپر تھوکنے میں اس کے نیچے تھوکنے کے اعتبار سے بُرائی کم ہے اس لیئے کہ بوریئے حقیقۃً مسجد نہیں ہیں بلکہ بوریوں کے نیچے جو جگہ ہے وہ حقیقت میں مسجد ہے، اور اگر مسجد میں بوریئے نہیں ہیں تو مٹی کے اندر دبا دے اور زمین کے اوپر نہ چھوڑے، (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر گیلی مٹی میں چلا تو اس کو مسجد کی دیواروں یا ستونوں سے پونچھنا مکروہ ہے، اگر مسجد کے بوریئے سے پونچھے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایسا نہ کرے، اگر مسجد کی مٹی سے پونچھے اور یہ مٹی بستہ ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اگر بکھری ہوئی ہے تو مکروہ ہے، یہی مختار ہے، اگر ایسی لکڑی سے پونچھے جو مسجد میں لگی ہوئی ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی)

مسجد کے اندر کنواں کھودنا نہ چاہیئے، اور اگر کنواں پہلے سے ہے اسے برقرار رکھیں جیسے چاہ زمزم، مسجد میں درخت بونا مکروہ ہے اس لیئے کہ اس میں کافروں کے عبادت خانوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور نماز کی جگہ گھرتی ہے، لیکن اگر اس میں مسجد کا فائدہ ہے مثلاً زمین میں کانی نمی موجود ہے جس کی وجہ سے اس کے ستون نہیں ٹھہرتے اور درخت بونے سے وہ نمی کم ہو جائے تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ مسجد میں بوریئے رکھنے کے لیئے کسی مکان کے بنا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ)

شہر کی فصیل پر جو مسجد بنائی جائے فقہا نے کہا ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اس لیئے کہ وہ عوام کا حق ہے لیکن اس مسئلہ کے جواب میں یہ تفصیل ہونی چاہیئے کہ شہر کو اگر غلبہ پا کر فتح کیا ہے اور امام کی اجازت سے مسجد بنائی ہے تو اس میں نماز جائز ہے اس لیئے کہ امام کو اختیار ہے کہ راستہ میں مسجد بنا دے پس شہر کی فصیل کو مسجد بنا دینا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا، ایک شخص مسجد میں ہو کر گذرتا ہے اور اسی کو راستہ بنا لیا ہے بلا عذر جائز نہیں ہے اور اگر معذور ہے تو جائز ہے، پھر جب

اس میں سے گذرتا ہے تو دن میں ایک مرتبہ اس میں نماز ضرور پڑھ لے، ہر بار گذرتے ہوئے نماز پڑھنی ضروری نہیں ہے درزی کو مسجد میں بیٹھ کر سینا مکروہ ہے لیکن اگر لڑکوں کو نکالنے یا مسجد کی حفاظت کے لیے بیٹھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح کاتب اگر اجرت پر لکھتا ہے تو مسجد میں لکھنا مکروہ ہے اور بغیر اجرت کے لکھتا ہے تو مکروہ نہیں ہے، معلم جو بچوں کو مسجد میں اجرت سے پڑھاتا ہے اگر گرمی یا کسی اور ضرورت کی بنا پر ہے تو مسجد میں پڑھانا مکروہ نہ ہوگا، قاضی امام کے نسخہ میں اور اقرار العیون میں معلم کا وہی حکم بیان کیا ہے جو کاتب اور درزی کا ہے (خلاصہ)۔

ایک گھر کے اندر مسجد ہے اگر ایسا گھر ہے کہ جب بند کر دیا جاتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے ہیں تو اس کا حکم مسجد جماعت کا ہوگا اور اس کے لیے مسجد کے احکام ثابت ہوں گے، اس میں بیع حرام ہوگی اور جنبی کا داخل ہونا ممنوع ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب گھر والے اُس مسجد میں نمازیوں کو جانے سے نہیں روکتے۔ اور اگر ایسا گھر ہے کہ جب بند کر دیا جائے تو مسجد میں جماعت نہیں ہوتی اور جب اس کا دروازہ کھولا جائے تو جماعت ہو جاتی ہے اس کا حکم مسجد کا نہ ہوگا اگرچہ وہ لوگ لوگوں کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکتے (فتاویٰ قاضی خاں)

مسجد کا چراغ کوئی شخص اپنے گھر نہ لیجائے بلکہ اپنے گھر سے مسجد میں چراغ لے جائے، (خلاصہ) مسجد کا چراغ تہائی شب تک جلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس سے زیادہ نہ جلایا جائے، لیکن اگر وقف کرنے والے نے اس قسم کی کوئی شرط رکھی ہے یا وہاں اس قسم کا رواج ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) مسجد میں جو بوریئے وغیرہ پڑے رہتے ہیں اگر اس میں سے کچھ کپڑوں میں لپٹ کر عمداً نہیں آئے تو ان کا لوٹانا واجب نہیں ہے (خلاصہ)

جس شخص نے مسجد بنوائی اور اس کو اللہ کے لیے کر دیا تو اس کی مرمت، عمارت، بوریئے، چٹائی، بچھونے، قندیل روشن کرنے، اذان، اقامت اور امامت کا وہی زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ اس میں اہلیت ہو۔ اور اگر اس میں اہلیت نہیں ہے تو اسی کی رائے سے دوسرا شخص مقرر کر دیا جائے، (فتاویٰ قاضی خاں)

بغیر نماز کے مسجد میں بیٹھے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن اگر کوئی چیز تلف ہوگئی تو اس کی قیمت دینی پڑے گی (خلاصہ)۔

فتاویٰ عالمگیری اردو

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا

فتاویٰ عالمگیری

اردو جدید

کتاب الصلوٰۃ نصف ثانی

جزء نمبر ۳

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس اللہ سرہٗ کا عظیم کارنامہ اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ عالمگیری" تازہ فٹ نوٹس مفید ضمیموں سلیس وشگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

زیر نگرانی

۱۔ حضرت مولینا مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی اعزازی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۔ حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن صاحب نائب مفتی دارالعلوم، دیوبند

مترجم:۔ مولانا لقمان الحق فاروقی۔ (فاضل دیوبند۔)

ناشر مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابوالمعالی دیوبند یو۔پی

فتاوی عالمگیری اردو جدید

کے

ترجمہ، حواشی اور فٹ نوٹس وغیرہ کے جملہ حقوق بحیثیت اظہر صدیقی مالک مکتبہ "آفتاب ہدایت" (ابو المعالی)، دیوبند کے نام محفوظ ہیں کوئی صاحب طبع کرانے کی کوشش نہ فرمائیں ورنہ نقصان اٹھائینگے۔

مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند

ایک خالص دینی اور علمی ادارہ ہے جو ہندوستان کے ممتاز علمائے کرام کی نگرانی میں اسلام اور مسلمانان ہند کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے۔ آپکا تعاون اس ادارہ کے علمی پروگراموں کیلئے ازبس ضروری ہے

قیمت فی جز ـــــ دو روپے پچیس نئے پیسے (علاوہ محصول)

ممبران کرام سے ـــــ ایک روپیہ پچاس نئے پیسے (علاوہ محصول)

فیس ممبری، دائمی شرکت کے لئے ـــــ ایک روپیہ

طباعت ـــــ دسیم پرنٹنگ پریس دیوبند

تعداد اشاعت ـــــ بار اول ـــــ ایک ہزار

عرصہ اشاعت ـــــ دو ماہ

کتابت ـــــ ظہیر الاسلام خوشنویس سہارنپوری

فہرست عنوانات فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

کتاب الصلوٰۃ نصف ثانی

مکتبہ آفتاب ہدایت ابو المعالی دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں باب ۔ وتر[1] کی نماز

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وتر کے سلسلہ میں تین روایتیں ہیں ایک روایت میں فرض ہے۔ ایک روایت میں سنت موکدہ ہے اور ایک روایت میں واجب ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول یہی ہے اور یہی[2] صحیح ہے (محیط سرخسی) اگر عشاء کے تابع ہو کر وتر سنت ہوتے تو آخر شب تک اس کو موخر کرنا مکروہ ہوتا جیسا کہ عشا کی سنتوں کو اسوقت تک موخر کرنا مکروہ ہے (تبیین) جو شخص کھڑا ہو سکتا ہے اس کیلئے بیٹھ کر وتر پڑھنا اور بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر بھول کر یا جا نکر وتر کی نماز نہیں پڑھی اس کی قضا واجب ہے۔ اگرچہ ایک مدت گذر جائے اور وہ نماز نیت وتر کے بغیر جائز نہ ہوگی (کفایہ) وتر کی نماز جب قضا پڑھے تو قنوت بھی پڑھے (محیط) وتر کو آخر شب تک موخر کرنا مستحب ہے مکروہ نہیں ہے جیسا کہ عشا کی تابع سنتوں کو آخری رات تک موخر کرنا مکروہ ہے (تبیین) وتر کی تین رکعات پڑھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہ کرے (ہدایہ) صحیح قول کے بموجب دعا قنوت واجب[3] ہے (جوہرہ نیرہ) تیسری رکعت میں جب قراءت سے فارغ ہو جائے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور سال بھر قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور اذا السماء انشقت الخ کی مقدار اسمیں قیام کرے (محیط) اسمیں اختلاف ہے

---

[1] وتر واؤ پر فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں عشا کے بعد بحیثیت واجب تین رکعتوں کا نام وتر ہے۔

[2] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وتر کی سلسلہ میں جو تین روایتیں منقول ہیں ان میں شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین تطبیق دی ہے فرماتے ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک جس روایت کے مطابق وتر فرض ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ عملی اعتبار سے وتر فرائض کے حکم میں ہے۔ جس طرح فرائض کے چھوڑنے سے انسان گنہ گار ہوتا ہے اسی طرح وتر کے چھوڑنے سے بھی گنہ گار ہوگا۔ اور جس طرح فرائض میں قضا اور ترتیب واجب ہے۔ اسی طرح وتر میں بھی قضا اور ترتیب واجب ہے۔ اور جس روایت میں وتر واجب ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اعتقاد کے لحاظ سے وتر واجب ہے اور جس روایت میں سنت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وتر کا ثبوت سنت اور حدیث سے ہے قرآن سے نہیں ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا قالہ ثلاثاً (ابو داؤد) اس تشریح کے بعد تینوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (مترجم)۔

[3] یہ روایت امام اعظم کی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک دعا قنوت پڑھنا سنت ہے۔ مترجم

کہ قنوت میں ہاتھ چھوڑ دے یا باندھ لے اور مختار یہ ہے کہ ہاتھ باندھ لے (فتاویٰ قاضی خاں) امام اور جماعت کے حق میں مختار یہ ہے کہ قنوت آہستہ پڑھا جائے (نہایہ) جو شخص اکیلا وتر کی نماز پڑھ رہا ہے وہ بھی قنوت آہستہ پڑھے یہی مختار ہے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن ملک) قنوت میں کوئی دعا متعین نہیں ہے[1] (تبیین) اولیٰ یہ ہے کہ یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

اے اللہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے معافی چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور تیری بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کرتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور خدمت کیلئے حاضر ہوتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھے[2] :-

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَلَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔

اے اللہ ہمیں ہدایت دے ان لوگوں کیساتھ جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور ہمیں عافیت دے ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے عافیت دی ہے اور ہم کو دوست رکھ ان لوگوں کیساتھ جن کو تو نے دوست رکھا ہے اور اس چیز میں برکت عطا فرما جو تو نے عطا فرمائی اور اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقدر کردی ہے بیشک تو حکم کرتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں ہوتا اور جس کو تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس سے تو عداوت رکھے وہ عزت نہیں پا سکتا۔ اے ہمارے رب تو برکت والا ہے اور بزرگ ہے۔

جو شخص قنوت اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا وہ یہ پڑھے :-

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (محیط)

اے اللہ ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

---

[1] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختلف طریقوں سے دعا قنوت منقول ہے اس بنا پر کسی ایک دعا کی تعیین نہیں کی جا سکتی لیکن مشہور اور اولیٰ یہی دعا قنوت ہے اللھم انا نستعینک الخ۔

[2] حضرت امام حسن ابن علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کیلئے مجھے یہ دعا اللھم اھدنا الخ سکھلائی طحاوی اور شارح منیہ نے کہا بہتر یہ ہے کہ قنوت میں دونوں دعاؤں کو جمع کرے۔ (مترجم)

یا تین مرتبہ اللھم اغفرلنا (اے اللہ ہماری مغفرت فرما) پڑھے ابواللیث نے یہی اختیار کیا ہے۔ (سراجیہ) اگر دعا قنوت بھول گیا اور رکوع میں یاد آئی تو صحیح یہ ہے کہ رکوع میں قنوت نہ پڑھے اور پھر قیام کی طرف نہ لوٹے (تاتارخانیہ) اگر قیام کی طرف لوٹا دعا قنوت پڑھی اور رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی (بحرالرائق)[1] رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آیا کہ دعا قنوت بھول گیا ہے بالاتفاق یہ حکم ہے کہ اسے پڑھنے کیلئے نہ لوٹے (مضمرات) اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سورت چھوڑ دی رکوع میں خیال آیا سر اٹھائے اور سورت پڑھے۔ قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو ادا کرے۔ اگر الحمد چھوڑ دی تو الحمد کے ساتھ سورت اور قنوت دوبارہ پڑھے اور رکوع کا بھی اعادہ کرے اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو جائز ہے (سراج الوہاج)۔

امام کو وتر کے رکوع میں یاد آیا کہ اس نے دعا قنوت نہیں پڑھی ہے تو اسے قیام کی طرف نہ لوٹنا چاہئے اس کے باوجود اگر قیام کی طرف لوٹا اور دعا قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر اس نے رکوع کا بھی اعادہ کر لیا اور جماعت کے لوگوں نے پہلے رکوع میں اس کی متابعت نہیں کی تھی اور دوسرے رکوع میں اس کی متابعت کی یا پہلے رکوع میں اس کی متابعت کی تھی دوسرے میں نہ کی ان لوگوں کی نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) قنوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے ہمارے مشائخ کا یہی مختار ہے[2] (ظہیریہ) وتر کے قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام نے رکوع کر دیا مقتدی متابعت کرے اور اگر امام نے قنوت پڑھے بغیر رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ دعا قنوت نہیں پڑھی اگر رکوع کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو رکوع میں چلا جائے اور اگر اندیشہ نہ ہو قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے (خلاصہ) ناطفی نے اپنی اجناس میں ذکر کیا ہے اگر کسی کو وتر کی نماز میں شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت میں ہے یا دوسری میں یا تیسری میں تو جس رکعت میں ہے اس میں قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے اور کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں دو قعدوں سے پڑھے اور دونوں میں احتیاطاً قنوت پڑھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کسی رکعت میں قنوت نہ پڑھے۔ پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ قنوت واجب ہے، اور جس چیز کے واجب ہونے اور بدعت ہونے میں تردد اور شک ہو اسے احتیاطاً ادا کر لینا چاہئے (محیط سرخسی) مسبوق امام کے ساتھ قنوت پڑھے (محیط سرخسی) سب کا یہی قول ہے (مضمرات) اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہوا اور امام کیساتھ دعا قنوت نہیں پڑھی تو اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے (محیط) وتر کے سوا کسی اور نماز میں قنوت نہ پڑھے[3] (متون) اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھ رہا ہے جو رکوع کے بعد قومہ میں دعا قنوت پڑھتا ہے اور مقتدی کا یہ مذہب نہیں ہے مقتدی اس میں امام کی متابعت کرے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر امام نے فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھی تو مقتدی خاموش کھڑے رہیں (ہدایہ)۔ مقتدی ساکت کھڑا رہے یہی صحیح ہے (نہایہ)۔

---

[1] اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) ایک صورت یہ ہے رکوع میں دعا قنوت پڑھی (۲) دوسری صورت یہ ہے رکوع سے سر اٹھا کر دعا قنوت پڑھی اور دوبارہ رکوع کیا (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ رکوع سے سر اٹھا کر دعا قنوت پڑھی اور دوبارہ رکوع نہ کیا۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ دعا قنوت بالکل نہ پڑھی نہ رکوع میں اور نہ رکوع کے بعد ان چاروں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔ اس لئے کہ دعا قنوت اپنے محل سے ہٹ گئی۔ مترجم۔

[2] درمختار میں ہے ولیس الدعا المشھور ویصلیّ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبہ یفتیٰ۔ یعنی دعا قنوت پڑھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ طبرانی میں حضرت علی سے ایک روایت ہے کہ ہر (بقیہ اگلے صفحہ)

نواں باب۔ نوافل[1] کا بیان

فجر کی نماز سے پہلے ظہر، مغرب اور عشا کی نماز کے بعد دو رکعتیں سنت ہیں۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں (متون) ہمارے نزدیک چار رکعات ایک سلام سے پڑھے۔ یہاں تک کہ چار رکعتیں اگر دو سلاموں سے پڑھیں تو سنتوں میں ان کا شمار نہ ہوگا۔ فجر کی دو سنتیں سب سے زیادہ موکد ہیں اس کے بعد مغرب کی سنتیں پھر ظہر کے بعد کی سنتیں پھر عشا کے بعد کی سنتیں پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں مؤکدہ ہیں[2]۔ (تبیین) ہمارے مشائخ نے لکھا ہے اگر کوئی ایسا عالم ہے جس سے لوگ برابر فتوے دریافت کرتے رہتے ہیں تو لوگوں کی ضرورت اور حاجت کی بنا پر اس کیلئے سب سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے لیکن فجر کی دو سنتیں چھوڑنی

دعا رہ کی رہتی ہے جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے اس لئے اگر کوئی شخص دعا قنوت کے بعد درود کا صیغہ جیسے "وصلی اللہ علی النبی" بھی پڑھ لے تو مستحسن ہے۔ درود کے بعینہ یہ الفاظ نسائی کی ایک روایت میں مذکور ہیں۔ "نعمان الحق"۔ [3] یعنی عام حالات میں وتر کے علاوہ دعا قنوت نہ پڑھی جائے۔ لیکن اگر مسلمانوں پر کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے تو ہمارے یعنی احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر قنوت نازلہ پڑھے چنانچہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد عرب کے چند قبیلوں پر جنھوں نے ستر یا اسی قاریوں کو مار ڈالا تھا قنوت نازلہ میں بددعا فرماتے تھے جب آپ نے ان پر فتح پائی تو دعا قنوت ترک فرمادی۔ قنوت نازلہ کے وہی الفاظ ہیں جو ابھی فتاوی میں ذکر کئے گئے ہیں۔ یعنی اللھم اھدنا فیمن ہدیت سے تبارکت ربنا وتعالیت تک اور ایک صحیح روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا قنوت کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے: ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَائَکَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ اس بنا پر قنوت کے ساتھ یہ دعا بھی شامل کرلی جائے۔ (نعمان الحق فاروقی)

[1] نوافل نفل کی جمع ہے لغت میں اس کے معنی زیادتی کے آئے ہیں اور شرعاً اس کا اطلاق ایسی عبادت پر کیا جاتا ہے جس کے کرنے پر ثواب ملے اور نہ کرنے پر عذاب نہ ہو۔ نفل کا لفظ عام ہے اور سنتوں کو بھی شامل ہے اسی وجہ سے اس عنوان کے تحت نوافل اور سنتیں دونوں کا بیان ہے۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

[2] ان سنتوں کے موکد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مواظبت فرماتے تھے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد دو رکعتیں اور مغرب و عشا کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ان سنتوں میں سب سے زیادہ موکد فجر کی دو سنتیں ہیں۔ اس لئے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبر گیری نہ فرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فجر کی دو سنتوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا یا سواری پر پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی تاویل یا شبہ کی بنا پر (اگلے صفحہ پر)

جائز نہیں ہیں (نہایہ) ایک شخص نے دو رکعتیں پڑھیں اور اسے خیال تھا کہ ابھی رات باقی ہے۔ پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تھی۔ قاضی علاؤالدین محمود نسفی نے مختلفات کی شرح میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے اور متاخرین نے کہا ہے کہ فجر کی دو رکعتیں ادا ہو گئیں اور شیخ اجل شمس الائمہ حلوائی نے "کتاب الصلوٰۃ" کی شرح میں تحریر فرمایا ہے "کہ ظاہر جواب یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتیں ادا ہو گئیں"۔ اس لئے کہ ادا وقت میں واقع ہوئی ہے (محیط) جو شخص کھڑا ہو سکتا ہے اس کیلئے فجر کی سنتیں بیٹھکر پڑھنی جائز نہیں ہیں۔ اس لئے کہ فجر کی سنتیں واجب کے قریب ہیں (تاتارخانیہ میں نافع سے منقول ہے) فجر کی سنتیں بلا عذر سواری پر پڑھنی جائز نہیں ہیں (سراج الوہاج) فجر کی دو سنتوں میں پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ قل ہو اللہ شریف پڑھنی سنت ہے۔ اور ان سنتوں کو شروع وقت میں اپنے گھر پڑھے (خلاصہ) فجر طلوع ہونے سے پیشتر فجر کی دو سنتیں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر سنتیں شروع کرتے ہی فجر طلوع ہو گئی نماز جائز ہو گی۔ اور اور اگر طلوع میں شک ہے نماز جائز نہ ہو گی۔ اگر فجر طلوع ہونے کے بعد دو مرتبہ سنتیں پڑھیں۔ آخری بار جو دو رکعتیں پڑھی ہیں سنتوں میں یہی شمار کی جائیں گی۔ اس لئے کہ یہ فرض نماز سے قریب ہیں اور ان میں اور فرض نماز میں کوئی اور نماز فاصل نہیں ہے۔ اور سنت فرض سے متصل ہونی چاہیئے۔ سنتیں اگر اپنے وقت میں فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہ ہو گی۔ لیکن فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو طلوع شمس سے زوال کے وقت تک ان کی قضا کرے اور پھر قضا نہ کرے۔ (محیط سرخسی) یہی صحیح ہے (بحرالرائق) اگر فجر کی دو سنتیں فرض کے بغیر فوت ہو جائیں تو حضرت امام ابوحنیفہ اور . . . . امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ان کو قضا نہ پڑھے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضا پڑھے (محیط سرخسی) ظہر سے پہلے کی چار رکعات اگر فوت ہو جائیں مثلاً امام کیساتھ جماعت میں شریک ہو گیا اور چار سنتیں نہ پڑھیں تو اکثر فقہا کا مذہب ہے کہ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد جبتک ظہر کا وقت باقی ہے ان کو ادا کر لینا چاہیئے۔ یہی صحیح ہے (محیط)۔ حقائق میں ہے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک پہلے ظہر کے بعد کی دو سنتیں ادا کرے پھر چار سنتیں پڑھے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے پہلے چار سنتیں پڑھے پھر دو سنتیں ادا کرے اسی پر فتویٰ ہے (سراج الوہاج)

بعض نے کہا ہے اگر اکیلا نماز پڑھے تو فجر اور ظہر کی سنتوں کو چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ سنتوں کا چھوڑنا کسی حالت میں درست نہیں ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ ایک شخص نے سنتیں اگر اس بنا پر چھوڑی ہیں کہ وہ سنت کو نہیں مانتا تو کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے سنتیں خفیف جان کر چھوڑی ہیں۔ اور اگر سنتوں کا قائل ہے تو صحیح یہ ہے کہ گنہ گار ہو گا۔ اس لئے کہ سنتوں کے چھوڑنے پر وعید آئی ہے (محیط سرخسی)۔

اگر ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعات پڑھیں اور دو رکعتوں کے بعد نہ بیٹھا اس کی نماز استحساناً جائز ہو گی (محیط) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں، عشا کی نماز سے پہلے اور عشا کے بعد چار چار رکعتیں اور مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں[عہ] (کنز)

اس کی مشروعیت کا منکر ہو تو اندیشۂ کفر ہے۔ ظہر کی سنتوں کے بارے میں ترمذی کی ایک حدیث ہے من حافظ علی اربع قبل الظہر و اربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار۔ یعنی جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد چار رکعتیں پابندی سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ (نعمان الحق)۔

عہ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں۔ اسکا نام "صلوٰۃ اوّابین" ہے۔ اوّابین اوّاب کی جمع ہے جس کے معنی (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اسے اختیار ہے چاہے دو رکعتیں پڑھے اور چاہے چار رکعتیں پڑھے لیکن دونوں نمازوں میں چار، چار رکعات پڑھنا افضل ہے (کافی)۔

مستحب نمازیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں

چاشت کی نماز کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت سورج کے بلند ہونے کو زوال تک رہتا ہے۔ [1]

تحیۃ المسجد تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں مستحب ہیں۔ [2]

وضو کے بعد دو رکعتیں وضو کرنے کے بعد دو رکعات پڑھنا مستحب ہے۔ [3]

استخارہ کی نماز اس کی بھی دو رکعتیں ہیں۔ [4]

صلوٰۃ حاجت ضرورت اور حاجت کے وقت دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ [5]

تہجد کی نماز مستحب ہے (بحر الرائق) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی انتہا آٹھ رکعتیں تھیں اور کم سے کم دو رکعتیں (فتح القدیر میں مبسوط سے منقول ہیں) [6]

صلوٰۃ تسبیح اس کے پڑھنے کا قاعدہ ملتقط میں یہ لکھا ہے کہ شروع کی تکبیر پڑھ کر سبحانک الخ پڑھے پھر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھے اس کے بعد اعوذ باللہ الخ سورۃ فاتحہ الخ اور ایک

رجوع کرنے والے کے آتے ہیں یعنی بندہ اس نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنیوالوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان چھ رکعتوں کے ادا کرنے میں اختلاف ہے بعض نے کہا چھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں بعض نے کہا دو سلام سے اور شامی رحمۃ اللہ علیہ نے خیر الدین رملی سے نقل کیا ہے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے کہ چھ رکعتیں پڑھے اور ہر شفعہ پر سلام پھیرے بسند صحیح احادیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے" تعمان

[1] در مختار میں ہے چاشت کی نماز کا افضل وقت ربع نہار ہو۔ اس کی کم سے کم دو رکعتیں اور اوسط آٹھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں اور یہ سب رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں چنانچہ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت دو رکعتیں پڑھنے کی وصیت کی۔ مسلم کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے چاشت کے وقت چار اور اس سے زائد رکعتیں پڑھی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحی اربعًا ویزید ما شاء اللہ (رواہ مسلم)۔ ابن شحنہ نے ذخائر اشرفیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے کہ آپ نے چاشت کے وقت آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں۔ ترمذی اور نسائی میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا چاشت کے وقت جو شخص بارہ رکعتیں پڑھیگا اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل تیار کرے گا حدیث کے الفاظ یہ ہیں من صلی الضحی اثنا عشر رکعۃً بنی اللہ لہ قصرًا من ذہب فی الجنۃ " یہ حدیث (باقی اگلے صفحہ پر)

سورۃ پڑھے پھر یہی کلمات دس بار پڑھے پھر رکوع میں یہ کلمات دس بار پڑھے پھر رکوع سے کھڑے ہوکر (یہی کلمات) دس بار پڑھے پھر ہر سجدہ میں (یہی کلمات) دس بار پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان دس مرتبہ پڑھے اور چار رکعتیں (اسی طرح) پوری کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا۔ اس نماز کیلئے آپ کو کوئی سورۃ معلوم ہو آپ نے فرمایا الہٰکم التکاثر۔ سورۃ والعصر۔ قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد۔ معلّیٰ نے کہا ہے صلوٰۃ تسبیح ظہر سے پہلے پڑھے (مضمرات) مطلق نفل نماز

ضعیف ہو اور اس کی سند میں کلام ہے۔ ۲؎ مطلب یہ ہو کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو رب مسجد (اللہ تعالیٰ) کیلئے کوئی تحیۃ اور تحفہ بھی ہونا چاہئے۔ وہ تحفہ کیا ہو؟ اس کیلئے آپ کا ارشاد ملاحظہ فرمالیجئے۔ فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسوقت تک نہ بیٹھے جبتک کہ وہ دو رکعتیں نہ پڑھے۔ اسی لئے ان دو رکعتوں کا نام تحیۃ المسجد ہو۔ درمختار اور شامی میں ہو کہ اگر ایک شخص مسجد میں داخل ہونے کے بعد فوراً فرض یا نفل پڑھے اور اسی کے ضمن میں تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرے تو فرض اور نفل کے ساتھ ساتھ تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائیگی اور اگر فرض نماز میں دیر ہو تو الگ سے دو رکعتیں پڑھے فجر اور عصر کے بعد چونکہ نوافل مکروہ ہیں اسلئے تحیۃ المسجد کی دو رکعات نہ پڑھے بلکہ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ اور درود شریف کا پڑھنا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

۳؎ اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہو کہ وضو کے فوراً بعد اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے شامی میں ہو کہ تحیۃ الوضو میں سورۂ کافرون اور سورہ اخلاص کا پڑھنا مستحب ہے۔

۴؎ یعنی جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو اور اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہو تو استخارہ کی نماز پڑھنی چاہئے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے اسی طرح ہمیں سب کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے۔ استخارہ کا طریقہ یہ ہے:۔

دو رکعتیں نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھے۔ ایک بزرگ سے منقول ہو کہ پہلی رکعت میں یہ دو آیتیں بھی پڑھے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ۔ ترجمہ:۔ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے۔ ان کے ہاتھ میں نہیں پسند کرنا۔ اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس چیز سے کہ شریک بتلاتے ہیں اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر میں کرتے ہیں۔

اور دوسری رکعت میں یہ آیت بھی پڑھے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ترجمہ کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی کام مقرر کر دے تو ان کو اپنے کام کا اختیار رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی سو وہ راہ بھولا صریح چوک کر۔

دو رکعتیں جب پڑھ چکے تو دعاء استخارہ سے پہلے اور اس کے بعد درود شریف کا پڑھنا افضل ہو۔ اس کے بعد دعاء استخارہ پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ

اے اللہ میں تیرے علم سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے توانائی طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل بے پایاں کا خواستگار ہوں بلاشبہ تو قدرت والا ہو اور میں عاجز ہوں اور تو جاننے (باقی اگلے صفحہ پر)

ہر وقت پڑھنا مستحب ہے (اوقات ثلثہ "طلوع، زوال، غروب"۔ اور فجر کے وقت اور عصر کے بعد کا وقت صحیح احادیث اور روایات کے پیش نظر اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔) (محیط سرخسی) دن کی نفلوں میں چار رکعات سے زائد ایک سلام سے پڑھنا اور رات کی نوافل میں آٹھ رکعات سے زائد ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور دونوں میں افضل چار رکعتیں ہیں اس لئے کہ اس میں دیر تک تحریمہ باقی رہتا ہے۔ پس ان میں مشقت بھی زیادہ ہوگی اور فضیلت بھی زیادہ ہوگی۔ اس لئے اگر کوئی شخص ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کی نذر کرے تو دو سلام سے چار رکعتیں پڑھنے میں وہ نذر ادا نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص دو سلام سے چار رکعات پڑھنے کی نذر کرے تو ایک سلام سے چار رکعات پڑھنے میں وہ نذر ادا ہو جائے گی۔ (تبیین) سنتیں اور نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے اس لئے

وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ۔

والا ہے اور میں ناواقف ہوں اور تو بیشک پوشیدہ باتوں کا بہت زیادہ جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر اس کام میں، دین، معاش اور انجام کار کے لحاظ سے بھلائی ہو تو میرے لئے اس کو مقدر فرما اور آسان بنا۔ اور اس میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ اگر اس کام میں دینی، معاشی اور انجام کار کے لحاظ سے شر ہو تو اس کو باز رکھ۔ اور مجھے اس سے علیحدہ رکھ۔ اور میرے لئے بھلائی جہاں بھی ہو مقرر فرما۔ اور اس سے راضی ہو جائے

شرح شرعتہ میں ہے کہ دعاء استخارہ کے بعد باوضو قبلہ رخ سو جائے اور مسلسل سات دن تک یہ عمل کرے۔ اگر کوئی خواب دیکھے تو اس کی تعبیر لے اور اگر خواب میں کچھ نظر نہ آئے تو طبیعت کا رجحان جس طرف ہو جائے اسی پر عمل کرے۔ (نعمان فاروقی)۔

ﮦ تجنیس۔ ملتقط اور خزانۃ الفتاویٰ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں۔ بلکہ تجنیس میں بھی مذکور ہے کہ یہ چار رکعتیں عشاء کے بعد پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قل ھو اللہ اور تیسری رکعت میں الحمد کے ساتھ قل اعوذ برب الفلق اور چوتھی رکعت میں الحمد کیساتھ قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اور اس سلسلہ میں ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے۔

شرح منیہ میں ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ سے یا کسی بندہ سے ہو تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعتیں پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کے بعد یہ دعا مانگے:۔

لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جو بردبار اور کرم والا ہے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے ہر قسم کی تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ میں تجھ سے ان چیزوں کا طلب گار ہوں جو تیری رحمت کا موجب ہیں اور تیری مغفرت کی جن سے توقع ہو جاتی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مرد کی نماز گھر میں افضل ہو لیکن فرض نماز مسجد میں افضل ہو۔ اس کے بعد اگر امام مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو مسجد کے دروازہ پر سنتیں پڑھنا افضل ہو۔ اگر امام مسجد کے اندرونی حصہ میں نماز پڑھتا ہے تو مسجد کے باہر کے حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہو اور اگر امام مسجد کے بیرونی حصہ میں نماز پڑھتا ہے تو مسجد کے اندرونی حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر مسجد اکہری ہے تو ستون کے پیچھے سنتیں پڑھنی چاہئیں۔ صفوں کے پیچھے کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ سب سے زیادہ کراہیت اس میں ہے کہ جماعت کی صف میں ملکر سنتیں پڑھے۔ یہ ساری صورتیں اسوقت ہیں جب امام نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اگر امام نے نماز نہیں شروع کی تو مسجد میں جہاں چاہے نماز پڑھے فرض کے بعد جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو مسجد میں اسی جگہ پڑھنا چاہیے جہاں فرض نماز پڑھی ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک قدم ہٹ جائے اور امام کو اپنی جگہ سے ضرور ہٹنا چاہیے (کافی)۔

حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ تمام سنتیں گھر میں پڑھنی افضل ہیں۔ لیکن تراویح مسجد میں پڑھے۔ بعض فقہا نے کہا ہے کہ کبھی کبھار سنتیں گھر میں پڑھنی چاہئیں۔ صحیح یہ ہو کہ سب برابر ہیں کسی جگہ میں زیادہ فضیلت نہیں ہے لیکن وہ نماز افضل ہے جس میں ریا وسمعہ نہ ہو اور اخلاص وخشوع سے بھرپور ہو (نہایہ) ظہر سے پہلے جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد جو چار رکعتیں ہیں ان میں پہلے قعدہ میں درود شریف نہ پڑھے (زاہدی) جب تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو سبحانک اللھم نہ پڑھے۔ اس کے

ھی لک رضاً الا قضیتہا یا ارحم الراحمین ۔

اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کا خواست گار ہوں اور کوئی گناہ نہ چھوڑ جس کو تو بخش نہ دے اور نہ کوئی غم کہ جس کو تو دور نہ کر دے اور نہ کوئی حاجت جو تیری رضا کی ہو کہ نہ پورا کرے تو اس کو یا ارحم الراحمین ۔

انسان جب صدق دلی اور اعتماد کامل کے ساتھ یہ عمل کریگا۔ اس کی حاجت انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پوری ہوگی۔ یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ صلوٰۃ استخارہ بھی تو صلوٰۃ حاجت ہی ہے پھر ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ نہر الفائق میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صلوٰۃ استخارہ آئندہ کام کیلئے پڑھی جاتی ہے اور نماز حاجت موجودہ کام کیلئے پڑھی جاتی ہے۔

تہجد کی نماز کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے مسلم شریف میں ہے کہ فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ افضل تہجد کی نماز ہے اس میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز مستحب ہے یا سنت۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ نماز مستحب معلوم ہوتی ہے اور چونکہ آپ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اس لئے سنت معلوم ہوتی ہے شامی رحمۃ اللہ علیہ نے طویل کلام کے بعد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نماز فرض تھی اور ہمارے لئے سنت ہے اسی لئے حلیہ میں ہے کہ اشبہ یہ ہے کہ تہجد کی نماز سنت ہے۔ پھر تہجد کی رکعات میں اختلاف ہے نسائی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو جگائے پھر دونوں دو رکعتیں پڑھیں تو دونوں اللہ کے بہت ذکر کرنیوالوں میں لکھے جائیں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی کم سے کم رکعات چار تھیں۔ حاوی قدسی میں ہے کہ آپ کے تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہی مذکور ہے۔ ان مختلف روایات کے پیش نظر شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں اوسط چار رکعات اور زیادہ سے زیادہ (باقی اگلے صفحہ پر)

علاوہ جب چار نفل پڑھے تو پہلے قعدہ میں درود پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحانک اللّٰھم پڑھے[لہ]۔ (زاہدی) اور اگر فجر کی دو سنتیں اور ظہر کی چار سنتیں پڑھکر بیع و شراء یا کھانے پینے میں مشغول ہوا تو سنتوں کا اعادہ کرے[لہ] لیکن ایک لقمہ کھانے یا ایک بار پینے سے سنت باطل نہیں ہوتی (خلاصہ) اگر فرض نماز کے بعد بات چیت کر لی بعض فقہا نے کہا ہے کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں[لہ] اور بعض نے کہا ہے کہ ساقط نہیں ہوتیں لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے (نہایہ)۔ نفل کی ہر رکعت میں الحمد شریف اور سورۃ پڑھے اور اگر ایک رکعت یا دو رکعت میں قراءت چھوڑ دی دوگانہ باطل ہو جائیگا (مضمرات)۔

اگر نفل نماز اس خیال سے شروع کی کہ وہ اس کے ذمہ ہو پھر ظاہر ہوا کہ اس کے ذمہ نہیں ہے۔ اس نے نماز توڑ ڈالی تو دوبارہ قضا نہ کرے (زاہدی) ہمارے اصحاب کا اتفاق ہو کہ اگر مطلقاً نفل کی نیت کی یعنی دو یا چار رکعتوں کی تعیین نہیں کی تو دو رکعتوں سے زیادہ لازم نہیں ہوتیں اور اگر چار رکعتوں کی نیت کر کے جو نماز شروع کی ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو رکعتوں کی نماز شروع ہوتی ہے (قنیہ) جس شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھی اور درمیانی قعدہ میں جان بوجھ کر نہیں بیٹھا تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک استحساناً اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور قیاس کے مطابق نماز فاسد ہونی چاہیئے۔ چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے (یعنی نماز فاسد ہو جاتی ہے) اور اگر تین رکعات نفل پڑھیں اور دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا۔ اصح یہ ہو کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چھ رکعتیں ایک قعدہ سے پڑھیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیاس کے مطابق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک استحساناً نماز فاسد نہ ہو گی۔

امام صفار نے اصل کے نسخہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نفل نماز کے پہلے قعدہ میں نہ بیٹھا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق پھر قعدہ کی طرف واپس آ جائے اور قعدہ کرے اور حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب چار رکعت کی نیت کی تھی اور اگر چار رکعت کی نیت نہیں تھی اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو بالاجماع قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور اگر قعدہ کی طرف نہ لوٹا تو نماز فاسد ہو جائے گی (برجندی) ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کا حکم نوافل کی طرح ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسمیں قیاس و استحسان ہے۔ اور استحسان یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہی اختیار کیا

ہو گی اور اس صورت میں اختلاف ہے (خلاصہ) چار رکعات نفل کی نیت ہو

آٹھ رکعتیں ہیں۔ بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔ (نعمان الحق فاروقی) [لہ] اس لئے کہ یہ سنتیں مؤکدہ ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں اور جس طرح فرائض میں قعدۂ اولیٰ میں درود اور تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللّٰھم الخ نہیں پڑھا جاتا۔ اسی طرح ان سنتوں میں بھی قعدۂ اولیٰ میں نہ درود پڑھا جائے گا۔ اور نہ تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللّٰھم الخ پڑھا جائے گا۔

[لہ] نوافل میں اصل یہ ہے کہ اس میں دو دو رکعتیں مستقل نماز شمار کی جاتی ہیں۔ اور چونکہ نوافل کا ہر شفعہ (دو رکعتیں) مستقل نماز ہے۔ اسی لئے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللّٰھم پڑھنا چاہیئے۔ لیکن کچھ فقہا کی یہ رائے ہے کہ سنتوں اور نوافل میں بھی قعدہ اولیٰ میں نہ درود شریف پڑھے اور نہ تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللّٰھم پڑھے۔ قنیہ میں اس قول کو صحیح کہا ہے۔ (مترجم نعمان الحق فاروقی) [لہ] شامی میں لکھا ہے کہ یہ قول ضعیف ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

گیا ہے۔ (مضمرات)۔ وتر کا حکم حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے اور استحسان یہ ہے کہ وتر کی نماز فاسد نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ فاسد ہو جاتی ہے اور یہی مختار ہے (خلاصہ) اگر وضو کئے بغیر یا ناپاک کپڑوں میں نفل نماز شروع کر دی تو وہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور جب نماز ہی شروع نہیں ہوئی تو اس پر قضا بھی لازم نہ ہوگی (محیط)۔

جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہے وہ اصح قول کے مطابق بلا کراہت بیٹھ کر نفل نماز پڑھ سکتا ہے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن ملک) ایک شخص نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر بلا عذر بیٹھ جانے کا ارادہ کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استحساناً جائز ہے (محیط) ایک شخص نے کھڑے ہو کر نفل نماز شروع کی کچھ دیر کے بعد تھک گیا اور لاٹھی یا دیوار سے ٹیک لگالی۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ حسامی) بلا عذر نفل نماز اشارہ سے جائز نہیں ہے۔ اگر نفل نماز شروع کی اور توڑ دی تو اس نے نماز اگر اس طرح توڑی ہے کہ تحریمہ سے بھی نکل گیا جیسے حدث یا کلام کیا تو دوسری دو رکعتوں کی بنا اس پر جائز نہ ہوگی۔ اور اگر نماز اس طرح فاسد کی کہ تحریمہ سے باہر نہیں نکلا۔ جیسے قرات چھوڑ دی تو دوسری دو رکعتوں کی بنا اسپر جائز ہے (تاتارخانیہ)۔

اگر نفل یا فرض نماز بیٹھ کر پڑھی اور وہ کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے تو حالت قرات میں اسے اختیار ہے چاہے اس طرح بیٹھے کہ دونوں ہاتھوں کا دونوں زانوؤں کے گرد حلقہ باندھ لے یا چار زانوں بیٹھے (تاتارخانیہ میں شرح طحاوی سے منقول ہے) مختار یہ ہے کہ اسطرح بیٹھے جیسے تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں (ہدایہ) اگر نفل نماز تھوڑی سی بیٹھکر پڑھی پھر کھڑا ہو گیا اور باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھی۔ سب کے نزدیک جائز ہے (محیط) اور مکروہ نہیں ہے۔ (محیط سرخسی) ایک شخص نفل نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے اور رکوع کھڑے ہو کر کرتا ہے اس کیلئے افضل یہ ہے کہ کھڑے ہو کر کچھ قرأت بھی کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور قرات کے بغیر رکوع میں چلا گیا تو جائز ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا کہ رکوع کر دیا نماز جائز نہ ہوگی۔ (خلاصہ) اگر چار رکعتوں کی نیت کر کے قعدہ اولیٰ کے بعد یا قعدہ اولیٰ سے پہلے نماز توڑ دی تو دو رکعتوں کی قضا کرلے[1] (کنز) ظہر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی نوافل میں شامل ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ احتیاطاً چار رکعتوں کی قضا کرے اس لئے کہ یہ سب ایک نماز کے حکم میں ہے (ہدایہ۔ کافی) یہی اصح ہے (مضمرات) اور صاحب نصاب نے اس پر تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے (بحر الرائق) اگر نفل پڑھنے والا تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا پھر خیال آیا کہ اس نے قعدہ نہیں کیا ہے وہ قیام سے لوٹ آئے اور قعدہ کرے ظہر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور علی بزدوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

اور کھانے پینے یا بیچ وشراء سے سنتیں باطل نہیں ہوتیں۔ [2] یہ قول بھی نہایت ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ بات چیت کرنے سے سنتیں ساقط نہیں ہوتیں۔ اور اصل یہ ہے کہ فرض اور سنتوں کے درمیان ہر وہ عمل جو تحریمہ کے منافی ہو سنتوں کے ثواب کو کم کر دیتا ہے۔

[1] اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے چار رکعات نفل غیر مؤکدہ کی نیت سے نماز شروع کی اور پہلے شفعہ کے قعدہ اولیٰ سے پہلے اس کو فاسد کر دیا تو دو رکعتیں لازم ہوں گی یا پہلے شفعہ کا قعدہ پورا کرنے کے بعد دوسرا شفعہ شروع کیا اور اس کو فاسد کر دیا تو اس صورت میں بھی دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ نفل کے ساتھ غیر مؤکدہ کی قید کا اس وجہ سے اضافہ کیا ہے کہ اگر نوافل مؤکدہ ہوں تو بالاتفاق چار رکعات کی قضا لازم ہوگی۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

قیام سے نہ لوٹے۔ ایک شخص نے چار رکعات کی نیت نہیں کی تھی وہ تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا پھر اسے خیال آیا کہ اس نے قعدہ نہیں کیا ہے اس کیلئے بالاجماع یہ حکم ہے کہ قیام سے لوٹ آئے اگر نہ لوٹا نفل نماز فاسد ہو جائے گی (برجندی) ایک شخص نے چار رکعات نفل نماز کی نیت کی اور پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ کیا اور سلام پھیر دیا یا کلام کیا اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق اسپر دو رکعتوں کی قضا لازم ہے۔ اگر چار رکعات نفل کی نیت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی۔ یا دوسری دو رکعتوں میں سے صرف ایک رکعت میں قراءت کی حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسپر صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہو گی[1] اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک چار رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے اور دوسری دو ....

[1] ان مسائل میں اصل یہ ہو کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں، یا پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت ترک کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت ترک کرنے سے بھی تحریمہ باطل نہیں ہوتا

اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے۔ ان مسائل کی عقلی اعتبار سے سولہ صورتیں ہیں ہم ان کو تفصیل وار نقشہ کھینچکر تینوں ائمہ رحمہم اللہ کے مذہب کے موافق تحریر کرتے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ جائے۔

نمبر شمار	پہلی رکعت	دوسری رکعت	تیسری رکعت	چوتھی رکعت	امام اعظم	امام یوسف	امام محمد
۱	.	.	.	.	دو رکعتیں لازم ہوں گی	چار رکعتیں	دو رکعتیں لازم ہونگی
۲	.	.	قراءت	قراءت	" " "	دو رکعتیں	"
۳	قراءت	قراءت	.	.	" " "	"	"
۴	قراءت	قراءت	قراءت	.	" " "	"	"
۵	قراءت	قراءت	.	قراءت	" " "	"	"
۶	قراءت	.	قراءت	قراءت	" " "	"	"
۷	.	قراءت	قراءت	قراءت	" " "	"	"
۸	.	.	قراءت	.	" "	چار رکعتیں	"
۹	.	.	.	قراءت	" "	"	"
۱۰	قراءت	.	قراءت	.	چار رکعات کی قضا لازم ہوگی	"	"
۱۱	.	قراءت	.	قراءت	" " "	"	"
۱۲	قراءت	.	.	قراءت	" " "	"	"
۱۳	.	قراءت	قراءت	.	" " "	"	"
۱۴	قراءت	.	.	.	" " "	"	"
۱۵	.	قراءت	.	.	" " "	"	"
۱۶	قراءت	قراءت	قراءت	قراءت	چاروں صحیح ہوں گی	چاروں صحیح	چاروں صحیح

رکعتوں میں سے ایک ایک رکعت میں قراءت کی یا صرف پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک چار رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتوں کی کی قضا کرے گا۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی یا پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کی اور آخری دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی اس پر بالاتفاق آخری دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر دوسری دو رکعتوں میں قراءت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی یا دوسری دو رکعتوں میں قراءت کی اور پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی تو اس پر بالاتفاق پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔

قاعدہ کلیہ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں یا پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت ترک کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے اور جب قراءت کئے بغیر رکعت کا سجدہ کریگا تو اس کے اوپر بنا درست نہ ہوگی۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے بھی تحریمہ باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے قراءت ایک زائد رکن ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نماز قراءت کے بغیر بھی درست ہو جاتی ہے۔ امی گونگے اور مقتدی کی نمازیں مثال میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس بنا پر قراءت چھوڑنے سے ادا فاسد ہوگی تحریمہ باطل نہ ہوگا۔ اس لئے دوسری دو رکعتوں میں نماز کا شروع کرنا درست ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ قراءت کے واجب ہونے میں تمام امت کا اجماع ہے اس لئے اس پر بنا درست نہ ہوگی۔ اور پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت چھوڑنے میں اختلاف ہے اس لئے ہم نے قضا کے لازم ہونے کے بارے میں اس کو باطل قرار دیا اور دوسری دو رکعتوں کے لازم ہونے کے سلسلہ میں احتیاطاً اس کو باقی رکھا (تبیین)۔ ایک شخص امام کے ساتھ نفل کی پہلی دو رکعتوں میں شامل ہوا اور اس نے امام کے دوسرے دوگانہ شروع کرنے سے پہلے کلام کر لیا تو امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر امام کے دوسرے دوگانہ شروع کرنے کے بعد کلام کیا اور چار رکعات میں قراءت کی تھی تو چار رکعات کی قضا کریگا۔ اور اگر دوسری دو رکعتوں میں اقتدا کی تھی اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو پہلی دو رکعتوں کی قضا کریگا۔ اگر ایک شخص نے نوافل کی نیت باندھ کر ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز کے شروع یا آخر میں اقتدا کی پھر کلام کیا تو وہ چار رکعات کی قضا کریگا۔ ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نوافل کی نیت کر کے اقتدا کی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے فجر کے فرض نہیں پڑھے ہیں۔ اس نے نماز توڑ دی اور ظہر کی نماز کیلئے از سر نو تکبیر کہی۔ اس پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک دوسرا شخص آیا اور کہا بخدا میں اس شخص کے پیچھے یہ نماز نفل ہی کی نیت سے پڑھوں گا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ ظہر کی نماز کی نیت کر کے اس کے ساتھ شریک ہو گیا تو اس کی ظہر کی نماز ہو جائے گی اور کوئی قضا اس پر لازم نہ ہوگی۔

ایک شخص نے چار نفل پڑھ کر پانچویں رکعت شروع کی اور ایک شخص نے پانچویں رکعت میں اس کی اقتدا کی اس کے بعد امام نے اپنی نماز فاسد کر دی تو مقتدی چھ رکعتوں کی قضا کرے اور اگر ایک شخص نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ ایک دوسرا شخص آیا اور اس کے پیچھے اقتدا کر لی پھر مقتدی کی نکسیر نکل آئی وہ وضو کیلئے گیا اور اس کے بعد امام نے تین رکعات پڑھیں پھر مقتدی نے کلام کر لیا اور امام نے چھ رکعتوں پر نماز پوری کر لی تو مقتدی چار رکعتوں کی قضا کرے (محیط سرخسی)۔

متعلقہ مسائل ایک شخص نے سنتوں کی نذر مانی اور اس نذر کو پورا کر دیا تو سنت ادا ہو جائے گی اور تاج الدین صاحب محیط نے لکھا ہے کہ اس کی سنت ادا نہ ہوگی اس لئے کہ نذر ماننے اور لازم کرنے کی وجہ سے وہ دوسری نماز

ہو گئی۔ پس یہ نماز سنت کے قائم مقام نہ ہو گی (بحر الرائق) اگر ایک شخص نے کہا میں نے اللہ تعالی کیلئے نذر مانی ہے کہ ایک دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی (قنیہ) اگر ایک شخص نے مہینہ بھر کی نمازوں کی نذر مانی تو مہینہ بھر کے جتنے فرائض اور وتر ہیں وہ سب اسپر لازم ہوں گے۔ سنتیں لازم نہ ہو گی[1] لیکن اسے وتر اور مغرب کی نمازوں کے بدلے چار چار رکعات پڑھنی چاہئیں (بحر الرائق) ایک شخص نے کہا میں نے اللہ کیلئے نذر مانی ہے کہ وضو کے بغیر دو رکعتیں پڑھوں گا۔ تو اسپر کچھ لازم نہ ہو گا[1] (سراج الوہاج) اگر ایک شخص نے . . . . نذر مانی ہے کہ میں قرأت کے بغیر نماز پڑھوں گا۔ تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک اسپر قرأت کیساتھ نماز لازم ہو گی۔

اگر ایک شخص نے نذر مانی کہ میں آدھی رکعت پڑھوں گا۔ یا ایک رکعت پڑھوں گا تو اسپر دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی مختار ہے۔ ایک شخص نے تین رکعتوں کی نذر مانی تو چار رکعتیں لازم ہوں گی ایک شخص نے نذر مانی کہ میں ظہر کی نماز آٹھ رکعتوں سے ادا کروں گا۔ اسپر ظہر کی صرف چار رکعتیں لازم ہوں گی۔ (خلاصہ) ایک شخص نے دو رکعتوں کی نذر مانی اور ان کو بیٹھ کر ادا کیا تو جائز ہے اور اگر دو رکعتیں سواری پر پڑھیں نماز جائز نہ ہو گی (سراجیہ) ایک شخص نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی نذر مانی تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہو گا۔ اور کسی چیز سے ٹیک لگانا مکروہ ہو گا (محیط سرخسی) ایک شخص نے اللہ کیلئے نذر مانی کہ میں آج دو رکعتیں پڑھوں گا۔ اور اس نے دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو وہ دو رکعتیں قضا کرے۔ اور اگر اللہ کی قسم کھائی کہ میں دو رکعتیں پڑھوں گا۔ اور پھر دو رکعتیں نہ پڑھیں تو قسم کا کفارہ دے اور قضا اسپر لازم نہ ہو گی۔ ایک شخص نے نذر مانی کہ میں مسجد حرام یا بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا۔ اور کسی دوسری جگہ نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہے۔ حضرت زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ (سراجیہ)۔

فصل ——— تراویح کا بیان[2]

تراویح میں پانچ ترویحے ہیں ہر ترویحہ میں چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں[3] (سراجیہ) اگر جماعت میں پانچ ترویحوں پر زیادتی کرے تو ہمارے نزدیک مکروہ ہے (خلاصہ) صحیح یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک رہتا ہے تراویح

---

[1] حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قید لغو ہو جائیگی اور دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ [2] تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی استراحۃ اور آرام کے آتے ہیں چونکہ تراویح کی نماز میں پانچ ترویحے ہوتے ہیں۔ اسلئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں۔ تراویح کی مشروعیت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن آپ نے اس نماز پر صرف اسوجہ سے مواظبت و مداومت نہیں فرمائی کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور بعد میں آنیوالے لوگ مشقت و حرج میں مبتلا ہوں (چنانچہ بخاری، اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد فصلی بصلوتہ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی۔ لوگوں نے آپ کی نماز کی اقتدا کی پھر اگلی شب میں آپنے نماز پڑھی لوگوں کا مجمع ہو گیا پھر تیسری شب میں بھی لوگ جمع ہوئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائے جب صبح ہو گئی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

وتر سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور وتر کے بعد بھی یہاں تک کہ اگر یہ بات معلوم ہوئی کہ عشاء کی نماز بلا وضو پڑھی تھی اور تراویح و وتر وضو سے پڑھے تھے تو عشا کے ساتھ تراویح بھی دوبارہ پڑھے گا وتر دوبارہ نہیں پڑھے گا۔ اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہیں یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس لئے کہ وتر اپنے وقت میں عشا کے تابع نہیں ہے اور عشا کی نماز وتر سے پہلے اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ ترتیب واجب ہے۔ اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر بھول کر وتر کی نماز عشا سے پہلے پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی اور تراویح اگر عشا سے پہلے پڑھ لیں تو صحیح نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ تراویح کا وقت عشا کی نماز ادا کر لینے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

پس جو تراویح عشا سے پہلے پڑھی ہیں وہ معتبر نہ ہوں گی۔ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں جس طرح تراویح عشا کے تابع ہیں اس طرح وتر بھی عشا کے تابع ہے اور وتر کا وقت عشا کی نماز ادا کر لینے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اسی لئے وتر کی نماز اگر بھول کر عشا سے پہلے پڑھ لی تو تراویح کی طرح حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وتر کا اعادہ بھی واجب ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وتر کے اعادہ میں اختلاف ہے اور تراویح اور عشا کی سنتوں کے اعادہ میں بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو اتفاق ہے (تبیین) دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا اور اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اتنی ہی دیر بیٹھنا مستحب ہے۔ (کافی، ہدایہ) اور اگر امام محسوس کرے کہ پانچویں ترویحے اور وتر کے درمیان بیٹھنا لوگوں پر گراں گذرتا ہے تو نہ بیٹھے (سراجیہ) پھر جتنی دیر لوگ بیٹھے رہیں انہیں اختیار ہے خواہ تسبیح[۱] پڑھتے رہیں یا خاموش رہیں۔ اور مکہ کے لوگ سات مرتبہ طواف

قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم وذلک فی رمضان"

تو آپ نے فرمایا جو تم کر رہے تھے وہ میں نے دیکھ لیا تھا۔ لیکن میں صرف اس وجہ سے باہر نہیں نکلا کہ کہیں وہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے"

اسی مفہوم کی روایت حضرت زید ابن ثابت رض حضرت ابوہریرہ رض حضرت ابوذر رض سے بھی منقول ہے اس کے بعد خلفاء راشدین نے تراویح پر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ سعید بن منصور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو تراویح میں مردوں کا امام مقرر کیا تھا اور تمیم داری عورتوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اس وقت سے لیکر آج تک صحابہ اور علماء کا تراویح میں اتفاق رہا ہے۔ شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علماء نے تراویح کے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ ہدایہ میں تراویح کے سنت موکدہ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (نعمان الحق فاروقی)۔ [۲] یعنی تراویح کی بیس رکعات ہیں ابن ابی شیبہ رض حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح کی بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے اس کی سند میں ضعف ہے بیہقی میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے۔

انھم کانوا یقومون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان وعلی۔

لوگ حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک میں تراویح کی بیس رکعات پڑھتے تھے۔

تراویح کی بیس رکعات مقرر کئے جانے میں ایک عقلی دلیل بھی ہے فقہا کہتے ہیں کہ نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے شروع ہوئے ہیں اور پانچوں اوقات کے فرائض کی تعداد مع وتر کے بیس ہے اس لئے تراویح بھی بیس ہونی چاہئیں۔ تاکہ مکمل (تراویح) مکمل (فرائض) کیساتھ مطابق ہو جائے (نعمان الحق فاروقی) [۳] قہستانی نے لکھا ہے کہ ہر ترویحہ کے بعد تین بار اس تسبیح کا ورد کرنا چاہئے:۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ — میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کر لیتے ہیں اور دو رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں اور مدینہ کے لوگ (اس درمیانی وقفہ میں) چار رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ (تبیین) پانچ سلاموں کے بعد آرام کرنا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے (کافی) یہی صحیح ہے (خلاصہ) تراویح میں ایک تہائی رات تک یا آدھی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ آدھی رات کے بعد تراویح پڑھنے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہیں۔ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں اور بعض نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہیں۔ پہلا قول اصح ہے (جوہرا خلاطی) تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے سنت ہیں (زاہدی) ہمارے نزدیک اصل تراویح سنت ہیں۔ یہ حضرت حسن کی امام اعظم سے روایت ہے اور بعض نے کہا کہ مستحب ہیں۔ اور پہلا قول اصح ہے اور جماعت اس میں سنت کفایہ ہے (تبیین) یہی صحیح ہے۔ (محیط سرخسی) تراویح جماعت کے بغیر اگر الگ الگ پڑھیں یا عورتیں تنہا تنہا اپنے گھروں میں تراویح ادا کریں تو تراویح ادا ہو جائیں گی۔ (معراج الدرایہ)۔ اگر سارے مسجد والے تراویح کی جماعت چھوڑ دیں تو انہوں نے برا کیا۔ اور گنہ گار ہوں گے۔ (محیط سرخسی)۔

اگر ایک شخص جماعت چھوڑ کر تراویح ..... گھر میں پڑھے تو فضیلت حاصل نہ ہو گی اور اس میں برائی اور ترک سنت نہیں ہے اور اگر ایسا شخص ہے جس کی لوگ اقتدا کرتے ہیں اگر وہ آ جاتا ہے تو جماعت میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر نہیں آتا ہے تو جماعت میں کمی ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کو جماعت نہ چھوڑنی چاہیئے (سراج الوہاج) اور اگر گھر میں جماعت سے تراویح پڑھیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت ہے اور مسجد میں دوسری فضیلتیں بھی ہیں اس لیے جو شخص گھر میں تراویح پڑھے گا اسے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی اور دوسری فضیلتیں حاصل نہ ہوں گی۔ ابو علی نسفی نے یہی کہا ہے۔ تراویح کا مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یہی صحیح ہے۔ فرائض کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک شخص فقیہ اور قاری ہے تو اس کیلئے افضل اور احسن یہ ہے کہ اپنی قرات سے تراویح پڑھے۔ دوسرے شخص کی اقتدا نہ کرے۔ (فتاوی قاضی خان)۔ امام نے کہا ہے اگر محلہ کی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہے تو اپنی مسجد کے چھوڑنے اور دوسرے جگہ تراویح کی جماعت تلاش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یہی حکم اس صورت میں ہے جب دوسرے امام کی قرات نفیس اور آواز اچھی ہو۔ اور اس سے یہ بات بھی بخوبی ظاہر ہو گئی کہ اگر ایک شخص کے محلہ کی مسجد میں قرآن ختم نہیں ہوتا۔ تو اس کو اپنے محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجدوں میں ختم تلاش کرنا چاہیئے (محیط) جماعت والوں کیلئے مناسب ہے، کہ وہ تراویح میں ایسے شخص کو اپنا امام نہ بنائیں جو صرف خوش لحان ہو بلکہ انہیں اپنا امام ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو قرآن شریف درست پڑھتا ہو اس لئے کہ امام جب خوش الحانی سے پڑھے گا تو حضور قلبی اور غور و فکر میں خلل واقع ہو گا۔ (فتاوی قاضی خاں) وتر جماعت سے صرف رمضان شریف میں پڑھے جاتے ہیں[1]۔ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے (تبیین) رمضان میں

ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُكَ اَللّٰهُمَّ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ط

جو ملک و سلطنت والا ہے اور جو صاحب عزت و عظمت اور صاحب قدرت اور بڑائی اور جبروت والا ہے پاک ہے بادشاہ زندہ جو نہیں مرے گا وہ نہایت پاک ہے اور کامل منزہ ہے اور وہ فرشتوں اور جبرئیل کا مالک ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اور تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

[1] رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں وتر جماعت سے نہیں پڑھے جاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکا شمار من وجہ نوافل میں بھی ہے اور غیر رمضان میں نوافل کی جماعت مکروہ ہے شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے کہ نوافل کی جماعت غیر رمضان میں اس صورت میں مکروہ ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وتر گھر میں پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (سراج الوہاج) بعض نے کہا وتروں کو اکیلے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ یہی مختار ہے (تبیین) اگر ایک شخص کو اجرت دیکر مقرر کیا ہے کہ وہ تراویح کی جماعت گھر میں پڑھائے تو مکروہ ہے اس لئے کہ امام اجرت پر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسجد میں دو مرتبہ تراویح کی جماعت پڑھے تو مکروہ ہے (فتاوی قاضی خاں) ایک امام دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھاتا ہے تو جائز ہے (محیط سرخسی) اسی پر فتوی ہے (مضمرات) مقتدی اگر دو مسجدوں میں تراویح کی نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کیلئے مناسب ہے کہ اس مسجد میں وتر نہ پڑھے۔ اگر ایک مسجد میں تراویح کی نماز ہو چکی ہے۔ پھر لوگوں نے دوبارہ تراویح پڑھنے کا ارادہ کیا تو الگ الگ تراویح پڑھیں۔ اگر ایک شخص نے عشاء وتر اور تراویح کی نماز پہلے خود پڑھ لی پھر اور لوگوں کو امامت کی نیت سے تراویح پڑھائی تو امام کیلئے مکروہ ہے اور جماعت والوں کیلئے مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر پہلے امامت کی نیت نہیں کی تھی اور نماز شروع کر دی اور لوگوں نے تراویح میں اس کی اقتدا کر لی تو کسی کیلئے مکروہ نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) افضل یہ ہے کہ پوری تراویح ایک امام پڑھائے اور اگر دو امام پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک امام ترویحہ پورا کر کے الگ ہو اور ایک سلام پر اگر جدا ہو گیا تو صحیح قول کے بموجب یہ مستحب نہیں ہے۔ اور جب اس طرح دو اماموں کے پیچھے تراویح جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ فرض ایک شخص پڑھائے اور تراویح دوسرا شخص۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر کی امامت کیا کرتے تھے اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں امامت کیا کرتے تھے۔ (سراج الوہاج) بعض حضرات کے نزدیک تراویح اور ایسی نفلوں میں جن میں کچھ تخصیص نہیں ہے۔ سمجھدار لڑکے کی امامت جائز ہے اور اکثر کے نزدیک جائز نہیں ہے (محیط سرخسی)۔ اگر تراویح فوت ہو جائیں تو نہ جماعت سے قضا کرے اور نہ بغیر جماعت کے قضا کرے یہی صحیح ہے (فتاوی قاضی خان) ایک شخص کو خیال آیا کہ گذشتہ شب میں دو رکعتیں فاسد ہو گئی تھیں۔

اگر وہ ان کو تراویح کی نیت سے قضا کرے گا تو مکروہ ہے اور اگر وتر پڑھنے کے بعد خیال آیا کہ تراویح کی دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہیں۔ تو محمد بن فضل کی رائے ہے کہ ان دو رکعتوں کو جماعت سے نہ پڑھیں۔ اور صدر الشہید نے کہا ہے کہ ان رکعتوں کو جماعت سے پڑھیں (سراج الوہاج) امام نے ترویحہ کا سلام پھیرا بعض نے کہا تین رکعتیں پڑھی ہیں اور بعض نے کہا دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ امام اپنی رائے پر عمل کرے اور اگر امام کو کسی بات کا یقین نہیں ہے تو اس شخص کا قول معتبر مانے جو اس کے نزدیک سچا ہے (فتاوی قاضی خان)۔

اگر سلاموں کی تعداد میں شک ہو جائے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اعادہ کریں یا نہ کریں اور جماعت سے اعادہ کریں۔ یا الگ الگ اعادہ کریں اور صحیح یہ ہے کہ الگ الگ اعادہ کریں (محیط) ایک شخص نے عشا کی نماز علیحدہ پڑھی ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے۔ اگر سب لوگوں نے عشا کی فرض کی جماعت چھوڑ دی تو ان لوگوں کو جماعت چھوڑ دی تو ان لوگوں کو جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک شخص نے کچھ تراویح ایک امام کے پیچھے پڑھیں یا کچھ تراویح امام کے ساتھ نہ مل سکیں یا کسی نے کچھ تراویح دوسرے امام کے پیچھے پڑھی تھیں تو اس کو اس امام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھنی جائز ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (تجنیس) ایک شخص سے ایک ترویحہ یا دو ترویحے فوت ہو گئے اب اگر ان کو پڑھتا ہے تو وتر کی جماعت چھوٹ جائے گی اس کیلئے

جب کہ باقاعدہ لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے جسے فقہا کی اصطلاح میں "تداعی" کہتے ہیں اور اگر تداعی کی صورت نہ ہو تو نوافل کی جماعت مکروہ نہ ہو گی۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

مناسب ہے کہ پہلے وتر جماعت سے پڑھ لے اس کے بعد وہ تروئحے پڑھے جو اس سے فوت ہو گئے تھے۔ شیخ امام استاد ظہیر الدین اسی پر فتوی دیتے تھے (خلاصہ) اگر ایک شخص فرض نماز یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کے پیچھے تراویح کی اقتدا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے اور سلف کے عمل کے مخالف ہے۔ ایک شخص تراویح کی پہلی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتدا کی جو دوسری دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ . . . . تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک شخص ظہر کی پہلی چار رکعتیں پڑھ رہا تھا اس کے پیچھے ایسے شخص نے اقتدا کی جو ظہر کی آخری دو رکعتیں پڑھ رہا تھا (محیط سرخسی) اگر عشا کے بعد سنتوں کی نیت سے تراویح پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا تو جائز ہے۔

اصح یہ ہے کہ تراویح کی نیت ہر دو رکعتوں میں ضروری نہیں ہے اس لئے کہ کل بمنزلہ ایک نماز کے ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر تراویح امام کے ساتھ پڑھیں اور ہر دو رکعتوں میں نئی نیت نہ کی۔ جائز ہے (سراجیہ) اگر عشاء کی نماز کا سلام نہ پھیرا اور تراویح کی اسپر بنا کر لی تو صحیح یہ ہے کہ بنا درست نہ ہوگی۔ اور یہ فعل مکروہ ہے۔ اگر عشا کی سنتوں میں تراویح کی بنا کی تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں (خلاصہ) تراویح میں ایک بار قرآن شریف کا ختم سنت[1] ہے لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن کو نہ چھوڑیں (کافی) اس کے برخلاف اگر تشہد کے بعد کی دعائیں جماعت والوں پر گراں گذریں تو ان کا چھوڑ دینا جائز ہے۔ لیکن درود شریف نہ چھوڑے (نہایہ) دو بارہ قرآن شریف ختم کرنے میں فضیلت ہے اور تین بار ختم کرنا افضل ہے۔ (سراج الوہاج)۔

تراویح کی ہر دو رکعتوں میں برابر قراءت کرنا افضل ہے۔ اور اگر کم و بیش قراءت کی تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جس طرح دیگر نمازوں میں دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ قراءت کرنا مستحب نہیں ہے۔ اسی طرح تراویح میں بھی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ قراءت کرنا مستحب نہیں ہے۔

اور اگر پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں برابر قراءت کرنا مستحب ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کرنا مستحب ہے (محیط سرخسی)۔ حسن نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں یا اس کے مثل پڑھے۔ یہی صحیح ہے۔ (تبیین) قراءت میں اور ارکان میں جلدی کرنا مکروہ ہے (سراجیہ) جس قدر حروف اچھی طرح ادا کرے اتنا ہی بہتر ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

ہمارے زمانہ میں اس قدر قراءت کرنی افضل ہے۔ جس سے لوگ سستی کیوجہ سے بیزار نہ ہو جائیں اس لئے کہ جماعت کا زیادہ ہونا قراءت کے زیادہ ہونے سے افضل ہے (محیط سرخسی)، ہمارے زمانے کیواسطے علما متاخرین یہ فتوی دیتے تھے۔ کہ ہر رکعت میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے تاکہ لوگ بیزار نہ ہو جائیں اور مسجدیں خالی نہ پڑی رہیں۔ یہ احسن ہے (زاہدی)، امام کیلئے مناسب ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم کرے۔ قرآن میں جلدی کرکے اس کو اکیسویں تاریخ میں یا اس سے پہلے ختم کرنا مکروہ ہے اور منقول ہے کہ مشائخ رحمۃ اللہ نے تمام قرآن کریم میں پانچسو چالیس رکوع مقرر کئے ہیں اور

---

[1] قرآن مجید کی کل آیتیں چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں اور رکعات تراویح کی تعداد اگر مہینہ تیس دن کا ہو چھ سو ہے۔ اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھی جائیں تو مہینہ میں ایک بار قرآن شریف ختم ہو جائے گا۔ ایک بار قرآن شریف ختم کرنا سنت ہے اور دو بارہ ختم کرنا فضیلت ہے اور تین بار ختم کرنا افضل ہے۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

قرآن شریف میں ان کی علامتیں مقرر کر دی ہیں۔ تاکہ قرآن شریف ستائیسویں شب میں ختم ہو جائے۔ دیگر ممالک میں قرآن شریف کے اندر دس دس آیتوں پر بھی علامات بنائی گئی تھیں۔ اور اسپر رکوع بنایا تھا۔ تاکہ تراویح کی ہر رکعت میں قدر مسنون قرات کی جا سکے (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر انیسویں یا اکیسویں شب میں قرآن ختم ہو گیا تو باقی مہینہ میں تراویح نہ چھوڑے۔ اس لئے کہ تراویح سنت ہیں (جوہرہ نیرہ) اصح یہ ہے کہ تراویح کا چھوڑنا مکروہ ہے (سراج الوہاج) اگر تراویح میں قرات کے اندر غلطی ہو جائے اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اس کے بعد کی سورۃ یا آیت پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ جو آیت چھوٹ گئی ہے اس کو پڑھکر پڑھی ہوئی آیت کو بھی دوبارہ پڑھلے تاکہ ترتیب کے موافق ہو جائے۔ (فتاوی قاضی خاں) اگر دو رکعتوں میں کچھ قرآن شریف پڑھا پھر دو رکعتیں فاسد ہو گئیں تو ان دو رکعتوں کی قرات معتبر نہ ہوگی۔ اور قرات کا اعادہ کرے تاکہ نماز بہ صحیح طریقہ پر قرآن کریم ختم ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ قرات بھی معتبر ہو گی (جوہرہ نیرہ)۔

بعض شہروں میں لوگوں نے قرآن شریف ختم کرنا ترک کر دیا ہے اس لئے کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے پھر ان میں سے بعض تراویح کی ہر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھتے ہیں اور بعض سورہ الم ترکیف سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں ان دونوں قولوں میں دوسرا قول بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس قول پر تراویح کی رکعات کی تعداد میں غلطی نہیں ہوتی۔ اور تعداد یاد رکھنے میں کسی طرف دل نہیں بٹتا۔ (تجنیس) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ بلا عذر تراویح کی نماز بیٹھکر پڑھنا مستحب نہیں ہے۔ جواز میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے لیکن اس کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والوں سے آدھا ملتا ہے۔ اگر امام کسی عذر کی بنا پر یا بلا عذر بیٹھکر تراویح پڑھے اور اس کے پیچھے مقتدی کھڑے ہوئے ہوں۔ تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ سب کے نزدیک نماز صحیح ہوگی یہی صحیح ہے۔ اور جب کھڑے ہونے والے کی اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے صحیح ہے۔ تو اس میں اختلاف ہے کہ جماعت والوں کیلئے کیا مستحب ہے؟ بعض نے کہا ہے بیٹھنا مستحب ہے تاکہ مخالفت کی صورت باقی نہ رہے۔ (فتاوی قاضی خان) فتاوی میں ہے اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دوسری میں رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو استحسانا [1] نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

---

[1] استحسان ونقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے اور چونکہ جگہ جگہ یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا شرح وبسط کیساتھ اس کو بیان کر دیا جائے۔ فقہا استحسان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ العدول بالمسئلۃ عن حکم نظائر ھا الی حکم اٰخر لوجہ اقوی یقتضی ھذا العدول۔ یعنی ظاہری اور متبادر قیاس کے لحاظ سے کسی مسئلہ کا جو حکم ہونا چاہیے۔ اس کے خلاف اس متبادر قیاس سے زیادہ دقیق، قوی اور صحت مند علت کی بنا پر اس کے نظائر کے حکم سے کاٹ دینے کا نام استحسان ہے۔ کسی مسئلہ استحسانیہ کو اس کے قیاسی نظائر سے جس علت کی بنا پر منقطع کیا جاتا ہے اس کی نوعیت کے لحاظ سے استحسان کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ (۱) استحسان قیاسی۔ (۲) استحسان ضرورت۔

استحسان قیاسی کی تعریف تو وہی ہے جو اوپر کی گئی ہے یعنی ظاہری قیاس کے لحاظ سے کسی مسئلہ کا جو حکم ہونا چاہئے اس کے خلاف کسی قوی اور دقیق علت کی بنا پر دوسرا حکم بیان کیا جائے فقہا رحمہم اللہ کے یہاں چونکہ استحسان کی یہی قسم شائع وذائع ہے اس لئے ان کی کتابوں میں نفس استحسان کی تعریف مختصر طور پر اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ استحسان "قیاس خفی" کا نام ہے۔ غرض کہ استحسان کی اس قسم کا مرجع قیاس ہی ہے اس لئے کہ کسی مسئلہ میں جب وجوہ قیاس متعدد ہوں اور باہم متعارض ہوں تو ان میں سے کسی ایک قیاس کو ترجیح دینے کا نام استحسان ہے۔ نفس مسئلہ کی وضاحت کیلئے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔ دیکھئے فقہ کا ایک (باقی اگلے صفحہ پر)

رحمہما اللہ سے دو روایتیں ہیں اور دونوں روایتوں میں اظہر روایت کے مطابق یہی حکم ہے اور محمد بن فضل نے فرمایا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام یعنی دو رکعتوں کے قائم مقام ہوں گی۔ یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) (فتاویٰ قاضی خان) اور ابو بکر اسکاف سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کسی شخص نے تراویح میں دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اگر حالت قیام میں اسے یاد آگیا تو قیام سے لوٹے اور قعدہ کرے اور سلام پھیر دے اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھے اور چاروں رکعتیں ایک تسلیم یعنی دو رکعتوں کے قائم مقام ہونگی۔ اور اگر

قاعدہ کلیہ ہے ایک شخص اپنے اوپر اگر کسی کے حق کے واجب ہونے کا اقرار کرے تو وہ حق اس سے دلوایا جائیگا۔ لیکن اگر اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص کو بھی شامل کر لیا ہے۔ مثلاً ایک شخص اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اور اس کا بھائی فلاں شخص کے مقروض ہیں تو خود اس شخص پر اس قرض کی ادائیگی لازم ہوگی اور اس کے بھائی پر نہ ہوگی اگر وہ انکار کر بیٹھے۔

(۱) ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ قرض دینے والے شخص کی جانب سے قرض وصول کر لینے کے لئے وکیل ہے اور مقروض نے اس کا اعتراف کر لیا کہ ہاں یہ شخص قرض دینے والے شخص کا وکیل ہے تو مقروض سے وہ قرض اس وکیل کو دلوایا جائے گا۔ کیونکہ مقروض نے وصولی قرض کے سلسلہ میں اس شخص کے وکیل ہونے کا اعتراف و اقرار کر لیا ہے۔

(۲) ایک دوسرا مسئلہ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی کوئی چیز برائے حفاظت بطور امانت رکھوائی اور اس کے بعد وہ شخص کہیں چلا گیا۔ اب ایک شخص آکر دعویٰ کرتا ہے کہ وہ امانت واپس لینے کیلئے امانت رکھوانے والے شخص کا وکیل ہے اور امانت دار نے اس بات کا اعتراف و اقرار بھی کر لیا کہ یہ شخص امانت واپس لینے کے سلسلہ میں امانت رکھوانے والے کا وکیل ہے۔

تو ظاہر قیاس کے لحاظ سے مسئلہ کا یہ حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ امانت اس وکیل کو واپس کرا دی جاتی۔ اس لئے کہ امانت دار اس بات کا اعتراف و اقرار کرتا ہے کہ یہ شخص امانت واپس لینے کے سلسلہ میں امانت رکھوانے والے کا وکیل ہے جس طرح کہ اوپر ذکر کی گئی قرض والی مثال میں اقرار توکیل (وکیل بنائے جانے) کے بعد مقروض سے وکیل کو قرض لی ہوئی رقم واپس دلوائی گئی تھی۔ لیکن استحساناً امانت دار سے وکیل کو وہ امانت واپس نہیں کرائی جائے گی اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ امانت رکھوانے والا اصل شخص جب آجائے تو وہ اس توکیل سے انکار کر دے (یعنی یہ کہے کہ میں نے اس شخص کو امانت واپس لینے کے سلسلہ میں اپنا وکیل نہیں بنایا تھا) دوسری طرف جب وکیل کے پاس وہ امانت چلی جائے گی تو عین ممکن ہے کہ پھر وکیل سے امانت کا واپس لیا جانا۔ ناممکن ہو جائے پھر اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کہ امانت دار سے اس امانت کے مثل دوسری شے یا اس کی قیمت امانت رکھوانے والے کو دلوائی جائے لیکن اس صورت میں ایک دوسری مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ امانت کی صورت میں امانت رکھوانے والے شخص کا حق بعینہ اس کی امانت رکھی ہوئی شے سے وابستہ ہوتا ہے اور تاوان دلوایا جائے گا تو اس کا حق بعینہ اس کی امانت سے منتقل ہو کر اس کے مثل یا اس کی قیمت کے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ اور حالانکہ عوض کے ساتھ اس کا حق متعلق نہیں ہے ان تمام چیزوں کو سامنے رکھکر فقہائے استحساناً یہ حکم کیا ہے کہ امانت دار سے وکیل کو امانت واپس نہیں کرائی جائے گی۔ اس کے برخلاف قرض والی صورت میں قرض دینے والے کا حق بعینہ اس رقم سے وابستہ نہیں ہوتا جو اس نے قرض دی ہے۔ بلکہ اس کا محل وہ ذمہ داری ہے جو مقروض پر عائد ہوتی ہے لہذا قرض دینے والے کا حق بدستور قائم رہتا ہے۔ یعنی مقروض ذمہ دار ہوگا۔ لہذا قرض والی صورت میں اگر قرض دینے والا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ چکا تھا تو اس میں اختلاف ہے اکثر حضرات کا یہ خیال ہے کہ دو تسلیمے یعنی چار رکعتیں ادا ہو جائیں گی۔ یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص نے تراویح میں دس تسلیمے پڑھے اور ہر تسلیمہ میں تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو اس شخص پر تراویح کی قضا لازم ہوگی اور اس کے علاوہ اور کچھ لازم نہ ہوگا۔ یہی قیاس کے مطابق ہے اور یہی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص جو اس نماز کو تراویح کے قائم مقام مقام نہیں سمجھتا۔ استحساناً صرف تراویح کی قضا کرے گا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تیسری رکعت کی وجہ سے اسپر کچھ لازم نہ ہوگا۔ خواہ اس نے تیسری رکعت بھولے سے پڑھی ہو۔ یا جان کر پڑھی ہو۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر تیسری رکعت بھولے سے پڑھی ہو تب تو یہی حکم ہے اور اگر جان بوجھ کر پڑھی ہے تو ہر تیسری رکعت کے بدلے دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ پس تراویح کے ساتھ بیس رکعتیں اور پڑھے گا۔ اور اگر وہ شخص اس نماز کو تراویح کے قائم مقام سمجھتا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام

اگر اس توکیل (وکیل بنائے جانے) سے انکار کر دے تو بات ثابت ہو جائے گی کہ قرض کی واپسی صحیح ہاتھوں میں نہیں ہوئی۔ کیونکہ لینے والے کی وکالت ثابت نہ ہوئی اور چونکہ قرض دینے والے کا حق بدستور باقی ہے تو پھر مقروض دوبارہ اس کا قرض ادا کریگا۔ اور اس سلسلہ میں مقروض جو نقصان برداشت کریگا۔ وہ نتیجہ سمجھا جائیگا۔ خود اس کے اقرار و اقبال کا جو اس نے توکیل سے متعلق کیا تھا۔

اس کو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ مقروض اگر کسی دوسرے شخص کی وکالت کا اقرار کرتا ہے تو دراصل وہ اس بات کا اعتراف واقرار کرتا ہے کہ اس کی اپنی ذات ادائیگی قرض کے سلسلہ میں ذمہ دار ہے۔ لہٰذا خود اپنے نفس کے حق میں اس کے اعتراف واقبال کے سبب قرض کی ادائیگی لازم ہو جائے گی اور اس کا قول نافذ العمل مانا جائیگا۔ اور اس کے اقرار سے قرض دینے والے کا حق بالکل متاثر اور متغیر نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف امانت دار جب کسی شخص کی وکالت کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس صورت میں صرف اپنے نفس ہی کے بارے میں اقرار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے ساتھ ایک دوسرے شخص (امانت رکھوانے والے) کے حق کو بھی ملا لیتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر اس کا نفاذ مانا جائے تو دوسرے کا حق متاثر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ امانت کی صورت میں امانت رکھوانے والے کا حق بعینہٖ اس کی امانت سے وابستہ ہے اس میں کسی طرح کا تغیر اور تبدل نہ ہونا چاہئے۔

استحسان کی ایک دوسری قسم استحسان ضرورت ہے۔ یعنی کسی ضرورت کے داعی ہونے یا کسی مصلحت کے پیش نظر یا کسی نقصان کے دفعیہ کی خاطر کسی مسئلہ کا حکم اس حکم کے خلاف بیان کرنا استحسان ضرورت کہلاتا ہے۔ جو ظاہر قیاس کے لحاظ سے اس مسئلہ کا ہونا چاہئے تھا۔ یعنی استحسان ضرورت وہاں کیا جاتا ہے۔ جہاں قیاسی حکم کا اثبات ونفاذ کسی نقصان وحرج کا موجب بن رہا ہو

اس لئے کہ وہ مسائل جن کے بعض پر بعض مسائل کو قیاس کیا جاتا ہے وہ اگرچہ ایک ہی جنس کے ہوتے اور ایک ہی مشترک بنیاد پر قائم ہوتے ہیں لیکن بسا اوقات اپنے عوارض کے لاحق ہونے کی وجہ سے وہ اپنے نتائج اور ردعمل کے لحاظ سے بڑے مختلف ہو جاتے ہیں۔ کہ ایک شخص کے حق میں نتیجہ منصفانہ ہو جاتا ہے اور دوسرے شخص کے حق میں غیر منصفانہ ایسے نازک مراحل پر فقہائے کرام فقہی بصیرت اور مقاصد شریعت دونوں کے تنقیح اور مصلحت اندیش حکم تک پہونچنے کیلئے استحسان ہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں استحسان کی ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمائیے جو علم میراث سے متعلق ہے۔ ایک عورت کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس کے ورثاء یہ ہیں۔ (۱) شوہر (۲) ماں (۳) ماں کی جانب سے دو بھائی (یعنی ماں ایک ہے اور باپ دو) (۴) دو سگے بھائی۔ پس شوہر اور میت عورت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگر تیسری رکعت بھولے سے پڑھی ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر تیسری رکعت جان بوجھ کر پڑھی ہے تو بیس رکعات لازم ہوں گی۔ (ظہیریہ۔ فتاوی قاضی خاں)۔

اگر تراویح کی چھ، آٹھ، یا دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دو دو رکعتوں کے بعد قدر تشہد بیٹھا تو اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں کا ایک تسلیمہ ہوگا۔ یہی صحیح ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر کل تراویح ایک سلام سے پڑھیں اور ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کیا تو سب تراویح ادا ہو جائیں گی۔ اور اگر کسی دوگانہ پر نہیں بیٹھا صرف اخیر ہی میں بیٹھا تو صحیح قول کے مطابق استحساناً ایک تسلیمہ ادا ہوگا۔ (سراج الوہاج) (فتاوی قاضی خان) مقتدی کیلئے مکروہ ہے کہ تراویح تو بیٹھکر پڑھے اور جب امام رکوع میں جانے کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح اگر نیند کا غلبہ ہے تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنی مکروہ ہے۔ بلکہ علیحدہ ہو جائے۔ اور خوب ہوشیار ہو جائے اس لئے کہ نیند کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور قرآن شریف میں غور و فکر نہیں ہوتا۔ (فتاوی قاضی خاں)۔

ایک شخص نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ شروع کی جب امام نے قعدہ کیا تو یہ سو گیا۔ اس عرصہ میں امام نے سلام پھیر دیا۔ اور دوسری دو رکعتیں بھی پڑھ لیں اور تشہد کے لئے قعدہ میں بیٹھا تو اب یہ شخص بیدار ہوا۔ اگر اس شخص کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ تو سلام پھیر دے اور دوبارہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور جس وقت امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو جائے اور جلدی سے دو رکعتیں پوری کرکے سلام پھیر دے اور امام کے ساتھ اگلی دو رکعتوں میں شریک ہو جائے۔ (خلاصہ)۔

کی ماں اور ماں کی طرف سے اس کے دو بھائی یہ ان ورثا میں سے ہیں جن کا شمار اصحاب فرائض میں کیا جاتا ہے۔ یعنی شریعت میں ان کے حصص متعین و مقرر ہیں۔ اور میت کے سگے بھائی عصبات میں سے ہیں۔

اور علم میراث کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اصحاب فرائض سے جو بچ جاتا ہے وہ عصبات کو مل جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں قیاس کے لحاظ سے ماں کی جانب سے بھائیوں کو تو ترکہ ملے گا۔ لیکن میت کے سگے بھائیوں کو ترکہ نہ مل سکے گا۔ اس لئے کہ شوہر کا حصہ نصف ہوگا ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اور ماں کی جانب سے ان دو بھائیوں کو ثلث ملے گا۔ اس کے بعد کچھ باقی ہی نہیں بچتا۔ کہ میت کے سگے بھائیوں کو ملے جو عصبات میں سے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ میت کے سگے بھائی تو محروم ہو جاتے ہیں اور صرف ماں کی جانب سے جو بھائی ہیں ان کو ترکہ مل رہا ہے۔ بعض فقہا نے اس کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے نزدیک استحساناً اس مسئلہ کا حکم قیاسی قاعدہ کے لحاظ سے مختلف ہے۔ یہ حضرات میت کے سارے بھائیوں کو ایک ثلث میں شریک قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ سارے بھائی ایک ہی ماں کی تو اولاد ہیں۔

یہ صورت حال فرضی نہیں ہے بلکہ روایات میں آتا ہے۔ ایک مرتبہ فی الواقع یہی صورت پیش آئی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے واقعہ پیش ہوا۔ آپ نے اولاً تو اسی رائے کا اظہار فرمایا کہ ماں کی جانب سے میت کے بھائیوں کا حصہ ثلث ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اصحاب فرائض میں سے ہیں۔ یہ سن کر میت کے سگے بھائیوں نے جو عصبات میں سے تھے اور حصہ پانے سے محروم ہوئے جا رہے تھے انہوں نے حضرت عمر سے فرمایا۔ ہٹائیے ہمارے باپ کو۔ لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم چاروں ایک ہی ماں کی اولاد ہیں؟۔ یہ سنکر حضرت عمر نے اپنی پہلی رائے سے رجوع فرمالیا اور میت کے چاروں بھائیوں کو ثلث میں شریک قرار دینے کا فیصلہ صادر فرمایا (نعمان الحق فاروقی مترجم)۔

دسواں باب : فرض جماعت میں شریک ہونے کا بیان

ایک شخص فجر یا مغرب کی نماز کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا۔ اس کے بعد جماعت شروع ہوئی تو ایک رکعت کو توڑ ڈالے اور جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت میں تھا۔ اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ تب بھی ایک رکعت توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو پھر نماز نہ توڑے اور اس کو پورا کرے اور امام کے ساتھ شریک نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب میں یا نفلوں کی طاق رکعتیں ہوں گی۔ اور چار رکعتیں پڑھے گا تو اس صورت میں امام کی مخالفت لازم آئے گی[۲] (تبیین)۔ اور یہ سب بدعت ہے اور اگر امام کیساتھ شریک ہو گیا۔ تو چار رکعتیں پوری کرے اس لئے کہ سنت کی موافقت امام کی موافقت سے بڑھ کر ہے (کافی) لیکن اس نے برا کیا (محیط سرخسی)۔ اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اسے چار رکعتوں کی قضا کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ یہ اقتدا کی وجہ سے اس پر لازم ہو گئی ہیں (شمنی) اور اگر اس نفل پڑھنے والے شخص نے مغرب کی نماز میں ایسے امام کی اقتدا کی جس نے تیسری رکعت میں قراءت نہیں کی۔ اب اگر مقتدی نے قراءت کر لی تو اس کی نماز جائز ہے۔ اور اگر قراءت نہیں کی تھی تو امام کے تابع ہو کر اس کی نماز جائز ہو گی یہ شیخ امام استاد خانی سے منقول ہے۔ اگر امام چوتھی رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر کھڑا ہوا۔ اور مقتدی نے اس چوتھی رکعت میں بھی متابعت کی تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ امام تیسری رکعت میں بیٹھا ہو۔ یا نہ بیٹھا ہو یہی مختار ہے۔ اگرچہ امام کی نماز نفل ہو گئی ہے۔ لیکن پہلے امام کی نماز فرض تھی پھر فرض سے نفل کی طرف منتقل ہوا۔ گویا اس نے دو نمازیں دو تحریموں سے پڑھی ہیں۔ اس صورت میں مقتدی کی نماز عذر حدث کے بغیر دو اماموں کے پیچھے ہو گی۔ اس لئے جائز نہیں ہے۔

ایک شخص نے نفل نماز شروع کی پھر جماعت شروع ہو گئی مختار یہ ہے کہ نماز نہ توڑے خواہ اس نے ایک رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو[۳] یہی حکم اس صورت میں ہے جب نذر یا قضا کی نماز شروع کرے (خلاصہ) ایک شخص نے ظہر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی پھر جماعت شروع ہو گئی تو ایک رکعت اور پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا۔ تو اس کو توڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے یہی صحیح ہے۔ (ہدایہ)۔ یہاں لفظ اقامت سے مراد جماعت شروع ہونا ہے۔ مؤذن کی اقامت

---

[۱] حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے فرض نماز پڑھنی شروع کی پھر جماعت شروع ہو گئی تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے یا دوسری رکعت پڑھ رہا ہے لیکن ابھی اس نے سجدہ نہیں کیا ہے اور فجر یا مغرب کی نماز ہے تب بھی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے۔ تو ایک رکعت اس میں اور ملا کر دو رکعتیں پوری کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور پھر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر فجر و مغرب میں دوسری رکعت کا بھی سجدہ کر چکا ہے۔ تو اب اس کو پورا کرے جماعت میں شریک نہ ہو۔ (لقمان الحق فاروقی مترجم)

[۲] وجہ اس کی یہ ہے کہ نوافل میں نماز منقطع کرنا کمال کے لئے نہیں ہے۔ اس کے برخلاف فرائض کو جب منقطع کرتا ہے۔ تو ان کو جماعت سے دوبارہ پڑھتا ہے تو فرائض کو توڑنا کامل کرنے کے لئے ہے۔

(لقمان الحق فاروقی مترجم)

(تکبیر) مراد نہیں ہے۔ اگر مؤذن نے اقامت (تکبیر) شروع کی اور ایک شخص نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا۔ ہمارے اصحاب کا بالاتفاق یہ حکم ہے کہ دو رکعتیں پوری کرے (نہایہ) اگر دوسری جگہ جماعت کھڑی ہوئی۔ مثلاً ایک شخص گھر میں نماز پڑھ رہا تھا اور مسجد میں جماعت کھڑی ہوئی یا ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور دوسری مسجد میں جماعت کھڑی ہوئی تو اپنی نماز کسی حالت میں نہ توڑے۔ ایک شخص ظہر کی تین رکعتیں پڑھ چکا تھا۔ اور پھر اسی جگہ جماعت کھڑی ہوئی تو اپنی نماز پوری کرنے کے بعد بہ نیتِ نفل اقتدا کرے۔ اور اگر تیسری رکعت میں ہے اور اس رکعت کا ابھی سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ دے۔ اور اس شخص کو اختیار ہے خواہ پہلے قعدہ کرے۔ اور اس کے بعد سلام پھیرے یا سلام نہ پھیرے۔

اسی طرح حالت قیام میں اللہ اکبر کہہ کر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے قیام کی حالت میں سلام نہ پھیرے (تبیین) اصح یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں اختیار ہے (یعنی قعدہ کرکے سلام پھیرے یا حالتِ قیام میں سلام پھیرے) (معراج الدرایہ)۔ بعض نے کہا ہے اسی طرح حالت قیام میں ایک سلام پھیر کر نماز توڑ دے۔ یہی اصح ہے اس لئے کہ بیٹھکر سلام پھیرنا نماز پوری ہونے کیلئے شرط ہے۔ اور یہاں مقصد نماز توڑنا ہے نماز پوری کرنا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ظہر کی نماز دو رکعتوں پر تمام نہیں ہوتی۔ اور ایک ہی سلام کافی ہے (محیط سرخسی) یہی حکم اس صورت میں ہے کہ عشا یا عصر کی نماز شروع کی تھی اور پھر جماعت کھڑی ہو گئی۔ لیکن عصر کی نماز پوری کرنے کے بعد نفلوں کی نیت سے نماز میں شریک نہ ہو۔ ایک شخص کو ظہر کی ایک رکعت امام کے ساتھ ملی اس نے سب فقہا کے قول کے مطابق ظہر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی۔ لیکن سب کے نزدیک اس نے جماعت کی فضیلت حاصل کر لی۔

اور اگر تین رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہیں تو بالاتفاق ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے والا شمار کیا جائیگا۔ (سراج الوہاج) ایک شخص نے نفل کی نماز شروع کی پھر فرض کی جماعت کھڑی ہوئی۔ تو دو رکعتوں کو پورا کرے اسپر زیادتی نہ کرے۔ (محیط)۔ ایک شخص ظہر یا جمعہ سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہا تھا۔ پھر ظہر کی جماعت کھڑی ہو گئی یا جمعہ کا خطبہ شروع ہو گیا تو دو رکعتوں پر نماز منقطع کر دے۔ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔ بعض نے کہا ہے نماز پوری کرے (ہدایہ) یہی اصح ہے (محیط سرخسی) یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) ایک شخص نے دیکھا کہ امام فجر کی نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے ابھی تک فجر کی سنتیں نہیں پڑھی ہیں۔ اگر اسکا خیال ہے کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی۔ اور دوسری رکعت امام کیساتھ مل جائے گی تو مسجد کے دروازہ کے قریب سنتیں پڑھے پھر نماز میں شامل ہو جائے۔ اور اگر دونوں رکعتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنتیں نہ پڑھے اور امام کے ساتھ داخل ہو جائے (ہدایہ) کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر اسے قعدہ مل جانے کا خیال ہو تو کیا کرے؟ لیکن اس عبارت سے یعنی اگر دونوں رکعتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنتیں نہ پڑھے۔ ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر ایک شخص کو خیال ہوا کہ اسے ایک رکعت بھی نہ ملے گی صرف قعدہ ملے گا وہ سنتیں نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے۔ فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص کو قعدہ ملنے کی امید ہو تو حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک سنتیں پڑھے۔

اس لئے کہ ان دونوں کے نزدیک تشہد کا ملنا رکعت ملنے کے قائم مقام ہے (کفایہ) اس کے علاوہ باقی سنتوں کا یہ حکم ہے کہ نماز پڑھنے والا اگر یہ سمجھتا ہے کہ امام کے رکوع کرنے سے پہلے میں اپنی نماز پوری کروں گا تو مسجد سے باہر پڑھے۔ اور اگر رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے (تبیین)۔

ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور اسے معلوم نہیں ہے۔ کہ امام پہلے رکوع میں ہے یا دوسرے میں تو سنتیں چھوڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے (خلاصہ) اگر ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان ہو چکی ہے تو نماز پڑھے بغیر

وہاں سے نکلنا مکروہ[1] ہے۔ لیکن اگر وہ کسی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہے اور اس کے نہ پہنچنے سے جماعت متفرق ہو جائے گی تو ایسے شخص کیلئے مسجد سے باہر نکلنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جس نے ابھی تک یہ نماز نہیں پڑھی۔ اور اگر ایک بار نماز پڑھ چکا ہے تو عشا اور ظہر کی نماز میں جبتک مؤذن تکبیر نہ کہے۔ مسجد سے باہر چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مؤذن نے تکبیر شروع کر دی تو مسجد سے باہر نہ جانا چاہیئے اور نفل کی نیت سے نماز پڑھے۔ اور عصر، مغرب اور فجر کی نمازوں میں یہ حکم ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے۔ اور اگر ٹھہر رہا اور جماعت میں شریک نہ ہوا تو مکروہ ہے (محیط سرخسی)۔

ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا کہ اتنے میں امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو اس رکعت کا پانے والا شمار نہ کیا جائے گا (ہدایہ) خواہ اتنی دیر میں وہ رکوع میں شریک ہو سکتا تھا یا نہیں ہو سکتا تھا۔ دونوں صورتوں میں ایک حکم ہے۔ اسی طرح اگر تکبیر کہہ کر نہ ٹھہرا اور جھک گیا۔ لیکن اس کے رکوع میں جانے سے پہلے امام نے سر اٹھا لیا تب بھی ۔۔۔۔ رکعت پانے والا شمار نہ کیا جائے گا۔

مجموعی نے کہا ہے اگر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور امام رکوع میں ہے تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اسے تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جانا چاہیئے۔ پھر چل کر صف میں ملجائے تاکہ رکوع فوت نہ ہو۔ اور ہمارے نزدیک اگر مسلسل تین قدم چلے گا۔ تو نماز باطل ہو جائے گی۔ ورنہ مکروہ ہوگی۔ اور اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ وہ تکبیر نہ کہے تاکہ نماز میں چلنا نہ پڑے۔ جلابی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور کھڑے ہو کر تکبیر اللہ اکبر کہی اور اس نے جھکنا شروع کیا تو امام نے اٹھنا شروع کیا۔ اگر یہ شخص امام کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اس کے ساتھ شریک ہو گیا تو اصح یہ ہے کہ اس رکعت کا اعتبار ہوگا۔ اگرچہ شرکت بہت تھوڑی سی پائی گئی۔ (معراج الدرایہ)۔

فقہا کا اجماع ہے کہ اگر ایک شخص نے امام کو حالت قیام میں پایا اور تکبیر کہہ کر شریک ہو گیا۔ لیکن امام کے ساتھ رکوع نہ کیا یہاں تک کہ امام رکوع کر چکا۔ اس کے بعد پھر اس کے بعد اس نے رکوع کیا تو یہ رکعت معتبر ہوگی۔ اور اس پر بھی فقہا کا اجماع ہے کہ اگر ایک شخص نے رکوع کے قومہ میں امام کی اقتدا کی تو یہ رکعت معتبر نہ ہوگی (بحر الرائق)۔ ایک شخص نے امام کو رکوع میں پایا تو پہلے سیدھا کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھے اور پھر رکوع کیلئے اللہ اکبر کہے اور اگر گمان غالب ہے کہ وہ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے گا تو سبحانک اللھم بھی پڑھے۔ اگر عید کی نماز ہے تو اس کی تکبیریں بھی کھڑے ہو کر ادا کرے اور رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو رکوع ہی میں عید کی تکبیریں کہہ لے (کافی باب صلوٰۃ العیدین) ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو اس کو دو مرتبہ اللہ اکبر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض فقہا کا اس میں اختلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے) اور اگر اس تکبیر (اللہ اکبر) سے رکوع کی نیت کی۔ نماز شروع کرنے کی نیت نہیں کی تو نماز جائز ہو گی۔ اور اس کی نیت لغو ہو جائے گی (فتح القدیر) اگر مقتدی

---

[1] ابن ماجہ کی ایک روایت ہے عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجوع فھو منافق۔ (ترجمہ:۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان کے بعد مسجد سے بلا عذر کے نکلا۔ اور وہ واپس ہونیکا ارادہ نہیں رکھتا تو منافق ہے۔ مراسیل ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق۔ (ترجمہ:۔ حضرت سعید بن المسیب رض حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اذان کے بعد مسجد سے کوئی باہر نہیں نکلتا مگر منافق۔ (لقمان الحق فاروقی مترجم)

نے ... ساری رکعات میں رکوع اور سجدے امام سے پہلے کئے تو اس کے لئے واجب ہے کہ ایک رکعت بلا قرارت ادا کرے اور اپنی نماز پوری کرے اور اگر رکوع امام کے ساتھ کیا اور سجدہ امام سے پہلے کیا تو دو رکعتیں قضا کرے۔ اور اگر اس نے رکوع امام سے پہلے کیا ہے اور سجدہ امام کے ساتھ کیا تو چار رکعتیں بلا قرارت اس پر واجب ہوں گی۔ اگر اس نے رکوع و سجدہ دونوں امام کے بعد کئے ہیں تو اس کی نماز جائز ہوگی۔

اور اگر اس نے امام کو رکوع اور سجدہ کے آخر میں پایا ہے تو یہ بھی جائز ہے (فتاوی قاضی خاں) ایک شخص کسی مسجد میں داخل ہوا جس میں نماز ہو چکی ہے اگر وقت میں گنجائش ہو تو فرض سے پہلے جس قدر چاہے نوافل پڑھ سکتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو نوافل چھوڑ دے۔ بعض نے کہا ہے کہ ظہر اور فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر نوافل کا یہ حکم ہے (ہدایہ) اس کو شمس الائمہ سرخسی، صاحب محیط، قاضی خان، تمرتاشی، اور محبوبی نے اختیار کیا ہے (کفایہ - نہایہ)۔ بعض نے کہا ہے سب کا یہی حکم ہے (ہدایہ) صدر الاسلام نے بھی اختیار کیا ہے (کفایہ) اولیٰ یہ ہے کہ ان سنتوں کو کسی بھی حالت میں نہ چھوڑے (ہدایہ) خواہ فرض جماعت سے پڑھے یا نہ پڑھے۔ لیکن اگر فرض نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو چھوڑ دے (کفایہ)

گیارھواں باب

فوت شدہ نمازوں کی قضا کا بیان

جو نماز وقت میں واجب ہو کر چھوٹ جائے اس کی قضا لازم ہے[1]۔ خواہ اس نے جان کر چھوڑی ہو یا بھولے سے چھوٹی ہو یا نیند کے غلبہ سے فوت ہو گئی ہو۔ خواہ بہت سی نمازیں ہوں یا تھوڑی ہوں۔ مجنوں پر حالت جنون میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے جو عقل کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی ہیں۔ اس طرح عقل کی حالت میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے۔ جو جنون کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی ہیں۔ مرتد پر .... ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے جو مرتد ہونے کی حالت میں اس سے چھوٹ گئی ہیں۔ ایک شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا۔ اور ایک مدت تک اس نے اس لئے نماز نہیں پڑھی کہ وجوب نماز کا اسے علم نہ تھا تو اس پر نمازوں کی قضا واجب نہ ہوگی۔ ایک شخص بیہوش تھا یا ایسے مرض میں گرفتار تھا کہ اشارہ سے بھی نماز ادا کرنے پر بھی قادر نہ تھا۔ تو اس مدت کی فوت شدہ نمازیں اگر ایک دن ایک رات کی نمازوں سے بھی متجاوز ہیں تو ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

---

[1] جب روز خندق کھودی جا رہی تھی۔ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار نمازیں اوقات متعینہ پر ادا نہ فرما سکے کچھ رات ڈھلے آپ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا۔ انھوں نے اذان کہی۔ پھر تکبیر کہی۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی اور عصر کی نماز ادا کی پھر تکبیر کے بعد مغرب کی نماز ادا کی پھر تکبیر کے بعد عشا کی نماز ادا فرمائی۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ فوت شدہ نماز دن کی قضا واجب ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ قضا نمازوں میں ترتیب واجب ہے۔ اگر ترتیب مستحب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز موخر نہ فرماتے اس لئے کہ مغرب کی نماز میں تاخیر مکروہ ہے۔ (لقمان الحق فاروقی)۔

قضا نماز کا حکم

یہ ہے کہ جس صفت سے نماز فوت ہوئی ہے اسی صفت کے ساتھ ادا کی جائے لیکن عذر اور ضرورت کی حالت میں حکم بدل جاتا ہے۔ حضر کی حالت میں اگر ایک شخص سے چار رکعات فوت ہو گئیں تھی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں قضا کرے گا۔ اور اگر سفر میں فوت ہو گئیں ہیں تو حضر کی حالت میں دو رکعتیں قضا کرے گا۔ فرض نماز کی قضا فرض ہے۔ اور واجب کی قضا واجب اور سنت کی قضا سنت ہے قضا کیلئے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ تین اوقات کے علاوہ تمام عمر اس کا وقت ہے وہ تین اوقات یہ ہیں :-

(۱) سورج نکلنے کے وقت۔ (۲) زوال کے وقت۔ (۳) سورج غروب ہونے کے وقت۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں ہے (بحر الرائق) ایک شخص نے نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا۔ پھر اسی نماز کے وقت کے اندر مسلمان ہو گیا تو دوبارہ نماز پڑھے (کافی)۔ ایک لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی اور سو گیا۔ رات کو احتلام ہوا۔ اور فجر کے طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہو گیا تو عشا کی نماز دوبارہ پڑھے۔ لڑکی کا حکم اس کے برخلاف ہے پس اگر لڑکی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو عشا کی قضا اس پر واجب نہ ہوگی۔ اس لئے کہ جب نماز واجب ہونے کی حالت میں حیض آتا ہے تو وجوب (نماز) ساقط ہو جاتا ہے تو جب وجوب کے ساتھ حیض ہو تو بدرجہ اولیٰ حیض وجوب (نماز) سے مانع ہوگا۔ اور اگر لڑکی اپنی عمر کے حساب سے بالغ ہوئی ہے تو عشا کی نماز اس پر واجب ہوگی۔ اگر لڑکا طلوع فجر سے پہلے بیدار نہ ہوا تو بعض نے کہا کہ عشا کی نماز قضا کرے گا (محیط سرخسی) یہی مختار ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر فوت شدہ نمازوں کو جماعت سے قضا کرے اور یہ نمازیں جہری ہیں تو امام کو نمازیں جہر کرنا چاہئے اور اگر اکیلا پڑھے تو اسے جہر سے پڑھنے میں اور آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ جس طرح وقت کے اندر تنہا نماز پڑھنے میں جہرا افضل ہے اسی طرح یہاں بھی جہرا افضل ہوگا۔

اور اگر سری نمازیں ہیں تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ امام کیلئے بھی یہی حکم ہے (ظہیریہ)، وقت کی نماز اور فائتہ نماز اور چند فوت شدہ نمازوں میں ترتیب واجب ہے[۱] (کافی) یہانتک کہ وقت کی نماز کو قضا نماز ادا کرنے سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (محیط سرخسی) اس طرح فرض اور وتر میں ترتیب واجب ہے[۲] (شرح وقایہ) اگر فجر کی نماز پڑھی اور اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے وتر نہیں پڑھے ہیں تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر نفل نماز پڑھتے ہوئے کوئی واجب یا فرض نماز یاد آئی تو اس کی نفل فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ترتیب کا وجوب فرائض میں خلاف قیاس ہے۔ اس بنا پر غیر فرائض میں اس کا الحاق نہ کیا جائے گا۔ (محیط سرخسی) فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ لڑکا جس وقت بالغ ہوا۔ اور اس نے وقت میں نماز پڑھی تو وہ صاحب ترتیب ہو جاتا ہے جس طرح عورت بالغ ہونے اور صحیح خون دیکھنے سے ایک بار کے حیض سے صاحب عادت ہو جاتی ہے (تاتارخانیہ) لیکن نماز کے بعض اعمال میں ہمارے نزدیک باہم ترتیب فرض نہیں ہے (محیط) یہانتک کہ اگر ایک شخص امام کے ساتھ ابتداء سے شریک ہوا۔ اور اس کے پیچھے سو گیا یا اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اور امام آگے بڑھ گیا۔ پھر بیدار ہوا

---

[۱] وقت کی نماز اور فائتہ نماز میں ترتیب واجب ہے، اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر ایک شخص نماز بھول گیا اور اسے اسوقت یاد آئی جب وہ امام کیساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ نماز پڑھے جو بھول گیا تھا اور اس کے بعد وہ نماز لوٹائے جو اس نے امام کے ساتھ پڑھی تھی۔ (لقمان الحق) [۲] یہ حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فرائض اور وتر میں ترتیب واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ وتر ان کے نزدیک سنت میں داخل ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یا وضو کرکے پھر نماز میں شریک ہوا۔ تو اس پر واجب ہے کہ پہلے فوت شدہ نماز پڑھے پھر امام کی متابعت کرے۔ اگر اس نے پہلے امام کی متابعت کی اور پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ نماز کی قضا کی تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تینوں کے نزدیک اس کی نماز جائز ہوگی۔

اس طرح جمعہ کی نماز میں اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے پہلی رکعت امام کے ساتھ ادا نہ کر سکا۔ اور دوسری رکعت ادا کی تو اس صورت میں دوسری رکعت پہلی رکعت کے ادا کرنے سے پہلے ادا ہوئی۔ پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت قضا کی تو ہمارے نزدیک جائز ہے (شرح طحاوی فصل ستر عورت) ترتیب نسیان سے اور جو چیز نسیان کے حکم میں شامل ہیں ساقط ہو جاتی ہے (مضمرات) اگر وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی بھولی بسری نماز یاد آئی تو وقت کی نماز جائز ہوگی (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر ظہر کی نماز یہ خیال کرتے ہوئے پڑھی کہ وہ باوضو ہے اس کے بعد وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ ظہر کی نماز بلا وضو پڑھی تھی تو صرف ظہر کی نماز کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس کا حکم اس شخص کے مطابق ہے جس نے ظہر کی نماز بھول کر نہیں پڑھی ہے۔

اس کے برخلاف ایک شخص نے اگر عرفہ کے دن ظہر کی نماز یہ خیال کرتے ہوئے پڑھی کہ وہ باوضو ہے۔ پھر وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد ظاہر ہوا کہ ظہر کی نماز بلا وضو پڑھی تھی تو دونوں نمازیں دوبارہ پڑھے اس لئے کہ عصر کی نماز وہاں ظہر کے تابع ہے۔ (محیط سرخسی) اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسے یاد ہے کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو جائیگی اس کے بعد اس نے فجر کی نماز قضا پڑھی اور عصر کی نماز پڑھی اور اسے ظہر کی نماز یاد ہے تو عصر کی نماز جائز ہوگی۔ اس لئے کہ عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے اس کے خیال میں کوئی نماز اس پر قضا واجب نہیں ہے۔ اصطلاح میں اس کا نام گمان معتبر ہے[1] (تبیین)۔ اگر ظہر کی نماز میں اسے شک ہوا کہ اس نے فجر کی نماز پڑھی ہے؟ یا نہیں؟ پس جب فارغ ہوا تو اسے یقین ہو گیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو پہلے فجر کی نماز پڑھے پھر دوبارہ ظہر کی نماز پڑھے (محیط سرخسی) ایک شخص کو نماز کے اندر یاد آیا کہ اس پر کچھ نمازیں قضا ہیں۔ فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ ہمارے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن یاد آتے ہی نماز نہ توڑے بلکہ دو رکعتیں پوری کرے اور یہ دو رکعتیں نفل شمار ہوں گی۔ خواہ فوت شدہ نماز پرانی ہو یا نئی (محیط) اگر ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہے اور اسے یاد آیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اگر وہ جمعہ کی نماز توڑ کر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو جمعہ کی نماز فوت ہو جائے گی۔ لیکن وقت باقی رہے گا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جمعہ کی نماز توڑ دے اور فجر کی نماز پڑھے اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے جمعہ کی نماز ادا کرے۔ اور اگر فجر کی نماز قضا کرنے کے بعد جمعہ مل سکتا ہے۔ تو بالاتفاق پہلے فجر کی نماز پڑھے۔ اور اگر جمعہ چھوڑ کر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو وقت باقی نہیں رہے گا۔ اس صورت میں بالاتفاق یہ حکم ہے کہ پہلے جمعہ کی نماز پڑھے اور پھر فجر کی قضا کرے۔ (سراج الوہاج)۔ وقت تنگ ہو جانے کے باعث بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے[2] (محیط سرخسی)۔ اور اگر تنگ وقت میں بھی پہلے قضا نماز ادا کرے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ لیکن گنہ گار ہوگا۔ (نہر الفائق) وقت کی تنگی کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر وقت باقی نہ رہے۔ جس میں وقت کی نماز

اور سنت اور فرض کے درمیان وجوب ترتیب کا کوئی قائل نہیں ہے۔ (نعمان الحق) [1] جن چیزوں سے لزوم ترتیب ساقط ہو جاتا ہے ان میں گمان معتبر بھی داخل ہے۔ بعض نے اس کو نسیان کے تابع قرار دیا ہے اور بعض نے اس کو مستقل شمار کیا ہے اور یہی صحیح ہے (نعمان الحق فاروقی)۔

[2] یعنی اس وقت میں اس نے جو نماز پڑھی ہے وہ ادا ہوگی یہی صحیح ہے۔ "نعمان الحق مترجم"۔

دونوں ادا کر سکے۔ مثلاً عشا کی نماز قضا ہو گئی۔ اب اگر وہ عشا کی نماز پڑھ کر پھر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو اسے خیال ہے کہ قعدہ میں قدر تشہد بیٹھنے سے پہلے سورج طلوع ہو جائے گا تو فجر کی نماز وقت میں پڑھے اور عشا کی نماز سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے (تبیین) اور اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ وقت کی نماز اور فوت شدہ نماز کو افضل طریقہ پر نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن قضا پڑھنے کے بعد وقت کی نماز قراءت اور تمام ارکان میں تخفیف کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تب بھی ترتیب کی رعایت ضروری ہے اور صرف اس پر اکتفا کرے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے (تمرتاشی) وقت کی تنگی کا اعتبار نماز شروع کرنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

پس اگر نماز شروع کرتے ہوئے قضا نماز یاد تھی اور اس نے اتنی طویل قراءت کی کہ جس سے نماز کا وقت تنگ ہو گیا تو اس کی نماز جائز نہ ہو گی۔ لیکن اسے توڑ کر پھر نماز شروع کی تو جائز ہو گی۔ اور اگر قضا نماز شروع کرتے ہوئے قضا نماز یاد نہ تھی اور اس نے طویل قراءت کی پھر وقت تنگ ہو جانے پر قضا نماز یاد آئی تو اس کی نماز جائز ہو گی اور اس نماز کا توڑنا اس پر لازم نہیں ہے (تبیین) وقت تنگ ہونے کا اعتبار حقیقت اور واقع سے کیا جائیگا۔ نماز پڑھنے والے کا گمان اس سلسلہ میں معتبر نہیں ہے۔ (بحر الرائق) پس اگر ایک شخص سے عشا کی نماز قضا ہو گئی اور اسے خیال ہوا کہ فجر کا وقت تنگ ہو گیا ہے اور اس نے فجر کی نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ فجر کا وقت بہت باقی ہے تو فجر کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس کے بعد غور و فکر کرے اگر وقت میں دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تو دونوں نمازیں پڑھے اور اگر اتنا وقت نہ ہو تو فجر کی نماز کا اعادہ کرے اور اس کے بعد پھر غور کرے کہ کس قدر وقت باقی ہے اگر فجر کے وقت میں وسعت ہے تو دونوں نمازیں پڑھے اور اگر اتنا وقت نہ ہو تو فجر کی نماز دوبارہ پڑھے۔ اسی طرح آخر وقت تنگ کرے۔ اگر عشا کی نماز پڑھی اور فجر کی نماز دوبارہ نہ پڑھی اور قعدہ میں مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو فجر کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (تبیین) اسی طرح اگر ظہر کے آخر میں فجر کی نماز کی قضا یاد آئی اور اسے خیال ہے کہ وقت میں دونوں نمازیں نہیں پڑھ سکتا اس نے دوبارہ ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد بھی کچھ ظہر کا وقت نکل آیا۔ تو غور کرے۔ اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ فجر اور ظہر دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تو ظہر کی نماز جو اس نے ابھی پڑھی ہے۔ فاسد ہو جائے گی۔ اس کیلئے مناسب ہے کہ پہلے فجر کی نماز پڑھے پھر ظہر کا اعادہ کرے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے کہ۔

اگر اتنا وقت باقی ہو کہ فجر کی نماز پڑھ کر ظہر کی ایک رکعت وقت میں ادا کر سکتا ہے۔ (تاتارخانیہ میں حجہ سے منقول ہے) اگر فوت شدہ نمازیں ایک سے زیادہ ہیں اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ وقت کے فرض کے ساتھ بعض نمازیں ادا کر سکتا ہے سب نمازیں نہیں پڑھ سکتا تو جبتک بعض نمازیں نہ پڑھے وقت کی نماز جائز نہ ہو گی۔ پس اگر فجر کے وقت یاد آیا کہ عشا اور وتر کی نماز رہ گئی تھی اور وقت میں صرف پانچ رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق پہلے وتر کی قضا پڑھے پھر فجر کی نماز پڑھے اور سورج طلوع ہونیکے بعد عشا کی نماز قضا کرے اور اگر عصر کے وقت یاد آیا کہ اس نے فجر اور ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ اور وقت میں صرف آٹھ رکعتیں ادا کی جا سکتی ہیں تو اس کے لئے مناسب ہے کہ پہلے ظہر کی نماز قضا کرے۔ پھر عصر کی نماز پڑھے اور اگر وقت میں صرف چھ رکعتیں ادا کی جا سکتی ہیں تو اس کے لئے مناسب ہے کہ پہلے فجر کی نماز پڑھے۔ پھر عصر کی نماز پڑھے اور اس کے بعد ظہر کی نماز قضا کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

عصر کے وقت میں حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے (تبیین)۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ اگر ظہر اور عصر کی نماز کا ادا کرنا سورج کے متغیر ہونے سے پہلے ممکن ہے تو ترتیب کی رعایت واجب ہے۔ اور اگر دونوں نمازیں سورج کے غروب ہونے سے پہلے ادا نہیں ہو سکتیں تو پہلے عصر کی نماز کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر ظہر کی نماز تغیر شمس سے پہلے ادا کی جا سکتی ہے۔ اور عصر کی تمام رکعتیں یا کچھ رکعتیں سورج متغیر ہونے کے بعد ادا ہوں گی تو ترتیب کی رعایت

واجب ہے۔ لیکن حسن ابن زیادؒ کے قول کے مطابق پہلے عصر کی نماز پڑھے اس لئے کہ سورج متغیر ہونے کے بعد ان کے نزدیک عصر کا وقت باقی نہیں رہتا (نہایہ) اگر مستحب وقت صرف اسقدر باقی ہے۔ جس میں ظہر کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی تو بالاجماع ترتیب ساقط ہوجائے گی (تبیین) اگر عصر کی نماز وقت کے ابتدائی حصہ میں شروع کی اور اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اس پر ظہر کی نماز باقی ہے اور عصر کی نماز اتنی دیر میں پڑھی کہ رات کا وقت داخل ہوگیا پھر یاد آیا کہ اس پر ظہر کی نماز باقی ہے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی نماز اسی طرح پڑھتا رہے۔ (جوہرہ نیرہ) وقت تنگ ہوجانے کی وجہ سے جو ترتیب ساقط ہوجاتی ہے وہ اصح قول کے مطابق وقت کے نکلنے کے بعد پھر نہیں لوٹتی۔ یہانتک کہ اگر وقت کی نماز پڑھتے ہوئے وقت خارج ہوگیا تو اصح قول کے مطابق وہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اصح قول کے مطابق وہ نماز ادا ہوجائے گی۔ نہ قضا . . . .

(زاہدی) ایک شخص جب تک بھولا ہوا ہے تب تک ترتیب کا حکم ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جب قضا نماز یاد آجاتی ہے تو ترتیب لازم ہوجاتی ہے (تاتار خانیہ میں خلاصہ سے منقول ہے) جب قضا نمازیں زیادہ ہوجائیں تو ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یہ صحیح ہے (محیط سرخسی)، زیادہ کی حد یہ ہے کہ چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہوجائیں اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ چھٹی . . . نماز کا وقت داخل ہوجائے۔ پہلا قول صحیح ہے[1] (ہدایہ) معتبر یہ ہے کہ قضا نماز کے بعد چھ وقت درمیان میں آجائیں۔ اگرچہ ان کے بعد نمازیں اپنے وقت میں ادا کرتا رہے۔ بعض نے کہا ہے کہ چھ نمازیں جمع ہوجائیں اگرچہ متفرق ہوں۔ اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تین نمازیں فوت ہوگئیں۔ مثلاً ایک دن کی ظہر۔ ایک دن کی عصر، ایک دن کی مغرب۔ اور یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں کونسی پہلی ہے تو پہلے قول کے مطابق ترتیب ساقط ہوجائے گی۔ اس لئے کہ قضا نمازوں کے درمیان بہت سے وقت آگئے اور دوسرے قول کے مطابق ترتیب ساقط نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس قول میں چھ نمازیں قضا جمع ہونا معتبر ہے۔ تو وہ سات نمازیں پڑھے پہلے ظہر پڑھے پھر عصر ادا کرے پھر ظہر پڑھے اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھے اس کے بعد ظہر ادا کرے پھر عصر کی نماز پڑھے . . . . . .

اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھے۔ پہلا قول اصح ہے (تبیین)۔ اس میں سہولت زیادہ ہے۔

دوسرا قول ابوبکر محمد بن الفضل نے اختیار کیا ہے اور اس میں احتیاط زیادہ ہے (فتاویٰ قاضی خان)۔ زیادہ نمازیں فوت ہوجانے کی وجہ سے جس طرح ادا میں ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔ اسی طرح قضا میں بھی ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کی مہینہ بھر کی نمازیں فوت ہوگئیں اور اس نے اس طرح قضا کیں پہلے فجر کی تیس نمازیں پڑھیں پھر ظہر کی تیس نمازیں پڑھیں تو صحیح ہوگا (محیط سرخسی) جب زیادہ نمازیں فوت ہوجانے کی وجہ سے ترتیب ایک بار ساقط ہوگئی اور اس میں سے کچھ نمازیں قضا پڑھیں اور فوت شدہ نمازیں چھ سے کم رہ گئیں۔ تو اصح قول کے مطابق ترتیب نہیں عود کرتی (خلاصہ) شیخ امام زاہد ابوحفص کبیر نے فرمایا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (محیط) یہانتک کہ اگر ایک مہینہ کی نمازیں فوت ہوگئیں۔ اور ان سب کو قضا کیا۔ لیکن ایک نماز باقی رہگئی اور اس کے یاد ہونے کے باوجود وقت کی نماز پڑھی تو جائز ہے (محیط سرخسی) فوت شدہ نمازیں دو قسم کی ہیں۔ پرانی۔ اور نئی۔ نئی فوت شدہ نمازوں سے بالاتفاق ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔ پرانی قضا نمازوں میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ مثلاً ایک شخص سے مہینہ بھر کی نمازیں برابر فوت ہوئیں پھر ایک مدت تک وہ نماز پڑھتا رہا لیکن اس نے وہ نمازیں قضا نہ کیں اس کے بعد پھر ایک نماز فوت

---

[1] حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ پانچ فائتہ نمازوں سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔ حضرت امام مالک رحؒ کا بھی مذہب ہے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوت شدہ نمازوں کی تعداد خواہ دس تک پہونچ جائے لیکن ترتیب اس وقت تک ساقط نہیں ہوگی جب تک وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ وقت کی نمازوں کے ساتھ ساتھ فائتہ نمازوں کو ادا کرسکے۔ "نعمان الحق فاروقی"۔

ہو گئی اور نئی فوت شدہ نماز کے باوجود اس نے دوسری نماز پڑھی تو بعض فقہا کے نزدیک دوسری نماز جائز نہ ہوگی۔ اور بعض کے نزدیک جائز ہوگی۔ اسی پر فتویٰ ہے (کافی) اگر فوت شدہ نماز یاد آئی اور وہ اس کے پڑھنے پر قادر ہے اور اس کے باوجود نہیں پڑھی تو اصل میں مذکور ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ جب وقت قضا نماز یاد آئی وہی اس کا وقت ہے۔ اور نماز کو اپنے وقت سے موخر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے (محیط) اصل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ فاسد ہوگی۔ لیکن وقت کے آخر میں پڑھی تو فاسد نہ ہوگی۔

حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز کی وصفیت فاسد ہوتی ہے[1]۔ اصل نماز باطل نہیں ہوتی اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل نماز بھی باطل ہو جاتی ہے۔ یہ مشہور مسئلہ ہے۔ پھر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز (یعنی اس کی فرضیت) کا فساد موقوف رہتا ہے۔ یعنی اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز قضا ہونے کے بعد چھ نمازیں یا اس سے زیادہ پڑھیں اور ظہر کی نماز قضا نہ کی تو اب عصر کی نماز جائز ہو جائے گی اور اس کا اعادہ واجب نہ ہوگا۔ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (فساد موقوف نہیں ہوتا) بلکہ قطعاً فاسد ہو جاتی ہے۔ کسی حالت میں جائز نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضا اور وقت کی نمازیں ترتیب کی رعایت جس طرح کہ زیادہ نمازوں کے فوت ہو جانے سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سی ادا نمازوں کے جمع ہو جانے سے بھی ساقط ہو جاتی ہے (محیط)۔

ایک شخص کی ایک نماز فاسد ہو گئی اور اسے یاد نہ رہا کہ کون سی نماز تھی۔ اور گمان غالب بھی کسی جانب نہیں ہے تو ہمارے نزدیک ایک دن رات کی نمازیں دوبارہ پڑھے (ظہیریہ) فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں (تاتارخانیہ میں ینابیع سے منقول ہے) اسی طرح اگر دو دن کی دو نمازیں فوت ہو گئیں اور اب یاد نہیں ہے کہ کون سی نمازیں تھیں تو دو دن کی نمازیں دوبارہ پڑھے۔ اس طرح اگر تین دن کی تین نمازیں یا پانچ دن کی پانچ نمازیں بھول گیا تھا تب بھی یہی حکم ہے۔ ایک شخص سے ایک دن کی ظہر اور دوسرے دن کی عصر فوت ہو گئی اور یہ یاد نہ رہا کہ پہلے کون سی نماز قضا ہوئی تھی تو گمان غالب سے ایک نماز کو اول متعین کر دے اور اگر کسی جانب گمان غالب نہ ہوا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں کو قضا پڑھے اور جو نماز پہلے پڑھی ہے وہ دوبارہ پڑھے اس لئے کہ بطریق احتیاط ترتیب کی رعایت ممکن ہے۔ اور عبادات میں احتیاط واجب ہے۔

حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ علیہ کے نزدیک اگر ظن غالب سے ایک نماز کو متعین کرنا اس کے لئے ممکن نہیں ہے تو اس سے ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اور دوبارہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ (محیط سرخسی) پس اگر ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر عصر کی پھر ظہر کی تو افضل ہے۔ اور اگر پہلے عصر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی پھر عصر کی تب بھی جائز ہے۔ عصر کی نماز پڑھنے والے کو اگر یاد آیا کہ ایک سجدہ اس سے رہ گیا۔ اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ ظہر کی نماز میں چھوٹا ہے یا عصر کی نماز میں جس کو وہ ادا کر رہا ہے تو ظن غالب پر عمل کرے۔ اور اگر کسی جانب ظن غالب نہ ہو تو عصر کی نماز پوری کرنے کے بعد احتمال ہے کہ شاید وہ سجدہ عصر ہی کی نماز میں چھوٹا ہو۔ ایک سجدہ ادا کرے پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے پھر عصر کی نماز دوبارہ پڑھے۔ اور اگر عصر کی نماز دوبارہ نہ پڑھی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ (محیط)۔

متفرق مسائل

تیمیہ میں لکھا ہے کہ میرے والد سے کسی نے دریافت کیا کہ کسی شخص نے عصر کی نماز شروع کی اور نماز کے درمیان سورج غروب ہو گیا پھر عصر کی نماز میں ایک شخص نے اقتدا کر لی تو یہ اقتدا درست ہوگی یا نہیں۔

---

[1] حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی وصفیت بھی فاسد نہیں ہوتی بلکہ موقوف رہتی ہے۔ مترجم

انہوں نے جواب دیا۔ اگر امام مقیم (حالت اقامت) نہیں ہے اور مقتدی مسافر نہیں ہے تو جائز ہوگی (تاتارخانیہ) ایک شخص شافعی المذہب تھا۔ پھر حنفی مذہب اختیار کرلیا۔ اور اس کی کچھ نمازیں شافعی مذہب ہونے کے زمانہ میں قضا ہوگئیں تھی۔ پھر حنفی مذہب اختیار کرنے کے بعد اس نے اُن نمازوں کے قضا کرنے کا ارادہ کیا تو ان نمازوں کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ادا کرے (خلاصہ) ایک شخص تیمم صرف پہنچوں تک جائز سمجھتا ہے اور وتر کی ایک رکعت کا قائل ہے۔ پھر اس کے بعد تیمم کہنیوں تک اور وتر کی تین رکعتیں جائز سمجھنے لگا تو جو نمازیں اس حالت میں ادا کرچکا ہے ان کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی سے پوچھے بغیر اس نے صرف اپنی جہالت سے ایک رکعت وتر کی نماز پڑھی۔ پھر کسی سے دریافت کیا اور اس نے وتر کی تین رکعات بتلائیں تو وتر کی جس قدر نمازیں اس نے اس طرح ادا کی ہیں وہ دوبارہ پڑھے (ذخیرہ) اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک عورت سے ایک نماز فوت ہوگئی پھر اسے حیض آگیا اس کے بعد پاک ہوگئی اور قضا نماز کے یاد ہوتے ہوئے بغیر قضا نماز ادا کئے اور وقتی کی نماز پڑھ لی تو جائز ہوگی۔ (تاتارخانیہ) ایک حربی کا دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اس کو نماز روزے اور شریعت کے احکام معلوم نہ تھے پھر دارالاسلام میں داخل ہوا یا اس کا انتقال ہوگیا تو استحسان اور قیاس کے مطابق اس پر نماز روزہ کی کچھ قضا لازم نہ ہوگی[1] اور مرنے کے بعد اس پر عذاب بھی نہیں ہوگا۔ اگر ایک شخص دارالاسلام میں مسلمان ہوا۔ اور شریعت کے احکام سے واقف نہ تھا تو اس پر استحساناً قضا لازم ہوگی۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر حربی کو دارالحرب میں ایک شخص نے احکام بتلائے تو قضا لازم ہوگی۔ اور حسن نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص کو دو مردوں نے یا ایک مرد اور دو عورتوں نے اطلاع نہیں دی ہے تو قضا لازم نہ ہوگی (محیط سرخسی) عتابیہ میں ابونصر رحمہ سے روایت ہے۔ اگر ایک شخص سے کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ اور وہ احتیاطاً اپنی عمر کی نمازیں نقصان یا کراہیت کی بنا پر قضا کرتا ہے تو بہتر ہے۔ اور اگر اس بنا پر نہیں کرتا تو قضا نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ لیکن فجر اور عصر کی نماز کے بعد نہ پڑھے۔ سلف میں سے بہت سے لوگوں نے شبہ فساد کی بنا پر ایسا کیا ہے (مضمرات) وہ شخص تمام رکعات میں الحمد کے ساتھ سورۃ پڑھے (ظہیریہ)۔

فتاویٰ میں ہے کہ ایک شخص جب نمازوں کو قضا کرے تو وتر بھی قضا کرے۔ اگر ایک شخص کو یقین نہیں ہے کہ اس نے وتر پڑھے ہیں یا نہیں پڑھے تو تین رکعات پڑھے۔ دعا قنوت پڑھے پھر قدر تشہد بیٹھ جائے پھر ایک رکعت اور ملائے۔ پس اگر وتر کی نماز باقی تھی تو ادا ہوگئی۔ اور اگر باقی نہ تھی تو نفل کی چار رکعتیں ہوجائیں گی۔ نفل کی نماز میں قنوت پڑھنے سے کوئی نقصان نہیں ہے اور حجہ میں ہے کہ فوت شدہ نمازوں کو پڑھنا نوافل کے پڑھنے سے افضل ہے۔ لیکن مشہور سنتیں، چاشت کی نماز، صلوٰۃ تسبیح اور وہ نمازیں جن کے بارے میں احادیث کے اندر خاص خاص صورتیں الخ۔ اور اد مروی ہیں ان کو نفل کی نیت سے ادا کرے اور اس کے علاوہ تمام نمازیں قضا کی نیت سے پڑھے (مضمرات) فوت شدہ نمازیں مسجد میں ادا نہ کرے۔ بلکہ اپنے گھر پڑھے (وجیز کردری) ملتقط میں ہے اگر باپ نے اپنے لڑکے کو حکم دیا کہ میری جانب سے کچھ دنوں کی نمازیں اور روزے قضا کردو تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے (تاتارخانیہ) ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اور اس سے کافی نمازیں فوت ہوگئیں تھیں اس نے اپنی نمازوں کا کفارہ دینے کی وصیت کی تو اس کے تہائی مال سے ہر نماز کے بدلہ نصف صاع گیہوں اور ہر وتر کیلئے بھی نصف صاع گیہوں ادا کیا جائے۔ ہر روزہ کے بدلے بھی نصف صاع

---

[1] اس لئے کہ شریعت کے احکام اور اس کا خطاب اس وقت متوجہ ہوگا۔ جبکہ علم یا دلیل علم کا تحقق پایا جائے۔ دلیل علم سے مراد اس شخص کا دارالاسلام میں ہونا ہے۔ اس لئے کہ دارالاسلام میں شریعت کے احکام و مسائل ہر شخص جانتا ہے اور یہاں رہنے سے عذر جہالت معتبر نہ ہوگا اور انتقال کی صورت میں دونوں میں سے ایک چیز بھی نہیں پائی گئی یعنی علم پایا گیا اور نہ دلیل علم ہی کا تحقق ہوا اسلئے نماز روزہ کی کچھ قضا اس پر لازم نہیں ہوگی

گیہوں ادا کیا جائے۔ اگر مرنے والے نے کچھ مال نہیں چھوڑا تو اس کے وارث نصف صاع گیہوں قرض لیں اور کسی مسکین کو دے دیں پھر وہ مسکین اس کے کسی وارث کو صدقہ کر دے پھر وہی نصف صاع اس مسکین کو دیدیں۔ اور اسی طرح کفارہ پورا کریں (خلاصہ) فتاویٰ حجۃ میں ہے۔ اگر اس نے اپنے وارثوں کو وصیت نہیں کی اور کسی وارث نے اپنی طرف سے احسان کرنا چاہا تو جائز ہے۔ اور ہر نماز کے بدلے نصف صاع گیہوں ادا کرے۔ نصف صاع کے تقریباً دو سیر گیہوں ہوتے ہیں۔ اگر سب گیہوں ایک ہی فقیر کو دیدیئے تو جائز ہے۔ اس کے برخلاف۔ قسم، ظہار اور روزہ کے کفارہ میں یہ جائز نہیں ہے۔

اگر پانچ نمازوں کے عوض نو سیر گیہوں ایک فقیر کو دیئے اور ایک سیر ایک فقیر کو دیئے تو فقیہہ کا یہ مختار ہے کہ یہ گیہوں چار نمازوں کے بدلے ادا ہوں گے۔ اور پانچویں نماز کے بدلے ادا نہ ہوں گے (ولوالجیہ) تیمیہ میں ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا۔ کیا ایک شخص مرض الموت میں اپنی نماز کی طرف سے صدقہ دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے۔ حمیر دبری اور امام ابو یوسف ابن محمد سے دریافت کیا گیا۔ کیا بوڑھے کھوسٹ پر اپنی زندگی میں نمازوں کا صدقہ دینا واجب ہے جس طرح اس پر روزوں کا صدقہ دینا واجب ہے۔ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہے (تاتارخانیہ)۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے۔ ایک شخص نے پانچ نمازیں پڑھیں پھر اسے یاد آیا کہ ان نمازوں میں سے کسی ایک نماز میں پہلی دو رکعتوں کے اندر قرات نہیں کی ہے اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کون سی نماز تھی تو فجر اور مغرب کی نمازیں احتیاطاً قضا کرے۔ اور اگر یہ یاد آیا کہ صرف ایک رکعت میں قرات نہیں کی ہے اور وہ نماز اسے معلوم نہیں ہے تو فجر اور وتر دوبارہ پڑھے۔ اور اگر یہ یاد ہو کہ دو رکعتوں میں قرات نہیں کی ہے تو فجر، مغرب اور وتر کا اعادہ کرے۔ اور اگر یہ یاد ہو کہ چار رکعات میں قرات چھوٹ گئی ہے تو ظہر عصر اور عشا کی نمازوں کا اعادہ کرے۔ فجر مغرب اور وتر کا اعادہ نہ کرے (محیط) جو شخص جان بوجھ کر نمازیں چھوڑتا ہے اس کو قتل نہ کیا جائے۔ (کافی)۔

بارھواں باب

سجدۂ سہو[1] کے مسائل

سجدہ سہوہ واجب ہے (تبیین)، یہی صحیح ہے (ہدایہ) اور یہ اسی وقت واجب ہے کہ وقت میں گنجائش ہو۔ پس اگر ایک شخص پر فجر کی نماز میں سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے ابھی سجدہ نہیں کیا اور پہلے سلام کے بعد سورج طلوع ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص عصر کی نماز کے بعد قضا پڑھ رہا تھا۔ اس میں سہو ہوا۔ اور سجدہ کرنے سے پہلے آفتاب سرخ ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔

---

[1] انسان بھول چوک کا پتلا ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے یا تقدیم و تاخیر ہو جائے۔ ایسی صورت میں شریعت نے اس قسم کے نقصان کی تلافی کیلئے بھول چوک کے "دو سجدے" مقرر کئے ہیں فقہا کی اصطلاح میں اس کا نام سجدۂ سہو ہے۔ سجدۂ سہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس سلسلہ میں آپ سے متعدد روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حضرت ثوبان کی حدیث ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سہو کے بدلے سلام کے بعد دو سجدے واجب ہیں سجدۂ سہو سلام سے پہلے ادا کئے جائیں یا بعد میں اس میں اختلاف ہے۔

قاعدہ کلیہ

تمام وہ چیزیں جن پر نماز کی بنا درست نہیں ہے اگر سلام کے بعد واقع ہوں، تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے (بحر الرائق) قنیہ میں ہے اگر فرض نماز میں سہو ہوا اور اس پر نفل نماز کی بنا کر لی تو سجدہ سہو نہ کرے۔ (نہر الفائق) سجدہ سہو کا محل سلام کے بعد ہے۔ خواہ سجدہ سہو نماز میں زیادتی کی وجہ سے واجب ہو۔ یا کمی کی وجہ سے۔ اگر سلام سے پہلے سجدہ کر لیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اصول کی روایت یہی ہے۔ دو سلام پھیرے یہی صحیح ہے[۱] (ہدایہ) صواب یہ ہے کہ ایک سلام پھیرے۔ جمہور کا قول یہی ہے اور اصل میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے (کافی) اور داہنی طرف سلام پھیرے (زاہدی)۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلا سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور سجدہ میں تسبیح پڑھے۔ پھر دوسرا سجدہ اسی طرح کرے پھر دوبارہ التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے (محیط) سجدہ سہو کے بعد والے قعدہ میں درود شریف اور دعا پڑھے یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ پہلے قعدہ میں پڑھے (تبیین) اس میں زیادہ احتیاط ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے (فتاوی قاضی خاں) سہو کا حکم فرض اور نفل میں برابر ہے (محیط) فتاویٰ میں ہے کہ سہو کے دونوں سجدوں کے بعد قعدہ کرنا نماز کا رکن نہیں ہے۔ اور سجدہ سہو کے بعد قعدہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ نماز کا اختتام قعدہ پر ہو جائے۔ چنانچہ اگر کسی نے یہ قعدہ چھوڑ دیا اور کھڑے ہو کر چلتا بنا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (حلوائی۔ سراج الوہاج)۔

سجدہ سہو کے اصول

ولواجبہ میں ہے اصل یہ ہے کہ نماز میں جو افعال چھوٹ جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) سنت (۳) واجب۔ پس اگر کوئی فرض چھوٹ گیا ہے اور قضا میں اس کا عوض ممکن ہے تو قضا کرے۔ اور اگر ممکن نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر نماز میں کوئی سنت چھوٹ گئی ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ نماز تو اپنے ارکان سے قائم ہوتی ہے اور وہ ادا ہو گئے۔ اور اگر کوئی واجب چھوٹ گیا ہے۔ اور وہ بھولے سے فوت ہوا ہے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی کر دی جائے گی۔ اور اگر جان کر چھوڑا ہے تو سجدہ سہو کافی نہ ہوگا (تاتارخانیہ) پس ایک بڑی جماعت کا ظاہر کلام یہی ہے کہ اگر واجب جان کر چھوڑے تو سجدہ سہو واجب نہ ہو گا۔ بلکہ اس نقصان کو پورا کرنے کیلئے نماز کا اعادہ واجب ہے (بحر الرائق) سجدہ سہو واجب کے فوت ہو جانے سے یا واجب اور فرض کے موخر ہو جانے سے یا فرض کے مقدم ہو جانے سے یا فرض کے مکرر ہو جانے سے یا واجب کے بدل جانے سے مثلاً سری نمازوں میں جہر کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سجدہ سہو ان تمام صورتوں میں ترک واجب ہی کی بنا پر واجب ہو (کافی) اعوذ، بسم اللہ، سبحانک اللھم اور جھکنے اور اٹھنے کی تکبیرات کے فوت ہو جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ لیکن عید کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر فوت ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ عیدین کی نماز میں یا اور نمازوں میں

---

[۱] اور صحیح یہ ہے . . . . . . کہ سلام کے بعد دو سجدے ادا کرے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا کرے۔ امام مالکؒ نے بین بین کا طریقہ اختیار فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ اگر نقصان کی صورت ہے یعنی کوئی واجب چھوٹ گیا ہے تو سلام سے پہلے دو سجدے ادا کرے اور اگر زیادتی کی صورت ہے یعنی کسی واجب کی زیادتی ہو گئی ہے تو سلام کے بعد دو سجدے ادا کرے۔

اس کے بعد ایک دوسرا اختلاف ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے ایک سلام پھیرے یا دو سلام۔ فخر الاسلام اور امام محمد کا ایک قول یہ ہے کہ ایک سلام پھیرے یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اصح ہے۔ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق سجدہ سہو سے پہلے دو سلام پھیرے یہ قول مرجوح ہے۔ "نعمان الحق مترجم"

رفع یدین کے چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اگر بھولے سے بائیں طرف کو پہلے سلام پھیر دیا تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اگر بھول کر قومہ چھوڑ دیا۔ اور رکوع سے سجدہ میں چلا گیا تو فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمدؒ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (فتح القدیر)۔

واجبات نماز کی قسمیں

واجبات نماز کی چند قسمیں ہیں:۔

(۱) الحمد اور سورۃ کی قرات کرنا

اگر پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر الحمد شریف کی اکثر آیتیں پڑھیں۔ اور کچھ آیتیں یاد نہ رہیں تو سجدہ سہو واجب ہوگا[1] اور اگر الحمد شریف کی کچھ آیتیں پڑھیں۔ اور زیادہ باقی رہیں تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ خواہ امام ہو یا منفرد ہو (فتاوی قاضی خاں) اور اگر اخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد چھوڑ دی اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اور اگر نفل یا وتر پڑھ رہا ہے۔ تو سجدہ سہو واجب ہوگا (بحر الرائق) اگر پہلی دونوں رکعتوں میں الحمد مکرر پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر سورۃ کے بعد دوبارہ الحمد شریف پڑھی یا آخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد دوبارہ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا (تبیین)۔

اگر پہلی مرتبہ پوری الحمد شریف پڑھی تھی لیکن ایک حرف باقی رہ گیا۔ یا الحمد شریف اکثر پڑھ لی تھی اور کچھ باقی تھی پھر اسی رکعت میں بھولے سے دوبارہ الحمد شریف پڑھی تو وہ دو مرتبہ پڑھنے کے قائم مقام ہے (ظہیریہ) اگر صرف الحمد شریف پڑھی اور سورۃ چھوڑ دی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر الحمد کے ساتھ ایک چھوٹی آیت پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (تبیین) اگر الحمد کے ساتھ دو آیتیں پڑھیں پھر بھول کر رکوع میں چلا گیا۔ اور رکوع میں یاد آیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے اور تین آیتیں پوری کرے اور سجدہ سہو کرے (ظہیریہ) اگر پہلے سورۃ پڑھی اور بعد میں الحمد شریف پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) اگر آخر کی دونوں رکعتوں میں الحمد اور سورۃ پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ یہی اصح ہے۔ اگر رکوع سجدہ یا تشہد میں قرات کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہ حکم اس صورت میں ہے جب پہلے قرات کرے پھر التحیات پڑھے اور اگر پہلے التحیات پڑھی اور پھر قرات کی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا[2] (محیط سرخسی)۔ اور اگر دوسری دو رکعتوں میں الحمد شریف نہ پڑھی تو ظاہر روایت کے مطابق سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا (سراج الوہاج) اور اگر دوسرے شفعہ میں نہ کچھ قرآن پڑھا اور تسبیح ہی پڑھی تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو برا کیا۔ اور اگر بھولے سے کیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر بھولے سے کیا تب بھی سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ اسی پر اعتماد ہے (فتاوی قاضی خان) اگر پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں الحمد بھول گیا۔ اور تھوڑی سی سورۃ پڑھنے کے بعد اسے خیال آیا تو سورۃ چھوڑ کر الحمد شریف پڑھے۔ پھر سورۃ پڑھے۔ فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے اگر سورۃ کا ایک حرف بھی پڑھ چکا تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر پوری سورۃ پڑھنے کے بعد یا رکوع میں یا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد خیال آیا تو الحمد پڑھے۔ پھر سورۃ کا اعادہ کرے اس کے بعد سجدۂ سہو کرے اور خلاصہ میں ہے اگر سورۃ پڑھے بغیر رکوع کر لیا تو رکوع سے

---

[1] صحیح یہ ہے کہ اگر ایک آیت بھی چھوٹ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا "مترجم"۔ [2] یہ آخری قعدہ کا حکم ہے اور اگر پہلے قعدہ میں یہ صورت پیش آئی ہے تو قیام میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ "مترجم"

سر اٹھا کر سورۃ پڑھے۔ اور دوبارہ رکوع کرے۔ اور سجدہ سہو اس پر واجب ہوگا۔ یہی اصح ہے (تاتارخانیہ) اگر پہلی رکعت میں ایک سورۃ پڑھی اور دوسری رکعت میں اس سے پہلی والی سورۃ پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا (محیط)۔ ولوالجیہ میں ہے اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کرنا یاد نہ رہا پھر اسے خیال آیا اور سجدۂ تلاوت ادا کر لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اس لئے کہ سجدۂ تلاوت کو آیت سجدہ سے ملانا واجب ہے اور ترک واجب پایا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے اور پہلا قول اصح ہے (تاتارخانیہ) اگر نماز میں ایک سورۃ پڑھنے کا ارادہ کیا اور بھول کر دوسری سورۃ پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

۲۔ شفعۂ اولیٰ میں قراءت کا معیّن کرنا

پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کا معین کرنا واجب ہے۔ (بحرالرائق)۔

۳۔ ترتیب کی رعایت

نماز میں جو افعال مکرر ہیں۔ ان میں ترتیب واجب ہے اگر کسی ایک رکعت میں سجدہ چھوڑ دیا اور نماز کے آخر میں یاد آیا تو وہ سجدہ ادا کرے اور پھر سجدہ سہو کرے اس لئے کہ اس سجدہ میں ترتیب چھوٹ گئی ہے اور اس سے پہلے جتنے ارکان ادا کر چکا ہے۔ ان کا اعادہ واجب نہیں ہے اگر ایک شخص نے قراءت سے پہلے رکوع کر لیا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ اور اس رکوع کا اعتبار نہیں ہے۔ قراءت کے بعد دوبارہ رکوع کرنا فرض ہے (بحرالرائق)۔

۴۔ تعدیل ارکان

رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنا واجب ہے اور اس کے فوت ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہونے میں اختلاف ہے اس لئے کہ تعدیل کے واجب یا سنت ہونے میں اختلاف ہے اور صواب یہ ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہے اگر بھولے سے تعدیل ارکان نہ کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا بدائع میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (بحرالرائق)۔

۵۔ پہلا قعدہ

واجب ہے اگر یہ فوت ہو گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (تبیین)۔

۶۔ التحیات پڑھنا

واجب ہے اگر پہلے قعدہ یا دوسرے قعدہ میں التحیات نہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کچھ التحیات پڑھی اور کچھ نہ پڑھی تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) خواہ فرض نماز ہو یا نفل (بحرالرائق)۔ ایک شخص نے حالت قیام میں التحیات پڑھی۔ اگر اس نے پہلی رکعت میں پڑھی ہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر اس نے دوسری رکعت میں پڑھی ہے مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ (ظہیریہ) اگر الحمد پڑھنے سے پہلے حالت قیام میں التحیات پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے بعد پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ یہی صحیح ہے اس لئے کہ الحمد شریف کے بعد سورۃ کا محل ہے اور جب اس وقت التحیات پڑھی تو واجب میں تاخیر ہوئی اور الحمد سے قبل سبحانک اللھم کا محل ہے (تبیین) اگر آخیر کی دونوں رکعتوں میں حالت قیام میں التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر التحیات کی جگہ الحمد پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا (محیط)۔ اگر پہلے قعدہ میں دوبارا التحیات پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

اسی طرح اگر پہلے قعدہ میں التحیات پر زیادتی کرکے درود بھی پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) اسی پر فتوی ہے۔ (مضمرات) زیادتی کی مقدار میں اختلاف ہے بعض نے کہا اگر اللھم صل علی محمد پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جائیگا۔ اور بعض نے کہا ہے جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ پہلا قول اصح ہے۔ اگر دوسرے قعدہ میں دوبارا التحیات پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ (تبیین) ایک شخص التحیات پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد خیال آیا تو لوٹے اور التحیات پڑھے حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا (محیط) اگر کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ گیا یا بیٹھنے

کی جگہ کھڑا ہو گیا تو امام ہو یا منفرد سجدہ سہو لازم ہو گا۔ قیام سے مراد ہے کھڑے ہونا یا اس کے قریب ہو جانا۔ اس لئے کہ وہ قعدہ کی طرف نہیں لوٹ سکتا۔ (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر قعدہ کی طرف لوٹ آیا تو صحیح قول کے مطابق نماز فاسد ہو جائے گی (تبیین) اگر قیام سے قریب نہیں ہوا ہے تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)۔ یہی اصح ہے (ہدایہ، تبیین) اس کا اعتبار انسان کے نیچے کے آدھے بدن سے ہوتا ہے۔ اگر نیچے کا آدھا بدن سیدھا ہو گیا تو قیام سے قریب ہے اور اگر آدھا بدن سیدھا نہیں ہوا تو قیام سے قریب نہیں ہے (کافی) ایک روایت میں ہے اگر ایک شخص قعدہ کو بھول کر کھڑے ہونے کے ارادہ سے اپنے گھٹنوں پر کھڑا ہو گیا اور پھر یاد آیا تو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو واجب ہو گا۔ قعدہ اولی اور قعدہ ثانیہ دونوں اس حکم میں برابر ہیں اسی پر اعتماد ہے۔ اگر اپنے دونوں سرین اٹھائے اور دونوں گھٹنے زمین پر ہیں اور اس وقت یاد آیا تو اس پر سجدہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح منقول ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

اسی طرح اگر رکوع کی جگہ سجدہ کر لیا یا سجدہ کی جگہ رکوع کر لیا یا کسی رکن کو دو بار کر دیا۔ یا کسی رکن کو اس کے محل سے پہلے ادا کیا یا بعد میں ادا کیا تو ان صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہو گا۔ قدوری میں ہے اگر نماز میں کوئی ایسا فعل چھوٹ گیا ہے کہ جس میں کوئی ذکر مقرر ہے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اس لئے کہ جس فعل میں کوئی ذکر متعین ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فعل فی نفسہ مقصود و مطلوب ہے۔ پس اس کے چھوٹ جانے سے نماز میں نقصان آ جائے گا اور اس کا تدارک سجدہ سہو سے واجب ہے، اور اگر ایسا فعل ہے کہ جس میں کوئی ذکر متعین نہیں ہے تو اس کیلئے سجدہ سہو نہیں ہے۔ مثلاً داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اور قومہ جو رکوع اور سجدہ کے درمیان ہوتا ہے (یعنی ان کے چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا)۔

ایک شخص نماز میں التحیات کی مقدار بیٹھا۔ پھر اسے شک ہوا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور اس تامل کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہوئی پھر یقین ہو گیا کہ اس نے چار رکعات پڑھی ہیں تو اس کی نماز پوری ہو گئی اور سجدہ سہو واجب ہے۔ اور اگر ایک سلام پھیرنے کے بعد یہ شک ہوا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اور اگر نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے کیلئے گیا اور اسوقت یہ شک ہوا۔ اور اس کی وجہ سے وضو میں کچھ تاخیر ہو گئی تو سجدہ سہو لازم ہو گا۔ (محیط)۔

۷۔ دعائے قنوت

دعاء قنوت واجب ہے اگر چھوٹ گئی تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ دعاء قنوت کا چھوڑنا اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب رکوع سے سر اٹھائے اور اگر وہ تکبیر چھوٹ گئی جو قرات کے بعد اور قنوت سے پہلے ہے تو سجدہ سہو کرے اس لئے کہ یہ عید کی تکبیروں کے قائم مقام ہے۔ (تبیین)۔

۸۔ عید کی تکبیریں

عید کی تکبیریں واجب ہیں۔ بدائع میں ہے اگر تکبیریں فوت ہو گئیں یا کم ادا کیں یا زیادہ ادا کیں یا ان تکبیرات کو دوسری جگہ ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہو گا (بحر الرائق) کمی اور زیادتی کی صورت میں قلت اور کثرت دونوں برابر ہیں۔ حسن نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر امام عید کی نماز میں ایک تکبیر بھی بھولا تو سجدہ سہو واجب ہے (ذخیرہ) کشف الاسرار میں ہے اگر امام تکبیریں بھول گیا اور اس نے رکوع کر لیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے اس کے برخلاف مسبوق اگر امام کو رکوع میں پائے تو وہ تکبیریں رکوع میں کہے (بحر الرائق)۔ اگر عید کی نماز میں دوسرے رکوع کی تکبیر یاد نہ رہی تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اس لئے کہ یہ بھی عید کی تکبیروں کے ساتھ ملکر واجب ہے۔ اس کے برخلاف پہلے رکوع کی تکبیر واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عید کی تکبیروں کے ساتھ ملحق نہیں ہے۔ (تبیین) جمعہ، عیدین اور فرض و نفل میں سہو کا ایک حکم ہے۔

احناف کے نزدیک جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہے

لیکن ہمارے مشائخ کے نزدیک جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ میں واقع نہ ہوں (یہ مضمرات میں محیط سے منقول ہے)۔

زور سے اور آہستہ سے پڑھنا

واجب ہے اگر آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ جہر و اخفا کی وہ کیا مقدار ہے جس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے بعض نے کہا ہے ان دونوں صورتوں میں اتنی مقدار کا اعتبار ہے جس سے نماز ہو جاتی ہے یہی اصح ہے۔ الحمد اور غیر الحمد میں کوئی فرق نہیں ہے منفرد پر جہر یا اخفا سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ دونوں جماعت کے خصائص سے ہیں (تبیین) اگر اعوذ باللہ اور بسم اللہ یا آمین میں جہر کرے تو سجدہ سہو واجب نہ ہو گا (فتاوی قاضی خاں)۔

فصل

امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدہ سہو واجب ہے (محیط) مقتدی کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ امام کے سہو کے وقت نماز میں شریک رہے۔ پس اگر کوئی شخص امام کے سہو کے بعد نماز میں شریک ہوا تو امام کی متابعت کی بنا پر اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہو گا۔ ایک شخص نماز میں اسوقت شریک ہوا کہ امام سہو کا ایک سجدہ کر چکا ہے تو دوسرے سجدہ میں اس کی متابعت کرے اور پہلے سجدہ کی قضا نہ کرے۔ اگر ایک شخص ایسے وقت میں شریک ہوا کہ امام سہو کے دونوں سجدے کر چکا ہے تو ان دونوں کو قضا نہ کرے (تبیین) مقتدی کے سہو سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اگر امام نے سجدہ سہو نہیں کیا۔ تو مقتدی پر واجب نہیں ہے (محیط) مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے اس کے بعد اپنی بقیہ نماز قضا کرنے کیلئے کھڑا ہو جائے اور پھر اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو نہ کرے۔

لاحق نے امام کے ساتھ اگر سجدہ سہو کیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اور اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو کرے مسبوق کیلئے مناسب ہے کہ امام کے سلام کے بعد کچھ دیر ٹھہرا رہے اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ امام سجدۂ سہو کرے (محیط سرخسی) اگر مقتدی نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا ہے۔ اور اپنی نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو سجدۂ سہو اس سے ساقط نہ ہو گا۔ اور اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے۔ اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق کھڑا ہو گیا۔ پھر امام کو یاد آیا کہ اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اور امام نے سجدۂ سہو کیا تو مسبوق نے ابھی تک اگر اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی نماز چھوڑ کر امام کی متابعت کرے اور جب امام سلام پھیر دے تو کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کرے اور قیام، قرأت، رکوع جو پہلے ادا کر چکا ہے اس کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔ اگر مسبوق نے امام کی متابعت نہ کی اور اسی طرح اپنی نماز پڑھتا رہا۔ تو اس کی نماز ہو جائے گی اور استحساناً نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر امام نے اس وقت سجدہ کیا جب مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو امام کی متابعت نہ کرے اور اگر امام کی متابعت کی تو نماز فاسد ہو جائے گی (سراج الوہاج)۔

اگر امام نے صلوٰۃ خوف میں سجدہ سہو کیا اور دوسری جماعت نے امام کی متابعت کی تو پہلی جماعت والے جب اپنی نماز پوری کر چکیں اسوقت سجدہ سہو کریں (بحر الرائق) لاحق کو اپنی قضا نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے اور مسبوق کو اپنی نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اگر امام نے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے اس کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اس کو اپنی نماز ادا کرتے ہوئے بھی سہو ہوا تو دونوں سہوں کے عوض ایک مرتبہ سجدہ سہو کافی ہے۔ مقیم اگر مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو سجدہ سہو میں اس کا وہی حکم ہے جو مسبوق کا ہے۔ امام کو سہو ہوا پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اور امام نے مسبوق کو آگے بڑھا دیا تو مسبوق اس

اس نماز کو تمام کرے لیکن سلام نہ پھیرے اور ایک ایسے شخص کو آگے بڑھا دے جو شروع سے نماز میں شریک ہے وہ شخص سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے۔ مسبوق اس کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابتداء سے نماز میں شریک ہو تو سب اگر اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کیلئے کھڑے ہو جائیں اور ہر شخص اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے (محیط سرخسی) ایک شخص نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں اور چوتھی رکعت میں اس نے التحیات الخ کے بقدر قعدہ کر لیا تھا تو اگر اسے پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آگیا کہ وہ پانچویں رکعت پڑھ رہا ہے تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور سلام پھیر دے (محیط) اور سجدہ سہو کرے (سراج الوہاج) اور اگر اس وقت یاد آیا جب پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تو قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور سلام نہ پھیرے بلکہ ایک رکعت کا اضافہ کر کے پوری دو رکعتیں کرے اور التحیات پڑھکر سلام پھیر دے (محیط) اور استحساناً سجدہ سہو کرے (ہدایہ)۔ یہی مختار ہے (کفایہ) پھر التحیات پڑھکر سلام پھیر دے (محیط) اور یہ دونوں رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور صحیح کے قول کے مطابق ظہر کی دو سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ (جوہرہ نیرہ) فقہا نے کہا ہے کہ عصر کی نماز میں چھٹی رکعت نہ ملائے اور بعض نے کہا ہے کہ چھٹی رکعت کا اضافہ کرے۔ یہی اصح ہے (تبیین) اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ عصر کے بعد اپنے اختیار سے نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر اپنے اختیار سے نہ پڑھی تو مکروہ نہ ہو گی۔ (فتاویٰ قاضی خاں) فجر کی نماز میں اگر دوسری رکعت میں التحیات کی مقدار بیٹھ گیا تھا پھر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور سجدہ کر لیا تو چوتھی رکعت اس میں نہ ملائے (تبیین)۔

اور تجنیس میں تصریح ہے کہ ہشام کا فتویٰ اسی روایت پر ہے کہ ایک رکعت کے اضافہ کرنے میں صبح اور عصر میں کچھ فرق نہیں ہے۔ یعنی صبح اور عصر کی نماز میں بھی رکعت کا ملانا مکروہ نہیں ہے (بحر الرائق) اگر فجر کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد التحیات کے بقدر قعدہ نہیں کیا تھا تو فرض کی دو رکعتیں باطل ہو گئیں اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتوں سے زیادہ نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف اگر عصر کی نماز میں چوتھی رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اس کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت ملائے اس لئے کہ عصر سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے (تبیین) اور اگر عصر کی نماز میں چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھا اور پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور ابھی سجدہ نہیں کیا ہے تو قعدہ میں چلا جائے (محیط)۔

خلاصہ میں ہے کہ التحیات پڑھے۔ سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے (تاتارخانیہ) اگر ظہر کی نماز میں چوتھی رکعت میں قعدہ کیا اور پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو گئی (محیط) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے فرض نوافل سے بدل گئے اور چھٹی رکعت اور شامل کرے اور اگر شامل نہ کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے (ہدایہ)۔

پھر حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ میں یہ اختلاف ہے کہ اس کی نماز ..... کس وقت فاسد ہوتی ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ جس وقت اس نے سجدہ کیلئے سر رکھا اس وقت اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ جب سجدہ سے سر اٹھائے گا۔ اس وقت اس کی نماز فاسد ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین پر سر رکھتے ہی سجدہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ کا فرض اس وقت ادا ہو گا جب سجدہ سے سر اٹھائے (محیط) فخر الاسلام نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول فتویٰ کیلئے مختار ہے (نہایہ) اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب سجدہ میں وضو ٹوٹ جائے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کا درست ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

ممکن ہے کہ دہ جائے اور وضو کرے (محیط) پھر قعدہ کرے التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے (فتح القدیر) اصح یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو نہ کرے (نہایہ)۔ ایک شخص پر سجدہ سہو واجب ہے اور اس نے نماز قطع کرنے کیلئے سلام پھیرا تو وہ سلام کے بعد بھی داخل صلوٰۃ رہتا ہے بشرطیکہ سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز میں داخل نہیں رہتا ہے۔ یہی اصح ہے اور حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام زفرؒ کے نزدیک داخل صلوٰۃ رہتا ہے۔ اگرچہ سجدۂ سہو نہ کرے۔ پس سلام کے بعد اگر ایک شخص نے اس کی اقتدا کی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر صورت میں جائز ہے۔

اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگر سجدۂ سہو کرے تو اس کی اقتدا صحیح ہے اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو اس کی اقتدا درست نہ ہوگی۔ اور اگر اسوقت اس نے قہقہہ لگایا تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہ ٹوٹے گا۔ اس کی نماز بالاجماع تمام ہوگئی اور سجدہ سہو اس سے ساقط ہوگیا۔ اور اگر اسوقت مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے فرض چار رکعات بن جائیں گے نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے اور حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے فرض چار نہ ہوں گے۔ اور سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کا ایجاب موجب بطال ہے (شرح نقایہ مصنف شیخ ابو المکارم) ایک شخص نے دو رکعت نفل پڑھی۔ اور ان میں سہو ہوا اور سجدہ سہو کر لیا۔ اس پر دوسرے شفعہ کی بنا نہ کرے (ہدایہ) اگر اس پر کسی نماز کی بنا کر لی تو صحیح ہو جائے گی۔ اس لئے کہ تحریمہ باقی ہے۔ مختار یہ ہے کہ دوبارہ سجدہ سہو کرے۔ اگر مسافر نے سجدہ سہو کے بعد اقامت کی نیت کر لی تو اب چار رکعتیں اس پر لازم ہو جائیں گی۔ اور سجدہ سہو دوبارہ کرے (تبیین)۔

ایک شخص نے عشا کی نماز پڑھی اس میں سہو ہو گیا اور اس نماز میں آیت سجدۂ تلاوت کی بھی اور اس کا سجدہ نہیں کیا اور ایک رکعت کا ایک سجدہ فوت ہو گیا۔ پھر سلام پھیر دیا تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ یا تو سب فعل بھولے سے کئے تھے یا سب جان بوجھ کر کئے۔ یا سجدۂ تلاوت بھولے سے چھوٹ گیا۔ اور نماز کا سجدہ جان کر چھوڑا۔ یا نماز کا سجدہ بھولے سے چھوٹا اور تلاوت کا سجدہ جان کر چھوڑا۔ پہلی صورت میں بالاتفاق اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ سلام سہواً ہوا ہے اور سہواً سلام سے انسان نماز کے تحریمہ سے خارج نہیں ہوتا۔

دوسری اور تیسری صورت میں بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ جان بوجھ کر سلام پھیرنے سے انسان تحریمہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ چوتھی صورت میں ظاہر روایت کے مطابق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (محیط)۔ اگر سجدۂ سہو کے اندر سہو لاحق ہوا تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ سلسلہ پھر کبھی ختم نہ ہوگا (تہذیب)۔ اگر سجدہ سہو میں سہوا تو ظن غالب پر عمل کرے۔ اگر نماز میں کئی بار سہو ہوا تو آخر میں صرف دو سجدے کافی ہیں (خلاصہ)۔

ایک شخص نے رات میں نفل نماز کی امامت کی۔ اگر اس نے جان کر آہستہ قرات کی ہے تو برا کیا۔ اور اگر بھولے سے قرات کی ہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ تتمیہ میں ہے اگر تراویح اور وتر میں جہر نہ کیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا (تاتارخانیہ) امام کو سہو ہوا ہو پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنا دیا تو خلیفہ سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔ اور اگر خلیفہ کو اپنی نماز میں بھی سہو ہوا تو امام اور خلیفہ دونوں کے سہو کے عوض صرف دو سجدے کافی ہیں۔ جس طرح کہ امام کو دو مرتبہ کے سہو میں ایک بار سجدۂ سہو کافی ہے اگر پہلے امام کو سہو نہیں ہوا تھا۔ خلیفہ کو ہوا تو خلیفہ کے سہو سے پہلے امام پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر پہلے امام کو خلیفہ بنانے کے بعد سہو ہوا تو اس سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔ (ذخیرہ) اصل میں ہے کہ چوتھی رکعت میں التحیات کے مقدار قعدہ کرکے بھولکر

سلام پھیر دیا اور التحیات نہیں پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ پہلے التحیات پڑھے پھر سلام پھیر دے اور اس کے بعد سجدہ سہو کرے پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے (محیط)۔

نماز میں شک پیدا ہونیکے مسائل

ایک شخص کو اپنی نماز میں شک ہوا اور یہ پتہ نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور ایسا اتفاق پہلے بار ہی ہوا ہے تو از سرِ نو نماز پڑھے (سراج الوہاج) اور از سرِ نو نماز پڑھنا اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنی نماز سے سلام، کلام، یا کسی ایسے عمل کے ذریعہ سے جو منافی صلوٰۃ ہو باہر آجائے۔ بیٹھ کر سلام پھیرنا اولیٰ ہے نماز سے باہر نکلنے کیلئے صرف نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نیت کر لینے سے انسان نماز سے باہر نہیں آتا (تبیین)۔

پہلی بار شک ہونے کا مفہوم

کیا ہے؟ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا ہے کہ اسے بھولنے کی عادت نہ ہو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے کبھی اپنی عمر میں سہو ہوا ہی نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز میں اسے پہلی مرتبہ سہو ہوا ہو۔ پہلا قول فقہ کے زیادہ مناسب ہے (محیط) اور اگر اکثر شک ہوتا رہتا ہے تو ظن غالب پر عمل کرے (تبیین) اور غور و فکر کے بعد اگر کوئی جانب راجح نہ ہو تو کم والی صورت پر عمل کرے۔ مثلاً ایک شخص کو شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو پہلی رکعت کو مقرر کرے۔ اور اگر دوسری اور تیسری میں شک ہوا۔ تو دوسری رکعت متعین کرے اور اگر تیسری اور چوتھی میں شک ہوا تو تیسری رکعت متعین کرے۔ لیکن جہاں جہاں قعدہ کا شک ہے ان سب جگہ قعدہ کرے خواہ قعدہ فرض ہو یا واجب تاکہ فرض یا واجب قعدہ ترک نہ ہونے پائے۔

اگر چار رکعات والی نماز میں شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت میں ہے یا دوسری میں تو پہلی رکعت متعین کرے اور اس میں قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کل چار قعدے کرے۔ تیسرا اور چوتھا قعدہ فرض ہے اور باقی واجب (بحرالرائق) ایک شخص کو التحیات سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے یا سلام کے بعد شک ہوا تو جواز نماز کا حکم دیا جائے گا۔ اور شک کا اعتبار نہ ہوگا۔ (خلاصہ) ایک شخص کو شک ہوا کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں اور وقت ابھی باقی ہے۔ تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر کچھ واجب نہیں (محیط) اگر فجر کی نماز میں حالتِ قیام میں یہ شک ہوا کہ تیسری رکعت ہے یا پہلی رکعت تو رکعت پوری نہ کرے بلکہ التحیات کی مقدار قعدہ کرے اور قیام چھوڑ دے اور قیام کرکے دو رکعتیں پڑھے اور رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے پھر التحیات پڑھے پھر سہو کے دونوں سجدے کرے۔ اور اگر سجدہ کے اندر شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس طرح نماز پڑھتا رہے خواہ پہلے سجدہ میں شک ہو یا دوسرے میں اسلئے کہ اگر پہلی رکعت میں ہے تب تو اس طرح پڑھتے رہنا واجب ہے اور اگر دوسری رکعت ہے تب بھی اس کی تکمیل واجب ہے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو التحیات کے بقدر قعدہ کرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے۔

اور اگر فجر کی نماز کے سجدہ میں شریک ہوا کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین اور وہ پہلے سجدہ میں ہے تو نماز کا درست کر لینا ممکن ہے اس لئے اگر اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ دوسری رکعت ہے۔ اس کا پورا کرنا اس پر واجب ہے۔ پس نماز جائز ہوگی۔ اور اگر تیسری رکعت ہے تب بھی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ جب اس کو پہلے سجدہ میں یاد آگیا تو وہ سجدہ کالعدم ہو گیا۔ جیسے کہ پانچویں رکعت کے پہلے سجدہ میں اگر حدث ہو جائے تو وہ کالعدم ہو جاتا ہے۔

اور اس مسئلہ کا نام مسئلہ زہ[1] ہے۔ اور اگر یہ شک دوسرے سجدے میں ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر فجر کی نماز میں شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری۔ اور کسی جانب ظن غالب نہیں ہے وہ اگر حالتِ قیام میں ہے تو فوراً بیٹھ جائے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے۔ اور قعدہ کرے اور اگر قعدہ میں ہے اور یہی شک ہوا تو ظن غالب پر عمل کرے۔ اگر اس کا گمان غالب یہ ہے کہ وہ دوسری رکعت میں ہے تو اس طرح نماز پڑھے۔ اور اگر ظن غالب یہ ہے کہ وہ تیسری رکعت میں ہے تو قعدہ کے بارے میں غور و فکر کرے اگر گمان غالب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کسی جانب گمان غالب نہیں ہوا تب بھی نماز فاسد ہو گی۔

اسی طرح اگر چار رکعات کی نماز میں یہ شک ہوا کہ وہ چوتھی رکعت میں ہے یا پانچویں میں تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ شک ہوا کہ تیسری میں ہے یا پانچویں میں تو وہ اس حکم کے مطابق عمل کرے جو فجر کی نماز کی بابت ہم ذکر چکے ہیں۔ یعنی قعدہ کی طرف لوٹ آئے پھر ایک رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے اور سجدہ سہو کرے۔ اگر وتر کے اندر حالتِ قیام میں یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو دعا قنوت پڑھکر اس رکعت کو پوری کرے۔ اور قعدہ کرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعا قنوت پڑھے۔ یہی مختار ہے۔

(یہاں تک خلاصہ کی عبارت ذکر کی گئی) یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ شک کی تمام صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے خواہ ظن غالب پر عمل کرے یا کمی کی صورت متعین کرے (بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے) ایک شخص کو نماز میں یہ شک ہوا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ اور اس میں کافی دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر یقین ہو گیا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس اگر اس غور و فکر کی وجہ سے کوئی رکن فوت نہ ہوا۔ مثلاً نماز پڑھتا رہا اور غور کرتا رہا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہ ہو گا۔ اور اگر کافی دیر تک غور کرتا رہا یہاں تک کہ ایک رکعت یا سجدہ میں خلل پڑا۔ یا رکوع و سجدہ میں تھا اور اس میں دیر تک سوچتا رہا اور اس تفکر کی وجہ سے اس کے حال میں تغیر ہوا تو استحساناً سجدہ سہو واجب ہو گا۔ (محیط)۔

ایک شخص کو نماز میں ظن غالب ہوا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ یا اس نے مسح نہیں کیا تھا۔ پھر اس کو اس بات کا یقین ہو گیا اور کچھ شک نہ رہا اس کے بعد اس کو پھر یہ یقین ہوا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا تھا یقیناً اس نے مسح کر لیا تھا تو ابو بکرؒ نے کہا ہے کہ اس نے حدث یا مسح نہ کرنے کی یقین کی حالت میں اگر کوئی رکن ادا کر لیا تھا تو پھر از سر نو نماز پڑھے۔ اور اگر کوئی رکن ادا نہیں کیا تھا تو وہی نماز پڑھتا رہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ایک رکن ادا کرنے کے بعد شک ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر کہی ہے یا نہیں۔ یا وضو کے ٹوٹنے میں شک ہوا یا کپڑے کی نجاست میں شک ہوا یا سر کے مسح میں شک ہوا۔ اگر یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا تو از سر نو نماز پڑھے۔ اور اگر پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا تو نماز پڑھتا رہے اور اس پر وضو کرنا یا کپڑا دھونا واجب نہ ہو گا (فتح القدیر) فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر نماز کے اندر مسافر یا مقیم ہونے میں شک ہوا تو چار رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً دوسری رکعت میں قعدہ کرے (تاتارخانیہ) ایک شخص امامت کر رہا تھا دو رکعتیں پڑھنے کے بعد جب دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسے پہلی اور دوسری رکعت میں شک ہوا۔ یا چوتھی اور تیسری رکعت میں شک ہوا تو اپنے مقتدی کو دیکھے اگر وہ کھڑے ہو جائیں

---

[1] یہ لفظ بطریق طنز "کیا خوب" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بیٹھ جائیں تو یہ بھی بیٹھ جائے۔ اس پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (محیط) اگر امام کو شک ہوا۔ اور دو معتبر شخصوں نے اس کو خبر دی تو ان کا قول اختیار کرے۔ ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا تھا یا امام تھا جب وہ سلام پھیر چکا تو ایک معتبر شخص نے بتایا کہ اس نے ظہر کی تین رکعتیں پڑھی ہیں۔ فقہا کہتے ہیں اگر نماز پڑھنے والے نے اپنی رائے میں چار رکعات پڑھی ہیں تو خبر دینے والے کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا (محیط) ظہیریہ میں ہے کہ امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں ایک معتبر شخص کے بتانے سے ہر صورت میں نماز کا اعادہ کر لیتا ہوں (تاتارخانیہ)۔

نمازی کو اگر خبر دینے والے شخص کے سچا یا جھوٹا ہونے میں شک ہو تو حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے اور اگر دو معتبر شخصوں کے قول میں شک ہو تب بھی نماز کا اعادہ کرے۔ اور اگر خبر دینے والا معتبر نہیں ہے تو اس کے قول پر اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (محیط) امام نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور چلا گیا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ظہر کی نماز تھی۔ اور بعض نے کہا یہ عصر کی نماز تھی اگر ظہر کا وقت تھا تو ظہر کی نماز ہوگی اور اگر عصر کا وقت تھا تو عصر کی نماز ہوگی اس لئے کہ جس شخص کا قول وقت کے موافق ہے ظاہر حال اس پر شاہد ہوگا۔ اور اگر وقت کا تعین (یعنی ظہر کا وقت ہے یا عصر کا) مشکل ہے تو دونوں فریقوں کی نماز جائز ہوگی (محیط)

تیرھواں باب

سجدۂ تلاوت کا بیان

قرآن شریف میں سجدہ تلاوت کی تعداد چودہ[۱۴] ہے (ہدایہ) سورۂ اعراف کے آخر میں اس آیت پر سجدہ واجب ہے۔

۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۔

جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں بڑائی نہیں رکھتے اس کی بندگی سے اس کی پاک ذات کو یاد کرتے ہیں اور اسکو سجدہ کرتے ہیں۔

۲۔ سورۂ رعد کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان و زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام۔

۳۔ سورۂ نحل کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے جانور اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے۔

۴۔ سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۔

جن کو علم ملا ہے اس کے آگے سے جب ان کے پاس اس کو پڑھے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدے میں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ البتہ ہونا ہے

۵۔ سورہ مریم کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ۔

جب ان کو سنائی آیتیں رحمٰن کی۔ گرتے ہیں سجدے میں اور روتے ہیں۔

۶۔ سورۂ حج کی اس آیت پر سجدہ کرے :۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩

تونے نہ دیکھا؟ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی۔ اور بہت ہیں کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب اور جس کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی نہیں عزت دینے والا۔ اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

۷۔ سورۂ فرقان کی اس آیت پر سجدہ کرے :۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۩ ۔

اور جب کہئے ان کو سجدہ کرو رحمٰن کو۔ کہیں رحمٰن کیا ہے؟ کیا سجدہ کرنے لگیں گے ہم۔ جس کو تو فرمائے گا؟ اور بڑھتے رہے گا ان کا بدکنا۔

۸۔ سورۂ نمل کی اس آیت پر سجدہ کرے :۔

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۔

اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو۔

۹۔ سورۂ الم تنزیل کی اس آیت پر سجدہ کرے :۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

ہماری باتوں کو مانتے وہ ہیں کہ جب ان کو سمجھائیے ان سے گر پڑیں سجدہ کرکے اور پاک ذات کو یاد کریں۔

۱۰۔ سورۂ ص میں اس آیت پر سجدہ کرے۔

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩

پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گرا جھک کر اور رجوع ہوا (وہ نہیں تھکتے)۔

۱۱۔ سورۂ حم میں لَا يَسْأَمُونَ کے لفظ پر سجدہ کرے۔

۱۲۔ سورہ نجم میں اس آیت پر سجدہ کرے :۔

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۔

سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی۔

۱۳۔ سورہ اذا السماء انشقت میں اس آیت پر سجدہ کرے :۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۔

پھر کیا ہوا ہے ان کو یقین نہیں لاتے؟ اور جب پڑھے ان کے پاس سجدہ نہیں کرتے۔

۱۴۔ سورۂ اقراء میں اس آیت پر سجدہ کرے :۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ (عینی)

اور سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

ان آیتوں کی تلاوت پر اور ان کے سننے والے پر سجدہ واجب ہے خواہ قرآن سننے کا قصد کرے یا نہ کرے (ہدایہ) ایک شخص نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو اس پر صرف ہونٹوں کے ہلانے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ سجدۂ تلاوت اس وقت

واجب ہوتا ہے، جب صحیح حروف نکالے اور اس سے آواز پیدا ہو، جس کو خود وہ سن لے یا کوئی دوسرا شخص سنے جو اس کے منھ کے پاس کان لگائے (فتاوی قاضی خاں) آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کے آخر کا لفظ نہ پڑھا، تو سجدہ نہ کرے اگر صرف وہی حرف پڑھا جس پر سجدہ کیا جاتا ہے تب بھی سجدہ نہ کرے، لیکن سجدۂ تلاوت کی آدھی سے زیادہ آیت حرف سجدہ کے ساتھ پڑھے تو سجدہ واجب ہوگا، اور مختصر البحر میں ہے، اگر ایک شخص نے صرف لفظ واسجد پڑھا، اور خاموش ہوگیا اور لفظ واقترب نہ کہا تو سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) ایک شخص نے سجدہ تلاوت کی پوری آیت ایک جماعت سے اس طرح سنی، کہ ایک ایک شخص سے ایک ایک حرف سنا، تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، اس لئے کہ اس نے کسی تلاوت کرنے والے سے نہیں سنا (فتاوی قاضی خاں)

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے میں اصول کلی!

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے میں اصل یہ ہے کہ جس شخص میں نماز واجب ہونے کی اہلیت ہو، خواہ اداءً ہو یا قضاءً اس شخص میں سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی بھی اہلیت ہوگی، اور اگر نماز کے واجب ہونے کی اہلیت نہیں ہے تو سجدۂ تلاوت بھی اس پر واجب ہوگا (خلاصہ) یہاں تک کہ تلاوت کرنے والا اگر کافر مجنون یا بچہ ہے، یا تلاوت کرنے والی ایسی عورت ہے جو حیض و نفاس والی ہے، یا اس نے دس دن سے کم حیض یا چالیس دن سے کم نفاس سے طاہر ہو کر تلاوت کی تو ان صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، سجدۂ تلاوت میں جو حکم تلاوت کرنے والے کا ہے وہی سننے والے کا ہے (زاہدی) اگر ان سے ایک مسلمان، عاقل، بالغ سنے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اگر بے وضو یا جنبی نے سجدہ کی آیتیں پڑھیں یا سنیں تو ان پر بھی سجدہ واجب ہوگا، مریض کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی پرندے سے سجدہ کی آیت سنی تو سجدہ سہو واجب ہوگا، یہی مختار ہے اور اگر سوتے ہوئے شخص سے آیت سجدہ سنی تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہوگا، ایک شخص نے گنبد کے اندر زور سے آیت سجدہ پڑھی وہاں سے آواز گونج کر لوٹی اور وہ آواز کسی نے سنی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا (خلاصہ) ایک شخص سویا ہوا تھا اور اس کو کسی نے اطلاع دی کہ اس نے سونے میں آیت سجدہ پڑھی تھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا، نصاب میں ہے کہ یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ) نشہ کی حالت میں ایک شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی تو اس پر اور اس کے سننے والوں پر سجدہ سہو واجب ہوگا (محیط سرخسی) عورت نے نماز میں اگر آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ نہیں کیا تھا کہ حیض آنے لگا تو یہ سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا (محیط) ایک شخص نے نفل نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا پھر اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اس کی قضا واجب ہوئی تو دوبارہ سجدہ کرنا لازم نہ ہوگا، اسی طرح اگر کسی مسلمان نے آیت سجدہ تلاوت کی پھر معاذ اللہ مرتد ہوگیا، پھر مسلمان ہوا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا، قرآن کے لکھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا (فتاوی قاضی خاں) اگر آیت سجدہ فارسی میں پڑھی تو پڑھنے والے پر اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوگا خواہ سننے والا سمجھے یا نہ سمجھے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب سننے والے کو بتا دیا جائے کہ اس نے سجدہ کی آیت پڑھی ہے، حضرت امام یوسفؒ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر سننے والا جانتا ہے کہ یہ قرآن ہے تو سجدہ سہو لازم ہوگا، اور اگر یہ نہیں جانتا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا (خلاصہ) بعض نے کہا ہے کہ بالاجماع واجب ہوگا یہی صحیح ہے (محیط سرخسی) اگر عربی میں قرآن شریف پڑھا تو ہر صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا، لیکن جب تک معلوم نہیں ہے اس وقت تک تاخیر کرنے میں معذور سمجھا جائے گا، ایک بہرے شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی اور خود نہیں سنی تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا (خلاصہ) اگر آیت سجدہ ہجے، ہجے کر کے تلاوت کی تو سجدہ واجب ہوگا (سراجیہ) اگر امام نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں خواہ سنیں یا نہ سنیں جہری نماز ہو یا سری، لیکن مستحب یہ ہے کہ سری نماز میں آیت سجدہ تلاوت نہ کرے، اگر امام سے کسی اجنبی شخص نے آیت سجدہ سنی جو ان

کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے اور نہ بعد میں داخل ہوا تو اس پر بھی سجدہ لازم ہے (جوہرنیرہ) یہی صحیح ہے (ہدایہ) ایک شخص نے ایک امام سے آیت سجدہ سنی اور امام کے سجدہ کرنے سے پہلے اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا تو اس کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر سجدہ کرنے کے بعد نماز میں داخل ہوا تو سجدہ نہ کرے یہ حکم اس وقت ہے جب اس رکعت کے آخر میں شامل ہو گیا ہو لیکن اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرے (کافی نہایہ) مقتدی نے اگر آیت سجدہ تلاوت کی تو امام اور مقتدی کسی پر بھی نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا (سراج الوہاج) اگر نماز پڑھنے والے نے کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو اس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے اگر نماز کے اندر سجدہ کیا تو کافی نہ ہوگا اور اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (تہذیب) یہی صحیح ہے (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے، جب نماز پڑھنے والے نے وہ آیت سجدہ جو غیر مقتدی سے سنی ہے پہلے خود نہ پڑھی ہو، اور اگر اس آیت کو وہ خود پہلے پڑھ چکا ہے، پھر اس کے بعد یہی آیت غیر مقتدی سے سنی پھر سجدہ کر لیا تو ظاہر روایت کے مطابق دوسرا سجدہ نہ کرے، اور اگر پہلے آیت سجدہ سنی پھر خود اس کی تلاوت کی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور سراج الوہاج میں اس پر یقین کیا ہے کہ دوسرا سجدہ نہ کرے (نہر الفائق)، اگر سجدہ کی آیت نماز کے اندر پڑھی اور آیت سورۃ کے درمیان میں ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے، پھر کھڑا ہو اور سورۃ ختم کرے اور رکوع کرے، اور اگر سجدہ نہ کیا رکوع کیا اور اسی رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی تو قیاس کے لحاظ سے جائز ہے اور اس کو ہم اختیار کرتے ہیں، اگر رکوع اور سجدہ نہ کیا اور سورۃ تمام کرنے کے بعد رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت کی نیت کی، تو کافی نہ ہوگی اور اس رکوع سے سجدۂ تلاوت ساقط نہ ہوگا اور جب تک وہ نماز میں ہے سجدۂ تلاوت کرنا اس پر واجب ہے (شیخ امام خواہر زادہ نے کہا ہے کہ اگر سجدۂ تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ لیں تو فوراً سجدہ کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا اور رکوع سجدہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے جب تک تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھے، یہ حکم منقطع نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضیخاں) اگر آیت سجدہ سورۃ کے آخر میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اس کے بدلے رکوع کر دے اور اگر سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو ضروری ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد دوسری سورۃ میں سے کچھ آیتیں ضرور پڑھے اور اگر سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کچھ قرات نہ کی اور رکوع کر دیا تو جائز ہے، اگر نہ رکوع کیا اور نہ سجدہ کیا اور نماز میں آگے بڑھ گیا تو رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا اور جب تک نماز میں ہے اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اگر سجدہ سورۃ کے آخر میں ہے اور اس کے بعد دو یا تین آیتیں ہیں، تو اسے اختیار ہے خواہ اس کے عوض رکوع کرے یا سجدہ کرے اور اگر سجدۂ تلاوت کے عوض رکوع کرے تو سورۃ ختم کرنے کے بعد رکوع کرنا چاہیئے، اور اگر اس کے بدلے سجدہ کرے تو پھر کھڑے ہو کر سورۃ ختم کرے اور رکوع کرے اور اگر اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی ملا دے تو افضل ہے (مضمرات)

اور اگر اس کیلئے فوراً علیحدہ رکوع یا سجدہ کیا تو پھر کھڑا ہو اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی رکوع نہ کرے بلکہ دو یا تین آیتیں پڑھ کر رکوع کرے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اگر سجدۂ تلاوت کی آیت نماز میں پڑھی، اور اس کے بدلے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو رکوع کرتے وقت اس کی نیت ضروری ہے اور اگر رکوع کرتے وقت نیت نہ کی تو جائز نہ ہوگا، اگر رکوع کے اندر نیت کی اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کافی ہے اور بعض نے کہا کافی نہیں ہے (مضمرات) اظہر یہ ہے کہ کافی نہ ہوگا (شرح ابو المکارم) بدائع میں ہے اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نیت کی تو بالاجماع کافی نہ ہوگی (بحر الرائق) اگر امام نے تلاوت کرنیکے بعد رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی اور مقتدی نے نیت نہ کی تو امام کی نیت مقتدی کی طرف سے کافی نہ ہوگی اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی سجدہ کرے اور قعدہ کا اعادہ کرے اور اگر قعدہ چھوڑ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (قنیہ) اسی امر پر اجماع ہے کہ سجدۂ تلاوت نماز

کے سجدہ سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے (خلاصہ) نماز پڑھنے والا اگر سجدۂ تلاوت اپنے موقعہ پر بھول گیا پھر اس کو رکوع، سجدہ، یا قعدہ میں یاد آیا تو اسی وقت سجدہ کرے، پھر جس رکن میں تھا اسی رکن میں آجائے اور استحباناً اس رکن کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز جائز ہو گی (ظہیریہ فصل سہو) امام نے آیت سجدہ تلاوت کی اور جماعت کے کچھ لوگ مسجد کے صحن میں تھے امام نے سجدۂ تلاوت میں جانے کیلئے تکبیر (اللہ اکبر) کہی جو لوگ مسجد کے صحن میں تھے یہ سمجھے کہ امام نے رکوع کیلئے تکبیر کہی ہے، ان لوگوں نے رکوع کر لیا اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ سے اٹھا تو وہ لوگ سمجھے کہ امام رکوع سے اٹھا ہے انھوں نے تکبیر کہہ کر رکوع سے سر اٹھا لیا اگر اس پر کچھ زیادتی نہ کی تو ان لوگوں کی نماز فاسد نہ ہو گی، نماز پڑھنے والے نے اگر کسی غیر شخص سے آیت سجدہ سنی اور تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا، اگر اس کی متابعت کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، نماز سے باہر مستحب یہ ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور اس سے پہلے سر نہ اٹھائے (خلاصہ)

مستحب یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا آگے بڑھ جائے اور باقی لوگ اس کے پیچھے صف باندھ کر سجدہ کریں، ابو بکرؒ نے ذکر کیا ہے کہ اس سجدہ میں عورت مرد کی امام ہو سکتی ہے (بحر الرائق) اور اس سجدہ میں تداخل بھی ہو سکتا ہے، پس تلاوت کرنے والے نے اگر آیت سجدہ خود پڑھی تھی اور پھر وہی آیت اس نے سنی تو دونوں کے عوض ایک ہی سجدہ کافی ہے تداخل کی شرط یہ ہے کہ ایک ہی آیت ہو اور ایک ہی مجلس ہو، پس اگر مجلس مختلف ہو گئی اور آیت ایک ہی ہے یا مجلس ایک ہے اور آیتیں مختلف ہیں تو متعدد سجدوں کے بدلے ایک سجدہ کافی نہ ہو گا (محیط) اگر سننے والے کی مجلس بدلی اور پڑھنے والے کی مجلس نہ بدلی تو سننے والے پر مکرر سجدہ واجب ہو گا اور اگر پڑھنے والے کی مجلس بدلی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والے پر مکرر سجدہ واجب ہو گا، اکثر مشائخ کے قول کے مطابق سننے والے پر مکرر سجدہ واجب نہ ہو گا، اور اس کو ہم اختیار کرتے ہیں (عنایہ) بہت دیر تک ایک حالت میں رہنے یا ایک لقمہ کھانے یا ایک مرتبہ پانی پی لینے یا کھڑے ہو جانے یا ایک دو قدم چلنے گھر یا مسجد کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ میں جانے سے مجلس بدلتی نہیں ایک ہی رہتی ہے، لیکن اگر گھر بڑا ہے جیسے بادشاہ کا محل تو مجلس بدلجائے گی، اگر جامع مسجد میں ایک کونہ سے دوسرے کونہ میں چلا گیا تو مکرر سجدہ واجب ہو گا، اور اگر جامع مسجد میں ایک گھر سے دوسرے گھر میں گیا تو جہاں تک مسجد کے امام کے ساتھ اقتدا درست ہو سکتی ہے وہاں تک ایک ہی مکان سمجھا جائے گا، کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی، اس کے برخلاف سواری کے جانور سے اگر اس کا سوار نماز میں نہیں ہے تو مجلس بدلجاتی ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ، یا قرأت میں مشغول ہوا تو مجلس نہیں بدلے گی، اگر آیت سجدہ تلاوت کی، پھر جانور پر سوار ہوا، اور پھر اس کے چلنے سے پہلے اتر آیا تو مجلس نہ بدلے گی اور اگر آیت سجدہ تلاوت کی، پھر سجدہ کر لیا، پھر اس کے بعد قرآن کی بہت سی آیات پڑھیں پھر وہی آیت دوبارہ پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہ ہو گا، اگر آیت سجدہ ایک جگہ تلاوت کی، پھر کھڑے ہو کر جانور پر سوار ہوا پھر اس جانور کے چلنے سے پہلے وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہو گا، اور سجدہ زمین پر کرے، اور اگر جانور چل دیا پھر آیت سجدہ کی تلاوت کی تو دو سجدے واجب ہوں گے، اسی طرح اگر جانور کے اوپر سوار ہو کر آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کے چلنے سے پہلے اتر آیا پھر وہ آیت دوبارہ پڑھی تو ایک ہی سجدہ واجب ہو گا اور وہ سجدہ زمین پر کرے (جوہرہ نیرہ) مجلس کے بدلنے کا اعتبار ہے، اغراض کے بدلنے کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ اگر کسی نے کہا کہ میں دوبارہ نہ پڑھوں گا، پھر اسی مجلس میں آیت سجدہ تلاوت کی تو ایک ہی سجدہ کافی ہو گا کپڑے کا تانا کرنے میں اور کسی چیز کو اچھل اچھل کر پیروں سے کوٹنے میں اور زمین کے جوتنے میں سجدہ مکرر واجب ہو گا (کافی) اور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلے جانے سے بھی اصح یہ ہے کہ سجدہ مکرر واجب ہو گا (مضمرات) اور اگر چلتے ہوئے آیت سجدہ

تلاوت کی تو ہر مرتبہ کے پڑھنے میں سجدہ واجب ہوگا، اسی طرح اگر دریا، یا بڑی نہر کے اندر پانی میں تیر رہا ہو تب بھی مکرر سجدہ واجب ہے اور اگر کسی ایسی حوض یا چشمے میں تیر رہا ہو جس کی حد معلوم ہے تو صحیح یہ ہے کہ مکرر سجدہ واجب ہوگا، اس طرح اگر ایک شخص نے چکی کے گرد چکی گھر میں آیت سجدہ تلاوت کی تو صحیح یہ ہے کہ مکرر سجدہ واجب ہوگا (خلاصہ) اگر عمل کثیر کیا مثلاً بہت سا کھایا یا لیٹ کر سوگیا، یا خرید و فروخت کی یا اسی طرح کا کوئی اور کام کیا تو استحساناً دوسرا سجدہ واجب ہوگا، اس لئے کہ ان کاموں سے مجلس کا نام بدلجاتا ہے، اس بنا پر عرف کے مطابق سجدہ بھی اس کی طرف منسوب ہوگا (محیط سرخسی)

جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے وہ نماز سے خارج نہ ادا کیا جائے (سراجیہ: کافی) اور اس کے چھوڑنے سے گنہ گار ہوگا (بحر الرائق) یہ حکم اس صورت میں ہے جب سجدہ کرنے سے پہلے نماز فاسد نہ کرے، اور اگر سجدہ سے پہلے نماز فاسد کردی تو سجدہ کو نماز کے باہر ادا کرے، اور اگر سجدہ کے بعد نماز فاسد کی تو دوبارہ سجدہ نہ کرے (قنیہ) اگر رکوع یا سجدے میں قرآن شریف پڑھا، تو تلاوت کا سجدہ واجب نہ ہوگا اور امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سجدہ واجب ہوگا لیکن رکوع یا سجدہ کے اندر ادا ہو جائے گا (ظہیریہ) اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا، پھر اسی جگہ نماز شروع کردی اور اس میں بھی وہی آیت پڑھی تو اس پر دوبارہ سجدہ واجب ہوگا اور اگر پہلا سجدہ نہیں کیا تھا تو ایک ہی سجدہ کافی ہے اور پہلا سجدہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کرلیا، پھر اسی رکعت میں اس کا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ واجب ہوگا (محیط سرخسی) اگر نماز کی پہلی رکعت میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کرلیا، اور پھر دوسری یا تیسری رکعت میں وہی آیت مکرر پڑھی تو دوبارہ سجدہ واجب نہ ہوگا یہی اصح ہے (خلاصہ) اگر آیت سجدہ نماز میں تلاوت کی اور سجدہ کرلیا، پھر سلام پھیرنے کے بعد اسجگہ دوبارہ وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ ظاہر روایت کے مطابق واجب ہوگا بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب سلام کے بعد کلام کرے اور اگر نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ نہ کیا یہاں تک سلام پھیر دیا اس کے بعد وہی آیت تلاوت کی تو ایک سجدہ کرلے اور پہلا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا (فتاوی قاضی خاں) ایک شخص نے آیت سجدہ ایک رکعت میں پڑھی پھر وضو ٹوٹ

عرف:- یہ بھی فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، اور کثرت کے ساتھ اس کا استعمال ہوتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کیا جائے لغت میں عرف کے معنی "جاننے" کے آتے ہیں اور لغت ہی کے اعتبار سے عرف کا لفظ جانی پہچانی اور مستحسن شے کیلئے استعمال ہوتا ہے، قرآن کریم کی آیت میں عرف کا لفظ اس معنی میں مستعمل ہوا ہے،،

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ط

اے رسول عفو در گذر کا طریقہ اختیار کرو، اور معروف شی کا حکم کرو، اور جاہلوں سے نہ الجھو..

لیکن فقہاء کرام عرف کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں عادۃ جمہور قوم فی قول او عمل یعنی کسی قول میں جمہور امت کی جو عادت ہوتی ہے اس کا نام عرف ہے عرف کی اس اصطلاحی تعریف سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ عرف کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ چیز اس مقام کے سارے لوگوں میں یا غالب ترین اکثریت میں شائع ذائع نہ ہو اس لئے عرف کو عادت اور تعامل کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے، فقہا کے یہاں اثبات احکام کے سلسلہ میں عرف بھی ایک دلیل شرعی ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ اثر پیش کیا جاتا ہے ما راہ المسلمون حسناً فھو عند اللّٰہ حسن" یعنی جس چیز کو مسلم معاشرہ مستحب سمجھے وہ اللہ کے نزدیک بھی مستحسن ہے، اب اس کے بعد اگر عرف عام نص قطعی (قرآن و حدیث) کے خلاف واقع ہو جائے تو عرف کو اختیار کرکے نص میں تغیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہو مثلاً لوگوں کے رسم و رواج، اور تعامل سے شراب اور ربو وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا، اور اگر عرف عام قیاس کے خلاف ہو تو اس صورت

بقیہ صفحہ

گیا اور وضو کرکے نماز کی بنا کی پھر اس آیت کو کسی دوسرے شخص سے تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور نماز سے خارج ہونے کے بعد سجدہ کرے اس کے برخلاف اگر نماز کے اندر آیت سجدہ تلاوت کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرکے اس پر نماز کی بنا کی اور پھر وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا (ظہیریہ) اگر مباح کے وقت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور مکروہ وقت میں سجدہ کیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر مکروہ وقت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور اس وقت سجدہ کرلیا تو جائز ہوگا، اگر سواری سے اتر کر سجدہ کی آیت تلاوت کی پھر اس کو خوف پیدا ہوا اور وہ سوار ہوگیا، اور سواری پر سجدہ کیا تو خوف کی حالت میں جائز ہے اور امن کی حالت میں جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) تحریمہ کے علاوہ سجدۂ تلاوت میں وہی شرائط ہیں جو نماز کی شرائط ہیں اور اس کا فرض زمین پر پیشانی رکھنا ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، مثلاً رکوع یا مریض کے لئے اشارہ یا سفر میں جانور پر سوار ہونا، جو سجدہ زمین پر واجب ہوگا وہ جانور پر سوار ہوکر ادا نہ ہوگا اور جو جانور پر سواری کی حالت میں واجب ہوا ہے وہ زمین پر ادا ہو جائے گا،

سجدۂ تلاوت کے فاسد ہونے کا اصول

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ان ہی چیزوں سے یہ سجدہ بھی فاسد ہو جاتا ہے مثلاً جان بوجھ کر وضو توڑنے سے۔ بات چیت کرنے سے، قہقہہ لگانے سے سجدہ فاسد ہو جاتا ہے اگر یہ چیزیں سجدہ کے اندر واقع ہوں تو سجدہ کا اعادہ واجب ہوگا، جیسے نماز کے سجدہ کا حکم ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ اس سجدہ میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور عورت کے برابر آجانے سے یہ سجدہ فاسد نہیں ہوتا اگر تلاوت کے سجدہ میں سو گیا تو صحیح قول کے مطابق وضو نہ ٹوٹے گا (بحر الرائق) سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہنا سنت ہے (محیط سرخسی) یہی ظاہر ہے (تبیین) جب سجدہ کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ اٹھائے اور سجدہ کرے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائے اس میں التحیات اور سلام واجب نہیں ہے (ہدایہ) سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے تین بار سے کم نہ پڑھے، جس طرح فرض میں تین بار سے کم نہیں پڑھتے ہیں (خلاصہ) یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سجدہ میں کچھ نہ پڑھا تب بھی جائز ہے، جیسا کہ فرض نماز کے سجدہ میں جائز ہوتا ہے (خلاصہ) اللہ اکبر بلند آواز سے کہے اور مستحب یہ ہے کہ جب سجدۂ تلاوت کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کرے، اور سجدہ کرنے کے بعد پھر کھڑا ہو جائے پھر بیٹھ جائے (ظہیریہ) جب سجدہ کا ارادہ کرے تو دل سے اس کی نیت کرے اور زبان سے کہے کہ میں اللہ کیلئے سجدۂ تلاوت ادا کرتا ہوں پھر تکبیر کہے (سراج الوہاج) غیاثیہ میں ہے کہ سجدۂ تلاوت کا ادا کرنا فی الفور واجب نہیں ہے، پس اس کو جس وقت بھی ادا کرے گا تو ادا ہو جائے گا قضا نہ ہوگا (تاتارخانیہ) یہ حکم اس سجدہ کا ہے جو نماز میں واجب نہیں ہوئے اور جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے، اس میں اگر تاخیر کی یہاں تک کہ اس کے بعد اگر بہت دیر تک قرارت کی تو قضا ہو جائے گا اور گنہ گار ہوگا (بحر الرائق) اگر پڑھنے والے کے پاس ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن کو سجدہ کرنے کی عادت ہے اور قرارت کرنے والا اپنے دل میں اچھی طرح سمجھتا ہے کہ سجدہ کرنا ان پر شاق نہ ہوگا تو اسے جہر سے پڑھنا چاہیئے، اگر وہ لوگ بے وضو ہوں یا ان لوگوں کے بارے میں اسے یہ خیال ہو کہ وہ سنکر سجدہ نہیں کریں گے یا ان لوگوں پر سجدہ کرنا گراں گذرے گا تو آہستہ پڑھنا چاہیئے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو (خلاصہ) اور یہ مکروہ ہے کہ سورۃ پڑھے اور سجدہ کی آیت چھوڑ دے، اگر صرف آیت سجدہ نماز سے باہر تلاوت کی تو مکروہ نہیں ہے، مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک دو

میں قیاس کے اندر تبدیلی کرنا جائز ہے اور اگر عرف خاص ہے (یعنی کسی خاص جگہ کے لوگوں کا کسی چیز پر تعامل) تو اس سے قیاس میں تغیر و تبدل کرنے میں اختلاف ہے اور اصح قول یہ ہے کہ قیاس میں تبدیلی جائز ہے

لقمان الحق فاروقی

آہستہ اور ملادے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سجدہ کی آیت کے ساتھ کوئی اور آیت پڑھی تو کوئی حرج نہیں ہے (خلاصہ)

سجدۂ شکر کے مسائل بھی اسی سے متعلق ہیں

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک سجدۂ شکر کا اعتبار نہیں ہے اور وہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، اس پر ثواب نہیں ملتا اس کا چھوڑنا اولیٰ ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے صاحبین کے نزدیک اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی نعمت غیر مترقبہ ملے یا اللہ تعالیٰ فرزند عطا فرمائے، یا دولت دے یا اس کی گمشدہ چیز مل جائے، یا کوئی مصیبت اور بلا اس سے ٹل جائے، یا مریض صحت یاب ہو جائے، یا گمشدہ شخص حاضر ہو جائے، تو اس کیلئے مستحب ہے کہ اللہ کے لئے قبلہ رخ ہو کر سجدہ شکر بجالائے اور اس میں اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے جسطرح سجدۂ تلاوت میں سر اٹھایا کرتے ہیں (سراج الوہاج) حجۃ میں ہے کہ لوگوں کو سجدۂ شکر سے منع نہ کیا جائے اس لئے کہ اسمیں عاجزی اور عبادت ہے اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) نماز کے بعد جن اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ ہو سجدۂ شکر بھی مکروہ ہے، ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں سجدۂ شکر مکروہ نہیں ہے (قنیہ) بلا سبب سجدہ کرنا عبادت نہیں اور مکروہ بھی نہیں ہے، نماز کے بعد لوگ جو سجدہ کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہے، اس لئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھتے ہیں اور جس مباح کا یہ حال ہو، وہ مکروہ ہو جاتا ہے (زاہدی)

چودھواں باب

مریض کی نماز کا بیان

مریض اگر کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھکر نماز پڑھے اور رکوع و سجدہ کرے (ہدایہ) عاجز ہونے کے معنی صحیح قول کے مطابق ہیں کہ اس کے کھڑے ہونے سے نقصان ہوتا ہو اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ) اسی طرح کھڑے ہونے سے مرض کے بڑھ جانے کا یا دیر سے صحتیاب ہونے کا یا سخت درد کا اندیشہ ہو تب بھی یہی حکم ہے (تبیین) اگر کھڑے ہونے سے درد ہوتا ہے تب بھی یہی حکم ہے اگر کھڑے ہونے سے کچھ تھوڑی سی تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں ہے (کافی) اگر کچھ دیر کھڑا ہو سکتا ہے اور پوری نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا تو جتنی دیر کھڑا رہ سکتا ہے اتنی دیر کھڑے رہنے کا حکم کیا جائیگا، اگر صرف کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہہ سکتا ہے اور قرارت کے لئے قیام نہیں کر سکتا یا کچھ دیر قرارت کے لئے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قرارت کے لئے قیام نہیں کر سکتا تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور جتنی دیر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے، اتنی دیر کھڑے ہو کر قرارت کرے پھر عاجز ہو جائے تو بیٹھ جائے، شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے اگر اس مذہب پر عمل نہ کیا تو مجھے خوف ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی (خلاصہ) اگر سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو صحیح یہ ہے کہ سہارا لگا کر کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس کے علاوہ کوئی اور بات جائز نہیں ہے اسی طرح لاٹھی یا اپنے خادم پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھے (تبیین) مریض اگر گھر پر نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اگر باہر نکلے تو قیام نہیں کر سکتا، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ اپنے گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) پھر مریض اگر بیٹھکر نماز پڑھے تو کس طرح بیٹھے، اصح یہ ہے کہ جسطرح اسے سہولت ہو اسی طرح بیٹھ جائے (سراج الوہاج) یہی صحیح ہے (عینی شرح ہدایہ) اگر سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں ہے

بلکہ کسی دیوار یا آدمی پر سہارا لگا کر بیٹھ سکتا ہے تو اس کے لئے واجب ہے کہ اس طرح سہارے سے بیٹھکر نماز پڑھے (ذخیرہ) ایسے شخص کے لئے لیٹ کر نماز پڑھنا مختار قول کے مطابق جائز نہیں ہے (تبیین) اگر قیام اور رکوع وسجود پر قادر نہیں ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدہ کے اشارہ کو رکوع کے اشارہ سے زیادہ نیچے کرے (فتاویٰ قاضی خاں) یہاں تک کہ اگر رکوع اور سجدہ کا اشارہ برابر رکھا تو نماز صحیح نہ ہوگی (بحر الرائق) اگر رکوع وسجدہ سے عاجز ہے اور قیام پر قادر ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھی تو ہمارے نزدیک جائز ہوگی (فتاویٰ قاضیخاں) اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو بھی اشارہ سے ادا کرے گا (محیط) اشارہ سے نماز پڑھنے کی طرف کوئی لکڑی یا تکیہ اٹھا کر دینا مکروہ ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو دیکھیں گے کہ سجدہ کے لئے اس کا سر رکوع کے اعتبار سے اگر زیادہ جھکتا ہے تو جائز ہے (خلاصہ) لیکن اس کا یہ فعل برا ہے (مضمرات) اگر رکوع اور سجدہ کے لئے اس کا سر نہیں جھکتا اور اس کی پیشانی پر لکڑی لگا دی جائے تو نماز جائز نہ ہوگی یہی اصح ہے تکیہ زمین پر پڑا ہوا ہے اور اس پر سجدہ کرتا ہے تو نماز جائز ہے (خلاصہ) اگر پیشانی پر زخم ہے جس کی وجہ سے اس پر سجدہ نہیں کر سکتا تو اشارہ کر دینا کافی نہ ہوگا، اور اس کے لئے واجب ہے کہ ناک پر سجدہ کرے، اگر ناک پر سجدہ نہ کیا، اور صرف اشارہ کر دیا تو نماز درست نہ ہوگی (ذخیرہ)

اگر بیٹھنے پر قادر نہیں ہے تو چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پیر قبلہ کیطرف پھیلادے اور اشارہ سے رکوع وسجدہ ادا کرے اور اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھدینا چاہیئے، تاکہ بیٹھنے والے کے مشابہ ہوجائے اور رکوع وسجدہ کا اشارہ اچھی طرح ادا کر سکے اگر پہلو پر لیٹا اور قبلہ کیطرف منہ کر کے اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز ہے، اور پہلی صورت اولیٰ ہے (کافی) اگر داہنی کروٹ کے لیٹنے پر قادر نہیں ہے تو بائیں کروٹ پر لیٹ جائے (سراج الوہاج) اور قبلہ کیطرف منہ کرے (قنیہ) اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر (درمیان) میں کوئی ایسا مرض پیدا ہوا کہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدہ کرے اور رکوع وسجدہ پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے (تبیین) ایک شخص بیٹھ کر رکوع وسجدہ سے نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز ہی کے اندر تندرست ہوگیا تو امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی بقیہ نماز کھڑے ہو کر ادا کرے اگر کچھ نماز اشارہ سے پڑھی پھر رکوع وسجدہ پر قادر ہوگیا تو بالاتفاق از سر نو نماز پڑھے (ہدایہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کو یہ قدرت اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنے کے بعد حاصل ہو اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع وسجدہ کرنے سے پہلے یہ قدرت حاصل ہوئی تو اس نماز کو پوری کرے (جوہرہ نیرہ) اگر مریض اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو، تو ظاہر روایت کے مطابق نماز کا فرض اس سے ساقط ہوجاتا ہے، آنکھوں اور بھوؤں سے اشارہ کرنا معتبر نہیں ہے اور جب اس کے مرض میں تخفیف ہوجائے، تو اس پر ان نمازوں کی قضا لازم ہونے میں اختلاف ہے، بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک دن رات سے اس کی یہ حالت متجاوز ہوگئی، تو قضا لازم نہ ہوگی، اور اگر اس سے کم رہی تو قضا لازم ہوگی، جیسے کہ بے ہوشی کی حالت کا حکم ہے، یہی اصح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اسی پر فتویٰ ہے (ظہیریہ) اگر اسی حالت میں انتقال کر جائے تو اس پر یہ نمازیں واجب نہ ہوں گی اور نہ ان کا فدیہ لازم ہوگا (محیط) اگر چار رکعات بیٹھ کر پڑھیں، اور جب چوتھی رکعت کے قعدہ میں بیٹھا تو التحیات پڑھنے سے پہلے اس نے قرارت کی، اور رکوع کیا، تو یہ قیام کے قائمقام ہو جائے گا اور اسی طرح نماز پڑھتا رہے (فتاویٰ قاضی خاں) حاوی میں ہے کہ اس صورت میں) سجدہ سہو کرے (تاتارخانیہ) اگر دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھا کر قیام کی نیت کی اور قرارت نہ کی پھر یاد آگیا تو قعدہ کیطرف لوٹ آوے اور التحیات پڑھے (فتاویٰ قاضی خاں) مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب چوتھی رکعت کے آخری

سجدہ سے سر اٹھایا تو گمان ہوا، کہ یہ تیسری رکعت ہے اس نے قرارت کی، اور اشارہ سے رکوع و سجدہ کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر تیسری رکعت میں تھا اور دوسری رکعت سمجھ بیٹھا، اور قرارت شروع کردی، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تیسری رکعت پڑھ رہا ہے تو تشہد کی طرف نہ لوٹے، بلکہ اسی طرح قرارت کرتا رہے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرلے (محیط) تجرید میں ہے کہ مریض اپنی نماز میں قرارت، و تسبیح، اور التحیات اسی طرح پڑھے جسطرح تندرست پڑھا کرتا ہے اور اگر ان سب سے عاجز ہو تو چھوڑ دے (تاتارخانیہ) تندرست اور مریض میں صرف ان چیزوں میں فرق ہے، جن میں مریض عاجز ہے، اور جن چیزوں پر مریض قادر ہے، ان کا وہی حکم ہے جو تندرست کا ہے، ایک شخص کو قبلہ معلوم ہے لیکن قبلہ کیطرف منہ کرنے پر قادر نہیں ہے، اور ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو اس کا منھ قبلہ کی طرف پھیر دے تو ظاہر روایت کے مطابق اسی طرح نماز پڑھے اور اس نماز کا اعادہ نہ کرے، اور اگر کوئی ایسا شخص آگیا جو اس کا منھ قبلہ کی طرف پھیر سکتا ہے، تو مریض کے لئے مناسب ہے کہ اس کو حکم کرے تاکہ وہ اس کا منہہ قبلہ کی طرف کردے اگر مریض نے حکم نہ کیا اور اس نے قبلہ کے علاوہ کسی اور جانب کو نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی، اگر مریض ناپاک بچھونے پر ہے اور پاک بچھونا نہیں ملتا، یا پاک بچھونا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بچھونا بدل دے تو ناپاک بچھونے پر ہی نماز پڑھ لے، اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو بدل کر پاک بچھونا ڈالدے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ حکم کرے اور اگر مریض نے حکم نہ کیا اور ناپاک بچھونے پر نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی (محیط)

مریض کے نیچے ناپاک کپڑے ہیں اگر یہ صورت ہے کہ جو کپڑا بچھاتے ہیں، فوراً ناپاک ہو جاتا ہے تو اسی حالت میں نماز پڑھے اور اگر دوسرا بچھونا ناپاک نہیں ہوتا لیکن بچھونا بدلنے میں مریض کو بہت تکلیف ہوتی ہے تب بھی بچھونا نہ بدلیں (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر پانچ نمازوں کے اوقات تک بے ہوش رہا تو ان نمازوں کی قضا کرے اور اگر اس سے زیادہ بے ہوش رہا تو قضا نہ کرے، جنون کا حکم وہی ہے، جو بے ہوشی کا ہے یہی صحیح ہے، کثرت کا اعتبار حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اوقات سے کیا جاتا ہے، یہی صحیح ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب بے ہوشی برابر طاری رہے اور اس مدت میں کبھی افاقہ نہ ہو، اور اگر افاقہ ہو جاتا ہے تو غور کریں گے کہ اگر مقررہ وقت پر افاقہ ہوتا ہے مثلاً صبح کے وقت مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے، تھوڑی دیر افاقہ رہتا ہے، پھر اس کے بعد مرض عود کر آتا ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس سے پہلے بے ہوشی اگر ایکدن رات سے کم طاری رہی تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور اگر افاقہ کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے کبھی یکایک افاقہ ہو جاتا ہے اور تندرستوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے پھر بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں ہے (تبیین)

اگر کسی جانور یا انسان کے خوف سے ایکدن رات سے زیادہ بے ہوش رہا تو بالاجماع اس سے قضا ساقط ہو جائے گی، اگر شراب پی اور ایکدن رات سے زیادہ بیہوشی طاری رہی تو نماز ساقط نہ ہوگی، اگر بھنگ پیا اور کوئی دوا پی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل جاتی رہی، تو حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک نماز ساقط نہ ہوگی (خلاصہ) اور اگر ایکدن رات سے زیادہ سوتا رہا تو نماز قضا کرے ایک شخص کا یہ حال ہے کہ رمضان کے روزے رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر روزے نہ رکھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو ایسا شخص روزے رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے (محیط سرخسی) اگر مریض نے جان کر یا خطا سے یہ خیال کرتے ہوئے کہ پھر بیماری کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے گا وقت سے پہلے ہی نماز پڑھ لی تو نماز کافی نہ ہوگی، اس طرح بلا قرارت یا بلا وضو نماز پڑھی تب بھی جائز نہ ہوگی، اگر قرارت سے عاجز ہے تو قرارت کے بغیر اشارہ سے نماز پڑھے، اگر ایک شخص کا غلام بیمار ہے اور وہ وضو پر قادر نہیں ہے تو اس کے آقا پر واجب ہے کہ اس کو وضو کرادے، اگر کسی کی عورت بیمار ہے تو اس شخص پر عورت کو وضو

گرانا واجب نہیں ہے (محیط) اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ نماز کے کسی خاص رکن پر حدث کے بغیر قدرت نہیں ہے تو وہ رکن اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) پس اگر ایک شخص کے زخم ہے جب سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور اس کے علاوہ رکوع و قیام اور قرارت پر قادر ہے تو ایسے شخص کو بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھ لینی چاہیئے، اگر نماز پڑھی، رکوع کیا اور بیٹھکر سجدہ کا اشارہ کیا تو پہلی صورت افضل ہے (محیط) اسی طرح مریض کی اگر یہ حالت ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو پیشاب جاری ہو جاتا ہے، یا زخم بہنے لگتا ہے یا قرارت پر قادر نہیں رہتا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو کچھ حرج نہ ہوگا، اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا مناسب ہے (سراجیہ) اگر ایک شخص کے کھڑے ہونے میں دشمن کا خوف ہے یا ایسے خیمے میں ہے کہ وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا اور اگر باہر نکلتا ہے تو کیچڑ اور بارش کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے، مریض کی نماز اگر فوت ہو گئی اور حالتِ صحت میں اس کی قضا کرے تو اسی طرح نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھا کرتے ہیں، اور اگر جس حالت میں نماز فوت ہوئی تھی، اسی حالت میں پڑھنی جائز نہ ہوگی (محیط سرخسی) اگر مرض کی حالت میں وہ نمازیں قضا کرے جو تندرستی کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی تھیں تو جس حالت پر وہ قادر ہے بیٹھ کر یا اشارہ سے اسی حالت میں قضا کرے (سراجیہ) نماز پڑھنے والے نے کسی کو اگر اس لئے بٹھا لیا کہ جب وہ رکوع وسجدہ بھولے تو فوراً اسے مطلع کرے، اس کے بغیر اگر وہ نماز صحیح نہیں پڑھ سکتا تو جائز ہے (قنیہ) مریض کے لئے اتنی تاخیر مستحب ہے کہ امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جائے اور اگر اتنی تاخیر نہ کی تو مکروہ ہے یہی صحیح ہے (مضمرات)

پندرھواں باب

مسافر کی نماز کا بیان

کم سے کم مسافت جس سے احکام بدلجاتے ہیں تین دن کا چلنا ہے (تبیین) یہی صحیح ہے (جواہر اخلاطی) جن احکام میں سفر سے تغیر ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) نماز کا قصر (۲) روزہ نہ رکھنے کا جواز (۳) موزوں کے مسح کی مدت کا تین دن تک بڑھ جانا (۴) جمعہ، عیدین اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جانا (۵) آزاد عورت کی محرم کے بغیر باہر نکلنے کی حرمت (عتابیہ) مسافت میں متوسط رفتار معتبر ہے (سراجیہ) متوسط رفتار اونٹوں اور پیدل چلنے والوں کی چال ہے، ان ایام میں جو سال میں سب سے زیادہ چھوٹے دن ہوتے ہیں (تبیین) سفر میں صبح سے شام تک چلنے کی شرط کے بارہ میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے، پس اگر ایک روز صبح سے زوال تک چلا اور منزل پر پہنچگیا، وہاں اترا رات بھر رہا اور پھر اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن چلا تو مسافر ہو جائے گا (سراج الوہاج) اس مسئلہ میں فرسخوں کا حساب معتبر نہیں ہے (ہدایہ) زمین کی رفتار کا دریا میں اور دریا کی رفتار کا زمین میں اعتبار نہیں ہے، ہر مقام پر اسی رفتار کا اعتبار ہے جو اس کے حال کے مطابق ہے (جوہرہ نیرہ) مدت کا اعتبار اسی راستہ سے کیا جائے گا جس راستہ میں وہ سفر کر رہا ہے (بحر الرائق) ایک شہر کا ارادہ کیا اور اس کے دو راستے ہیں، ایک راستہ تین دن تین رات کا ہے اور دوسرا اس سے کم ہے اگر وہ شخص دور کے راستہ سے گیا تو ہمارے نزدیک مسافر ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اگر قریبی راستہ کی طرف سے چلے گا تو پوری نماز پڑھے گا (بحر الرائق) اگر ایک جگہ کے دو راستے ہیں ایک پانی کا راستہ ہے جو تین دن میں پورا ہوتا ہے، اور دوسرا خشکی کا راستہ ہے جو دو دن میں پورا ہوتا ہے اگر پانی کے راستہ سے جائے گا تو قصر کرے گا اور اگر

خشکی کے راستہ سے جائے گا تو قصر نہ کرے گا، اگر خشکی کے راستہ سے تین دن میں پہنچ جاتا ہے اور دریا کے راستہ سے دو دن میں تو خشکی کے راستہ میں قصر کرے، اور دریا کے راستہ میں قصر نہ کرے۔ دریا کے راستہ میں تین دن اس حالت کے معتبر ہیں جو نہایت معتدل ہو نہ بہت تیز ہو، نہ ساکن، اسی طرح پہاڑ میں وہاں کی متوسط رفتار کے تین دن معتبر ہیں اگرچہ ہموار زمین میں وہ راستہ تین دن سے کم میں طے ہو جائے اگر ایک جگہ کی مسافت متوسط رفتار سے تین دن کے برابر تھی، اور ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت گرم و تیز دو دن یا اس سے بھی کم میں پہنچ گیا تو قصر کرے گا (جوہرہ نیرہ) چار رکعتوں کی نماز میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں (ہدایہ)، ہمارے نزدیک قصر واجب ہے (خلاصہ) اگر چار رکعت پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد بقدر تشہد قعدہ کیا تو نماز جائز ہو جائے گی اور اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن اس کا یہ فعل برا ہے، اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہو گئی، اور اگر دوسری رکعت کے بعد التحیات کے بقدر قعدہ نہ کیا تو نماز باطل ہو جائے گی (ہدایہ)

اسی طرح اگر پہلی دو رکعتوں میں ایک رکعت میں قرارت چھوڑ دی تو ہمارے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی (تاتارخانیہ) سفر کا حکم ہر مسافر کے لئے ہے، طاعت کیلئے سفر کرنا اور معصیت کے لئے سفر کرنا برابر ہے (محیط) اسی طرح سوار اور پیادے کا حکم برابر ہے (تہذیب) سنتوں میں قصر نہیں ہے (محیط سرخسی) بعض فقہا نے مسافر کے لئے سنتوں کا چھوڑنا جائز رکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں سنت نہ پڑھے اور امن و سکون کی حالت میں سنتیں پڑھے (وجیز کردری) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسافر جب شہر سے باہر نکل جائے اور شہر کے مکانات پیچھے رہ جائیں تو قصر شروع کر دے (محیط) غیاثیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) صحیح یہ ہے کہ شہر کی آبادی سے نکل جانے کا اعتبار ہے آبادی کا اعتبار نہیں ہے، لیکن اگر ایک یا کئی گاؤں شہر پناہ سے ملے تو ان سے نکل جانا بہتر ہو گا اور جو گاؤں فنا شہر سے متصل ہے اس کے باہر نکلنے سے پہلے بھی قصر کر سکتا ہے (محیط) اسی طرح سفر سے جب اپنے شہر کی طرف لوٹے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو قصر کرتا رہے، صرف نیت کر لینے سے انسان مسافر نہیں ہو جاتا جب تک شہر سے باہر نہ چلا جائے البتہ مقیم صرف نیت کرنے سے ہو جاتا ہے (محیط سرخسی)

شہر کی جس جانب سے باہر نکلا ہے اسی جانب کا اعتبار ہے پس اگر ایک طرف شہر سے باہر نکل گیا اور دوسری طرف سے شہر کے مکانات اس کے محاذی ہیں تو قصر کرے گا (تبیین)، شہر کی جس جانب سے باہر نکلا ہے، اگر اس طرف کوئی ایسا محلہ ہے جو اب شہر سے جدا ہو گیا اور پہلے وہ ملا ہوا تھا تو جب تک اس محلہ سے باہر نہ جائے نماز میں قصر نہ کرے (خلاصہ)، مسافر کے لئے رخصت کا حکم اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب تین دن کے سفر کا ارادہ کرے اور اگر اتنے دن کا ارادہ نہ کیا، تو اگرچہ تمام دنیا کا چکر کرے رخصت سفر کا حکم ثابت نہ ہو گا، مثلاً کسی بھاگے ہوئے یا قرضدار کا پیچھا کیا، یا اسی طرح کا اور سفر کیا جس میں تین دن کے سفر کا قصد نہیں کیا تو رخصت سفر ثابت نہ ہو گی، سفر کے ارادہ میں صرف غلبہ ظن معتبر ہے یقین شرط نہیں ہے، یعنی اگر گمان غالب ہے، کہ تین دن کا سفر کرے گا تو قصر کرے (تبیین) یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں نیت کی اہلیت ہو پس اگر ایک لڑکے اور ایک نصرانی دونوں نے سفر کیا، اور دو دن تک چلے پھر لڑکا بالغ ہو گیا، یا نصرانی مسلمان ہو گیا، تو لڑکا پوری نماز پڑھے گا، اور نصرانی (جو مسلمان ہوا ہے)، قصر کرے گا (زاہدی) جب تک کسی دیہات یا شہر میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تب تک سفر کا حکم برابر جاری رہے گا (ہدایہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب تین دن تک چلے اگر تین دن تک نہ چلا اور لوٹنے کا ارادہ کیا، یا اقامت کی نیت کی تو جنگل میں بھی مقیم ہو جائے گا۔

نیتِ اقامت کی شرط

اقامت کی نیت پانچ شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے (۱) پہلی بات یہ ہے کہ چلنا موقوف کرے پس اگر اقامت کی نیت کی اور برابر چلتا رہا تو نیت صحیح نہ ہو گی (۲) دوسری شرط یہ ہو کہ مسافر

نے جس جگہ ٹھیرنے کی نیت کی ہے وہ جگہ ٹھیرنے کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر جنگل میں، دریا میں، یا جزیرے میں ٹھیرنے کی نیت کرلی تو صحیح نہ ہوگی (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھیرنے کی نیت کرے (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ برابر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھیرنے کی نیت کرے (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس کی رائے مستقل ہو (معراج الدرایہ)

شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کا لشکر کسی جگہ کا قصد کرے اور ان کے ساتھ سائبان اور چھوٹے بڑے ڈیرے ہیں، اور وہ راستہ میں کسی جگہ جنگل میں اتر کر ڈیرے کھڑے کردیں اور وہاں پندرہ دن ٹھیرنے کا ارادہ کریں تو مقیم نہ ہوں گے، اس لئے کہ یہ سب بے چلنے کا سامان ہے مسکن نہیں ہے (محیط) جنگل کے لوگ جو ہمیشہ ڈیرے وغیرہ ڈال کر جنگل میں رہتے ہیں، ان کی نیت کر لینے سے مقیم ہو جانے میں فقہا کا اختلاف ہے، حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں مقیم نہیں ہوتے، اور دوسری روایت کے مطابق مقیم ہو جاتے ہیں، اسی قول پر فتویٰ ہے (غیاثیہ) اگر پندرہ دن سے کم ٹھیرنے کی نیت کرے تو قصر کرے گا (ہدایہ) اگر کسی شہر میں برس ہا برس یہ ارادہ کرتا رہا کہ جب اس کا کام ہو جائے گا تو چلا جائے گا، اور پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت نہ کی تو برابر قصر کرے گا (تہذیب) حج کو جانے والے لوگ جب بغداد پہنچ جائیں اور وہاں ٹھیرنے کی نیت نہ کریں، لیکن یہ ارادہ ہے کہ قافلہ کے بغیر نہ جائیں گے، بلکہ قافلہ کے ساتھ جائیں گے، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ قافلہ پندرہ یا اس سے زیادہ دنوں کے بعد جائے گا، تو یہ لوگ پوری چار رکعتیں پڑھیں قصر نہ کریں۔ اگر ایک شخص نے دو مقام پر پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کی، اور وہ دونوں مقام الگ الگ ہیں، جیسے مکہ، منیٰ، کوفہ و حیرہ وغیرہ تو وہ مقیم نہ ہوگا، اور اگر ایک مقام دوسرے مقام کا تابع ہے یہاں تک کہ ایک مقام کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہوتا تو مقیم ہو جائے گا، اگر دو بستیوں میں پندرہ دن اسی طرح ٹھیرنے کی نیت کرے کہ دن میں ایک بستی میں رہے گا اور رات کو دوسری بستی میں تو جب رات بسر کرنے کے لئے بستی میں داخل ہوگا تو مقیم ہو جائے گا (محیط سرخسی)، اور دن کی رہنے والی بستی میں جب داخل ہوا تھا تو داخل ہونے سے مقیم نہ ہوگا (خلاصہ) کتاب المناسک میں ہے کہ حاجی اگر ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ میں داخل ہو جائے اور پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو عرفات میں ضرور جانا پڑے گا، اور شرط متحقق نہ ہوگی۔

عیسیٰ ابن ابان کے فقہ سیکھنے کا سبب!

لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن ابان کے فقہ سیکھنے کا سبب یہی مسئلہ بنا، وہ ان دنوں طلب حدیث میں مشغول تھے انکا بیان ہے، کہ میں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور وہاں ایک مہینہ ٹھیرنے کی نیت کرلی اور پوری نماز پڑھتا رہا، اصحاب ابوحنیفہؒ میں سے ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے فرمایا کہ تم نے غلطی کی، اس لئے کہ تمہیں عرفات جانا پڑے گا، پھر جب میں منیٰ سے لوٹا تو میرے ساتھی نے سفر کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے بھی اس کی رفاقت کا ارادہ کرلیا اور نماز میں قصر شروع کردیا، پھر جب صاحب ابوحنیفہؒ سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا، تم نے پھر غلطی کی، اس لئے کہ تم ابھی مکہ میں مقیم ہو جب تک اس سے باہر نہ نکلو گے مسافر نہ ہوگے تب مجھے خیال ہوا کہ ایک مسئلہ میں دو جگہ میں نے ٹھوکر کھائی ہے، اس کے بعد میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور فقہ میں مشغول ہو گیا (بحر الرائق)، اگر دار الحرب میں کسی شہر کا یا دار الاسلام میں باغیوں کا ایسی جگہ محاصرہ کریں جہاں شہر نہیں ہے اور پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کریں تب بھی نماز میں قصر کیا جائے گا، اس لئے کہ ایسے مواقع پر قرار بھی ہوتا ہے اور فرار بھی، پس وہ لوگ اگرچہ گھروں میں ہوں تب بھی نیت کا اعتبار نہیں ہے (تمرتاشی)، اسی بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی تاجر اپنی کسی ضرورت سے شہر میں داخل ہوا اور ضرورت کے ماتحت پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرلی تو مقیم نہ ہوگا اس لئے کہ صورت حال یہ ہے جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی تو چلا جائے گا اور اگر ضرورت پوری نہ ہوئی تو ٹھیرا رہے گا، پس اس کی نیت مضبوط نہیں ہے اور یہ مسئلہ اس شخص

پر حجت ہے جو یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قریب جگہ جانیکا ارادہ کرے اور یہ چاہے کہ اسے سفر کی رخصتیں حاصل ہوں، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی دور جگہ کے سفر کی نیت کرے یہ مسئلہ غلط ہے (بحر الرائق میں معراج الدرایہ سے منقول ہے) ایک شخص دار الحرب میں امن طلب کرکے داخل ہوا اور موضع اقامت میں اقامت کی نیت سے سکونت پذیر ہوا تو اس کی نیت صحیح ہے (خلاصہ) اگر دار الحرب میں سے کوئی شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا، اور کافروں کو اس کے اسلام کی خبر ہوئی اور وہ لوگ قتل کرنے کے لئے اس کو تلاش کرنے لگے وہ خوفزدہ ہوکر تین دن کے سفر کا ارادہ کرکے وہاں سے بھاگ گیا تو مسافر ہو جائے گا اگرچہ کسی جگہ ایک مہینہ تک یا اس سے بھی زیادہ چھپا ہوا رہے، اس لئے کہ اب وہ ان سے لڑنے والا ہو گیا یہی حکم اس شخص کا ہے، جو امن مانگ کر دار الحرب میں داخل ہوا تھا اور پھر وہ لوگ اپنا عہد و پیمان توڑ کر اس کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے، اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص دار الحرب کے کسی شہر میں مقیم تھا جب وہاں کے لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا تو یہ اسی شہر میں کہیں چھپ گیا، یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اس لئے کہ وہ اس شہر میں مقیم تھا، جب تک وہاں سے باہر نہ نکلے گا مسافر نہ ہوگا، اسی طرح اگر دار الحرب میں سے کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے، اور دار الحرب والوں نے ان سے لڑائی شروع کردی، جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو اگر وہ اپنے شہر میں ہیں تو پوری نماز پڑھیں، اسی طرح دار الحرب والے اگر ان کے شہر پر غالب آجائیں اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کرکے وہاں سے نکل جائیں، تب بھی وہ پوری نماز پڑھیں گے، اور اگر تین دن کے سفر کا ارادہ کرکے نکلے ہیں تو نماز میں قصر کریں گے، اگر وہ لوگ پھر اپنے شہر میں واپس آجائیں اور مشرکین اس شہر میں آنے سے ان کا تعارض نہ کریں، تو پوری نماز پڑھیں گے، اگر مشرکین مسلمانوں کے شہر پر غالب آجائیں، اور اقامت اختیار کرلیں، پھر مسلمان اپنے شہر کی طرف واپس ہوں اور مشرکین اس کو خالی کردیں تو دیکھیں گے اگر مسلمان اس شہر میں اپنے گھر اور مکانات بنا لیتے ہیں اور وہاں سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو وہ دار الاسلام سمجھا جائے گا، اور اسمیں پوری نماز پڑھیں گے، اور اگر وہاں گھر وغیرہ تعمیر کرنے کا خیال نہیں ہے بلکہ ایک مہینہ ٹھہر کر دار الاسلام میں آنے کا ارادہ ہے تو نماز میں قصر کریں گے۔

دار الحرب میں ایک مسلمان قیدی تھا وہ ان کے ہاتھ سے دفعتاً چھوٹ گیا اور کسی غار وغیرہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو وہ مقیم نہ ہوگا (خلاصہ) تجنیس میں ہے کہ اگر مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہوا اور کسی شہر پر غالب آگیا اور اسمیں اپنے گھر وغیرہ تعمیر کرلئے تو پوری نماز پڑھیں، اور اگر اس میں اپنے گھر وغیرہ تعمیر نہ کئے، لیکن ایک مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو نماز میں قصر کریں (بحر الرائق)، جو شخص دوسرے کا تابع ہو اور اس کی اطاعت اس پر لازم ہو تو وہ اسی کی اقامت سے مقیم ہو جاتا ہے اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہو جاتا ہے (محیط سرخسی)، پس شہر میں امیر کی اقامت کی نیت کرنے سے فوج کا سپاہی جنگل میں مقیم ہو جائے گا (کافی، نواقض وضو)، اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے اقامت کرسکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے اختیار سے اقامت نہیں کرتا وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوتا یہانتک اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاد کے ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے امیر کے ساتھ سفر کریں تو ظاہر روایت کے مطابق وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوں گے (محیط) عورت اپنے شوہر کے تابع اس وقت ہوتی ہے جب وہ اس کا مہر معجل ادا کردے اور اگر مہر معجل ادا نہ کیا ہو تو دخول سے پہلے تابع نہ ہوگی سپاہی اپنے امیر کا تابع اس وقت ہوتا ہے جب اس کا کھانا امیر کے پاس سے ہو (تبیین) لیکن اگر وہ اپنے پاس سے کھانا کھاتا ہے، تو اس کی نیت کا اعتبار ہے (ظہیریہ) ایک شخص قرض کے سلسلہ میں گرفتار ہو گیا، اور وہ قرض خواہ کی حوالات میں ہے تو اس میں صاحب قرض کی نیت کا اعتبار ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب قرضدار اپنا قرض ادا نہیں کرسکتا اور اگر اپنا قرض ادا کرسکتا ہو تو قرضدار کی نیت کا اعتبار ہے، اور اگر یہ ارادہ ہے کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے گا تو وہ مفلس کے حکم میں

ہے (مضمرات) اگر سفر میں غلام کے دو مالک ہیں ایک نے اقامت کی نیت کی اور دوسرے نے اقامت کی نیت نہ کی، پس اگر ان دونوں نے اس غلام کو نوبت بہ نوبت خدمت کے لئے مقرر کیا ہے تو غلام مقیم کی خدمت کے روز پوری نماز پڑھے اور مسافر کی خدمت کے روز قصر کرے اور اگر خدمت کا دن متعین نہیں ہے تو اس کو چاہیئے، کہ اصل کے اعتبار سے چار رکعات پڑھے، اور دو رکعتوں کے بعد احتیاطاً ضرور قعدہ کرے (غیاثیہ) اگر تابع کو اپنے اصل کی اقامت کا حال معلوم نہیں ہے تو بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مقیم ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ مقیم نہیں ہوتا اور یہی اصح ہے، اس لئے کہ حکم معلوم ہونے سے پہلے حکم لازم ہو جانے میں حرج و نقصان ہے اور یہ شریعت میں مدفوع ہے، غلام جب اپنے آقا کے ساتھ نکلے، تو اسے چاہیئے کہ اس سے دریافت کرے اگر نہ بتلائے تو پوری نماز پڑھے، اگر چند روز چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا، پھر اس کے مالک نے بتایا کہ میں جب سے باہر نکلا ہوں سفر کے ارادہ سے باہر نکلا ہوں تو صحیح یہ ہے کہ وہ اس کا اعادہ نہ کرے، اسی سبب کے ماتحت جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (محیط سرخسی)

اگر غلام نے اپنے مالک کی امامت کی اور اس جماعت میں اور بھی مسافر ہیں اور ایک رکعت کے بعد مالک نے اقامت کی نیت کر لی تو اس کی نیت اس غلام کے حق میں صحیح ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور جماعت والوں پر اس کا حکم جاری نہ ہوگا پس غلام کو چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھیں، پھر مسافروں میں سے ایک شخص کو سلام پھیرنے کے لئے آگے بڑھا دے پھر غلام اور مالک کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کریں، اور ہر ایک ان دونوں میں سے چار رکعتیں پڑھے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ مالک اپنی نیت غلام کو اس طرح بتا دے کہ غلام کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے اور پھر دو انگلیاں کھڑی کرے اور ان سے اشارہ کرے، پھر چار انگلیاں کھڑی کرے اور ان چار انگلیوں سے اشارہ کرے (محیط) اگر مسافر نے نماز کے وقت کے اندر نماز پڑھتے ہوئے اقامت کی نیت کر لی تو پوری نماز پڑھے، خواہ منفرد ہو، یا مقتدی ہو، یا مسبوق ہو، یا مدرک، اگر لاحق ہے اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کر لی، تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کی اور لاحق نے اقامت کی نیت کے بعد کلام کر لیا اور نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر نماز کا وقت نکلگیا ہے تو دو رکعتیں پڑھے (محیط سرخسی) اور اگر وقت نکل گیا، اور وہ نماز پڑھ رہا ہے، پھر اقامت کی نیت کر لی تو قصر ہی پڑھے گا (خلاصہ) مسافر نے اگر سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اس پر سجدۂ سہو واجب تھا، تو اس نماز میں اس کی نیت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ اس نے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی، اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اگر سجدۂ سہو کی طرف عود کرے گا، تو اس کے فرض چار ہو جائیں گے اور نماز کے اندر سجدہ واقع ہوگا، اس لئے نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر سجدۂ سہو ادا کر لیا اور پھر اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس کی نماز کی چار رکعات جائیں گی، خواہ ایک سجدہ کیا ہو یا دو سجدے کئے ہوں،

اگر سجدہ کے اندر اقامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے، اس لئے کہ جب اس نے سجدہ کیا، تو نماز کا تحریمہ پھر عود کر آیا اور اس کی ایسی صورت ہو گئی گویا کہ اس نے نماز کے اندر اقامت کی نیت کر لی ہے اگر ایک شخص نماز کے شروع وقت میں مسافر تھا اور وہ نماز اس نے قصر سے پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کا فرض نہ بدلے گا اور اگر ابھی تک نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ نماز کے آخر وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو فرض کی چار رکعات ہو جائیں گی، اگرچہ اتنا وقت باقی نہیں ہے جس میں پوری نماز ادا کر سکے بلکہ تھوڑی سی نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وقت گذرنے کے بعد اقامت کی نیت کی تو سفر کی نماز قضا کریگا (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی اور ظہر ہی کے وقت میں سفر شروع کر دیا پھر عصر کی نماز وقت پر پڑھی، پھر سورج غروب ہونے سے پہلے سفر ترک کر دیا، پھر اسے یاد آیا کہ ظہر اور عصر کی نماز اس نے بے وضو پڑھی تھی، تو ظہر کی چار رکعات پڑھے اور عصر کی چار رکعات پڑھے اور اگر ظہر و عصر کی نماز ایسی

یا جانور پر اندیشہ ہو، یا چور، درندہ اور دشمن کا خوف ہو، یا جانور ایسا شریر ہے کہ اگر اس پر سے اترا تو دوسرے کی مدد کے بغیر نہ چڑھ سکے گا، یا اتنا زیادہ بوڑھا ہو، کہ ضعف کی وجہ سے وہ خود نہیں چڑھ سکتا اور دوسرا کوئی چڑھانے والا نہیں ہے، یا تمام زمین میں کیچڑ ہو، کہیں خشک جگہ نماز کے لئے نہ ہو (محیط) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کیچڑ اس قدر زیادہ ہو کہ سجدہ میں اس کا منہ دھنس جائے اور اگر اتنی کیچڑ نہیں ہے صرف زمین تر ہے تو زمین ہی پر نماز پڑھے (خلاصہ) ان اعذار کی بنا پر اگر فرض نماز سواری پر پڑھی اور پھر اترنا ممکن ہو گیا تو نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے (سراج الوہاج) معذور اگر جانور روک سکتا ہے تو جانور روک کر اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر جانور نہ روکا تو نماز جائز نہ ہوگی (مضمرات) گاڑی اگر ایک طرف سے جانور کے اوپر ہے، وہ چل رہی ہو، یا ٹھہری ہوئی ہو اس میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر کسی طرف سے جانور پر نہیں ہے تو یہ تخت کے حکم میں ہے، اور اسی طرح اگر اپنے محمل کے نیچے ایک لکڑی گاڑی جس سے وہ زمین پر ٹھہر گئی جانور پر نہ رہی تو یہ زمین کے حکم میں ہوگی (تبیین)

جانور پر اگر نجاست ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور بعض نے کہا ہے اگر زین پر یا رکابوں پر نجاست لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی، اور بعض نے کہا ہے اگر صرف رکابوں پر ہو تو نماز جائز ہوگی اور اصح یہ ہے کہ نجاست زین پر ہو یا رکابوں میں کہیں مانع نماز نہیں ہے (عینی شرح کنز) کشتی میں نماز پڑھی اور وہ کشتی سے باہر نکلنے پر قادر ہے تو مستحب یہ ہے کہ فرض نماز کے لئے کشتی سے باہر نکلے (محیط سرخسی) اگر کشتی چل رہی ہو اور کھڑے ہونے پر قادر ہے اور اس کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور امام محمد اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر کشتی بندھی ہوئی ہو اور چلتی نہ ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے (تہذیب) اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وہ کشتی بندھی ہوئی اور زمین پر ٹھہری ہوئی ہے تو جائز ہے، اور اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہوئی نہیں ہے اور اس سے باہر نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہ ہوگی (محیط سرخسی) اگر کشتی دریا کے اندر ٹھہری ہوئی ہے اور وہ ہل رہی ہے تو اصح یہ ہے کہ اگر ہوا سے خوب ہل رہی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کے حکم میں ہے اور اگر ہوا سے کچھ کچھ ہلتی ہو تو ٹھہری ہوئی کشتی کے حکم میں ہے (تمرتاشی) اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر میں درد ہو جاتا ہے، تو کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز ہے (خلاصہ)

کشتی میں نماز شروع کرتے ہوئے قبلہ کیطرف منہ کرنا لازم ہے (کافی باب الصلوٰۃ المریض) جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا اپنا منہ قبلہ کیطرف پھیرے، اور اگر قدرت کے باوجود منہ نہ پھیرے گا، تو نماز جائز نہ ہوگی، اگر کشتی میں اشاروں سے نماز پڑھی، حالاں کہ رکوع و سجدہ پر قادر تھا، سب کے قول کے مطابق نماز جائز نہ ہوگی (مضمرات باب صلوٰۃ المسافر) اگر کشتی کے اندر اقامت کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوگا، کشتی کے مالک اور ملاح کے لئے بھی یہی حکم ہے، لیکن کشتی اگر اس کے شہر یا گاؤں سے قریب ہے تو اس وقت اصل اقامت کی وجہ سے مقیم ہو جائے گا (محیط)

والوجیہ میں ہے، کہ اگر مقیم نے حالتِ اقامت میں کشتی میں نماز پڑھی جو دریا کے کنارے پر لگی ہوئی تھی، پھر وہ کشتی ہوا کی وجہ سے چل نکلی اور وہ کشتی کے اندر نماز پڑھ رہا ہے، اور اس وقت اس نے سفر کی نیت کر لی تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ مقیم کیطرح پوری نماز پڑھے گا، اور حجۃ میں ہے کہ فتویٰ احتیاطاً حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، عتابیہ میں ہے کہ اگر مسافر نے کشتی کے اندر شہر سے باہر نماز شروع کی اور اسی حالت میں کشتی چلتے چلتے شہر میں داخل ہو گئی تو وہ پوری چار رکعتیں پڑھے گا (تاتارخانیہ) ایک شخص کشتی کے اندر ہے وہ اس شخص کی اقتدا نہیں کر سکتا، جو دوسری کشتی میں نماز پڑھ رہا ہے، لیکن اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی

ہوں تو اقتدا جائز ہے، (خلاصہ) نوازل میں ہے اگر دو کشتیاں آپس میں اس طرح پر ہوں کہ بغیر کسی دقت کے ایک کشتی سے دوسری کشتی میں کود سکتا ہے تو یہ دونوں ملی ہوئی کشتیوں کے حکم میں ہوں گی اور دونوں جماعتوں کی نمازیں جائز ہوں گی (تاتار خانیہ) ایک شخص زمین پر کھڑا ہے اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جو کشتی میں ہے یا ایک شخص کشتی میں ہے اور وہ ایسے شخص کی ابتدا کرے جو زمین پر ہے تو دیکھیں گے اگر ان کے درمیان میں راستہ یا نہر کا فاصلہ ہے تو اقتدا جائز نہ ہوگی اور اگر راستہ یا نہر کا فاصلہ نہیں ہے تو اقتدا جائز ہوگی اگر کشتی کے سائبان پر کھڑے ہو کر ایسے امام کی اقتدا کی جو کشتی میں ہے تو اس کی اقتدا صحیح ہے، لیکن اگر امام سے آگے بڑھ گیا تو صحیح نہ ہوگی (محیط) اگر نماز کے اندر کشتی باندھے تو از سر نو نماز پڑھے اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے (محیط)

سولھواں باب

جمعہ کی نماز کا بیان

جمعہ کی نماز فرض عین ہے (تہذیب) نماز پڑھنے والے پر جمعہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب اسمیں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں (۱) آزاد ہو (۲) مرد ہو (۳) مقیم ہو (۴) تندرست ہو (کافی) (۵) چلنے پر قادر ہو (بحر الرائق) (۶) بینا ہو (تمرتاشی) پس غلام پر، عورتوں پر، مسافر پر، مریض پر جمعہ واجب نہیں ہے (محیط سرخسی) لنگڑے پر بالاجماع جمعہ واجب نہیں ہے (محیط) اگر اس کو کوئی اٹھا کر لیجانے والا ہو تب بھی اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا (زاہدی) اسی طرح نابینے کے پاس اگر کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ کر لیجا سکتا ہے تب بھی اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا (سراجیہ) بوڑھا جو بہت مضمحل ہو گیا ہے وہ مریض کے حکم میں ہے اس پر بھی جمعہ واجب نہ ہوگا، اگر موسلا دھار بارش ہو، یا کوئی شخص ظالم بادشاہ کے خوف سے چھپ جائے تو جمعہ ساقط ہو جائے گا (فتح القدیر) آقا کو اس بات کا اختیار ہے کہ غلام کو جمعہ اور عیدین میں جانے سے منع کرے، مکاتب[1] پر جمعہ واجب ہے اگر غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو جائے اور باقی کے لئے کوشش کر رہا ہو، تو اس پر بھی جمعہ واجب ہے، عبد ماذون[2] پر اور اس غلام پر جو روزانہ کچھ دیتا ہو جمعہ واجب نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) وہ غلام جو جامع مسجد کے دروازہ پر مالک کے جانور کی حفاظت کے لئے مقرر ہے، کیا وہ جمعہ ادا کرے، اس میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اگر جانور کی حفاظت میں خلل واقع نہ ہو تو جمعہ پڑھے (عینی شرح ہدایہ) آقا کو اختیار ہے کہ اپنے نوکر کو جمعہ میں جانے سے منع کرے، یہ قول امام ابو حفص کا ہے اور ابو علی دقاق نے کہا ہے، کہ شہر کے اندر اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر جامع مسجد دور ہوگی، تو جتنی دیر وہ جمعہ میں مشغول ہوا ہے اتنی دیر کی اجرت ساقط ہو جائے گی، اگر جامع مسجد دور نہیں ہے تو اجرت کچھ ساقط نہ ہوگی اور جو اجرت کم ہو گئی ہے اس کے مطالبہ کا اجیر کو اختیار نہ ہوگا (محیط)

ظاہر متون سے دقاق کا قول ثابت ہوتا ہے (بحر الرائق) جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر وہ جمعہ پڑھے تو اس وقت کا فرض ادا ہو جائے گا (کنز)

---

[1] مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں، جس سے آقا نے ایک متعین رقم پر یہ معاملہ کر لیا ہو کہ اگر وہ اتنی رقم کما کر دے گا تو مولا اس کو آزاد کر دے گا،

[2] عبد ماذون، اس غلام کو کہتے ہیں، جس کو آقا نے معاملات، مثلاً بیع و شرا کی اجازت دے دی ہو،

جمعہ ادا ہونے کی شرائط

جمعہ ادا ہونے کی چند شرائط ہیں، جو نماز پڑھنے والے سے خارج ہیں

(۱) مصر، ظاہر روایت کے مطابق مصر وہ جگہ ہے، جہاں مفتی اور قاضی ہو جو حدود کو قائم کریں، اور احکام جاری کریں (کافی) اور کم از کم اس کی آبادی منیٰ کے برابر ہو (ظہیریہ) فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے (تاتار خانیہ) حدود کے قائم کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان کے جاری کرنے پر قدرت ہو (غیاثیہ) جس طرح جمعہ کا ادا کرنا مصر میں جائز ہے، اسی طرح اس کا ادا کرنا فنائے مصر میں جائز ہے اور فنار مصر وہ مقام ہے جو مصر کی مصلحتوں کے لئے اس کے متصل مقرر کیا جائے اور جو شخص ایسی جگہ مقیم ہو کہ اس کے اور شہر کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو جائے اور اس میں کھیت اور چراگاہ آجائیں، جیسے بخارا کا قلعہ تو وہاں کے لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہوگا، اگرچہ اذان کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو، ایک میل یا کئی میل کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے (خلاصہ) فقیہہ ابوجعفر نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہم اللہ سے یہی روایت بیان کی ہے شمس الائمہ حلوائیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں) دیہاتی جب شہر میں داخل ہو اور جمعہ کے دن ٹھیرنے کی نیت کرے، تو اس پر جمعہ لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس دن وہ بھی شہر کے رہنے والوں کے حکم میں ہے، لیکن اگر یہ نیت ہو کہ وہ جمعہ کا وقت داخل ہونے سے پہلے یا بعد میں چلا جائے گا تو اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا لیکن اگر جمعہ پڑھ لے گا تو اجر پائے گا (فتاویٰ قاضی خاں تجنیس محیط)

دیہاتی اور جنگلوں کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، ان کے لئے جائز ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت اذان اور اقامت سے ادا کریں، مسافر اگر جمعہ کے روز شہر میں نماز پڑھیں، تو الگ الگ نماز پڑھیں، یہی حکم شہر والوں کا ہے اگر ان سے جمعہ فوت ہو جائے، قیدی اور مریضوں کا بھی یہی حکم ہے، ان کیلئے جماعت مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) منیٰ کے اندر موسم حج میں خلیفہ یا امیر حجاز کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے، امیر موسم کو جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے (وقایہ) خواہ امیر موسم مسافر ہو یا مقیم، لیکن اگر امیر عراق یا امیر مکہ کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے، اور بعض نے کہا اگر وہ مقیم ہے تو جائز ہے اور مسافر ہے تو جائز نہیں، پہلا قول صحیح ہے (بدائع) اس موسم کے سوا دیگر ایام میں وہاں جمعہ جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) عرفات میں بالاتفاق جمعہ جائز نہیں (کافی) ایک شہر میں جمعہ متعدد جگہوں پر ادا ہو سکتا ہے یہ قول حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی اصح ہے، امام سرخسی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہی ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں (بحر الرائق)

اگر جمعہ کے روز بارش زیادہ ہو جائے اور لوگ جمعہ میں حاضر نہ ہو سکیں تو جائز ہے (خلاصہ) جس جگہ جمعہ کے جائز ہونے میں شک ہو، اس لئے کہ اس کے مصر ہونے میں شک ہے یا کوئی اور وجہ ہے اور وہاں کے باشندے جمعہ قائم کریں تو جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات بہ نیت ظہر ادا کر لینی مناسب ہے، تاکہ جمعہ اگر اپنے وقت پر ادا نہ ہو تو اس وقت کا فرض یقیناً ادا ہو جائے (کافی محیط) پھر اس کی نیت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ نیت کرنی چاہیئے کہ میرے ذمہ جو آخر ظہر کی نماز ہے وہ میں ادا کرتا ہوں، یہی احسن ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ یوں کہے ظہر کے آخر کا جو وقت میں نے پایا ہے، اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی ہے میں اس نماز کی نیت کرتا ہوں (تنبیہ) فتاویٰ آہو میں ہے کہ ہمارے ملک میں جمعہ کے بعد چار

رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، ان چاروں رکعات میں الحمد اور سورۃ پڑھنی چاہیئے (تاتارخانیہ)

(۲) بادشاہ کا ہونا

عادل ہو، یا ظالم (تاتارخانیہ میں نصاب سے منقول ہے) امیر، قاضی اور خطیب بھی بادشاہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جب کہ بادشاہ اس کو حکم کرے (عینی شرح ہدایہ) یہاںتک کہ بادشاہ یا اس کے قائم مقام کے حکم کے بغیر جمعہ کا قائم کرنا جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر ایک شخص نے جمعہ کے دن امام کی اجازت کے بغیر خطبہ پڑھا اور امام موجود ہے تو جائز نہ ہوگا، اور اگر امام نے اس کو حکم دیا ہے تو جائز ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر امیر بیمار ہے اور اس کے کوتوال نے نماز پڑھادی تو اس کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی (تاتارخانیہ میں جامع الجوامع سے منقول ہے) غلام اگر کسی ضلع کا حاکم ہو جائے اور جمعہ پڑھائے تو جائز ہے (خلاصہ) جمعہ کی نماز ایسے شخص کے پیچھے جائز ہے جو غلبہ پاکر حاکم بن بیٹھا ہے اور خلیفہ کیطرف سے اس کے پاس کوئی فرمان نہیں ہے، لیکن اس کی خصلت امرا جیسی ہے اور وہ اپنی رعایا پر حکمراں بنکر احکام جاری کرتا ہے، عورت اگر بادشاہ ہے تو جمعہ قائم کرنے کے لئے اس کا حکم کرنا جائز ہے خود اس کا جمعہ پڑھانا جائز نہیں ہے (فتح القدیر)

ہمارے زمانہ میں صحیح یہ ہے کہ صاحب شرط جو شحنہ والی اور قاضی کے نام سے مشہور ہوتا ہے جمعہ قائم نہ کرے، اس لیے کہ اس کو اس قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے، لیکن اگر یہ کام ان کے ذمہ ہے، اور ان کے فرمان میں درج ہے، تو جمعہ جائز ہے (غیاثیہ) ایک شہر کے والی کا انتقال ہو گیا، اور اس کے خلیفہ، صاحب شرط یا قاضی نے نماز پڑھائی، تو جائز ہوگی، اور اگر وہاں ان میں سے کوئی نہ ہو، اور سب آدمی ایک شخص کو امامت کے لئے متعین کردیں اور وہ نماز پڑھائے تو جائز ہے (سراجیہ) اگر امام سے اجازت لینا مشکل ہو اور لوگ جمع ہو کر ایک شخص کو متعین کرلیں اور وہ جمعہ پڑھائے تو جائز ہے (تہذیب) خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جانب سے والی اور امیر مسلمانوں کے انتظام کے لئے مقرر تھے، تو جب تک وہ معزول نہ کئے جائیں گے اسی طرح ولایت پر باقی رہیں گے اور جمعہ قائم کریں گے (محیط سرخسی) امیر کا خطبہ کے لئے اجازت دینا جمعہ کی اجازت کے قائم مقام ہوگا، اور جمعہ کے لئے اجازت دینا خطبہ کی اجازت کے قائم مقام ہوگا، اگر امیر کسی شخص کو حکم کرے کہ خطبہ پڑھو اور نماز نہ پڑھاؤ تو اس شخص کو نماز پڑھانا جائز ہوگا (زاہدی) ایک لڑکا یا نصرانی کسی شہر کا حاکم ہوگیا، پھر وہ نصرانی مسلمان ہو جائے، یا لڑکا بالغ ہو جائے، تو جب تک خلیفہ کی طرف سے نیا حکم نہ ملے تب تک وہ جمعہ قائم نہیں کر سکتے، لیکن اگر پہلے ہی سے خلیفہ نے نصرانی کو بشرطِ اسلام اور لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد جمعہ پڑھانے کی اجازت دے دی تو نئے حکم کی حاجت نہ ہوگی (تہذیب)

خلیفہ اگر سفر کرے اور گاڑی میں ہو، تو وہاں اس کو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اور اگر اپنی ولایت کے کسی شہر میں گذرے اور وہ مسافر ہے تو جائز ہے، اس لئے کہ دوسروں کی نمازیں جب اس کی اجازت سے جائز ہوتی ہیں اسکی نماز بدرجہ اولی جائز ہوگی، اگر امام نے ایک جگہ کو "مصر" مقرر کردیا، اس کے بعد وہاں سے دشمن کے خوف یا کسی اور بنا پر لوگ بھاگ گئے، پھر چند روز بعد وہاں آگئے، تو جب تک امام کیطرف سے نئی اجازت نہ ہوگی وہاں جمعہ قائم نہ کریں، اگر بادشاہ کسی شہر والوں کو جمعہ پڑھنے سے منع کرے تو وہ جمعہ نہ پڑھیں، فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے، جب بادشاہ کسی مصلحت کیوجہ سے یہ حکم کرے اور ارادہ کرے کہ آئندہ وہ جگہ مصر نہ رہے گی، لیکن عداوت کی بنا پر یا وہاں کے لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اگر اس نے حکم دیا ہے، تو شہر والوں کو اختیار ہے، کہ کسی شخص پر اتفاق کر کے جمعہ کی نماز پڑھ لیں (ظہیریہ) امام اگر معزول ہو جائے، تو جب تک اس کی معزولی کا فرمان نہ آجائے یا دوسرا امیر اس کی جگہ مقرر ہو کر نہ آجائے، تو اس کو جمعہ پڑھانے کی اجازت ہے اور اگر معزولی کا فرمان آجائے یا اس کی جگہ دوسرا امیر مقرر ہو کر آجائے، تو اس کے بعد اس کا جمعہ پڑھانا

باطل ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر امام نے جمعہ کی نماز شروع کر دی پھر دوسرا والی یا امام مقرر کر دیا، تو وہ اسی طرح نماز پڑھاتا رہے (خلاصہ) جن شہروں کے والی کافر ہوں، وہاں مسلمانوں کا جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور قاضی مسلمانوں کی آپس کی رضامندی سے مقرر ہو سکتا ہے، اور وہاں کے لوگوں پر واجب ہے کہ مسلمان والی مقرر کرنے کی کوشش کرتے رہیں (معراج الدرایہ)

(۳) ظہر کا وقت ادا جمعہ کی شرائط میں ایک ظہر کا وقت ہے، اگر جمعہ کی نماز میں ظہر کا وقت خارج ہو جائے تو جمعہ فاسد ہو جائے گا، اگر بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد ظہر کا وقت ختم ہوا، تب بھی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہی حکم ہے (محیط) جمعہ پڑھنے والے کے لئے جائز نہیں، کہ اس پر ظہر کی نماز بنا کرے، اسلئے کہ دونوں نمازیں مختلف ہیں (تبیین) مقتدی اگر جمعہ کی نماز میں سو جائے اور وقت نکلنے کے بعد بیدار ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد بیدار رہوا اور وقت ابھی باقی ہے تو جمعہ پورا کرے (محیط)

(۴) نماز سے قبل خطبہ ادا جمعہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز سے قبل خطبہ پڑھا جائے اگر خطبہ کے بغیر جمعہ پڑھ لیں، یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھ لیں تو جائز نہیں ہے (کافی) خطبہ میں کچھ چیزیں فرض ہیں، اور کچھ سنت ہیں خطبہ میں فرض دو چیزیں ہیں، ایک "وقت" ہے، اور وہ زوال کے بعد اور نماز سے پہلے ہے، پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہ ہوگا (عینی شرح کنز) اور دوسرا فرض ذکر اللہ ہے (بحر الرائق) الحمد یا لاالہ الااللہ یا سبحان اللہ پڑھنا کافی ہے (یہ متنوں میں لکھا ہے) یہ اس صورت میں ہے جب خطبہ کے ارادہ سے پڑھے، لیکن اگر چھینک آئی، اور الحمدللہ یا سبحان اللہ پڑھا یا کسی چیز پر تعجب کرتے ہوئے لاالہ الااللہ پڑھا تو بالاجماع خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ) اگر اکیلے نے خطبہ پڑھ لیا یا عورتوں کے لئے پڑھا، تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا (معراج الدرایہ) اگر ایک یا دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور تین آدمیوں کے سامنے نماز پڑھی تو جائز ہے (خلاصہ) اگر خطبہ پڑھا اور سب لوگ سو رہے ہیں یا بہرے ہیں تو جائز ہوگا (عینی شرح ہدایہ)

جمعہ کے خطبہ کی پندرہ سنتیں خطبہ میں پندرہ سنتیں ہیں (۱) طہارت، اس لئے بے وضو اور جنبی کا خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) کھڑے ہونا (بحر الرائق) اگر بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ پڑھا تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں) (۳) قوم کیطرف متوجہ ہو جانا (۴) خطبہ سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ پڑھنا (۵) لوگوں کو خطبہ سنانا (۶) اگر لوگوں کو خطبہ نہ سنایا تو جائز ہے (۶) الحمد سے شروع کرنا (۷) اللہ کی ایسی تعریف کرنا جو اس کے لائق ہو (۸) اشہد ان لاالہ الااللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پڑھنا (۹) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا (۱۰) وعظ اور نصیحت کا ذکر کرنا (۱۱) قرآن شریف پڑھنا، اس کا چھوڑنا برا ہے (بحر الرائق) خطبہ میں پڑھنے کی مقدار چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت ہے (جوہرہ نیرہ) (۱۲) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود دوسرے خطبہ میں پڑھنا (۱۳) مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کی زیادتی کرنا (۱۴) خطبہ میں تخفیف کرنا، یعنی طوال مفصل میں سے کسی سورۃ کے برابر ہے اس سے زیادہ خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۱۵) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا (بحر الرائق) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار ظاہر روایت کے مطابق تین آیتوں کی مقدار ہے (سراج الوہاج میں فتاویٰ سے منقول ہے) شمس الائمہ سرخسی نے دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائے، اور اس کے سب اعضا اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں، اس سے زیادہ نہ بیٹھے، اور کھڑا ہو جائے (تاتارخانیہ) شمس الائمہ سرخسی نے جو ذکر کیا ہے

یہی مختار ہے (غیاثیہ) اصح یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کا چھوڑنا برا ہے (قنیہ) خطبہ سے پہلے بیٹھنا سنت ہے (عینی شرح کنز) خطیب میں شرط یہ ہے کہ اس میں جمعہ کی امامت کی صلاحیت ہو (زاہدی) خطیب کا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت سے منبر پر خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطیب کا بلند آواز سے خطبہ پڑھنا مستحب ہے اور دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کے لحاظ سے کم جہر کرے (بحر الرائق) دوسرا خطبہ اس طرح شروع کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ الخ، خطبہ میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں چچا اور خلفاء راشدین کا ذکر مستحسن ہے، اسی طرح برابر معمول چلا آرہا ہے (تجنیس)

خطیب کے لئے خطبہ دیتے ہوئے بات چیت کرنی مکروہ ہے، لیکن اگر کسی معروف شئی کا حکم کرے تو جائز ہے (فتح القدیر) خطیب کے سوا کسی دوسرے شخص کو نماز نہ پڑھانی چاہیئے (کافی) خطبہ پڑھنے کے بعد اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا، اور کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا اگر وہ شخص خطبہ میں حاضر تھا تو جائز ہے، اور اگر خطبہ میں حاضر نہ تھا تو جائز نہ ہوگا، اگر نماز شروع کرنے کے بعد وضو ٹوٹا، تو کسی بھی شخص کو خلیفہ بنانا جائز ہے (تہذیب)

جس وقت امام خطبہ پڑھنے کے لئے نکلے تو نماز نہ پڑھیں نہ آپس میں بات چیت کریں اور صاحبین کے نزدیک امام کے نکلنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور اسی طرح خطبہ پورا کرنے کے بعد اور نماز سے پہلے کوئی مضائقہ نہیں ہے (کافی) خواہ اس طرح کی بات چیت ہو، جسطرح آدمی آپس میں کیا کرتے ہیں، یا سبحان اللہ پڑھے، یا چھینک اور سلام کا جواب دے (سراج الوہاج) لیکن فقہ کو سمجھنا اور فقہ کی کتابوں پر نظر کرنا اور اس کو لکھنا ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر زبان سے نہ بولے، اور ہاتھ، سر یا آنکھوں سے اشارہ کردے، مثلاً ایک شخص کو برا کام کرتے دیکھا اور ہاتھ سے منع کردیا، یا کوئی خبر سنی اور سر سے اشارہ کردیا تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط) اور اس وقت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود مکروہ ہے (شرح طحاوی) خطبہ سننے میں جو شخص امام سے دور رہے، وہ قریب کے شخص کے حکم میں ہے، اور اس شخص کے لئے بھی خاموش رہنے کا حکم ہے، اور یہی مختار ہے (جواہر اخلاطی) اسی میں زیادہ احتیاط ہے (تبیین) بعض نے کہا کہ قرآن پڑھے، اور بعض نے کہا کہ ساکت رہے، اور یہی اصح ہے (محیط سرخسی) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں، یہاں تک کہ جب امام خطبہ پڑھے، تو اس مدت میں کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے (خلاصہ) خطیب کی طرف منہ کرنا مستحب ہے یہ حکم اس صورت میں ہے، جب خطیب اس کے سامنے ہو اور اگر اس کے قریب یا داہنی یا بائیں طرف ہو تو سننے کے لئے مستعد ہو کر اس کی طرف پھر جائے (خلاصہ)

اور عام مشایخ کا قول یہ ہے کہ لوگوں پر شروع سے آخر تک خطبہ سننا واجب ہے، اور امام سے قریب ہونا دور ہونے کے لحاظ سے افضل ہے، ہمارے مشایخ کا صحیح جواب یہی ہے (محیط) امام سے قریب ہونے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، ہمارے اصحاب میں سے فقیہہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے اس وقت تک پھلانگنا جائز ہے، اور جب امام خطبہ شروع کردے تو مکروہ ہے، اس لئے کہ جبتک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا ہر مسلمان کو آگے بڑھنا چاہیئے، اور محراب سے قریب ہو جائے تاکہ پیچھے آنے والے لوگوں کے لئے گنجائش باقی رہے اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے اور اگر پہلے شخص نے ایسا نہ کیا تو گویا اس نے بلا عذر اپنی جگہ ضائع کی اور جو شخص بعد میں آیا ہے اس کو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے، جو شخص امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں آئے اس کو مسجد میں اپنی جگہ پر بیٹھ جانا چاہیئے، اس لئے کہ چلنا اور آگے بڑھنا حالت خطبہ میں عمل ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

لیکن لوگوں سے مانگنے کے لئے پھلانگ لگانا سب احوال میں بالاجماع مکروہ ہے (بحر الرائق) مختار یہ ہے کہ سائل اگر نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے نہ گذرے اور لوگوں کے گردنیں نہ پھلانگے اور لوگوں سے گڑگڑا کر نہ مانگے اور وہ چیز مانگے جس کا مانگنا ضروری ہے، تو اس کے مانگنے اور دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس طریقہ کے موافق نہ ہو تو مسجد کے مانگنے والے کو دینا جائز نہیں ہے (وجیز کردری) جو شخص خطبہ کے وقت حاضر ہو خواہ گھٹنے اٹھا کر بیٹھے، یا چارزانو جس طرح چاہے بیٹھے، اس لئے کہ خطبہ حقیقت اور عمل میں نماز نہیں ہے (مضمرات) جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں، اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے (معراج الدرایہ) اگر ایک شخص نفل پڑھ رہا ہے، اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اگر اس نے سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ ڈالے، اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعتوں کے بعد نماز قطع کر دے (قنیہ) کمان پر یا لاٹھی پر سہارا لگا کر خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (خلاصہ) (اور یہی محیط میں ہے) اور جو شہر تلوار سے فتح ہوئے ہیں، ان میں خطیب تلوار گردن میں ڈال لے (شرح طحاوی)

جماعت ادائے جمعہ کی شرائط میں ایک جماعت بھی ہے، اس میں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہونے چاہئیں (تبیین) یہ شرط نہیں ہے کہ خطبہ میں سب لوگ حاضر ہوں (فتح القدیر) امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا اور لوگ بھاگ گئے پھر دوسرے لوگ آئے اور امام نے ان کے ساتھ جمعہ پڑھا تو جائز ہے (محیط سرخسی) جماعت کے لوگوں کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ ان میں امام بننے کی صلاحیت ہو اگر ان میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے، مثلاً عورتیں یا لڑکے ہیں تو جمعہ جائز نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ) اگر وہ غلام ہیں، یا مسافر ہیں، یا مریض ہیں، یا اُمی ہیں، یا گونگے ہیں تو جمعہ صحیح ہو جائے گا (محیط سرخسی) اگر امام نے جمعہ کی تکبیر کہی، اور جماعت کے لوگ حاضر تھے لیکن انھوں نے امام کے ساتھ نماز شروع نہ کی تو اصل میں مذکور ہے، کہ اگر انھوں نے امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر کہہ لی تو جمعہ صحیح ہوگا اور اگر امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر نہ کی تو از سر نو نماز شروع کرے اور اس میں کچھ اختلاف مذکور نہیں ہے (غیاثیہ) اگر جماعت والوں نے امام کے ساتھ تکبیر (اللہ اکبر) کہی اور پھر بھاگ گئے، اور مسجد سے نکل گئے، پھر امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے آ گئے اور تکبیر کہہ لی، تو جمعہ جائز ہے (محیط سرخسی) جب امام نے تکبیر کہی، اور اس کے ساتھ کچھ لوگ باوضو تھے لیکن انھوں نے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی یہاں تک، کہ ان لوگوں کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ لوگ چلے گئے، اور دوسرے لوگ آ گئے، تو استحساناً جمعہ جائز ہو گا اور اگر وہ لوگ شروع ہی سے بے وضو تھے، اور امام نے تکبیر کہہ دی پھر اور لوگ آئے تو امام از سر نو تکبیر کہے (فتاویٰ قاضیخاں) اگر جماعت کے لوگ نماز شروع کرنے کے بعد اور سجدہ کرنے سے پہلے بھاگ گئے، تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ صحیح نہ ہو گا، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک صحیح ہو جائیگا، (تمرتاشی) اگر سجدہ کرنے کے بعد بھاگ گئے، تو ہمارے تینوں ائمہ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جمعہ صحیح ہو جائے گا (مضمرات)

عام اجازت ادائے جمعہ کی شرائط میں، عام اجازت بھی ہے، عام اجازت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور تمام لوگوں کو آنے کی اجازت ہو، اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اس کے دروازے بند کر لیں، اور جمعہ پڑھیں تو جائز نہیں ہے، اور اسی طرح اگر بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ گھر میں جمعہ پڑھنا چاہے اور دروازہ کھول دے اور عام اجازت دے دے تو نماز جائز ہو گی، خواہ اور لوگ آئیں یا نہ آئیں (محیط) لیکن اس میں کراہت

ہے (تاتارخانیہ) اگر بادشاہ گھر کا دروازہ نہ کھولے اور دربان مقرر کردے تو جمعہ جائز نہ ہوگا (محیط) مسافر، غلام اور مریض جمعہ میں امام بن سکتے ہیں (قدوری) جس شخص کو کوئی عذر نہیں ہے وہ اگر جمعہ سے پہلے ظہر پڑھ لے تو مکروہ ہے (کنز) مریض، مسافر اور قیدیوں کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر میں تاخیر کرنا مستحب ہے، اگر تاخیر نہ کی تو صحیح قول کے مطابق ان کی نماز مکروہ ہوگی (جوہرہ نیرہ) اگر ظہر کی نماز ادا کر چکا، پھر جمعہ کے لئے چلا، اگر امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی، خواہ معذور ہو، جیسے مسافر مریض، یا غلام، یا غیر معذور ہو، اور اگر جمعہ نہ ملا تو دیکھا جائے گا، کہ اگر یہ شخص اس وقت گھر سے نکلا تھا جب امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا، تو بالاجماع ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی، اور اگر گھر سے نکلتے وقت امام نماز میں تھا، اور اس کے پہونچنے سے پہلے فارغ ہوگیا، تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی ظہر باطل ہو جائے گی، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے، یعنی ان کے نزدیک ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی، اور اگر وہ شخص گھر سے جمعہ کے ارادہ سے نہیں نکلا تو بالاجماع ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی (کافی)

اگر جمعہ کے ارادہ سے نکلا، اور اسی وقت امام فارغ ہوا، تو ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی (تبیین) اگر ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کی، پھر جمعہ کی طرف نکلا، اور ابھی تک امام نے جمعہ نہیں پڑھا لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس کو جمعہ ملنے کی توقع نہیں ہے تو فقہائے بلخ کے قول کے مطابق اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر جمعہ کی طرف متوجہ ہوا، اور ابھی تک امام نے کسی عذر کی بنا پر یا بلا عذر نماز نہیں پڑھی تو اس کی ظہر کی نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتی، اگر جمعہ کیطرف نکلا، اور لوگوں نے جمعہ شروع کر دیا تھا لیکن وہ لوگ جمعہ کی نماز پوری ہونے سے پہلے کسی حادثہ کی وجہ سے نکل گئے، تو اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی (کفایہ) جمعہ کے واسطے چلنے میں معتبر یہ ہے کہ اپنے گھر سے جدا ہو جائے اور اس سے پہلے مختار قول کے مطابق ظہر باطل نہیں ہوتی (فتح القدیر) اگر ظہر پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا ہوا ہو تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جبتک امام کے ساتھ جمعہ شروع نہ کرے ظہر کی نماز باطل نہیں ہوتی (بحرالرائق) اگر مریض اپنے گھر ظہر پڑھنے کے بعد مرض میں تخفیف پائے اور جمعہ کے لئے جائے اور جمعہ پڑھے تو اس کی ظہر کی نماز نفل بنجائے گی (نہایہ) جو شخص جمعہ کی نماز میں التحیات یا سجدۂ سہو میں شریک ہوا تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا جمعہ پورا ہو جائے گا، شہر میں معذور لوگ جیسے قیدی اور مسافر یا غیر معذور، اگر امام کے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو مکروہ ہے، اور جمعہ کے بعد شہر والے جو کسی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے، اگر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو مکروہ ہے، دیہات والوں کے لئے اذان اور اقامت سے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، قاضی خاں وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے (شرح مختصر الوقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم) جمعہ کی پہلی اذان پر بیع کو چھوڑ دینا اور جمعہ کے لئے چلنا واجب ہے (طحاوی نے کہا ہے کہ خطبہ کی اذان کے وقت جمعہ کے واسطے سعی کرنا واجب ہے اور بیع مکروہ ہے، حسن بن زیاد نے کہا ہے کہ وہ اذان معتبر ہے جو منارہ پر دیجائے اصح یہ ہے کہ زوال سے پہلے کی اذان معتبر نہیں ہے اور زوال کے بعد جو پہلے اذان ہو وہ معتبر ہے، خواہ منبر کے سامنے ہو، یا کہیں اور ہو (کافی) جمعہ کے لئے جلد چلنا اور مسجد کی طرف دوڑنا ہمارے نزدیک اور عامۂ فقہاء کے نزدیک واجب نہیں ہے، اس کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اطمینان وسکون اور وقار کے ساتھ چلے (قنیہ) اور جب خطیب منبر پر بیٹھے، تو اس کے سامنے اذان دیجائے، اور خطبہ پورا ہونے کے بعد اقامت (تکبیر) کہی جائے ہمیشہ سے یہی معمول چلا آرہا ہے (بحرالرائق) جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور جو سورت

مناسب سمجھے پڑھے، دونوں رکعتوں میں جہر کرے (محیط سرخسی) تکبیر (اللہ اکبر) کہی اور ہجوم کی بنا پر زمین پر سجدہ نہ کر سکا، تو لوگوں کے کھڑے ہونے کا انتظار کرے پھر اگر کچھ جگہ پائے، تو سجدہ کرے، اور اگر کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا ہے تو جائز ہے، اور اگر سجدہ کی جگہ مل گئی تھی اور اس کے باوجود کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا، اور اسی طرح کھڑا رہا، یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا تو وہ لاحق کے حکم میں ہے، اسی طرح قرارت کے بغیر نماز پڑھتا رہے (بحر الرائق) اگر ایک شخص جمعہ کی نماز میں مسبوق ہو اور پھر اپنی نماز قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے اختیار ہے کہ جہر سے قرارت کرے یا آہستہ پڑھے، تنہا نماز پڑھنے والے کا فجر کی نماز میں بھی یہی حکم ہے (خلاصہ) جمعہ میں حاضر ہونے والے کے لئے مستحب ہے کہ تیل لگائے اور خوشبو لگائے اگر موجود ہو اگر میسر ہو تو اچھے کپڑے پہنے، اور سفید کپڑے پہنے پہلی صف میں بیٹھے (معراج الدرایہ)

سترھواں باب
عیدین کی نماز کا بیان

عیدین کی نماز واجب ہے، یہی اصح ہے (محیط سرخسی) مردوں کو عید الفطر کے دن، نہانا مسواک کرنا، اور اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے (قنیہ) کپڑے نئے ہوں یا دُھلے ہوئے ہوں (محیط سرخسی) انگوٹھی پہننا، خوشبو لگانا، او رتڑکے اٹھنا اور صبح سویرے، عید گاہ جانا، اور نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، اور صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں ادا کرنا، پیادہ عید گاہ جانا، اور دوسرے راستہ سے لوٹنا مستحب ہے (قنیہ) جمعہ اور عیدین میں سوار ہو کر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جو شخص چل سکتا ہو، اس کیلئے پیدل چلنا افضل ہے (ظہیریہ) عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے تین، یا پانچ یا سات چھوارے کھانا مستحب ہے، اس سے کم کھائے یا زیادہ، لیکن چھوارے طاق ہونے چاہئیں، اگر چھوارے نہ ہوں تو کوئی اور میٹھی چیز کھائے (عینی شرح کنز) اگر نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا، تو گنہ گار نہ ہوگا، اگر نماز کے بعد بھی عشار تک کچھ نہ کھایا تو اس پر مواخذہ ہو سکتا ہے، عید الاضحیٰ کا وہی حکم ہے، جو عید الفطر کا ہے لیکن اس میں عید کی نماز تک کچھ نہ کھانا چاہیئے (قنیہ)

کبیری میں ہے کہ بقر عید کے دن نماز سے پہلے کھانے کے مکروہ ہونے میں دو روایتیں ہیں مختار یہ ہے کہ نماز سے پہلے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں لیکن نماز سے پہلے کھانا نہ چاہیئے (تاتارخانیہ) مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے، جو اللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے (عینی شرح ہدایہ) عید کی نماز کے لئے عید گاہ جانا سنت ہے اگر چہ جامع مسجد میں گنجائش ہو، عامۂ مشایخ کا یہی مذہب ہے یہی صحیح ہے (مضمرات) عید کی نماز دو جگہ پڑھنا جائز ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین جگہ پڑھنا جائز ہے، اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے (محیط) عید کے دن عید گاہ میں منبر نہ لیجانا چاہیئے، اور عید گاہ میں منبر بنانے میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے، اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے (فتاویٰ غرائب)

عید گاہ میں اطمینان اور وقار کے ساتھ جانا چاہیئے، اور جن چیزوں کا دیکھنا جائز نہیں ہے، ان سے آنکھیں بند رکھیں (مضمرات) بقر عید کے دن راستہ میں جہر سے تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور مصلّے پر پہنچکر ختم کر دے، یہی مختار ہے، عید الفطر کے دن جہر سے تکبیر نہ کہے حضرت امام ابو حنیفہ رح کا مختار مذہب یہی ہے، یہی قول لیا گیا ہے (غیاثیہ) آہستہ تکبیر اللہ اکبر کہنا

کہنا مستحب ہے (جوہرہ نیرہ)

اصولِ کلی جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہے اس پر عید کی نماز بھی واجب ہے (ہدایہ) خطبہ کے علاوہ جمعہ میں جو شرائط ہیں، وہی عیدین میں بھی ہیں (خلاصہ) لیکن عید کے دن نماز کے بعد خطبہ سنت ہے، خطبہ کے بغیر عید کی نماز جائز ہے، اگر نماز سے پہلے خطبہ پڑھ دیا گیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے (محیط سرخسی) اگر عید کی نماز میں خطبہ پہلے پڑھ دیا، تو نماز کے بعد اعادہ نہ کریں (فتاویٰ قاضی خاں) گھر واپس ہونے کے بعد چار رکعات پڑھنا مستحب ہے (زاد) اگر عید کی نماز سے پہلے فجر کی نماز قضا پڑھے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر ایک شخص نے فجر کی نماز نہ پڑھی تو عید کی نماز جائز ہوگی، عید کی نماز سے پہلے پرانی قضا نمازیں پڑھنی جائز ہیں لیکن عید کی نماز کے بعد پڑھنی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے (تاتارخانیہ میں حجت سے منقول ہے) عیدین کی نماز کا وقت سورج کے اچھی طرح روشن ہونے سے زوال تک ہے (سراجیہ یہی تبیین میں لکھا ہے، بقر عید کے دن جلدی کرنا اور عید الفطر میں تاخیر کرنا افضل ہے (خلاصہ)

عید کی نماز کا طریقہ امام دو رکعتیں پڑھے سب سے پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور سبحانک اللّٰھم الخ پڑھے اور سبحانک آخر تک پڑھنے کے بعد تین بار تکبیر (اللہ اکبر) کہے (تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ لے) پھر جہر سے قرارت کرے، پھر رکوع کے لئے تکبیر (اللہ اکبر) کہے، پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو، تو پہلے سورۂ فاتحہ اور کسی صورت کی قرارت کرے، پھر تین بار تکبیر کہے (اور ہاتھ چھوڑ دے) اور چوتھی تکبیر پر رکوع کرے، عید کی نماز میں چھ تکبیریں زائد ہیں، تین پہلی رکعت میں، اور تین دوسری رکعت میں، اور تین تکبیریں اصلی ہیں، ایک شروع کی اور دو رکوع کی، پس دونوں رکعتوں میں نو تکبیریں ہوئیں، اور دونوں قرارتوں کو ملائے، حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ہے، ہمارے اصحابؒ نے اسی روایت کو لیا ہے (محیط سرخسی) زائد تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے، اور ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک تین تسبیح (سبحان اللہ) کے بقدر خاموش رہے (تبیین) اسی پر ہمارے مشائخ نے فتویٰ دیا ہے (غیاثیہ) تکبیروں کے درمیان ہاتھ چھوڑے رکھے باندھے نہیں (ظہیریہ) پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے (جوہرہ نیرہ) دونوں خطبوں کے درمیان کچھ دیر بیٹھے (فتاویٰ قاضی خاں) جب منبر پر چڑھے تو ہمارے مذہب کے مطابق بیٹھے (عینی شرح ہدایہ) عید الفطر کے دن خطبہ میں (اللہ اکبر) تسبیح (سبحان اللہ) اور (لا الٰہ الا اللہ) اور (الحمد للہ) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے (تاتارخانیہ) پہلے خطبہ میں مسلسل نو مرتبہ اللہ اکبر کہنا، اور دوسرے خطبہ میں مسلسل سات مرتبہ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے (زاہدی) خطبہ میں صدقہ فطر اور اس کے احکام بیان کرے اور بتلائے کہ صدقہ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟ کس کے لئے واجب ہوتا ہے؟ کب واجب ہوتا ہے؟ کسقدر واجب ہوتا ہے؟ کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ (جوہرہ نیرہ)

عید الاضحیٰ کے روز خطیب اللہ اکبر، اور سبحان اللہ پڑھے، وعظ کہے، قربانی اور ذبح کے احکام بتائے (تاتارخانیہ) تکبیراتِ تشریق سکھائے (زاد) جب امام خطبہ میں اللہ اکبر پڑھے، تو قوم بھی اسکے ساتھ اللہ اکبر پڑھے، اور جب امام درود پڑھے تو سننے والے بھی اپنے دل میں درود پڑھیں، اور خاموش رہنا سنت ہے (تاتارخانیہ میں حجت سے منقول ہے)

اگر ایسے شخص کے پیچھے عید کی نماز میں اقتدا کی جس کے نزدیک تکبیروں میں رفع یدین نہیں ہے، تو مقتدی رفع یدین کریں، اس لئے کہ اتنی قلیل مخالفت سے متابعت میں خلل واقع نہیں ہوتا (غیاثیہ) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں لکھا ہے، ایک شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہوا، اور اس شخص کے نزدیک حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی تکبیر مختار ہے اور امام نے اس کے علاوہ اور طرح کی تکبیریں کہیں، تو یہ شخص امام کا اتباع کرے، لیکن اگر امام ایسی تکبیر کہے جو فقہاء

میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے، تو اس وقت متابعت نہ کرے (محیط) لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے، جب وہ امام کے قریب ہو، اور اس سے تکبیریں سنتا ہو، اور اگر امام سے دور ہے اور مکبروں سے تکبیریں سنتا ہے تو جتنی تکبیریں سنے سب ادا کرے اگرچہ صحابہؓ کے قول سے خارج ہو جائے، اس لئے کہ شاید مکبرین سے غلطی ہوگئی ہو، اور ممکن ہے کہ جو تکبیر اس نے چھوڑی ہو امام کی تکبیر وہی ہو (بدائع)، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کبیری میں فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اس وقت داخل ہوا، جب امام ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق چھ تکبیریں کہہ چکا تھا اور قرارت کر رہا تھا اور اس شخص کے نزدیک وہ تکبیر مختار ہے، جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تو اس رکعت میں امام کی قرارت کیحالت میں اپنے مذہب کے مطابق تکبیر کرلے اور دوسری رکعت میں امام کا اتباع کرے (تاتار خانیہ)

اگر عید کی نماز میں مقتدی اس وقت پہنچا، جب امام رکوع میں ہے، تو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، پس اگر کھڑے ہو کر عید کی تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے، تو اسی طرح عمل کرے، اور اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے اور اگر رکوع نہیں مل سکتا تو رکوع میں چلا جائے، اور رکوع ہی کیحالت میں حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ کے مذہب کے بموجب تکبیریں کہے (سراج الوہاج)

جب عید کی تکبیریں رکوع میں کہے تو ان میں ہاتھ نہ اٹھائے (کافی)، اگر اس شخص نے پوری تکبیریں نہیں کہی تھیں کہ امام نے رکوع سے سر اٹھالیا، تو وہ بھی سر اٹھائے اور امام کی متابعت کرے اور باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی (سراج الوہاج)، اگر امام کو قومہ کیحالت میں پایا، تو اسوقت تکبیریں نہ کہے اس لئے کہ پہلی رکعت مع تکبیرات کے آخر میں ادا کرے گا اور لاحق امام کے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے، مثلاً ایک شخص نے امام کے ساتھ نماز شروع کی اور سو گیا، پھر بیدار ہوا، تو امام کے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے، اس لئے کہ وہ امام کے پیچھے ہے، اس کے برخلاف مسبوق اپنی نماز میں امام کا مقتدی نہیں ہوتا (کافی)، اگر عید کی نماز میں اسوقت شریک ہوا، جب امام التحیات پڑھ چکا ہے، اور ابھی سلام نہیں پھیرا یا سلام پھیر چکا ہے لیکن ابھی سجدہ سہو نہیں کیا، یا سجدہ سہو کر چکا ہے، اور ابھی سلام نہیں پھیرا تو وہ کھڑے ہو کر عید کی نماز ادا کرے، بعض مشائخ نے کہا ہے، جو ذکر ہوا، یہ قول حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو عید کی نماز نہیں ملتی، جسطرح ان کے مذہب کے مطابق ایسی صورت میں (یعنی جب کہ التحیات میں شریک ہوا) جمعہ کی نماز نہیں ملتی، اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں خلاف نہیں ہے، اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) النفع میں ہے کہ عیدین کی نماز میں رکوع کی تکبیر واجبات میں سے ہے اس لئے کہ یہ عید کی تکبیرات میں ہے، اور عید کی تکبیریں واجب ہیں اور نافع میں ہے کہ اس طرح تکبیر افتتاح میں لفظ اللہ اکبر کی رعایت واجب ہے، یہانتک اگر اللہ اکبر کے بدلے اللہ اجل یا اللہ اعظم کہا تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اور نمازوں میں یہ حکم نہیں ہے، اگر امام عید کی تکبیریں بھول گیا، اور قرارت شروع کردی، تو قرارت کے بعد تکبیریں کرلے یا رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے کرلے (تاتارخانیہ)

اگر کسی بنا پر عید الفطر کی نماز اس روز ادا نہ ہوئی، مثلاً ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور اگلے روز امام کو زوال کے بعد خبر ہوئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت اطلاع ہوئی کہ اب لوگ جمع نہیں ہو سکتے، یا ابر میں عید کی نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز پڑھی گئی، تو اگلے روز عید کی نماز ادا کریں، اگلے روز کے بعد عید کی نماز نہ پڑھیں امام نے عید کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور کچھ آدمیوں سے چھوٹ گئی تو وہ نماز نہ پڑھیں خواہ وقت باقی ہو یا نکل

گیا ہو (تبیین) عیدالاضحیٰ (۔۔۔۔۔۔ کے دن اگر کوئی عذر ہو گیا، تو دوسرے اور تیسرے دن تک نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں پڑھ سکتے (جوہرہ نیرہ) عیدالاضحیٰ میں عذر کی قید اس لئے ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، یہانتک کہ اگر بلا عذر تیسرے دن تک تاخیر کریں تو نماز جائز ہو گی لیکن انھوں نے برا کیا اور عیدالفطر میں دوسرے دن نماز صرف عذر کی بنا پر جائز ہوتی ہے اور اگر بلا عذر دوسرے دن تک تاخیر کی تو نماز جائز نہ ہو گی (تبیین) دوسرے دن بھی نماز کا وہی وقت ہے، جو پہلے دن تھا (تاتارخانیہ) امام نے عیدالفطر کی نماز پڑھا دی، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد زوال سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی کہ بے وضو نماز پڑھائی تھی تو نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی، تو دوسرے دن دوبارہ نماز پڑھیں اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی، تو پھر نماز نہ پڑھیں، اور اگر عیدالاضحیٰ کے روز ویسی صورت پیش آئی اور زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی، اور لوگوں نے قربانیاں کرلیں، تو یہ قربانیاں جائز ہیں، اور دوسرے دن دوبارہ نماز پڑھیں، اسی طرح اگر دوسرے روز معلوم ہوا، تو زوال سے پہلے نماز کا اعادہ کرلیں، اور اگر زوال ہو چکا، تو اس سے اگلے روز زوال سے پہلے پہلے نماز پڑھ لیں، اور اگر تیسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر نماز نہ پڑھیں، اگر بقر عید کے دن زوال سے پہلے معلوم ہوا، کہ امام نے بلاوضو نماز پڑھا دی ہے، تو سب آدمیوں میں نماز کی منادی کرا دی جائے، تو جس شخص نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی کرلی، اس کی قربانی جائز ہے، اور معلوم ہونے کے بعد زوال تک قربانی جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی آجائے، تو عید کی نماز پہلے پڑھیں، اور عید کے خطبہ پر جنازہ کی نماز مقدم کریں (قنیہ) عرفہ کے دن بعض مقامات پر وقوف عرفہ کرنے والوں کی مشابہت کرتے ہوئے جو اجتماع لوگ کرتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے (تبیین)

ایامِ تشریق کی تکبیرات کے مسائل

تشریق کی تکبیرات میں چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) ان تکبیروں کا حکم کیا ہے (۲) کتنی مرتبہ پڑھیں اور کیا پڑھیں، (۳) تکبیرات کی شرائط (۴) تکبیرات کا وقت،

تکبیرات کا حکم یہ ہے کہ یہ واجب ہیں، ان کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایکبار اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھیں، شرائط یہ ہیں، کہ مقیم ہو اور شہر میں ہو اور فرض نماز جماعتِ مستحبہ سے پڑھے (تبیین) آزاد ہونا، اور سلطان کا ہونا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق شرط نہیں ہے (معراج الدرایہ) تکبیرات کی ابتدا نویں تاریخ کو عرفہ کے روز فجر کی نماز کے بعد سے ہوتی ہے اور ان کا اختتام صاحبین کے نزدیک ایامِ تشریق کے آخری روز یعنی تیرھویں تاریخ کو عصر کی نماز کے بعد ہو جاتا ہے (تبیین) فتویٰ اور عمل سب شہروں اور زمانوں میں صاحبین کے قول پر ہے (زاہدی) سلام پھیرنے کے فوراً بعد تکبیرات تشریق ادا کرنی چاہئیں، یہانتک کہ اگر کلام کیا، یا جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالا، تو تکبیرات تشریق ساقط ہو جائیں گی (تہذیب) وتر اور عید کی نماز کے بعد تکبیرات نہ کہے، اگر ایک شخص ایامِ تشریق میں کسی وقت کی نماز بھول گیا، اور اس کو سی سال کے ایامِ تشریق میں وہ نماز یاد آگئی اور قضا پڑھی، تو نماز کے ساتھ تکبیرات بھی ادا کرے گا (خلاصہ) اگر ایامِ تشریق سے پہلے کی کوئی نماز ان دنوں میں قضا پڑھی، اس کے بعد تکبیرات نہ پڑھے، اسی طرح

اگر ایام تشریق میں کوئی نماز قضا ہوگئی اور تشریق کے علاوہ اور دنوں میں قضا پڑھی، یا سال آئندہ کی تشریق کے دنوں میں قضا پڑھی، تو اس کے بعد تکبیرات نہ کہے، تکبیرات تشریق اقتدا کیوجہ سے عورت اور مسافر پر بھی واجب ہو جاتی ہیں عورت آہستہ تکبیریں کہے، مسبوق پر بھی تکبیریں واجب ہوتی ہیں، اور وہ اپنی نماز پوری کرنے کے بعد تکبیریں کہے، اگر امام نے تکبیریں چھوڑ دیں تو مقتدی پھر بھی تکبیریں کہے، البتہ مقتدی امام کا اسوقت تک انتظار کرے کہ امام سے کوئی ایسی حرکت واقع ہو، کہ جس سے تکبیرات منقطع ہو جائیں، اور وہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے بعد نماز کی بنا جائز نہیں رہتی، مثلاً مسجد سے چلا جانا، یا قصداً حدث کرنا اور کلام کرنا (تبیین) اگر امام کو سلام کے بعد تکبیرات سے پہلے حدث لاحق ہو گیا، تو اصح یہ ہے کہ وہ تکبیرات کہے، طہارت کے لئے نہ جائے (خلاصہ)

اٹھارواں باب

سورج گہن کی نماز

سورج گہن کی نماز سنت ہے (ذخیرہ) بالاتفاق یہ حکم ہے، کہ سورج گہن کی نماز جماعت سے ادا کیجائے، ادا کرنے کی صورت میں اختلاف ہے، ہمارے علماء نے کہا ہے کہ دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرے جس طرح اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اور جسقدر چاہے قرارت کرے (محیط) افضل یہ ہے، کہ دونوں رکعتوں میں قرارت طویل کرے (کافی) اور نماز کے بعد آفتاب کھلجانے تک دعا مانگتا رہے (سراج الوہاج) قرأت میں طول کرنا اور دعا میں تخفیف کرنا یا دعا میں طول کرنا اور نماز میں تخفیف کرنا دونوں جائز ہیں، اگر ایک میں تخفیف کرے تو دوسرے میں طول کرے (جوہرہ نیرہ) سورج گہن کی نماز وہ شخص پڑھائے جو جمعہ پڑھاتا ہے، شمس الائمہ حلوانیؒ نے کہا ہے اگر جمعہ اور عیدین کا امام موجود نہ ہو تو لوگ الگ الگ اپنی اپنی مسجد میں نماز پڑھ لیں لیکن اگر بڑے امام نے جو جمعہ اور عیدین پڑھاتا ہے، ان کو جماعت کی اجازت دے دی تو اسوقت جائز ہے کہ جماعت سے نماز پڑھیں اور محلہ کا امام امامت کرے، سورج گہن کی نماز میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے بموجب قرات جہر سے نہ کریں (...... یہی صحیح قول ہے (مضمرات) اس نماز میں خطبہ نہیں ہے ہمارا مذہب یہی ہے (محیط) سورج گہن کی نماز عیدگاہ یا جامع مسجد میں پڑھی جائے اس کے علاوہ اگر کہیں اور پڑھیں تو جائز ہے اور پہلی دونوں جگہوں میں پڑھنا افضل ہے، اگر یہ نماز الگ الگ اپنے گھروں میں پڑھ لیں تب بھی جائز ہے اور اگر سب جمع ہو کر نماز نہ پڑھیں صرف دعا مانگ لیں تب بھی جائز ہے (خزانۃ المفتین) امام دعا کے لئے منبر پر نہ چڑھے (تاتارخانیہ) اس دعا میں امام کو اختیار ہے کہ چاہے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگے، یا کھڑا ہو کر دعا مانگے، یا قوم کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگے اور لوگ آمین کہتے رہیں، شمس الائمہ حلوانیؒ نے کہا ہے کہ یہی بہتر ہے، اگر اپنی لاٹھی یا کمان پر سہارا دے کر کھڑے ہو کر دعا مانگے تو یہ بھی بہتر ہے (محیط)

اگر گہن کے وقت نماز نہ پڑھی، یہانتک کہ آفتاب کھل گیا تو پھر نماز نہ پڑھیں، اور اگر کچھ کھل گیا اور کچھ گہن ہے تو نماز شروع کرنا جائز ہے، اور اگر گہن کی حالت میں آفتاب پر بادل چھا گیا تب بھی نماز پڑھیں اور اگر گہن کیحالت میں آفتاب غروب ہو گیا تو دعا موقوف کریں اور مغرب کی نماز میں مشغول ہو جائیں، اور اگر سورج گرہن کے ساتھ جنازہ بھی جمع ہو جائے تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں اگر ایسے اوقات میں سورج گہن ہو جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہو تو نماز نہ پڑھیں (جوہرہ)

چاند گہن کے متعلقہ مسائل

چاند گہن میں دو رکعتیں علیحدہ علیحدہ پڑھے (محیط سرخسی) اسی طرح اگر ہولناک واقعات یا حادثات پیدا ہو جائیں مثلاً آندھی تیز ہو جائے، یا بارش زیادہ ہو جائے، یا برف گرنا موقوف نہ ہو، یا آسمان سرخ ہو جائے، یا دن میں تاریکی ہو جائے یا کوئی مرض عام ہو جائے (سراجیہ) یا زلزلے اور صاعقہ پیدا ہوں، یا ستارے چھوٹنے لگیں، یا رات میں یکایک ہولناک روشنی ہو جائے، یا دشمن کا خوف غالب ہو، یا اس طرح کے اور حادثات پیدا ہوں تو اسی طرح ان تمام صورتوں میں دو رکعت نماز پڑھیں (تبیین) بدائع میں ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھیں (بحر الرائق)

انیسواں باب باران رحمت کی نماز

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ استسقاء (باران رحمت کی نماز) میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے (ہدایہ) اس میں خطبہ بھی نہیں ہے لیکن دعا و استغفار ہے، باران رحمت کے لئے اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (ذخیرہ) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں چادر پلٹنا نہیں ہے (تبیین) حضرت امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ امام نماز کے لئے نکلے، اور دو رکعت نماز پڑھائے، دونوں رکعتوں میں قرارت جہر سے کرے (مضمرات) افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى الخ اور دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھے (عینی شرح ہدایہ) نماز کے بعد دو خطبے زمین پر کھڑے ہو کر پڑھے، لوگوں کی طرف اپنا منہ کرے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ نہ پڑھے دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے، اگر چاہے ایک ہی خطبہ پر اکتفا کرے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تسبیح پڑھے، اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت کی دعا مانگے، اپنی کمان یا عصا پر ٹیک لگائے کھڑا رہے، اور جب تھوڑا سا خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر پلٹ دے (مضمرات)

چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چادر مربع ہو تو اوپر کی جانب نیچے اور نیچے کی جانب اوپر کر دے اور اگر مدور ہو تو داہنی جانب بائیں طرف کر دے اور بائیں طرف داہنی جانب کر دے، لیکن دوسرے لوگ اپنی چادریں نہ پلٹیں (کافی، محیط، سراج الوہاج) تحفہ میں ہے کہ جب امام خطبہ سے فارغ ہو جائے، تو جماعت کی طرف پشت کرے، قبلہ رو کھڑے ہو کر اپنی چادر پلٹ دے، پھر قیام کی حالت میں استسقاء کی دعا میں مشغول ہو اور جماعت والے خطبہ اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے رہیں، امام دعا مانگے اور مسلمانوں کے لئے مغفرت طلب کرے اور سب لوگ از سر نو توبہ کریں اور مغفرت طلب کریں، دعا کے وقت اگر امام اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، تو بہتر ہے اور اگر ہاتھ نہ اٹھائے، انگشت شہادت سے اشارہ کرے تب بھی بہتر ہے، اسی طرح دوسرے لوگ بھی دعا میں ہاتھ اٹھائیں اس لئے کہ دعا میں ہاتھ پھیلانا سنت ہے (مضمرات) استسقاء کے خطبہ کے وقت سب لوگ خاموش رہیں (محیط) مستحب ہے کہ امام تین دن تک برابر استسقاء کی نماز کے لئے جائے (زاد) اس سے زیادہ منقول نہیں ہے اور منبر نہ لیجائیں، اور پیدل

چلیں، پرانے کپڑے پہنیں، یا دھلے ہوئے یا پیوند لگے ہوئے، اور حق جل شانہٗ کے سامنے انکسار و عاجزی اور تواضع کے ساتھ اور سروں کو جھکاتے ہوئے جائیں ہر روز جانے سے پہلے صدقہ کریں، پھر اس کے بعد جائیں (ظہیریہ) تجرید میں ہے اگر امام نہ جائے، تو اور لوگوں کو جانے کا حکم کرے، اور اگر امام کی اجازت کے بغیر لوگ نماز کے لئے جائیں تو جائز ہے، مسلمانوں کے ساتھ ذمی نہ نکلیں (تاتارخانیہ) اور اگر وہ خود خرید و فروخت کے لئے یا معبدوں میں یا جنگل میں جائیں، تو منع نہ کریں، (عینی شرح ہدایہ) استسقا وہاں ہوتا ہے، جہاں تالاب، نہریں اور ایسے کنویں نہ ہوں جن سے پانی پیئیں، جانوروں کو پلائیں اور کھیتوں میں پانی دیں، یا یہ چیزیں ہوں لیکن کافی نہ ہوں، اگر اس کے پاس، تالاب کنویں اور نہریں ہیں، تو استسقا کی نماز کے لئے نکلیں، اس لئے کہ استسقا کی نماز انتہائی ضرورت اور حاجت کے وقت پڑھی جاتی ہے (محیط)

بیسواں باب

صلوٰۃِ خوف کا بیان

اس میں خلاف نہیں ہے کہ صلوٰۃ خوف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشروع تھی اور ان کے بعد حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق اس کی مشروعیت اسی طرح باقی ہے، یہی صحیح ہے (زاد) جب بہت زیادہ خوف ہو تو امام لوگوں کی دو جماعتیں بنائے، ایک جماعت دشمن کی طرف متوجہ رہے اور ایک جماعت امام کے پیچھے ہو (قدوری) زیادہ خوف ہونے کی صورت یہ ہے کہ دشمن بالکل آنکھوں کے سامنے ہو اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر تمام لوگ جماعت میں مشغول ہو گئے، تو دشمن حملہ کرے گا (جوہرہ نیرہ) اگر لشکر نے دور سے سیاہی دیکھی اور سمجھے کہ دشمن آرہے ہیں انھوں نے صلوٰۃ خوف پڑھی پس اگر دشمن ظاہر ہوا تو نماز جائز ہوگی، اور اگر دشمن نہ نکلے تو جائز نہ ہوگی، لیکن اگر گمان کی غلطی اس وقت ظاہر ہوئی جب ایک جماعت اپنی جہت پر نماز پڑھ کر واپس ہونے لگی لیکن ابھی صفوں سے باہر نہیں گئی تھی، تو استحساناً اسی پر بنا کرنا جائز ہے ہے (فتح القدیر) یہ تمام حکم قوم کے لئے ہے امام کی نماز ہر حالت میں جائز ہے، اس لئے کہ اس کے حق میں کوئی چیز مفسد صلوٰۃ نہیں (بحر الرائق)

صلوٰۃ خوف کا طریقہ اگر امام اور قوم سب مسافر ہیں تو نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں اصرار نہ کریں تو امام کے لئے افضل یہ ہے کہ لوگوں کی دو جماعتیں بنائے اور ایک جماعت کو دشمن کے مقابلہ پر کھڑا کرے اور دوسری جماعت کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، پھر جو جماعت دشمن کے مقابلہ میں ہے اس میں سے ایک شخص کو امام بنائے تاکہ وہ اس جماعت کو پوری نماز پڑھائے، اور اگر ہر جماعت اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اصرار کرے تو دو جماعتیں بنائے ایک دشمن کے مقابلہ پر کھڑی رہے اور ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پھر یہ جماعت دشمنوں کے مقابلہ میں چلی جائے اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابلہ میں ہے آئے، امام اتنی دیر تک بیٹھا ہوا ان کا انتظار کرے پھر اس جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور جماعت کے لوگ جو امام کے پیچھے ہیں اس کے ساتھ وہ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں، پھر پہلی جماعت اپنی نماز کی جگہ آئے اور رکعت بغیر قرارت کے پڑھے اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد بقدر تشہد قعدہ کر کے سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پھر دوسری جماعت نماز کی جگہ آئے اور قرارت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہیں اور نماز چار رکعات

والی ہے، تو ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر کھڑی رہے، اور امام دوسری جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر بقدر تشہد قعدہ کرے، پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے، اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابلہ پر ہے آئے اور امام بیٹھا ہوا ان کا انتظار کرے، پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے پھر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے امام کے ساتھ جماعت کے لوگ سلام نہ پھیریں بلکہ دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں، پھر پہلی جماعت آئے اور قرارت کے بغیر دو رکعتیں پڑھے اور سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پھر دوسری جماعت آئے، اور دو رکعتیں قرارت کے ساتھ ادا کرے اور اگر امام مقیم ہے اور جماعت کے لوگ مسافر ہیں، یا بعض مقیم ہیں اور بعض مسافر تو وہی حکم ہے جو سب لوگوں کے مقیم ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور اگر امام مسافر ہے اور جماعت کے لوگ مقیم ہیں، تو ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پھر جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور سلام پھیر دے پھر پہلی جماعت آئے اور تین رکعتیں قرارت کے بغیر ادا کرے اس لئے کہ یہ جماعت شروع سے نماز میں شریک تھی، پھر جب یہ جماعت اپنی نماز پوری کر چکے تو دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے اور دوسری جماعت اپنی نماز کی جگہ آئے اور تین رکعتیں پڑھے، پہلی رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے، اس لئے کہ یہ جماعت مسبوق ہے اور اخیر کی دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھے،،

اور اگر امام مسافر ہے اور جماعت کے لوگ بعض مقیم ہیں اور بعض مسافر، تو امام پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے، پھر دوسری جماعت آئے اور امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، تو جو لوگ امام کے پیچھے مسافر تھے ان کی صرف ایک رکعت باقی ہے اور جو مقیم تھے، ان کی تین رکعتیں باقی ہیں، پھر نماز کے بعد یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے، اور پہلی جماعت امام کے پاس آئے، جو مسافر ہوں وہ قرارت کے بغیر ایک رکعت پڑھ لیں اس لئے کہ وہ شروع سے نماز میں شریک تھے، اور جو مقیم ہوں وہ ظاہر آداب کے مطابق تین رکعتیں قرارت کے بغیر پڑھیں اور جب پہلی جماعت اپنی نماز پوری کر چکے تو دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے اور دوسری جماعت نماز کی جگہ آئے جو مسافر ہوں وہ ایک رکعت قرارت کے ساتھ پڑھیں، اس لئے کہ وہ مسبوق ہیں اور جو مقیم ہوں وہ تین رکعتیں پڑھیں، پہلی رکعت میں الحمد اور سورۃ اور اخیر کی دو رکعتوں میں سب روایتوں کے مطابق صرف الحمد پڑھیں، اور اس میں فرق نہیں ہے کہ دشمن قبلہ کیطرف ہو یا کسی اور جانب ہو (محیط) اگر پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی ہو پھر یہ جماعت چلی گئی، پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ جماعت چلی گئی، پھر پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ چلی گئی، پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ چلی گئی تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی

ایک قاعدہ کلیہ صلوٰۃ خوف میں فقہا کا اصول یہ ہے کہ نماز سے ایسے وقت میں انحراف جبکہ اس کا موقع نہ ہو، مفسد صلوٰۃ ہے اور انحراف کے وقت منحرف نہ ہونا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے[1]، پس اس قاعدہ کے مطابق اگر امام چار

---

[1] یہ اصول ایک مثال سے سمجھئے، ایک شخص نماز خوف میں شریک ہوا، اور ایک رکعت پوری نہیں ہوئی تھی کہ نماز سے منحرف ہو کر چلا گیا، تو یہ شخص ایسے وقت منحرف ہوا کہ جب اس کا موقع نہ تھا، اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ایک شخص نماز خوف میں شریک ہوا، ایک رکعت پڑھ کر انحراف کرنا چاہیے تھا، لیکن نہیں کیا، بلکہ اسی جگہ کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کر لی، تو اس شخص کی نماز فاسد نہ ہوگی

(لقمان الحق فاروقی)

جماعتیں بنائے، اور ہر جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، تو پہلی اور تیسری جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور دوسری اور چوتھی جماعت کی نماز صحیح ہوگی، اور دوسری جماعت لوٹ کر تیسری اور چوتھی رکعت بغیر قرارت کے پڑھے، پھر پہلی رکعت قرارت سے پڑھے، اور چوتھی جماعت آکر تین رکعتیں قرارت سے پڑھے، ایک رکعت الحمد اور سورۃ سے پڑھے، پھر یہ جماعت قعدہ کرے اور کھڑی ہو جائے، اور دوسری رکعت الحمد اور سورۃ سے پڑھے اور قعدہ نہ کرے، پھر تیسری رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور کچھ نہ پڑھے اور قعدہ کرے اور سلام پھیر دے (سراج الوہاج) جو شخص دوسری جماعت میں داخل ہو گیا، اس کا حکم دوسری جماعت کا ہوگا لیکن جب وہ اپنے ذمہ کی نماز سے فارغ ہو گیا، اور اس کے بعد داخل ہوا، تو دوسری جماعت کا حکم نہ ہوگا پس اگر امام نے ظہر کی دو رکعتیں پہلی جماعت کے ساتھ پڑھیں اور سب لوگ چلے گئے لیکن ایک شخص باقی رہا یہاں تک کہ امام نے دوسری جماعت کے ساتھ نماز پوری کرلی اس کے بعد وہ شخص چلا گیا تو اسکی نماز پوری ہوگئی، اسلئے کہ اگرچہ وہ دوسری جماعت میں شامل تھا لیکن اس نے اپنے ذمہ کی نماز پوری کرلی اسلئے وہ شخص ان میں سے نہیں ہے (محیط سرخسی) امام مغرب کی نماز میں پہلی جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، اور اگر غلطی سے پہلی جماعت کے ساتھ ایک۔۔۔۔۔۔
رکعت پڑھی، پھر یہ جماعت چلی گئی اور دوسری جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر یہ جماعت چلی گئی، پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ چلی گئی، پھر پہلی جماعت کے ساتھ تیسری رکعت پڑھی، تو پہلی جماعت کی نماز فاسد ہوگی، اور دوسری جماعت کی نماز جائز ہوگی اور وہ اپنی دو رکعتیں پڑھ لیں، ایک قرارت کے بغیر ادا کریں، اور دوسری رکعت قرارت سے پڑھیں، اور اگر مغرب میں امام تین جماعتیں بنائے، اور ہر جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے تو پہلی جماعت کی نماز فاسد ہوگی، اور دوسری و تیسری جماعت کی نماز جائز ہوگی، دوسری جماعت دو رکعتیں قضا پڑھے اور دوسری رکعت بلا قرارت ادا کرے، اور تیسری جماعت دو رکعتیں قرارت کے ساتھ پڑھے (جوہرہ نیرہ)

خوف دشمن کا ہو یا جانور کا دونوں برابر ہیں، خوف کی وجہ سے نماز میں قصر نہیں ہوتا، لیکن نماز میں چلنا جائز ہو جاتا ہے (مضمرات) نماز کیحالت میں قتال نہ کریں، اگر قتال کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ قتال اعمال صلوٰۃ میں سے نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی انحراف کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوگا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (جوہرہ نیرہ) خواہ قبلہ کی طرف سے دشمن کیطرف پھرا ہو، یا دشمن کی طرف سے قبلہ کیطرف پھرا ہو، دریا میں تیرتے ہوئے اور پیدل چلتے ہوئے نماز نہ پڑھے (مضمرات)، اگر دشمن کی طرف سے بھاگ کر پیدل چلتا رہا اور نماز کا وقت آگیا اور نماز کے لئے ٹھیر نہیں سکتا تو ہمارے نزدیک پیدل چلتے ہوئے نماز نہ پڑھے، بلکہ نماز میں تاخیر کرے، صلوٰۃ خوف میں اگر سہو ہو جائے، تو سجدہ سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے (محیط)

اگر خوف اور زیادہ بڑھ جائے تو سواری کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کریں، اگر قبلہ کی سمت کی طرف رخ نہیں کرسکتے، تو جدھر چاہیں نماز پڑھ لیں (ہدایہ) خوف زیادہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دشمن اترنے کی مہلت نہ دے بلکہ لڑائی کے لئے ان پر ٹوٹ پڑے (جوہرہ نیرہ) سواری کی حالت میں جماعت سے نماز نہ پڑھیں، لیکن اگر امام اور مقتدی دونوں ایک جانور پر سوار ہیں تو اقتدار درست ہوگی، اگر اشارہ سے لوگوں نے نماز پڑھی، پھر اسی وقت یا وقت کے بعد عذر زائل ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہوگا، پیدل اگر رکوع و سجدہ پر

قادر نہیں ہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے، اور سوار اگر دشمن کے پیچھے جاتا ہے، تو جانور پر نماز نہ پڑھے اور اگر دشمن اس کے پیچھے آرہا ہو تو جانور پر نماز پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط) جو شخص اترنے پر قادر ہے وہ اگر سوار ہو کر نماز پڑھے گا، تو ہمارے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی (مضمرات) اگر نماز کے اندر امن حاصل ہوگیا، مثلاً دشمن چلا گیا، تو صلوٰۃ خوف کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور جسقدر نماز باقی ہے وہ امن کی نماز کی طرح پڑھیں اور دشمن کے چلے جانے کے بعد جس نے قبلہ کی طرف سے منہ پھیرا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر دشمن کے چلے جانے سے پہلے نماز کے لئے منہ پھیرا اور اس کے بعد دشمن چلا گیا تو اسی پر نماز بنا کرے (تاتار خانیہ)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں کہا ہے، کہ امام نے ظہر کی نماز صلوٰۃ خوف سے ادا کی اور سب لوگ مقیم تھے، جب امام نے ایک جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ لیں، تو سب لوگ چلے گئے، لیکن ایک شخص نہ گیا، تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن ایسا کرنا اس کے لئے بہتر نہیں ہے، اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت پڑھ چکا، پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا اور تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت میں امام کے بقدر تشہد قعدہ کرنے سے پہلے چلا گیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور اسی طرح اگر امام کے بقدر تشہد قعدہ کر لینے کے بعد اور سلام سے پہلے چلا گیا، تو اس کی نماز پوری ہو گئی، اگر امام نے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز شروع کی اور وہ سب لوگ مسافر تھے، جب ایک رکعت پڑھ لی تو دشمن سامنے آگیا، اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک جماعت دشمن کے سامنے آگئی، اور ایک جماعت نے امام کے ساتھ باقی رہ کر اپنی نماز پوری کر لی تو ان لوگوں کی نماز ہوگئی جو جماعت امام کے ساتھ تھی اس جماعت کی نماز کا ادا ہو جانا تو بالکل ظاہر ہے اور جو جماعت چلی گئی، اس کی نماز اس لئے ہوگئی کہ چلا جانا اپنے موقعہ پر اور ضرورت کی وجہ سے ہوا، اگر امام نے ظہر کی نماز جماعت سے شروع کی اور وہ سب مقیم تھے، پھر دشمن سامنے آگیا اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک جماعت دو رکعتیں پڑھ لینے کے بعد دشمن کے مقابلہ پر چلی گئی تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت چلی گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر ظہر کی تین رکعتوں کے بعد دشمن سامنے آگیا اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر نماز چھوڑ کر چلی گئی تو اس مسئلہ کا کتاب میں کوئی ذکر نہیں ہے اور مشایخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اس لئے کہ نماز کا ایک جز ادا ہونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک پہلی جماعت کے انحراف کا وقت ہے (محیط)

خوف کی نماز جمعہ اور عیدین میں بھی جائز ہے (سراجیہ) اگر عید کے دن شہر میں امام دشمن کے مقابلہ پر ہے، اور عید کی نماز صلوٰۃ خوف پڑھنا چاہے، تو لوگوں کی دو جماعتیں بنائے اور ہر جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پس اگر امام کی رائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے موافق ہے، تو پہلی جماعت پہلی رکعت میں متابعت کرے اور دوسری جماعت دوسری رکعت میں، اگرچہ دونوں جماعتوں کا مذہب عید کی نماز میں امام کے خلاف ہو، لیکن اگر امام کا مذہب عید کی نماز میں یقیناً خطا ہے، اور صحابہؓ میں سے کسی کا قول نہیں ہے، تو اس کی متابعت نہ کریں، پس امام جب اپنی نماز پوری کر چکے، اور دوسری جماعت نماز سے پھر جائے اور پہلی جماعت آئے تو وہ اپنی دوسری رکعت بلا قرأت پڑھے اور امام کی قرأت کے بقدر یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کھڑی ہو، پھر زائد تکبیریں کہے اور اس طرح رکوع کرے، جس طرح امام نے رکوع کیا تھا، اور جب نماز پوری کر لے تو یہ جماعت چلی جائے اور دوسری جماعت آئے اور وہ اپنی پہلی رکعت قرأت سے ادا کرے، پھر تکبیر کہے زیادات، جامع اور سیر کبیر کی روایت یہی ہے، اور نوادر کی دو روایتوں میں سے

ایک روایت بھی یہی ہے اور یہی استحسان ہے (محیط)

اکیسواں باب جنازہ کے احکام و مسائل (سات فصلیں)

پہلی فصل اُس شخص کا بیان جو جانکنی کی حالت میں ہے،

اگر کوئی شخص جانکنی کیحالت میں ہو، تو داہنی کروٹ پراس کا منہ قبلہ کیطرف پھیر دیں اور یہی سنت ہے (ہدایہ) یہ حکم اس وقت ہے جب اس کو تکلیف نہ ہو، اور اگر تکلیف ہوتی ہے تو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے (زاہدی) اس کی علامات یہ ہیں کہ دونوں پاؤں ڈھیلے ہو جائیں اور کھڑے نہ ہو سکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جائے، دونوں کنپٹی بیٹھ جائیں خصیہ کی کھال کھنچ جائے (تبیین) اور منہ کی کھال تن جائے اور اس میں نرمی نہ معلوم ہو (سراج الوہاج) اس وقت اس پر کلمہ شہادتین تلقین کرنا چاہیئے، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ غرغرہ سے پہلے نزع کی حالت میں اس کے پاس جہر سے اس طرح اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله پڑھنا شروع کریں کہ وہ اچھی طرح سن لے، خود اس شخص سے پڑھنے کے لئے نہ کہیں، اور نہ اس پر اصرار کریں، اس اندیشہ کی بنا پر کہ کہیں وہ جھڑک نہ دے اور جب وہ شخص کلمہ شہادتین ایک بار کہہ لے، تو تلقین کرنے والا پھر اس کے سامنے نہ کہے، لیکن اس کے بعد اس شخص نے .... اس کے علاوہ اگر کچھ اور کلام کیا ہے تو پھر تلقین کریں (جوہرہ نیرہ) تلقین بالاتفاق مستحب ہے، ہمارے نزدیک ظاہری روایت کے بموجب موت کے بعد تلقین نہیں ہے (عینی شرح ہدایہ، معراج الدرایہ) اور ہم دونوں تلقینوں پر موت کے وقت اور دفن کے وقت عمل کرتے ہیں (مضمرات) مستحب ہے کہ تلقین کرنے والا ایسا شخص ہو، جسپر اس کے مرنے کی خوشی کی تہمت نہ ہو اور اس کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو (سراج الوہاج) فقہائے کہا ہے کہ اگر شدت نزع میں کسی شخص سے کفر کے کلمات سرزد ہو جائیں تو اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا اور اس کے ساتھ اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح مسلمانوں کے مردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے (فتح القدیر) اس موقعہ پر نیک اور بزرگ لوگوں کا حاضر ہونا زیادہ بہتر ہے، اس کے پاس سورہ یٰسین پڑھنا مستحب ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اس کے پاس خوشبو رکھنی چاہیئے (زاہدی) حائضہ اور جنبی شخص کا اس شخص کے پاس موت کے وقت بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

جب وہ شخص انتقال کر جائے تو اس کی داڑھی باندھ دیں، اور آنکھیں بند کر دیں وہ شخص آنکھیں بند کرے، جو اس کے رشتہ داروں میں سب سے زیادہ اس پر مہربان ہو اور جہاں تک ہو سکے آسانی اور نرمی سے آنکھیں بند کرے اس کی داڑھی ایک چوڑی پٹی سے باندھیں، اور اوپر گرہ لگا دیں (جوہرہ نیرہ) آنکھیں بند کرنے والا یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ

بنام خدا رسول اللہ علیہ وسلم کی ملت میں اس کا حشر ہو، اے اللہ اس مردہ پر اس کا معاملہ آسان فرما، اور جو حالت اس کو آگے پیش آنے والی ہے، وہ اس پر سہل کر دے اور اپنے دیدار سے اس کو مشرف کر، اور قیامت بھی اسکے حق میں دنیا سے بہتر کر دے

اس کے جوڑ بند ڈھیلے کردے اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں بازوؤں کی طرف لیجائے، پھران دونوں ہاتھوں کو پھیلا دے، پھر اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ہتھیلیوں کی طرف موڑ کر سیدھی کردے، اور اسکی دونوں رانیں پیٹ کی طرف موڑ کر سیدھی کردے، اور دونوں پنڈلیاں رانوں کی طرف موڑ کر سیدھی کردے (جوہرہ نیرہ) جن کپڑوں میں انتقال ہوا ہے، مستحب یہ ہے کہ وہ کپڑے اتارلیں اور تمام بدن ایک کپڑے سے ڈھک دیں، مردے کو بلند جگہ تخت یا چارپائی پر رکھیں تاکہ زمین کی نمی پہنچکر بدبو نہ پیدا ہو، اور پیٹ پر کوئی لوہے کی چیز یا تر مٹی رکھدیں، تاکہ پیٹ نہ پھولے (سراج الوہاج) پڑوسیوں کو اور اس کے دوستوں کو خبر کرنی مستحب ہے تاکہ اس پر نماز پڑھیں، اور اس کے لئے دعا کرکے اس کا حق ادا کریں (جوہرہ نیرہ) بازاروں میں آواز دینے کو بعض لوگوں نے مکروہ سمجھا ہے، اور اصح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی) اس کا قرض چکانے اور بری الذمہ کرنے میں جلدی کرنا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے، تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کریں، اور اگر ایک شخص اچانک مرگیا تو اس کو چھوڑے رکھیں، یہاں تک کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے (جوہرہ نیرہ) اس کے پاس غسل کے وقت تک قرآن پڑھنا مکروہ ہے (تبیین) اگر عورت مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں تڑپ رہا ہے، تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کا پیٹ چیر کر بچہ نکال لیں اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

(دوسری فصل) میّت کو غسل دینے کا بیان

میت کو غسل دینا زندوں پر سنت سے اور اجماع امت سے واجب ہے (نہایہ) لیکن بعض اگر اس فرض کو انجام دے دیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے (کافی) غسل ایک بار واجب ہے اور اس کی تکرار سنت ہے، یہاں تک کہ اگر ایک ہی مرتبہ کے غسل پر اکتفا کریں، یا جاری پانی میں ایک غوطہ دیدیں تو جائز ہے (بدائع) جب میت کو غسل دینا چاہیں، تو اس کو ننگا کرلیں، یہی ہمارا مذہب ہے (ظہیریہ) میت کو ایک تخت پر رکھیں، اور اس کو رکھنے سے پہلے طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دیجائے،

دھونی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ تخت کے گرد انگیٹھی کو ایک بار، یا تین بار، یا پانچ بار پھرائیں، اور اس پر زیادتی نہ کریں (عینی شرح کنز)

میت کے رکھنے کا طریقہ ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک میت رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اس طرح لانبا لٹادیں جس طرح حالت مرض میں اشارہ سے نماز پڑھنے کے لئے لٹاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس طرح لٹائیں جس طرح قبر میں لٹاتے ہیں اور اصح یہ ہے کہ جس طرح آسانی ہو اس طرح لٹادیں (ظہیریہ) جس جگہ میت کو غسل دیں، وہاں پردہ کرلینا مستحب ہے، غسل دینے والے اور ایک مددگار کے علاوہ کوئی اور اس کو نہ دیکھے (سراج الوہاج) اس کا ستر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لیں (محیط سرخسی) اور یہی صحیح ہے (محیط) ظاہر مذہب یہ ہے کہ ستر غلیظ کو ڈھک لیں، رانوں کو نہ ڈھکیں (خلاصہ) یہی صحیح ہے (ہدایہ) امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک استنجا بھی کرادیا جائے (محیط سرخسی) استنجے کا طریقہ یہ ہے کہ دھونے والا اپنے دونوں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے، پھر نجاست کے مقام کو دھوئے، اس لئے کہ جس طرح ستر کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح ستر کو چھونا بھی حرام ہے (جوہرہ نیرہ) غسل کے وقت مرد

مرد کی ران نہ دیکھے، اسی طرح عورت، عورت کی ران نہ دیکھے (تاتارخانیہ) پھر وضو کرادیں جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں، اور اگر بچہ ہو جس پر نماز فرض نہ ہو، تو وضو نہ کرائیں (فتاویٰ قاضی خاں) وضو کی ابتدا منہ دھونے سے کریں، ہاتھوں سے نہ کریں (محیط) داہنی طرف سے ابتدا کریں، بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں دھوتا تھا، کلی نہ کرائیں، اور ناک میں پانی بھی نہ ڈالیں (فتاویٰ قاضی خاں) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ غسل دینے والا اپنی انگلی پر باریک کپڑا لپیٹ کر اس کے منہ میں داخل کرے اور اس کے دانتوں کو، ہونٹوں کو اور مسوڑوں اور تالو کو اچھی طرح صاف کرے اور اس کے دونوں نتھنوں میں بھی انگلی داخل کرے (ظہیریہ) شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے (محیط)

سر کے مسح میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے، کہ اس کے سر پر مسح کیا جائے اور پیروں کے دھونے میں تاخیر نہ کیجائے (تبیین) گرم پانی سے غسل دینا ہمارے نزدیک افضل ہے (محیط) پانی کو بیری کے پتے یا اشنان سے جوش دیا جائے، اور اگر یہ نہ ملے تو خالص پانی کافی ہے (ہدایہ) سر اور داڑھی کو خطمی سے دھوویں، اور اگر خطمی نہ ہو، تو صابون یا اس کے مثل کسی اور چیز سے دھوئیں، اس لئے کہ صابن بھی وہی کام کرتا ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے سر پر بال ہوں، اس لئے کہ اس صورت میں اس کی زندگی کی حالت کا لحاظ کیا جاتا ہے (تبیین) اور یہ چیزیں اگر نہ ملیں تو خالص پانی کافی ہے (شرح طحاوی) پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹادیں، اور بیری کے پتوں سے جوش دیئے ہوئے پانی سے نہلائیں، یہاں تک کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ پانی بدن کے اس حصہ تک خوب پہنچ گیا ہے جو تخت سے ملا ہوا ہے، پھر اس کو داہنی کروٹ پر لٹادیں اور اسی طرح نہلائیں، اس لئے کہ داہنی طرف سے ابتدا کرنا سنت ہے، پھر اس کو بٹھائیں اور سہارا دیتے رہیں، اور نرمی کے ساتھ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیریں، اس لئے کہ کفن کہیں ملوث نہ ہو جائے، اگر کوئی چیز نکلے تو دھوڈالیں اور اس کے غسل اور وضو کا اعادہ نہ کریں، پھر اس کے بدن کو کپڑے وغیرہ سے پوچھیں، تاکہ اس کے کفن کے کپڑے نہ بھیگ جائیں، اس کے بالوں میں اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں، ناخن اور بال نہ تراشیں، اور مونچھیں بھی نہ تراشیں بغل کے بال نہ اکھاڑیں اور ناف کے نیچے کے بال صاف نہ کریں، میت جس حالت میں ہے اسی طرح دفن کردیں (محیط سرخسی)

میت کا ناخن اگر ٹوٹ گیا ہے تو اس کو الگ کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی) چہرہ پر روئی رکھنے میں نیز پیشاب اور پاخانہ کے مقام اور دونوں کانوں اور منہ میں روئی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تبیین) ایک لاش پانی سے برآمد ہوئی، تو اس کا نہلانا ضروری ہے، اس لئے کہ نہلانے کا حکم آدمیوں پر ہے اور ان سے کوئی فعل نہیں پایا گیا، لیکن اگر اسی پانی سے نکالتے ہوئے غسل کی نیت سے ہلالیں تو پھر دوبارہ نہلانا ضروری نہیں ہے (تجنیس، بدائع محیط سرخسی) اگر میت سڑ گئی جسکو چھو نہیں سکتے، تو اس پر صرف پانی بہالینا کافی ہے (تاتارخانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے) غسل میں عورت کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے، عورت کے بال پیٹھ پر نہ چھوڑیں بلکہ سینہ پر ڈال دیں (تاتارخانیہ)

بچہ پیدا ہوتے ہوئے اگر کوئی آواز یا ایسی حرکت پائی گئی، جس سے اس کی زندگی معلوم ہوتی ہے تو اس کا نام رکھیں، اس کو غسل دیں اور اس کی نماز پڑھیں، اور اگر اس قسم کی کوئی بات نہیں پائی گئی، تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں، ایک روایت میں ہے جو ظاہر روایت نہیں ہے کہ اس کو غسل دیا جائے اور یہی مختار ہے (ہدایہ) اگر دائی یا بچہ کی ماں اس کی زندگی کی نشانی کی گواہی دیں تو ان کا قول مقبول ہوگا اور اس پر نماز جائز ہوگی (مضمرات) اگر حمل گر جائے اور بچہ کے سب اعضاء نہیں بنے تھے، تو باتفاق روایت یہ حکم ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھیں اور مختار یہ ہے

کہ اسکو نہلائیں اور کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کر دیں (فتاوی قاضی خاں) اگر کسی میت کا نصف سے زائد بدن مع سر کے دستیاب ہو جائے، تو اس کو غسل اور کفن دیں اور نماز پڑھیں (مضمرات) اور جب نصف سے زائد بدن پر نماز پڑھ لی، اس کے بعد اگر باقی بدن بھی دستیاب ہو جائے تو اس پر نماز نہ پڑھیں (ایضاح) اگر نصف بدن دستیاب ہوا اور اس میں سر نہیں ہے یا نصف بدن لمبائی میں چرا ہوا ملے، تو اس کو غسل نہ دیں اور نماز نہ پڑھیں اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں (مضمرات) اور جس شخص کا مسلمان یا کافر ہونا معلوم نہیں ہے، پس دیکھیں گے، اگر اس پر مسلمان ہونے کی کوئی علامت ہے، یا لاش ایسے ملک میں پائی گئی، جو مسلمانوں کا ملک ہے تو اس کو غسل دیں ورنہ غسل نہ دیں (معراج الدرایہ)

اگر مسلمان اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہوگئیں تو دیکھیں گے، اگر مسلمان کسی علامت سے پہچانے جاتے ہیں تو ان پر نماز پڑھیں اور مسلمانوں کی علامت ختنہ خضاب اور سیاہ کپڑے ہیں اور اگر کوئی علامت نہیں ہے تو اگر اس میں اکثر مسلمان ہیں تو سب پر نماز پڑھیں اور نماز و دعا میں مسلمانوں کی نیت کریں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، اور اگر کافروں کی اکثریت ہے تو کسی پر نماز نہ پڑھیں، غسل اور کفن دیا جائے گا، لیکن مسلمانوں کے مُردوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں اور مشرکین کے قبرستان میں دفن کریں اور اگر دونوں کی لاشیں برابر ہوں تب بھی ان پر نماز نہ پڑھیں، دفن میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض کا قول ہے کہ مشرکین کے قبرستان میں دفن کریں اور بعض کا قول ہے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے لئے علیحدہ مقبرہ بنائیں (مضمرات) اگر کافروں کا کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ یا ان کے بعد قید ہو کر آئے اور پھر مر جائے تو اس کو غسل نہ دیں، لیکن اگر وہ سمجھدار تھا اور اس نے اسلام کا اقرار کیا تھا، یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تھا تو اسکو غسل دیں اور دادا، دادی کے مسلمان ہونے کی صورت میں اختلاف ہے اور اگر صرف بچہ قید ہو کر آیا، تو اس کو غسل دیں اور اس پر نماز پڑھیں (زاہدی) ایک شخص کشتی میں مر گیا تو اس کو غسل دیں اور کفن پہنائیں (مضمرات) اس پر نماز پڑھیں، اور کچھ بوجھ باندھ کر دریا میں پھینک دیں (معراج الدرایہ) جو شخص بغاوت یا راہزنی کیوجہ سے قتل کیا گیا تو اس کو نہ غسل دیں اور نہ اس پر نماز پڑھیں، بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ لڑائی کے تمام ہونے سے پہلے قتل کیا جائے، لیکن ان میں سے اگر کوئی شخص مسلمانوں کے امام کے غالب ہونے کے بعد قتل ہوا، تو اس کو غسل دیں گے، اور نماز پڑھیں گے، یہی قول احسن ہے، بڑے بڑے مشایخ نے اس کو اختیار کیا ہے، جو شخص گلا گھونٹ کر لوگوں کو مارتا ہو اس کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز پڑھیں گے، جو لوگ نافرمانی کیوجہ سے قتل ہوتے ہیں، ہمارے مشایخ نے اس تفصیل کے بموجب ان کا وہی حکم قرار دیا ہے جو باغیوں کا ہے (محیط سرخسی) جو لوگ شہر کے اندر رات کو ہتھیار باندھ کر غارت گری کرتے ہیں وہ راہزنوں کے حکم میں ہیں (ذخیرہ)

جو شخص میت کو نہلا رہا ہے وہ باوضو ہونا چاہیئے (فتاوی قاضی خاں) اگر نہلانے والا جنبی، حائضہ یا کافر ہے تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے (معراج الدرایہ) اور اگر نہلانے والا بے وضو ہے، تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے (قنیہ) نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہونا چاہیئے اور اگر وہ نہلانا نہ جانے تو کوئی امین اور متقی آدمی غسل دے (زاہدی) نہلانے والا ثقہ شخص ہونا چاہیئے جو اچھی طرح غسل دے سکے اور اگر کوئی بری بات دیکھے تو اس کو چھپائے، اور اچھی بات دیکھے تو ظاہر کر دے، پس اگر ایسی چیز دیکھے جو اس کو پسند ہو، مثلاً چہرہ کا نور یا خوشبو وغیرہ، یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز تو لوگوں کے سامنے اس چیز کا ظاہر کرنا مستحب ہے اور اگر ایسی بات دیکھے جس میں قباحت ہو، مثلاً منہ سیاہ ہو جائے یا

بدبو آتی ہو، یا صورت و شکل بدل جائے، یا اعضا متغیر ہو جائیں تو کسی شخص کے سامنے بھی ان چیزوں کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) اور اگر میت بدعتی ہو اور اس کا بدعتی ہونا علانیہ ہو، اور نہلانے والا اس میں کوئی بری بات دیکھے تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تاکہ لوگ بدعت سے باز رہیں (سراج الوہاج) نہلانے والے کے پاس انگیٹھی میں خوشبو سلگتی رہے تاکہ میت سے کسی بدبو کے ظاہر ہونے کی وجہ سے نہلانے والا اور اس کا معین و مددگار رستہ نہ ہو جائے (جوہرہ نیرہ) میت کو بلا اجرت غسل دینا افضل ہے اور اگر غاسل اجرت طلب کرے اور وہاں اس کے علاوہ کوئی اور بھی نہلانے والا ہے تو اجرت لینا جائز ہے ورنہ اجرت لینا جائز نہیں ہے (ظہیریہ)

مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو غسل دیں، مرد عورتوں کو یا عورتیں مردوں کو غسل نہ دیں، اور اگر میت چھوٹا بچہ ہے جس کی طرف خواہش نہیں ہوتی تو عورتیں اس کو غسل دے سکتی ہیں، اسی طرح اگر لڑکی چھوٹی ہے جس پر خواہش نہیں ہوتی تو مرد اس کو نہلا سکتے ہیں، جس شخص کا عضو کٹا ہوا ہو، یا خصی ہو وہ مرد کے حکم میں ہے، عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے، جب مرنے کے بعد اس نے کوئی ایسی حرکت نہ کی ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، جیسے اپنے شوہر کے بیٹے یا شوہر کے باپ کو بوسہ دے، اگر اس کے مرنے کے بعد اس قسم کی کوئی حرکت ہوئی ہے اس لئے غسل دینا جائز نہیں ہے، لیکن مرد کسی حالت میں اپنی عورت کو غسل نہ دے (سراج الوہاج) اگر عورت کو طلاقِ رجعی دی تھی اور وہ عدت میں ہے اور شوہر مر گیا تو اس کیلئے شوہر کو غسل دینا جائز ہے (محیط سرخسی) اگر عدت کے آخر میں اس کے پورا ہونے سے پہلے مرا اور مرنے کے بعد عدت پوری ہو گئی، تب بھی عورت کے لئے غسل دینا جائز ہے (شرح طحاوی)

ایک اصول

اس میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسکو بسبب نکاح کے عورت کے ساتھ وطی جائز ہے اگر وہ شخص زندہ ہوتا، تو ایسے شخص کو عورت غسل دے سکتی ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو غسل دینا جائز نہ ہوگا (تاتارخانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے)، یہودیہ اور نصرانیہ عورت کا حکم اپنے شوہر کو غسل دینے میں وہی ہے جو مسلمان عورت کا ہے، لیکن اس میں قباحت ہے (زاہدی) اگر مرد عورت کو غسل دے رہا ہے اور وہ اس کا محرم ہے تو وہ ہاتھ لگا سکتا ہے اور اگر اجنبی ہے تو اپنے ہاتھوں کو کپڑا لپیٹ لے اور ہاتھوں پر نظر پڑتے وقت آنکھیں بند کرلے، اگر مرد اپنی عورت کو غسل دے تب بھی یہی حکم ہے، لیکن اس کے لئے آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں ہے، جوان اور بوڑھی عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، اگر کسی شخص کی ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ یا باندی مرجائے تو مولیٰ اس کو غسل نہ دے اسی طرح یہ بھی مالک اور مولیٰ کو غسل نہ دیں، اگر کوئی مرد عورتوں میں مرجائے تو اس کی محرم عورت زوجہ یا باندی ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر تیمم کرادے اور ان کے علاوہ دیگر عورتیں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائیں (معراج الدرایہ) ایک شخص کا سفر میں انتقال ہو گیا، اور اس کے ساتھ عورتیں اور ایک کافر مرد تھا، وہ عورتیں کافر کو غسل کا طریقہ بتلائیں اور کافر کو میت کے پاس تنہائی میں چھوڑ دیں تاکہ وہ غسل دے سکے اور اگر ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے، البتہ ایک چھوٹی بچی ہے، جس پر خواہش نہیں ہوتی اور وہ اس لائق ہے کہ میت کو غسل دے سکے تو اس کو غسل کا طریقہ سکھلادیں اور میت کے پاس چھوڑ دیں تاکہ غسل دیدے، اور اگر عورت سفر میں مرگئی، اور اس کے ساتھ کافرہ عورت اور ایک نابالغ لڑکا ہے جو ابھی حد شہوت کو نہیں پہنچا، تو اسی طرح عمل کیا جائے جو ابھی مردوں کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا (مضمرات) خنثیٰ مشکل نہ مرد کو غسل دے نہ عورت کو اور نہ اسکو مرد غسل دے اور نہ عورت، بلکہ ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرادیں (زاہدی) اگر ایک شخص کافر مرا اور اس کا ولی مسلمان ہے، تو اس کو غسل دے اور کفن دے اور دفن کرے لیکن اس طرح نہلائے جس طرح ناپاک کپڑے کو دھویا کرتے ہیں، اور ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھودے اور کفن اور قبر میں

سنت کی رعایت نہ کرے، اور قبر میں اس کو رکھے نہیں بلکہ ڈال دے (ہدایہ) کافر باپ کا مسلمان بیٹا اگر مر جائے تو کافر باپ کو اس کے غسل دینے کے سلسلہ میں قابو نہ دینا چاہیئے، بلکہ مسلمان لوگ خود یہ کارِ خیر انجام دیں (نہایہ) اگر ایک شخص سفر میں مرا اور وہاں پانی نہیں ہے تو تیمم کرا کر اس پر نماز پڑھیں (محیط) ایک شخص مرا اور پانی نہ ملا تو اس کو تیمم کرائیں اور نماز پڑھیں، پھر اگر پانی مل جائے، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کو غسل دیکر دوبارہ نماز پڑھیں (فتاویٰ قاضی خاں)

تیسری فصل — کفن دینے کا بیان

کفن دینا فرض کفایہ ہے (فتح القدیر) مرد کا کفن سنت ایک تہبند ہے، ایک کرتا ہے، ایک لپیٹنے کی چادر ہے، اور جس کفن پر کفایت کرنا جائز ہے وہ دو چیزیں ہیں ۱ تہ بند ۲ اور لپیٹنے کی چادر، اور ضرورت کے وقت جسقدر ملجائے وہی کفن ضرورت ہو (کنز) تہ بند سر سے پاؤں تک اور اسی طرح چادر بھی سر سے پاؤں تک ہوگی اور کرتا گردن سے پاؤں تک ہوگا (ہدایہ) کفن میں گریبان کلی اور آستین نہ لگائیں (کافی) ظاہر روایت کے مطابق کفن میں عمامہ نہیں ہے اور فتاویٰ میں ہے متاخرین نے عالم شخص کے لیے عمامہ کو مستحسن کہا ہے، اس کی زندگی کی حالت کے برخلاف عمامہ کا شملہ اس کے منہ پر رکھدیں (جوہرہ نیرہ)

عورت کا کفن سنت یہ ہے ایک ۱ تہ بند، دو ۲ پٹہ، کفنی ۳، لپیٹنے کی ۴ چادر، سینہ بند ۵ اور وہ کفن جس پر کفایت کرنا جائز ہے یہ ہے ایک تہ بند، لپیٹنے کی چادر اور دوپٹہ (کنز) سینہ بند چھاتی سے ناف تک ہونا چاہیئے (عینی شرح کنز، تبیین) اولیٰ یہ ہے کہ سینہ بند چھاتی سے رانوں تک ہو (جوہرہ نیرہ) عورت کو دو کپڑوں میں اور مرد کو صرف ایک کپڑے میں کفن دینا مکروہ ہے، لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے (عینی شرح کنز) کفن میں قریب البلوغ لڑکے کا وہی حکم ہے جو بالغ کا ہے اور اسی طرح قریب البلوغ لڑکی کا حکم مثل عورت کے ہے، چھوٹے بچے کا کفن کم از کم ایک کپڑا اور چھوٹی بچی کا کم سے کم کفن دو کپڑے ہیں (تبیین) خنثیٰ کو احتیاطاً وہی کفن دیا جائے جو عورت کو دیا جاتا ہے، لیکن اس کے کفن میں ریشمی کسمی اور زعفرانی رنگ کے کپڑے سے اجتناب کریں، مرد کو کفن ایسے کپڑے کا دینا چاہیئے، جیسا کہ وہ عیدین کے روز اپنی زندگی میں پہنکر نکلتا تھا اور عورت کو کفن ایسے کپڑے میں دینا چاہیئے، جیسے کپڑے پہن کر وہ اپنے ماں باپ کے یہاں جایا کرتی تھی (زاہدی) مردکو، برد، کتان، اور قصب کے کپڑوں میں کفن دینے میں، اور عورتوں کو، حریر، ریشم اور کسم کے رنگ اور زعفرانی رنگ کے کپڑوں میں کفن دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور مرد کے لئے یہ مکروہ ہیں، بہتر یہ ہے کہ کفن کے کپڑے سفید ہوں (نہایہ) اور پرانا اور نیا کپڑا کفن میں برابر ہے (جوہرہ نیرہ) مردوں کو جس کپڑے کا زندگی میں پہننا جائز ہے اس کا کفن دینا بھی جائز ہے اور زندگی میں جس کا پہننا جائز نہیں ہے اس کا کفن دینا بھی جائز نہیں ہے (شرح طحاوی) اگر ترکہ بہت ہے اور وارث کم ہیں تو کفن سنت دینا اولیٰ ہے اور اگر اس کے برعکس ہو، یعنی وارث زیادہ ہوں اور ترکہ تھوڑا ہو تو کفن ضرورت دینا اولیٰ ہے (ظہیریہ) اگر وارثوں میں کفن دینے کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے بعض کہتے ہیں دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور بعض کہتے ہیں تین کپڑوں میں کفن دیا جائے تو تین کپڑوں میں کفن دینا چاہیئے، اس لئے کہ وہ سنت ہے (جوہرہ نیرہ)

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے لئے سب سے پہلے اوپر لپیٹنے کی چادر بچھائی جائے، پھر اس پر تہ بند بچھایا جائے پھر اس پر مردہ رکھا جائے اور کرتہ پہنایا جائے، اس کے سر داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو لگائی جائے (محیط) ہر طرح کی خوشبو لگائیں، لیکن مرد کے لئے زعفران اور درس نہ لگائیں (ایضاح) پیشانی، ناک، دونوں

ہاتھوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں، پھر تہ بند کو بائیں طرف سے اس لپیٹیں پھر داہنی جانب سے لپیٹیں اور اوپر کی چادر بھی اسی طرح لپیٹیں (محیط) اگر کفن کھلجانے کا خوف ہو تو کسی چیز سے باندھ دیں (محیط سرخسی)

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ

عورت کو کفن دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اوپر کی چادر بچھائیں اور اس پر تہ بند بچھادیں، جیسے کہ ہم نے مرد کے واسطے بیان کیا، پھر اس پر میت رکھیں پھر کفنی پہنائیں اور اس کے بالوں کی دو زلفیں کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیں اور اس کے اوپر دوپٹہ اڑھادیں، پھر تہ بند کو اور اوپر کی چادر کو لپیٹیں، جس طرح ہم نے مرد کے لئے بیان کیا ہے، پھر کفن میں چھاتیوں کے اوپر سینہ بند باندھ دیں (محیط) میت کو رکھنے سے پہلے کفن کو طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دیجائے، ایکبار، یا تین بار، یا پانچ بار، اور اس پر زیادتی نہ کریں (عینی شرح کنز) میت کو جن مواقع پر خوشبو کی دھنی دیجاتی ہے وہ تین ہیں، روح نکلتے وقت خوشبو کی دھونی دیجائے، تاکہ بدبو دور ہو جائے، نہلاتے ہوئے اور کفن پہناتے ہوئے خوشبو کی دھونی دیجائے اور اس کے بعد خوشبو کی دھونی نہ دیں (تبیین) محرم اور غیر محرم اس میں برابر ہیں، خوشبو لگائے اور اس کا منہ اور سر ڈھکے، باندی کو بھی اسی طرح خوشبو کی دھونی دیجائے، جس طرح آزاد عورت کو دیجاتی ہے (محیط) اگر میت کے پاس مال ہے تو کفن اس کے مال میں سے دیا جائے، اور کفن مقدار سنت تک قرض وصیت اور وارث پر مقدم کیا جائے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے مال میں سے غیر کا حق متعلق نہ ہو، مثلاً اگر گروی رکھی ہوئی چیز، فروخت کردہ چیز جسپر قبضہ نہیں دیا تھا غلام جس نے کوئی جنایت یعنی خطا کی ہے (تبیین) جس شخص کے پاس کچھ مال نہیں ہے، اس کا کفن اس شخص پر واجب ہے، جس پر اس کا نفقہ واجب تھا، لیکن حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شوہر پر کفن دینا واجب نہیں ہے، اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شوہر پر کفن دینا واجب ہے اگرچہ بیوی مال بھی چھوڑے، اسی قول پر فتویٰ ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

شوہر کا انتقال ہوا، اور کچھ مال نہ چھوڑا اور اس کی زوجہ مالدار ہے، تو اس پر کفن دینا بالاتفاق واجب نہیں ہے (محیط) اور اگر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسپر میت کا نفقہ واجب ہو تو اس کو بیت المال سے کفن دیا جائے اور اگر بیت المال نہیں ہے، تو مسلمانوں پر اس کا کفن دینا واجب ہے اور اگر وہ نہ دے سکیں تو اور لوگوں سے سوال کریں (زاہدی) عنایہ میں ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو نہلا کر گھاس میں لپیٹ کر دفن کردیں، اور اس کی قبر پر نماز پڑھیں (تاتارخانیہ)

ایک شخص کسی قوم کی مسجد میں انتقال کر گیا، اور ایک آدمی نے اس کے کفن کا اہتمام کر کے پیسے جمع کئے اور اس میں سے کچھ باقی بچ گئے، تو اگر وہ اس شخص کو پہچانتا ہے جس کے پیسے بچ گئے ہیں تو اس کو واپس کردے اور اگر نہیں پہچانتا، تو کسی دوسرے محتاج کفن میں صرف کردے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو فقیروں پر صدقہ کردے (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص کو کفن دے کر دفن کردیا، اور اس کا کفن چوری ہو گیا، تو اگر تازہ دفن ہوا ہے، تو اس کے مال میں سے دوبارہ کفن دیا جائے گا، اور اگر مال تقسیم ہو گیا ہے، تو وارثوں پر کفن دینا واجب ہے، قرض خواہوں اور وصیت والوں پر کفن دینا واجب نہیں ہے، اگر قرض سے کچھ ترکہ نہ بچا، لیکن قرضداروں نے ابھی مال پر قبضہ نہیں کیا ہے تو پہلے کفن دیا جائے اور اگر قبضہ کر چکے ہیں تو ان سے کچھ واپس نہ لیا جائے، اور اگر میت کا بدن بگڑ چکا ہے، تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے اور اگر میت کو کسی درندے جانور نے کھا لیا ہے اور کفن باقی رہ گیا ہے، تو اس کو ترکہ میں شامل کر لیا جائے گا، اور اگر کسی غیر شخص نے یا اس کے کسی رشتہ دار نے کفن دیا تھا، تو اس کی طرف واپس کردیا جائے گا (معراج الدرایہ)

چوتھی فصل   جنازہ اٹھانے کا بیان

سنت یہ ہے کہ چار مرد جنازہ اٹھائیں (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابو المکارم) جس وقت پلنگ پر جنازہ اٹھائیں، تو اس کے چاروں پاؤں کو پکڑیں، اسی طرح سنت سے ثابت ہے (جوہرہ نیرہ) پھر جنازہ اٹھانے میں دو چیزیں ہیں۔ ایک اصل سنت، ایک کمال سنت اصل سنت یہ ہے کہ پلنگ کے چاروں پاؤں کو اس طرح باری باری پکڑے کہ ہر جانب سے دس قدم چلے اور یہ سنت تمام لوگ ادا کر سکتے ہیں، اور کمال سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا سب سے پہلے اس کے سرہانے کے داہنے پایہ کو پکڑے (تاتارخانیہ) اور داہنے کاندھے پر اس کو اٹھائے، پھر پائنتی کے داہنے پایہ کو داہنے کاندھے پر رکھے، پھر سرہانے کے بائیں پائے کو بائیں کاندھے پر رکھے، پھر پائنتی کے بائیں پایہ کو بائیں کاندھے پر رکھے اور یہ سنت صرف ایک شخص سے ادا ہوگی (تبیین) پلنگ کو دو لکڑیوں سے اس طرح اٹھانا کہ اس کو دو شخص ایک سرہانے سے اور دوسرا پائنتی سے اٹھائے مکروہ ہے لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے، مثلاً جگہ تنگ ہے یا اس قسم کی کوئی اور ضرورت ہے۔ پلنگ کو ہاتھ سے پکڑے یا کاندھے پر رکھے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر پلنگ کاندھے پر اور نصف گردن کی جڑ پر رکھا تو مکروہ ہے (شرح طحاوی) اسبیجابی نے کہا ہے کہ دودھ پیتا بچہ یا وہ بچہ جس کا دودھ چھوٹ گیا ہے۔ یا اس سے کچھ زائد عمر کا بچہ اگر مر جائے اور ایک شخص اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور لوگ نمبروار اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائیں اور اگر سوار ہو کر اسکو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا، تب بھی اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر بچہ بڑا ہے، تو اس کو جنازہ پر اٹھایا جائے (بحر الرائق) میت لیجاتے ہوئے ذرا جلد چلیں لیکن دوڑے نہیں اور جلد چلنے کی حد یہ ہے کہ میت کو جنازہ پر حرکت نہ ہو (تبیین) جو لوگ میت کے ساتھ ہیں، وہ اس کے پیچھے چلیں، اور افضل ہے اور آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن اس سے دور ہو جائیں اور سب لوگوں کا آگے بڑھ جانا مکروہ ہے، میت کے دائیں بائیں نہ چلیں (فتح القدیر) جب جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں (مضمرات) اگر جنازہ کسی پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی مشہور بزرگ شخص کا ہے تو اس کے ساتھ جانا نفل پڑھنے سے افضل ہے (بحر الرائق) جنازہ کے ہمراہ سواری پر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور پیدل چلنا افضل ہے اور سوار ہو کر جنازہ سے آگے بڑھ جانا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) جنازہ کے ساتھ یا میت کے گھر میں نوحہ کرنا چیخنا اور گریبان پھاڑنا مکروہ ہے، آواز بلند کئے بغیر رونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور صبر افضل ہے (تاتارخانیہ) جنازہ کے ساتھ انگیٹھی میں آگ اور شمع نہ ہونی چاہیئے (بحر الرائق)

عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نہ جانا چاہیئے، اور اگر جنازہ کے پیچھے نوحہ کرنے والی اور چیخنے والی آجائے، تو لوگ اس کو منع کریں، اور اگر نہ مانے تو لوگوں کو جنازہ کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنا سنت ہے، پس غیر کی بدعت کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیں۔ جنازہ کے لئے اس وقت تک کھڑا نہ ہو، جب تک اس کے ساتھ جانے کا ارادہ نہ کرے (ایضاح) اسی طرح عیدگاہ میں اگر جنازہ آگیا، تو زمین پر جنازہ رکھنے سے پہلے لوگ کھڑے نہ ہوں یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں، ان کو خاموش رہنا چاہیئے، قرآن پڑھنے میں اور ذکر میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے (شرح طحاوی) اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے، تو دل میں ذکر کرے (فتاویٰ قاضی خاں) جب قبر کے پاس زمین پر جنازہ رکھدیا جائے تو اس وقت بیٹھ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جنازہ گردنوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے

(خلاصہ) افضل یہ ہے، کہ جب تک میت پر مٹی نہ ڈالیں اس وقت تک نہ بیٹھیں (محیط سرخسی) جب نماز کے لئے جنازہ رکھیں تو قبلہ کے عرض میں رکھیں (تاتار خانیہ) جنازہ اٹھانے کے لئے اجرت لینا جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

(پانچویں فصل) میّت پر نماز پڑھانے کا بیان

جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے، اگر بعض اس کو ادا کرلیں، خواہ ایک شخص ہو، یا ایک جماعت ہو، مرد ہو، یا عورت ہو تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا، اور اگر کسی شخص نے نماز نہ پڑھی، تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے (تاتار خانیہ) جنازہ کی نماز صرف امام کی نماز سے ادا ہو جاتی ہے اسلئے کہ جنازہ کی نماز میں جماعت شرط نہیں ہے (نہایہ) جنازہ کی نماز کی شرط یہ ہے، کہ میت مسلمان ہو اور اگر نہلانا ممکن ہو، اس کو نہلالیا جائے اور اگر نہلانا ممکن نہ ہو مثلاً غسل دینے سے پہلے میت کو دفن کردیا گیا، او بغیر قبر کھودے ہوئے اس کو نکالنا ممکن نہیں ہے، تو ضرورت کی وجہ سے اس کی قبر پر نماز پڑھنا درست ہے اور اگر غسل کے بغیر میت پر نماز پڑھی گئی اور اس کو اسی طرح دفن کردیا، تو قبر پر دوبارہ نماز پڑھیں، اس لئے کہ پہلی نماز فاسد ہے (تبیین) میت کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے (مضمرات) جو شخص مسلمان ہونے کے بعد مرگیا، اس پر نماز پڑھی جائے گی، بچہ ہو، بڑا ہو، مرد ہو، یا عورت ہو، آزاد ہو، یا غلام ہو، لیکن باغیوں پر، راہزنوں پر اور اسی طرح کے لوگوں پر نماز نہ پڑھی جائے، اگر کوئی بچہ پیدا ہوتے وقت مرگیا، تو اگر نصف سے زائد خارج ہوگیا تھا، تو اس پر نماز پڑھی جائے گی، اور اگر نصف سے کم خارج ہوا تھا تو اس پر نماز نہ پڑھیں گے، اور اگر نصف خارج ہوا تھا، تو اس کا حکم کتاب میں مذکور نہیں، نصف میت پر نماز پڑھنے کا حکم جو بھی مذکور ہوا ہے۔ اسی پر اس کو قیاس جائے گا (بدائع) اگر دار الحرب میں ایک بچہ کسی مسلمان سپاہی کے قبضہ میں آگیا اور وہ بچہ مرگیا تو اس کے قابض کے اعتبار سے اس پر نماز پڑھی جائے گی (محیط) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، کہ اگر ایک شخص کسی کا مال چھین لے اور اس کے عوض اس شخص کو قتل کیا جائے، تو اس پر نماز نہ پڑھیں گے (ایضاح) اگر ایک شخص نے ماں باپ میں سے کسی کو مار ڈالا، تو اس شخص کی اہانت وتذلیل کے لئے اس پر نماز نہ پڑھیں (تبیین)

اگر ایک شخص نے غلطی سے اپنے آپ کو مار ڈالا مثلاً کسی دشمن کو تلوار سے مارنے کے لئے پکڑا، اور غلطی سے وہ تلوار اسی کے لگ گئی اور مرگیا، تو اس کو غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے، یہ حکم بلاخلاف ہے (ذخیرہ) اگر ایک شخص جان بوجھ کر اپنے آپکو مار ڈالے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس پر نماز پڑھی جائے گی یہی اصح ہے (تبیین) اگر ایک شخص کسی حق میں تلوار سے یا کسی اور چیز سے قتل کیا گیا مثلاً قصاص یا رجم میں تو اس کو غسل دیں، اور اس پر نماز پڑھیں، اور اس کے ساتھ اس طرح معاملہ کریں جو مسلمان مُردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے (ذخیرہ) امام نے جس شخص کو سولی دی ہے اس کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں، ابو سلیمانؒ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، کہ اس پر نماز نہ پڑھیں (فتاویٰ قاضی خاں) جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے سلطان سب سے اولیٰ ہے اور اگر وہ حاضر نہ ہو، تو قاضی اولیٰ ہے، پھر محلہ کا امام پھر ولی (اکثر متنوں میں یہی لکھا ہے) اور حسن نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے، کہ سب سے بڑا امام یعنی خلیفہ حاضر ہو، تو اولیٰ ہے اور اگر وہ نہ ہو تو شہر کا امام اولیٰ ہے، اور اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو قاضی اولیٰ ہے، اور اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو صاحب شرط اولیٰ ہے، اور اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو محلہ کی مسجد کا امام اولیٰ ہے اور

وہ بھی حاضر نہ ہو، تو جو سب سے زیادہ قریب اور رشتہ دار ہے وہ اولیٰ ہے، اسی روایت کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے (کفایہ، نہایہ، معراج الدرایہ، عنایہ) اور ولی حضرات کی ترتیب عصبات کی ترتیب کے موافق ہے، جو زیادہ قریب ہوگا، وہ اولیٰ ہے لیکن باپ کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ وہ بیٹے پر مقدم ہے (خزانۃ المفتین) کہا گیا ہے کہ یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بیٹا اولیٰ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ سب کا قول یہی ہے (تبیین، غیاثیہ، فتح القدیر) جنازہ کی نماز پڑھانے میں عورتوں اور بچوں کا کوئی حق نہیں ہے اور اقرب شخص کو اختیار ہے کہ کسی دور کے رشتہ دار کو مقدم کر دے، اور اگر قریبی رشتہ دار کہیں دور ہے، اور اس کے آنے تک نماز فوت ہو جائے گی، تو دور کا رشتہ دار اولیٰ ہے، اور اگر قریبی رشتہ دار حاضر نہ ہو سکا لیکن اپنے خط میں کسی غیر کو مقدم کرنے کا حکم دیا، تو دور کے رشتہ دار کو حق ہے کہ وہ اس کو منع کر دے لیکن اگر وہ شہر میں بیمار ہے، تو تندرست کے قائم مقام ہوگا، اس کو اختیار ہوگا، کہ وہ جسکو چاہے مقدم کرے اور دور کے رشتہ دار کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اگر دو ولی درجہ میں برابر ہوں، تو جو عمر میں ان میں سب سے بڑا ہے وہ اولیٰ ہوگا، اور ان دونوں میں کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے شریک کے علاوہ کسی اور کو مقدم کریں لیکن شریک کی اجازت سے غیر کو مقدم کرنا جائز ہے اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے الگ الگ شخص کو مقدم کیا، تو جسکو بڑے نے مقدم کیا ہے وہ اولیٰ ہوگا (جوہرہ نیرہ) کبیری میں ہے، کہ میت نے اگر کسی شخص کے بارہ میں وصیت کی کہ وہ میری نماز پڑھائے، تو اس کی وصیت باطل ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) ایک غلام مرا، اور اس کے مالک اور باپ اور بیٹے میں نماز کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا، اور اس کے باپ اور بیٹے آزاد ہیں تو مالک اس کی نماز پڑھانے میں اولیٰ ہے (محیط) اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) ہمارے نزدیک شوہر کی ولایت نہیں ہے، اس لئے کہ موت سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (جامع الصغیر مصنفہ قاضی خاں)

اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں ہے، تو شوہر اولیٰ ہے، پھر پڑوسی اجنبی کے بہ نسبت اولیٰ ہے (تبیین) اگر ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کا شوہر ہے، اور اسی شوہر سے اس کا ایک عاقل بالغ لڑکا ہے، تو ولایت بیٹے کے لئے ہے، شوہر کے لئے نہیں ہے لیکن بیٹے کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ باپ پر مقدم ہو جائے اور اسے اپنے باپ کو مقدم کرنا چاہیئے، اور اگر بیٹا اس شوہر سے نہیں ہے، تو بیٹے کے مقدم ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہی ولی ہے اور ماں کے شوہر کی تعظیم اس پر واجب نہیں ہے (بدائع) میت پر صرف ایکبار نماز پڑھیں، اس لئے کہ جنازہ کی نماز میں نفل مشروع نہیں ہے (ایضاح)

اگر سب سے بڑے امام، یا قاضی، یا محلہ کی مسجد کے امام نے نماز جنازہ پڑھادی، تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں ہے اس لئے کہ وہ لوگ اس سے اولیٰ ہیں اور اگر ان لوگوں کے علاوہ کسی اور نے نماز جنازہ پڑھائی تو ولی کو اعادہ کا اختیار ہے (خلاصہ) اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی تو اس کے بعد کسی شخص کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر سلطان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ وہ اس پر مقدم ہے، اگر میت پر ولی نے نماز پڑھی، اور اسی درجہ کے میت کے اور بھی ولی ہیں تو ان کو نماز کے اعادہ کا اختیار نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) اگر ولی یا سلطان کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز پڑھائی، تو ولی نماز کا اعادہ کر سکتا ہے (ہدایہ) اگر ایک شخص نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور ولی اس کے پیچھے ہے، لیکن وہ اس کی امامت پر راضی نہیں ہے اگر ولی نے اس کی متابعت کر کے نماز پڑھ لی، تو نماز جائز ہے، اور ولی اعادہ نہیں کر سکتا، اگر جنازہ کی نماز کا امام بے وضو تھا، تو دوبارہ نماز پڑھیں، اور اگر امام باوضو تھا اور مقتدی بے وضو تھے، تو امام کی نماز صحیح ہوگی اور نماز کا اعادہ نہ کیا جائے گا، (خلاصہ) اگر مریض نے بیٹھ کر جنازہ کی نماز پڑھائی، اور یہ شخص ولی بھی ہے، اور جماعت کے لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں،

تو جائز ہے، اگر ایک شخص سفر میں انتقال کر گیا اور اسکے رشتہ دار اس کو وطن لے گئے، پس اگر سلطان یا قاضی کے حکم سے اس کی نماز پڑھ چکے تھے، تو دوبارہ نماز نہ پڑھیں گے (فتاویٰ قاضی خاں) مغرب کی نماز کے وقت جنازہ آگیا، تو جنازہ کی نماز کو مغرب کی سنتوں پر مقدم کریں گے (قنیہ) سوار ہو کر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے (محیط) دیگر نمازوں کے لیے جو شرائط ہیں مثلاً حقیقی و حکمی طہارت، قبلہ کی طرف متوجہ ہونا، ستر عورت، اور نیت، یہ سب جنازہ کی نماز کی بھی شرائط ہیں (بدائع)

نمازِ جنازہ کی نیت

امام اور قوم جنازہ کی نماز کی نیت اس طرح کریں، میں اللہ کی عبادت کے لئے اس فرض کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں، اور خانۂ کعبہ کی طرف متوجہ ہوں، اور اس امام کے پیچھے ہوں، اگر امام دل میں نیت کرے کہ وہ جنازہ کی نماز پڑھ رہا ہے، تو صحیح ہے، اسی طرح اگر مقتدی صرف یہ کہے کہ وہ اس امام کی اقتدا کرتا ہے تو جائز ہے (مضمرات) جنازہ کی نماز میں ایک شرط یہ بھی ہے، کہ میت حاضر ہو اور رکھی ہوئی ہو، اور نماز پڑھنے والے کے سامنے ہو، پس اگر میت حاضر نہیں ہے، یا کسی سواری پر ہے، یا نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہے تو نماز صحیح نہ ہو گی (نہر الفائق) جن چیزوں سے اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں، ان سے جنازہ کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے لیکن عورت کے برابر آجانے سے جنازہ کی نماز فاسد نہیں ہوتی (زاہدی) اگر جماعت میں سات آدمی ہیں، تو تین صفیں کر لیجائیں، ایک آگے بڑھے، تین اس کے پیچھے کھڑے ہوں اور ان کے پیچھے دو، اور ان کے پیچھے ایک (تاتارخانیہ) میت مرد ہو یا عورت، امام کو اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہونا چاہیئے، میت کی نماز میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ یہی مناسب ہے، اور امام دوسری جگہ کھڑا ہوا تو جائز ہے، جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں ہوتی ہیں، اگر ان میں سے ایک تکبیر بھی چھوڑ دی تو جائز نہ ہو گی (کافی)

نمازِ جنازہ کس طرح ادا کریں

سب سے پہلے تکبیر تحریمہ کہیں اور سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھیں، پھر دوسری تکبیر (اللہ اکبر) کہیں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تیسری تکبیر کہیں، میت کے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا پڑھیں اس کے لئے کوئی دعا متعین نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ یہ دعا پڑھتے تھے،

اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللّٰھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان،

اے اللہ، ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب چھوٹے بڑے، مرد اور عورت (سب) کے گناہ بخشدے، اے اللہ تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے، اسے اسلام ہی پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے اس کو ایمان ہی پر موت دے،

اور اگر میت بچہ ہے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ دعا پڑھے،

اللّٰھم اجعلہ لنا فرطا ...... واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا،

اے اللہ اس بچہ کو (قیامت کے دن) ہمارا پیش رو بنا، اور ہمارے لئے ذخیرہ و ثواب بنا اور اس کو شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت بنا،

یہ حکم اس صورت میں ہے، جب یہ دعائیں اچھی طرح پڑھ سکے، اور اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے، تو جو دعا چاہے پڑھے، پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے، چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ قاضیخاں) یہی ظاہر مذہب ہے (کافی) تکبیر کے علاوہ اور سب چیزیں آہستہ آہستہ پڑھے (تبیین) جنازہ کی نماز میں قرآن نہ پڑھے

اگر سورۂ فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھی، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر قرارت کی نیت سے پڑھی تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ دعا کا محل ہے قرارت کا نہیں ہے (محیط سرخسی) ظاہر روایت کے مطابق شروع کی تکبیر کے علاوہ اور تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائے (عینی شرح کنز) امام اور قوم اس حکم میں برابر ہیں (کافی) دونوں سلاموں میں میت کی نیت نہ کرے، بلکہ پہلے سلام میں ان لوگوں کی نیت کرے، جو اس کے داہنی طرف ہیں اور دوسرے سلام میں ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کے بائیں جانب ہیں (سراج الوہاج) (فتاوی قاضی خاں) (ظہیریہ) اگر امام نے پانچ تکبیریں کہیں، تو پانچویں تکبیر میں مقتدی متابعت نہ کرے، اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ ٹھیرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، یہی اصح ہے (محیط سرخسی) ایک شخص آیا، اور امام پہلی تکبیر کہہ رہا تھا، اور یہ تکبیر کے وقت موجود نہ تھا، تو انتظار کرے اور جب امام دوسری تکبیر کہے، تو اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے اور جب امام فارغ ہو جائے تو مسبوق جنازہ اٹھنے سے پہلے وہ تکبیر کہے جو اس سے فوت ہو گئی تھی، یہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے، اسی طرح اگر امام دو یا تین تکبیریں کہہ چکا تب بھی یہی حکم ہے (سراج الوہاج) اگر ایک شخص آیا اور امام چار تکبیریں کہہ چکا ہے، اور ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہو اور اصح یہ ہے کہ امام کے ساتھ شریک ہو جائے، اسی پر فتوی ہے (مضمرات) پھر جنازہ اٹھنے سے پہلے برابر تین تکبیریں کہے، دعا نہ پڑھے (خلاصہ) (فتاوی قاضی خاں) اگر جنازہ ہاتھوں پر اٹھا لیا گیا، اور کاندھوں پر نہیں رکھا گیا، تو ظاہر روایت کے مطابق اب تکبیر نہ کہے (ظہیریہ) ایک شخص امام کے ساتھ شریک ہوا اور غافل ہو گیا، اور امام کے ساتھ تکبیر نہ کی، یا نیت کر رہا تھا اور اسی بنا پر تکبیر میں تاخیر ہو گئی، تو وہ تکبیر کہہ لے اور فقہا کے قول کے موافق امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے، اس لئے کہ وہ نماز کے لئے مستعد تھا، تو یہ اس شخص قائم مقام سمجھا جائے گا جو نماز میں شریک ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ قاضی خاں)

اگر امام کے ساتھ پہلی تکبیر کہی اور دوسری و تیسری تکبیر نہ کہی تو وہ دونوں تکبیریں کہے پھر امام کے ساتھ تکبیر کہے (فتاوی قاضی خاں) اگر امام نے تین تکبیروں کے بعد بھولے سے سلام پھیر دیا، تو چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے (تاتارخانیہ) اگر متعدد جنازے جمع ہو جائیں تو امام کو اختیار ہے، خواہ ہر ایک کے لئے الگ نماز پڑھے، یا ایک نماز میں سب کی نیت کرے (معراج الدرایہ) اور ان جنازوں کے رکھنے میں بھی اسے اختیار ہے، خواہ لمبائی میں ان کی ایک صف بنائے، اور ان میں جو شخص افضل ہو اس کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھاوے یا ایک جنازہ ایک جنازہ کے بعد قبلہ کی طرف رکھے ان جنازوں کی ترتیب امام کی بہ نسبت اسی طرح ہوگی جس طرح زندگی میں امام کے پیچھے نماز میں ان کی ترتیب ہوتی ہے پس افضل افضل ہوگا، امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں گے ان سے پیچھے لڑکوں کے، پھر مخنثوں کے، پھر عورتوں کے اور پھر قریب البلوغ لڑکیوں کے جنازے ہوں گے اگر سب جنازے مردوں کے ہیں تو حسن نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جوان لوگوں میں سے افضل اور عمر میں سب سے بڑا ہو اس کا جنازہ امام کے قریب رکھا جائے، اگر جنازہ میں غلام اور آزاد جمع ہو جائیں تو مشہور یہ ہے کہ ہر حال میں آزاد کو مقدم کریں (فتح القدیر) اگر امام ایک جنازہ کی نماز کی تکبیر کہہ چکا تھا پھر دوسرا جنازہ آ گیا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور دوسرے جنازے پر از سر نو نماز پڑھے، اگر وہ جنازہ رکھ دیا گیا، اور امام نے دوسری تکبیر کہی، اور دونوں جنازوں کی نیت کر لی تو پہلے جنازہ کی تکبیر ہوگی، دوسرے جنازہ کی نہ ہوگی، اور اگر دوسری تکبیر میں صرف دوسرے جنازہ کی نیت کی تو وہ دوسرے جنازے کی تکبیر شمار ہوگی، اور پہلے جنازہ کی نماز سے نکل جائے گا، پس جب نماز سے فارغ ہو جائے تو پہلے جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھے (سراج الوہاج) اگر امام کا جنازہ کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا، اور کسی دوسرے شخص کو آگے بڑھا دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) اگر میت کو نماز سے یا غسل سے پہلے دفن کر دیا گیا تو تین دن تک اس کی قبر پر نماز پڑھیں اور صحیح یہ ہے کہ تین دن کی مقدار واجب نہیں ہے، بلکہ جب تک

یہ سمجھے، کہ ابھی میت کا جسم نہیں پھٹا ہے اسوقت تک اس پر نماز پڑھے (سراجیہ) جنازہ کی نماز عیدگاہ میں، مکانوں میں، اور گھروں میں برابر ہے (محیط) جنازہ کی نماز ایسی مسجد میں جس میں جماعت ہوتی ہو مکروہ ہے، خواہ میت اور قوم مسجد میں ہو، یا میت مسجد سے باہر ہو اور قوم مسجد میں ہو، یا امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی لوگ مسجد میں ہوں، یا میت مسجد میں ہو اور امام اور لوگ مسجد سے باہر ہوں یہی مختار ہے (خلاصہ) بارش وغیرہ کے عذر سے نماز جنازہ مسجد میں ادا کر لینا مکروہ نہیں ہے (کافی) سڑک میں اور اجنبی لوگوں کی زمینوں میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے (مضمرات) لیکن اگر کوئی مسجد جنازہ کی نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہو تو اس میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے (تبیین) جب تک جنازہ کی نماز نہ پڑھ لیں اسوقت تک نہ لوٹیں، اور نماز پڑھنے کے بعد دفن سے پہلے اہل جنازہ کی اجازت کے بغیر نہ واپس ہوں اور دفن کے بعد اجازت کے بغیر واپس آنے کا اختیار ہے (محیط)

(چھٹی فصل) قبر، دفن اور میت کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے (سراج الوہاج) لحد والی قبر سنت ہے شق والی نہیں (محیط سرخسی)

لحد کی تعریف یہ ہے کہ پوری قبر کھود یجائے، پھر اس میں قبلہ کی طرف ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت رکھدی جائے (محیط) اور اسکو چھت دار کمرہ کیطرح بنا دیں (بحر الرائق) زمین اگر نرم ہے تو شق میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)

شق کی تعریف یہ ہے کہ نہر کی طرح وسط قبر میں ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کے دونوں جانب کچی اینٹیں وغیرہ لگا دیں اور اس میں میت رکھدیں اور چھت بنا دیں (معراج الدرایہ) قبر کی گہرائی میانہ قد والے آدمی کے سینہ تک ہونی چاہیئے، اور اس سے زیادہ گہرائی افضل ہے (جوہرہ نیرہ) حسن ابن زیاد نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ قبر کی لمبائی اس آدمی کے قد کے طول کی برابر ہونی چاہیئے اور قبر کی چوڑائی نصف قد کے بقدر ہونی چاہیئے (مضمرات) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل سے روایت ہے کہ ہمارے شہروں میں زمین کی نرمی کی وجہ سے میت کو صندوق میں رکھنا جائز ہے، صندوق اگر لوہے کا ہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس کے اندر مٹی بچھا دیں، اور اوپر کی جانب جو میت سے متصل ہے اس پر بھی مٹی لگا دیں اور کچی اینٹیں میت کی داہنی اور بائیں طرف رکھدیں تاکہ لحد کی طرح ہو جائے، میت سے متصل پختہ اینٹوں کا لحد میں رکھنا مکروہ ہے (فتاوی قاضی خاں) پانی کے بہاؤ کی جگہوں پر دفن کرنا مکروہ ہے (فتح القدیر) جو لوگ قبر کے اندر اتریں ان کا طاق اور جفت ہونا برابر ہے (کافی) ان لوگوں کا قوی، امین، اور صالح ہونا مستحب ہے (تاتارخانیہ) عورت کو قبر میں داخل کرنے کے لئے رشتہ دار محرم اور لوگوں سے اولی ہے (جوہرہ نیرہ) اسی طرح رشتہ دار غیر محرم اجنبی سے اولی ہے اور اگر یہ لوگ نہ ہوں، اور اجنبی لوگ عورت کو قبر میں رکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (بحر الرائق) کسی عورت کو قبر میں داخل نہ ہونا چاہیئے (محیط سرخسی) میت قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاری جائے اور یہ اس طرح ہو گا کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی طرف رکھا جائے، اور جب میت کو اٹھا کر لحد میں رکھیں گے تو اس کو لینے والے لیتے وقت قبلہ رو ہوں گے (فتح القدیر) قبر میں رکھنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہے (متنوں میں لکھا ہے) قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹایا جائے (خلاصہ) میت رکھنے کے بعد کفن کی گرہ کھول دیجائے اور لحد پر کچی اینٹیں اور نرسل بچھا دی جائیں، پختہ اینٹیں اور لکڑی نہ بچھائیں، عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے اور مرد کی قبر پر پردہ نہ کیا جائے اور اس پر مٹی ڈال دی جائے (متنوں میں لکھا ہے) اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کہ مٹی ہاتھوں سے ڈالیں یا اوزاروں سے ڈالیں، یا جس طرح ممکن ہو (جوہرہ نیرہ) جو مٹی قبر

سے نکلی ہے، اس پر زیادتی مکروہ ہے (عینی شرح کنز) جو لوگ میت کے دفن میں حاضر ہوں ان کے لئے مستحب ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے دونوں ہاتھوں سے تین تین لپ مٹی قبر میں ڈالیں، مٹی میت کے سر کی جانب سے ڈالیں، پہلے لپ میں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسرے لپ میں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسرے لپ میں وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھیں (جوہرہ نیرہ) رات کو دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور دن کو دفن کرنے میں سہولت ہے (سراج الوہاج)

قبر کیسی بنائی جائے

قبر کوہان شتر کی طرح ایک بالشت اونچی بنائی جائے، چوکوٹھی نہ بنائی جائے اور اس پر گچ کیا جائے اور قبر پر پانی چھڑک دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، قبر پر کوئی عمارت بنانا، یا اس پر بیٹھنا، سونا اور پھلانگنا اور اس پر بول و براز کرنا اور کتبہ لگانا مکروہ ہے (تبیین) اگر قبر خراب ہو جائے تو اس کو مٹی سے لیس دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (جوہر اخلاطی) اگر کسی شخص نے اپنے لئے پہلے ہی سے قبر کھود کر تیار کر لی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ اس پر اجر پا دے گا (تاتارخانیہ) ایک شخص نے قبر کھود رکھی تھی اور لوگوں نے اس میں دوسری میت کے دفن کا ارادہ کیا تو دیکھیں گے اگر قبرستان وسیع ہے تب تو مکروہ ہے اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن پہلے شخص کا اس پر جو خرچہ ہوگا وہ دینا پڑے گا (مضمرات) میت کو صالحین کے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے، میت کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھے رہنا مستحب ہے، جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کریں اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہیں اور میت کے لئے دعا کرتے رہیں (جوہرہ نیرہ) قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے ہمارے مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ میت کو اس سے نفع پہنچتا ہے (مضمرات) قبر پر مسجد وغیرہ بنانا مکروہ ہے (سراج الوہاج) جو فعل سنت سے ثابت نہیں ہے اس کو قبر کے پاس کرنا مکروہ ہے اور سنت رسول سے قبر کی زیارت اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کے علاوہ کچھ اور ثابت نہیں ہے (بحر الرائق) ایک قبر میں دو یا تین شخص دفن نہ کئے جائیں، لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے، ایسی صورت میں مرد کو قبلہ کی طرف رکھیں، اس کے بعد لڑکا اور اس کے بعد مخنث اور اس کے بعد عورت کو رکھیں اور ایک دوسرے کے درمیان کچھ مٹی کی آڑ کر دیں (محیط سرخسی) اگر دونوں جنازے مردوں کے ہیں تو افضل شخص کو مقدم کریں گے (محیط) اسی طرح اگر جنازے دو عورتوں کے ہیں تو ان میں افضل عورت کو مقدم کریں گے (تاتارخانیہ) میت اگر گل کر مٹی ہو جائے تو اس قبر میں اور شخص کو دفن کرنا یا اس پر کھیتی باڑی کرنی یا عمارت تعمیر کرنی جائز ہو (تبیین) میت اور مقتول جس جگہ مرا ہے اس کو اس جگہ کے رہنے والے لوگوں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اور دفن کرنے سے پہلے ایک میل یا دو میل دور اگر میت لے جائی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر ایک شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں انتقال کر گیا تو اس کو وہیں چھوڑ دینا مستحب ہے اور اگر اس کو دوسرے شہر میں لیجائیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے،

میت کو دفن کے بعد نہ نکالیں

دفن کرنے کے بعد میت کو قبر سے نہ نکالنا چاہئے، لیکن زمین اگر غصب کی ہوئی ہو، یا بطور شفعہ کوئی شخص اس کو لے لے (تو یہ صورت مستثنیٰ ہے) فتاویٰ قاضی خاں۔

اگر غیر شخص کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر کسی میت کو دفن کر دیا تو مالک کو اختیار ہے، خواہ میت کو نکالنے کا حکم کرے، یا زمین کو برابر کر کے اس پر کھیتی وغیرہ کرے (تجنیس) اگر میت کو قبلہ رخ نہیں لٹایا، یا بائیں طرف لٹایا، یا جس طرف پیر ہونے چاہیئے تھے اس طرف اس کا سر کر دیا اور مٹی وغیرہ ڈال چکے تو اب اس قبر کو نہ کھودیں اور اگر ابھی صرف کچی اینٹیں بچھائی تھیں، مٹی نہیں ڈالی تھی، تو ان اینٹوں کو نکال کر سنت کے مطابق میت کو لٹا دیں (تبیین) اور اگر قبر میں کچھ مال رہ گیا ہے اور مٹی ڈالنے کے بعد معلوم ہوا تو دوبارہ

قبر کھود یجائے گی (فتاویٰ قاضی خاں) فقہانے کہا ہے کہ اگر مال ایک درہم کا بھی ہو تب بھی یہی حکم ہے (بحر الرائق) قبرستان سے لکڑی، گھاس وغیرہ کاٹنا مکروہ ہے اگر خشک ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ہمارے نزدیک قبرستان میں جوتیاں پہن کر چلنا مکروہ نہیں ہے (سراج الوہاج)

متعلقہ مسائل

صاحب مصیبت سے تعزیت کرنا مستحب ہے (ظہیریہ) حسن ابن زیاد نے روایت بیان کی ہے جب اہلِ میت کو ایکبار تعزیت کردیں تو دوبارہ تعزیت نہ کرنی چاہیئے (مضمرات) تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک رہتا ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے، لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا وہ شخص جس سے تعزیت کرتے ہیں غائب ہے تو پھر (تین دن کے بعد تعزیت) مکروہ نہیں ہے دفن سے پہلے تعزیت کرنیکے دفن کے بعد تعزیت کرنا اولیٰ ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب میت والے اس حادثہ سے غیر معمولی متاثر نہ ہوں اور اگر غیر معمولی تاثر ہے تو دفن سے پہلے تعزیت کریں اور مستحب یہ ہے کہ میت کے سب اقارب سے تعزیت کرے، بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہو، یا عورت، لیکن اگر عورت جوان ہے تو صرف محرم لوگ اس سے تعزیت کریں (سراج الوہاج) ان الفاظ سے تعزیت کرنی مستحب ہے،

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی مغفرت فرمادی اور اس سے درگذر کیا، اور اپنی رحمت ونوازش سے اس کو ڈھانپ لیا، خداوند کریم آپ کو مصیبت پر صبر اور مرحوم کی وفات پر اجر عطا فرمائے (مضمرات)

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن الفاظ سے تعزیت فرمائی ہے وہ سب سے بہتر اور جامع ہے،

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰے وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّے

جو چیز لے لی وہ اللہ ہی کی تھی اور جو موجود ہے وہ اللہ ہی کی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک متعین وقت تک کے لئے ہے،

اگر مسلمان کی تعزیت کافر سے کریں تو یہ کہیں، اللہ تعالیٰ حادثہ ناجعہ کو تم پر آسان کردے اور تمہاری میت کی مغفرت کردے اور کافر سے اعظم اللّٰہُ اجرَکَ (اللہ تعالیٰ تمہارے اجر میں زیادتی کرے) نہ کہے،

اور اگر کافر کی تعزیت مسلمان سے کریں تو یہ کہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اجر میں زیادتی کرے اور تمہاری مصیبت کو آسان کردے اور اگر کافر شخص کی تعزیت کافر سے کریں تو یہ کہیں، اللہ تمہیں اس کا عوض دے اور تمہاری تعداد کم نہ ہو (سراج الوہاج)

اور اس میں مضائقہ نہیں ہے کہ اہلِ مصیبت کسی گھر میں یا مسجد میں تین دن تک بیٹھے رہیں اور لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آتے جاتے رہیں، گھر کے دروازہ پر بیٹھنا مکروہ ہے، عجم کے شہروں میں جو فرش بچھاتے ہیں اور راستوں میں کھڑے رہتے ہیں اس میں بڑی قباحت ہے (ظہیریہ)

خزانۃ الفتاویٰ میں ہے کہ مصیبت میں تین روز تک بیٹھنا رخصت ہے اور اس کا چھوڑنا احسن ہے (معراج الدرایہ) بلند آواز سے نوحہ کرنا جائز نہیں ہے اور رقتِ قلب کے ساتھ رونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لوگوں کو تعزیت کے لئے سیاہ لباس پہننا، اور کپڑے پھاڑنے مکروہ ہیں، عورتیں اگر سیاہ لباس پہنیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، رخساروں اور ہاتوں کو سیاہ کرنا اگریبان پھاڑنا منہ نوچ لینا، بال اکھاڑنا، سر پر خاک ڈالنا، رانوں کو، اور سینہ کو زدکوب کرنا، اور قبروں پر آگ جلانا وغیرہ یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں اور باطل ہیں (مضمرات)

اہلِ میت کے لئے کھانا تیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تبیین) اہل میت کی تیسرے دن ضیافت کرنا جائز نہیں ہے (تاتارخانیہ)

ساتویں فصل — شہید کے مسائل اور احکام

شریعت میں شہید کی تعریف یہ ہے کہ جسکو حربی یا باغی یا راہ زن قتل کریں، یا میدان کارزار میں زخمی پایا جائے، یا اس کی آنکھ، کان یا پیٹ سے خون جاری ہو جائے، یا اس میں جلانے کے اثرات ہوں، یا دشمن گھوڑوں پر سوار ہو کر یا گھوڑوں کو ہنکا کر اسے ٹاپوں سے روند ڈالیں یا اس کو زخمی کر دیں، یا جانور کے ہاتھ اور پیروں سے اس کو مسل دیں، یا دشمنوں نے اس کے گھوڑے کو مار کر یا للکار کر بھگا دیا اور اس وجہ سے وہ قتل ہو گیا، یا نیزہ مار کر اس کو پانی یا آگ میں ڈالدیا، یا دیوار سے گرا دیا، یا اس پر دیوار گرا دی، یا مسلمانوں کے لشکر پر آگ پھینکی، یا ہوا آگ کو مسلمانوں کے لشکر کی طرف اڑا لائی یا دشمنوں نے کسی ایسی لکڑی میں آگ لگا دی جس کا ایک سرا مسلمانوں کی طرف ہو یا مسلمانوں کے لشکر کی طرف پانی بہا دیا اور کوئی شخص آگ میں جل گیا یا پانی میں ڈوب گیا، یا کسی مسلمان نے اس کو ظلماً قتل کیا اور اس کی دیت واجب ہوئی (کافی) اسی طرح اگر اس کو ذمیوں نے یا مستامنوں نے قتل کر دیا تب بھی یہی حکم ہے (عینی شرح ہدایہ)

اگر صلح کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا، دیت واجب ہو گئی تو شہادت ساقط نہ ہوگی، اس لئے کہ واجب قصاص ہی تھا لیکن وہ صلح یا شبہ کی وجہ سے سلحظ ہو گیا (عینی شرح کنز) اگر ایک شخص اپنی جان یا مال بچاتے ہوئے قتل ہو گیا، یا مسلمان اور ذمیوں کے بچانے میں قتل ہوا تو وہ شہید ہے، خواہ کسی آلہ سے قتل ہو لوہے پتھر یا لاٹھی سے (محیط سرخسی) اگر مسلمان کشتی میں ہیں، اور دشمن نے ان پر آگ پھینکی اور کشتی جل گئی، یا آگ دوسری کشتی میں پہونچی، اور اس میں مسلمان بھی تھے وہ بھی جل گئے تو تمام مسلمان شہید ہونگے (خلاصہ)

شہید کا حکم یہ ہے، کہ اس کو غسل نہ دیا جائے صرف اس پر نماز پڑھیں (محیط سرخسی) اور اسی خون اور کپڑے میں دفن کر دیں (کافی) اگر شہید کے کپڑوں میں نجاست لگی ہوئی ہے تو اسی کو دھو ڈالیں (عتابیہ) اور جو اشیاء کفن کی جنس سے نہیں ہیں وہ اس کے بدن سے نکال لی جائیں، جیسے ہتھیار، پوستین، زرہ، روئی کے کپڑے، موزے، ٹوپی، پائجامہ وغیرہ، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کے علاوہ اور کسی کتاب میں پائجامہ کا ذکر نہیں کیا اور شیخ ابو جعفر ہندوانی کا قول ہے کہ بہتر یہ ہے کہ پائجامہ نہ نکالیں، اور بہت سے مشائخ نے اسی قول سے موافقت کی ہے (محیط) اگر کپڑے کم ہیں تو بڑھا کر کفن پورا کر دیا جائے، اور اگر کفن سنت سے زیادہ ہے تو کم کر دیا جائے (کافی) شہید کی خوشبو اسی طرح لگائی جائے، جیسے اور مُردہ کے لگایا کرتے ہیں (بحر الرائق) اور اگر وہ جلنبی ہے یا لڑکا ہے، یا مجنون ہے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو غسل بھی دیں (تبیین) اسی طرح اگر حیض یا نفاس والی عورت قتل ہو جائے اور وہ طاہر ہو چکی ہے اور اس کا خون بند ہو چکا ہے تب بھی غسل دیں اور اگر عورت کا خون بند نہیں ہوا، تو جو کچھ نظر آرہا ہے وہ اگر حیض ہونے کے قابل ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو غسل دیں (کافی) لیکن اگر ایک یا دو دن خون دیکھا تھا پھر قتل کر دی گئی، تو بالاتفاق غسل نہ دیں (عینی شرح ہدایہ) مرتث یعنی وہ شخص جو کچھ زندہ رہنے کی وجہ سے شہادت کے حکم سے جدا ہو گیا، مثلاً کچھ کھایا، پیا یا سو گیا، یا دوا کی، یا میدان کارزار سے اس کو زندہ اٹھا لائے، لیکن اگر مقتل سے اس لئے اٹھا لائے، کہ اس کو گھوڑے نہ روندیں تو یہ حکم نہیں ہے اور اسی طرح اگر کسی سائبان یا خیمہ میں جگہ لی، یا اتنی دیر تک زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گذر گیا، اور اس کے ہوش وحواس درست تھے تو فقہا کی اصطلاح میں ایسے شخص کو مرتث کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے شخص کو غسل دیا جائے (ہدایہ) یہی حکم اس صورت میں ہے جب وہ کچھ خرید و فروخت کرے یا بہت سی باتیں کرے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب یہ امور لڑائی کے تمام ہونے کے بعد پائے جائیں اور اگر لڑائی کے تمام ہونے سے پہلے یہ باتیں پائی جائیں تو وہ مرتث نہ ہوگا (تبیین) اگر

اس نے کسی دنیاوی امر کی وصیت کی یا شہر میں قتل ہوا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کسی دھاردار چیز سے ظلماً قتل ہوا ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا۔ (عینی شرح کنز) اسی طرح اگر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، یا اپنی جگہ بدل دی تب بھی یہی حکم ہے (خلاصہ)

اگر کسی مشرک کا جانور چھوٹ کر بھاگ گیا اور اس پر کوئی سوار نہیں ہے اور اس نے کسی مسلمان کو روند ڈالا، یا ایک مسلمان نے مشرکوں کی طرف تیر پھینکا اور وہ کسی مسلمان کے لگ گیا، یا مسلمان کا گھوڑا مشرک کے گھوڑے کی وجہ سے بھاگا اور مسلمان کو گرا دیا، یا مسلمان بھاگے اور کافروں نے ان کو آگ یا خندق کی طرف جانے پر مجبور کر دیا، یا مسلمانوں نے اپنے گرد کانٹے بچھائے تھے اور اس پر چلنے سے مرگئے، تو ان سب صورتوں میں غسل دیا جائے گا، حضرت امام ابو یوسف رح کا اس میں اختلاف ہے (محیط سرخسی) اگر مسلمان کے گھوڑے نے لڑائی کے وقت ٹھوکر کھا کر مسلمان کو گرا دیا، اور قتل کر دیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا، مسلمانوں کے جانوروں نے مشرکین کے جھنڈے دیکھے، اور اس وجہ سے کوئی جانور بھاگ نکلا، اور مشرکین نے اس کو نہیں بھگایا تھا، اس نے اپنے سوار کو گرا دیا، تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا، اسی طرح اگر مشرکین کسی شہر میں محصور ہو گئے، اور مسلمان اس شہر کی فصیل پر چڑھ گئے کہ ایک شخص کا پیر پھسل گیا، اور گر کر مر گیا، تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو غسل دیں گے، اسی طرح اگر مسلمان شکست کھا کر بھاگے اور ایک مسلمان کی سواری نے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور اس کا مالک اس پر سوار تھا، یا پیچھے سے ہانک رہا تھا، یا آگے سے کھینچ رہا تھا تو ان سب صورتوں میں اس کو غسل دیں گے اسی طرح اگر مسلمانوں نے کسی دیوار میں سوراخ کیا اور اس وجہ سے وہ دیوار اس پر گر پڑی، تب بھی غسل دیں گے لیکن حضرت امام ابو یوسف رح کا اس میں اختلاف ہے (محیط) یہی حکم اس صورت میں ہو کہ دشمن پر حملہ کیا اور اپنے گھوڑے سے گر گیا (بدائع)

اگر دونوں فریق کا صرف سامنا ہوا لڑائی نہ ہوئی اور ایک شخص مردہ پایا گیا تو اس کو غسل دیں گے لیکن اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے بطور ظلم کے قتل ہوا ہے، تو اس کو غسل نہ دیں گے (تاتارخانیہ) میدان کارزار میں ایک شخص مرا ہوا ملا لیکن اس پر قتل وغیرہ کی علامت نہ تھی، مثلاً زخم یا گلا گھوٹنے یا ضرب یا خون وغیرہ کی کوئی علامت نہ تھی تو وہ شہید نہ ہو گا اسی طرح اگر خون ایسی جانب سے نکلا جہاں سے کسی اندرونی بیماری کے بغیر بھی خون نکل آیا ہو، جیسے پیشاب گاہ، یا خانے کا مقام، یا سر سے خون اترا اور منہ سے بہا تب بھی یہی حکم ہے (بدائع)

قاعدہ کلیہ اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں اصول یہ ہے کہ جو شخص اہل عرب، باغیوں اور راہزنوں کی لڑائی میں اس طرح قتل کیا گیا کہ خود دشمنوں نے اس کو قتل کیا، یا دشمنوں کا فعل اس کے قتل کا سبب بنا تو وہ شہید ہو گا اور جو شخص اس طرح قتل کیا گیا کہ دشمن کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جا سکتی تو وہ شہید نہ ہو گا (محیط)

بائیسواں باب سجدے کے مسائل اور چار اصول

پہلا اصول سجدہ اگر اپنے محل میں ادا ہو، تو نیت کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے، اور جب اپنے محل سے فوت ہو جائے، تو نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا، سجدہ پر اپنے محل سے فوت ہو جانے کا حکم اس وقت کیا جاتا ہے جب اس سجدہ میں اور اس کے محل میں پوری ایک رکعت کا فصل ہو جائے،،

دوسرا اصول ایک شخص کو اگر اس میں شک ہے کہ اس کی رکعت چھوٹی ہے یا سجدہ تو دونوں ادا کرے، تاکہ جو کچھ چھوٹ گیا ہے بالیقین ادا ہو جائے اور سجدہ کو رکعت پر مقدم کرے اگر رکعت کو سجدہ پر مقدم کیا، تو نماز فاسد ہو جائے گی

تیسرا اصول ایک شخص کو اگر کسی چیز کے واجب اور بدعت ہونے میں شک ہے تو احتیاطاً اس کو ادا کرے اور اگر کسی چیز کے سنت

اور بدعت ہونے میں شک ہے تو اس کو چھوڑ دے

چوتھا اصول ایک شخص نے اگر کچھ سجدے ادا کئے اور کچھ چھوٹ گئے تو جو ان میں سے کم ہوں گے ان ہی سے اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ کم سجدوں سے اعتبار کرنے میں آسانی ہے (محیط سرخسی) (ظہیریہ)

چند مسائل ایک شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور نماز کے آخر میں سلام سے پہلے یا سلام کے بعد یاد آیا کہ اس سے ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے تو اس پر وہ سجدہ کرنا واجب ہے، پھر التحیات پڑھے، سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے پس اگر معلوم ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹا تھا اور غالب گمان یہی ہے تو قضا کی نیت کرے، اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ سجدہ پہلی یا دوسری رکعت کا ہے اور غالب گمان سے کسی طرف ترجیح بھی نہیں دے سکتا تب بھی یہی حکم ہے (یعنی قضا کی نیت کرے) اور اگر یہ معلوم ہے کہ دوسری رکعت کا سجدہ ہے تو قضا کی نیت نہ کرے، اور اگر یاد آیا کہ اس نے دو سجدے چھوڑے ہیں، اور یہ جانتا ہے کہ دو سجدے دو رکعتوں میں چھوٹے ہیں، یا آخر کی رکعت سے چھوٹے ہیں، تو اس پر واجب ہے کہ دو سجدے کرے، التحیات پڑھے، سلام پھیرے، اور سجدہ سہو ادا کرے، اور اگر جانتا ہے کہ دونوں سجدے پہلی رکعت کے چھوٹ گئے ہیں، تو اس پر ایک رکعت پڑھنا واجب ہے اور اگر یہ نہ معلوم نہ ہو سکا کہ دو سجدے کس طرح چھوٹے ہیں، تو دو سجدے کرے، اور پہلی رکعت کے دو سجدے قضا کرنے کی نیت کرے، پھر ایک رکعت پڑھے، جو شخص دوسرے رکوع میں آکر ملا، تو اس کو یہ رکعت نہ ملی اس لئے کہ دونوں سجدے پہلی رکعت سے ملیں گے، یہ حکم ایک روایت کے مطابق ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ دونوں سجدے دوسرے رکوع سے ملتے ہیں پس اس روایت کے بموجب اس کو رکعت مل جائے گی، اور اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ دونوں رکعتوں میں سے کون سی رکعت کے سجدے چھوٹے ہیں، تو پہلے دو سجدے کرے، التحیات پڑھے اور سلام نہ پھیرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے اور اگر یاد آیا کہ اس سے تین سجدے چھوٹ گئے ہیں تو ایک سجدہ کرے، ایک رکعت پڑھے، پھر التحیات پڑھے اور سجدہ میں قضا کی نیت نہ کرے، اور اگر یاد آیا کہ اس سے چار سجدے چھوٹ گئے ہیں تو دو سجدے کرے اور یہ دونوں سجدے ایک روایت کے مطابق پہلے رکوع سے ملیں گے، اور دوسری روایت کے مطابق دوسرے رکوع سے ملیں گے اور ایک رکعت اور پڑھے (خلاصہ) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھی اور ایک سجدہ چھوٹ گیا تو وہ سجدہ کرے اور جو چیز اس پر واجب ہے اس کی نیت کرے، التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر مغرب کی نماز میں دو سجدے چھوٹ گئے اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ دونوں رکعتوں کے چھوٹے ہیں یا ایک رکعت کے چھوٹے ہیں تو اپنی رائے قائم کرے اگر کسی طرف اس کی رائے قائم نہ ہوئی تو احتیاط پر عمل کرے اور دو سجدے کرے اور دونوں رکعتوں میں سے جو چیز اس پر واجب ہے اس کی نیت کرے یا قضا کی نیت کرے اس کے بعد التحیات پڑھے پھر ایک رکعت اور پڑھے پھر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیر دے، اور اگر اس سے تین سجدے چھوٹ گئے ہیں، تو مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق اپنی رائے قائم کرے۔ اگر کسی جانب اس کی رائے قائم نہ ہوئی تو تین سجدے کرے اور اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے، یہ بیٹھنا واجب ہے اگر نہ بیٹھا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے، پھر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور اگر اس سے چار سجدے چھوٹ گئے، اور یہ معلوم ہو سکا کہ کس طرح چھوٹے ہیں دو رکعتوں کے چھوٹے ہیں یا تین کے، تو دو سجدے کرے اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے، یہ بیٹھنا واجب ہے، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے پھر دوسری رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر پانچ سجدے چھوٹ گئے ہیں، تو اس صورت میں صرف ایک سجدہ ادا ہوا ہے اس کے ساتھ ایک سجدہ اور ملائے تو رکعت پوری ہو جائے گی، پھر ایک رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے پھر تیسری رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے، پھر سجدہ سہو کرے، شیخ الاسلام معروف بخاہر زادہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ

جب اس سجدہ میں یہ نیت کرے کہ یہ ایک سجدہ اس رکعت کا ہے جسمیں سجدہ کر رہا ہوں تاکہ اس رکوع سے نہ مل جائے جو اس رکعت کے بعد ادا کرے گا، لیکن اگر مطلق سجدہ کر لیا اور نیت نہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور چار رکعتوں کی نماز کا حکم وہی ہے جو ایک، دو تین سجدے چھوڑنے کی صورت میں دو یا تین والی نماز کا حکم ہوتا ہے (ظہیریہ) اگر چار سجدے چھوٹ گئے، اور یہ نہیں معلوم کہ کس طرح چھوٹے ہیں تو چار سجدے کرے اور تھوری دیر بیٹھے یہ بیٹھنا واجب ہے، اگر نہ بیٹھے گا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، پھر ایک رکعت پڑھے قعدہ کرے، اور التحیات پڑھے، پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت اور التحیات پڑھے، اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر پانچ سجدے چھوٹ گئے ہیں تو تین سجدے کرے اور اس کے بعد نہ بیٹھے پھر دو رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً ان دونوں کے درمیان قعدہ کرے اور اگر چھ سجدے چھوٹ گئے ہیں، تو دو سجدے کرے اور قعدہ نہ کرے پھر دو رکعتیں پڑھے، فقہاء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس ایک سجدہ میں اسی رکعت کی نیت کرے جسمیں اس نے سجدہ کیا ہے، اور اگر نیت کے بغیر بھول کر وہ سجدہ کر لیا، پھر یاد آیا تو دو سجدے کرے اور ان میں سے ایک سجدہ بہ نیت واجب ادا کرے تاکہ ایک سجدہ پہلی رکعت سے ملجائے اور دوسرا سجدہ دوسری رکعت سے، پس دونوں رکعتیں ادا ہو جائیں گی، پھر جب تین رکعتیں پڑھے، تو تین میں سے دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرے پھر چوتھی رکعت پڑھے تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی، اور اگر آٹھ سجدے چھوٹ گئے، تو دو سجدے کرے اور تین رکعات پڑھے اور اگر فجر کی نماز میں تین رکعات پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا، یا قعدہ کیا اور سجدہ چھوٹ گیا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح چھوٹا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دو سجدے چھوڑے تو اس میں دو قول ہیں اور اصح یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تین سجدے چھوڑے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر چار سجدے چھوڑے تو نماز فاسد نہ ہو گی، دو سجدے کرے اور قعدہ کرے پھر ایک رکعت پڑھے، اگر ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھیں اور ایک سجدہ چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اصح قول کے مطابق یہی حکم ہے، اگر دو سجدے چھوڑے، یا تین، یا چار، یا پانچ سجدے چھوڑے تب بھی یہی حکم ہے، اگر چھ سجدے چھوڑے نماز فاسد نہ ہو گی اور اس کا حکم ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص نے ظہر کی چار رکعات پڑھیں اور چار سجدے چھوڑ دیئے، جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا، اور اگر سات سجدے چھوڑ دے تو نماز فاسد نہ ہو گی، وہ تین سجدے کرے اور دو رکعتیں پڑھے، اور اگر آٹھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور تین رکعتیں پڑھے (محیط سرخسی) اگر نو سجدے چھوڑے تو ایک سجدہ کرے اور ایک رکعت پڑھے پھر قعدہ کرے اور یہ قعدہ سنت ہے، پھر دو رکعتیں پڑھے اور قعدہ کرے یہ قعدہ واجب ہے، اور اگر دس سجدے چھوڑے، تو دو سجدے کرے، پھر تین رکعتیں پڑھے اور بعد میں سجدہ سہو کرے (ظہیریہ)

اگر مغرب کی چار رکعات پڑھیں تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر دو سجدے چھوڑے، تو اس میں دو قول ہیں، اسی طرح اگر تین یا چار سجدے چھوڑے، تب بھی یہی صورت ہے، اور اگر پانچ سجدے چھوڑے تو نماز فاسد نہ ہو گی، وہ تین سجدے کرے اور ایک رکعت پڑھے اور اگر چھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور دو رکعتیں پڑھے، جس طرح کہ مغرب کی تین رکعتیں پڑھنے کی صورت میں حکم تھا اور دو سجدے کرے (محیط سرخسی)

الیٰ ھٰنا تم کتاب الصلوٰۃ و سیتلوہ کتاب الزکوٰۃ ان شاء اللہ تعالیٰ

فتاویٰ عالمگیری اُردو

III

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم - ابوالمعالی - دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

کتاب الزکوٰۃ — و — کتاب الصوم

جزنمبر ۴

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس اللہ سرہٗ کا عظیم کارنامہ، اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا فتاوی عالمگیری تازہ فٹ نوٹس مفید ضمیموں، سلیس وشگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

مترجم

مولانا سید عبدالرؤف عالی مظاہری القاسمی ابن الحاج حافظ قرآن و حدیث
حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب سابق ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

ناشر: مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابوالمعالی دیوبند یوپی

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

کے

مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند

ایک خالص دینی اور علمی ادارہ ہے جو ہندوستان کے ممتاز علمائے کرام کی نگرانی میں اسلام اور مسلمانانِ ہند کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے، آپکا تعاون اس ادارے کے علمی پروگراموں کیلئے ازبس ضروری ہے،

قیمت فی جز ——— دو روپے پچیس نئے پیسے (علاوہ محصول)

ممبران کرام سے ——— ہمیشہ کیلئے محصول ڈاک معاف

فیس ممبری دائمی شرکت کیلئے ——— ایک روپیہ

طباعت ——— ندیم پرنٹنگ پریس دیوبند

تعداد اشاعت ——— بار اوّل ——— ایک ہزار

عرصہ اشاعت ——— دو ماہ

کتابت ——— سلطان احمد خوشنویس دیوبند

فتاویٰ عالمگیری اردو کے حلقہ اشاعت کی توسیع ایک علمی اور دینی خدمت ہے

فہرست عنوانات

ضروری گذارش

فتاویٰ عالمگیری جیسی اہم فقہی کتاب کو اُردو زبان میں منتقل کرنیکا پروگرام ادارہ آفتاب ہدایت دیوبند نے جس امید اور یقین اور جن جذبات فراواں کیساتھ شروع کیا تھا خدائے لم یزل کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ملت کے ہوش مند اور دیندار طبقہ میں اسکا پُر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ جس انداز میں آپ حضرات نے اس اہم دینی پروگرام میں تعاون عمل کا ثبوت دیا اُس سے کارکنانِ ادارہ کا حوصلہ بڑھا۔

لیکن جو حضرات طباعت وکتابت کے سنگلاخ میدان کا عملی تجربہ رکھتے ہیں وہ بخوبی واقف ہونگے کہ یہ کام کتنی محنت کیسی ہمت اور جانفشانی چاہتا ہے اور اُس کتاب کی اشاعت کیلئے کس قدر سرمایہ درکار ہے جو ہزارہا صفحات پر مشتمل ہے

اسلئے ۔ اگر آپ فتاویٰ عالمگیری اردو جدید کی اشاعت کو ملتِ اسلامیہ کیلئے کارآمد اور مفید سمجھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ یہ سلسلہ زیادہ تیزی اور زیادہ پابندی کیساتھ جاری رہے تو براہِ کرم ادارہ کیساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون عمل کا ثبوت دیجئے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ:۔

- فتاویٰ کا ہر ممبر اپنے دوستوں اور عزیزوں میں سے کم سے کم پانچ افراد کو فتاویٰ عالمگیری کا ممبر بنائے۔
- اگر ممکن ہو تو سالانہ ممبر بنانے کی کوشش کی جائے کہ اس میں آپ کو بچت ہوگی اور ادارہ کو سہولت اور آسانی ۔۔۔!
- اپنے حلقۂ احباب و اعزہ میں سے ایسے حضرات کے **زیادہ سے زیادہ پتے** ادارہ کو روانہ فرمائیں جو دینی کتب سے دلچسپی رکھتے ہوں اور اس پروگرام میں شرکت کر سکیں۔
- اپنی ضرورت کی ہر کتاب مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند سے طلب فرمائیں۔
- کوشش فرمائیں کہ وی پی واپس نہ ہو۔ کیونکہ جو حضرات وی پی واپس کر دیتے ہیں یا ڈاکخانہ کی غلطی سے وی پی واپس ہوتی ہے تو اُس سے اس دینی ادارہ کا شدید نقصان ہوتا ہے۔

آپ کی دینی اُمور سے گہری وابستگی اور اخلاقِ کریمانہ سے یہ قوی توقع ہے کہ ان امور پر خصوصی توجہ مبذول فرمائینگے۔

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر مکتبہ آفتاب ہدایت۔ ابوالمعالی۔ دیوبند (یو۔پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے اور ہر عنوان ایک مستقل باب ہے اور پہلا عنوان[1] وہ ہے جس میں زکوٰۃ کا شرعی مفہوم اس کا دینی حکم اور اس سے متعلقہ قانونی شرائط بیان کی گئی ہیں۔

زکوٰۃ کی (شرعی اور فقہی) تعریف و تفسیر اپنے مال (کی ایک خاص مقدار) کا کسی ایسے نادار مسلمان کو مالک بنا دینا جو نہ ہاشمی خاندان[2] سے ہو نہ اس شخص کا (شرعی نقطہ نظر سے) غلام ہو اور اس عطیہ کے پیچھے نہ اس شخص کی کوئی دنیاوی منفعت اور کسی عوض کا لالچ بھی نہ ہو، بلکہ محض خدا کی رضا پیش نظر ہو، شریعت میں لفظ زکوٰۃ کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے (تبیین الحقائق)

زکوٰۃ (کی شرعی حیثیت اور اس) کا دینی حکم زکوٰۃ اسلام کا ایک بنیادی فریضہ ہے (جسکی اہمیت یہ ہے کہ) اس کا منکر کافر اور اس (کی ادائیگی) میں رکاوٹ ڈالنے والا اسلامی حدود (و تعزیر) کے تحت واجب القتل ہے (محیط سرخسی) زکوٰۃ کی ادائیگی سال بھر گذرنے کے بعد فوراً واجب ہو جاتی ہے، کسی عذر شرعی کے بغیر اس میں

---

[1] اصل کتاب میں ہر مستقل عنوان کو باب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس طرح کتاب الزکوٰۃ بھی آٹھ ابواب پر مشتمل ہوا اور ہر باب کے تحت جو ذیلی خانے قائم کی گئی ہیں انہیں فصل کہا گیا ہے

[2] آخری دور میں بعض متاخرین فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ ضرورت مند ہاشمی النسل لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیوں کہ عہد رسالت میں انھیں ذوی القربیٰ کی حیثیت سے مال غنیمت ملتا تھا مگر اب چونکہ یہ صورت حال باقی نہیں اس لئے ان کو زکوٰۃ دینے کی گنجائش ہے

یہ کل مال دیتے ہوئے اس نے نفلی خیرات کی بھی نیت نہ کی ہو یا کوئی نیت نہ کی ہو۔ اگر سارا مال کسی فقیر کو بطور نذر یا کسی واجب کی ادائیگی کے پیشِ نظر دے دیا تو وہ اسی مد میں شمار ہوگا زکوٰۃ کی رقم (جو واجب تھی) بدستور واجب رہے گی اور اگر کچھ مال کسی محتاج کو دیا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک جتنا دیا ہے اس کے بقدر اس کے ذمہ سے اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، امام اعظمؒ سے بھی یہی روایت ہے اور یہی اشبہ ہے (زاہدی)

اگر کسی نادار شخص کے ذمہ قرض تھا اور وہ قرض معاف کر دیا تو نیت کے بغیر بھی اتنے مال کی زکوٰۃ ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ بھی مال کے ختم ہونے ہی کی ایک صورت ہے اور اگر کچھ قرض معاف کیا تو اس کے بقدر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور باقی قرض جو اس کے ذمہ رہ گیا ہے اس کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ اس جزوی قرض کو معاف کر (دینے میں باقی رقم کی زکوٰۃ دینے کی بھی نیت کر لی ہو (تبیین) اگر مقروض غنی ہے اور سال گذرنے کے بعد اس کو معاف کر دیا تو جامع کی روایت کے مطابق بقدر زکوٰۃ رقم ادا کرنے کا یہ قرض دینے والا ذمہ دار ہے یہی قول زیادہ صحیح ہے (محیط سرخسی)

کسی فقیر سے یہ کہا کہ وہ اس کے قرض کو جو فلاں شخص کے ذمہ ہے وصول کر لے اور اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ کی نیت کر لی تو یہ جائز ہے (بحر الرائق) اگر کسی فقیر کو اپنا قرض معاف کر دیا اور نیت یہ کر لی کہ یہ اس قرض کی زکوٰۃ ہے جو اس فقیر کے علاوہ کسی اور شخص کے اوپر ہے یا اپنے پاس جو مال موجود ہے اس کی نیت کر لی تو یہ جائز نہیں (الکافی)

نقد سرمائے اور قرض دیئے ہوئے سرمایہ کی اکٹھی زکوٰۃ بصورت نقد ادا کرنا جائز ہے لیکن نقد سرمایہ کی اور وصول ہو جانے والے قرض کی زکوٰۃ قرض دیئے ہوئے سرمایہ کی شکل میں ادا کرنا جائز نہیں اور جو قرض وصول ہونے والا نہیں اس کی زکوٰۃ قرض دیئے ہوئے سرمایہ کی صورت میں ادا کی جا سکتی ہے (محیط سرخسی)

فقہاء نے کہا ہے کہ جب آدمی زکوٰۃ ادا کرے تو اس کا علی الاعلان ادا کرنا افضل ہے اور نفل صدقات و خیرات کو پوشیدہ طور پر ادا کرنا بہتر ہے (قاضی خاں) اگر کسی مسکین کو کچھ رقم بطور قرض یا بطور ہبہ دی اور نیت زکوٰۃ کی کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یہی قول صحیح ہے جسے بحر الرائق نے مبتغی اور قنیہ سے نقل کیا ہے،

وجوبِ زکوٰۃ کی شرائط

پہلی شرط ہے کہ وہ شخص آزاد ہو، غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ آقا کی اجازت سے وہ کاروبار کرتا ہو اسی طرح (غلامی کی مختلف نوعیتوں سے متعلق لوگ جنہیں اصطلاحاً) مدبر، ام ولد اور مکاتب (کہا جاتا ہے ان) پر زکوٰۃ واجب نہیں، مستسعی کا حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہی ہے جو مکاتب کا ہے (بدائع)

لے غلام ہزار برس پہلے تقریباً دنیا کے ہر معاشرے کا ایک جزو لازم تھا چنانچہ اسلام نے اس حقیقت کو تسلیم کر کے اس کے بارے میں ایسے اصلاحی احکامات دیئے جن کی بناء پر یہ رسم بڑی حد تک ختم ہو جائے اور اگر ناگزیر حالات کی بنا پر اس کو باقی بھی رکھا جائے تو اس میں اتنی اصلاحات ہو جائیں جن کے نتیجے میں یہ غلام سماجی اور معاشرتی حیثیت سے اک آزاد فرد کی حیثیت کے قریب پہنچ جائے اور زیادہ سے زیادہ ایک سیاسی اور اقتصادی ضرورت کے تحت غلامی باقی رہے چنانچہ لفظ غلام اور اس سے متعلقہ اصطلاحات قدیم فقہاء کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں، اُس دور میں یہ لفظ ذہنی اور عملی اعتبار سے ساری دنیا میں جانا پہچانا تھا۔ اُس وقت جو لڑائیاں ہوتی تھیں ان کے بعد بے شمار لوگ غلام بنائے جاتے تھے اسلام نے اس رسم کو آج کی نظرِ فریب تہذیب کی منافقانہ مگر در حقیقت سخت ظالمانہ اصطلاح "جنگی مجرمین" کے روپ میں باقی رکھنے کے بجائے جنگ میں کافر قوموں کے ہارنے والے افراد کی ایک خاص حیثیت متعین کی اور انہیں صرف اتنی سزا دی گئی، کہ وہ دوسرے درجہ کے شہری تسلیم کئے گئے، بنیادی ضروریاتِ زندگی میں تمام انسانوں کی طرح ان کا حق مانا گیا اور اسی کے ساتھ اقتصادی لحاظ سے بہت سے لوگوں کو اسلامی ریاست کے خزانے پر بار اور سیاسی نقطہ نظر سے نظامِ حکومت کے لئے خطرہ بھی نہیں بننے دیا گیا (بقیہ حاشیہ

بتاخیر کرنا موجب گناہ ہے، رازی کی روایت کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی فوری طور پر واجب نہیں ہوتی، مرتے دم تک تاخیر کی گنجائش ہے، البتہ ادا کئے بغیر اگر مالک نصاب کا انتقال ہو جائے تو گنہ گار ٹھیرے گا، تہذیب نے پہلے قول یعنی فوری ادائیگی کو زیادہ صحیح کہا ہے،

ادائیگی زکوٰۃ کی شرائط

نیت بہر حال ضروری ہے، نیت ہی کے تحت فعل کے اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں اس لئے جب زکوٰۃ ادا کی جائے اس وقت نیت ضروری ہے یا اپنے مال سے واجب شدہ مقدار کو علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت ہونی چاہیئے (کنز) اگر ایسی صورت ہوئی کہ زکوٰۃ کی نیت تو فی نفسہ کر لی، مگر اس وقت اس غرض سے کوئی رقم اپنے سرمائے سے علیحدہ نہیں کی بلکہ اخیر سال تک بتدریج کچھ نہ کچھ زکوٰۃ دیتا رہا اور اس پوری مدت میں کسی وقت بھی زکوٰۃ کی نیت (مال نکالتے اور ادا کرتے وقت) نہیں کی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (التبیین) ہاں اس طرح زکوٰۃ کا مال دینے کے دوران اگر کوئی یہ پوچھ بیٹھے کہ یہ کیا دے رہے ہو تو وہ بلا تامل جواب دے کہ زکوٰۃ ہے تو اس کو نیت کہا جائے گا (اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی) اور اگر یہ کہا کہ اخیر سال تک جو کچھ صدقہ کروں گا وہ سب زکوٰۃ ہی کی نیت سے ادا ہوگا تو یہ جائز نہیں (سراجیہ)

زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا، تو اس کو رقم دینے کے وقت نیت کر لینا کافی ہے۔ وکیل بنانے کے وقت نیت نہیں کی البتہ زکوٰۃ کی رقم وکیل کو دیتے وقت نیت کر لی تو یہ صورت بھی درست ہے (جوہرہ نیرہ)

زکوٰۃ میں مؤکل کی نیت معتبر ہوتی ہے نہ کہ وکیل کی (معراج الدرایہ) کسی شخص کو زکوٰۃ کی رقم دیکر یہ کہا کہ محتاجوں کو بانٹ دو، مگر اس وقت نیت نہیں کی وکیل نے رقم بانٹ دی تو جائز ہے اسی طرح کسی ذمی کو زکوٰۃ کی تقسیم کی ذمہ داری سپرد کی جا سکتی ہے اسلئے کہ جس نے زکوٰۃ دی ہے اس کی نیت کافی ہے (محیط السرخسی) اگر وکیل کو رقم دینے کے بعد مؤکل کی نیت بدل گئی ہے جبکہ وکیل نے زکوٰۃ تقسیم نہ کی ہو تو اب یہ رقم اس بعد والی نیت کے تحت ادا ہوگی جبکہ وکیل کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے کچھ رقم دی مگر روپیہ تقسیم کرنے سے قبل مؤکل نے یہ رقم اپنی نذر میں دینے کی نیت کر لی تو اب یہ رقم نذر کی شمار ہوگی (سراج الوہاج)

اگر کسی نے یہ کہا کہ میں اس گھر میں داخل ہوں تو میرے ذمہ سو روپے خدا واسطے خیرات کرنے واجب ہیں اس کے بعد وہ گھر میں چلا گیا اور جاتے وقت یہ نیت کر لی کہ یہ رقم میں اپنی زکوٰۃ میں دیدوں گا تو اب اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (محیط سرخسی) اگر کسی نادار شخص کی امانت کسی صاحب امانت کے پاس سے ضائع ہو جائے اور رفع نزع کی خاطر وہ اس امانت کے بقدر رقم زکوٰۃ کی نیت سے اس شخص کو ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (فصل ادا الزکوٰۃ. فتاویٰ قاضی خاں) کسی محتاج کو کوئی نیت کے بغیر کچھ رقم دی اور پھر اس نے زکوٰۃ کی نیت کر لی تو یہ نیت اس وقت صحیح ہوگی جب کہ نیت کے وقت تک اس محتاج شخص نے وہ رقم خرچ نہ کی ہو اور اگر خرچ کر لی تو اب زکوٰۃ کی نیت درست نہیں (زکوٰۃ کی نیت کر بھی لی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی) (معراج الدرایہ، زاہدی، بحر الرائق عینی ہدایہ) ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کی جانب سے خود اسی کے مال سے اسکی زکوٰۃ ادا کر دی پھر اس شخص نے اس کی اجازت دے دی تو اس وقت تک اگر دی ہوئی رقم اس مستحق کے پاس موجود ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ ادا نہ ہوگی (سراجیہ)

جس نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا مگر زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو بطور استحسان[۱] اس کے ذمے سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی (زاہدی) خواہ

---

[۱] یعنی سال بھر پورا ہونے کے بعد وجوب زکوٰۃ گو مشروع ہو جائے گا مگر اس پر فوری علاً ادائیگی لازمی نہیں سکہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ نیت کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہو مگر اب چونکہ اس کے پاس کوئی مالیت باقی نہیں ہی اس لئے اس صورتِ حال کے تحت اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔

دوسری شرط مسلمان ہونا ہے کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں (بدائع) جس طرح وجوبِ زکوٰۃ کے لئے اسلام شرط ہے بقائے زکوٰۃ کے لئے بھی احناف کے نزدیک اسلام شرط ہے یعنی وجوبِ زکوٰۃ کے بعد اگر نعوذ باللہ اسلام کو ترک کردے تو زکوٰۃ اسکے ذمے سے ساقط ہوجائیگی جسطرح مرنیکے بعد اس کی ذات پر زکوٰۃ واجب نہیں رہتی اسی لئے اگر حالتِ کفر اختیار کرنے کے بعد پھر دوبارہ اسلام لے آیا تو ان درمیانی سالوں کی زکوٰۃ اس کے اوپر واجب ہوگی (معراج الدرایہ) صیرفی کہتے ہیں کہ ایک کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا اور کچھ سال وہیں مقیم رہا پھر دار الاسلام میں آگیا۔ تو حاکم وقت کو اس سے پچھلی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں اس لئے کہ وہ زمانہ اس نے دار الاسلام کے حدود و اقتدار سے باہر گذارا ہے جو اس حاکم کی ولایت میں شامل نہیں تھا۔ اس صورت میں وہ شخص زکوٰۃ کے وجوب سے ناواقف تھا، تو نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ اسے زکوٰۃ ادا کرنے کا فتویٰ دیا جائے گا لیکن اگر وہ وجوب زکوٰۃ کے بارے میں جانتا تھا تو پھر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اور ادائے زکوٰۃ کا فتویٰ بھی دیا جائے گا۔ اس کے مقابلہ میں اگر کوئی ذمی دار الاسلام میں مسلمان ہوتا ہے اس پر بہرحال زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ وہ وجوب زکوٰۃ کے مسئلہ سے واقف ہو یا نہ ہو (سراج الوہاج)

تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی عاقل و بالغ ہو بچے پر اور اس پاگل شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں جسکے پاگل پن کو ایک سال گذر جائے (جوہرہ وغیرہ) البتہ اگر سال کے شروع میں یا ختم پر یہ پاگل آدمی مالک نصاب تھا اور درمیان سال میں اسکو کچھ نہ کچھ صحت ہوگئی تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی (عینی شرح ہدایہ) یہی ظاہر روایت ہے (کافی) صدر الاسلام ابو الیسر کے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے (شرح النقایہ شیخ ابی المکارم) پاگل آدمی کے بارے میں یہ حکم اس وقت ہے جب اس کا جنون عارضی ہو، پیدائشی نہ ہو یعنی بالغ ہونے کے بعد جنون کی کیفیت پیدا ہوئی ہو، اگر جنون اصلی ہو یعنی بالغ ہی جنون کی حالت میں ہوا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب بھی اسے (درمیان میں) افاقہ ہوگا اسی وقت سے اس کی سال کی ابتدار تصور کیجائے گی (کافی) اسی طرح جب بچہ بالغ ہو تو وقت بلوغ سے ابتدار سال شروع ہو جائے گی (التبیین) جو شخص بے ہوش ہے خواہ اس پر مسلسل سال بھر تک بے ہوشی طاری رہے زکوٰۃ واجب ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)

چوتھی شرط یہ ہے کہ سرمایہ حد نصاب تک (پہنچ گیا) ہو نصاب سے کم سرمایہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی (عینی شرح کنز) مثلاً ایک شخص نے دو سو درہم میں سے سال بھر گذرنے کے بعد پانچ درہم نکال کر بہ نیت زکوٰۃ (براہ راست) کسی محتاج کو یا (بالواسطہ) کسی وکیل کو دیدیئے۔ اتفاقاً ان میں کوئی سکہ کھوٹا نکل آیا تو نصاب ناقص رہ گیا لہٰذا وہ درہم بمد زکوٰۃ شمار نہ ہونگے لیکن دینے کے بعد کسی محتاج شخص سے انھیں واپس نہیں لے سکتا ہاں اگر وکیل نے ابھی تک وہ روپے صدقہ نہیں کئے تو یہ اس سے واپس لے سکتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

وجوبِ زکوٰۃ کی **پانچویں شرط** یہ ہے کہ آدمی اپنے اس نصاب کا پورا مالک ہو یعنی وہ اس کی ملکیت میں بھی ہو اور قبضے میں بھی ہو اور اگر صرف ملک ہو قبضہ نہ ہو، جیسے کہ مہر کی حیثیت وصول کرنے سے پہلے ہوتی ہے، یا قبضہ ہو مگر ملک نہ ہو جیسا کہ مکاتب اور مقروض آدمی کا سرمایہ تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں (سراج الوہاج) اور قبضہ کرنے سے قبل خریدی ہوئی چیز نصاب شمار نہیں کیجاتی (بعض کے نزدیک) مگر صحیح قول یہ ہے کہ نصاب بنجائے گی (محیط سرخسی) جو غلام تجارت کے لئے تیار کیا گیا اور وہ فرار ہو جائے تو مالک پر اس کی زکوٰۃ واجب نہیں (شرح المجمع الابن الملک) ایسے ہی اگر خاوند نے بیوی سے ایک ہزار روپے پر خلع کیا اور کئی سال تک یہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں آیا تو اس کی زکوٰۃ بھی اس پر واجب نہیں (المضمرات) ایسے ہی اگر مال رہن رکھا ہے اور وہ مرتہن کے قبضے میں ہے تو رہن رکھنے والے پر زکوٰۃ واجب نہیں (بحر الرائق) جس غلام کو اس کے

بقیہ صلہ .. چنانچہ یہ سب مدبر، مکاتب وغیرہ کی اصطلاحات اس بات کی واضح علامت ہیں کہ ہر ممکن طریقہ سے لوگوں کو غلامی کے شکنجے سے نکلنے کے مواقع اور آزاد فرد کی حیثیت اختیار کرنے کے وہ سارے امکانات مہیا کر دیئے گئے جو کسی دوسرے معاشرے میں نہ پہلے موجود تھے نہ اب ہیں۔

مالک نے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اور جتنی اس کی کمائی ہے اسیقدر اس پر قرض بھی ہو تو ان دونوں میں سے مالک ہو یا غلام کسی پر بھی اس غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ہاں اگر وہ غلام مقروض نہ ہو تو اس کی کمائی مالک کی کمائی ہے اور سال پورا ہونے کے بعد مالک ہی پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی (معراج الدرایہ) بعض علماء کا قول ہے کہ مناسب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کمائی وصول کرنے سے قبل مالک پر زکوٰۃ واجب ہوتی مگر صحیح قول یہی ہے کہ کمائی لینے سے قبل زکوٰۃ واجب ہوگی (محیط سرخسی) مسافر پر بھی اپنے مال کی زکوٰۃ اس لئے واجب ہے کہ وہ اپنے نائب کے ذریعہ سے اپنے مال میں تصرف کی قدرت رکھتا ہے (قاضی خاں فصل مال التجارۃ)

وجوب زکوٰۃ کی **چھٹی شرط** یہ ہے کہ جو مال آدمی کے پاس موجود ہو وہ اس کی حاجت اصلی یعنی اس کی بنیادی ضروریات زندگی کے علاوہ ہو، جیسے رہائشی مکانات، بدن کے کپڑے، گھریلو سامان، سواری کے جانور (یا مشینیں سائیکل موٹر) خدمت گار غلام اور استعمالی ہتھیاروں پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، ایسے ہی گھر والوں کے لئے خوردنی اشیاء اور آرائشی ظروف پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بشرطیکہ وہ سونے چاندی کے نہ ہوں، ایسے ہی موتی، یاقوت) اور زمرد جواہرات وغیرہ اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں اسی طرح اگر اخراجات کے لئے کچھ سکے خریدے تو انپر زکوٰۃ عائد نہ ہوگی (العینی شرح ہدایہ) اسی طرح اہل علم کی کتابوں پر (جو ذاتی مطالعہ و استفادہ کے لئے ہوں) اور پیشہ وروں کے آلات کارکردگی پر زکوٰۃ واجب نہیں (سراج الوہاج) البتہ اس میں فرق یہ ہوگا جو آلات بذات خود (بلا کسی خارجی اعانت کے) قابل انتفاع ہوں اور جہاں انھیں استعمال کیا جاتا ہے وہاں ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور جن آلات کا اثر استعمال کئے جانے کے بعد باقی رہتا ہو تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جیسے رنگریز نے مقدار نصاب کے بقدر زعفران یا کسم اس مقصد سے خریدی کہ وہ اجرت لے کر لوگوں کے کپڑے رنگے گا اور اس پر سال بھر گذر گیا تو اب زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہ ہوگی، یہی حکم ہر ایسی شئے کا ہے جو ایسے کام کیلئے خریدی جائے کہ اس کا اثر اس چیز پر باقی رہتا ہے جس پر اس شئے کو استعمال کیا گیا ہے اور تیل چمڑے کی نگائی کے لئے اس مقدار نصاب پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اسی شئے کا اثر — (دیرپا) نہیں ہے، جیسے صابون اور اسی جیسی چیزیں تو ان پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہوگی (الکفایہ)

وجوب زکوٰۃ کی **ساتویں شرط** یہ ہے کہ جو مقدار نصاب موجود ہے کسی بھی قسم کے قرض کا اس سے تعلق نہ ہو ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس قرض کا مطالبہ بندوں کی جانب سے ہو وہ قرض وجوب زکوٰۃ کو ساقط کر دیتا ہے جیسے کسی شخص سے لیا ہوا قرض، کسی خرید کردہ شئے کی قیمت کسی کی ضائع شدہ چیز کا تاوان، یا کسی کو مجروح کر دینے کا عوض، پھر یہ قرض کسی نوع کا ہو، نقد ہو، یا کیلی قرض ہو جو کسی پیمانے سے ناپ کر لیا جائے یا وزنی قرض ہو جو تول کر لیا جائے، یا کپڑا ہو، یا جانور ہوں، یا بیوی کو چھوڑنے اور اس سے خلع کرنے کے سلسلہ میں واجب ہو، یا کسی کو عمداً قتل کر دینے کے بعد اس سے مصالحت کے ذریعہ طے کردہ (رقم اور) بدل ہو، فی الحال ادا کرنا ہو، یا کچھ دیر کے بعد، یا یہ قرض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو جیسے واجب الاداء زکوٰۃ، چنانچہ اگر چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کسی شخص کے ذمے واجب ہے تو اس قرض کی بناء پر بالاتفاق اس کے باقی مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی خواہ یہ اس کے پاس موجود ہو، یا اس کے ذمہ باقی ہو، اگرچہ مال نصاب ختم ہو چکا ہو۔ ہاں چاندی سونے اور مال تجارت کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا حکم وہی ہے، جو چرنے والے جانوروں کا ہے، اور اگر یہ قرض زمین کی پیداوار کا خراج ہو، تو یہ بھی قرض کے بقدر وجوب زکوٰۃ کو مانع ہے، اور یہ اسی صورت میں ہے جب خراج صحیح مقدار کے موافق لیا جائے، اور غلہ حاصل ہونے کے بعد سال پورا ہوتا ہو اور اگر غلہ حاصل ہونے سے پہلے سال پورا ہوتا ہے تو اس وقت جو خراج واجب ہوگا وہ مانع زکوٰۃ نہیں اور بغیر استحقاق کے جو خراج وصول کیا جائے (یا تشخیص کیا جائے) وہ بھی مانع زکوٰۃ نہیں، ایسے ہی اگر عشری زمین میں غلہ کی پیداوار ہو، اور

لے کیوں کہ درحقیقت اس پر جو خراج لگایا گیا ہے پیداوار کے لحاظ سے ہے، تو وہ خراج اس پر واجب نہیں ہوتا تو گویا شرعاً اس پر کوئی قرض ہی واجب نہیں ۱۲ (مترجم)

کاشتکار اسے ضائع کردے تو اس عشر کے بموجب اس کے ذمہ غلہ کی ادائیگی فرض ہو جائے. تو یہ صورت اگر مال نصاب پر سال بھر گذرنے سے پہلے پیش آجائے اور اس کے بعد سال پورا ہو رہا ہو تو (اس نقد سرمایہ پر) زکوٰۃ عائد نہ ہوگی (تاتارخانیہ) یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ آدمی کے ذمے مہر واجب الادا ہو خواہ مہر معجل[1] ہو یا مہر مؤجل ہو، کیوں کہ (بندوں کی جانب سے) اس کا بھی مطالبہ کیا جا سکتا ہے (محیط السرخسی) ظاہر مذہب کے لحاظ سے یہی حکم صحیح ہے شرح جامع الکبیر میں لکھتے ہیں، کہ ہمارے مشائخ کا قول ہے جس شخص کے ذمہ اپنی بیوی کا مہر مؤجل ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کی نیت نہیں رکھتا تو اس قرض کو مانع زکوٰۃ قرار نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ بالعموم بیویاں اپنا مہر طلب نہیں کرتیں اور یہ قول عمدہ ہے (جواہر الفتاویٰ) بیوی کا نفقہ (اور روزمرہ کا خرچ) قرض تصور نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر قاضی کے فیصلے اور باہمی رضامندی سے اخراجات کی تعین وتحدید ہوئی ہو، تب یہ نفقہ وجوب زکوٰۃ کے لئے مانع بن سکتا ہے اور یہ نفقہ قاضی کے حکم اور باہمی رضامندی سے ساقط بھی ہو جاتا ہے[2]، اسی طرح اگر رشتہ داروں کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے قاضی تھوڑی مدت مثلاً مہینے سے کم مدت تجویز کرے تو یہ ایسا دین ہوگا جو وجوب زکوٰۃ کی مانع ہے اور اگر کوئی لمبی مدت تجویز کی گئی تو یہ دین شمار ہوگا، بلکہ ساقط ہو جائے گا. لہذا وجوب زکوٰۃ میں مانع بھی نہیں ہو سکتا (بدائع) اور حکم کی یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب صاحب نصاب کے ذمے وجوب زکوٰۃ سے پہلے یہ قرض ... ہو گیا ہو، اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد مقروض ہوا تب زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی (الجوہرۃ نیرہ)

وہ دین جو درمیان سال میں آدمی کے ذمہ ہو جائے تو "عیون" کو صراحت کے مطابق امام محمدؒ کے نزدیک یہ وجوب زکوٰۃ میں مانع ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مانع نہیں ہوگا (محیط السرخسی) کسی شخص کے پاس کوئی تجارتی غلام موجود ہے اور وہ غلام مقروض ہے تو اس شخص کے ذمے اس غلام کی زکوٰۃ بقدر دین واجب نہیں ہوگی، ایک شخص پر دوسرے شخص کے ہزار روپے قرض ہیں ایک تیسرا آدمی مقروض کی منشا اور حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر اسکے قرض کا ضامن بن گیا اب مقروض اور ضامن ہر ایک کے پاس ہزار ہزار روپے موجود ہیں جن پر ایک سال گذر گیا تو ان میں کسی کے اوپر زکوٰۃ واجب ہوگی، ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کے ہزار روپے چھین لئے ایک دوسرے شخص نے آکر اس پہلے شخص سے وہ روپے جھپٹ لئے اور خرچ کردیئے اب دونوں غاصبوں کے پاس ایک ایک ہزار روپے موجود ہے اور اس پر سال گذر گیا تو پہلے غاصب پر ان ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی دوسرے غاصب پر نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہیں اور ایک ہزار روپے کا وہ مقروض ہے نیز اس کے پاس رہائشی مکان اور خادم جو دس ہزار روپے کی مالیت رکھتا ہے، مگر ان میں کوئی بھی کاروباری نوعیت کا نہیں تو اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی اسلئے کہ جتنا روپیہ اس کے پاس موجود ہے وہ اس کی حاجت اصل سے زائد ضرور ہیں اور وہ روپے کو منتقل کر سکتا ہے اور اس کو استعمال میں بھی لا سکتا ہے مگر یہ موجود

(بقیہ ص۹ پر) اگر سرکاری کارندے ناحق کوئی مقدار وصول کرتے ہیں وہ بلاشبہ ظلم ہے، مگر مسئلہ کی قانونی نوعیت بہر حال اس طرح بدلے گی نہیں،،

[1] ایک مہر فوری واجب الادا ہوتا ہے، جسے مہر معجل کہتے ہیں، ایک مہر جو فوری واجب الادا نہیں ہوتا اسے مہر مؤجل کہتے ہیں

[2] اس لئے عام حالات میں بیوی کا نفقہ اگر واجب الادا ہے، تو اس کو ایسا دین شمار نہیں کیا جائے گا، جس کی موجودگی وجوب زکوٰۃ کو ختم کر دیتی ہو

سرمایہ (اس) قرض سے آزاد نہیں (جو اس سرمایہ کے بقدر اس کے ذمے ہے) جہاں تک مکان اور خادم کا تعلق ہے تو وہ اس کی بنیادی ضرورت میں داخل ہے قرض کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا (یہی وجہ ہے کہ اس صورتِ حال کے ماتحت) جو شخص گھر اور خادم رکھتا ہو اسے صدقہ لینے کی ممانعت نہیں ہے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں اس کی ضروریاتِ زندگی کو پورا نہیں کرتیں بلکہ اور کچھ بڑھا دیتی ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کے اس (مشہور) قول کا یہی مطلب ہے، کہ کسی آدمی کے پاس دس ہزار روپے بھی ہوں تو کبھی اس وقت بھی اس کے لیے صدقہ لینا جائز ہو جاتا ہے، سوال ہوا یہ کیسے؟ فرمایا آدمی کے پاس گھر بھی ہوتا ہے، خادم اور ہتھیار بھی ہوتے ہیں مگر ان کی فروختگی ممنوع ہو تو وہ لامحالہ اتنی ملکیت کے باوجود محتاج ہی کی حیثیت میں آجاتا ہے)۔ اسی (وجہ) کے تحت ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ عالم کے پاس بڑی قیمت کی کتابیں موجود ہوں لیکن وہ اس کی ہر وقت کی ضرورت کی کتابیں ہوں تو ایسی صورت میں (جب کہ اس کے پاس کوئی اور مال موجود نہیں) اس کو صدقہ لینے کی اجازت ہے، ہاں حاجت سے زیادہ (دو سو درھم کے بقدر) مالِ نصاب اس کے پاس ہو تو اس کو صدقہ لینا جائز نہیں (شرح المبسوط السرخسی)

کتابیں حاجتِ اصلیہ سے زائد اس وقت شمار ہوں گی جب ایک کتاب کے دو نسخے موجود ہوں بعض نے تین نسخوں کی تعین[1] کی ہے مگر مختار یہی پہلا قول ہے (فتح القدیر)

اور جب کہ دین باقی نہ رہے مثلاً قرض خواہ مقروض کو قرض معاف کر دے تو جس وقت اس نے قرض معاف کیا ہے اس وقت سے سالِ زکوٰۃ کی ابتداء سمجھی جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک جب (بھی اس مقروض کے سالِ نصاب کے مطابق) پہلا سال پورا ہو جائے گا زکوٰۃ اسی وقت زکوٰۃ واجب ہو جائے گی[2] (خواہ اس کا قرض کسی وقت بھی معاف ہوا ہو) (فتح القدیر الکافی) اس کے علاوہ جس قرض کا مطالبہ بندوں کی جانب سے نہ ہو وہ وجوبِ زکوٰۃ میں مانع نہیں، جیسے نذر، کفارہ، صدقۂ فطر اور حج، جیسے شرعی مطالبات (محیط السرخسی) لقطہ[3] کا ضمان بھی مانع زکوٰۃ نہیں اسی طرح اگر کسی شئے کے (باقی رہنے اور) قبضہ سے نہ نکلنے کی ضمانت اس وقت تک مانع زکوٰۃ نہ ہوگی جب تک کوئی اس شئے کا کوئی حقدار نہ پیدا ہو (تاتارخانیہ) فقہاء نے اس سلسلے میں یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فروخت شدہ چیز کی ضمانت لینا ہو بائع سے وہ اس شئے کو وصول کرنے اور قبضہ میں لینے کا ذمہ دار ہے پھر اگر سال بھر کے اندر اندر اس شئے کا کوئی حقدار نکل آیا تو اس صورت میں ضامن پر زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔ اور اگر سال

---

[1] دو یا تین نسخوں کی تعیین اس وقت کار آمد ہے جب ان نسخوں میں کوئی جوہری فرق موجود نہ ہو، مثلاً ایک ہی کتاب کے تین یا چار حاشیے ہیں۔ اس وقت وہ الگ الگ کتابوں جیسی حیثیت رکھیں گے اور ان کو حاجتِ اصلیہ سے زائد شمار نہیں کیا جائے گا اگرچہ ابن عابدینؒ نے صرف ایک نسخہ کو حاجتِ اصلی میں شمار کیا ہے اور ایک ہی نسخے والے قول کو ترجیح دی ہے۔

[2] صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص شوال ۱۳۸۴ھ میں ایک ہزار روپے قرض لیا، شوال ۱۳۸۵ھ تک وہ یہ قرض ادا نہ کر سکا، ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ میں اس شخص کو جس شخص نے یہ روپیہ دیا تھا کل قرض معاف کر دیا، اب امام صاحبؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ سے اس روپیہ کا سالِ نصاب شروع ہوگا اور شوال ۱۳۸۶ھ تک اس روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی امام محمدؒ کے نزدیک جب سے مقروض شخص کا اپنا سالِ نصاب شمار ہوتا ہو اس وقت سے سالِ نصاب شمار ہوگا مثلاً امام محمدؒ کے نزدیک اس کا سالِ نصاب محرم سے شروع ہوتا ہے، تو اس کو اس معاف شدہ قرض کی زکوٰۃ شوال ۱۳۸۶ھ میں دینے کے بجائے محرم ۱۳۸۶ھ میں ادا کرنا ہوگی البتہ یہ شرط ہے کہ وہ قرض لیا ہوا روپیہ بجنسہٖ یا کسی مالیت میں منتقل ہو کر اس کے پاس موجود ہو اگر وہ روپیہ اس نے خرچ کر دیا تو اب اس پر زکوٰۃ عائد نہ ہوگی، کیوں کہ زکوٰۃ کے لئے مال کا موجود ہونا شرطِ اول ہے۔

[3] راہ میں کسی گری پڑی چیز کو شرعی اصطلاح میں لقطہ کہا جاتا ہے۔

بھر کے بعد کوئی حق دار پیدا ہوا تو اس سالِ گذشتہ کی زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی[1] (بدائع) اگر ایک صاحبِ سرمایہ کے پاس (سرمایہ کی مختلف نوعیتیں ہوں اور اس کے تحت زکوٰۃ کے) متعدد نصاب واجب الادا ہوں مگر اسی کے ساتھ اس پر قرض بھی ہو تو اس صورت میں قرض کا تعلق سب سے پہلے نقد سرمایہ سے ہوگا[2] اس کے بعد جو قرض باقی رہے گا، وہ مالِ تجارت سے، اور پھر کچھ قرض رہ جائے تو ان مویشیوں سے متعلق ہوگا جو جنگل میں چرتے ہیں[3]، اور اگر یہ مویشی مختلف جنس کے ہوں تو اس جنس سے متعلق ہوگا جس کی زکوٰۃ کم ہے اور اگر (اتفاقاً) زکوٰۃ کے اعتبار سے سب برابر ہیں، پھر اسے اختیار ہے اس قرض کو جس جنس سے چاہے متعلق کر دے (التبیین) اور یہ اس صورت میں ہے جب صدقہ وصول کرنے والا سرکاری کارندہ موجود ہو اور اگر سرکاری وصولیابی کا نظم نہیں تو پھر اس کو اپنے مال میں اختیار ہے چاہے قرض کو جانوروں سے متعلق رکھے اور نقد سرمائے کی زکوٰۃ دے اور چاہے اس کے برعکس[4]، کیوں کہ مال والے کے لئے دونوں چیزیں برابر ہیں، سرکاری زکوٰۃ وصول کنندہ کو یہ حق نہیں کیونکہ اس کو جانوروں کی زکوٰۃ لینے کی اجازت ہے نہ کہ نقد سرمائے کی اس بنا پر وہ قرض کا تعلق نقد سرمائے سے جوڑتا ہے اور جانوروں کی زکوٰۃ لیتا ہے (المبسوط سرخسی)

ایک شخص کے پاس دو سو روپے نقد اور ایک خدمت گار غلام موجود ہے، اب وہ نکاح کرتا ہے اور نکاح کا مہر اس غلام کی قیمت کے برابر قرار پاتا ہے، نیز اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کچھ گیہوں بھی ادھار لیتا ہے اور (سال بھر تک) یہ چیزیں اس کے پاس موجود رہتی ہیں، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی کیوں کہ اس صورت میں قرض کا تعلق نقد اور مالِ فارغ (دونوں) سے ہوگا امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لئے قرض کا تعلق اس کی (اپنی) جنس[5] سے ہوگا (دوسرے سرمایہ سے نہ ہوگا) (کافی)

وجوبِ زکوٰۃ کی **آٹھویں شرط** یہ ہے کہ صاحبِ سرمائے کا مالِ نصاب نمو پذیر اور بڑھنے والا ہو۔ اب یہ نمو پیدائشی اور نسل کشی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے اور تجارتی نوعیت سے بھی، ان دونوں حیثیتوں سے ہونے والی ترقی اور نمو کو حقیقی بڑھوتری شمار کیا جائے گا۔ مال کے بڑھنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ حقیقتاً تو وہ نمو پذیر نہ ہو مگر معناً اسے حقیقی نمو تصور کیا جائے گا، وہ اس طرح کہ صاحبِ سرمایہ اپنے اس سرمایہ کو

---

[1] صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک تاجر نے دوسرے تاجر سے کوئی مال خریدا اور بعض وجوہ سے وہ فی الحال اس پر قبضہ نہ کر سکا مگر اطمینان واعتماد کے لئے اس فروخت کنندہ کی جانب سے کسی معتمد اور ذمہ دار شخص نے خریدار کو یہ ضمانت دی کہ اگر یہ فروخت شدہ مال اس تاجر نے تمہارے قبضہ میں نہ دیا تو میں قبضہ دلانے یا اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہوں، پھر اگر سال بھر کے اندر اندر کوئی دوسرا شخص اس فروخت شدہ مال کا دعوے دار یا اس کے کسی جز کی ملکیت کا مدعی بن کر سامنے آیا تو وہ ضامن جو رقم ضمانت ادا کرے گا اس پر زکوٰۃ لاگو نہ ہوگی۔ ہاں اگر ایسا اتفاق ہوا کہ سال بھر تک وہ مال خریدار کے قبضہ میں نہ پہنچ سکا تو اب اگر کوئی حق دار پیدا ہوتا ہے تو چوں کہ ضامن کے اپنے مال پر ایک سال گزر گیا اس لئے جہاں اسکے اور مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی وہاں اس زرِ ضمانت پر بھی سالِ گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

[2] مطلب یہ ہے کہ قرض کی موجودگی میں چوں کہ زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے اس لئے قرض کی وجہ سے مذکورہ تفصیل کے مطابق سرمائے کی کسی نہ کسی نوع سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی

[3] سائمہ یہ وہ جانور ہیں جو نسل کشی کے لئے یا دودھ حاصل کرنے کے لئے یا پرورش کیلئے پالے جاتے ہیں اور سال کے سال جنگل میں چرتے ہیں،، [4] نقد سرمائے کے علاوہ غلام اور گیہوں مالِ فارغ کی یعنی زائد مال کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے قرض کا بار اس کی کل مالیت اور ملک پر ڈالا جائے گا، اور مقروض شمار ہونے کے بعد زکوٰۃ واجب نہ ہوگی [5] امام زفرؒ کی رائے میں قرض کا تعلق اس جنس سے ہوگا جس جنس کا آدمی نے قرض لیا ہے یعنی نکاح کا مہر غلام کی ہم قیمت ہونے کی حیثیت سے صرف غلام پر اثر انداز ہوگا اسی طرح گیہوں کا قرض بھی نقد سرمائے پر اثر انداز نہیں ہوگا، لہٰذا اس کے پاس دو سو روپے کا نقد سرمایہ ہے اسی پر زکوٰۃ سال بھر گذرنے کے بعد واجب ہو جائے گی اس کی کل ملکیت و مالیت پر اس کے قرض دار ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔۔

بڑھانے کی قدرت رکھتا ہو خواہ وہ مال اس کے اپنے قبضہ میں ہو خواہ اس کے کسی قائم مقام کے یہ مال جو اپنے معنیٰ کے اعتبار سے گویا حقیقتاً نصاب ثانی ہے دو طرح کا ہوتا ہے (خلقی اور فعلی) جیسا کہ تبیین نے صراحت کی ہے مالِ خلقی سے مراد سونا اور چاندی ہے کیوں کہ یہ دونوں دھاتیں اپنی ذات سے انسانی ضروریات پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں لہٰذا ان میں بہر حال زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ یہ تجارتی مقصد کے لئے ہوں یا ذاتی اخراجات کے لئے ہوں، یا کوئی مقصد پیش نظر نہ ہو، مالِ فعلی ان دونوں کے علاوہ ہر طرح کا سرمایہ ہے البتہ اس سرمائے میں بڑھوتری تجارت کی یا مویشیوں کے چرانے کی نیت ہونی چاہیئے اور نیت و تجارت و اسامتہ صرف ذہنی نہ ہو بلکہ بالفعل اس نیت کے ساتھ ہی ساتھ کاروبار تجارت و اسامتہ موجود بھی ہو، ہاں کاروباری ارادہ کبھی واضح اور صاف معلوم ہوتا ہے اور کبھی قرائن سے اس ارادہ کا پتہ چلتا ہے، صریح اور واضح ارادہ یہ ہے کہ تجارتی معاملہ شروع کرتے وقت یہ نیت کرے کہ یہ غلام (یا یہ آلات صنعت) تجارت کے لئے ہے، اب یہ معاملہ خواہ خرید و فروخت کا ہو یا کرائے کا ہو، خواہ نقد لین دین کا ہو یا چیز کے بدلے چیز دینے کا، اور جو تجارتی ارادہ صراحتاً نہ ہو بلکہ قرائن سے اس کا پتہ چلتا ہو اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مالِ عین سامانِ تجارت کے عوض خرید ے، یا اپنا وہ مکان جو تجارتی مقصد کے لئے تھا کسی سامان کے عوض کرائے پر دیدے تو یہ تجارت شمار ہوگا (اور اسے اس کی کاروباری نیت سمجھا جائے گا) اگرچہ وہ صاف طور پر تجارت کی نیت نہ کرے لیکن بدائع میں ہے کہ تجارتی مال کے منافع کے عوض جو مال لیا جاتا ہے اس میں اختلاف ہے، اصل کی کتاب الزکوٰۃ میں ہے کہ تجارت کی نیت نہ بھی ہو تب بھی وہ مال تجارت شمار ہوگا اور جامع (کی عبارت) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیت پر موقوف ہے تو گویا اس مسئلے میں دو روایتیں ہو گئیں اور مشایخ بلخ جامع کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں اگر کوئی چیز ملکیت میں بغیر کسی تبادلے کے آ جائے، جیسے وصیت اور صدقہ، یا اس کی طرف کسی شئے کی ملکیت اس طرح منتقل ہو کہ اس کے تبادلہ میں مال کے علاوہ کوئی اور چیز لے، جیسے مہر کی رقم، خلع کا معاوضہ، قتل عمد پر کوئی مصالحتی بدل اور غلام کو آزاد کرنے کا عوض، ایسی ملکیت میں تجارت کی نیت صحیح نہیں ہے اور یہی سب سے صحیح قول ہے (بحر الرائق)

اگر وارثوں نے مالِ تجارت اور چرنے والے جانوروں میں مورث کے مرنے کے بعد تجارت کی حیثیت اور سائمہ کی حیثیت باقی رکھنے کی نیت کر لی تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر یہ نیت نہیں کی تو بعض کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوگی اور بعض کے نزدیک نہ ہوگی (محیط السرخسی)

اگر ایک باندی تجارت کے لئے خریدی اور پھر اس کو خدمت کے لئے مخصوص کرنے کی نیت ہو گئی تو اس باندی کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، (زاہدی) مال نامی کے لئے یہ بات شرط ہے کہ مال خود مالک کے یا اس کے کسی قائم مقام کے قبضے میں ہو اگر ایسا نہیں ہے تو اس مال پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور یہ مال ضمار کی طرح ہو جائے گا جیسا کہ تبیین میں لکھا ہے اور مالِ ضمار وہ مال ہے کہ اصل مالک پر اس کی ملکیت باقی ہو مگر وہ اس کے قبضہ تصرف میں نہ ہو اور اس کے لوٹنے کی موہوم سی امید ہو (محیط) مالِ ضمار وہ قرضہ بھی ہے جس کی ادائیگی یا جس کے وجود سے مقروض انکاری ہو اور وہ مغصوبہ مال بھی ہے بشرطیکہ ان پر کوئی گواہ نہ ہو اگر کوئی گواہ ہو تو قرضے پر بھی اور مال مغصوبہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ چرنے والے جانوروں کو اگر کوئی غصب کر لے جائے تو غاصب کے اقرار کے باوجود اصل مالک کے ذمہ ان مغصوبہ جانوروں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اسی طرح گمشدہ مال بھاگا ہوا (غلام) تاوان میں دیا ہوا، یا سمندر میں غرق شدہ مال، صحرا میں مدفون خزانہ جس کا ٹھکانا یاد نہ رہا ہو مالِ ضمار شمار ہوگا، ہاں دفینہ اگر کسی محفوظ جگہ ہو اگرچہ وہ کسی غیر شخص کے مکان میں ہو اور وہ پھر اس کے اصل مقام کو بھول جائے تو اس صورت میں یہ دفینہ مال ضمار شمار نہیں ہوگا (بحر الرائق) اگر یہ مال اس کی (اپنی) زمین میں، یا اس کے باغ میں دفن تھا تو بعض کے نزدیک زکوٰۃ اس لئے واجب ہوگی کہ وہ اپنی

---

۱ اس سے جنگل میں چرنے والے جانور مراد ہیں

۲ یعنی سامانِ تجارت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز خریدی۔

ساری زمین میں دہر جگہ) کھدائی کرسکتا ہے، اور بعض کے نزدیک زکوٰۃ اس لئے واجب ہوگی کہ ساری زمین کو کھودنا دشوار ہے، گھر کا ادر کسی گھیر کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اس میں مدفون خزانہ ڈھونڈ نکالنا کچھ مشکل نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی گھیر اور کوئی احاطہ لمبا چوڑا ہو تو نصاب زکوٰۃ اس پر قائم نہ ہوگا۔ اگر مقروض انکاری ہوا اور قرض کے گواہ غیر عادل ہوں تو بعض کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور صحیح قول یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہوگی (الکافی)

اگر ایسا قرض ہو جس سے مقروض انکاری ہو اور اس پر کوئی گواہ بھی نہ ہو پھر کچھ سالوں کے بعد گواہ فراہم ہوگئے، مثلاً مقروض نے لوگوں کے سامنے قرض کا اعتراف کرلیا ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی (التبیین) اگر قاضی قرض سے واقف ہے تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور جس قرض کو مقروض نے تسلیم کرلیا ہو اس پر زکوٰۃ ہر حال میں واجب ہے، خواہ (مقروض سرمایہ دار ہو، تنگدست ہو یا مفلس ہو اور اگر کسی (ایسے مفلس کے ذمہ قرض ہو، جس کو قاضی نے (باضابطہ) مفلس قرار دے دیا ہو اور چند سال کے بعد اس مقروض سے وہ قرض وصول ہو جائے تو امام اعظم اور امام یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ان گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوگی (الجامع الصغیر لقاضی خاں) اور اگر کوئی ایسا مقروض ہو جو پوشیدگی میں تو قرض کا اقرار کرتا ہو اور لوگوں کے سامنے انکاری ہو تو وہ قرض نصاب نہیں بن سکتا، مقروض نے پہلے تو اقرار کیا مگر قاضی کے سامنے انکار کردیا تو اگر اس قرض پر مدعی نے گواہ پیش کئے ہوں پھر ان کی عدالت اور شہادت کے قابل قبول ہونے کا ثبوت فراہم کرنے میں کچھ وقت صرف ہو جائے اور وہ گواہ عادل نکلیں تو مقروض کے انکار کرنے سے لے کر قاضی کے یہاں گواہوں کی عدالت ثابت ہونے تک کا جو عرصہ گذرا ہے اس مدت کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر مقروض فرار ہو جائے اور صاحبِ سرمایہ خود یا کسی وکیل کے ذریعہ اس کو تلاش کرنے پر قادر ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر یہ قدرت نہیں ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی (محیط السرخسی) بہر حال وہ تمام قرضے جو اقراری ہوں (مقروض کے نزدیک تسلیم شدہ) ہوں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی تین قسمیں ہیں، دین ضعیف ہر وہ قرض ہے کہ بغیر کسی اپنے فعل کے اور بلا کسی عوض کے آدمی اس کا مالک ہو جائے، جیسے میراث کا مال، یا اپنے فعل کے نتیجے میں آدمی کسی مال کا مالک ہو مگر وہ کسی چیز کا بدل محض نہ ہو، جیسے وصیت، یا اپنے فعل سے آدمی کسی مال کا مالک ہو، جو ہو تو معاوضے اور بدلے کی حیثیت سے، مگر وہ بدل مال کے علاوہ کوئی اور چیز ہو جیسے مہر خلع کا بدل اور وہ مال جو قتل عمد پر مصالحت کے نتیجے میں حاصل ہوا اور دیت[1] (کا مال) اور کتابت کا عوض، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب تک یہ مال قبضہ میں نہ آجائیں اس وقت تک ان پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی اور قبضے کے بعد ان کا نصاب تام ہو، اور سال بھر گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، دوسرا دین وہ ہے جو درمیانی ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ وہ اس مال کے عوض واجب ہو جو تجارتی نہ ہو، جیسے وہ غلام جو محض خدمت کے لئے ہوں اور استعمالی کپڑے جب اس نوع کا مال دو سو درہم کی مالیت کے بقدر اس کے قبضہ میں آجائے تو اصل کی روایت کے مطابق وہ گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دے گا،

دین کی تیسری قسم دین قوی ہے وہ یہ کہ تجارتی مال کے عوض دین واجب ہوا اس دین میں جب چالیس درہم کے بقدر مالیت اس کے قبضہ میں آجائے، تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دے گا (زاہدی)

وجوب زکوٰۃ کی نویں شرط مالِ نصاب پر ایک سال گذر جانا ہے اور زکوٰۃ کا سال قمری تاریخ کے حساب سے شمار ہوگا (کسی اور تقویم سے

---

[1] خون کر دینے اور جان سے مار دینے کا مالی معاوضہ یہ اس صورت میں ہوتا ہے، جب مقتول کے ورثا جان کے بدلے میں جان لینے کے عوض مال لینے پر راضی ہو جائیں۔

سال کا حساب نہیں کیا جائے گا (قنیہ) اگر سال کے ابتدار و انتہا میں مالِ نصاب کامل طور پر موجود ہے تو درمیان سال میں کسی قسم کی کمی واقع ہونے سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (ہدایہ) اگر مالِ تجارت کا یا سونے چاندی کا ایسی چیز سے تبادلہ کیا جو اس کی جنس سے یا غیر جنس سے ہو تو سالِ نصاب کا حکم اس پر بدستور باقی رہے گا اور سال منقطع نہ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر سائمہ (چرنے والے جانوروں) کا تبادلہ اس کی جنس سے یا غیر جنس سے کیا تو اس صورت میں سالِ نصاب کا حکم باقی نہ رہے گا (محیط السرخسی)

کسی شخص کے پاس نصاب کے بقدر مال تھا، درمیانی سال میں اسی جنس کا کچھ مال اسے مزید حاصل ہو گیا تو اس کو اپنے مال میں ملا لے اور اس کی زکوٰۃ دے، خواہ یہ مزید سرمایہ گذشتہ سرمایہ کی پیداوار ہو یا نہ ہو اور کسی بھی ذریعہ سے اس کی ملکیت میں آیا ہو، میراث کی صورت میں آیا ہو یا ہبہ وغیرہ کی (ہر صورت میں پچھلے مال کے ساتھ اس کو ملا کر اس کی زکوٰۃ دی جائے گی) اس کے برعکس اگر پورے طور پر یہ نیا سرمایہ سابقہ سرمایہ سے مختلف ہو اور اس کی جنس سے کوئی علاقہ نہ رکھتا ہو، جیسے پہلے بکریوں کا ریوڑ تھا اب بعد میں اونٹوں کا گلہ بھی ہو گیا، تو اب بکریوں کے ساتھ اونٹ شامل نہیں کئے جائیں گے (الجوہرۃ النیرہ) سال گذر جانے کے بعد نیا سرمایہ حاصل ہو تو اب اس نئے سرمایہ کو سابقہ سرمایہ میں شامل نہ کیا جائے، بلکہ سب کے نزدیک از سرِ نو اس کا سالِ نصاب شمار ہوگا (شرح طحطاوی) احناف کے نزدیک اگر پہلے سے پورا مالِ نصاب موجود ہے تب نئے آنے والے سرمایہ کو اس میں شامل کیا جائے گا ورنہ سابقہ سرمایہ مقدار نصاب سے کم ہے تو اس مزید سرمائے کو اس میں شامل نہیں کریں گے اگرچہ اس قدیم و جدید سرمائے کے اجتماع سے نصاب کی مقدار پوری ہو جاتی ہو، ہاں جب بھی سرمایہ جمع ہوتے ہوتے مقدار نصاب کو پہنچ جائے گا، اسی وقت سے سالِ نصاب کا آغاز ہو جائے گا (بدائع) اگر ایک شخص کے پاس سائمہ کا نصاب تھا اور سال بھر گذر جانے کے بعد اس نے اس کی زکوٰۃ دی، پھر اسے درہم کے عوض فروخت کر دیا، اس کے ساتھ اس کے پاس درہم بھی بقدر نصاب موجود تھا اور اس نصاب پر ابھی نصف سال گذرا تھا اس صورت میں فروخت کردہ جانوروں کی قیمت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان درہموں کے نصاب میں شامل نہیں کی جائے گی بلکہ اس (فروخت سے حاصل شدہ نقد روپیہ) کا مستقل سال شروع ہوگا۔ مگر امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک یہ قیمت ان درہموں کے نصاب میں شامل کر لی جائے گی (اور اس کی زکوٰۃ اسی نصاب درہم کے ساتھ دی جائے گی) البتہ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب جانوروں کی قیمت بذاتِ خود نصاب کامل کو پہنچ جائے اور جب وہ نصاب تک پہنچتی ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک یہ قیمت ان درہموں کے نصاب میں شامل کر لی جائے گی جن کے نصاب پر نصف سال گذر چکا ہے (جوہرہ نیرہ)

جس غلے کا عشر ادا کر دیا گیا ہو اس کی قیمت اس غلام کی قیمت میں بالاتفاق شامل کر لی جائے گی جس کا صدقہ فطر دیا جا چکا ہو، اگر سالِ نصاب پورا ہونے سے پہلے مویشیوں کو مویشیوں کے یا نقد روپے کے عوض فروخت کر دیا تو ان کی قیمت سب کے نزدیک اس کی ہم جنس میں شامل کر لی جائے، اس طرح کہ روپیہ کو روپوں میں اور جانوروں کو جانوروں کے ساتھ شامل کر دیا جائے، اگر چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ دے دی اس کے بعد انہیں اپنے پاس سے چارہ کھلانا شروع کیا اور پھر انہیں فروخت کر دیا تو ان کی قیمت سب کے نزدیک (اصل نصاب میں) ملائی جائے (سراج الوہاج) ایک شخص کے پاس کچھ زمین ہے، اس نے اس کا خراج ادا کرنے کے بعد اسے فروخت کر دیا تو اس کی قیمت اصل نصاب میں شامل کر لی جائے گی، (البدائع) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے روپیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس روپیہ سے سائمہ خرید لئے اور اس کے پاس پہلے سے اس کی جنس سے سائمہ موجود ہیں، تو ان نئے خریدے ہوئے جانوروں کو پچھلے گلے میں شامل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ جانور اس مال کا بدل ہیں، جس کی زکوٰۃ ادا کی جا چکی، ایک شخص کو کسی نے ہزار روپیہ بطور ہبہ دیا، اس نے سال کے اندر اندر اس روپے سے مزید ایک ہزار روپیہ پیدا کر لیا، اس کے بعد روپیہ ہبہ کرنے والے نے قاضی کے فیصلے کے بموجب ہبہ سے رجوع کر لیا اور اپنا دیا ہوا روپیہ واپس لے لیا تو اس صورت میں اس شخص نے جو ایک ہزار روپیہ کا منافع ہبہ کی ہوئی رقم سے کمایا ہے اس پر اس وقت

تک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، جب تک اس منافع پر اس کی ملکیت میں آئے ہوئے سال بھر پورا نہ ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل رقم جو ہبہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی تھی اُس کے پاس سے واپس چلی گئی، اور اس کا سال باطل ہو گیا تو جو رقم اس اصل رقم کے تابع تھی (اور اس کے ضمن میں بطور منافع آئی تھی) اس کا سال بھی ختم ہو گیا (اصل پر زکوٰۃ نہ رہی تو ضمنی شے پر بھی واجب نہیں ہوئی) ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں اور اس رقم پر ایک دن کم تین سال گذر گئے، پھر اس کے پاس پانچ درہم اور آئے تو اب اسے صرف پہلے سال کے پانچ درہم زکوٰۃ میں دینے ہوں گے، اسی لئے پہلے سال کی زکوٰۃ نکالنے کے بعد دوسرے اور تیسرے سال (دین زکوٰۃ واجب ہونے کی وجہ سے) دو سو درہم کا نصاب باقی نہیں رہا (محیط سرخسی)

ایک شخص کے پاس دو سو درہم کی مالیت کا بکریوں کا ریوڑ تھا، اتفاق سے وہ سال بھر گذرنے سے پہلے مر گئیں، اس شخص نے ان کی کھال اتار کر انھیں رنگ لیا اور اب ان کھالوں کی قیمت نصاب شرعی کے برابر ہو گئی پھر بکریوں کا سالِ نصاب بھی پورا ہو گیا، تو اب ان رنگی ہوئی کھالوں پر زکوٰۃ واجب ہو گی کسی شخص کے پاس کاروباری مقصد کے لئے انگور کے شیرے کا ذخیرہ سال بھر گذرنے سے پہلے وہ شراب میں تبدیل ہو گیا اور اس کے بعد اس کا سرکہ بن گیا، جس کی قیمت نصاب کے برابر ہو گی اس کے ساتھ ساتھ شیرہ کا جو سالِ نصاب چالو تھا وہ بھی پورا ہو گیا تو اب اس سرکہ پر زکوٰۃ واجب نہ ہو گی (فقہاء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے، کہ پہلے مسئلہ میں بکریوں کی اون اپنی قیمت رکھتی تھی وہ بدستور ان کے مرنے کے بعد بھی) سال بھر تک باقی رہی اور دوسرے مسئلہ میں کل مال (جو شیرۂ انگور کی شکل میں تھا) ختم ہو گیا اور ایک دوسری چیز بن گئی اس لئے سال کا حکم بھی اس پر باقی نہ رہا (فتاویٰ قاضی خاں)

مالک نصاب ہونے کے بعد سال گذرنے سے پہلے زکوٰۃ دے دینا جائز ہے، ہاں نصاب پورا ہونے سے پہلے دینا درست نہیں (خلاصہ) پیشگی زکوٰۃ دینے کے لئے تین شرطوں کا لحاظ ضروری ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ پیشگی زکوٰۃ نکالنے وقت سالِ نصاب شروع ہو گیا ہو دوسری شرط یہ ہے کہ جس نصاب کی زکوٰۃ دی جا رہی ہے وہ اختتام سال پر ناقص نہ ہو جائے، تیسری شرط یہ ہے کہ درمیانی سال میں اصل نصاب ضائع نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس سونا یا چاندی، یا تجارتی مال کا نصاب دو سو درہم سے کچھ کم مقدار میں موجود ہے مگر اس نے اس کی زکوٰۃ پیشگی دے دی اور نصاب بعد میں پورا ہوا یا یہ صورت ہوئی کہ نقد دو سو درہم یا دو سو درہم کا تجارتی مال موجود تھا، اس شخص نے زکوٰۃ کے پانچ درہم خیرات کر دیئے اور (ان پانچ درہم نکل جانے کی وجہ سے) نصاب پورا نہ رہا اور اسی ناقص نصاب پر سال بھر گذر گیا یا یہ صورت ہوئی کہ پیشگی زکوٰۃ دینے کے وقت نصاب تو پورا تھا مگر بعد میں (سال پورا ہونے سے پیشتر) یہ پورا نصاب کسی طرح ضائع ہو گیا، تو اب جو رقم زکوٰۃ کے طور پر دی گئی وہ صدقہ شمار ہو گی (شرح الطحاوی) جس طرح ایک نصاب کی پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے، اسی طرح متعدد نصاب اگر ہوں تو ان کی زکوٰۃ بھی پیشگی ادا کی جا سکتی ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں، مگر اس نے پیشگی ہزار درہم کی زکوٰۃ دے ڈالی تو اب (سال کے اندر اندر) اس کے پاس مزید کچھ مال آ گیا یا اسی موجودہ سرمائے سے اس نے اتنا نفع کما لیا تو جب سال پورا ہوا اس کے پاس ہزار روپے موجود تھے اس صورت میں پیشگی زکوٰۃ درست ہو گی اور اس کے ذمے سے ہزار روپے کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، ہاں اگر یہ صورت ہوئی کہ (پیشگی زکوٰۃ دینے کے بعد) سال پورا ہو گیا، اور اس دوران میں اس کے پاس کوئی مال نہ آیا، بلکہ سال گذرنے کے بعد اسے کوئی مزید سرمایہ بہم پہنچا تو اب ہزار روپے کی پیشگی زکوٰۃ کافی نہ ہو گی، نیا مال حاصل ہونے کے بعد اس پر سال بھر گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہو گی (بحر الرائق) چوں کہ سبب وجوب زکوٰۃ موجود ہے اس لئے ایک سال سے زیادہ کی بھی پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے (ہدایہ) اگر دو ہزار کی زکوٰۃ دی اور اس کے پاس ہزار درہم موجود ہیں اور نیت یہ کی کہ اگر ایک ہزار درہم اور اس سال میں میرے پاس آ جائیں تو یہ اس کی پیشگی زکوٰۃ ہے ورنہ اسی ایک ہزار کی اگلے سال کی زکوٰۃ ہو جائے گی تو یہ نیت درست ہو گی، ایک شخص کے پاس چار سو درہم ہیں مگر اسے یہ خیال ہے کہ پانسو ہیں اور اس نے پانسو ہی کی زکوٰۃ دے دی پھر اسے پتہ چلا

تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ زکوٰۃ کی زائد دی ہوئی رقم کو سالِ آئندہ میں شمار کرے (محیط السرخسی) ایک شخص کے پاس سونا اور چاندی (دونوں الگ الگ) اپنی مقدار نصاب کے مطابق موجود ہیں اس نے ان میں سے کسی ایک نصاب کی زکوٰۃ پیشگی دے دی تو یہ سونا اور چاندی کے ہر دو نصاب کی زکوٰۃ شمار ہوگی[1]۔ دونوں چیزیں ایک ہی جنس کی ہیں اسی بنا پر ان میں سے کسی ایک کی تعیین لغو اور بیکار ہے اور دونوں کے ایک جنس ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دونوں چیزوں کو زکوٰۃ کے حساب میں ملا کر پھر ان کی اکھٹی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے[2] البتہ سونے یا چاندی میں سے کوئی ایک نصاب ضائع ہو جائے تو پھر وہ اداشدہ زکوٰۃ دوسرے موجودہ نصاب کی شمار ہوگی (کافی)

اگر مختلف حیوانات کے متعدد نصاب ایک شخص کے پاس ہیں اور اس نے ان میں سے بعض کی زکوٰۃ پیشگی دے دی، مگر جن کی زکوٰۃ دی تھی وہ جانور ہلاک اور ختم ہو گئے تو اب دی ہوئی زکوٰۃ ان جانوروں کی جانب سے شمار نہ ہو سکے گی۔ جو اس کے پاس اب موجود ہیں (محیط السرخسی) اگر کسی محتاج کو پیشگی زکوٰۃ دے دی اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ محتاج شخص دولت مند بن گیا یا اس کا انتقال ہو گیا، یا اسلام سے پھر گیا تو جو زکوٰۃ اس کو دی تھی وہ جائز (اپنے صرف) ہوئی (اور ادا ہو گئی) (سراج الوہاج) کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ مر جائے تو ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ موت کی وجہ سے اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی (اور ورثاء کے ذمے اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی)

دوسرا باب — سائمہ کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے وجوب اور متعلقہ احکام بیان کرنے کے بعد اب ان چیزوں کی تفصیل بیان کی جارہی ہے، جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ فقہاء نے ان چیزوں کو احادیث کی روشنی میں چند مستقل عنوانات کے تحت بیان کیا ہے زکوٰۃ دراصل اس سرمائے اور مالیت پر عائد ہوتی ہے جہاں انسان کی بنیادی ضروریات کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام اور انبیاءؑ کی آمد کا مقصد آخرت کی تیاری اور دنیا کی اصلاح ہے آخرت کی تیاری کے لئے تو تین عبادتیں مخصوص ہیں جو انسان سے اللہ تعالیٰ کا تعلق جوڑتی ہیں، اور اس میں آخرت کا شعور اور اخروی زندگی کی براہ راست محبت اور تڑپ پیدا کرتی ہیں یہ نماز روزہ اور حج کی عبادتیں ہیں، دو عبادتوں زکوٰۃ و جہاد حدود و تعزیرات اور دوسرے اخلاق و معاملات کا اولیں رابطہ دنیا سے ہے ان کو ٹھیک ٹھیک مقررہ ہدایات کے تحت اسلامی اسپرٹ کی روشنی میں کوئی شخص یا جماعت سرانجام دے تو دنیا میں عدل و انصاف اور امن و سکون پیدا ہوگا، اس لئے خداوند قدوس نے جو خود فطرۃِ انسانی کا خالق اور اس کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے بخوبی واقف ہے سرمائے سے انسان کی محبت اور وابستگی کو حدود آشنا کرنے کے لئے کچھ پابندیاں عائد کر دی ہیں تاکہ ایک طرف خود انسان اس سرمائے کو کلیتاً اپنی ملک سمجھ کر خود مختارانہ تصرف سے باز رہے اور اللہ کی دی ہوئی امانت سمجھ کر اس کی ہدایات کے مطابق سرمائے کو ٹھکانے لگائے اور دوسری طرف خود معاشرہ اور سوسائٹی شخصی دولت و سرمائے کی فراوانی اور سرمایہ پرستانہ ذہن و عمل کا

---

[1] یعنی اپنے اپنے نصاب کے بقدر اس اداشدہ زکوٰۃ کو سونے اور چاندی پر حساب کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا، کچھ زکوٰۃ سونے کی اور کچھ زکوٰۃ چاندی کی ادا ہو جائے گی اور کچھ زکوٰۃ دونوں کی باقی رہ جائے گی۔ ایسا نہ ہوگا کہ سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کی زکوٰۃ بالکل بے باق سمجھی جائے۔

[2] یعنی سونا اور چاندی کسی شخص کے پاس کسی ایسی مقدار میں ہوں کہ وہ الگ الگ نصاب کی مقدار کو نہ پہنچ سکیں، لیکن دونوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو نصاب کی مالیت بن جاتی ہو اس صورت میں دونوں کو ملا کر زکوٰۃ کا حساب قائم کیا جاتا ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔

تختۂ مشق نہ بن سکے اور جماعت کے افراد دولت کے تفاوت کے باوجود معاشرتی مساوات، اجتماعی انصاف، انفرادی مسابقت، اور جماعتی تعاون سے یکساں طور پر بہرہ اندوز ہوں،

زکوٰۃ کی اس اہمیت کو ہمیشہ برقرار رکھا گیا، نماز کے بعد زکوٰۃ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں تاکہ تعلق باللہ کے بعد تعلق بالعباد قائم ہو چنانچہ بنیادی طور پر عرب نہ زراعتی ملک تھا نہ صنعتی، اہلِ عرب کا سرمایہ نقدی سے بڑھ کر ان کے مویشی تھے، اس لئے زکوٰۃ کا زیادہ زور مویشیوں ہی پر رہا اس کے بعد اور بھی چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوئی، مگر مویشی کی اہمیت زیادہ تھی اس لئے احادیث میں بھی ان سے متعلق بہت تفصیلات ملتی ہیں، اسی وجہ سے فقہاء بھی زکوٰۃ کے بنیادی احکام بیان کرنے کے بعد بالعموم مویشیوں ہی کی زکوٰۃ کے بارے میں تفصیلات ذکر کیا کرتے ہیں، عالمگیری میں ایسی چیزوں کو سات عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جنگل میں چرنے والے جانور، سونا اور چاندی اور زائد از ضرورت سامان، تجارتی مال، درآمد برآمد کا محصول، معدنی ذخائر، زرعی پیداوار، صدقۂ فطر، ان ذیل میں سب سے پہلے سائمہ یعنی جنگل میں چرنے والے جانوروں کے احکامات بیان کئے جا رہے ہیں (عالی)

اس باب میں پانچ فصلیں ہیں اور پہلی فصل ان مباحث پر مشتمل ہے جو آگلی تفصیلات کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں،

فصلِ اوّل

سائمہ وہ جانور کہلاتے ہیں جو جنگل میں چرنے کے لئے خاص مقصد سے چھوڑے جاتے ہیں اور وہ مقصد یا تو ان سے دودھ حاصل کرنا ہے یا ان کی نسلی افزائش ہے، یا اپنی بڑھوتری اور بالیدگی کی بنا پر وہ بیش قیمت قرار پائیں جن جانوروں کو نسل کشی اور شیر افزائی کے بجائے سواری کے لئے یا باربرداری کے لئے جنگل میں چرایا جائے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے (محیط سرخسی)

سائمہ خواہ نر ہوں یا مادہ خواہ ملے جلے ہوں ان سب پر زکوٰۃ واجب ہوگی، ایسے ہی اگر محض تجارتی مقصد سے جنگل میں چھوڑے جائیں، تو ان پر زکوٰۃ تو واجب ہوگی مگر تجارت کے حساب سے ہوگی سائمہ کے حساب سے نہ ہوگی ہاں گوشت خوری کے لئے اگر (مویشی پالے جائیں اور) جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑے جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں[1] (بدائع) سال کے کچھ ایام میں جانور جنگل میں چریں اور کچھ دن گھر پر چارہ کھائیں تو اکثر ایام کا اعتبار ہوگا زیادہ دنوں جنگل میں رہے ہیں تو انہیں سائمہ سمجھا جائے گا ورنہ نہیں (محیط سرخسی) حتی کہ اگر چھ مہینے جنگل میں رہے ہیں تب بھی وہ سائمہ نہیں بنیں گے اور ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی (تبیین) اگر مویشی تجارتی ہوں اور انہیں چھ ماہ یا کچھ زیادہ دن جنگل میں چرایا تو وہ سائمہ نہیں ہوں گے تاوقتیکہ مالک انہیں خود سائمہ بنانے کی نیت نہ کرے جس طرح وہ غلام جو تجارتی نوعیت کا ہو اور مالک اسے چند سال اپنی خدمت میں رکھنا چاہے تو وہ اس کی خدمت میں رہنے کے باوجود حسبِ سابق تجارتی غلام شمار ہوگا جب تک کہ اسے تجارت سے نکال کر وہ خدمت کے لئے مخصوص کرنے کی نیت نہ کرے (خلاصہ) اور اگر سائمہ نصاب کے مالک کا یہ ارادہ ہو کہ وہ ان سے کام لے گا یا انہیں جنگل میں چرانے کے بجائے چارہ

---

[1] اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ روزمرہ جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کھانے کے کام آتے ہیں ان کو اگر جنگل میں اسی مقصد سے پالا جائے تو وہ زکوٰۃ سے فارغ ہیں، منشاء یہ ہے کہ ایسے جانوروں پر زکوٰۃ سائمہ جانوروں کے نصاب کے مطابق نہ ہوگی بلکہ تجارتی نوع کی زکوٰۃ ہوگی، البتہ کوئی شخص صرف اپنے ذاتی استعمال میں لانے اور خود گوشت خوری کے لئے جنگل میں گائے بھینس چرنے کے لئے چھوڑتا ہے، تو اس پر کسی قسم کی زکوٰۃ نہیں ہے

کھلائے گا مگر وہ سال بھر تک اس ارادہ کے مطابق عمل نہ کر سکا اور سال پورا ہوگیا) تو سائمہ کی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی (فتاویٰ قاضیخاں) اگر جانور تجارت کی غرض سے خریدے پھر انہیں سائمہ بنا دیا، تو سالِ نصاب اس وقت سے شمار ہو گا جب سے انہیں سائمہ بنا دیا ہے (محیط سرخسی)

دوسری فصل

اونٹ کی زکوٰۃ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور پچیس[۲۵] اونٹوں سے پہلے پہلے ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہوگی (عینی شرح کنز) اور بکری ایسی ہو، جو سال بھر کی ہو کر دوسرے سال میں داخل ہوگئی ہو (جوہرہ نیرہ) جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو ان پر ایک بنتِ مخاض زکوٰۃ میں دینا چاہیئے، اور وہ ایسی اونٹنی ہے جسے عمر کا دوسرا سال لگ گیا ہو، ۳۵ اونٹوں تک یہی ایک اونٹنی کافی ہے اور جب اونٹوں کی تعداد ۳۶ ہو جائے تو ان پر ایک ایک بنتِ لبون، یعنی ایسی اونٹنی زکوٰۃ میں دینی ہوگی جسے تیسرا سال شروع ہو گیا ہو اور ۴۵ اونٹوں تک یہ کافی ہے جب اونٹوں کی تعداد ۴۶ سے ۶۰ تک ہو جائے تو اس میں حِقّہ یعنی ایسی اونٹنی دینی ہوگی جو چوتھے سال میں ہو اور جب اونٹوں کی تعداد ۶۱ تک پہنچ جائے تو ۶۱ سے لے کر ۷۵ اونٹوں تک ایسی ایک اونٹنی زکوٰۃ میں دینی ہوگی جو عمر کے پانچویں سال میں ہو اور جب اونٹ ۷۶ ہو جائیں تو نوے اونٹوں تک ایسی دو ایسی اونٹنیاں دینی ہوں گی جنہیں تیسرا سال لگ گیا ہو اور اکیانوے سے لے کر ایک سو بیس تک اگر اونٹ ہوں تو اس میں دو ایسی اونٹنیاں دینی ہونگی جنہیں چوتھا سال لگ گیا ہو (ہدایہ) پھر ایک سو بیس کے بعد ایک سو پینتالیس سے قبل یعنی ایک سو چوالیس تک ہر پانچ اونٹ کی زیادتی پر ایک بکری واجب ہو گی تو ۱۴۵ اونٹوں پر تین اور چار سال کے درمیان کی دو اونٹنیاں دینی ہونگی اور ایک بنت مخاض یعنی وہ اونٹنی جسے دوسرا سال لگ گیا ہو، دینی ہوگی اور ایکسو پچاس[۱۵۰] اونٹوں میں تین اونٹنیاں دینی ہونگی جنہیں چوتھا سال شروع ہو گیا ہو اس کے بعد ایکسو پچاس[۱۵۰] سے ایکسو پچھتر تک ہر پانچ اونٹ کی زیادتی پر ایک بکری واجب ہوگی اور ایکسو پچھتر[۱۷۵] میں تین اونٹنیاں تیسرے سال والی اور ایک اونٹنی دوسرے سال والی دینی ہوگی اور جب ایکسو چھیاسی اونٹ ہو جائیں تو ان میں تین اونٹنیاں چوتھے سال والی اور ایک اونٹنی دوسرے سال والی دینی ہوگی (اور ایکسو نوے تک یہی زکوٰۃ رہے گی) اور ایکسو چھیانوے اونٹ ہوں تو دو سو اونٹوں تک ہر پچاس اونٹ پر ایک حقہ کے حساب سے چار اونٹنیاں چوتھے سال والی دینی ہونگی (عینی شرح ہدایہ) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو سو اونٹوں کی زکوٰۃ میں چاہے چار اونٹنیاں چوتھے سال والی ہر پچاس پر ایک اونٹنی دیدے اور چاہے تو پانچ اونٹنیاں تیسرے سال والی ہر چالیس اونٹ پر ایک اونٹنی کے حساب سے زکوٰۃ دیدے (فتاویٰ قاضی خاں) پھر زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ (دو سو اونٹوں کے بعد اس طرح شروع جس طرح ایکسو پچاس کے بعد شروع ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ امام محمد رحمہا اللہ کے قول کے مطابق سائمہ اونٹوں کی کم سے کم عمر جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ ایسا اونٹ ہے جسے دوسرا سال شروع ہو گیا ہو (شرح طحطاوی) چھوٹے اور راندے اور اونٹ کو گلے میں تو شمار کیا جائے گا مگر یہ زکوٰۃ میں نہیں لیے جائیں گے اور زکوٰۃ میں بچہ پالنے والی یا گوشت خوروں کے لئے مخصوص اونٹنی یا حاملہ اونٹنی یا نر اونٹ اور گلے میں سب سے عمدہ قسم کے اونٹ نہیں لئے جائیں گے ہاں درمیانی قسم کے اونٹ لئے جائیں گے (محیط السرخسی) اگر ایسی صورت ہو کہ جیسی عمر کی اونٹنی زکوٰۃ میں واجب تھی وہ گلے میں نہیں، مالک اس سے اعلیٰ درجہ کی اونٹنی زکوٰۃ میں دیدے اور اس کی قیمت میں جتنی زیادتی ہو وہ زکوٰۃ لینے والے سے وصول کرلے یا ایسی صورت ہو کہ واجب شدہ اونٹنی سے کمدرجہ کی اونٹنی دیدے اور باقی زائد قیمت ادا کرے تو پہلی صورت میں زکوٰۃ وصول کرنے والے کو

---

۱ ۴۶ اونٹوں سے ۶۰ اونٹوں تک زکوٰۃ میں تین سال سے زائد کی اونٹنی دینی ہوگی خواہ اونٹ ۴۶ ہوں یا ۵۰ ہوں یا ۶۰ ہوں

۲ یہ حساب احناف کے نزدیک ہے بختی یعنی مخلوط النسل اور عربی اونٹوں (کی زکوٰۃ) میں کوئی فرق نہیں (ہدایہ)

یہ حق ہے کہ وہ اصل واجب شدہ مال کا مطالبہ کرے اور اس اعلیٰ درجہ کی اونٹنی کو نہ لے یا واجب شدہ اونٹنی کی قیمت وصول کرے اس لئے کہ یہ خرید و فروخت ہے اور تجارت میں زبردستی نہیں ہو سکتی، اور دوسری صورت میں جبر کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر مالک زکوٰۃ وصول کنندہ کے پاس سے ہٹ جائے اور اونٹ اس کے پاس تنہا رہ جائیں تو زکوٰۃ وصول کنندہ کو اس مال پر قابض شمار کیا جائے گا کیوں کہ یہ بیع نہیں بلکہ بصورت قیمت زکوٰۃ کی ادائیگی ہے (کافی)

تیسری فصل

گائے بیل کی زکوٰۃ

گائیں یا بیل تیس سے کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے اور تیس سائمہ گائے بیلوں پر ایک بچھڑا یا بچھڑی دینی ہوگی جو دوسرے سال میں ہو (ہدایہ) پھر چالیس سے کم (گایوں پر کوئی مزید زکوٰۃ نہیں ہے (شرح طحطاوی) چالیس گاؤں پر وہ بچھڑا یا بچھڑی زکوٰۃ میں دینی ہوگی جو تیسرے سال میں ہو جب چالیس سے بڑھ جائیں تو زیادتی کے بقدر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ساٹھ تک اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی چنانچہ ایک کی زیادتی پر تیسرے سال کی گائے بیل کا چالیسواں حصہ اور دو کی زیادتی پر بیسواں حصہ واجب ہے گا اور یہ اصل کی روایت ہے پھر ساٹھ پر دوسرے سال کی گائے یا بیل واجب ہوگا (ہدایہ) ساٹھ کے بعد تیس تیس اور چالیس چالیس کا حساب ہوگا، کہ ہر چالیس گائے بیلوں پر تیسرے سال کی گائے یا بیل واجب ہوگی اور ہر تیس گائے بیلوں پر دوسرے سال کا بچھڑا یا بچھڑی، چنانچہ ستر گائے بیلوں کی تعداد جب ہو جائے تو اس پر ایک تیسرے سال کی گائے یا بیل اور ایک دوسرے سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہوتی ہے اور اسّی کی تعداد پر تیسرے سال کی دو بیل یا گائیں، نوّے کی تعداد پر دوسرے سال کے تین بچھڑے یا بچھڑیاں اور سو کی تعداد پر ایک تیسرے سال کی گائے یا بیل، اور دو بچھڑے یا بچھڑیاں دوسرے سال کی واجب ہوتی ہیں (طحطاوی) اگر مسنّہ یا تبیعہ حساب میں دونوں برابر ہوتے ہیں تو مالک کو اختیار ہے مثلاً ایک سو بیس کی تعداد اگر ہو جائے تو اس میں چاہے تو تین مسنے دیدے اور چاہے چار تبیعے (تبیین)

بھینس کا حساب گائے ہی کے مطابق ہوگا اور جب دونوں جانور ملے جلے ہوں تو اس وقت نصاب کامل کرنے کے لئے ایک کو دوسرے میں ملا کر نصاب پورا کر لینا واجب ہے پھر جو ان میں سے زیادہ ہوگا زکوٰۃ میں وہی لیا جائے گا، اور اگر ایک دوسرے کے مقابلہ میں کوئی زیادہ نہ ہو تو زکوٰۃ میں وہ جانور لیا جائے گا، جو گھٹیا میں نسبتاً سب سے بہتر اور بڑھیا میں نسبتاً سب سے کم تر درجہ کا ہو (یعنی درمیانی حیثیت کا جانور لیا ہو) بحر الرائق، نافع میں یہ (صراحت) ہے کہ اس معاملہ میں نر و مادہ برابر ہیں (کوئی سا بھی لیا جائے) اور فتاویٰ عنابیہ میں ہے کہ گائے بیل میں اگر بیلوں کی زکوٰۃ ہو تو دوسرے سال کا بچھڑا اور گایوں کی زکوٰۃ ہو تو دوسرے سال کی بچھڑی لینا افضل ہے (تاتار خانیہ) امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق گائے کی کم سے کم عمر جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ ایسی بچھڑی یا بچھڑا ہے، جو عمر کے دوسرے سال میں ہو (شرح طحطاوی)

چوتھی فصل

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ

چالیس سائمہ بکریوں سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب چالیس بکریاں ہو جائیں اور ان پر سال گذر جائے تو چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک کی تعداد پر زکوٰۃ میں ایک بکری دینی ہوگی، ایک سو بیس کے بعد دو سو تک جتنی

لے تبیعہ گائے کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں ہو، مسنّہ گائے کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو۔

بھی زیادتی ہو اس پر دو بکریاں واجب ہوں گی، پھر دو سو ایک سے لے کر چار سو تک (یعنی تین سو ننانوے تک) جتنی زیادتی ہوگی اس پر (کل) تین بکریاں دینی ہوں گی جب چار سو پوری ہو جائیں تو اس پر چار بکریاں واجب ہوں گی اس کے بعد ہر سو کی تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نامہ گرامی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مکتوب میں (جو زکوٰۃ کی انہیں تفصیلات پر مشتمل ہے) اسی طرح کی تفصیل آتی ہے اور اس پر امت کا اجماع ہو گیا ہے اور بھیڑ بکری کی کم سے کم عمر جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق ایک سال کی عمر ہے (طحطاوی) جو بکری ہرن کے اختلاط سے پیدا ہو اس میں ماں کی نسبت کا اعتبار کیا جائے گا، اگر ماں بھیڑ یا بکری ہے تو اس کو بکری شمار کریں گے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصاب کی تکمیل میں وہ محسوب ہوگی ورنہ اسے ہرن سمجھا جائے گا اور نیل گائے اور پالتو گائے بیل کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانور کا بھی یہی حکم ہے (المحیط السرخسی)

پانچویں فصل

کن کن جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی

صاحبین کے نزدیک گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، یہی مختار قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ہاں اگر گھوڑے تجارتی ہوں تو ان پر تجارتی نوعیت کی زکوٰۃ واجب ہوگی (الکافی) گھوڑے تجارتی ہوں تو ان کی حیثیت تجارتی سامان کی ہوگی ان کی قیمت حد نصاب تک پہنچ جائے تو ان پر زکوٰۃ لیجائے گی خواہ وہ جنگل میں چرتے ہوں یا گھر پر دانہ کھاتے ہوں (المضمرات) گدھے پر، خچر پر، سدھائے ہوئے چیتے اور کتے پر اسی وقت زکوٰۃ واجب ہوگی، جب وہ تجارت کے لئے ہوں (سراجیہ) امام ابو حنیفہؒ کے آخری قول کے مطابق بکری اونٹ اور گائے کے بچے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، یہی قول امام محمدؒ کا ہے، اگر ان میں سے ایک بھی نصاب کی عمر کو پہنچ جائے تو باقی بچے اس کے تابع ہو کر نصاب میں شمار ہوں گے البتہ وہ زکوٰۃ میں نہیں لئے جائیں گے[1] (ہدایہ) اگر بکری کے انتالیس[2] بچے ہیں اور ان میں صرف ایک بکری پوری ہے (جسے شامل کر کے چالیس کی تعداد پوری ہوتی ہے) تو اس میں ایک اوسط درجہ کی بکری زکوٰۃ میں دینی ہوگی، اگر وہی ایک (پوری عمر والی) بکری درمیانہ درجے کی یا اس سے کچھ کم ہے تو زکوٰۃ میں لے لی جائے گی، اگر سال پورا ہونے کے بعد وہ بکری نہ رہے تو صاحبین کے نزدیک زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، ایسے ہی اگر اونٹ کے پچاس بچے ہیں، اور ان ہی میں درمیانی درجے کی ایک اونٹنی بھی شامل ہے تو وہی زکوٰۃ میں دینا واجب ہے، اگر آدھے بچے ضائع ہو جائیں تو نصف اونٹنی کے بقدر زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی، اور نصف اونٹنی کے بقدر زکوٰۃ واجب ہوگی (کافی) زکوٰۃ میں بچہ لینا جائز نہیں (الجوہرۃ نیرۃ) بار برداری استعمال اور چارہ کھانے والے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی[3]

---

[1] جنگلی اور وحشی جانوروں پر سائمہ جانور ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس لئے ایسے مخلوط النسل جانور جس کی ماں جنگلی اور وحشی ہو زکوٰۃ عائد نہ ہوگی [2] یعنی زکوٰۃ میں وہی پوری بکری یا اس کی قیمت لی جائے گی چھوٹے بچے نصاب کی تکمیل کا ذریعہ تو ضرور بنے ہیں مگر زکوٰۃ کی ادائگی ان سے درست نہیں ہے [3] جس طرح آدمی کے آلاتِ کارکردگی پر زکوٰۃ نہیں ہے، اسی طرح وہ جانور جو زراعت کے مقصد سے پالے گئے ہیں، یا جن سے بوجھ ڈھونا مقصود ہو اور جنہیں گھر پر رکھ کر چارہ کھلایا جاتا ہو ان تینوں قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، لیکن گھر پر چارہ کھانے والے جانور اگر تجارتی نوعیت کے ہوں تو ان پر تجارتی زکوٰۃ عائد ہوگی،

تیسرا باب — سونے چاندی اور سامان کی زکوٰۃ کے احکام

انسان جہاں بھی رہا ہے اس نے سونا چاندی کی دریافت کے بعد انہیں مالی معاملات اور کاروباری لین دین کے لئے معیار اور پیمانہ قرار دیا ہے دنیا کی تمام مادی چیزوں کی قدر و قیمت اسی کے تحت قائم کیجاتی ہے اور تبادلہ اجناس میں بھی اس کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے، دین الٰہی نے بھی اپنی تشریح و تفصیل میں انسانی زندگی کے ہر اتار چڑھاؤ کو ملحوظ رکھا ہے چوں کہ انسانی آبادیوں میں سونے اور چاندی کو ایک بنیادی پیمانے کی حیثیت دائمی طور پر حاصل ہوگئی ہے اس لئے اسلام نے بھی اس پیمانے کو برقرار رکھا ہے شریعتِ الٰہی نے اپنے منصوص مسائل و احکام میں جن حدود کو قائم رکھا ہے وہ اگرچہ عرب کے اسی ماحول کی روشنی میں متعین کئے گئے جس ماحول میں ابتدائی دائمی شریعت بھیجی گئی تھی، اگر اس ماحول کی اصطلاحوں اور رائج الوقت پیمانوں کو شریعت میں نظر انداز کر دیا جاتا اور صرف نظری طور پر مسائل و احکام کا تصور دیدیا جاتا تو اسلام ایسی تفصیلات میں کبھی انسانی ضروریات اور انسانی مسائل کا کوئی وسیع، جامع، اور واحد نقشہ کار نہ پیش کر سکتا اسی بنا پر ضروری تھا کہ وقت کی جو اصطلاحیں رائج ہیں اور جس تمدنی فضا میں انسانی زندگی جیسے قالب کے اندر متشکل ہے اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے،

اس طرح کے خصوصی مسائل میں مقررہ صورتوں اور حدود کو شرعاً توقیفی کہا جاتا ہے تاکہ آئندہ کسی وقت بدلتے ہوئے حالات ان حدود پر اثر انداز نہ ہو سکیں، اسی طرح ان حدود کو ایک دائمی اور غیر متبدل حیثیت حاصل ہوگئی البتہ جب وہ قدیم اصطلاحیں اور پیمانے معاشرہ میں باقی نہ رہیں تو ان توقیفی حدود کی روشنی میں انہی کا وہ بدل تلاش کر لیا جائے گا جس سے ان مقررہ حدود اور معینہ صورتوں کا جو مقصود ہے وہ پورا ہو سکے،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں درہم چاندی کی وہ بنیادی اکائی تھی جس پر سارے لین دین چالو ہوتے تھے اس کے بعد سونے کے دینار کو یہ مرتبہ حاصل تھا لیکن زیادہ تر کاروبار درہموں ہی پر ہوتا تھا اس وقت باہر کی ترقی یافتہ دنیا بھی ان ہی پیمانوں سے آشنا تھی اس لئے اس وقت شریعت نے مالی اعتبار سے لین دین زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ کی جتنی تفصیلات بیان کی ہیں وہ زیادہ تر درہم کو سامنے رکھ کر بیان کی ہیں اس میں وزن کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے اور درہم کی عددی حیثیت کو بھی زکوٰۃ میں خاص حیثیت حاصل ہے، اس وقت دنیا درہم کے چلن سے خالی ہو چکی ہے مگر درہم کی مالیت کا بدل رائج الوقت سکوں کو قرار دے کر زکوٰۃ کا تعلق ان سے قائم کیا جائے گا خواہ کسی جگہ روپیہ وقت کا سکہ ہو، یا شلنگ یا پونڈ ہو، ڈالر یا روبل ہو، لیرہ یا دینار ہو، دو سو درہم کی مالیت کے بقدر موجودہ سکوں کی مالیت قائم کر کے ان سکوں کو درہم کا قائم مقام قرار دیا جائے گا، اس طرح ہر ملک میں ہر وقت زکوٰۃ کا یہ نصاب چالو اور نافذ ہو سکتا ہے (حالی)

پہلی فصل

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

ہر دو سو درہم میں پانچ درہم زکوٰۃ کے نکالنے واجب ہیں اور وزن کے اعتبار سے) ہر بیس مثقال سونے میں نصف مثقال سونا زکوٰۃ میں دینا ہوگا، خواہ وہ سونا ٹکسال میں ڈھلا ہو، سکے کی شکل میں ہو یا نہ ہو یا مرد و عورت کے کسی زیور کی شکل میں ہو یا نہ ہو، یا کچا سونا ہو، یا صاف شدہ ہو (خلاصہ) سونے چاندی میں واجب شدہ مقدار کا لحاظ کر کے زکوٰۃ

دی جائے گی قیمت کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا، یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہے۔ جیسے مثلاً پانچ کھرے درہم کے بجائے پانچ کھوٹے درہم زکوٰۃ میں دیدیئے جو قیمت کے اعتبار سے چار کھرے درہموں کی مالیت رکھتے تھے تو ان دونوں حضرات کے نزدیک زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مگر کراہت کے ساتھ اس کے مقابلے میں پانچ کھرے درہم کے بجائے چار کھرے درہم زکوٰۃ میں ادا کر دیئے جن کی قیمت پانچ کھوٹے درہموں کے برابر تھی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر چاندی کا لوٹا ہے جس کا وزن دو سو درہم کے برابر ہے اور اس کی بنوائی کی اجرت لگا کر اس کی قیمت تین سو درہم کے برابر ہو جاتی ہے، اس کی زکوٰۃ چاندی کی صورت میں دیجائے تو اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا اور یہ چالیسواں حصہ ایسے پانچ درہم ہوں گے جن کی قیمت ساڑھے سات درہم کے برابر ہو اور اگر ایسی پانچ درہم چاندی زکوٰۃ میں دیدی جس کی قیمت پانچ درہم ہوتی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر اس کی زکوٰۃ دوسری جنس سے ادا کی جائے تو اس وقت سب کے نزدیک قیمت کا لحاظ کیا جائے گا (وزن نہیں ہوگا) (التبیین)

اسی طرح سونے چاندی کی زکوٰۃ واجب ہونے کے سلسلہ میں سب کے نزدیک نصاب کا تعلق وزن سے ہوگا قیمت سے نہ ہوگا، جیسے کسی کے پاس چاندی کا کوئی لوٹا ہو جس کا وزن تو ڈیڑھ سو درہم کے برابر ہو، مگر اس کی قیمت دو سو درہم کے برابر پہنچ جائے تو وزن کے پیش نظر اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (عینی شرح الکنز)

ینابیع میں آیا ہے کہ درہم اگر تعداد میں دو سو ہوں، مگر وزن میں اس سے کم ہوں تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ تھوڑی ہی سی کمی کیوں نہ ہو (تاتارخانیہ) سونے میں مثقال کا وزن معتبر ہے اور چاندی میں سبعہ کا، سبعہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، (فتاویٰ قاضی خاں) مثقال ایک دینار کا ہوتا ہے، اور دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے ایک درہم چودہ قیراط کا اور ایک قیراط پانچ جو کے برابر شمار ہوتا ہے (تبیین) کھوٹے درہموں کے اندر اگر چاندی نسبتاً زیادہ ہو (اور کھوٹ کم ہو) تو وہ کھرے درہموں کے حکم میں شمار ہوں گے اور اگر کھوٹ زیادہ ہو تو پھر وہ چاندی کا سکہ شمار نہ ہوں گے، اس وقت یہ دیکھا جائے گا کہ وہ بازار میں چالو ہیں یا نہیں اگر بازار میں ان کا چلن ہے اور ان سے تجارتی لین دین مقصود ہو تو اس صورت میں ان کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اب ان کا نصاب اگر ادنیٰ درجے کے درہموں کے نصاب کی برابر پہنچ جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، ادنیٰ درجہ کے درہم وہی درہم کہلاتے ہیں جن میں کچھ کھوٹ بھی ہو مگر چاندی کی مقدار زیادہ ہو، ہاں اگر ایسے سکے بازار میں رائج نہ ہوں اور نہ ان سے کوئی کاروبار مقصود ہو تو پھر ان پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ اگر وہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ ان کے اندر چاندی کی مقدار دو سو درہم کو پہنچ جائے اور ان سے کھوٹ نکالا جا سکتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر کھوٹ کو الگ نہیں کیا جا سکتا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، جیسا کہ (فقہ کی) بہت سی کتابوں میں لکھا ہے، اور کھوٹ ملے سونے کا حکم کھوٹ ملی چاندی جیسا ہے اگر ملاوٹ برابر ہو، تو اس میں علما کا اختلاف ہے، خانیہ اور خلاصہ نے احتیاطاً وجوب زکوٰۃ کے قول کو اختیار کیا ہے (بحر الرائق) جو سونا چاندی مخلوط ہو، اس میں اگر سونا اپنے نصاب تک پہنچ جائے تو سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر چاندی اپنے نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں چاندی کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور یہ اس شکل میں ہے جب چاندی سونے کے مقابلہ میں زیادہ مقدار ہو اور اگر وہ سونے سے کم ہے تو پھر وہ کل کی کل سونے کے حکم میں شمار ہوگی اس لئے کہ سونا اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور قیمت میں (چاندی) سے بڑھ کر ہے (تبیین) پیسے اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اگر تجارت کے لئے ہوں اور ان کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی (محیط)

امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق دو سو درہم چاندی اور بیس مثقال سونے پر چالیس درہم چاندی کا یا چار مثقال سونے کا اضافہ جب تک نہ ہو اس وقت تک (درمیانی بڑھوتری پر) زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) پھر ہر چالیس درہم چاندی پر ایک درہم اور ہر چار مثقال سونے پر دو قیراط زکوٰۃ ہوگی (ہدایہ) اور مال کی قیمت کو سونے چاندی کے ساتھ اور سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے حساب سے ملایا جائے گا (کنز) لہٰذا اگر کسی شخص کی ملکیت میں ایسے سو درہم ہوں اور اس کے ساتھ ایسے پانچ دینار ہوں

جن کی قیمت سو۱۱۰ درہم ہوتی ہے تو صاحبین کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب[1] ہوگی، اس کے مقابلہ میں اگر سو درہم اور دس دینار یا ڈیڑھ ۱۵۰ سو درہم اور پانچ دینار، یا پچاس ۵۰ درہم اور پندرہ ۱۵ دینار ہیں تو ان تینوں حضرات کے نزدیک یہ سب ایک قسم شمار ہوگی[2] (الکافی) اگر ایکسو درہم کا اور ایسے دس دینار کا کوئی شخص مالک ہو جن کی قیمت بازار میں پورے سو درہم نہ اٹھتی ہو تو اس صورت میں صاحبین کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہونے میں فقہاء سے اختلاف منقول ہے، صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہوگی (محیط سرخسی)

اگر سونے چاندی دونوں کے مستقل نصاب موجود ہوں اور سونے کے نصاب پر چار مثقال سے کچھ کم سونا اور چاندی کے نصاب پر چالیس درہم سے کچھ[3] کم چاندی بڑھ رہی ہو تو ایسی صورت میں ایک نصاب کی بڑھوتری کو دوسرے نصاب کی بڑھوتری میں شامل کردیا جائے گا کہ یا تو چالیس[4] درہم چاندی کا اضافہ پورا ہو جائے یا پورے چار مثقال سونے کا اضافہ ہو سکے[5] (مضمرات) اگر سونے اور چاندی کے ہر دو نصاب کو اس نیت سے) باہم ایک کرلیا جائے کہ ہر دو نصاب کی زکوٰۃ ایک ہی جنس (سونے یا چاندی) سے ادا کرنا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن اتنی بات واجب[6] ہے کہ ہر دو نصاب کی قیمت قدر و رواج کے لحاظ سے اس طرح قائم کی جائے، جس میں مستحقین زکوٰۃ کا زیادہ فائدہ[7] ہو ورنہ ہر ایک نصاب کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے (محیط سرخسی)

دوسری فصل

تجارتی مال کی زکوٰۃ

مالِ تجارت کسی نوعیت کا ہو، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ اپنی مالیت میں وہ سونے اور چاندی کے نصاب کے بقدر ہو (ہدایہ) اور اس تجارتی مال کی قیمت سونے اور چاندی کے سکوں سے لگائی جائے گی (تبیین) اور مال کی قیمت سال بھر پورا ہونے کے بعد لگائی جائے گی جب کہ اس کی قیمت ابتدائے سال میں ایسے دو سو درہم کے مساوی

---

[1] ایک دینار کی مالیت دس درہم کے برابر ہوتی ہے، اسی مالیت کی بنیاد پر صاحبین کے نزدیک زکوٰۃ کا حساب قائم کیا گیا ہے، امام اعظمؒ اصل مالیت کے لئے کوئی مقررہ پیمانہ قرار نہیں دیتے بلکہ درحقیقت اس سکے میں جتنی چاندی یا سونا ہے اور اس کے لحاظ سے بازار میں اس کی قیمت اٹھتی ہے، اس کا حساب لگایا گیا ہے بنا را اختلاف صرف یہ ہے [2] اس صورت میں بنا را اختلاف باقی نہیں ہی، نصاب کی مقررہ مقدار تو وہی دو سو درہم ہی ٹھیرے مگر صاحبین کے نزدیک رائج سکہ کی مالیت دو سو درہم کے مساوی ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک ان سکوں کی ثمنیت (سونا اور چاندی) دو سو درہم کے برابر ہوگی، اس لئے زکوٰۃ کا نصاب پورا ہوگیا، اس شکل میں نتیجے کے اعتبار سے ہر دو پہلوؤں سے زکوٰۃ واجب قرار پائی،

[3] چار مثقال سونے کی قیمت لگا کر چاندی کے نصاب پر بڑھنے والے درہموں کے ساتھ شامل کردیا جائے گا، یا اس کے برعکس چاندی چالیس درہم کے اندر اندر اپنے نصاب سے بڑھی ہے اس کی قیمت لگا کر اسے چار مثقال سونے میں شامل کردیا جائے گا، تاکہ پہلے نصاب کے بعد وجوب زکوٰۃ کی[4] پہلی اکائی مقرر کی گئی ہے وہ پوری ہو سکے اور شخصی سرمایہ مختلف النوع جہات سے تشخیص[5] زکوٰۃ کی حدود میں آنے سے نہ رہ جائے، اس لئے کہ زکوٰۃ کا تعلق مال کی ان بنیادی قدروں سے ہے جو مسلم طور پر سونے اور چاندی سے تعلق رکھتی ہیں، مال بہرحال مال ہے خواہ سونا ہو یا چاندی دونوں قدریں موجود ہوں تو ان دونوں پر بحیثیت مجموعی زکوٰۃ عائد ہوگی ایک دوسرے کی کمی یا زیادتی زکوٰۃ سے بچنے کا جواز عطا نہیں کرتی [6] اس تشقیق کا حاصل یہ ہے کہ زکوٰۃ دہندہ چاندی اور سونے کے ہر دو نصاب اس نقطہ نظر سے مخلوط کرنے کا مجاز نہ ہے گا جس کے نتیجے میں محتاجوں کا فائدہ پیش نظر رہنے کے بجائے اس کی اپنی مالی بچت کا کوئی امکان ہو..

ہو، جن میں چاندی کا جز غالب (اور دوسری دھات مغلوب) ہو (مضمرات) پھر تجارتی سامان میں یہ اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو تو مال کی قیمت چاندی کے سکے سے لگائے اور چاہے سونے کے، لیکن اگر ایک سے نصاب بنتا ہو اور دوسرے سے بن جاتا ہو تو پھر دوسرے سے قیمت لگائی جائے گی (بحرالرائق) اگر تجارت کے لئے سو قفیز[1] گیہوں اسٹاک میں ہیں، جو قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم کے برابر ہوتے ہیں سال بھر گذرنے کے بعد بھاؤ بڑھ گیا یا گھٹ گیا تو اگر عین سے (یعنی خود گیہوں سے) زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو پانچ قفیز ادا کرے اور اگر قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ دیتا ہے تو یوم وجوب کی قیمت معتبر سمجھی جائے گی[1] کیوں کہ دو میں سے ایک چیز واجب ہے یا تو اصل شئے زکوٰۃ میں دیجائے، یا اس کی قیمت دیجائے اس لئے زکوٰۃ وصول کنندہ کو اس کے لینے کے لئے مجبور کیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک جس دن زکوٰۃ ادا کر رہا ہے اس روز کی قیمت معتبر سمجھی جائے گی، اسی طرح ہر اس چیز کی زکوٰۃ کا یہی حکم ہے، جس کا حساب ناپ یا تول یا شمار سے کیا جاتا ہے، اور اگر اس شئے کے اندر (قیمت کے لحاظ سے) اضافہ ہو جائے جیسے کہ اس کی رطوبت خشک ہو جائے تو اس صورت میں سب کے نزدیک یوم وجوب کی قیمت معتبر ہو گی، اس لئے کہ سال گذرنے کے بعد بڑھنے والی زیادتی کو اس گذشتہ نصاب میں ضم نہیں کیا جائے گا اور اگر اس شئے (کی قیمت) میں کچھ کمی ہو گئی، مثلاً اس شئے میں نمی آگئی، تو سب کے نزدیک جس دن زکوٰۃ ادا کر رہا ہے اس دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (الکافی)

اور مال کا مالک اس مال کی قیمت اسی مقام کے لحاظ سے لگائے، جہاں وہ مال موجود ہے، جیسے فروختگی کے لئے کسی غلام کو دوسرے شہر میں بھیجا اور اسی اثنا میں سال پورا ہو گیا تو جس شہر میں وہ غلام موجود ہے اس کی زکوٰۃ میں اسی شہر کی قیمت کا اعتبار ہو گا، اگر وہ اس وقت کسی غیر آباد مقام پر ہو تو اس جگہ سے جو شہر قریب ترین ہو تو اس کی قیمت معتبر سمجھی جائے گی، جیسا کہ فتح القدیر نے فتاویٰ سے نقل کیا ہے اگر مالِ تجارت مختلف جنس کا ہو تو ایک کو دوسرے میں ملا لیا جائے گا، یاقوت، موتی اور جواہر میں زکوٰۃ نہیں ہے اگرچہ از قسم زیور ہوں، ہاں اگر یہ تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی (جوہرہ نیرہ)

اگر پیتل کی دیگچیاں خرید کر رکھیں اور کرائے پر چلایا تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی جس طرح کرائے کے مکانات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اگر زمین سے گیہوں کی اتنی پیداوار حاصل ہو جس کی قیمت بقدر نصاب ہوتی ہو اور اس شخص نے اس غلے کو ذخیرہ کرنے یا فروخت کرنے کی نیت کر لی پھر سال بھر تک اس کو اسٹاک کر رکھا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر جانوروں کی خرید فروخت کرنے والا ان کے گھونگھرو یا ان کی باگیں یا منہ پر ڈالنے کے جھوم خریدتا ہے تو یہ چیزیں اگر جانوروں کے ساتھ ساتھ بیع ہوتی ہیں، تو ان میں زکوٰۃ ہے اور اگر یہ محض جانوروں کی حفاظت کے لئے ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہ ہو گی (ذخیرہ) عطار جو شیشیاں خریدتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے، اگر غلہ ڈھونے کے لئے خرجیاں اور بورے خرید کر کرائے پر چلائے تو ان میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے یہ بورے غلے کے لئے خریدے ہیں نہ کہ تجارت کے واسطے (محیط سرخسی) نان بائی اگر لکڑی یا نمک روٹی پر لگانے کے لئے خریدے، تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر روٹی کے اوپر لگانے کے لئے تل خریدے تو اس میں زکوٰۃ ہو گی (ذخیرہ) کسی مضارب[2] نے ایک غلام خریدا

---

[1] سال بھر پورا ہونے کے بعد دوسرے سال کا پہلا دن گیہوں کے اس اسٹاک پر وجوب زکوٰۃ کا پہلا دن ہے اس دن بازار میں جو عام بھاؤ اس طرح کے گیہوں کا ہو گا اسی کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ [2] ایک شخص سرمایہ لگائے اور دوسرا اس سرمایہ پر محنت کر کے تجارتی کاروبار کرے یہ صورت معاملہ مضاربت کہلاتی ہے اور وہ شخص جس کی اس کاروبار میں صرف محنت ہوتی ہے سرمایہ نہیں ہوتا اصطلاح میں مُضارِب کہلاتا ہے، مضارب تجارتی سرمایہ میں جو تصرف بھی کرے گا وہ تجارت ہی کے نقطۂ نظر سے شمار ہو گا اس لئے اس مسئلہ میں جو بیان کیا جا رہا ہے مضارب کی خرید و فروخت پر تجارت ہی کے نقطۂ نظر سے حکم جاری کیا گیا ہے اس کے برعکس خود صاحبِ سرمایہ اگر کوئی تصرف کرتا ہے تو اس میں اس بات کا امکان ہے کہ وہ مشترک کاروبار کے ساتھ کوئی چیز اپنی ذاتی تصرف کے لئے بھی

اور (اس کے ساتھ) اس کے لئے کپڑا یا بوجھ ڈھونے کا تھیلہ خریدا تو اسے کل چیز کی زکوٰۃ دینی ہوگی اس کے برعکس اگر صاحب سرمایہ خود یہ سامان
خریدا تو اس پر کپڑے کی اور باربرداری کے تھیلے کی زکوٰۃ نہ ہوگی کیوں کہ اسے یہ چیزیں تجارت کے علاوہ کسی اور ضرورت کے لئے بھی خریدنے کا حق
حاصل ہے (الکافی) اور اگر مضارب نے تجارتی غلاموں کے لئے کھانے پینے کا سامان خریدا اور اس پر ایک سال گذر گیا، تو اس میں زکوٰۃ واجب
ہوگی۔ اس کے برخلاف خود اصل مالک ان غلاموں کے لئے یہ سامان خورد و نوش خریدے (اور اس پر ایک سال گذر جائے) تو اس کے ذمے زکوٰۃ
واجب ہوگی (محیط سرخسی) جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کی زکوٰۃ اگر ایسے مال سے جو اس کی جنس سے نہ ہو ادا کی جائے تو سب کے نزدیک
زکوٰۃ کی جو مقدار واجب ہوئی ہے اس کی قیمت بقدر زکوٰۃ نکالی جائے گی، اور اگر اسی مال کی جنس سے زکوٰۃ ادا کی جائے تب بھی یہی حکم ہوگا
اور یہ حکم ان چیزوں میں ہے جن پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا[1] اگر اسی مال کی جنس سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور اس مال پر سودی احکام کا اطلاق
ہوتا ہو۔ تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک اسی مالی مقدار کا اعتبار ہوگا جو زکوٰۃ کی ادائیگی میں واجب ہوئی ہو، قیمت
معتبر نہ ہوگی[2] (الحاوی)

متفرق مسائل کسی کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں شبہ پیش آجائے اور یہ معلوم نہ ہو سکے، کہ زکوٰۃ دی ہے یا نہیں دی تو احتیاطاً دوبارہ
زکوٰۃ دیدے جیسا کہ محیط، سراجیہ اور بحر الرائق نے، "واقعات" سے نقل کیا ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف
رحمہا اللہ کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں واجب ہوتی ہے[3] اور اس زائد مال پر نہیں ہوتی جو زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اگر وہ زائد مال باقی نہ رہے اور
صرف نصاب کی مالیت باقی ہو تو جو زکوٰۃ واجب تھی وہ کل کی کل باقی رہے گی، کیوں کہ نصاب کے بعد جو زیادتی ہے وہ نصاب کے تابع
ہے اسی بنا پر امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر کچھ مال ضائع ہو جائے، تو وہ ضائع شدہ مال (سب سے پہلے) اس زائد از نصاب مالیت (کا
نقصان سمجھا جائے گا اس) کے بعد آخری جز کا نقصان قرار دیا جائے گا اسی طرح پھر اس کے بعد کے نصاب کا، اسی ترتیب سے نصاب کے
آخری جز تک نصاب ہوگا[4] اور اگر زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ باقی نہیں رہے گی اور کچھ مال ضائع ہوا تو اس کے
بقدر زکوٰۃ واجب ہوگی (ہدایہ) اور اگر مالِ نصاب کو قصداً ضائع کر دیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (بدستور واجب رہے گی) (سراجیہ)
سب کے نزدیک ایک تجارتی سامان کا دوسرے تجارتی سامان سے تبادلہ کرنا، مال کا ہلاک یا ضائع کرنا نہیں سمجھا جاتا، خواہ یہ تبادلہ
ہم جنس اشیاء میں ہو یا مختلف جنسوں میں، البتہ اگر اس تبادلے میں اتنی مالیت کا سامان چھوڑ دے جس میں لوگ دھوکہ نہیں کھاتے۔ تو اس
صورت میں جتنا مال چھوڑ دیا اس کی زکوٰۃ کا ضامن ہوگا، سال گذرنے کے بعد مالِ نصاب اگر کسی کو قرض دے دیا تو یہ ضائع کرنے کا مرادف

---

[1] سودی اشیاء اور غیر اشیاء سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کے بارے میں احادیث میں یہ صراحت موجود ہے، کہ ان کے لین دین میں کوئی گھٹا کر
بڑھا کر نا سود ہے، یا جن کے مابین نقد اور ادھار کا سودا سود کے حکم میں شمار ہوتا ہے ان چیزوں کو سودی اشیاء کہا گیا ہے، جیسے سونے چاندی کا لین
دین اور غلہ جات کا بیوپار۔[2] یعنی مثلاً سونے کے کاروبار میں سونے کی تجارتی زکوٰۃ واجب ہوئی اگر وہ اس کی زکوٰۃ چاندی کے ذریعے ادا کرنا چاہتا ہے
تو اس صورت میں سونے کی اس واجب شدہ مقدار کا اعتبار ہوگا، چاندی کی قیمت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔[3] ایک شخص کے پاس دو سو درہم اصل نصاب کے
بقدر مالیت ہے اور اس کے ساتھ ہی بیس درہم اور ہیں تو زکوٰۃ صرف دو سو درہم پر ہوگی ان بیس درہم پر نہ ہوگی تا وقتیکہ یہ زائد رقم چالیس درہم تک نہ
پہنچ جائے جو نصاب زکوٰۃ کی پہلی اکائی ہے۔[4] یعنی دو سو بیس درہم میں سے اگر پندرہ درہم ضائع ہو گئے تو یہ پندرہ درہم کا نقصان ان بیس درہموں کے
اندر متصور ہوگا جو دو سو درہم کے بعد زائد ہیں، اب اگر پندرہ درہم کے بجائے چالیس درہم کا نقصان ہو گیا تو بیس درہم زائد از نصاب مجرا کرنے کے
بعد اگلے بیس درہم نصاب کا نقصان سمجھے جائیں گے اور دو سو کے بجائے اب ایک سو اسی درہم کی زکوٰۃ واجب الادا رہے گی، اسی ترتیب سے اگر (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نہیں ہے۔ اگرچہ یہ قرض کی رقم قرض دار کے پاس ڈوب جائے (اور اس کا دیوالہ نکل جائے) (بحر الرائق)

سائمہ جانوروں۔۔۔ میں اگر ایسا کیا کہ انہیں گھاس کھانے اور پانی پینے سے روک دیا اور وہ مرگئے تو یہ استہلاک ہے (یعنی مال کا خود ضائع کر دینا ہی) اس صورت میں وہ زکوٰۃ کا ضامن ہوگا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ضامن نہیں ہوگا اگر سال بھر پورا ہونے کے بعد ایک شخص نے اپنی ملکیت نصاب کسی عوض اور تبادلے کے بغیر زائل کر دی، مثلاً کسی کو یہ مال ہبہ کر دیا یا ایسی چیز کے عوض میں دے دیا جو مال نہیں ہے جیسے مہر یا ایسی چیز کے عوض میں دیا جو مال زکوٰۃ نہیں ہے، جیسے ذاتی خدمت کے غلام خریدے، ان سب صورتوں میں (وہ قصداً) مال کو ضائع کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا اور مستہلک ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ کی مقدار کے بموجب ضامن ہوگا خواہ وہ عوض میں آئی ہوئی شئے اس کے پاس باقی رہے یا نہ رہے اگر قاضی کے فیصلے کے تحت ہبہ سے رجوع کر لیا اور اس پر قبضہ کر لیا تو ضمانت ختم ہو جائے گی، اسی طرح اگر قضائے قاضی کے بغیر از خود ہبہ سے رجوع کر کے اس پر رجوع کر لیا تب بھی یہ صحیح قول کے مطابق اسی حکم میں ہے (زاہدی)

اور قبیلہ بنی تغلب کے سائمہ کی زکوٰۃ مسلمانوں کے سائمہ کی زکوٰۃ سے دوگنی لی جائے گی ان کے فقراء اور غلاموں سے زکوٰۃ نہیں لیجائے گی ہاں جزیہ لیا جائے گا (سرخسی) بنی تغلب کے بچوں سے ان کے سائمہ کی کوئی زکوٰۃ نہیں لیجائے گی اور ان کی عورتوں پر صدقہ کی وہی مقدار واجب ہے جو ان کے مردوں پر ہے (ہدایہ) کتاب میں صراحت ہے کہ جو نصاب اکٹھا ہے اسے جدا جدا نہ کیا جائے، اور جو الگ الگ ہے اسے اکٹھا نہ کیا جائے (قاضی خاں) جیسے ایک شخص کے پاس اسّی بکریاں ہیں جن پر حسب قاعدہ ایک واجب ہوتی ہے اس کو اس طرح تقسیم نہیں کریں گے کہ یہ اگر اسّی بکریاں دو شخصوں کے پاس ہوتیں تو ان سے دو بکریاں زکوٰۃ میں دی جاتیں، اسی طرح دو مختلف (شخصوں کے) نصاب کو یکجا کر کے اس طرح حساب قائم نہیں کیا جائے گا کہ اگر یہ ایک شخص کے پاس ہوتیں تو ایک بکری واجب ہوتی (محیط السرخسی) مویشیوں میں اگر دو آدمی شریک ہوں، تو ان سے ان کی زکوٰۃ اس طرح وصول کی جائے گی، جس طرح شریک نہ ہونے کی صورت میں ایک سے وصول کیجاتی چنانچہ اگر ہر شریک کا حصہ بقدر نصاب ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، خواہ وہ اس شرکت میں ایک دوسرے کے وکیل ہوں یا کفیل ہوں، یا بطور وراثت انھیں یہ مال پہنچا ہو یا اس کے سوا کسی ذریعے سے وہ اس (جائز) مالک بنے ہوں یہ مویشی ایک چراگاہ میں چرتے ہوں یا مختلف چراگاہوں میں اگر ایک کی ملکیت میں بقدر نصاب جانور ہیں اور دوسرے کے پاس اتنے نہیں ہیں تو پہلے صرف شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی، ان دو شریکوں میں اگر ایک ایسا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اور دوسرے پر نہیں ہوئی، تو جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہو اس کا حصہ بقدر نصاب ہو جائے گا تب اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی

اگر ایک شخص کی اسی آدمیوں کے ساتھ اسّی بکریوں میں نصف نصف کی شرکت ہے کہ ہر بکری میں نصف اس کی ہے اور نصف دوسرے شخص کی گویا بحیثیت مجموعی اس کی چالیس بکریاں ہیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک اس تعداد میں زکوٰۃ واجب نہیں یہی حکم اس وقت بھی ہوگا، جب مثلاً ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک شخص کی ساٹھ گایوں میں شرکت ہے (سراج الوہاج) دو شریکوں سے جب ان کے مشترک مال کی زکوٰۃ لی جائے تو اس صورت میں دونوں شریک ایک دوسرے سے اپنے اپنے حصے کے مطابق مال کا لوٹ پھیر کریں گے، جب دو آدمیوں کے پاس اونٹوں کے ایک مشترک گلہ میں اکسٹھ اونٹ ہوں ایک شخص کے پاس چھتیس ہوں دوسرے کے پچیس ہوں تو زکوٰۃ وصول کنندہ ان دو نوں سے ایک پانچ سال کی عمر کی اور ایک تین سال کی عمر کی اونٹنی زکوٰۃ میں لے گا اب جس شریک کے حصے میں سے جسقدر زائد زکوٰۃ میں چلا گیا

اتفاقاً ایک سو اسی درہم ضائع ہو گئے تو باقی چالیس درہم میں یہ تقسیم نہ ہوگی، کہ بیس درہم وہ زائد از نصاب والے اور بیس درہم نصاب کے ہیں، بلکہ یہ چالیس درہم کل نصاب ہی کے قرار دیے جائیں گے اور ان چالیس کی زکوٰۃ ایک درہم واجب ہوگی،

ہے وہ اس کے بقدر دوسرے شریک سے لے گا (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص کے پاس چرائی کے جانور یعنی سائمہ ہیں زکوٰۃ وصول کرنے والا جب آکر اس سے ان کی زکوٰۃ وصول کرنے لگے تو وہ شخص یہ کہے کہ یہ جانور میرے نہیں تو اس کی بات مان لیجائے گی جب کہ وہ اس پر قسم کھائے (شرح طحاوی) اگر حاکم وقت زکوٰۃ طلب کرے اور یہ شخص جو مالک نصاب ہے زکوٰۃ ادا نہ کرے حتیٰ کہ یہ مال ضائع ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن نہ ہوگا۔ اور عامۂ فقہاء کا یہی فتویٰ ہے (تبیین) اگر خوارج خراج اور سائمہ کی زکوٰۃ لوگوں سے وصول کرلیں تو اب حاکم جمہور لوگوں سے دوبارہ اس کی وصولیابی کا مجاز نہیں تحفہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ میں صرف اونٹنیاں ہی واجب ہوتی ہیں اونٹ لینے جائز نہیں سوائے اس کے کہ ان کی قیمت لے لی جائے (تاتارخانیہ)

بکریوں کی زکوٰۃ میں نر اور مادہ دونوں لئے جائیں گے کیوں کہ شاۃ کا لفظ نر اور مادہ دونوں کے لئے بولا جاتا ہے اس کے برعکس اونٹ کی زکوٰۃ کے سلسلے ناموں کی تعیین و تخصیص ہے جیسے بنت مخاض، بنت لبون، اور یہ لفظ اونٹنی ہی کے لئے آتے ہیں (سراج الوہاج) احناف کے نزدیک زکوٰۃ، کفارات، صدقۃ الفطر، عشر اور نذر میں (اصل کے بجائے) قیمت دیجا سکتی ہے (ہدایہ) چنانچہ اگر تین فربہ بکریاں چار اوسط درجہ کی بکریوں کے بجائے دیدے یا دو سالہ اونٹنی کی جگہ تین سالہ اونٹنی (کی قیمت کا کچھ حصہ جو دو سالہ اونٹنی کے مساوی ہے) دیدے تو جائز ہے (فتح القدیر) اگر ایک شخص کے پاس دوسو قفیز گیہوں ہوں جن کی قیمت دو سو درہم ہوتی ہے تو مالک کو اختیار ہے چاہے تو زکوٰۃ میں اصل مال یعنی قفیز گیہوں دیدے اور چاہے تو اس کی قیمت (پانچ درہم) دیدے (شرح طحاوی) اگر صدقہ وصول کرنے والے کی موجودگی میں چرائی کے جانور فروخت کئے تو صدقہ لینے والے کو اختیار ہے۔ چاہے تو واجب شدہ زکوٰۃ کے مطابق قیمت لے لے اس صورت میں سب جانوروں کی بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر وہ خود جانوروں میں سے زکوٰۃ کے جانور لینا چاہے تو ان صدقہ میں لئے جانے والے جانوروں کے بقدر بیع کا معاملہ ختم ہو جائے گا (باقی جانوروں کی بیع صحیح ہوگی) اور اگر اس فروختگی کے وقت وہ صدقہ وصول کرنے والا موجود نہیں تھا اور فروختگی کی مجلس ختم ہونیکے بعد آیا تو اب وہ خریدنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اب وہ بائع سے صرف زکوٰۃ کے بقدر قیمت وصول کرنے کا مجاز ہے، ایک شخص نے غلہ بیچا جسمیں عشر واجب تھا، تو اب صدقہ لینے والے کو اختیار ہے اگر چاہے تو بائع سے زکوٰۃ لے اور چاہے تو مشتری سے خریداری کی مجلس ختم ہونے کے بعد وہاں پہنچا ہو، یا اس سے قبل (بحر الرائق، شرح طحاوی)

کسی شخص نے اپنی زمین تین سال کے لئے کرائے پر اٹھادی اور تین سو درہم سالانہ کرایہ ٹھیرا جب آٹھ ماہ گذر گئے تو وہ دو سو درہم کا مالک بن گیا اور اس کا سال نصاب چالو ہو گیا، پھر جب اس پر سال بھر گذر گیا تو اب وہ پانسو درہم کی زکوٰۃ دے گا، اس کے بعد جب (دوسرا) سال پورا ہوگا تو آٹھ سو درہم کی زکوٰۃ دے گا ہاں (پہلے سال کے) پانسو درہم کی اداکردہ زکوٰۃ کے بقدر اس کے ذمے سے زکوٰۃ کم ہو جائے گی، کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اور اس کے سوا کوئی اور سرمایہ اس کے پاس نہیں ہے اس نے اس رقم سے ایک مکان دس برس کے لئے کرایہ پر لیا اور ہر سال کا کرایہ سو درہم ٹھیرا اس نے وہ سب درہم مالک مکان کو دیدیئے مگر مکان میں اس نے سکونت اختیار نہیں کی بلکہ وہ مالک ہی کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ ایک برس کی میعاد گذر گئی تو اب وہ مالک مکان پہلے سال کی زکوٰۃ نو سو درہم کی زکوٰۃ نکالے گا دوسرے سال آٹھ سو درہم کی۔ مگر پہلے سال کی زکوٰۃ اس میں سے کم ہو جائے گی اسی طرح ہر سال زکوٰۃ سے سو درہم کم ہوتے جائیں گے اور گذشتہ سالوں کی واجب شدہ زکوٰۃ کے بقدر حصہ کم ہوتا جائے گا اور کرایہ پر لینے والے پر پہلے اور دوسرے سال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ کیوں کہ پہلے سال میں نصاب ناقص رہا اور دوسرے سال میں بھی پورا نہیں ہوا تیسرے سال تین سو درہم کی زکوٰۃ دے گا پھر ہر سال سو درہم کا اضافہ ہوتا جائے گا البتہ گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس کے ذمے سے کم ہو جائے گی کسی شخص نے ایک مکان ایک ایسی تجارتی باندی کے عوض کرائے پر دے دیا جس کی قیمت ایک ہزار روپے تھی اور مسئلہ کی صورتیں وہی رہیں جو اس سے اوپر کے مسئلے میں تھیں تو اب اس مالک مکان پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیوں کہ باندی

کی ذات میں (کرایہ دار کا) استحقاق پیدا ہو گیا اور استحقاق کا پیدا ہونا ہی مال کا ہلاک (کردینا اور ضائع) کردینا ہے اس لئے کرایہ دار پر اسی طرح زکوٰۃ واجب ہوگی، جس طرح اوپر (مکان کے کرایہ کے مسئلے میں) بیان کی گئی،

اگر کوئی غیر معین کیلی یا وزنی چیز اجرت میں ٹھیری (اور اجرت میں کوئی دوسری چیز دیدی جائے) تو وہ درہم کے حکم میں سمجھی جائے گی اور اگر وہی شئے (معین اجرت میں دیدی گئی، تو وہ (مسئلہ کے لحاظ سے) باندی کے حکم میں ہے اگر مالک مکان نے گھر تو کرایہ دار کو دیدیا مگر اجرت پر قبضہ نہیں کیا تو اب صورتِ مسئلہ بالکل بدلجائے گی جو حکم مالک مکان کا تھا اب وہ کرایہ دار کا ہوگا اور جو حکم کرایہ دار کا تھا وہ اب مالک مکان کا ہوگا (محیط السرخسی)

ایک شخص نے دو سو درہم کی مالیت کا تجارتی غلام دو سو ہی درہم میں خریدا اور قیمت ادا کردی، مگر غلام پر قبضہ نہیں کیا، حتیٰ کہ اس طرح سال گذر گیا اور (اتفاقاً) وہ غلام مرگیا تو دو سو درہم کی زکوٰۃ بائع کو دینی ہوگی، اور اتنی ہی مالیت کی زکوٰۃ خریدار کے ذمے واجب ہوگی، اور اگر غلام سو ہی درہم کی مالیت کا تھا تو اب غلام فروخت کرنے والے پر دو سو درہم کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور خریدار پر نہیں ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک غلام اپنی ذاتی خدمت کے لئے ایک ہزار روپے میں خریدا اور قیمت دے دی، سال بھر گذرنے کے بعد اس کے کسی عیب کی وجہ سے بذریعہ عدالت یا باہمی رضامندی سے اس کو واپس کردیا تو اس کی جو قیمت تھی اس کی زکوٰۃ اسے ادا کرنی ہوگی، اگر غلام کو کسی تجارتی سامان کے عوض فروخت کیا، پھر سال بھر گذرنے کے بعد کسی عیب کی وجہ سے بذریعہ عدالت وہ اس کے پاس لوٹ آیا تو اب یہ بیچنے والا اس غلام کی اور مال کی زکوٰۃ دے گا، اور نہ خریدنے والے پر سامان کی زکوٰۃ واجب ہوگی، ہاں اگر وہ غلام بغیر کسی عدالتی حکم کے (باہمی رضامندی سے) لوٹایا گیا ہے تو اب بائع کو سامان کی زکوٰۃ دینی ہوگی گویا اب یہ از سرِنو بیع ہوئی ہے اور اگر غلام سے خدمت لینے کی نیت کرلی تو سامان کی زکوٰۃ کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے (غلام کی تجارتی حیثیت کو) قصداً ہلاک (اور ختم) کردیا (الکافی) اور اگر مال کی زکوٰۃ دینے میں تاخیر کی اور بیمار پڑ گیا تو وارثوں سے پوشیدہ طور پر زکوٰۃ ادا کردے اگر اس کے پاس اس وقت مال نہ ہو اور ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قرض لینا چاہے تو اس وقت اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ قرض لے کر زکوٰۃ ادا کردے پھر کوشش کرکے وہ یہ قرض ادا کرسکے گا تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کردے اور اگر اس نے قرض لے کر زکوٰۃ ادا کردی مگر قرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہوسکا اور انتقال ہو گیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا قرض (اپنی جانب سے) ادا فرمادیں گے اور اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ وہ قرض لے کر زکوٰۃ ادا کرے گا تو قرض نہ چکا سکے گا تو پھر افضل یہ ہے کہ قرض نہ لے کیونکہ قرض خواہ کا مطالبہ اور دعویٰ زیادہ شدید اور سخت ہے (محیط السرخسی)

ایک شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور ایک ہزار درہم مہر قرار پایا اس نے اس کو ادا کردیا اس شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت باندی ہے (آزاد عورت نہیں، اسی طرح ایک سال گذر گیا، پھر اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ عورت باندی ہے جس نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو اب اس عورت نے مہر کا ہزار روپیہ شوہر کو لوٹا دیا اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک میاں بیوی میں کسی پر اس روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی یہی حکم اس صورت میں ہوگا جب کہ ایک شخص نے کسی دوسرے آدمی کی داڑھی مونڈ دی اس پر قاضی (کے یہاں مقدمہ گیا اور اس) نے اس مونڈنے والے کے ذمے دیت (کی رقم) عائد کردی اس نے وہ دیت اس شخص کو دے دی اس پر ایک سال گذر گیا اس اثنا میں اس کی داڑھی نکل آئی اور اس نے وہ دیت اس (مجرم) کو لوٹا دی تو اب ان میں کسی پر اس رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی اسی طرح ایک شخص نے دوسرے شخص کو ہزار روپے ہبہ کردیئے اور اسے یہ رقم دے دی پھر سال بھر گذرنے کے کسی عدالتی حکم کے تحت یا از خود اس نے اپنے ہبہ سے رجوع کرلیا اور وہ ہزار روپے واپس لے لئے تو اس صورت میں بھی ان دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی (فتاویٰ قاضیخاں)

ایک شخص پر دو سو درہم کی زکوٰۃ واجب ہوئی اسی اثنا میں اس نے اس میں سے پانچ درہم نکال لئے اس کے بعد اتفاق سے یہ پانچ درہم ضائع

کر وہ روپے اس شخص کے ذمے قرض نہ تھے تو اب ان روپوں کی زکوٰۃ ان میں سے کسی کے ذمے نہ ہوگی،

ہو گئے، تو ان دو سو درہم کی پوری زکوۃ اس کے ذمے واجب رہے گی اس میں سے کچھ ساقط نہ ہو گی اگر یہ صورت ہوئی کہ درہم نکال لینے کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا تو یہ پانچ درہم اسکی میراث میں شامل ہوں گے اور ورثا میں تقسیم ہو جائیں گے (تاتار خانیہ بحوالہ ظہیریہ)

کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر میں چالیس چرائی والی بکریاں مقرر ہوں اور اس نے وہ بکریاں اس کے قبضے میں بھی دے دیں اس پر سال بھر گذر گیا، مگر ابھی تک اس شخص کو دخول کا موقع نہ ملا تھا اور دخول سے پہلے ہی اس نے بیوی کو طلاق دے دی تو جو نصف بکریاں مہر کی اس شخص کی ملکیت میں رہیں گی اسے ان کی زکوٰۃ دینی ہو گی (فتاوی قاضی خاں، فصل تجارت)

ایک شخص پر زکوٰۃ واجب ہے مگر وہ ادا نہیں کرتا تو کسی محتاج کو یہ اجازت نہیں کہ بغیر اس صاحب سرمایہ کی اطلاع کے اس کے مال میں سے زکوٰۃ کی نیت سے کچھ رقم لے لے اگر کسی ضرور تمند اور محتاج نے (یہ حرکت کی اور اس طرح) مال لے لیا تو مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے وہ مال واپس لے لے اگر فی الوقت اس محتاج کے پاس موجود ہے اور اگر موجود نہیں ختم ہو گیا تو وہ فقیر اس کا ضامن ہو گا (تاتار خانیہ) حاکم وقت اگر خراج یا چونگی کے نام سے کچھ مال لے[۲] اور مال دینے والا اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلے تو اس کی ادائگی میں فقہاء کا اختلاف ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت میں زکوٰۃ اس شخص کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی، جیسا کہ امام سرخسیؒ نے کہا ہے (مضمرات) جو چیز تبادلہ میں لی جائے اس پر وہی حکم جاری ہو گا جو اس کے عوض میں دیجانے والی چیز کا حکم تھا، جیسے دو شخصوں نے ایک غلام کا دوسرے غلام سے تبادلہ کیا اور نیت کسی چیز کی نہیں، اس صورت میں اگر وہ دونوں غلام تجارتی تھے تو اب بھی دونوں تجارتی ہی متصور ہوں گے اور اگر خدمت گار تھے تو اب بھی خدمت گار ہی قرار دیئے جائیں اور اگر ان میں سے ایک کا غلام تجارتی تھا اور دوسرے کا خدمتی تو جو غلام تجارتی غلام کے بدلے میں آیا ہے وہ تجارت کے لئے سمجھا جائے گا اور جو خدمتی غلام کے عوض آیا ہے وہ خدمت کے لئے ہو گا،

دو شخصوں نے درمیانی سال میں ایک غلام کا دوسرے غلام سے تبادلہ کیا اور وہ دونوں تجارتی غلام تھے اور ایک کی قیمت ایک ہزار اور دوسرے کی دو سو تھی اس کے بعد (مزید چھ ماہ گذر گئے اور) دونوں غلاموں کا سال پورا ہو گیا، مگر کم قیمت والے غلام میں اتفاق سے کوئی ایسا عیب نکل آیا جس نے اس کی قیمت گھٹا کر سو درہم کر دی تو ان دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب[۳] ہو گی کیوں کہ سال ابتدا و انتہا کے وقت سال پورا نہ تھا ہاں (ان غلاموں کے تبادلے کے بعد) جس شخص نے عوض میں زیادہ قیمت کا غلام خریدا ہے اس پر سال بھر گذر جائے تو وہ اس کی زکوٰۃ دے گا کیوں کہ اس کے قبضے میں سال بھر تک ہزار درہم کی مالیت باقی رہی ہے ہاں دوسرا وہ شخص جس کے پاس کم قیمت کا غلام تبادلے میں آیا ہے وہ سال گذرنے کے بعد بھی اس پر اس کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی کیوں کہ اس کے پاس والا غلام ناقص[المنتقا]

۱؎ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیوی سے صحبت کئے بغیر اسے طلاق دے دی تو اب بیوی کا حق مہر نصف واجب الادا ملتا ہے تو اس صورت میں چونکہ اس نے پہلے ہی پورے مہر کی ادائگی چالیس بکریوں کی شکل میں کر دی تھی مگر طلاق دینے کے بعد نصف مہر واجب ٹھہرا لہٰذا چالیس میں کو بیس[۱] بکریاں بدستور اسی شخص کی ملکیت میں رہیں اس لئے زکوٰۃ کا جب حساب ہو گا تو ان بکریوں پر اگر زکوٰۃ واجب ہو گی تو اسی شخص کو ادا کرنی پڑے گی یہ بھی پیش نظر رہے کہ ان بیس بکریوں پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہو گی جب اس کے پاس بیس بکریاں کم از کم اور ہوں کیوں کہ چالیس بکریوں سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ۲؎ خراج یا در آمدی ٹیکس حکومت ہی کے خزانے میں جاتا ہے اور زکوٰۃ بھی حکومت ہی کے بیت المال میں جمع ہوتی ہے اس بنا پر وہ اسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائگی صحیح ہو جائے گی ۳؎ جس شخص کا غلام ایک ہزار درہم کا تھا اس پر اس لئے زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی کہ اس نے تبادلہ نصف سال گذرنے کے بعد کیا اور سال کے آخر میں اس کے پاس یہ غلام موجود نہیں تھا جب کہ وجوب زکوٰۃ کی ایک شرط سال کا گذرنا بھی ہے، دوسرے شخص پر بھی اس لئے زکوٰۃ واجب نہیں کہ اس کے پاس جو ہزار درہم والا غلام دو سو درہم والے غلام کے عوض میں آیا ہے ابھی اس پر سال کے آخری چھ ماہ ہی گذرے ہیں ابتدائی چھ ماہ اصل مالک کے پاس گذر گئے چنانچہ سال اس نئے مالک کے پاس پورا ہوا نہ اسی [illegible]

؎ اگر وہ غلام جس میں عیب نکلا ہے عدالت میں جائے بغیر باہمی تصفیہ سے لوٹا لیا تو لوٹانے والے پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر خریدنے کے بعد اس پر ایک سال گذر گیا ہو اور جس شخص کو غلام لوٹایا ہو وہ دس ہزار درہم کی زکوٰۃ دے گا کہ درحقیقت یہ نیا معاملہ ہے اس شخص نے گویا اپنے پہلے مال کو ضائع کر دیا اور اگر یہ لوٹ پھیر عدالتی حکم کے تحت ہو تو وہ شخص (جس کا غلام عیب کی وجہ سے لوٹایا گیا) اس لوٹائے جانے والے غلام کی زکوٰۃ دے گا اور اگر اس زیادہ قیمت والے غلام میں خریدنے کے بعد نصف سال گذرنے پر ایسا عیب نکل آیا، جس کی بنا پر اس کی قیمت میں دو سو درہم کم ہو گئے اور دوسرے غلام میں کوئی عیب نہیں اور پھر ان دونوں مالکوں نے باہمی رضامندی سے یا عدالتی فیصلے سے ان کا لوٹ پھیر کر لیا تو لوٹانے والا اپنے اس غلام کی زکوٰۃ دے گا جس کو واپس لے رہا ہے اور جس کو غلام لوٹایا گیا وہ اپنے اس غلام کی زکوٰۃ دے گا جس کے نقص کی وجہ سے یہ لوٹ پھیر ہوئی ہے (الکافی) دو شخصوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ پوری کی پوری کسی شخص کے حوالے کر دی تاکہ وہ ان کی جانب سے مستحقین کو تقسیم کر دے اس نے ان دونوں کے مال کو مخلوط کر دیا اس کے بعد محتاجوں کو دیا تو یہ وکیل ان زکوٰۃ دینے والوں کے مال کی زکوٰۃ کا ضامن ہوگا کیوں کہ یہ صدقہ جو اس نے دیا ہے خود اسی وکیل کی جانب سے شمار ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

کسی شخص نے اپنی ہتھیلی پر زکوٰۃ کی رقم نکال کر رکھی اور فقیروں نے اس کو لوٹ لیا تو یہ جائز ہے اس کے ذمے سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور اگر کچھ روپیہ اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا اور کسی محتاج نے اسے اٹھا لیا تو جائز ہے بشرطیکہ مالک کی مرضی بھی ہو اور وہ مال اس وقت تک اس محتاج کے پاس موجود ہو اور زکوٰۃ دینے والا اس مالِ زکوٰۃ کو پہنچانا بھی ہو (الخلاصہ)

چوتھا باب

عاشر کے پاس سے گذرنے والے (تاجروں) کے مسائل

عاشر وہ شخص ہوتا ہے جسے حاکم وقت راستے کے (ناکے) پر صدقات کی وصولیابی کے لئے مقرر کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی وجہ سے تاجر چوروں کے خطرہ سے محفوظ رہیں جس طرح عاشر تاجروں سے اموالِ ظاہری کی زکوٰۃ لیتا ہے اسی طرح ان اموالِ باطنہ کی بھی لیتا ہے جو تاجر کے

پرانے مالک کے، اور دو سو درہم والے غلام کی زکوٰۃ کے ساقط ہونے کی ایک وجہ تو یہی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ ایک عیب رونما ہو جانے سے اس کی قیمت نصاب باقی نہیں رہی

؎ یعنی اپنا دو سو درہم والا غلام دے کر ہزار درہم والا غلام لیا ہے اور وہ اس کے پاس سال بھر تک رہا تو اب ہزار درہم کی مالیت موجود ہونے پر اس کے ذمے زکوٰۃ واجب ہوگی، اور یہ بالوٹنے لوٹانے کا معاملہ تو اب یہی خرید و فروخت متصور ہوگی اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے وہ دو سو درہم کی مالیت کا غلام ضائع کر دیا کہ اب وہ سو درہم کا رہ گیا

؎ عشر لغت کے اعتبار سے یعنی مال کا دسواں حصہ وصول کرنے والا اور فقہی اعتبار سے شرعی حساب سے مال کی جو مقدار بھی واجب ہو خواہ دسواں حصہ ہو یا چالیسواں حصہ ہو یا بیسواں حصہ ہو بہر حال مقدارِ واجب کا وصول کرنے والا عاشر کہلائے گا، یہ سرکاری آدمی ہوتا ہے جو شہر کے ناکوں پر جہاں سے لوگ بستی میں داخل ہوتے ہیں رہتا ہو یا ایسے مقامات پر متعین ہوتا ہے جہاں اس کی موجودگی سے دونوں فائدے حاصل ہو سکیں اور وہ راستوں سے گذرنے والے تجارتی قافلوں کی نگرانی کر سکے کہ ایک طرف لوگ آزادانہ امن و اطمینان کے ساتھ لوٹ کے خطرہ سے محفوظ رہ کر سفر کریں دوسری طرف ان تجارتی قافلوں سے واجب شدہ صدقات کی وصولیابی بھی بسہولت ہو

؎ اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ یعنی فقہی اعتبار سے سرمایہ کی دو قسمیں ہیں ایک ایسا سرمایہ جو چھپا نہ ہو جیسے چرنے والے جانور، یا وہ مالِ تجارت، جسے لے کر تاجر عاشر کے پاس سے گذرتا ہے اس کو فقہا اپنی اصطلاح میں اموالِ ظاہری میں شمار کرتے ہیں اور ایک سرمایہ وہ ہے جو اموالِ باطنہ کہلاتا ہے، یعنی جس کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پاس ہوں (الکافی) عشر وصول کرنے والے کے لئے یہ شرط لازم ہے کہ وہ غیر ہاشمی النسل آزاد مسلمان ہو (بحر الرائق بحوالہ غایتہ) اس (سرکاری محصل) کے پاس سے جب کوئی مسلمان تجارتی مال لے کر گذرے تو وہ اس تاجر سے زکوٰۃ کی شرائط کے مطابق چالیسواں حصہ وصول کرے یعنی نصاب مکمل ہو اور سال گذر چکا ہو اور اسی وصول شدہ رقم کو زکوٰۃ کے مصرف میں خرچ کیا جانے والا مال سمجھے، اگر اس کے پاس سے کوئی ذمی گذرتا ہے تو اس سے مال کا چالیسواں حصہ وصول کرے اور اسے جزیہ اور خراج کا مال شمار کرے مگر اس ذمی کے سر سے یہ بیسواں حصہ دینے کے بعد جزیہ کی سالانہ رقم ساقط نہ ہوگی جو اس سال اس کے ذمے لازم ہے اور اسی سے ایک سال میں دوبارہ مالِ تجارت پر یہ عشر نہ لے کوئی شخص مسلمان ہو، یا ذمی ہو، یا حربی، عاشر کے پاس سے دو سو درہم سے کم رقم لے کر گذرا تو اسی سے عشر وصول نہ کرے خواہ عاشر کو اس بات کا علم ہو یا نہ ہو کہ اس کے پاس گھر پر مزید مال ہے (محیط السرخسی)

جو شخص عاشر کے پاس سے مال لے کر گذرا اور اس نے عاشر سے یہ کہا کہ ابھی اس مال کو سال بھر نہیں ہوا اور اس کے پاس اس جنس کا اور مال ایسا نہیں جس پر سال گذر گیا ہو یا یہ کہا کہ میرے ذمے لوگوں کے کچھ قرضے ہیں یا یہ کہا کہ سفر شروع کرنے سے پہلے مہینے اس مال کی زکوٰۃ زکوٰۃ ادا کردی، یا دوسرے عاشر کو ادا کردی جب کہ اس سال (اس عاشر سے قبل) کوئی دوسرا عاشر رہا ہو اور اس بات پر اس نے قسم کھالی، تو اس کا قول قابلِ تسلیم ہوگا، جامع صغیر میں دوسرے عاشر کی سند دکھانے کی شرط مذکور نہیں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے ہاں اس سال اگر کوئی دوسرا عاشر نہ ہو تو اس شخص کا قول تسلیم نہیں کیا جائے گا اسی طرح اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ سفر کے دوران اس نے زکوٰۃ ادا کردی تو اس کی یہ بات بھی قبول نہیں کی جائے گی (کافی) اور اگر ادائیگی کی ایسی سند دکھلائی جس میں اس عاشر کے بجائے کسی اور کا نام ہے تو ظاہر روایت کے جواب کے مطابق قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے گا کیوں کہ یہ سند شرط نہیں (بدائع)

ایک شخص نے اگر یہ قسم کھائی کہ اس نے دوسرے عاشر کو زکوٰۃ ادا کردی اور چند سال بعد اس کا جھوٹ کھل گیا تو واجب شدہ زکوٰۃ اس سے وصول کیجائے گی (تاتارخانیہ بحوالہ جامع الجوامع) جس معاملے میں مسلمان کی بات قابلِ تسلیم ہے اس میں ذمی کی بات بھی قابلِ تسلیم ہے (کنز) لیکن یہ کلیہ ہر جگہ جاری نہیں ہوتا اس لئے ذمی سے جو مال سرکاری طور پر لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ کے بارے میں اگر وہ یہ کہے کہ میں نے اسے ادا کردیا تو یہ بات خالی نہیں جائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو جزیہ کا مصرف ذمیوں کے محتاج لوگ ہیں اور نہ اس جزیہ دینے والے ذمی کو مسلمانوں کی مصلحتوں کے مطابق جزیہ کی رقم اس کے مصرف میں خرچ کرنے کا استحقاق حاصل ہے، اور اگر عاشر کے پاس سے گذرتے وقت ایک شخص نے اپنے چرنے والے جانوروں کے متعلق یہ کہا کہ میں نے ان کی زکوٰۃ بستی میں فقیروں کو دے دی ہے تو اس کی بات مانی جائے گی بلکہ اس سے دوبارہ زکوٰۃ لی جائے گی اگرچہ حاکم کو یہ معلوم ہے کہ واقعتہً اس نے زکوٰۃ ادا کردی اس صورت میں یہ دوسری ادائیگی حقیقت میں زکوٰۃ ہوگی اور پہلی ادائیگی خیرات ہو جائے گی یہی قول صحیح ہے (التبیین)

جامع ابی الیسر میں ہے کہ پہلی ادائیگی کو حاکم بجا قرار دے تو اس میں کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ اگر حاکم شروع ہی میں یہ اجازت دیدے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے طور پر فقیروں کو دے دے تو یہ جائز ہے تو اسی طرح بعد میں بھی وہ ادائیگی کو جائز قرار دے سکتا ہے (بحر الرائق)

اطلاع بالعموم لوگوں کو نہیں ہوتی نہ حکومت کو اس کا علم ہوتا ہے اس میں بنیادی طور پر تو سونا چاندی شامل ہے اس دور کے پیپر کرنسی نوٹ بھی اموالِ باطنہ میں شمار ہوں گے نیز وہ تمام تجارتی یا غیر تجارتی سرمایہ بھی اموالِ باطنہ میں داخل ہے جو عاشر کے پاس سے گذرتے وقت کسی تاجر کے ہمراہ نہیں ہے البتہ سائمہ خواہ وہ عاشر کی قیام گاہ سے گذرتے وقت مالک کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں اموالِ باطنہ کی تعریف میں نہیں آتے کیوں کہ سائمہ کی زکوٰۃ کے عاشر کے پاس سے گذرنا شرط نہیں ہے بلکہ سال گذرنے پر خود عاشر اور صدقہ وصول کرنے والا مالک کے پاس پہنچ کر سائمہ کی زکوٰۃ وصول کرتا ہے۔

[1] وہ غیر مسلم جو اسلامی ریاست کا باشندہ نہ ہو۔

ایک شخص چرائی کے جانوروں کو لئے ہوئے یا کچھ نقدی لے کر عاشر کے پاس سے گذرا اور اس نے یہ کہا کہ یہ میرا مال نہیں تو اس کا قول صحیح سمجھا جائے گا (سراج الوہاج) ایک شخص کچھ سامان لے کر عاشر کے پاس سے گذرے اور یہ کہے کہ تجارتی سامان نہیں ہے تو اس میں اسی کا قول معتبر ہوگا (شرح الطحاوی) اگر دو سو درہم شرکت کے لے کر یا مضاربت کا مال لئے ہوئے گذرا تو عشر نہیں لیا جائے گا ہاں اگر اس مال میں اتنا نفع شامل ہو کہ اس کے حصے میں نصاب کے بقدر نفع آجائے تو پھر اس سے عشر لیا جائے گا کیوں کہ وہ اس منافع کے بقدر مال کا مالک ہوگا (ہدایہ)

اگر وہاں سے ایک غلام مالک کا کچھ مال لے کر گذرا، جسے آقا نے کاروبار کی اجازت دے رکھی ہے تو اس سے عشر نہیں لیا جائے گا اور اگر وہ مال اسی غلام نے کمایا ہو تب بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر اس کے ساتھ اس کا آقا بھی ہو تب اس سے اس مال کا عشر وصول کیا جائے گا ہاں اگر اس غلام پر اس کے مال کی برابر قرضہ ہے تو عشر نہیں لیا جائے گا (کافی)

اگر کوئی ذمی تجارت کے قصد سے شراب اور خنزیر لے کر گذرتا ہے اور ان کی مالیت دو سو درہم یا ان سے کچھ زائد ہے تو ظاہر روایت کے مطابق شراب کا عشر لیا جائے گا خنزیر کا نہیں لیا جائے گا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کا قول یہی ہے (سراج الوہاج) البتہ امام محمدؒ نے اس بارے میں کوئی حکم ذکر نہیں کیا ذمی مردار کی کھال لے کر عاشر کے دفتر سے گذرے فقہاء نے کہا ہے کہ عاشر کو اس کا عشر لینا چاہیئے (محیط)

حربی سے دسواں حصہ وصول کرے لیکن دار الحرب والے دار الاسلام کے تاجروں سے اگر کچھ کم یا زیادہ لیتے ہوں تو یہاں بھی حربی سے اس کے بقدر وصول کیا جائے اگر وہ لوگ ہمارے تاجروں سے کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی کچھ نہ لیں گے اگر وہ سب مال لے لیتے ہوں ہم بھی حربی کا سب مال لے کر اتنا سرمایہ اس کے پاس چھوڑ دیں گے کہ وہ اس کے ذریعہ اپنے علاقے میں پہنچ جائے اگر دار الحرب والے کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی ان لوگوں سے ان کا بدلہ چکانے کے لئے کچھ نہ لیں گے حربیوں کے مکاتب اور بچوں سے کچھ نہ لیا جائے گا سوائے اس شکل کے جب کہ وہ ہمارے لڑکوں اور مکاتبوں سے وصول کرتے ہوں (محیط سرخسی) حربی کی کوئی بات لائق تصدیق نہ ہوگی ہاں اگر وہ باندیوں اور لڑکوں کے بارے میں یہ دعویٰ کریں کہ وہ ان کی ام ولد اور یہ ان کی اولاد ہیں اس لئے کہ نسب میں اور مادریت میں ان کا اقرار لائق تسلیم ہے اس وقت ان کی مالیت ختم ہو جائے گی البتہ اگر ان باندیوں اور غلاموں کے مدبّر ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کیوں کہ حربی شخص کو مدبّر بنانے کا شرعاً حق حاصل نہیں ہے

اگر حربی اس عشری چوکی سے پچاس درہم لے کر گذرے تو اتنی مقدار پر اس سے کوئی رقم وصول نہیں کی جائے گی بشرطیکہ دار الحرب میں دار الاسلام کے تاجروں سے اتنی مالیت پر کوئی چنگی نہ لی جاتی ہو۔ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ دار الاسلام کے تاجروں سے کچھ لیتے ہیں یا نہیں لیتے۔ یا کس قدر لیتے ہیں ہیں، تو دار الاسلام کی عشری چوکی پر ان سے عشر لیا جائے گا (سراج الوہاج)

عاشر کو اس حربی سے (جو دار الاسلام میں سال بھر سے ہو اور وہ عشری چوکی کی راہ متعدد بار اس کی آمد و رفت ہوئی ہو، صرف ایک ہی بار عشر لینا چاہیئے سال میں دوبارہ وصول نہ کرے، ہاں اگر حربی ایک دفعہ عشر دے کر دار الحرب میں چلا گیا اور اسی روز وہاں سے لوٹ آیا تو اب عاشر کو اس سے عشر لینا چاہیئے (ہدایہ) حربی عاشر (کی چوکی) سے گذرا اور دار الاسلام سے نکل کر دار الحرب میں پہنچ گیا مگر عاشر کو اس کے گذرنے کی خبر نہ ہو سکی تو اس صورت میں جب دوبارہ وہ شخص دار الاسلام میں آئے گا تو اس سے وہ گذشتہ عشر وصول نہیں کیا جائے گا (تبیین) ہاں اگر ایک مسلمان شخص (جو دار الاسلام کا باشندہ ہو) یا ایک ذمی اس عشری چوکی سے اس طرح بے خبری میں گذر جائیں اور بعد میں عاشر کو ان کے گذرنے کی خبر ہو، تو پھر ان سے یہ عشر وصول کیا جائے گا (محیط سرخسی سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص اس عشری چوکی سے ایسی چالیس بکریوں کا ریوڑ لے کر گذرے جن پر دو سال گذر چکے ہوں تو عاشر ان سے سال اول کی زکوٰۃ لے سکتا ہے دوسرے سال کی زکوٰۃ نہیں لے گا (سراج الوہاج) بنی تغلب کے لوگوں سے نصف عشر لیا جائے گا اور ان سے جو وصولیابی . . . کی جاتی ہے وہ جزیہ کا بدل ہے چنانچہ اگر اس قبیلے کی کوئی عورت یا لڑکا مال لے کر عشری چوکی سے گذرے تو عورت سے عشر کی . . . .

وہی مقدار لی جائے گی جو مرد سے لی جاتی ہے (سراج الوہاج)

اگر کسی شخص کا خوارج کے مقرر کردہ عاشر کے پاس سے گذر ہوا اور اس نے اس شخص سے عشر لے لیا اس کے بعد یہ جمہور مسلمین کے مقرر کردہ عاشر کے پاس سے گذرے تو اس سے دوبارہ عشر لیا جائے گا۔ البتہ کسی علاقے میں خوارج ہی کا تسلط اور اقتدار ہو جائے اور وہاں کے لوگوں سے چرنے والوں کی زکوٰۃ لے لیں تو پھر ان پر کچھ واجب نہ ہوگا (کافی)

اگر عاشر کے پاس سے ایسی چیز لے کر گذرا جو جلدی تغیر پذیر ہو جائے اور ٹھہرنے والی نہ ہو جیسے تازہ پھل، تر کھجوریں، سبزیاں اور دودھ جب کہ ان کی قیمت بقدر نصاب ہو تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان پر عشر نہیں ہو صاحبینؒ کے نزدیک عشر ہے (سراج الوہاج محیط، کافی) اگر چرنے والے جانور بقدر نصاب نہیں اور انہیں لے کر عشر چوکی سے ایک شخص گذرا جب کہ اس کے گھر میں اور اتنے جانور موجود ہیں جن کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کے بقدر واجب شدہ صدقہ وصول کریں گے کیوں کہ در اصل یہ پورا مال (جو اس کے ساتھ ہے یا اس کے گھر ہے) وہ اس کی حمایت (وحفاظت) میں ہے (سراج الوہاج)

پانچواں باب

کانوں کی اور دفینوں کی زکوٰۃ

زمین کے اندر کانوں کے جو قدرتی خزانے ہیں ان میں سے تین طرح کی اشیاء برآمد ہوتی ہیں، حرارت سے پگھلنے والی دھاتیں رقیق اور بہنے والی چیزیں، یا پھر[1] وہ چیزیں جو نہ آگ پر پگھلتی ہوں اور نہ بذات خود پتلی اور رقیق ہوں،

آگ پر پگھلنے والی چیز دھات کی قسمیں ہیں، سونا، چاندی، لوہا، رانگ تانبا، کانسی وغیرہ ان میں زکوٰۃ کا وجوب پانچویں حصے کے بقدر ہوتا ہے (تہذیب) کان سے یہ دھاتیں برآمد کرنے والا آزاد آدمی ہو، یا غلام ہو، ذمی ہو، یا لڑکا ہو، یا عورت ہو بہرحال پانچواں حصہ زکوٰۃ کا ادا کرنے کے بعد باقی شے کا برآمد کرنے والا مالک ہوگا البتہ اگر حربی اور مستامن حاکم وقت کی اجازت کے بغیر اگر کان کھودنے کا کام کریں اور دھات برآمد کریں تو انھیں اس برآمد شدہ دھات کا کوئی استحقاق نہ ہوگا بلکہ وہ سب کا سب اسلامی حکومت کی ملکیت ہو جائے گا، ہاں اگر مقررہ شرائط اور معاہدہ طے کر کے اجازت کے بعد دھاتیں برآمد کریں تو طے شدہ معاہدہ کے مطابق مقررہ مقدار کے وہ مالک ہوں گے اور باقی مقدار سرکاری خزانے میں داخل ہوگی یہ کان چاہے عشری زمین میں واقع ہو چاہے خراجی زمین میں (محیط السرخسی)

اگر کسی دفینے کو برآمد کرنے میں دو شخص (ایک ساتھ) جد وجہد کریں اور ان میں سے ایک کے ہاتھ آجائے تو دفینے کا وہی ایک شخص تنہا مالک قرار دیا جائے گا، اگر کوئی شخص کان کنی کا ٹھیکہ لے تو کان سے جو مقدار وہ برآمد کرے گا اس کا وہی مالک ہوگا (بحر الرائق)

معدنی چیزوں میں دوسری قسم وہ ہے جو رقیق اور پتلی ہو، جیسے گندھک، نمک، تیل، پٹرول، اور تیسری قسم وہ ہے جو نہ رقیق ہو اور نہ پگھلنے والی ہو، جیسے چونا گچ، کوئلہ، جواہر، یاقوت[2] ان دو قسموں پر تہذیب کی صراحت کے مطابق زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، سیماب میں

---

[1] یعنی اب اگر اس شہر پر جمہور اہل اسلام کا قبضہ ہو جائے تو مقامی باشندوں سے ایام گذشتہ کا عشر یا زکوٰۃ جو وہ ادا کر چکے ہیں، دوبارہ وصول کرنے کا حق نہیں ہے [2] اس تیسری قسم میں وہ چیزیں بھی شامل ہو جائے گی جو دور جدید کی دریافت ہیں مثلاً مختلف قسم کی گیسیں مختلف قسم کی کیمیاوی دیگر رقیق چیزیں عصری دریافت ریڈیم کو بھی شامل کر لیا جائے گا۔

زکوٰۃ کا پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے (محیط)

کسی شخص کے گھر میں یا اس کی کسی ذاتی زمین میں کوئی معدنی ذخیرہ برآمد ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں زکوٰۃ واجب نہیں صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے (تبیین) اگر کسی شخص کو دارالاسلام میں کسی ایسی جگہ دفینہ ہاتھ آئے جو جگہ کسی کی ملکیت نہ ہو، جیسے صحرائی علاقہ تو اگر مدفون سکوں پر کلمۂ شہادت (یا اسلامی سلطنت کی کوئی علامت کندہ ہو) تو اس دفینہ کا وہی حکم ہے، جو پڑی ہوئی چیز پانے کا حکم ہے اور اگر اس پر دورِ جاہلیت (یا کسی کافر سلطنت کی کوئی علامت موجود ہو، مثلاً سکے پر صلیب کی یا بتوں کی تصویر ہو تو پانچواں حصہ زکوٰۃ نکال کر باقی چار حصے پانے والے کی ملکیت ہوں گے (محیط) اگر سکے پر کوئی علامت موجود نہ ہو اور اس کی تشخیص میں اشتباہ واقع ہو تو ظاہر مذہب کے مطابق وہ دفینہ دورِ جاہلیت کا دفینہ قرار دیا جائے گا (کافی) یہ دفینہ (دارالاسلام کا کوئی باشندہ) مرد، عورت، بچہ، بڑا، غلام آزاد مسلمان، ذمی کوئی بھی پائے سب کا حکم ایک ہے، لیکن اگر دارالحرب کا باشندہ ہو، اور وہ امان (واجازت) لے کر ملک میں آیا ہو تو اس کو اس دفینے میں سے لینے کا کوئی حق نہ ہوگا، لیکن اگر اس نے حاکم کی اجازت سے کچھ شرائط کے تحت دفینہ برآمد کیا ہے تو ان شرائط کے مطابق حاکم کو عمل کرنا ہوگا اس برآمد کرنے والے نے اس میں سے اپنے لئے کچھ ٹھہرالیا ہو تو وہ اس کو دینا ہوگا (محیط)

اگر کوئی دفینہ کسی شخص کی ذاتی زمین میں برآمد ہو تو فقہاء کے نزدیک بالاتفاق اس میں زکوٰۃ کا پانچواں حصہ واجب ہے باقی چار حصوں میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس ملک کی فتحیابی کے بعد وہ زمین سب سے پہلے جس شخص کو حاکم کی طرف سے دی گئی تھی باقی چار حصے اس کے ہوں گے (شرح طحاوی)

فتاویٰ عتابیہ میں یہ منقول ہے کہ اگر وہ زمین سب سے پہلے ذمی کو ملی تھی تو اس کو اس دفینے پر کوئی حق نہ ہوگا اور اس زمین کے پہلے مالک کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں اور نہ اسکے ورثاء کے بارے میں کوئی تحقیق ہو تو پھر مسلمانوں میں جس شخص کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ وہ اول اول اس زمین کا مالک ہوا ہے تو یہ چار حصے اس کو دیئے جائیں گے (تاتارخانیہ)

اگر وہ پہلا اسلامی مالک موجود نہ ہو تو اس کے وارثوں کو یہ چاروں حصے ملیں گے (بحرالرائق منقول از شرح طحاوی و بدائع) اور اگر کسی کے بارے میں کچھ معلومات نہ ہو سکیں تو پھر بیت المال (میں داخل ہو کر ریاست) کی ملکیت بن جائے گا (محیط سرخسی) اور اگر کسی مسلمان کو دارالحرب کی سرزمین میں کسی ایسی جگہ کوئی مدفون خزانہ یا کان ہاتھ لگے جو کسی کی ملکیت نہیں ہے تو اس پر اس شخص کا حق ہے اور اس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ کا واجب نہ ہوگا (کیوں کہ اسلامی حدودِ اقتدار سے باہر ہے) اور اگر یہ کان اور دفینہ کسی کی مملوکہ زمین میں برآمد ہو تو اگر وہ دارالحرب میں ان لوگوں سے باقاعدہ پروانۂ اجازت لے کر گیا تھا، پھر جو کچھ اس نے اس زمین میں برآمد کیا ہے وہ ان کو واپس کر دے اور اگر وہ اس کو دارالاسلام میں لے کر چلا آیا تو اب یہ برآمد شدہ چیز اس کی ملکیت تو ہو جائے گی مگر حلال نہ ہوگی اس کا بیچنا اس کو جائز ہوگا مگر اس کا خریدنا کسی کے لئے حلال نہ ہوگا (شرح طحاوی) فقہا کے نزدیک اس آمد شدہ مال کو صدقہ کر دینا چاہیئے (بحرالرائق) ہاں اگر دارالحرب میں پروانہ اس لئے بغیر چلا گیا تھا، اور پھر کسی کان سے یا دفینے سے کوئی چیز برآمد کر لایا تو پھر اب یہ اس

لے ملکیت ہونا اور حلال نہ ہونا دو بظاہر متضاد سی باتیں ہیں، مگر اسلامی نقطہ نظر سے انسانی زندگی جہاں قانونی ہدایات کی محتاج ہیں وہاں اخلاقی ہدایات بھی اس کے لئے ناگزیر ہیں یک شخص قانونی نقطہ نظر سے ایک چیز کو اپنی ذاتی محنت و کوشش سے اسلامی سرزمین میں لے کر داخل ہوا ہے اس لئے قانوناً وہ اس کی اپنی چیز ہوگی، مگر ..... وہ دارالحرب سے برآمد شدہ مال ہے جس کے لئے ان لوگوں سے کوئی اجازت اسے حاصل نہیں ہوئی اس لئے اسے حلال نہیں کہا جا سکتا۔

کی ملکیت ہوگی اور اس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ کا بھی واجب ہوگا کیوں کہ وہ دار الحرب سے حاصل شدہ مال ہو (محیط سرخسی) اگر کسی جگہ سامان مثلاً اسلحہ، گھریلو اسباب، کپڑے اور نگینے برآمد ہوں تو وہ بھی خزانے کے حکم میں ہے اور اس پر زکوٰۃ کا پانچواں حصہ واجب ہوگا (تبیین) دریا میں سے جو چیزیں برآمد ہوں، جیسے عنبر موتی اور مچھلی ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی (قاضی خان)۔ یا اگر چاندی اور سونا برآمد ہو تو فقہائے اسلاف کے نزدیک اسمیں بھی زکوٰۃ نہیں ہے (تہذیب) پہاڑی علاقوں میں جو (پتھر) فیروزہ (وغیرہ کی قسم سے) برآمد ہو اسمیں بھی خمس واجب نہیں ہے (ہدایہ)

چھٹا باب

زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ

زرعی پیداوار اور پھلوں میں زکوٰۃ فرض ہے کیوں کہ جس زمین میں یہ چیزیں پیدا ہوئیں اس کی پیداوار حقیقتاً نفع بخش ثابت ہوئی ہے خراجی زمین کا حکم دوسرا ہے کیوں کہ خراجی زمین میں خراج کے وجوب کا سبب یہ ہے کہ وہ زمین یا تو واقعتاً نفع بخش ہو یا معنوی طور پر فائدہ رساں ہو کہ اس زمین سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا تھا مگر شخص متعلق نے اس کو استعمال نہیں کیا تو اس صورت میں عشر تو واجب ہوگا۔ مگر خراج دینا پڑے گا کسی آسمانی آفت سے کھیتی برباد ہوگئی تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ زرعی زکوٰۃ کا رکن اس کا کسی کی ملکیت میں آجانا ہے اس کی ادائیگی کی شرط وہی ہے جو زکوٰۃ کے شروع) میں ذکر کی گئی ہیں، اس کے وجوب کی شرط دو طرح کی ہے پہلی یہ کہ آدمی میں اس کی اہلیت ہو یعنی وہ مسلمان ہو یہ شرط تو وجوب زکوٰۃ کے آغاز کے لئے ہے چنانچہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ عشر مسلمان کے علاوہ کسی اور پر شرعاً واجب نہیں ہے اس کی فرضیت کا علم ہونا بھی شرط ہے۔ عقل اور بلوغ وجوب عشر کے شرائط میں سے نہیں ہے، چنانچہ پاگل آدمی اور نابالغ بچے کی زمین پر عشر واجب ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عشر درحقیقت اس متعلقہ زمین کی اجرت (کے قائم مقام) ہے اس لئے امام کو جبراً عشر وصول کرنے کا بھی حق حاصل ہے لیکن جبراً وصول کی صورت میں عشر کی (قانونی) ادائیگی تو ہو جائے گی اور اس کے ذمے سے ساقط بھی ہو جائے گا مگر عند اللہ اس شخص کو اس عشر کا ثواب نہ ہوگا۔

کسی شخص پر واجب ہے وہ بغیر ادا کئے مر جائے اور اس کے یہاں غلہ موجود ہے تو اس میں سے عشر وصول کیا جائے گا جب کہ زکوٰۃ کے بارے میں ایسا حکم نہیں ہے۔ عشر کے واجب ہونے کے لئے زمین کی ملکیت بھی شرط نہیں، چنانچہ وقف کی اجازت یافتہ غلام کی اور مکاتب کی زمین میں بھی عشر واجب ہوگا۔

وجوب عشر کی دوسری قسم یہ ہے کہ عشر کے واجب ہونے کا محل اور موقع ہو اور وہ یہ کہ زمین عشری ہو، خراجی زمین کی پیداوار پر عشر واجب نہیں ہوتا عشری زمین ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ زمین افتادہ اور بے کار نہ چھوڑی گئی ہو بلکہ اس میں زراعت کی گئی ہو اور زراعت بھی وہ جس کے ذریعہ زمین کی قوت، پیدائش کو مدد ملتی ہو، خود رو پیداوار لکڑی، جھاؤ، سرکنڈے اور کھجور کے پتوں (جیسی چیزوں) پر عشر واجب نہیں ہوتا کیوں کہ جس زمین میں یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ زمین خراب ہو جاتی ہے اور ان چیزوں سے زمین کی پیداواری کی صلاحیت بڑھنے کے بجائے گھٹتی ہے، اگر بید کے درخت، گھاس، سرکنڈے اور کھجور کے پتے کی پیداوار بالارادہ اور کسی مقصد کی خاطر کسی قطعہ زمین میں کی گئی ہو، یا چنار یا صنوبر کے درخت لگائے گئے ہوں اور انھیں کاٹ کر فروخت کرنا (اور ان سے نفع اٹھانا مقصود) ہو ایسی چیزوں میں بھی عشر واجب ہوگا (محیط سرخسی) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین پر جس قسم کی زراعت کی جائے اور اس سے کسی نوع کی پیداوار ہو ان سب میں عشر واجب ہے، جیسے گیہوں، جو، چنا، باجرا، مکئی، چاول ہر طرح کا غلہ اور ترکاریاں

پھل جھوائے، گنا، خربوزہ، ککڑی، بینگن، اور کھیرہ، زعفران وغیرہ، خواہ ان کے پھل (پوری فصل تک) باقی رہیں یا نہ رہیں کم ہوں یا زیادہ ہوں (فتاوی قاضی خاں) یہ ضروری نہیں کہ اس پیداوار کی آب پاشی نہر کے ذریعے سے ہوتی ہو یا بارش سے پھر مقدار کے لحاظ سے پیداوار کا ذخیرہ ایک بارِ شتر کے برابر یعنی ساٹھ صاع کے بقدر ہو یا نہ ہو، عشر واجب ہوگا (شرح طحاوی)

السی کے پیڑوں اور بیجوں میں عشر واجب ہوتا ہے کیوں کہ ان دونوں چیزوں سے استفادہ مطلوب ہوتا ہے (شرح مجمع) اخروٹ بادام زیرہ اور دھنیا (وغیرہ) میں عشر واجب ہوتا ہے (مضمرات) عشری زمین میں شہد کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہوتا ہے اگر کسی کی زمین میں کسی درخت پر ترنجبین جم جائے تو اس پر بھی عشر واجب ہوگا (خزانۃ المفتیین) جو پھل ایسے پیڑوں سے رکھیں جائیں جو کسی کی ملکیت نہ ہوں جیسے پہاڑی علاقوں کے درخت تو ان میں عشر واجب ہوتا ہے (ظہیریہ)

جو چیزیں زمین کے تابع ہوں (یعنی خودرو پیداوار) جیسے کھجور وغیرہ کا درخت یا وہ چیزیں جو درختوں سے (خود بخود) برآمد ہوتی ہوں، جیسے گوند، رال، لاکھ وغیرہ، ان میں عشر واجب نہیں ہوتا کیوں کہ (بالعموم) زمین سے اس طرح کی چیزوں کا حصول مقصود نہیں ہوتا (بحر الرائق) ایسے تخم جو کھیتی اور دواسازی کے علاوہ کسی اور چیز میں کارآمد نہیں ہوتے مثلاً خربوزہ کے بیج، کلونجی اور اجوائن وغیرہ ان پر عشر واجب نہیں ہوتا (مضمرات) بھنگ، صنوبر، کپاس، بینگن، کیلا، کندر اور انجیر میں عشر واجب نہیں ہوتا[1] (خزانۃ المفتین) کسی شخص کے گھر میں پھل دینے والے کچھ درخت کھڑے ہوں تو ان کی پیداوار پر عشر نہیں ہے (شرح مجمع بن ملک) جس زمین کی رہٹ سے (گویا آب پاشی کے مصنوعی طریقوں سے) آبیاری کی جائے اس پر نصف عشر ہے (خزانۃ المفتیین) عشر کا وجوب فصل کی تیاری اور پھلوں کے برآمد ہونے پر ہوتا ہے (بحر الرائق) کھیتی کرنے سے قبل زمین کا عشر ادا کرنا صحیح نہیں ہے، ہاں بیج ڈالنے اور دانہ جم جانے کے بعد عشر ادا کرنا جائز ہے، لیکن بیج ڈالنے کے بعد اس کے جمنے سے پہلے عشر ادا کیا تو ظاہر تر یہ ہے کہ جائز نہیں، پھلوں کے ظہور سے پہلے عشر ادا کرنا ظاہر روایت کے تحت جائز نہ ہوگا ہاں پھلوں کے لگتے ہی دے دیا تو جائز ہے (شرح طحاوی)

اگر فصل کسی آسمانی آگ سے برباد ہو جائے اور کھیتی کے خراب ہونے میں اس کاشتکار کے کسی فعل کو دخل نہ ہو تو عشر اس وقت ساقط ہو جائے گا اور اگر جزوی نقصان ہوا تو اس کے بقدر عشر کم ہو جائے گا کوئی دوسرا شخص فصل کو برباد کر دے تو مالک کو اس شخص سے ضمان لے کر عشر ادا کر دینا چاہیئے ہاں مالک خود اپنا کھیت برباد کر دے تو وہ عشر کا ضامن ہوگا جو اس کے ذمے قرض ہے لیکن یہ قرض مرتد ہونے کی صورت میں یا اس کے بارے میں کوئی وصیت کیے بغیر مر جانے کی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اس نے اس قرض کو ضائع کر دیا ہو (یعنی اس کے پاس کوئی ایسی مالیت موجود نہ ہو جس سے یہ قرض چکایا جا سکے (بحر الرائق)

اگر کسی تغلبی شخص کے پاس عشری زمین ہو تو اس سے اس کا عشر دگنا لیا جائے گا بلکہ کوئی ذمی شخص اس تغلبی سے یہ زمین خریدے تب بھی اس کا عشر دگنا رہے گا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ تغلبی اگر مسلمان ہو جائے یا زمین اس سے کوئی مسلمان خریدے تب بھی اس کا عشر دگنا ہی وصول کیا جائے گا خواہ شروع ہی سے اس زمین کا عشر دگنا ہو یا بعد میں اضافہ کیا گیا ہو اگر کسی مسلمان نے اپنی زمین تغلبی شخص کے سوا کسی ذمی کو دیدی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو امام صاحب کے نزدیک اس زمین پر خراج واجب ہوگا۔ البتہ شفعہ کے ذریعے سے کوئی مسلمان اس زمین کو حاصل کرلے، یا بیع فاسد ہونے کی وجہ سے معاملہ ختم ہو جائے اور وہ پھر اس مسلمان کو

---

[1] یہ جزیہ غور طلب ہے اس لئے کہ کپاس تو نفع بخش زراعت میں شامل ہے اور کیلا اور انجیر پھلوں کی قسمیں ہیں، بینگن سبزیوں میں شمار ہوتا ہے کندر اور بھنگ البتہ ایسی چیزیں ہیں جو دواسازی میں کام آتی ہیں۔۔

پاس لوٹ آئے تو اب یہ زمین عشری ہوگی کہ پہلے سے تھی، تغلبی عورتوں اور بچوں پر بھی وہی مقدار واجب ہے، جوان کے مردوں پر ہے ہاں مجوسی کے گھر پر کچھ واجب نہیں ہوتا (ہدایہ)

اگر ایک مسلمان اپنے مکان کو باغ میں تبدیل کرے تو اس کا محصول پانی کی نوعیت پر موقوف ہو اگر اسے عشری پانی سے سیراب کرے گا تو وہ زمین عشری کہلائے گی اگر خراجی پانی سے اس کی آب پاشی کرے گا تو وہ زمین خراجی ہوگی، اور اگر ذمی شخص اپنے مکان کو باغ بنا دے تو اس پر بہر حال خراجی محصول واجب ہوگا آب پاشی خواہ عشری پانی سے کرے خواہ خراجی پانی سے البتہ اس کے گھر پر کوئی محصول واجب نہ ہوگا (تبیین) اسی طرح قبرستان پر کچھ واجب نہ ہوگا (بحرالرائق) اگر کوئی مسلمان یا ذمی شخص ایک دفعہ خراجی پانی دے اور ایک دفعہ عشری پانی دے، تو مسلمان سے عشر اور ذمی سے خراج لینا زیادہ بہتر ہو (معراج الدرایہ) عشری پانی ان کنوؤں اور چشموں کا پانی جو عشری زمین میں ہوں، برساتی پانی اور بڑے دریاؤں کا پانی بھی عشری شمار ہوتا ہے (محیط) وہ نہریں جو بیرونِ عرب کے لوگوں نے نکالی ہوں خراجی پانی شمار ہوتی ہیں، اسی طرح خراجی زمین کے کنوؤں کا پانی خراجی کہلاتا ہے دریائے سیحون دجلہ اور فرات کا پانی امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک خراجی ہے

اگر عشری زمین کرائے پر دیجائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عشر کی ادائیگی مالک پر واجب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک کرایہ دار پر (خلاصہ) اگر کھیتی فصل (تیار ہونے اور) کٹنے سے پہلے کسی آفت کا شکار ہو کر ضائع ہو جائے تو مالک پر عشر واجب نہیں اور اگر فصل کٹنے کے بعد پیداوار ضائع ہوئی ہے تو عشر بدستور مالک پر واجب رہے گا صاحبینؒ کے نزدیک ہر حال میں خواہ کھیتی کٹنے سے پہلے برباد ہو گئی ہو یا کٹنے کے بعد عشر ساقط ہو جائے گا (شرح طحاوی) اور اگر کسی مسلمان سے زمین مانگ کر کھیتی کی، تو کھیتی کرنے والے پر عشر واجب ہوگا اگر کسی کافر کو اس کی طلب پر زمین دی تو امام اعظم کے نزدیک دینے والے پر عشر واجب ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس غیر مسلم پر البتہ امام محمدؒ کے نزدیک اس پر ایک عشر واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو عشر (محیط سرخسی)

اگر کسی شخص کی زمین میں کھیتی کی اور پیداوار میں اسے شریک بنا لیا تو صاحبینؒ کے نزدیک ان دونوں پر اپنے اپنے حصہ کے بقدر عشر واجب ہوگا اور امام اعظمؒ کے قول کے مطابق مالک پر ہوگا، مگر مالک کے حصے کا عشر اسکی پیداوار سے دینا ہوگا اور کاشتکار کے حصے کی پیداوار کا عشر مالک کے ذمے قرض رہے گا[1] (بحرالرائق) اگر پیداوار ضائع ہوگئی تو صاحبینؒ کے نزدیک مالک اور کاشتکار دونو کے ذمے سے عشر ساقط ہو جائےگا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر فصل کٹنے سے پہلے پیداوار ضائع ہوگئی تو یہی حکم رہے گا اور اگر فصل کٹنے کے بعد پیداوار ضائع ہوئی ہے تو کاشتکار کے حصے کا عشر مالک کو دینا ہوگا اگر فصل پکنے کے بعد اور کٹنے سے پہلے کوئی شخص فصل کو برباد کردے یا چرا کر لیجائے تو عشر واجب ہوگا لیکن جب اس مجرم سے اس پیداوار کا ضمان وصول ہوگا تو اس میں سے مالک کو عشر دینا پڑے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک اور کاشتکار دونوں کو ضمان ملنے کے بعد عشر دینا ہوگا (محیط سرخسی)

اگر کوئی شخص عشری زمین کو غصب کرے اور اس میں کھیتی شروع کردے تو اگر کاشتکاری سے زمین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو مالک پر کوئی عشر واجب نہیں اور اگر اس غصب کرنے والے کی کاشتکاری سے زمین کو کچھ نقصان پہنچا ہے تو مالکِ زمین پر عشر واجب ہوگا (خلاصہ) عشری زمین کو مع اس کی تیار فصل کے مالک نے فروخت کردیا، یا صرف فصل بیچی تو عشر اس فروخت

---

[1] وہ پانی جو عشری زمینوں سے نکلتا ہو[1] یعنی کاشتکار والے حصے کی پیداوار پر جو عشر واجب ہوگا وہ اگرچہ دینا ہوگا مالک زمین ہی کو، مگر اسی پیداوار میں سے دینا ضروری نہیں، بلکہ وہ بطور قرض اس کے ذمے ہوگا خواہ کہیں سے ادا کردے۔

کنندہ پر واجب ہوگا، خریدنے والے پر نہ ہوگا اور اگر صرف زمین فروخت کی اور فصل ابھی پختہ نہیں ہوئی اور اسی وقت خریدنے والے نے زمین سے فصل کی پیداوار کو الگ کردیا تو بیچنے والے پر عشر واجب ہے، لیکن خریدار نے فصل اسی وقت جدا نہیں کی بلکہ اس کو بدستور باقی رکھا اور زمین پر رہتے اس کی پیداوار کے) قبضہ کرلیا تو اس خریدار پر عشر واجب ہے (شرح طحاوی)

اگر عشری پیداوار کو فروخت کردیا تو عشر وصول کرنے والے سرکاری کارندہ کو اختیار ہے کہ عشر خریدار سے وصول کرے یا بیچنے والے سے اگرچہ خرید و فروخت کی مجلس باقی نہ رہی ہو، اگر عشری پیداوار کو (اس کی عام بازاری) قیمت سے زیادہ داموں فروخت کردیا اور ابھی اس ذخیرے پر خریدار کا قبضہ نہیں ہوا تو عشر وصول کنندہ چاہے پیداوار کے اسٹاک میں سے عشر وصول کرے چاہے قیمت میں سے اور اگر بیچنے والے نے اس پیداوار کی قیمت اتنی بڑھادی کہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں[1] تو ایسی صورت میں عشر وصول کنندہ اسی پیداوار میں سے عشر لے گا اور اگر وہ پیداوار ضائع کردی تو اس مالک سے اسی پیداوار کے ہم جنس پیداوار میں سے عشر وصول کرے گا، لیکن اگر مالک اس کی قیمت کا دسواں حصہ ادا کردے تو پھر پیداوار میں سے عشر نہیں لیا جائے گا اور اگر پیداوار کو خریدار نے ضائع کردیا تو عشر وصول کرنے والا چاہے تو بیچنے والے سے ضمانت لے اور چاہے خریدار سے، اسی پیداوار کی ہم جنس اور ہم مثل سے ضمانت بھی لی جائے گی کیوں کہ دونوں فریق نے اپنا حق ضائع کردیا ہے۔

اگر انگور فروخت کئے تو اس کی قیمت میں سے عشر لے گا اسی طرح انگوروں کا رس نکال کر فروخت کیا تو اس شیرہ کی قیمت کا عشر واجب ہوگا (محیط سرخسی) اس عشر کے اندر کارکنوں کی اجرت، بیلوں کا خرچہ، آب پاشی کا صرفہ، پہرہ دار کی تنخواہ، اور دیگر اخراجات وضع نہیں کئے جائیں گے بلکہ جس قدر پیداوار ہوئی ہو اسی کا نصف یا پورا عشر لیا جائے گا (بحر الرائق) عشر ادا کرنے سے پہلے اس غلے میں سے کچھ نہ کھانا چاہیئے (ظہیریہ) البتہ عشر نکالنے کے بعد باقی مقدار کو استعمال کرنا جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (عشر ادا کرنے سے پہلے) جتنے پھل استعمال کرے گا ان کے عشر کا ضامن ہوگا (محیط سرخسی)

ساتواں باب

مصارف زکوٰۃ وغیرہ

زکوٰۃ کا (حق دار) اور مصرف فقیر آدمی ہے، فقیر اس کو کہتے ہیں، جس کے پاس ذاتی سرمایہ نصاب سے کم ہو یا بقدر نصاب ہو، مگر بڑھنے والا سرمایہ نہ ہو، یا اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہو، چنانچہ اگر ایک آدمی زکوٰۃ کے متعدد نصابات کا مالک ہو مگر وہ سب نصاب بڑھنے والے نہیں تو اگر وہ اس کی ذاتی حاجت سے زیادہ نہیں ہے تو یہ شخص فقیر شمار ہوگا (فتح القدیر) جاہل فقیر کے مقابلہ میں عالم فقیر کو صدقہ دینا افضل ہے (زاہدی) زکوٰۃ کا دوسرا مصرف (اور حق دار) مسکین آدمی ہے، مسکین وہ ہے، جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور اپنے تن ڈھانکنے اور پیٹ بھرنے کے لئے سوال کرنے پر مجبور ہو اور اسے سوال کرنا جائز ہو، فقیر کو سوال کرنا جائز نہیں کیوں کہ اس شخص کو سوال کرنا جائز نہیں ہے جو اپنا بدن ڈھکنے اور پیٹ بھرنے پر قادر ہو اور ایک دن کی خوراک کا مالک ہو (فتح القدیر) زکوٰۃ کا تیسرا مصرف عامل ہے یعنی وہ شخص جسے حاکم وقت صدقات اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے (کافی) عامل کو اتنا مل

[1] یعنی عام نرخ سے صرف دو چار روپے زائد بڑھانے کے بجائے دوگنے اور تگنے دام کردے۔

معاوضہ دینا چاہیے (کہ اس کے لئے اور اس کے معاونین کے لئے اوسط درجے کا خرچ ہو اور یہ ان کی آمد و رفت کی مدت تک کفایت کر سکے جب تک کہ مال باقی ہو، لیکن اگر اتنی مقدار کے دینے میں ساری (وصول شدہ) زکوٰۃ صرف ہو جائے، تو پھر ان کا معاوضہ (وصول شدہ) زکوٰۃ کی نصف مقدار سے زیادہ نہ دیا جائے (بحر الرائق) اگر ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ خود ہی حاکم کے پاس لے جا کر پیش کر دے تو پھر اس وصول شدہ زکوٰۃ میں عامل کا کوئی حق نہیں ہے (الینابیع، محیط سرخسی) ہاشمی عامل کو اس مال میں سے دینا جائز نہیں، تاکہ رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نسبی تعلق صدقات کے میل کچیل سے آلودہ نہ ہو جائے، ہاں عامل (صاحب حیثیت اور صاحب نصاب) مال دار ہو تو اس کو اس مال میں سے معاوضہ[1] دیا جا سکتا ہے (تبیین) ہاں ہاشمی عامل کو صدقات کی وصولیابی کا کام دیا جائے اور اسے دوسری مدات سے (صدقہ کے علاوہ) مشاہرہ دیا جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں (خلاصہ)

اگر عامل کے پاس سے (وصول شدہ) مال ضائع ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو اس کا حصہ اس میں سے ساقط ہو جائے گا اور زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (سراج الوہاج) اگر عامل اپنا حق واجب ہونے سے پہلے اپنا حصہ وصول کرنا چاہے تو اسے لینا جائز ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پیشگی نہ لے (خلاصہ)

زکوٰۃ کا چوتھا مصرف غلاموں کو آزاد کرنا ہے اور وہ مکاتب[2] غلام ہیں (محیط سرخسی) زکوٰۃ اس مکاتب کو جو مال دار ہو ادا کرنا جائز ہے خواہ زکوٰۃ دینے والے کو اس کی مال داری کا علم ہو یا نہ ہو (خلاصہ، محیط سرخسی) کسی ہاشمی شخص کے مکاتب غلام کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیوں کہ یہ مال ایک حیثیت سے مالک ہی کی ملکیت ہوگا اور (ایسے مقام پر) شبہ بھی حقیقت ہی شمار ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کا پانچواں مصرف مقروض لوگ ہیں اور وہ ایسا مقروض ہے جس کے ذمے اتنا قرض ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدر نصاب مال نہ بچتا ہو، یا دوسروں کے پاس اس کا مال ہو مگر جس کی وصولیابی ممکن نہ ہو (تبیین) مقروض شخص کو بہ نسبت محتاج کے زکوٰۃ دینا افضل ہے (مضمرات) زکوٰۃ کا چھٹا مصرف فی سبیل اللہ دینا ہے یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ محتاج لوگ ہیں جو اسلام کی راہ میں لڑنے والے مجاہدین سے (اپنے فقر کی وجہ سے) بچھڑ گئے اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ محتاج لوگ ہیں جو حاجیوں کے قافلے سے بچھڑ گئے (تبیین) اور امام ابو یوسفؒ کا قول صحیح ہے (مضمرات) زکوٰۃ کا ساتواں مصرف ابن السبیل یعنی مسافر ہے جو اپنے مال سے (اس وقت) بے تعلق ہو (بدائع) اسے ضرورت کے بقدر زکوٰۃ لینا جائز ہے ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں اس آدمی کا بھی یہی حکم ہے جو اپنے مال سے (وقتی طور پر) بے تعلق ہو اگرچہ اپنے ہی شہر میں کیوں نہ ہو کیونکہ درحقیقت زکوٰۃ میں احتیاج ہی کا اعتبار ہوتا ہے اگر اس کے پاس اپنی حاجت سے زائد مال بچ رہے تو مال پر قدرت رکھنے کے باوجود سے زائد مال کا صدقہ کرنا لازم نہیں، جیسا کہ فقیر اگر غنی ہو جائے تو اسے ایسا کرنا ضروری نہیں (تبیین) مسافر کو صدقہ قبول کرنے کے مقابلے میں قرض لینا بہتر ہے (ظہیریہ)

یہ سب مصارفِ زکوٰۃ ہیں، مالکِ نصاب کو اختیار ہے کہ ان ساری قسموں پر اپنی زکوٰۃ تقسیم کرے اور اسے یہ بھی اجازت ہے کہ ایک ہی قسم کے لوگوں کو ساری زکوٰۃ دیدے (ہدایہ) اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی ایک ہی شخص کو دیدے (فتح القدیر) زکوٰۃ کا مال اگر نصاب سے کم ہے تو ایک ہی شخص کو دینا افضل ہے (زاہدی) کسی ایک ہی شخص کو بیک وقت دو سو درہم یا زیادہ دینا مکروہ ہے اگر دیدیئے تو

---

[1] اس کو معاوضہ اس کی محنت کا ملے گا صاحب نصاب ہونے کی حیثیت سے اسے لینا جائز نہیں، مگر صدقات کا مال وصولیابی کے انتظامی امور پر خرچ کرنا جائز ہے، جیسا کہ قرآن کی آیتِ زکوٰۃ میں صراحت ہے البتہ ہاشمی عامل کو احتیاطاً اس مال سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

[2] وہ غلام جن سے ان کے مالکوں نے یہ معاہدہ کر لیا ہو کہ تم اتنی رقم ہمیں ادا کر دو تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔

جائز ہے (ہدایہ) یہ اس صورت میں ہے جب محتاج شخص قرض دار نہ ہو اگر مقروض ہو اور اسے قرض کے بقدر اتنی زکوٰۃ دے دی، کہ قرض دینے کے بعد اس کے پاس کچھ نہ بچے یا دو سو درہم سے کم باقی رہے تو یہ جائز ہے اگر وہ مقروض شخص بال بچے دار ہے تو پھر اسے اتنا دیدے کہ اگر وہ اپنے بال بچوں پر یہ مال تقسیم کرے تو ہر ایک کے حصے میں دو سو درہم سے کم آئیں (قاضی خاں) اور اتنا دینا مستحب ہے کہ اس روز اس شخص کو مانگنے کی ضرورت نہ پڑے (تبیین) ذمیوں پر بالاتفاق زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں ہاں دوسرے نفلی صدقات بالاتفاق ان پر خرچ کئے جاسکتے ہیں، صدقہ فطر، نذر، اور کفارات میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے لیکن مسلمان محتاجوں کو دینا مسلمان مال داروں کے لئے زیادہ بہتر ہے (شرح طحاوی) حربی مستامن[۱] کو بالاجماع زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سب کے نزدیک جائز ہے، صدقہ نفلی البتہ دیا جاسکتا ہے (سراج الوہاج)

زکوٰۃ کے مال سے مسجد کی تعمیر، پلوں کی، حماموں کی، شاہ راہوں کی اور نہروں کی تیاری درست نہیں اسی طرح جہاد اور حج میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں گویا وہ سب صورتیں جن میں کسی کو مالک نہیں بنایا جاسکتا زکوٰۃ کا مصرف نہیں بن سکتیں اسی طرح زکوٰۃ سے مردہ کو کفن دینا اور اس کا قرض ادا کرنا جائز نہیں ہے (تبیین) زکوٰۃ سے غلام کو آزاد کرنے کے لئے خریدنا بھی جائز نہیں، اپنی نسبی اصل کو بھی زکوٰۃ نہیں دیجاسکتی، یعنی ماں باپ اور ان دونوں کے اوپر جدی سلسلے کے لوگ اور اسی طرح اپنی نسبی شاخ کو جس میں بیٹا اور بیٹی اور ان کا اگلا نسبی سلسلہ شامل ہے، زکوٰۃ نہیں دیجاسکتی (کافی) آدمی جس بیٹے کو اپنا بیٹا تسلیم نہ کرتا ہو یا جو اس کے اپنے فعل زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو اس کو بھی وہ زکوٰۃ نہیں دے سکتا (تمرتاشی) اپنی بیوی کو بھی اسی بنا پر زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے کہ عرفاً بیویاں (مرد کے) منافع میں شریک رہتی ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوہر کو بھی بیوی زکوٰۃ نہیں دے سکتی (ہدایہ) اپنے غلام، مکاتب، مدبر اور اپنی ام ولد کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک آدمی اپنے جزوی معتق کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا یعنی وہ غلام جس کا وہ پورا مالک تھا تو مثلاً اس نے ایک چوتھائی ملکیت کے بقدر آزاد کردیا یا اس غلام کی ملکیت میں اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک تھا اس شریک نے اپنا حصہ آزاد کردیا اور جس نے اپنے حصہ کو آزاد نہیں کیا تھا اس نے اس حصہ کی قیمت کے بقدر غلام سے کچھ ٹھیرا لیا کہ وہ اتنی رقم کما کر اسے دیدے تو یہ غلام اس شخص کا مکاتب کہلائے گا اور اگر اس شخص نے اس آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا تاوان لے لیا یا اس مکاتب کو زکوٰۃ کوئی اجنبی شخص دے تو ایسا جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں وہ اس شخص کے لے اپنا مکاتب نہ رہا بلکہ دوسرے شخص کی مکاتب کی طرح ہو گیا (تبیین) جو شخص کسی سرمائے میں نصاب زکوٰۃ رکھتا ہو، جیسے نقد روپے یا سائمہ جانور یا تجارتی یا غیر تجارتی سامان جو پورے سال بھر تک اس کی حاجت سے زائد اس کے پاس رہا ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ نہیں دیجاسکتی (زاہدی) البتہ یہ شرط ملحوظ رہے کہ یہ سامان یا سرمایا اس کی ضروریات سے زائد ہو اور حاجت اصلی میں، رہائشی مکان، گھریلو سامان، کپڑے، نوکر، سواری، اور اسلحہ یہ چیزیں داخل ہیں ہاں یہ شرط نہیں کہ یہ سرمایہ بڑھنے والے اور ترقی پذیر سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہو کیوں کہ یہ وجوب زکوٰۃ کی شرط ہے زکوٰۃ کا مصرف نہ ہونے کی شرط نہیں (کافی) جو شخص نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ تندرست اور برسر روزگار ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (زاہدی)

مال دار شخص کے غلام کو اگر وہ مکاتب نہیں ہے تو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے (معراج الدرایہ) مال دار آدمی کے نابالغ بیٹے کو بھی زکوٰۃ نہیں دیجاسکتی (تبیین) ہاں اگر اس کی اولاد بالغ ہو اور محتاج ہو تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے مال دار کی بیوی اگر محتاج ہو تو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے مال دار کی بڑی لڑکی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسلئے کہ مقدار نفقہ جو اسے باپ سے ملتی ہے اس کی بنا پر وہ لڑکی مال دار نہیں

[۱] وہ کافر شخص جو دار الحرب کا باشندہ ہو اور اسلامی ریاست میں اجازت لے کر آیا ہوا ہو۔

ہوتی، باپ اور بیوی کے سرمایہ دار ہونے سے اولاد اور بیوی کا سرمایہ دار ہونا لازمی نہیں (کافی) اگر کسی سرمایہ دار کا باپ فقیر ہو تو اسے (دوسرا شخص) زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہے (شرح طحاوی) زکوٰۃ کا مال اس شخص کے لئے حلال ہے جس کے لئے سوال جائز نہیں بشرطیکہ وہ نصاب کامل نہ رکھتا ہو اگر اس کے پاس اتنی کتابیں جن کی قیمت دوسو درہم ہوتی ہو لیکن اسے درس تدریس یا تصحیح و تعلیم کے لئے ان کی ضرورت ہے تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے (فتاوی قاضی خاں) یہ کتابیں فقہ حدیث، ادب، کسی فن کی ہوں (محیط سرخسی) ایسے ہی اگر متعدد قرآنی نسخے ہوں اور ان کی اسے ضرورت ہو تو ان کا بھی حکم یہی ہے، البتہ اگر ان کی احتیاج نہ ہو تو نہ کسی کو اسے زکوٰۃ دینا جائز نہ اسے لینا جائز ایسے ہی اگر کسی کے پاس دو دکانیں ہوں، یا تین ہزار درہم کا مالیتی گھر کرائے پر چڑھا ہو، مگر ان کی آمدنی اس کے اور اس کے بال بچوں کے لئے کافی نہ ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر اس کے پاس تین ہزار درہم کی زمین ہے جس کی پیداوار اس کی اخراجات کے لئے کافی نہیں تو اس میں کچھ اختلاف ہے محمد بن مقاتل کے نزدیک اس کے لئے زکوٰۃ جائز ہے اگر کسی کے پاس دو سو درہم کی مالیت کا باغ ہے تو فقہاء کے نزدیک اس باغ میں گھر کی ضروریات. مثلاً باورچی خانہ، غسلخانہ، وغیرہ نہ ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس شخص کی حیثیت ایسی ہو جیسے کسی کے پاس ساز و سامان اور جواہرات ہوں۔

ایک شخص نے اپنا روپیہ لوگوں کو قرض دے رکھا ہو، جو کسی خاص میعاد ہی پر وصول ہو سکتا ہے اور اسی دوران میں اس کو اخراجات کے لئے پیسے کی ضرورت ہو تو اس وقت یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے مگر اتنی جو اپنے قرض کی میعاد پورا ہونے تک اسکے اخراجات کو کافی ہو اگر قرض غیر میعادی ہے اور جس کو اس نے قرض دیا ہے وہ اور محتاج ہو تو اسے اصح قول کے مطابق زکوٰۃ لینا جائز ہے کیوں کہ وہ اس وقت مسافر کی حیثیت رکھتا ہے، اگر اس کا قرض دار پیسے والا آدمی ہے اور اس کے قرض کو تسلیم بھی کرتا ہو تو اب اس شخص کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں اگر وہ قرض دار قرض کو تسلیم نہ کرتا ہو اور قرضے کے گواہ عادل ہوں تب بھی یہی حکم ہے ہاں گواہ غیر عادل ہوں تو اس وقت تک یہ شخص زکوٰۃ کا مال نہیں لے سکتا، جب تک کہ یہ قاضی کے یہاں دعویٰ نہ پیش کرے اور قاضی قرض دار سے اس کے انکار پر قسم نہ لے قرضدار کے قسم کھا لینے کے بعد اسے زکوٰۃ لینا جائز ہے (قاضی خاں) یہی قول صحیح ہے (زاہدی) زکوٰۃ کا مال بنی ہاشم کو نہ دیا جائے، بنی ہاشم میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفر بن عقیلؓ اور حارث بن عبد المطلب کی اولاد شمار ہوتی ہے (ہدایہ) ان کے علاوہ دوسرے بنی ہاشم جیسے ابولہب کی اولاد، ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اس لئے کہ دین کی اشاعت میں، انھوں نے رسول اللہ کی مدد نہیں کی (سراج الوہاج) یہ حکم ان صدقات کا ہے جو واجب ہیں، جیسے زکوٰۃ، نذر، کفارے، عشر اور جو صدقات نافلہ ہیں وہ سب بنی ہاشم کو دے جا سکتے ہیں (کافی)، بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی (عینی شرح کنز) بنی ہاشم اگر محتاج ہوں تو انھیں مدفون خزانہ اور معدنی اشیاء کا پانچواں حصہ دینا جائز ہے (جوہرہ نیرہ)

اگر کسی شخص کا وکیل اپنے لڑکے کو بڑا ہو یا چھوٹا ہو یا اپنی بیوی کو زکوٰۃ کا مال دے دے تو جائز ہے، بشرطیکہ یہ محتاج ہوں، البتہ وکیل خود نہ رکھے (خلاصہ) اگر کسی کے مستحق زکوٰۃ ہونے میں شبہ ہو، یا ظن غالب ہے کہ وہ مستحق ہے اور اس کو زکوٰۃ دے دی، یا اس کو پوچھ کر اس نے زکوٰۃ دے دی یا اسے فقیروں میں کھڑا دیکھا اور زکوٰۃ دے دی، پھر بعد میں (یقینی طور پر) پتہ چلا کہ (واقعی) وہ مستحق تھا تو بالاجماع زکوٰۃ ادا ہوگئی، اسی طرح اگر حقیقتِ حال کچھ معلوم نہ ہو تب بھی جائز ہے، لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ وہ مال دار، یا ہاشمی، یا کافر، یا ہاشمی کا غلام تھا یا باپ، یا بیٹا بیٹی، یا ماں یا بیوی، یا شوہر تھا تو جائز ہے، اور امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک زکوٰۃ اس کے فرض سے ساقط ہو جائے گی اگر یہ پتہ چلا کہ وہ اس کا غلام یا مدبر، یا ام ولد، یا مکاتب تھا تو جائز نہیں اور بالاجماع دوبارہ زکوٰۃ دے، اگر وہ اس کا ایسا غلام تھا کہ ایک حصہ آزاد ہو گیا، اور باقی حصے کی آزادی کے لئے وہ روپیہ کما رہا ہے تب بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

نزدیک یہی حکم ہے (شرح طحاوی) اگر کسی شخص کے بارے میں مستحق زکوٰۃ ہونے نہ ہونے کا خیال کئے بغیر اسے زکوٰۃ دیدی تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، البتہ بعد میں یہ معلوم ہو کہ مستحق زکوٰۃ نہیں تھا تو جائز نہیں (زکوٰۃ دوبارہ دینی پڑے گی) زکوٰۃ دیتے وقت موجود شخص مشتبہ تھا، اس نے ظن غالب سے کام نہیں لیا، یا غور کیا مگر اس کا مصرف زکوٰۃ ہونا معلوم نہ ہو سکا، یا غالب گمان یہ ہوا کہ وہ شخص زکوٰۃ کا مستحق نہیں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، لیکن مستحق زکوٰۃ ہونا معلوم ہو جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، (تبیین)

زکوٰۃ کے مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے لیکن دوسری جگہ کے لوگ زیادہ ضرورت مند ہوں، یا اس زکوٰۃ دینے والے کے رشتہ دار ہوں تب انتقالِ زکوٰۃ مکروہ نہیں ہے، ان دونوں صورتوں کے علاوہ کسی اور صورت میں منتقل کرنا مکروہ ہے اگرچہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، زکوٰۃ کو سال تمام ہونے کے بعد عین ادائیگی کے موقع پر منتقل کرنا مکروہ ہے۔ اس سے پہلے منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور نذر کا مال دینے میں اولیٰ یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائی بہنوں کو مقدم کرے، پھر ان کی اولاد کو، اس کے بعد چچا اور پھوپی کو، پھر ان کی اولاد کو، اس کے بعد ماموں اور خالہ، پھر ان کی اولاد، ان کے بعد ذوی الارحام کو، آخر میں اپنے پڑوسیوں کو پھر اپنے ملازموں کو پھر اپنی بستی کے دوسرے لوگوں کو (سراج الوہاج) زکوٰۃ دینے میں اسی جگہ کا اعتبار ہے جہاں وہ مال موجود ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، مالک دوسرے مقام پر ہو اور مال دوسری جگہ ہو تو جس بستی میں مال ہے وہیں اسکی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیئے، صدقۃ الفطر میں صدقہ دینے والے کے اپنے مکان کا اعتبار ہوگا، صحیح قول کے مطابق اس کے چھوٹے بچوں اور غلاموں کے مکان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، (تبیین) اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات)

ہمارے اس دور میں جو ظالم حکام، صدقات، عشر، خراج، محصول اور چنگی وصول کرتے ہیں، اصح قول یہ ہے کہ اس سے ان کی ادائیگی باقی نہیں رہتی بلکہ اس کے ذمے سے ساقط ہو جاتی ہے وہ یہ مال ادا کرنے کے وقت صدقہ کی نیت کریں (تاتارخانیہ)

باب الزکوٰۃ فصل (۸)

کسی فقیر کا قرض اس کی اجازت سے اپنی جانب سے بہ نیت زکوٰۃ ادا کر دینا جائز ہے، اس کی اجازت کے بغیر ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اسکا قرض اسکے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، اگر زکوٰۃ کے عوض کسی شخص کو رہائشی مکان دیدیا تو یہ درست نہیں ہے (زاہدی) اپنے رشتہ دار اور بچوں کو یا کسی مژدہ سنانے والے کو یا نیا پھل لانے پر کسی کو (بصورت انعام و بخشش) کچھ دیا اور اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلی تو یہ صحیح ہے۔ استاد مکتب میں اپنے کسی قائم مقام کو بالمقطع کچھ دیدیتا ہے اور پہلے سے اسکا کوئی مشاہرہ طے نہیں ہوتا اس میں زکوٰۃ کی نیت اس وقت جائز ہوگی جبکہ وہ استاد کا نائب ہر حال میں بچوں کو تعلیم دے سکے خواہ استاد اسے کچھ دے یا نہ دے ورنہ اس میں زکوٰۃ کی نیت جائز نہ ہوگی، اسی طرح عید تہوار اور خوشی کے موقع پر اپنے خادموں کو زکوٰۃ کی نیت سے کچھ دینے کا بھی یہی حکم ہے (معراج الدرایہ) جب زکوٰۃ کسی محتاج کو دی جائے تو اس وقت تک اس کی ادائیگی مکمل نہیں ہوتی جبتک وہ محتاج خود یا اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی اس طرح اس پر قبضہ نہ کرے جس طرح باپ اور وصی لڑکے کے یا پاگل آدمی کے مال پر قبضہ کرتے ہیں (خلاصہ) یا اس محتاج شخص کے عزیز قریب، یا غیر آدمی جو اس کا نگراں اور ذمہ دار ہو وہ قبضہ کرلیں، کسی کو اگر کوئی لڑکا کسی جگہ پڑا ہوا بے وارث ملے تو ایسے لڑکے کو اگر زکوٰۃ دی جائے تو اس کی طرف سے وہ شخص زکوٰۃ پر قبضہ کرے جسے وہ لڑکا ملا تھا، اگر کسی نادان بچے کو یا پاگل شخص کو زکوٰۃ دی اور اس نے لیکر اپنے والدین کو یا اپنے وصی کو دیدی تو فقہاء کے نزدیک یہ جائز

نہیں۔ اگر کسی دکان پر زکوٰۃ کا مال رکھ دیا اور اس پر کسی فقیر نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز نہیں۔ اگر زکوٰۃ کا مال کسی ایسے بچے کے قبضہ میں دیا جو بالغ ہونے والا ہو، تو جائز ہے، اسی طرح اگر کسی ایسے لڑکے کو دیا جو قبضہ کرنے کا اہل ہو، کہ وہ مال کو ادھر ادھر نہیں ڈال دے گا اور نہ کوئی اسے بہلا پھسلا کر اس سے مال چھین سکتا ہے تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ کا مال اسے دینا جائز ہے۔ اس طرح اگر کسی بھولے بھالے، کم سمجھ فقیر کو زکوٰۃ دی تو بھی جائز ہے (قاضی خاں)

فصل

بیت المال کے مال کی چار قسمیں ہیں

(۱) چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کا مال، عشر اور عشر وصول کنندہ اپنے دفتر سے گذرنے والے مسلمانوں سے جو محصول وصول کرے اس تمام رقم کا مصرف ہم اوپر بیان کر چکے۔

(۲) مالِ غنیمت، دفینوں اور کانوں کی یافت کا پانچواں حصہ، اس آمدنی کا مصرف اس دور میں صرف تین طرح کے لوگ ہیں یتیم، مسکین اور مسافر دبے وطن،

(۳) خراج اور جزیہ کا مال، کپڑے کی وہ نوع جس پر بنو نجران سے مسلمانوں کی مصالحت ہوئی ہے اور وہ دوگنا صدقہ جو قبیلہ بنی تغلب سے لیا جاتا ہے اور وہ مال جو عشر وصول کرنے والا دار الاسلام میں اجازت لیکر آنے والے حربیوں سے اور جو ذمی تاجروں سے لیتا ہے (خراج او...) اس مال کا مصرف مجاہدین کی تیاری، ملکی سرحدوں کی حفاظت، چھاؤنیوں اور ان حفاظتی چوکیوں کی تعمیر ہے، جو شاہراہوں کو چوروں سے محفوظ رکھنے کیلئے بنائی جاتی ہیں، اور پلوں وغیرہ کی مرمت بھی اسی مال سے کی جاتی ہے (محیط سرخسی) بڑی نہروں کی تعمیر جو شخصی ملکیت نہ ہوں، جیسے جیحوں، فرات اور دجلہ (شرح طحاوی) مسافر خانوں، مسجدوں اور پانی کے بندوں کی تعمیر اور ان بندوں کی (مرمت و) حفاظت، حکام، قاضی، مفتی اور محتسب کی تنخواہ بھی اسی میں سے دی جاتی ہے (محیط سرخسی)

(۴) وہ لاوارث مال جو کہیں پڑا ہوا مل جائے (محیط سرخسی) یا ایسی میت کا ترکہ جو لاوارث ہو یا صرف بیوی وارث ہو یا خاوند وارث ہو، ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ ہو اس مال کو ان مریضوں پر خرچ کیا جاتا ہے جو بے سہارا اور محتاج ہوں یا وہ لاوارث مردے جنھوں نے اپنے کفن دفن کیلئے کوئی مال نہ چھوڑا ہو یا وہ بچے جو لاوارث پڑے ہوئے کہیں پائے جائیں، ان بچوں سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو اس کا تاوان اس قسم کی مد سے ادا کیا جائے یا اس شخص کی ضروریات اس مد سے مہیا کی جائیں جو اپنی روزی آپ نہ کما سکتا ہو اور کوئی سہارا دینے والا شخص بھی موجود نہ ہو جس پر اسکے اخراجات واجب ہوتے ہیں یہ مد اسی قسم کے مصارف کیلئے ہے (شرح طحاوی) اس لئے امام کیلئے لازم ہے کہ بیت المال چار طرح کے تعمیر کرے اور ہر بیت المال کی الگ الگ عمارت ہو کیونکہ ہر ایک مد کی آمدنی کے مصارف دوسری مد کے مصارف سے مختلف ہیں، دوسری مد کا مال اس میں شریک نہیں کیا جا سکتا، البتہ کسی مد کی آمدنی بالکل نہ ہو تو امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ دوسری مدات میں سے قرض لیکر اس مد کے مصارف پورے کرے، چنانچہ صدقات کی مد سے اگر خراجی مصارف کے لئے قرض لیا ہے تو خراج کی وصولیابی کے بعد وہ قرض صدقے کی مد کو لوٹا دیا جائے، البتہ یہ قرض لیا ہوا مال اگر ایسے محتاج لوگوں پر خرچ کیا ہے جو مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں تو پھر قرض کی ادائیگی کی ضرورت نہیں کیونکہ ان مجاہدین کا تو صدقے کی آمدنی میں بھی حق ہے، اسلئے وہ قرض، قرض شمار نہ ہوگا، اگر خراجی مد سے صدقات کے مصارف کے لئے قرض لیا ہے اور محتاجوں پر وہ رقم خرچ کی ہے تب بھی وہ قرض، قرض نہ رہے گا اس لئے کہ خراج اس مال کی حیثیت رکھتا ہے جو دشمنان اسلام سے مصالحت کے طور پر یا غنیمت کی شکل میں وصول ہوتا ہے اور اس کا

فقراء کا بھی حق ہے، لیکن عام طور پر (اس خراجی آمدنی میں فقراء کا حصہ اسلئے نہیں لگایا جاتا کہ صدقات کی آمدنی ان کے لئے کافی ہو جاتی ہے (محیط سرخسی) امام کی ذمہ داری یہ ہے کہ اہل حق کے حقوق پورے پورے ادا کردے اور آمدنی پر ان کا جو حق شرعاً واجب ہوتا ہے اس میں کوئی کمی نہ کرے۔ امام یعنی سربراہ ریاست کو اور اس کے عملے کے لوگوں کو اس آمدنی میں سے اتنا ہی لینے کی اجازت ہے جو ان کی ذات کے اور ان کے گھر والوں کے اخراجات کے واسطے کافی (اور مناسب ہو) اس مال کو تجوریوں میں یا زمین میں دفن کر کے نہ رکھیں، جو مال بچ جائے اسے مسلمانوں میں تقسیم کردے۔ اگر حاکم وقت اس میں کوتاہی کرے گا تو اس کی گردن پر (قیامت میں) بار رہیگا، امام وقت کو اور صدقہ وصول کرنے والے کیلئے افضل یہ ہے کہ آئندہ ماہ کا مشاہرہ پیشگی نہ وصول کرے، ہاں جو مہینہ چالو ہے اس کی تنخواہ لے سکتا ہے (سراج الوہاج)

بیت المال میں ذمیوں کا کوئی حق نہیں لیکن امام کسی ذمی کو بھوکا مرتے دیکھے تو اسے چاہیئے کہ بیت المال سے اس ذمی کو کچھ دے، کیوں کہ وہ دار الاسلام کا باشندہ ہے، امام اس کی زندگی کی بقاء و حفاظت کا ضامن ہے (محیط سرخسی) کسی شخص کو ایسا مال ہاتھ آئے جو دراصل بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے تھا اور اتفاق سے یہ شخص بیت المال سے اپنا حق وصول نہیں کر سکا تھا تو اسے اختیار ہے کہ اس میں سے دیانت کے ساتھ اپنا حق رکھ لے، البتہ امام کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ چاہے تو اسے سارا مال بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دے اور چاہے تو اپنا حق وصول کرنے کی اجازت دے سکتا ہے (قنیہ)

باب (۸)

صدقۃ الفطر کی تفصیلات

جو آزاد مسلمان مالِ نصاب کا مالک ہو اور وہ اس کی ضروریات سے زائد ہو، اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے (اختیار شرح مختار) اس نصاب کیلئے یہ شرط نہیں کہ وہ بڑھنے والا مال ہو، ایسے ہی نصاب پر قربانی اور اعزہ کا نفقہ واجب ہے (قاضی خاں) یہ بھی ضروری نہیں کہ اس نصاب پر سال بھر گذر گیا ہو، صدقہ فطر چار طرح کی چیزوں سے ادا کیا جا سکتا ہے، گیہوں، جَو، چھوہارے، کشمش (خزانۃ المفتین، شرح طحاوی) گیہوں کے اندر نصف صاع واجب ہے، جو اور چھوہارے میں ایک صاع، ان میں سے ہر ایک کا آٹا اصل غلے ہی کے حکم میں ہے، البتہ صدقۃ الفطر میں روئی دینا جائز نہیں، البتہ قیمت لگا کر اس کے لحاظ سے روئی دی جا سکتی ہے یہی سب سے صحیح قول ہے، جامع صغیر میں یہ صراحت ہے کہ امام اعظم کے نزدیک کشمش نصف صاع دی جائے کیوں کہ وہ پوری کی پوری کھائی جاتی ہے اور امام صاحب سے ایک دوسری روایت منقول ہے کہ کشمش ایک صاع دے، یہی صاحبین کا مسلک ہے، اور بعض کے نزدیک صدقۃ الفطر کے ادا کرنے میں ایسی چیز کا لحاظ کیا جائے جس میں سے صدقہ دیا جا رہا ہے اور زیادہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قیمت کا اعتبار کیا جائے (محیط سرخسی) آٹا دینا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت گیہوں دینے کے، اور آٹے کے مقابلے میں نقد رقم دینا افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نقد رقم سے فقراء اپنی مختلف النوع ضروریات کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ ان چار چیزوں کے علاوہ کسی اور غلے سے صدقۃ الفطر ادا کرنا صحیح نہیں، ہاں قیمت کا لحاظ کر کے صدقہ دیا جا سکتا ہے، اصل شے کو صدقہ میں دینا نص سے ثابت ہے عین شے کے مقابلے میں قیمت دینا بہتر ہے، اسی پر فتویٰ ہے (جوہرۂ نیرہ) اگر اچھے قسم کا گیہوں نصف صاع دینے کے بجائے چوتھائی صاع دیا جس کی قیمت دوسرے عام گیہوں کے برابر ہو یا ایک صاع جو دینے کے بجائے نصف صاع عمدہ قسم کے جو دیدیے

تو پورا صدقۃ الفطر ادا نہ ہوگا (آدھا ہوگا) جتنی مقدار دی ہے اتنا ہی صدقہ ادا ہوگا اور باقی واجب الادا رہے گا۔ ایک صاع جو کے عوض چوتھائی گیہوں دینا جائز نہیں (محیط سرخسی) اگر نصف صاع جو اور نصف صاع چھوہارے اور ایک من (شرعی وزن کے اعتبار سے) گیہوں، یا نصف صاع جو اور چوتھائی گیہوں دے تو احناف کے نزدیک جائز ہے (بحر الرائق) ایک صاع آٹھ رطل بغدادی کے برابر ہوتا ہے اور بغدادی رطل بیس کا ہموزن ہوتا ہے (تبیین) استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے[1] (شرح وقایہ) وزن کے لحاظ سے گیہوں نصف صاع اور دوسری چیزیں ایک صاع ہوں گی جیسا کہ امام ابو یوسف نے امام اعظم کا ایک قول نقل کیا ہے، کیوں کہ علماء کا صاع کی تعیین میں اختلاف ہی علماء کے اس اجماع کو ثابت کر رہا ہے کہ اس میں وزن کا اعتبار ہے (تبیین)

صدقۃ الفطر یکم شوال کو عید کے دن صبح صادق کے ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے، صبح صادق سے پہلے کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کا صدقہ واجب نہیں ہوتا جو شخص اس وقت سے پہلے مسلمان ہوا یا پیدا ہوا اس پر واجب ہے اسکے بعد پیدا ہونے والے اور مسلمان ہونے والے کے ذمے یہ صدقہ واجب نہیں ہوگا، اگر کوئی محتاج یوم عید سے پہلے مالدار ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، اگر مالدار شخص اس وقت سے پہلے فقیر ہو جائے تو اس پر صدقہ واجب نہیں (محیط سرخسی) جو شخص طلوع فجر کے بعد مرے اس پر صدقہ واجب ہے، اسی طرح جو شخص یوم عید کے بعد محتاج ہو جائے اس پر بھی صدقہ واجب ہے (جوہرۂ نیرہ) اگر عید الفطر سے پہلے صدقہ دیدیا جائز ہے اور کسی مدت کی اس میں تصریح نہیں، یہ صحیح ہے، اگر عید کا دن گذر گیا اور صدقہ نہیں دیا تو صدقہ بدستور واجب رہے گا (ھدایہ) اگر مالک نصاب ہونے سے بیشتر صدقہ دے دیا اور بعد میں نصاب کا مالک ہو گیا تو یہ درست ہے (بحر الرائق) جس شخص نے ماہ رمضان کے پورے روزے کسی عذر بڑھاپا یا بیماری کی وجہ سے نہیں رکھے تو صدقہ فطر اسے بھی دینا پڑیگا، وہ اس کے ذمے سے ساقط نہ ہوگا (تجنیس الملتقط) مضمرات (عید کے دن نماز عید کو نکلنے سے پہلے صدقہ دینا مستحب ہے۔ (جوہرۃ النیرہ)

صدقۃ الفطر عام مشائخ فقہاء کے نزدیک عمر بھر میں کسی وقت بھی ادا کر سکتا ہے (بدائع) صدقۂ فطر اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد کی جانب سے ادا کرنا واجب ہے (کافی) کم عقل اور پاگل آدمی چھوٹے بچے کی حیثیت رکھتے ہیں، خواہ اس کا پاگل پن اصلی (اور دائمی) ہو یا عارضی ہو ظاہر مذہب یہی ہے (محیط) اگر کسی پاگل آدمی یا چھوٹے بچے کے پاس (بقدر نصاب یا نصاب سے زائد) کچھ مال ہو تو اس کے باپ یا اسکے وصی یا دادا یا اسکے وصی کے ذمے ان کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور ان کے غلاموں کا صدقۂ فطر ان کے سرمائے میں سے ادا کرنا چاہئیے، امام اعظم اور ابو یوسف کا قول یہی ہے، البتہ جو بچہ ابھی حمل میں ہے اور پیدا نہیں ہوا اس کا صدقۃ الفطر واجب نہیں ہے کیوں کہ اس کی زندگی کے بارے میں کوئی یقین نہیں ہے (سراج الوہاج) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کسی شخص کا بیٹا یا پوتا مفلس موجود ہے تو اس کی اولاد کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرنا اسکے ذمے واجب نہیں ہے، اسی طرح اپنے نابالغ بچے یا کم عقل لڑکے کے غلاموں کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں ہے، اور ظاہر روایت کے بموجب اگر اسکا مفلس بیٹا (یا پوتا) مر چکا ہے تب بھی یہی مسئلہ ہے (قاضی خاں) کسی بچے کو باندی کے بیک وقت دو شخص بیک وقت اسکے باپ ہونے کا دعوی کریں تو ان میں سے ہر ایک پر اس کا پورا صدقۃ الفطر واجب ہے[2] (ظہیریہ) اگر ان میں سے ہر ایک صاحب سرمایہ ہو اور دوسرا غریب ہو یا

---

[1] مثقال کا ہندی وزن ساڑھے چار ماشہ کے مساوی ہوتا ہے، اسی لحاظ سے ایک ستار ایک تولہ ۸ ماشہ ۲ رتی کے برابر ہوا، اور ایک رطل ۳۳ تولہ ۹ ماشہ ہوتا ہے تو ایک صاع ۸ رطل کے برابر ہوا جسکے دو ستر تولہ بنتے ہیں۔ [2] یعنی ایک باندی جو دو آدمیوں کی مشترک ملک ہو اسکے بچے پر دونوں دعویٰ کریں کہ وہ ان کے نطفے سے ہے، اس صورت میں دونوں سے نسب چلے گا اور دونوں اس کے باپ قرار دیئے جائیں گے۔ ۱۲

مرگیا ہو تو دوسرے پر اس بچہ کا پورا صدقہ واجب ہوگا، البتہ اس بچے کی ماں کا صدقۃ الفطر ان دو شخصوں میں سے کسی کے ذمے لازم نہیں ہے (خلاصہ) ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کرکے اس کے شوہر کے حوالے کردیا تو اب جو عید آئے گی اس میں اس لڑکی کا صدقۃ الفطر باپ کے ذمے واجب نہیں ہے (تاتارخانیہ) جو غلام آدمی کی اپنی خدمت کے لئے ہوں ان کا صدقۃ الفطر اسکے ذمے واجب ہے، وہ غلام چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں، احناف کے نزدیک اپنی مدبرہ باندی اور ام ولد کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا لازم ہے کرائے پر دئے ہوئے غلام کا اور اس غلام کا جس کو تجارتی کاروبار کی اجازت دے رکھی ہو صدقۃ الفطر مالک کے ذمے ہے خواہ غلام قرضے میں مستغرق ہو[1]، اگر کسی مرنے والے نے یہ وصیت کی کہ اس کا غلام فلاں شخص کی خدمت میں مصروف رہے تو اس کا صدقہ فطر اس کے مالک پر واجب ہے، ایسے ہی جو غلام کسی سے مانگ رکھا ہو، یا آدمی کے پاس امانت کی حیثیت سے ہو اور وہ غلام جس نے جان بوجھ کر یا خطاءً کسی کا کوئی جرم کیا ہو، اس کا صدقہ بھی اسی شخص کے ذمے ہے جس کے پاس وہ ہے، کیوں کہ مالک کی ملکیت اس وقت باقی نہیں رہی جب وہ غلام کو اس شخص کے سپرد کردے جس کا اس غلام نے جرم کیا ہے اس سے پہلے غلام کی ملکیت اس شخص سے ختم نہ ہوگی (قاضی خاں) رہن شدہ غلام کی قیمت اتنی ہو کہ قرض کے بعد وہ بقدر نصاب زائد ہوتی ہو تو اس کی طرف سے صدقۃ الفطر بھی دینا ہوگا اور اس کی وجہ سے اپنی طرف سے بھی اس کا صدقہ دینا پڑیگا (تبیین) تجارتی غلاموں کا صدقہ احناف کے نزدیک واجب نہیں، اجازت یافتہ غلام کے غلاموں کا صدقہ بھی آدمی کے ذمے واجب نہیں (قاضیخاں) مکاتب کی طرف سے صدقۃ الفطر نہیں دینا چاہیئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غلام کی ملکیت پوری نہیں اور خود یہ مکاتب غلام بھی اپنا صدقۃ الفطر نہ دے کیونکہ وہ تو محتاج ہے، اپنے مکاتب کے غلام کا صدقۃ الفطر بھی مالک کے ذمے نہیں ہے اور نہ مکاتب کے ذمہ ہے۔ جو غلام جزوی طور پر آزاد ہو، امام اعظم کے نزدیک وہ مکاتب ہی کے حکم میں ہے۔ مالک پر اس کا صدقۃ الفطر لازم نہیں، صاحبین کے نزدیک اسکی حیثیت ایسی ہے جیسے کوئی آزاد شخص جو مقروض ہو اس پر مالدار ہونے کی صورت میں صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں (سراج الوہاج) اگر مکاتب حق مکاتبت ادا کرنے سے عاجز ہو اور پھر غلامی اختیار کرے تو مالک پر گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ لازم نہیں اور اگر وہ خدمتی غلام تھا تو صدقہ فطر واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ایک غلام یا بہت سے غلام دو شخصوں میں مشترک ہوں تو ان کی جانب سے صدقہ فطر واجب نہیں، اگر کسی کا غلام بھاگ جائے، یا کفار کی قید میں ہو یا کوئی غصب کرلے اور دینے سے انکار کرے تو اس صورت میں مالک پر صدقۃ الفطر واجب نہیں اور نہ ان غلاموں پر خود اپنا صدقۃ الفطر دینا واجب ہے (تبیین) اگر فرار شدہ غلام واپس آجائے یا غصب شدہ غلام واپس مل جائے اور عید کا دن گذر گیا ہو تو اس کی جانب سے صدقہ فطر اس عید کا واجب ہے (قاضی خاں) اگر بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کے لئے شرط خیار کے ساتھ کوئی غلام خریدا، یا کسی تیسرے شخص کیلئے شرط خیار[2] کی اور خیار کی اسی مدت میں عید گذر گئی تو اس کا صدقۃ الفطر موقوف رہے گا، یعنی اگر معاملہ پورا ہوگیا تو خریدار پر صدقہ واجب ہے اور اگر معاملہ ٹوٹ گیا تو اس غلام کا صدقہ بیچنے والے کے ذمے ہے، لیکن اگر خریدار نے غلام پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد اسے لوٹایا تو اس صورت میں خریدار پر صدقہ واجب ہے (خزانۃ المفتین) اگر بالکل پختہ معاملہ کرکے غلام کو خرید لیا مگر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے عید کا دن گذر گیا،

---

[1] یعنی غلام کی قیمت کے برابر اس غلام کے سلسلے میں مالک نے قرض لے رکھا ہو [2] شرط خیار کی اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ دو شخصوں نے خرید فروخت کا کوئی معاملہ اس شرط کے ساتھ کیا کہ دو روز یا تین روز کے عرصہ میں اگر خریدار چیز کو واپس کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اسی طرح بیچنے والا اگر چاہے تو متعینہ عرصہ کے اندر اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔ ۱۲

پھر خریدار نے اس پر قبضہ کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے، اور اگر قبضہ سے پہلے غلام مرگیا تو بیچنے اور خریدنے والوں میں سے کسی پر صدقہ واجب نہ ہوگا، (سراج الوہاج) اگر غلام کی بیع فاسد ہوئی اور خریدار نے عید گذرنے کے بعد اس پر قبضہ کیا اور قبضہ کرکے اسے آزاد کردیا تو اس غلام کا صدقۃ الفطر بیچنے والے پر واجب ہوگا، اگر عید سے پہلے خریدار نے قبضہ کرلیا اور عید کے بعد اس نے اسے آزاد کردیا، یا پھر اسے اصل مالک نے واپس لے لیا، اس صورت میں خریدار کے ذمے غلام کا صدقۃ الفطر ہے (قاضی خاں)، صدقہ کرنے کی غرض سے غلام خریدا تو اس کا صدقۃ الفطر واجب ہے (تاتارخانیہ) بیوی کے مہر میں کسی غلام کو دیدیا تو اس میں کچھ تفصیل ہے، اگر خاص طور پر وہی غلام مہر میں دیا ہے تو بیوی پر اس کا صدقۃ الفطر واجب ہے خواہ اس نے غلام کو اپنے قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو، کیوں کہ وہ غلام نکاح کرتے ہی بیوی کی ملک میں چلا گیا، اگر صحبت سے قبل بیوی کو طلاق دیدی پھر عید آئی، اور غلام پر عورت نے قبضہ نہیں کیا تو اب کسی ایک پر اسکا صدقۃ الفطر واجب نہیں ہے، اور اگر عورت نے قبضہ کرلیا تھا تب بھی اصح قول کے مطابق یہی حکم رہے گا (خزانۃ المفتین) اگر مہر میں وہ غلام متعین نہیں تھا تب بھی یہی حکم ہے (تاتارخانیہ) اگر کسی شخص نے اپنے غلام سے یہ کہا کہ تو عید الفطر کے دن آزاد ہے تو (اسکے قول کے مطابق) جب عید کا دن آئیگا وہ غلام آزاد ہو جائے گا اور اسکے آزاد ہونے سے قبل مالک پر اس کی طرف سے صدقۃ الفطر بلا فصل واجب ہے (جوہرہ نیرہ، قاضیخاں) اپنی بیوی اور بڑی اولاد کا صدقۃ الفطر مرد کے ذمے نہیں ہے، اگرچہ ان کے اخراجات وہی اٹھاتا ہو، اگر ان کی جانب سے ان کی خواہش کے بغیر صدقۃ الفطر ادا کردیا تو استحساناً صدقہ ادا ہو جائے گا (ہدایہ) اسی پر فتویٰ ہے (قاضی خاں) پھر جن لوگوں کی پرورش اور نان نفقہ کا آدمی ذمے دار نہ ہو ان کا صدقۃ الفطر اسے نہیں دینا چاہیئے، لیکن اگر وہ کہیں تو دے سکتا ہے (محیط) دادا، دادی اور جن لوگوں کا خرچ آدمی اخلاقاً (یا مروتاً) برداشت کرتا ہو، ان کا صدقۃ الفطر اس کے ذمے نہیں ہے (تبیین) ماں باپ کا صدقہ بھی بیٹے کے ذمے واجب نہیں چاہے ان کا خرچہ وہی اٹھاتا ہو، کیوں کہ اس کو ماں باپ پر ولایت حاصل نہیں جس طرح بڑی اولاد کا صدقہ باپ کے ذمہ نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) کوئی شخص چھوٹے بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کے اخراجات اٹھاتا ہو تو اسکے ذمہ ان کا صدقۃ الفطر واجب نہیں (قاضیخاں) صدقۃ الفطر کے وجوب کے سلسلے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ صدقہ کا وجوب ولایت اور ذمے داری سے وابستہ ہے، جس کی ولایت اور نفقہ آدمی کے ذمے ہو اس کی طرف سے صدقۃ الفطر بھی اس پر واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں (شرح طحاوی) ہر ایک کا صدقہ فطر ایک مسکین شخص کو دینا واجب ہے، دو آدمیوں کو یا زیادہ کو دینا جائز نہیں، ایک پوری جماعت کا صدقہ فطر ایک مسکین کو دیا جا سکتا ہے، (تبیین) اگر کسی کے ذمے زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا نذر، اور کفارہ وغیرہ واجب تھا اور اس کا انتقال ہوگیا تو احناف کے نزدیک اس کی میراث میں سے زکوٰۃ وغیرہ وصول نہیں کی جائیگی، ہاں اسکے وارث اگر بطور احسان اور ثواب کی خاطر یہ واجبہ صدقات ادا کردیں، تو ایسا جائز ہے لیکن دینے کیلئے انھیں مجبور نہیں کیا جاسکتا، کسی شخص نے یہ وصیت کردی کہ اس کی واجب شدہ زکوٰۃ یا دوسرے واجبہ صدقات اسکے ترکے میں سے ادا کئے جائیں، تو یہ جائز ہے اور اسکی وصیت اسکے تہائی مال میں سے پوری کی جائیگی (جوہرۃ النیرۃ) اگر کسی عورت سے خاوند نے صدقہ فطر دینے کیلئے کہا اور اس نے شوہر کے صدقہ کے گیہوں اپنے صدقے کے گیہوں میں ملاکر کسی محتاج کو دیدئے اور خاوند سے اجازت نہیں لی تو امام اعظم کے نزدیک عورت کا صدقۃ الفطر ادا ہو جائے گا خاوند کا نہ ہوگا (ظہیریہ) ایک شخص نے اپنی بیوی اور بال بچوں کی طرف سے صدقۃ الفطر کے گیہوں پیمانے سے ناپ ناپ کر نکالے اور ان سب کو اکٹھا کرکے سب کی نیت کرکے مستحقین کو دیدیا تو سب کا صدقہ ادا ہو جائیگا، صدقۃ الفطر کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف گذر چکا (خلاصہ)

تم کتاب الزکوٰۃ

کتاب الصوم!

روزہ کے مسائل

یہ سات ابواب پر مشتمل ہیں

باب اوّل

اس باب میں روزہ کی تعریف، اس کی تقسیم اور انواع، اس کے اسباب، اوقات اور شرائط بیان کئے گئے ہیں

روزہ کسے کہتے ہیں طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی اختلاط سے پرہیز کرنے کا نام روزہ ہے بشرطیکہ جو شخص روزہ رکھنے کا اہل ہے وہ عبادت اور ثواب (اور دینی حکم) سمجھتے ہوئے روزہ رکھے (الکافی)

روزے کی نوعیتیں روزے کی تین قسمیں ہیں، فرض، واجب، نفل، پھر فرض کی دو قسمیں ہیں، فرض معین جیسے رمضان کے روزے اور فرض غیر معین جیسے کفارے کے روزے اور رمضان کے قضا روزے، اسی طرح واجب کی بھی دو قسمیں ہیں، واجب معین جیسے نذر کے روزے اور واجب غیر معین جیسے مطلق نذر کے روزے۔ اور نفلی روزے سب کے سب ایک ہی قسم میں داخل ہیں (التبیین)

روزے کے اسباب اور وجوہ یہ متعدد ہیں، نذر کے اور کفارے کے روزے ہیں اس کا سبب قسم اور جرم قتل ہے اور سبب قضا بھی ہے جو وجوب کا سبب تھا[1] (فتح القدیر) ماہ رمضان کے روزوں کا سبب ابو زید فخر الاسلام اور صدر الاسلام کے نزدیک ہر دن کا وہ پہلا جز ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا (الکشف الکبیر) غایۃ البیان میں ہے، کہ میرے نزدیک یہی حق ہے اور امام الہندیؒ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے (النہر الفائق)

اگر رمضان کی پہلی شب میں تندرست ہے اور صبح کے وقت جنون کا دورہ پڑ گیا اور پورے مہینے جنون کی حالت طاری رہی تو اسکے ذمے ان روزوں کی قضا نہیں ہے جیسا کہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے (البحر الرائق) اور اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ)

---

[1] یعنی جس بنا پر اصلاً اور ابتدائً یہ روزے واجب تھے ان کی قضا کے واجب ہونے کا بھی وہی سبب ہے۔

اسی طرح اگر رمضان کی درمیانی شب میں تندرست تھا اور صبح کو پاگل ہو گیا تو اس پر بھی ان روزوں کی قضا نہیں ہے (المحیط، البحر الرائق) اور صحت سے ایسی صحت مراد ہے جس میں پاگل پن بالکل دور ہو جائے، اگر کچھ نہ کچھ مرض کا اثر اس کی باتوں اور بول چال میں باقی رہا تو اسے افاقہ اور صحت نہیں کہیں گے (زاہدی)

روزے کا وقت

فجر ثانی کے طلوع سے شروع ہوتا ہے، فجر ثانی سے مراد افقِ مشرق میں روشنی پھیل جانا ہے اور غروب آفتاب پر روزے کا وقت پورا ہو جاتا ہے، اختلاف اس بات میں ہے کہ صرف طلوع فجر کا اعتبار ہے یا اسکے پھیلنے اور پھوٹنے کے بعد تک روزے کا وقت ہے۔ شمس الائمہ حلوائیؒ کے نزدیک پہلا قول زیادہ احتیاط پر مبنی ہے اور دوسرا قول گنجائش و وسعت کا پہلو رکھتا ہے (المحیط) اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں (خزانۃ الفتاویٰ کتاب الصلوٰۃ) اگر اس خیال سے سحری کھائی کہ ابھی رات ہے اور فی الواقع سحر ہو چکی تھی یا غروب شمس کے خیال سے افطار کر لیا حالانکہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا تو اس روزے کی قضا کرے گا کفارہ نہیں دیگا، کیونکہ اس نے جان بوجھ کر پیشگی افطار نہیں کیا (المحیط السرخسی) اگر طلوع فجر میں کچھ شبہ ہے تو افضل یہ ہے کہ کھانا پینا چھوڑ دے لیکن اگر اس وقت کھا لیا تو اسکا روزہ ہو گیا جب تک اس بات کا یقینی طور پر پتہ نہ چل جائے کہ اس نے طلوع فجر کے بعد کھایا ہے اور اس صورت میں اس روزے کی قضا کرے (فتح القدیر) اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ صبح ہونے کے بعد اس نے سحری کھائی ہے تو اس روزہ کی قضا واجب ہے اور سکے ظنِ غالب کے مطابق، اسی میں احتیاط ہے، ہاں ظاہر روایت کے مطابق اس پر قضا واجب نہیں (ہدایہ) اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) یہ اس صورت میں ہے جبکہ صبح کا ہونا یا نہ ہونا واضح اور ظاہر نہ ہو اگر یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہوگئی کہ طلوع فجر کے بعد سحری کھائی ہے تو اس پر قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا (التبیین)

اگر دو شخص اس بات کی گواہی دیں کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی اور دو طلوع فجر کی گواہی دیں، پھر یہ بات کھلی گئی کہ طلوع فجر ہو چکی تھی، تو اب اس شخص پر سب کے نزدیک قضا بھی واجب ہوگی اور کفارہ بھی، اور اثبات کی گواہی قبول کی جائے گی اور انکار کی گواہی جب اس کے خلاف واقع ہو تو وہ معارض قرار پا کر اثبات کی شہادت کو رد نہیں کر سکتی جیسا کہ حقوق العباد میں قاعدہ ہے [۱]

اگر ایک شخص نے طلوع فجر کی گواہی دی اور دوسرے نے طلوع فجر کے نہ ہونے کی، پھر اس نے سحری کھائی، اس کے بعد پتہ چلا کہ واقعۃً صبح ہو چکی تھی تو اب اس پر کفارہ واجب ہوگا کیوں کہ طلوع فجر میں ایک آدمی کی شہادت کے بارے میں پوری حجت نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سحری کھاتے وقت کچھ لوگ اس کے پاس پہنچے اور انھوں نے طلوع فجر کی گواہی دی تو اس شخص نے کہا، اب تو میں روزہ دار ہی نہیں رہا اور میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر کھانے لگا، اس کے بعد حقیقت حال ظاہر ہوئی کہ اس نے پہلے جو کھانا کھایا تھا وہ طلوع فجر سے قبل کھایا تھا اور دوسری بار فجر ہونے کے بعد کھایا (اس کے متعلق) حاکم ابو محمد فرماتے ہیں کہ اگر وہ (گواہی دینے والے) ایک جماعت تھی اور اس نے ان کی تصدیق کی تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر طلوع فجر کی گواہی دینے والا ایک آدمی تھا خواہ وہ عادل ہو یا نہ ہو تو اب اس پر کفارہ واجب ہے کیونکہ ایسی صورتوں میں ایک شخص کی گواہی قبول نہیں کی جاتی (خلاصہ) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا، ذرا دیکھنا صبح ہوئی کہ نہیں؟ وہ دیکھنے کے بعد لوٹی اور بولی کہ ابھی صبح نہیں ہوئی تب اس کے خاوند نے اس سے صحبت کی، پھر پتہ چلا کہ فجر ہو چکی تھی، بعض کے نزدیک اگر وہ عورت ثقہ تھی اور مرد نے اس کی تصدیق کی تو اب اس پر کفارہ نہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ مرد پر کسی حال میں کفارہ نہیں، عورت پر کفارہ ہوگا اگر طلوع فجر کا علم ہونے کے باوجود اس نے روزہ توڑا ہے (قاضی خاں، خلاصہ) اگر سورج کے غروب ہونے میں شبہ ہے تو افطار جائز نہیں (الکافی)

---

[۱] یعنی کچھ گواہ طلوع فجر کے ہوں اور کچھ گواہ یہ گواہی دیں کہ فجر طلوع نہیں ہوئی تو اس صورت میں فجر نہ ہونے کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔

اگر اس نے کھا لیا اور اسے غروب فجر کا ٹھیک پتہ نہ چلا تو روزے کی قضا واجب ہے، کفارہ ایک روایت کے مطابق ہے، دوسری روایت کے مطابق کفارہ نہیں ہے (التبیین) فقیہ ابوجعفر کے نزدیک وجوبِ کفارہ کا قول پسندیدہ ہے (فتح القدیر) اگر یہ بات محقق ہو جائے کہ واقعی اس نے غروب آفتاب سے پہلے افطار کر لیا ہے تو اس پر کفارہ واجب ہے (التبیین) اگر اس نے اس ظن غالب کے ساتھ افطار کر لیا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تو اس پر قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی، کیوں کہ ابھی دن کا باقی رہنا ثابت ہے اور اسی کے ساتھ اس کا غالب گمان بھی یہ ہے تو گویا یقینی طور پر دن کا ہونا معلوم ہو گیا (قاضی خاں) خواہ یہ بات ظاہر ہو یا نہ ہو کہ اس نے غروب سے پہلے افطار کیا ہے یا نہیں (التبیین) اگر دو آدمی یہ گواہی دیں کہ سورج چھپ گیا اور دوسرا یہ کہے کہ ابھی سورج نہیں چھپا پھر اس نے افطار کر لیا اور بعد میں پتہ چلا کہ اس وقت سورج واقعتاً نہیں چھپا تھا تو اب اس پر سب کے نزدیک قضا واجب ہے کفارہ نہیں (قاضی خاں) اگر اندازے سے سحر کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ خود یا کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے طلوع فجر کو معلوم نہیں کر سکتا، شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اپنے غالب گمان کے تحت سحری کھا لے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے جبکہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جن پر طلوع سحر کا حال چھپا نہیں رہ سکتا اور اگر ان میں سے ہے جن کو صبح کے ہونے کی خبر نہیں ہو سکتی تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا ترک کر دے، اور اگر سحری کے نقارے کی آواز پر سحر کھانے کا ارادہ کیا ہے تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ نقارہ کی آواز ہر طرف پہنچتی ہے، البتہ اگر نقارے کی ایک ہی صدا سنی اور نقارچی کے عادل ہونے کا اسے علم ہے تو اس آواز پر بھروسہ کر کے سحر کھا لے اور اگر اس کا حال اسے معلوم نہیں تو احتیاط کرے اور سحر نہ کھائے، اگر مرغ کی بانگ کا اعتبار کر کے کھانا کھا لیا تو بعض مشائخ نے اس کا انکار کیا ہے (اور اسے ناجائز قرار دیا ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے جبکہ اس نے متعدد بار مرغ کا تجربہ کیا ہو کہ وہ ٹھیک وقت پر بانگ دیتا ہے، شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ظاہر روایت میں یہ ہے کہ اندازہ سے افطار کرنا جائز ہے (المحیط)

روزے کی شرائط

شرط وجوب اسلام، ہوش اور بلوغ ہے، وجوبِ ادا کی شرط تندرستی اور قیام ہے[۱]، صحتِ ادا کی شرط نیت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے (الکافی، نہایہ) اور نیت یہ ہے کہ اس کا قلب یہ جانتا ہو کہ وہ روزہ رکھ رہا ہے (خلاصہ، محیط سرخسی) اور سنت یہ ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرے (النہر الفائق) پھر احناف کے نزدیک رمضان میں ہر روز نیت ضروری ہے (قاضی خاں) اور سحری کھانا رمضان میں نیت (کی علامت) ہے جیسا کہ نجم الدین نسفی نے ذکر کیا ہے، ایسے ہی کسی اور روزے کیلئے رمضان کے علاوہ سحری کھانا (نیت کی علامت ہے) اگر سحری کھائی اور ارادہ یہ کیا کہ صبح کو روزہ نہیں رکھیگا تو روزہ کی نیت نہیں ہوگی، اگر رات سے روزے کی نیت کی پھر طلوع فجر سے پہلے پہلے اپنی یہ نیت ختم کر دی تو سب (فرضی و نفلی) روزوں میں اس کا اعتبار ہوگا (سراج وہاج) اگر یہ کہا کہ ان شاء اللہ میں کل روزہ رکھوں گا تو نیت صحیح ہو جائیگی یہی صحیح ہے (ظہیریہ) اور اگر یہ نیت کی کل کسی دعوت میں مجھے بلایا جائیگا تو روزہ نہیں رکھونگا ورنہ روزہ رکھونگا تو اس طرح کی نیت سے وہ روزہ دار نہیں ہوگا، اگر رمضان میں صبح کے وقت نہ تو روزے کی نیت کی، اور نہ

---

[۱] یعنی صحت اس قابل ہو کہ روزہ رکھ سکتا ہو اور مسافر نہ ہو اس وقت روزہ رکھنا واجب ہے اور شرط وجوب اور شرط ادا میں فرق یہ ہے کہ وجوب کا مطلب تو یہ ہے کہ ہر بالغ صحیح الحواس مسلمان پر روزہ واجب ہے، اس وقت رکھنا کس وقت واجب ہے اس وقت جب آدمی صحت مند ہو اور مقیم ہو، شرعی نقطہ نظر سے مسافر نہ ہو، اگر اتفاقاً رمضان میں سفر درپیش ہے یا بیمار ہو گیا یا عورت حائضہ ہے یا زچگی میں ہے تو اس وقت رمضان ہونے کے باوجود روزہ رکھنا واجب نہ ہوگا، ۱۲

دن میں کچھ کھایا پیا جبکہ اسے یہ علم ہے کہ رمضان کا مہینہ ہے (اس ذیل میں) شمس الائمہ حلوانی نے فقیہ ابوجعفر کے واسطے سے ہمارے اصحاب کی دو روایتیں اس کے روزہ دار ہونے کے بارے میں نقل کی ہیں، زیادہ ظاہر یہی قول ہے کہ وہ روزہ دار نہیں سمجھا جائیگا (المحیط) اگر روزہ دار نے روزہ توڑنے کی نیت کی لیکن نیت کے علاوہ (روزہ توڑنے کیلئے) کھایا پیا نہیں تو اس کا روزہ پورا ہو جائے گا (ایضاح الکرمانی)

اور نیت کے وقت (اگلے دن کے روزہ کے لئے) سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، غروب آفتاب سے پہلے نیت درست نہیں (محیط سرخسی) اگر غروب آفتاب سے قبل کل کے روزے کی نیت کی پھر سو گیا یا بے ہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا حتی کہ اگلے دن کا سورج بھی ڈوب گیا تو یہ جائز نہیں[1]، اور اگر غروب آفتاب کے بعد نیت کی تو جائز ہے[2] (خلاصہ)

رمضان کے، نذر معین کے، اور نفلی روزے کیلئے اسی دن کے روزے کی نیت کر لینا صحیح ہے، مطلق روزے کی نیت کر لینا بھی جائز ہے. نفل روزے کی نیت رات سے لیکر اگلے دن تک دوپہر سے پہلے پہلے کر لینا جائز ہے (جامع الصغیر) قدوری نے اس کے اور زوال کے درمیان[3] کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور صحیح پہلا قول ہے اور (نیت کے ذیل میں) مقیم اور مسافر اور تندرست اور مریض میں کوئی فرق نہیں ہے (التبیین) زوال سے پہلے نیت کرنا جائز ہے جبکہ طلوع فجر کے بعد سے ابتک کوئی کھانے پینے یا صحبت وغیرہ کا کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو روزے کو توڑ دیتا ہو، نہ قصداً نہ بھولے سے، ورنہ اسکے بعد نیت درست نہ ہوگی (شرح الطحاوی) اگر دن میں روزے کی نیت کی تو یہ نیت کرے کہ وہ شروع دن سے روزہ دار ہے، نیت کرنے کے وقت سے روزہ دار ہونے کی نیت درست نہیں ورنہ روزہ دار نہ ہوگا (الجوہرۃ النیرۃ، سراج الوہاج) اگر رمضان کی رات میں اس پر بے ہوشی طاری ہوئی یا دن میں ہوئی تو اگر زوال سے پہلے اسے ہوش آگیا اور اس نے روزے کی نیت کر لی تو کافی ہے، یہی مجنون کا حکم ہے[4] (محیط السرخسی) اسی طرح اگر کوئی شخص نعوذ باللہ رمضان کے دن میں اسلام سے پھر گیا، اور پھر اسلام میں لوٹ آیا اور زوال سے روزے کی نیت کر لی تو اس کا روزہ ہو جائے گا (قاضی خاں) افضل یہ ہے کہ اس روزے کی نیت رات سے کرے جس کی دن میں بھی نیت کرنا درست ہے (خلاصہ) اور یہ کہ نیت تعیین کے ساتھ کیجائے[5] (اختیار شرح المختار) اگر رمضان میں کسی دوسرے واجب روزے کی نیت کر لی تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا اس میں دوسرے واجب روزے کی ادائیگی نہ ہوگی اور اس شکل میں امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک مقیم و مسافر دونوں کا ایک ہی حکم ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر مسافر ماہ رمضان میں کسی دوسرے واجب روزے کی نیت کرے تو وہ واجب روزہ ادا ہو جائے گا اور اگر اس نے نفلی روزے کی نیت کی تو اس میں دو روایتیں ہیں (کافی) اور صحیح تر یہ ہے کہ اس صورت میں رمضان ہی کا روزہ ہوگا (محیط) اور مریض کے بارے میں صحیح روایت یہ ہے کہ اگر وہ (مسافرت میں) نفلی روزہ رکھ لے تو وہ رمضان ہی کا روزہ ہوگا (کافی) اگر مسافر اور مریض ماہ رمضان میں مطلق روزے کی نیت کریں تو وہ رمضان ہی کا روزہ ہوگا (محیط) نذر معین کا معاملہ یہ ہے کہ اگر اس میں دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھا جیسے قضاء رمضان یا کفارہ رمضان تو وہ اسی واجب کا روزہ ہوگا اور اس کو اپنے نذر والے روزے کی قضاء

---

[1] یعنی وہ اگلے دن جو وہ مسلسل بے ہوش رہا یا سوتا رہا اور اس نے کچھ کھایا پیا نہیں تو اس کا روزہ شمار نہیں ہوگا [2] یعنی پھر وہ اگلے روز تک بے ہوش پڑا رہا یا سوتا رہا تو اب اس کا روزہ شمار ہوگا [3] یعنی طلوع فجر اور زوال کے درمیان روزے کی نیت کر لی. [4] کوئی شخص پہلے سے پاگل تھا وہ رمضان میں دن کے وقت زوال سے پہلے ہوش آگیا اور اس نے روزے کی نیت کر لی تو اس کا روزہ صحیح ہوگا [5] یعنی جس قسم کا فرض، واجب، نفل روزہ ہے اس کی تعیین کر لے.

رکھنی پڑے گی[۱] (السراج الوہاج) یہی زیادہ صحیح ہے (بحر الرائق) قضاء اور کفارہ کے روزوں کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ رات سے روزہ کی نیت کرے اور جس قسم کا روزہ ہو اس کی بھی تعیین کرے، (النقایہ) نذر مطلق کا حکم بھی یہی ہے (سراج الوہاج) اگر قیدی کو ماہ رمضان کے (شروع ہونے کے بارے میں) کچھ شک ہے اور اس نے اندازاً روزہ رکھ لیا تو جائز ہے جبکہ یہ روزے رمضان کے بعد رکھے ہوں اور وہ عید کے یا تشریق کے ایام نہ ہوں اور روزے کی رات ہی سے نیت کی ہو، اگر یہ روزے رمضان سے پہلے رکھے ہوں تو فرض روزے ادا نہ ہوں گے (محیط) اور قضا کی نیت اس میں شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے کیوں کہ اس نے رمضان کے اس روزے کی نیت کی ہے جو اس کے ذمّے واجب تھا (بدائع) اگر یہ قضاء روزے شوال میں رکھے اور اس سال اتفاق سے رمضان و شوال کے دونوں مہینے ۳۰، ۳۰ دن کے ہوں یا دونوں ۲۹، ۲۹ دن کے ہوں تو اس کے ذمّے ایک دن کی قضا لازم ہوگی[۲]، اگر رمضان ۳۰ دن کا ہو اور شوال کا مہینہ ۲۹ دن کا ہو تو دو دن کی قضا کرنی ہوگی اور اگر رمضان ۲۹ دن کا تھا، اور شوال ۳۰ دن کا تو کسی دن کی قضا لازم نہیں ہے، اگر اس کے روزے ماہ ذی الحجہ میں واقع ہوئے تو پھر اسی حساب کے مطابق دیکھا جائیگا کہ اس سال رمضان اور ذی الحجہ دونوں ۳۰، ۳۰ دن کے یا ۲۹، ۲۹ دن کے تھے تو اس کے ذمے چار دن کی قضا لازم ہوں اگر ماہ رمضان ۲۹ دن کا اور ماہ ذی الحجہ ۳۰ دن کا ہو تو ۳ دن کی قضا لازم ہے، اگر رمضان ۳۰ دن کا تھا اور ذوالحجہ ۲۹ دن کا، تو پانچ دن کی قضا لازم ہے

اگر اس نے یہ روزے ذی قعدہ یا کسی اور مہینے میں رکھے … تو اگر رمضان کا مہینہ اور یہ دوسرا مہینہ پورے ۳۰ دن کے ہوں یا دونوں ۲۹ دن کے ہوں یا دوسرا مہینہ پورا ۳۰ دن کا ہو تو اب اس کے ذمّے کسی دن کی قضا لازم نہیں ہے اور رمضان ۲۹ دن کا تھا، اور یہ دوسرا مہینہ پورے ۳۰ دن کا … تو اب ایک دن کی قضا لازم ہوگی (سراج الوہاج) اگر کوئی شخص دار الحرب میں لاعلمی کی بنا پر رمضان سے پہلے رمضان کے روزے رکھے اور ہر سال اسی طرح رکھتا رہے تو سب کے نزدیک پہلے سال کے روزے ادا نہ ہوں گے لیکن کیا دوسرے سال کے روزے سال اوّل کی اور تیسرے سال کے روزے سال دوم کی قضا شمار ہوں گے یا نہیں؟ فقیہ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اگر اس نے مبہم طور پر (ان دونوں سالوں میں) مطلق رمضان کے روزوں کی نیت کی تھی تو روزے ادا ہو جائیں گے اور اگر وضاحت کے ساتھ یہ نیت کی کہ دوسرے سال کے روزوں کی نیت کرتا ہوں تو فرض روزے ادا نہ ہوں گے، یہی زیادہ صحیح ہے (محیط) اگر ایک رمضان کے دو روزوں کی قضا واجب ہو تو نیت اس طرح کرنی چاہیئے، میں اس رمضان کے پہلے روزے کی نیت کرتا ہوں جس کی قضا مجھ پر لازم ہے، اگر پہلے روزے کی تعیین نہ کی تب بھی روزہ ادا ہو جائے گا اور اس صورت میں بھی یہی مسئلہ ہے جب اس کے ذمے دو رمضان کے دو روزوں کی قضا واجب ہو، یہی مختار قول ہے، بلکہ اگر مطلق قضاء روزے کی نیت کی، کوئی اور

---

[۱] یعنی اگر یہ نذر مانی تھی کہ وہ شوال کی ہر تاریخ کو یا آئندہ جمعہ کو روزہ رکھوں گا، اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا، اب اس معین دن میں اگر اس نذر روزے کے بجائے اس نے اپنے اوپر لازم کفارے کا یا قضاء رمضان کا روزہ رکھ لیا تو اب نذر معین کے روزے کی قضا کرے اور اس دن کا روزہ اس کی نیت کے مطابق ادا ہوگا [۲] یعنی کفارے کے روزے کیلئے ساٹھ روزے مسلسل رکھنا شرط ہیں، اب ایک ایک دن کی کمی اس لئے نظر انداز کردی جائے گی، کہ شوال کے مہینے میں بہرحال اسے ایک روزہ عید الفطر کے دن کا کم کرنا پڑے گا، اس لحاظ سے اگر شوال بھی ۲۹ ہی دن کا واقع ہوا تو گویا اس ماہ میں اس کے ۲۸ روزے ہوئے اور قمری اور شرعی تقویم کے اعتبار سے ۲۸ دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا، لہٰذا بہرحال اس کو ۲۹ دن کا مہینہ پورا کرنے کے لئے ایک دن کا روزہ اور رکھنا پڑے گا - ۱۲ -

نیت نہ کی تب بھی روزہ ہو جائے گا، اگرچہ کسی قسم کا تعین نہ کیا ہو (خلاصہ)

کسی محتاج شخص نے رمضان میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا اور اس بنا پر اس نے اکسٹھ ۶۱ روزے رکھے، ایک قضاء کے طور پر اور باقی کفارے کی حیثیت سے لیکن اس نے قضاء روزے کا دن متعین نہیں کیا[1]، تو یہ جائز ہے (فقیہ ابو اللیث بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں) اگر دو مختلف نوع کے روزوں کی نیت کی جو مؤکد اور فرض ہونے کے لحاظ سے ایک درجے کے ہوں تو ان میں جس کو (کسی لحاظ سے ترجیح حاصل ہو اسی نوع کا روزہ تسلیم کیا جائے گا[2] لیکن اگر ایک کو دوسرے پر کسی طرح ترجیح نہ دی جا سکے تو ہر دو نوع کے روزے ادا نہ ہوں گے[3]، اگر ایک شخص نے قضاء رمضان کی بھی نیت کر لی اور اسی روزے میں نذر کی بھی نیت کر لی تو استحسان کے قاعدے سے وہ قضاء رمضان کا روزہ شمار ہوگا اگر رات سے یا دن میں نفل اور نذر معین کے روزے کی نیت کر لی یا رات سے نذر معین اور کفارہ کی نیت کی تو سب کے نزدیک نذر معین کا روزہ ادا ہوگا (سراج الوہاج) اگر ایک ساتھ قضاء رمضان کی اور کفارۂ ظہار کی نیت کی، تو اس صورت میں بہ طور استحسان قضاء کا روزہ ادا ہوگا (قاضی خاں) اگر عزمی طور پر قضاء رمضان کی اور نفلی روزے کی نیت کی تو امام ابو یوسف کے قول کے مطابق وہ روزہ قضاء رمضان کا ادا ہوگا امام اعظم سے بھی یہی روایت منقول ہے (ذخیرہ) اگر کفارۂ ظہار اور کفارہ قتل کی، یا قضاء رمضان کی اور کفارۂ قتل کی ایک ساتھ نیت کی تو سب کے نزدیک کفارہ قتل کی نیت صحیح ہوگی (محیط) اگر کسی کفارے کی اور نفل کی ایک ساتھ نیت کی تو استحسان کے پیش نظر وہ روزہ کفارہ کا ادا ہوگا (ذخیرہ) حیض کے دوران عورت روزہ کی نیت کرے اور طلوع فجر سے پہلے پہلے وہ پاک ہو جائے تو اس کا روزہ درست ہوگا (سراج الوہاج) اگر قسم کے کفارہ کی اور قضا کی نیت کی تو نہ کفارہ کا روزہ ہوگا نہ قضا کا کیوں کہ امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں روزے متعارض ہیں اور امام محمد کے نزدیک دونوں روزے ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رکھے جائیں گے۔ ہاں نفل روزہ ادا ہو جائے گا (محیط) اگر صبح ہونے کے بعد قضاء روزے کی نیت کی تو قضاء روزہ ادا نہ ہوگا مگر اب نفل روزہ شروع ہو جائے گا اسکو توڑے گا تو قضا اس کے ذمے واجب ہو جائے گی (ذخیرہ)

دوسرا باب

چاند دیکھنے کا بیان اور اس کے احکام

یہ عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور شرعاً واجب بھی ہے کہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو سورج غروب ہونے کے وقت چاند کو ڈھونڈیں اگر چاند نظر آجائے تو اگلے دن روزہ رکھیں بادل ہو (اور چاند نظر نہ آئے) تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں (اختیار شرح مختار) اسی طرح سے شعبان کا حساب پورا کرنے کیلئے یہ بھی واجب ہے کہ (رجب کی ۲۹ تاریخ کو) شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں

یہ بات مختلف فیہ ہے کہ رویتِ ہلال کے سلسلے میں باکمال اور عادل نجومیوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح قول یہ ہے کہ ان کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا (سراج الوہاج) خود نجوم جاننے والے کو بھی اپنے نجومی نقشے پر عملدرآمد کرنا جائز نہیں[4] (معراج الدرایہ)

---

[1] بلکہ ایک ساتھ اکسٹھ روزے رکھتا چلا گیا [2] ظہار کا کفارہ اور قتل کا کفارہ، کسی شخص کے ذمے یہ دونوں روزے ہوں اور اس نے ایک ساتھ دونوں کی نیت کر لی [3] البتہ جو روزے یہ رکھ چکا ہے ان کی حیثیت نفلی روزوں کی ہو جائے گی [4] نجوم ایک عقلی فن ہے جس میں غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں، اس لحاظ سے شریعت نے اپنی ایک اہم عبادت کو کسی ایسی چیز سے وابستہ نہیں کیا جو بجائے خود مشتبہ ہو یا جس کا دار و مدار صرف چند ذہین اور باکمال لوگوں پر ہو، رویتِ ہلال کا تعلق اس بات سے اتنا نہیں کہ فی الواقع افق آسمان پر چاند طلوع ہوا یا نہیں جتنا اس بات سے کہ انسان اپنی مدنی زندگی کی ہر سطح پر ایک یکساں قسم کے سادہ سے ضابطے پر آسانی سے عمل کر سکے جس میں کوئی الجھن اور پیچیدگی پیش نہ آئے۔

چاند دیکھنے کے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے (ظہیریہ) اگر زوال سے پہلے یا بعد میں چاند نظر آیا تو اس بنا پر نہ تو رمضان کا روزہ رکھا جائے گا اور نہ (عید کا دن تصور کر کے) روزہ توڑا جائے گا، وہ چاند آئندہ شب کا چاند سمجھا جائے گا، یہی مختار قول ہے (خلاصہ) اگر آسمان پر ابر ہو تو رمضان کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی معتبر ہوگی جبکہ وہ شخص مسلمان، عادل، عاقل اور بالغ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت ہو غلام ہو یا آزاد ہو، اسی طرح ایک شخص کی شہادت دینے کی دوسرا شخص گواہی دے تو وہ معتبر ہوگی[1] اگر کسی شخص پر حدِ قذف جاری ہوئی تو ظاہر روایت کے مطابق وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد اس کی بھی شہادت رویتِ ہلال کے سلسلہ میں قبول کر لی جائیگی (قاضی خاں) جس شخص کا حال معلوم نہ ہو[2] (کہ وہ شرائط شہادت پر پورا اترتا ہے یا نہیں) تو بہ ظاہر اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ ہاں امام حسن امام ابوحنیفہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی، اور یہی صحیح ہے (محیط) امام حلوانی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے (شرح نقایہ للشیخ ابی المکارم) رمضان کے چاند کے بارے میں غلام کی شہادت پر دوسرے غلام کی گواہی معتبر ہے۔ اسی طرح عورت کی شہادت پر عورت کی گواہی بھی قبول کر لی جائے گی۔ جو بچہ بالغ نہ ہوا ور بالغ ہونے والا ہو اس کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔

رویتِ ہلال کی گواہی میں شہادت کے لفظ، دعویٰ اور حاکم کے فیصلہ کی کوئی شرط نہیں ہے (یعنی) کسی نے حاکم کے سامنے یہ شہادت دی کہ اس نے رمضان کا چاند دیکھا ہے اس گواہی کو کسی دوسرے شخص نے سن لیا تو اگر وہ رویتِ ہلال کا گواہ بہ ظاہر عادل تھا تو اب اس شخص پر روزہ رکھنا واجب ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ حاکم رویت کا فیصلہ کریگا تو روزہ رکھیگا

رویت ہلال کے سلسلے میں گواہوں سے کیا تفصیلات معلوم کی جائیں

ابوبکر اسکاف کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ بیان دے کہ اس نے بستی سے باہر جنگل میں یا کسی آبادی میں پھٹے ہوئے بادلوں کے درمیان چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور ظاہر روایت کے مطابق اس تفصیل کے بغیر بھی اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اگر خلیفہ یا قاضی تنہا رمضان کا چاند دیکھے تو اسے یہ حق ہے کہ یا تو کسی دوسرے شخص کو رویت کی گواہی کے لئے تلاش کرے یا از خود لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دے (اور رمضان کا اعلان کر دے) لیکن عیدین کے چاند کا حکم اس کے برعکس ہے (سراج الوہاج) ایک عادل مسلمان رمضان کا چاند دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ اسی رات میں (قاضی کے سامنے جا کر) اس کی گواہی دے خواہ اس کی حیثیت کچھ بھی ہو آزاد ہو یا غلام ہو، مرد ہو یا عورت ہو بلکہ (پردہ نشین) باندی کیلئے بھی ضروری ہے کہ) مالک کی اجازت کا انتظار کئے بغیر چاند دیکھنے کی گواہی دے۔ جو شخص فاسق ہو اور اس نے تنہا نے چاند دیکھا ہو تو اس کو گواہی دینی چاہیئے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ قاضی اسکی گواہی قبول کرے مگر قاضی کو ایک فاسق آدمی کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہیئے (وجیز کردری) رویت ہلال کی گواہی کی یہ تفصیل اندرونِ شہر سے متعلق ہے۔ بستی سے باہر ایک آدمی رمضان کا چاند دیکھتا ہے تو قریب کے گاؤں کی مسجد میں جا کر گواہی دے۔ اگر اس بستی میں کوئی سرکاری نمائندہ اور سربراہ نہ ہو تو گاؤں کے لوگوں کی اس شخص کی گواہی پر روزہ رکھ لینا چاہیئے جبکہ وہ شخص عادل ہو (محیط) اگر ایک آدمی نے تن تنہا رمضان کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی تسلیم نہ کی گئی ہو تو اسے روزہ رکھنا واجب ہے، روزہ نہ رکھنے پر قضا لازم ہے۔ البتہ کفارہ

---

[1] یعنی ایک عاقل بالغ عادل مسلمان یہ اقرار کرے کہ اس کے سامنے ایک بالغ، عاقل، عادل مسلمان نے چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے شہر میں چاند دیکھنے کی شہادت ایک شخص نے دی تو دوسرا شخص اس شہر کے آس پاس کے مقام پر بستی کے لوگوں سے یہ کہے کہ فلاں آدمی نے چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے تو اس شخص کی اطلاع معتبر شمار ہوگی[2] یعنی کسی پر اس شخص نے زنا کا الزام لگایا ہو اور وہ ثابت نہ کر سکا ہو تو اس کو اس جھوٹے الزام میں شرعی سزا دی گئی ہو۔[3] بہ ظاہر اچھا، بھلا شریف اور مسلمان دکھائی دیتا ہو اور اصل حالات کا لوگوں کو علم نہ ہو کہ واقعۃً وہ ایسا ہی سیدھا سچا مسلمان ہے جیسا دکھائی دیتا ہے یا فی الواقع معاملہ برعکس ہے۔

نہیں آئیگا، اگر اس کی گواہی کو قاضی نے رد نہیں کیا اگر اس نے روزہ توڑ دیا تو صحیح قول کے مطابق اس کو کفارہ نہیں دینا پڑے گا (صرف قضا لازم ہوگی) (قاضی خاں) اگر فاسق شخص نے گواہی دی اور حاکم نے مان لی اور اس کے بعد لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم جاری کر دیا پھر اسی گواہی دینے والے نے یا بستی کے دوسرے لوگوں نے روزہ توڑ دیا تو عام مشائخ کے نزدیک اس کو کفارہ دینا پڑے گا (خلاصہ) اگر اس شخص کے ۳۰ روزے پورے ہو جائیں تو جب تک حاکم روزہ افطار نہ کرے اس کو بھی افطار نہیں کرنا چاہیئے (کافی) اگر آسمان صاف ہو (اور افق پر ابر یا گرد وغبار نہ ہو) تو اتنے لوگوں کی گواہی قبول کی جائے گی جن کی کثیر تعداد کی بنا پر گواہی سے یقین پیدا ہو جائے، یہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے کہ کتنے لوگوں کی تعداد ایسی یقین آفریں ہو سکتی ہے، کوئی عدد متعین نہیں کیا جا سکتا، یہ صحیح قول ہے (اختیار شرح مختار) رمضان، شوال اور ذی الحجہ تینوں مہینوں کے چاند کا یہی حکم ہے (سراج الوہاج) طحاوی کہتے ہیں کہ ایک آدمی کی گواہی اس وقت تسلیم کی جاتی ہے جب وہ (بستی کا نہ ہو بلکہ) باہر سے آئے یا کسی بہت اونچی جگہ پر (رہتا) ہو (ہدایہ) امام مرغینانی، صاحب اقضیہ اور مولف فتاویٰ صغریٰ نے طحاوی کے قول پر اعتماد کیا ہے، لیکن ظاہر روایت کے مطابق شہر سے باہر سے آنے والے اور شہر کے اندر چاند دیکھنے والے میں کوئی فرق نہیں ہے (معراج الدرایہ)

شوال کا چاند رمضان کی ۲۹ تاریخ کو دیکھنا چاہیئے اگر چاند صرف ایک آدمی دیکھے تو (اگلے دن کا) روزہ نہ توڑے کیوں کہ عبادت ہی میں زیادہ احتیاط ہے اگر روزہ توڑ دیا تو قضا کرنی پڑے گی کفارہ نہیں آئے گا، (اختیار شرح مختار) ایک شخص عید کا چاند دیکھ کر گواہی دیتا ہے لیکن اس کی گواہی قبول نہ کی گئی ہو تو اس کو روزہ رکھنا واجب ہے اگر اس نے روزہ توڑ دیا تو قضا کرنی پڑے گی، کفارہ نہیں دینا ہوگا (قاضی خاں) اگر کسی دوست کے سامنے گواہی دی اور اس نے اس کی گواہی کو سچ جان کر کچھ کھا پی لیا تو اس صورت میں (قضا لازم ہوگی) کفارہ نہیں آئے گا (فتح القدیر) اگر تنہا حاکم نے یا قاضی نے عید کا چاند دیکھا تو اسے نہ عیدگاہ جانا چاہیئے نہ لوگوں کو عید پڑھنے کا حکم دینا چاہیئے، اور نہ علی الاعلان نہ پوشیدہ طور پر اپنا روزہ توڑے (اور نہ لوگوں کو توڑنے کا حکم دے (سراج الوہاج) اگر آسمان (۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو) ابر آلود ہو تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی تسلیم نہیں کی جائے گی، نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ آزاد ہوں اور اپنی گواہی میں شہادت کا لفظ بھی ادا کریں (خزانۃ المفتین) اگر بستی سے باہر دو شخصوں نے یہ اطلاع دی کہ عید کا چاند ہو گیا اور آسمان پر بادل تھے جبکہ اس بستی میں کوئی حاکم قاضی وغیرہ بھی موجود نہ ہو تو اس اطلاع پر لوگ روزہ توڑ دیں تو کچھ حرج نہیں (زاہدی) بشرطیکہ خبر دینے والے دونوں شخص عادل ہوں (نقایہ) دعویٰ کرنا شرط نہیں ہے اور جس شخص کو زنا کا جھوٹا الزام لگانے کی سزا دی گئی ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ توبہ کر چکا ہو۔

آسمان اگر صاف ہے تو پھر عید کے چاند کی گواہی (ایک یا دو شخص کی معتبر نہ ہوگی جب تک کہ ایک بڑا مجمع اس کی گواہی نہ دے جیسا کہ رمضان کے چاند کا حکم ہے (خزانۃ المفتین، کافی) شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ باہر سے آنے والے دو آدمیوں کی گواہی قبول کی جائے گی (ذخیرہ) جو حکم عید کے چاند کا ہے وہی ذی الحجہ کے چاند کا ہے جیسا کہ ظاہر روایت ہے اور یہی زیادہ صحیح قول ہے (ہدایہ) سال کے دوسرے مہینوں کا بھی یہی حکم ہے تاوقتیکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل اور آزاد جن پر حد جاری نہ ہوئی ہو گواہی نہ دیں چاند کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ (بحر الرائق) امام حسن امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر لوگوں نے ایک شخص کی گواہی پر روزہ رکھ لیا اور ۳۰ روزے پورے کر لئے، اور شوال کا چاند نہیں دیکھا تو احتیاط اسی میں ہے کہ روزہ رکھیں[1]، امام محمد سے یہ روایت ہے کہ روزہ توڑ دے (تبیین، غایۃ البیان نے

---

[1] کیونکہ جماعت نے اور عامۃ مسلمین نے ابھی تک رویت ہلال کو تسلیم نہیں کیا۔

امام محمد کے قول کو اصح قرار دیا ہے (نہر الفائق) شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اقوال اس صورت میں ہے جبکہ آسمان صاف ہو، اور چاند نظر نہ آئے۔ اگر ابر ہے تو بلا اختلاف (۳۰ روزے پورے کرکے) روزہ توڑ دینا چاہیئے (ذخیرہ) (شمس الائمہ کی یہ تفصیل اشبہ ہے (تبیین) اگر رمضان کے چاند کی دو آدمیوں نے گواہی دی جبکہ آسمان پر ابر ہو اور قاضی نے یہ گواہی مان کر ۳۰ روزے رکھے، پھر شوال کا چاند دیکھا تو اس وقت بھی آسمان پر ابر تھا تو اب سب کے نزدیک اگلے دن روزہ نہیں رکھیں گے (رکھا ہوگا تو توڑ دیں گے) اور اگر شوال کا چاند دیکھتے وقت آسمان صاف تھا تب بھی صحیح قول کے مطابق (۳۰ روزے پورے کرکے) اگلے دن روزہ نہیں رکھا جائے گا (محیط) اگر بستی کے دو آدمیوں نے ۲۹ رمضان کو یہ گواہی دی کہ ہم نے لوگوں کے روزہ رکھنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو حاکم کو ان کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہیئے، کیوں کہ انھوں نے (وقت پر گواہی نہ دیکر) ایک واجب کو ترک کر دیا، البتہ یہ گواہ کہیں دور سے آئے ہیں تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی کیوں کہ ان پر کسی قسم کی تہمت نہیں ہے کہ وقت پر گواہی نہیں دی۔ (خلاصہ)

ظاہر روایت کے لحاظ سے مطالع[1] کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا (قاضی خاں) فقیہ ابو اللیث کا فتوی اسی پر ہے، شمس الائمہ حلوائی کا فتوی بھی یہ ہوتا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ مغرب کے لوگ رمضان کا چاند دیکھیں تو مشرق میں رہنے والوں پر روزہ واجب ہوجائیگا (خلاصہ) جو لوگ بعد میں چاند دیکھیں (اور کہیں سے ایک روز پہلے چاند ہوجانے کی اطلاع ان لوگوں کو ملے تو) ان کے ذمے ایک (مزید) روزہ اسوقت واجب ہوگا جب اوروں کا چاند دیکھنا یقینی طور پر ثابت ہوجائے۔ کچھ لوگ آکر یہ گواہی دیں کہ فلاں بستی والوں نے تم لوگوں سے ایک روز پہلے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور آج کے دن پہلے چاند دیکھنے والوں کے حساب سے ۳۰ تاریخ پڑتی ہے مگر ان لوگوں کو یہاں چاند نظر نہیں آیا تو نہیں دوسرے دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے، توڑنا جائز نہیں، نہ اس رات میں تراویح کا چھوڑنا درست ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ گواہی دی ہے کہ فلاں بستی میں ایک دن پہلے چاند ہوا ہے انہوں نے صرف دوسروں کے چاند دیکھنے کی حکایت بیان کی ہے نہ اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے نہ کسی دوسرے شخص کے دیکھنے کی گواہی دی ہے، اگر ان لوگوں نے (قاضی کے سامنے) یہ گواہی دی کہ فلاں بستی کے قاضی کے سامنے فلاں شب کو چاند دیکھنے کی گواہی دو شخصوں نے دی ہے اور قاضی نے ان کی گواہی تسلیم کرکے رویت کے حکم کا اعلان کر دیا ہے تو اب یہ قاضی ان لوگوں کی گواہی کو تسلیم کرکے رویت کا اعلان کردے کیوں کہ قاضی کا فیصلہ حجت ہوتا ہے اور ان لوگوں نے قاضی ہی کے فیصلے کی گواہی دی ہے (فتح القدیر) اگر کسی جگہ کے لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھے بغیر روزے رکھنے شروع کردیے پھر (اپنے حساب سے) اٹھائیسویں روزے کو شوال کا چاند دیکھا، تو اگر ان لوگوں نے ماہ شعبان کا چاند دیکھا تھا اور اس کے ۳۰ دن پورے کرلئے تھے پھر رمضان کا چاند نہیں دیکھا تو اس صورت میں ایک روزے کی قضا کریں اور اگر انتیسویں روزے کو شوال کا چاند دیکھا تو اب کسی روزے کی قضا ان کے ذمے نہیں، یا یہ صورت ہوئی کہ شعبان کا چاند نہیں دیکھا اور اس کے ۳۰ دن پورے کرکے رمضان کے روزے شروع کردیے تو اب دو دن کی قضا کریں گے (خلاصہ) اگر بستی میں لوگوں نے چاند دیکھا اور رمضان کے انتیس روزے ہوئے تو جن بیچاروں نے روزے نہیں رکھے انہیں ۲۹ روزوں کی قضا کرنی پڑے گی اور اگر بیمار آدمی کو بستی کے لوگوں کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا کہ انھوں نے ۲۹ روزے رکھے یا ۳۰ تو وہ ۳۰ روزوں کی قضا کرے تاکہ جو واجب ہے وہ پورے طور پر یقین کے ساتھ ادا ہوسکے (محیط)

روزہ دار کیلئے مکروہ وغیر مکروہ چیزوں کی تفصیل

روزہ دار کو گوند چبانا مکروہ ہے (قاضی خاں، متن کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے)

[1] چاند زمین کے قطر کے لحاظ سے کہیں ایک دن پہلے نظر آتا ہے کہیں بعد میں، چاند کے ظہور کا یہ مقام اصطلاح میں مطلع کہلاتا ہے بلکہ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے جو طول البلد اور عرض البلد کے اختلافات ہوتے ہیں وہ بھی مطلع کے اختلافات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی قدر تفصیل ہے، مثلاً اگر منہ میں سیاہ گوند کی ڈلی رکھ لی جو بنا ہوا نہیں بلکہ کچا گوند ہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر وہ سفید رنگ کی ڈلی ہے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن (سیاہ و سفید کی) یہ تفصیل کتاب میں نہیں ہے (محیط) جبتک ضرورت نہ ہو کسی چیز کو چکھنا یا چبانا (روزے کی حالت میں) مکروہ ہے (کنز) اور ضرورت کی نوعیت یہ ہے کہ مثلاً کسی کا شوہر یا آقا تند مزاج ہو تو اس کے ڈر سے وہ سالن چکھ لے، کوئی عورت اپنے (چھوٹے) بچے کو کھانا چبا کر اس وقت کھلا سکتی ہے جب اس کے پاس کوئی حیض و نفاس کی بنا پر روزہ نہ رکھنے والی عورت یا کوئی اور ایسا شخص موجود نہ ہو جس کا روزہ نہیں جبکہ اس بچے کو دودھ اور نرم قسم کی غذا بھی نہ دی جا سکتی ہو[1] (نہر الفائق) نفل روزہ میں سالن کا ذائقہ چکھنا مکروہ نہیں، فرض روزہ میں ہے (نہایہ بحوالہ تجنیس) شہد یا تیل وغیرہ خریدنے کے وقت اسکو پرکھنے کے لئے چکھنا مکروہ ہے (قاضی خاں) بعض فقہاء کے نزدیک اگر اس کا خریدنا ضروری ہے تو جعلسازی کے اندیشہ سے چکھنے کی اجازت ہے (زاہدی) روزہ دار کو استنجا کرنے میں مبالغہ سے کام لینا مکروہ ہے (سراج الوہاج) ناک میں پانی ڈالنے، اور کلی کرنے میں مبالغہ کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں، شمس الائمہ حلوائی نے تشریح کی ہے کہ مبالغہ یہ ہے کہ منہ میں پانی بھرے رکھے اور دیر تک لئے رہے، غرارہ کرنا مبالغہ نہیں (محیط) اگر کوئی روزہ دار (تالاب وغیرہ کے) پانی میں (نہا رہا) ہو اور اس میں اس کی ہوا خارج ہو، خواہ آواز کے ساتھ یا بنا آواز کے تو روزہ تو نہیں ٹوٹے گا، مگر (ایسا کرنا) مکروہ ہے (معراج الدرایہ) امام اعظم سے روایت ہے کہ وضو کے علاوہ روزے میں کلی کرنا یا ناک میں پانی دینا مکروہ ہے اور (گرمی کی وجہ سے بلا ضرورت شرعی) آدمی نہانے لگے (سر پر پانی بہاتا رہے پانی کے اندر جا کر پڑ جائے یا بھیگا ہوا کپڑا بدن کو لپیٹ لے (یہ سب) مکروہ ہے، امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی کراہت نہیں یہی قول اظہر ہے (محیط سرخسی) منہ میں تھوک جمع کر کے اس کو نگل لینا روزہ دار کے لئے مکروہ ہے (ظہیریہ) صبح کے وقت یا شام کے وقت خشک یا تر مسواک کرنے میں احناف کے نزدیک کوئی کراہت نہیں، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پانی میں جو مسواک تر ہو اس کا استعمال کرنا مکروہ ہے، مگر ظاہر روایت کے بموجب اس میں کوئی حرج نہیں، اگر مسواک ہری اور تر ہو تو بھی کسی کے نزدیک بھی کچھ حرج نہیں ہے (قاضی خاں) مونچھوں پر تیل لگانا، سرمہ استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے (کنز) بشرطیکہ آرائش کا تصور نہ ہو ورنہ مکروہ ہے[2] (النہر الفائق) اس میں روزہ دار اور بے روزے دار کا کوئی فرق نہیں[3] (تبیین) سینگی لگوانے کی اجازت ہے اگر کمزوری پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر کمزوری پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو کہ اور اگر کمزوری کا اندیشہ ہو تو پھر مکروہ ہے، ایسے شخص کو سورج ڈوبنے تک رکنا چاہیے (اسکے بعد سینگی لگوائے) شیخ الاسلام نے صراحت کی ہے کہ ضعف سے مراد وہ ضعف ہے جس کی بنا پر روزہ توڑنا پڑ جائے، فصد کھلوانے کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے (محیط) جس کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ (وہ بے قابو ہو کر) بیوی سے صحبت کر بیٹھے گا یا (کمزوری کی وجہ سے) اسے انزال ہو جائے گا وہ (روزہ میں بیوی کا) بوسہ لیلے تو کچھ حرج نہیں، اگر خطرہ ہو تو بوسہ لینا مکروہ ہے، مذکورہ صورتوں میں بیوی سے مساس کرنے (اس سے لپٹنے اور چمٹانے) کا حکم بھی وہی ہے جو بوسہ لینے کی صورت میں ہے (تبیین) لبوں کا چومنا بہرحال مکروہ ہے اور شرمگاہ میں دخولِ عضو کے علاوہ (جبکہ بدن پر کپڑے ہوں) بیوی سے ہمبستری اور مباشرت بھی بوسے ہی کے حکم میں ہے، بعض فقہاء نے مباشرتِ فاحشہ کو مکروہ کہا ہے، اگرچہ (شہوت برانگیختہ ہونے کا) خطرہ نہ ہو، یہی قول صحیح ہے (سراج الوہاج) مباشرتِ فاحشہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد و عورت عریانی کی حالت میں باہم لپٹے ہوئے ہوں، اور مردانہ عضو عورت کی شرمگاہ سے بالکل متصل ہو یہ سب کے نزدیک مکروہ ہے (محیط)

---

[1] چبانے کا مطلب یہی ہے کہ اس عذر اور ضرورت کے تحت اتنی اجازت دی گئی کہ اپنے دانتوں سے مطلوبہ غذا کو نرم کر کے بچے کے منہ میں دے، یہ مطلب نہیں کہ چبانے کے ساتھ خود بھی زبان سے اس کا ذائقہ حلق میں اتارے[2] کسی ضرورت سے اجازت ہے اور اس میں کراہت نہیں ہوگی۔

لپٹنے چپٹنے میں اس وقت کچھ حرج نہیں جب آدمی کو اپنے اوپر کنٹرول ہو، یا مرد بڈھا پھونس ہو جس کو شہوت پیدا ہونے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ (سراج الوہاج) اگر آدمی ناپاک ہے اور اسی حالت میں صبح ہوگئی یا دن میں روزے کی حالت میں احتلام ہوگیا تو اس کے روزے میں کچھ نقصان نہیں ہوا (محیط)

سحری کھانے کا مستحب وقت شب کا آخری حصہ ہے، فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ وہ (رات کا) آخری چھٹا حصہ[1] ہے، (سراج الوہاج) سحری دیر کر کے کھانا مستحب ہے (النہایہ) ہاں اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ اس میں ہی شک ہو جائے کہ سحری کا وقت رہا یا نہیں (سراج الوہاج) افطار میں جلدی کرنا افضل ہے اور مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے افطار کرے، افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَبِصَوْمِ الْغَدِ مِنْ شَہْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ (معراج الدرایہ، فصل المتفرقات)

شک والے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے یعنی شعبان کا وہ آخری دن جس میں یہ شبہ ہو کہ وہ شعبان کا آخری دن ہے یا رمضان کا پہلا دن، اس دن رمضان کے روزے کی یا کسی اور واجب روزے کی نیت کرنا مکروہ ہے[2] (فتاویٰ قاضی خاں) ہاں کسی اور واجب روزے کی نیت میں رمضان کے روزے کی بہ نسبت کراہت کم ہوگی (ہدایہ) بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان ہی کا تھا، تو اب ہر صورت میں اس دن کا روزہ رمضان ہی کا روزہ ہوگا، البتہ اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ شعبان کا دن تھا تو رمضان کے روزے کی نیت کرنے کی صورت میں وہ نفلی روزہ ہو جائے گا، توڑنے پر قضا نہیں آئے گی (قاضی خاں) اور اگر کسی اور واجب کی نیت کی تھی، تو وہ اپنی نیت کے مطابق ادا ہو جائے گا۔ یہ ہی قول صحیح ہے (کافی) اگر اس دن کے بارے میں یہ پتہ نہ چلے کہ وہ شعبان کا تھا یا رمضان کا تو سب کے نزدیک جس واجب روزہ کی نیت کی ہے وہ ادا نہ ہوگا (محیط) اگر نفل روزے کی نیت کی ہے تو صحیح قول کے مطابق نفلی روزہ ہو جائے گا، بعد میں یہ پتہ چلا کہ وہ رمضان کا دن تھا تو وہ رمضان کا روزہ ہو جائے گا، اور اگر وہ شعبان کا دن ثابت ہوا تو نفلی روزہ ہو جائے گا، یہ روزہ توڑ دیا تو اس کی قضا لازم آئے گی، کیوں کہ اس روزے کو اس نے اپنے ذمے لازم کر کے شروع کیا تھا[3] (قاضی خاں) اور اگر اس دن (کسی) نیت کی تعیین نہیں کی تھی تو یہ کراہت سے خالی نہیں، وہ دن شعبان کا ثابت ہوا، تو روزہ نفلی ہوگا اور رمضان کا دن ثابت ہوا تو روزہ رمضان کا ہو جائیگا۔ (محیط) اگر اصل نیت ہی مشکوک رہی کہ کل رمضان ہوا تو روزہ رکھوں گا اور شعبان کا دن ہوا تو روزہ نہیں رکھوں گا تو اب روزہ نہیں ہوگا، اگر (اصل نیت کے بجائے) نیت کے وصف میں شک ہو یعنی یوں نیت کی کہ کل رمضان کا دن ہوا تو رمضان کا روزہ ہے اور شعبان کا دن ہوا تو کسی اور واجب کا یا یہ نیت کی کہ رمضان کا دن ہوا تو رمضان کا روزہ ہے اور شعبان کا دن ہوا تو نفل روزہ، تب بھی مکروہ ہے، پھر بعد میں یہ پتہ چلے کہ وہ رمضان کا دن تھا تو اب ہر صورت میں رمضان کا روزہ قرار پائے گا اور اگر شعبان کا دن ثابت ہوا تو پہلی صورت میں واجب ادا نہیں ہوگا بلکہ دونوں صورتوں میں نفل روزہ ہو جائے گا جس کے توڑنے پر قضا لازم نہیں ہوگی (تبیین) یوم شک وہ دن کہلاتا ہے کہ مہینے کی تیسویں شب میں چاند نظر نہ آئے اور آسمان پر بادل ہو (تبیین) یا چاند کی گواہی صرف ایک آدمی دے جس کو قبول نہ کیا گیا ہو، یا دو فاسق شخص گواہ ہوں مگر ان کی گواہی تسلیم نہ کی جائے لیکن آسمان صاف ہو اور کسی شخص نے چاند نہ دیکھا ہو تو وہ یوم شک نہیں ہے (زاہدی)

---

[1] یعنی قدیم تقویم کے لحاظ سے رات دن کے چند حصے ہوتے تھے اس لحاظ سے جو رات کا چھٹا حصہ قرار پائے وہ مراد ہے [2] یعنی یقینی طور پر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ رمضان کا چاند ایک دن پہلے ہوگیا یا نہیں [3] یعنی ایک واجب کو اس نے قصداً شروع کیا تھا اور ایک چیز کو اپنے ذمے خود لازم کر لیا تھا۔

شک والے دن میں روزہ رکھنے کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے کہ آیا رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا، فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کسی نے شعبان کے پورے مہینے کے روزے رکھے ہیں یا اتفاق سے (ہفتہ میں) جس دن اس کا روزہ رکھنے کا معمول تھا وہی دن یوم شک واقع ہو گیا، تو اب روزہ رکھنا افضل ہے (اختیار شرح مختار) ایسے ہی اگر شعبان کے آخر میں تین روزے رکھے تو یوم شک کا روزہ رکھنا افضل ہے (تبیین) اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر اختلاف ہے، پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ خواص کو نفل روزہ رکھنے کا فتویٰ دیا جائے (تہذیب) اور عام لوگوں کو زوال تک کھانے پینے اور صحبت سے روک دیا جائے کہ ممکن ہے آج رمضان کا روزہ ثابت ہو جائے جبکہ زوال کے بعد روزہ کی نیت درست نہیں (اختیار شرح مختار) یہی قول صحیح ہے (قاضی خاں) عوام اور خواص کا امتیاز اس طرح کرنا چاہئے کہ جس کو شک والے دن کے روزے کی نیت معلوم ہو وہ خواص میں شمار کیا جائے گا ورنہ وہ عوام میں شمار ہوگا اور اس دن کے روزے کی نیت اس طرح کرنی چاہئے کہ جو آدمی اس روز معمولاً روزہ نہ رکھتا ہو وہ نفل روزے کی نیت کرلے اور دل میں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ کل رمضان کا روزہ ہو گیا تو یہ روزہ رمضان کے روزوں میں شمار ہو جائے گا (معراج الدرایہ) ایک شخص نے اس دن روزہ کی نیت کی اور یہ طے کیا کہ زوال کے وقت تک کوئی ایسا کام جو روزے کو توڑنے والا ہو نہیں کریگا پھر بھولے سے کچھ کھاپی لیا، بعد میں پتہ چلا کہ یہ رمضان کا پہلا دن تھا، اور اس نے روزے کی نیت بدستور باقی رکھی تو فتاویٰ میں صراحت ہے کہ ایسا جائز نہیں (ظہیریہ، باب النیۃ) عید اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا مکروہ ہے، اگر رکھ لیا تو احناف کے نزدیک روزہ دار شمار کیا جائے گا۔ اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو روزے کی قضا لازم ہوگی (کنز) ظاہر روایت میں یہ حکم امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد تینوں سے نقل کیا گیا ہے، ہاں امام محمد و امام اعظم رح سے یہ بھی منقول ہے کہ اس دن کے روزے کی قضا لازم ہے (النہر الفائق) امام اعظم کے نزدیک شوال کے ۶ روزے رکھنے مکروہ ہیں، چاہے مسلسل رکھے یا متفرق طور پر، امام ابو یوسف سے جو روایت منقول ہے اس کے مطابق مسلسل رکھنا مکروہ ہے، الگ الگ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں لیکن آخری دور کے فقہاء احناف کا قول یہ ہے کہ یہ ۶ روزے مسلسل رکھتے ہیں کچھ حرج نہیں (بحر الرائق) اصح قول بھی یہی ہے کہ تسلسل کے ساتھ یہ ۶ روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں (محیط سرخسی) اور ہر ہفتے میں دو دن الگ الگ روزے رکھنے مستحب ہیں (ظہیریہ، فصل اوقات استحباب و کراہت صوم) صوم وصال مکروہ ہے یعنی سال بھر کے پورے ۳۶۰ دنوں کے روزے رکھے اور ان ایام میں بھی روزہ رکھے جنہیں روزہ رکھنا مکروہ ہے اگر ان ایام میں نہیں روزہ رکھتا تو پھر مختار قول کے مطابق اجازت ہے (خلاصہ) رات دن کا مسلسل روزہ رکھنا کہ کوئی روزہ تک کسی وقت افطار ہی نہ کرے نہ دن میں نہ رات میں، یہ طریقہ مکروہ ہے (سراج الوہاج) افضل طریقہ یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے ایک دن نہ رکھے (خلاصہ) بار اور اتوار کے روز کی عظمت کا تصور اگر نہ ہو تو ان دونوں ایام کا روزہ رکھنے میں کچھ حرج نہیں، یہ شمس الائمہ حلوانی کا قول ہے (ذخیرہ) نوروز اور مہرجان کے دن قصداً روزہ رکھنا مکروہ ہے جبکہ اس دن اس کے روزہ رکھنے کا معمول بھی نہ ہو، جہاں تک افضلیت کا تعلق ہے تو اگر اس دن کا روزہ اس کے معمول میں شامل ہے تو افضل روزہ رکھنا ہے اور اگر پہلے سے اس کا ایسا معمول نہیں تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے کیوں کہ اس طرح اس دن کی عظمت کا شبہ پیدا ہوتا ہے جو (ایک مسلمان کیلئے) حرام ہے (ظہیریہ) یہی مختار قول ہے (محیط سرخسی) خاموش روزہ مکروہ ہے یعنی یہ عہد کرے کہ دن بھر کے روزے میں کسی سے بات چیت نہیں کرے گا (قاضی خاں) خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کو نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن اگر شوہر خود روزے سے ہو یا حج یا عمرے کے احرام میں ہو یا بیمار ہو تو پھر نفلی روزہ رکھنا مکروہ نہیں، غلام کو اور باندی کو بہر حال اپنے آقا کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھنا مکروہ ہے، مدبر، مدبرہ اور ام ولد کا بھی یہی حکم ہے، ان لوگوں میں سے کوئی روزہ رکھ لے تو شوہر بیوی کا اور مالک غلام اور باندی کا روزہ تڑوا سکتا ہے، بیوی اپنے روزے کی اس وقت قضا کرے، جب شوہر اجازت دے یا وہ بیوی سے دور ہو اور غلام اور باندی اس وقت قضا کریں جب

ان کا مالک اجازت دے یا وہ آزاد ہو جائیں، اگر خاوند بیمار ہے یا روزے سے ہے یا حالت احرام میں ہے تو وہ بیوی کو نفلی روزہ رکھنے سے نہیں روک سکتا، اسکے روکنے کے باوجود بیوی اگر روزہ رکھے تو جائز ہے البتہ غلام اور باندی کا معاملہ دوسرا ہے، ان کا مالک انہیں نفلی روزہ سے ہر وقت روک سکتا ہے (الجوہرۃ النیرۃ) غلام کے اپنے کسی فعل کے نتیجے میں اس کے ذمے کچھ روزے واجب ہو گئے ہوں تو ان سب کا حکم یہی ہے، جو نفلی روزے کا بیان کیا گیا مگر کفارۂ ظہار میں یہ حکم نہیں (خلاصہ) آقا کی اجازت کے بغیر نوکر کو نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیئے جبکہ روزہ کی بدولت اس کی کارگزاری میں کچھ کوتاہی واقع ہوتی ہو اور اگر اس میں کوئی کمی نہیں آتی تو پھر آقا کی مرضی حاصل کئے بغیر روزہ رکھ سکتا ہے (سراج الوہاج) اگر مسافر کو روزہ کی بنا پر ضعف لاحق ہو تو روزہ رکھنا مکروہ ہے ورنہ روزہ رکھنا افضل ہے جبکہ رفقاء سفر سب کے سب یا اکثر روزہ سے ہوں، اگر قافلہ کا قافلہ یا زیادہ تر لوگ روزہ سے نہ ہوں اور سب کا کھانا پینا ایک ساتھ ہو تو اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے (ظہیریۃ) مسافر نے روزہ رکھ لیا اور وہ اپنے شہر میں یا کسی اور بستی میں پہنچا اور پہنچکر اس نے ٹھیرنے کی نیت کر لی، تو اب روزہ توڑنا مکروہ ہے (قاضی خاں) کسی کے ذمے رمضان کے روزوں کی قضا ہو تو اسے نفل روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے (معراج الدرایۃ) چاندنی راتوں کی ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ ، کا روزہ رکھنا مستحب ہے (قاضی خاں) عام فقہاء کے نزدیک صرف جس طرح پیر کا یا جمعرات کا روزہ رکھنا مستحب ہے اسی طرح صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے (بحر الرائق) حرمت والے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے، حرمت والے مہینے چار ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب، ۳ ماہ تو متصل ہیں اور ایک ماہ ان سے الگ ہے، ذی الحجہ میں ابتدائی نو دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے (سراج الوہاج) حاجیوں کو عرفے کے دن اگر کمزوری اور ضعف کا اندیشہ ہو تو انہیں اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے (بحر الرائق) ایسے ہی ترویہ کے دن مکروہ ہے کیونکہ (روزہ رکھ کر) ارکان حج پورے نہیں کر سکتا

مستحب روزے

عام طور پر علماء، فقہاء اور صحابہ کے نزدیک متعدد ہیں، محرم کے روزے، رجب کے روزے، یوم عاشوراء یعنی محرم کی دس تاریخ کا روزہ (ظہیریۃ) عاشوراء کا روزہ نویں تاریخ کے روزے کے ساتھ ملا کر رکھنا، مسنون ہے (فتح القدیر) صرف عاشوراء والے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے (محیط سرخسی) موسم گرما میں گرم اور لمبا دن ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا، یہ (روزہ کا) ادب ہے (ظہیریۃ)

چوتھا باب

کونسی چیزیں روزہ توڑتی ہیں اور کونسی چیزیں روزے کو نہیں توڑتیں!

روزہ توڑنے والی چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم (میں وہ چیزیں داخل ہیں) جن سے قضا کرنی واجب ہو جاتی ہے، کفارہ نہیں آتا، اگر روزے کی حالت میں بھولے سے کچھ کھا پی لیا یا صحبت کر لی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ روزہ فرض ہو یا نفل ہو (ہدایہ) ایک شخص کو کھاتے کھاتے کسی نے ٹوکدیا کہ تمہارا تو روزہ ہے، مگر اس کو روزہ یاد نہیں آیا تو صحیح بات یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ظہیریۃ) کسی کو روزے میں بھولے سے کچھ کھاتے پیتے دیکھے، تو مختار قول کے مطابق اگر اسے روزے کی یاد دہانی نہ کرائے تو یہ مکروہ ہے، بشرطیکہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ اس روزہ دار میں شام تک روزہ پورا کرنے کی سکت ہے اور اگر اس شخص کو روزہ پورا کرنے سے کمزوری لاحق ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً کوئی بہت بوڑھا شخص ہو تو اس وقت اس کو روزہ یاد نہ دلانا جائز ہے (ظہیریۃ، فصل اعتزیۃ المبیحہ) اگر کسی شخص کی زبردستی سے یا خود اپنی خطا اور غلطی سے آدمی روزہ خوری کا مرتکب ہو تو اس وقت اس روزہ کی قضا کرنی پڑے گی کفارہ لازم نہیں ہوگا (قاضی خاں) خطا سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو روزہ تو یاد

ہو اور روزہ توڑنے کا ارادہ بھی نہ ہو مگر یوں ہی وہ کچھ کھا پی لے بھولنے والے کا معاملہ اس کے برعکس ہے (کہ اسکو روزہ یاد ہی نہیں ہوتا)۔ (نہایہ بحر الرائق) کلی کرتے یا ناک میں پانی دیتے وقت پانی اندر چلا گیا تو اگر اپنا روزہ دار ہونا یاد تھا تب تو روزہ ٹوٹ گیا، اس روزہ کی قضا کرنی ہوگی، اگر روزہ بالکل یاد نہیں تھا تو پھر روزہ نہیں ٹوٹے گا (خلاصہ) اور یہ ہی معتمد (قول) ہے، کسی شخص نے روزہ دار کی جانب کوئی چیز پھینکی اور وہ اس کے حلق میں جا پڑی تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا کیوں کہ اس روزہ دار کی حیثیت خطا کرنے والے کی سی ہے، ایسے ہی اگر نہانے کی حالت میں حلق کے اندر پانی پہنچ گیا تب بھی یہ ہی مسئلہ ہے (سراج الوہاج) نیند کی حالت میں اگر کوئی شخص پانی پی لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور یہ بھول میں شمار نہیں ہوگا کیونکہ نیند میں یا بیہوشی کی حالت میں کوئی شخص کسی جانور کو ذبح کرے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہوگا، ہاں جو آدمی ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول جائے اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے (قاضی خاں) اگر کوئی ایسی چیز نگل لی جو معمول کے مطابق دوا یا غذا نہیں ہے جیسے مٹی یا پتھر تو کفارہ واجب نہیں ہوگا (تبیین) اگر کوئی کنکر، پتا، ڈھیلا، روئی، تنکا یا کاغذ نگل لیا تو قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہ ہوگا (خلاصہ) اگر نیم پختہ بہی کو جو سبزی کی شکل میں بھی پکائی نہیں گئی ہو نگل لیا تو کفارہ نہیں، اور اگر تازہ اخروٹ نگل لیا تب بھی یہ ہی مسئلہ ہے (النہر الفائق) خشک بادام یا خشک اخروٹ نگل لینے سے بھی کفارہ لازم نہیں، انار چھلکے سمیت یا انڈا اس کے خول سمیت نگل لیا تب بھی کفارہ نہیں آئے گا (خلاصہ) تازہ پستہ اخروٹ کا حکم رکھتا ہے، اگر وہ خشک ہو اور اس کو چبا لیا جبکہ اس کے اندر مغز ہو تو کفارہ لازم ہے، اگر چبائے بغیر نگل لیا تو کسی کے نزدیک بھی کفارہ نہیں آئے گا، اگر پستہ کا ایک سرا پھٹ گیا ہے (گویا اندر کا مغز نظر آتا ہے) اور پھر اس کو چبایا نہیں بلکہ ویسے ہی نگل گیا تب بھی عام فقہاء کے نزدیک کفارہ نہیں آئیگا (قاضی خاں) اگر خربوزہ کا خشک چھلکا نگل لیا جو دیکھنے میں گندہ اور خراب معلوم ہوتا ہو تو کفارہ نہیں آئے گا لیکن اگر چھلکا تازہ تھا اور گندہ نظر نہیں آتا تھا تب کفارہ لازم ہوگا (ظہیریہ) باجرہ یا چاول کھا لینے سے کفارہ نہیں آتا (ذخیرہ) اسی طرح مسور اور ماش اگر کھالی، تو کفارہ نہیں آئے گا، (زاہدی اگر ملتانی) مٹی جس سے سر دھوتے ہیں کھائی تو روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ اگر اس شخص کو اس مٹی کے کھانے کی عادت پڑی ہوئی ہے تو قضا بھی اور کفارہ بھی دونوں لازم ہوں گے (ظہیریہ) دانتوں کے بیچ میں کھانے کے بعد جو کچھ (ریزہ وغیرہ) پھنس جائے وہ اگر معمولی مقدار میں ہے اور پھر اس کو نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر زیادہ مقدار میں ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، تھوڑے اور بہت کی مقدار کا معیار یہ ہے کہ چنے کے دانے کے برابر یا زائد ہو تو وہ بڑی مقدار ہے اور اس سے کم ہو تو وہ تھوڑی مقدار ہے، اگر اس ریزہ کو منہ سے نکالکر ہاتھ میں لیا اور پھر کھا لیا تو روزہ ٹوٹ جانا چاہیئے (کافی) اس سلسلہ میں وجوب کفارہ کے متعدد قول ہیں، فقیہ کہتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں (خلاصہ) اگر دانتوں میں کوئی تل پھنس گیا اور پھر اسکو وہ نگل لے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ ویسے باہر سے اٹھا کر تل منہ میں لیا اور نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر وجوب کفارہ میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ بلا چبائے نگلنے پر کفارہ واجب نہ ہوگا (غیاثیہ، قاضی خاں) یہ ہی اصح قول ہے (محیط سرخسی) اگر تل چبا لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر حلق میں اس کا ذائقہ محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ جائیگا، یہ ہی بات ٹھیک ہے بلکہ تھوڑی مقدار میں ہر چیز کے چبانے کا یہ ہی قاعدہ کلیہ ہے (فتح القدیر) گیہوں کا دانہ چبانے پر روزہ نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ وہ منہ کے منہ ہی میں ختم ہو جاتا ہے (قاضی خاں) دوسرے شخص کو کھانا کھلانے کے لئے لقمہ چبا کر خود نگل لیا تو ظاہر یہ ہی ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا (جیز کردری) سحری کے وقت منہ میں لقمہ تھا، کہ صبح ہو گئی اور پھر اس نے اسے نگل لیا یا بھولے سے کھانے کے لئے روٹی کا ٹکڑا اٹھایا جب اسے چبانے لگا تو روزہ یاد آیا مگر اسکے باوجود وہ اس کو نگل گیا تو بعض کے نزدیک لقمہ منہ کے اندر ہی نگل گیا اور اسے باہر نہیں نکالا تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر منہ میں سے نکال لیا اور پھر اسے کھایا تو کفارہ نہیں آئے گا، یہ ہی صحیح ہے (قاضی خاں) دوسرے شخص کا تھوک نگلنے سے روزہ تو ٹوٹ جاتا

ہے مگر کفارہ نہیں آتا لیکن اگر کسی محبوب و معشوق کا تھوک ہے تو چوں کہ اس میں ایک طرح کی لذت محسوس ہوتی ہے اسلئے کفارہ دینا پڑے گا، اگر اپنا تھوک ہاتھ میں لیا اور پھر نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کفارہ نہیں آئیگا (وجیز کردری) عادتاً کسی کے لب گفتگو کرتے وقت لعاب سے تر ہو جاتے ہوں اور پھر وہ اسے نگل لے تو بربنائے ضرورت روزہ نہیں ٹوٹے گا (زاہدی) منھ کی رال بہہ کر ٹھوڑی تک آگئی جس کا سلسلہ منھ کے لعاب سے ملا ہوا ہو، پھر وہ اس رال کو منھ کے اندر کرلے اور نگل جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ درحقیقت وہ تھوک پوری طرح خارج نہیں ہوا تھا (بلکہ منھ سے اس کا تعلق قائم تھا) چنانچہ اگر لعاب کا کوئی تار منھ سے ملا ہوا نہیں (اور رال ٹھوڑی پر بہہ رہی ہو) تو اس کا حکم اس کے برعکس ہے (یعنی روزہ ٹوٹ جائیگا) (ظہیریہ) الحجۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو ایسا مرض ہو کہ منھ سے پانی بہتا ہو اور پھر اندر حلق میں چلا جاتا ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا (تاتارخانیہ) کلی کرکے منھ کے اندر کچھ تری سی رہ گئی تو اسے تھوک کے ساتھ نگل لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگر دماغ سے ناک کی ریزش بہہ کر آئی، پھر اسے اوپر چڑھالیا، اور جان کر حلق کی طرف اسے منتقل کر دیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس کی حیثیت تھوک ہی کی ہے (محیط سرخسی) کسی شخص نے خون پی لیا تو ظاہر روایت یہ ہی ہے کہ اس کی قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا کیوں کہ طبعاً خون قابلِ نفرت شے ہے (ظہیریہ) دانتوں کا خون بہہ کر حلق میں چلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خون کم اور تھوک زیادہ ہو، اگر خون زیادہ اور تھوک کم ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر دونوں چیزیں برابر ہوں تو استحسان کے قاعدے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، ریشم کا کام کرنے والے کے منھ میں روزے کے اندر ریشم چلا جائے یا ریشم کا سبز، زرد، یا سرخ رنگ تھوک میں مل گیا اور تھوک رنگین ہو گیا اور اس نے وہ تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا جبکہ اسے اپنا روزہ یاد بھی ہو (خلاصہ) الیلہ کو چوسنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ اس کا تھوک حلق میں چلا جائے تاوقتیکہ ہیڑی کو نگل نہ لے (ظہیریہ) اگر شکر کی ڈلی (یا کسی پھل کے جمے ہوئے شیرے) کو چوس لیا اور حلق میں اس کا پانی پہنچ گیا، تو کفارہ نہیں آئے گا (محیط سرخسی)

قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز کھائی نہ جاتی ہو اور اس سے بچنے کی صورت بھی نہ ہو جیسے مکھی، اگر وہ روزہ کی حالت میں پیٹ میں چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا (ایضاح کرمانی) مکھی پکڑ کر کھالی تو قضا آئے گی کفارہ نہیں آئے گا (شرح طحاوی) اگر جماہی آئی، اس نے سر اٹھایا اور منھ میں کسی پرنالے سے پانی کا قطرہ آگرا تو روزہ ٹوٹ جائے گا (سراج الوہاج) اگر بارش یا برف حلق میں پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائیگا، یہ صحیح ہے (ظہیریہ) اگر پیسنے کوٹنے سے حلق کے اندر غبار یا دوا کا مزہ، دھواں یا غبار پہنچ جائے جو ہوا سے یا جانوروں کے چلنے سے اڑتا ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا (سراج الوہاج) اگر روزے کے اندر (آنکھ سے) آنسو (نکلیں اور) ایک دو قطروں کی مقدار میں منھ میں چلے جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگر آنسو زیادہ ہوں کہ ان کا کھارا پن منھ میں محسوس ہونے لگے اور منھ میں یہ آنسو جمع ہو جائیں پھر ان کو نگل لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح اگر چہرے سے پسینہ بہا اور روزہ دار کے منھ میں چلا گیا، تو اس کا آنسوؤں ہی جیسا حکم ہے (خلاصہ) بدن کے مسامات سے جو تیل (مالش کے ذریعہ) اندر پہنچتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا (شرح مجمع) نہانے کے بعد کسی شخص کو جسم کے اندر ٹھنڈ محسوس ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا (النہر الفائق) احناف کے نزدیک آنکھ میں دوا کے قطرے ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے اس کا مزا حلق کے اندر بھی آجائے، کسی شخص کے تھوک میں سرمہ کا رنگ یا اس کا اثر معلوم ہو تو عام مشائخ کے قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا (ذخیرہ) یہ ہی زیادہ صحیح ہے (تبیین)

روزے میں قے کا مسئلہ کسی شخص نے قصداً قے کی یا قے اس نے واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا جبکہ قے منھ بھر کر ہو لیکن منھ بھر کر نہ ہو اور اس نے قے کو منھ سے باہر نکال دیا یا (تھوڑی مقدار میں ہو) خود بخود حلق

میں واپس چلی گئی ہو یا (اس معمولی مقدار کو) اس نے قصداً حلق میں لوٹا دیا ہو تو زیادہ صحیح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹیگا (النہر الفائق) اور ان سب صورتوں کا یہ حکم اس صورت میں ہے جب قے کے اندر غذا یا پانی یا صفرا (کا مادہ) ہو، اگر اس میں بلغم نکلا ہے تو پھر کسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد صاحب کا مسلک ہے، امام ابویوسف اس میں ان سے اختلاف کرتے ہیں، ان کے نزدیک بلغم اگر قے میں منہ بھر نکلا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور ان کا یہ قول ان دونوں اماموں کے قول سے زیادہ عمدہ ہے (فتح القدیر)

روزہ میں تیل کا استعمال

کسی شخص نے تیل کا انیما کرایا یا ناک میں تیل چڑھایا یا کان میں تیل کا قطرہ ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، البتہ کفارہ نہیں آئے گا (ہدایہ) اگر تیل کسی ایسی طرح اندر پہنچ گیا جس میں اس کے کسی فعل کا دخل نہ ہو تب بھی روزہ ٹوٹ جائیگا (محیط سرخسی) اگر کان میں پانی کا قطرہ پہنچ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (ہدایہ) یہی صحیح ہے (محیط سرخسی) امام ابوحنیفہ و امام محمد کے نزدیک اگر پیشاب گاہ کے سوراخ میں کسی چیز کا قطرہ ٹپکائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (المحیط) خواہ تیل کا قطرہ ہو یا پانی کا، برابر ہے، اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جب وہ قطرہ مثانے تک پہنچ جائے، اگر صرف پیشاب گاہ کی نالی ہی تک رہے، تو کسی کے نزدیک بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا (التبیین) عورتیں اگر اپنی پیشابگاہ میں کچھ ٹپکائیں گی تو سب کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائیگا، اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ)

گہرے زخم میں دوا کا استعمال

اگر سر میں یا پیٹ میں گہرا زخم ہو تو اکثر مشائخ کے نزدیک جب دوا پیٹ کے یا دماغ کے اندر تک پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائیگا، چاہے خشک دوا ہو یا تر ہو، اگر یہ پتہ چل جائے کہ خشک دوا بھی اندر تک پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر یہ معلوم ہو کہ تر دوا بھی اندر تک نہیں پہنچی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (العنایہ) اگر دوا کا کچھ حال معلوم نہ ہو کہ اندر تک پہنچی یا نہیں اور دوا تر صورت میں ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ تر دوا عام طور پر اندر تک پہنچ جاتی ہے، اور امام محمد و ابویوسف کے نزدیک معلوم نہ ہونے کی صورت میں صرف شک کی بنا پر روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر دوا خشک ہو تو پھر ان تینوں اماموں میں سے کسی کے نزدیک بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا (فتح القدیر) اگر کسی کے تیر لگ گیا، یا اس کے کسی نے نیزہ مارا اور وہ (ٹوٹ کر) اس کے پیٹ میں رہ گیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا، ہاں اس کا ایک حصہ جسم سے باہر رہا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (التبیین) کسی شخص نے گوشت کی بوٹی نگل لی جو کسی دھاگے میں بڑی ہوئی تھی اور پھر جب ہی نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر اسے کچھ دیر چھوڑے رکھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا (البدائع) اگر لکڑی نگلی جس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں ہو اور پھر اسے نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر پوری لکڑی نگل لی تو روزہ ٹوٹ جائے گا (الخلاصہ) اگر کسی نے اپنی انگلی پاخانے کے راستے میں دی یا عورت نے اپنی پیشابگاہ میں انگلی داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، یہی مختار قول ہے، لیکن اگر انگلی پانی یا تیل سے تر ہو تو اس کے اندر پہنچنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائیگا (ظہیریہ) اگر روزہ دار کو اپنا روزہ یاد ہو اس وقت یہ حکم ہے اور یہ تنبیہ بہت عمدہ ہے اس کا یاد رکھنا ضروری ہے، کہ ان سب صورتوں میں اسی وقت روزہ ٹوٹے گا جب روزہ دار کو روزہ رکھنا یاد ہو ورنہ روزہ نہیں ٹوٹے گا (زاہدی) اگر کسی روزہ دار کی کانچ باہر نکل پڑے تو جبتک اس کو کسی کپڑے سے خشک نہ کرلے اس وقت تک اس جگہ سے کھڑا نہ ہو تاکہ پانی اندر نہ پہنچے جس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کہتے ہیں روزہ دار کو طہارت کرتے وقت سانس نہ لینا چاہیئے (محیط سرخسی) اگر روزہ میں دیر تک طہارت کی اور پانی اندر پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، (بحر الرائق) کسی نے زبردستی کی اور اس کے جبر کی بنا پر صحبت کرلی تو اس پر قضا لازم ہے کفارہ نہیں (قاضی خاں) اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح اگر عورت زبردستی کرے تب بھی یہی حکم ہے (خلاصہ) طلوعِ فجر سے قبل دخول کیا، پھر صبح ہونے کے اندیشہ سے عضو کو باہر نکال لیا اور اس کے بعد انزال ہوا تو صبح ہو چکی تھی، اب قضا نہیں

آئے گی، اگر بھولے سے جماع شروع کردیا یا صبح ہونے سے پہلے دخول کیا، اتنے میں صبح ہوگئی تو اسے یاد آگیا اور اس نے فوراً عضو باہر نکال لیا تو صحیح روایت کے مطابق روزہ نہیں جائے گا (قاضی خاں) اگر اسی حالت میں کافی وقت گذر گیا تو ظاہر روایت یہ ہی ہے کہ اب قضا بھی کرنی ہوگی اور کفارہ بھی دینا ہوگا (بدائع) کسی عورت کی پیشاب گاہ کو یا اس کے چہرے کو کئی بار شہوت سے دیکھا یا ایک بار دیکھا پھر انزال ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، ایسے ہی تخیل بندھ گیا اور اس سے انزال ہوگیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا (سراج الوہاج) اگر بیوی کا بوسہ لینے سے انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ہاں کفارہ نہیں آئے گا (محیط) باندی اور لڑکے کا بوسہ لینے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے، بیوی شوہر کا بوسہ لے اور (اپنے مقام مخصوص میں) کچھ تری محسوس کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں تری تو محسوس نہیں کی مگر مزہ آیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، امام محمد کی رائے ان کے خلاف ہے (زاہدی) اگر کسی جانور کے بوسے لئے اور انزال ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا (محیط) چھونے کا، لپٹنے چمٹنے کا، مصافحے اور معانقے کا حکم بوسہ ہی جیسا ہے (بحر الرائق) کپڑے کے اوپر سے بیوی سے مساس کیا اور انزال ہوگیا تو اگر بیوی کے جسم کی کچھ حرارت اسے محسوس ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (معراج الدرایہ) بیوی نے شوہر سے مساس کیا اور شوہر کو انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا ہاں خود شوہر نے بیوی کو اسکے لئے برانگیختہ کیا تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے (محیط) اگر کسی جانور کی پیشاب گاہ سے مساس کیا اور انزال ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (سراج الوہاج) اگر جانور سے یا کسی مردہ لاش سے صحبت کی یا پیشاب گاہ سے اوپر اوپر مجامعت کی، اگر انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر ان سب صورتوں میں انزال ہوگیا تو قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں آئے گا (قاضی خاں) روزہ کی حالت میں آدمی اپنے عضو کو ہلائے اور اسے انزال ہوجائے تو قضا آئے گی، یہ ہی مختار قول ہے اور عام مشائخ کا قول بھی یہی ہے (بحر الرائق) اگر عضو مخصوص کو بیوی کے ہاتھ سے حرکت دلائے، اور انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا (سراج الوہاج) اگر کسی نے ایسی عورت سے صحبت کرلی جو سو رہی ہو یا اسے پاگل پن کا دورہ پڑا ہو جبکہ وہ حالت بیداری میں یا افاقہ کے وقت روزے کی نیت کر چکی تھی تو اس عورت کا روزہ تینوں اماموں کے نزدیک ٹوٹ جائے گا (الخلاصہ) اگر دو عورتیں باہم ایک دوسرے سے اپنی پیشاب گاہوں کو رگڑیں (اور چپٹی کھیلیں) تو انزال ہونے سے ان کا روزہ ٹوٹ جائیگا، ورنہ نہیں (سراج الوہاج) انزال کی صورت میں کفارہ نہیں آتا (فتح القدیر)

وہ صورتیں جن سے قضا اور کفارہ واجب ہوتا ہے

جو شخص قصداً اگلی یا پچھلی طرف سے روزہ میں صحبت کرے اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی اور دونوں صورتوں میں انزال ہونا ضروری نہیں (ہدایہ) اگر عورت نے خوشی خوشی صحبت کرائی تو اس کا بھی یہ ہی حکم ہے جو مرد کا اور اگر بالجبر اس سے صحبت کی گئی تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ عورت سے شروع میں تو زبردستی کی گئی اور آخیر میں اس نے خوشی خوشی صحبت کرائی، (فتاوی قاضی خاں) اگر عورت نے کسی لڑکے کو یا کسی پاگل شخص کو اپنے اوپر قابو پالے کا موقعہ دیدیا اور اس نے اس سے زنا کرلیا، تو اس صورت میں اس عورت پر بالاتفاق کفارہ واجب ہوگا (زاہدی) کسی نے جان کر کوئی دوا یا غذا کھائی تو کفارہ دینا ہوگا یہ اس صورت میں ہے جب وہ دوا کی نیت سے یا غذا کی نیت سے اسے کھائے، اگر یہ نیت نہیں ہے تو کفارہ نہیں آئے گا[1]

---

[1] دوا کھانے کی اس وقت اجازت ہے جب کوئی طبیب حاذق و معتمد روزہ رکھنے کو مضر بتائے اور صحت کیلئے روزہ توڑنا ضروری ہے۔

قضاء کرنی ہوگی (خزانۃ المفتیین) اسی لحاظ سے روزہ میں اگر روٹی کھائی یا کھانے پینے کی چیزیں یا تیل اور دودھ وغیرہ استعمال کیا یا ہیڑ، مشک زعفران، کافور وغیرہ کھایا تو احناف کے نزدیک قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے (قاضی خاں) سرکہ، زعفران کا عرق، ترش پانی، لوبے کا پانی یا خربوزہ، ککڑی، کھیرا اور انگور کا پانی یا بارش، اولے اور برف کا پانی قصدًا پئے تب بھی یہی حکم ہے، ایسے ہی اگر وہ مٹی کھالی جو دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے جیسے گل ارمنی (گیرو) یا وہ جو بھون کر استعمال کی جاتی ہے۔ یا سکہ ملا جوار کا آٹا کھالیا یا کوئی چھوٹا خربوزہ نگل لیا اس کا بھی یہی حکم ہے، کچا گوشت یا کچی چربی کھائی تو مختار قول کے مطابق اس کا بھی یہی حکم ہے (خزانۃ المفتیین) بھنے ہوئے جو نگلے تو کفارہ دینا ہوگا، بغیر بھنے ہوئے جو نگلنے پر کفارہ لازم نہیں، کیوں کہ بھنے ہوئے جو کھانے کا تو رواج ہے کچے جو کھانے کا رواج نہیں ہے (محیط سرخسی) جوار کے آٹے میں سکہ یا دہی ملا کر کھانے سے کفارہ واجب ہوتا ہے، گیہوں کا بھی یہی حکم ہے (خلاصہ) اگر جوار کا پیڑ کھا لیا تو زندویسی کے نزدیک اس پر کفارہ ہے کیوں کہ اس میں مٹھاس اور مزہ ہوتا ہے، اگر پیڑ کے پتے اتنے بڑے بڑے کھائے جن کے کھانے کا رواج ہے جیسے انگور کے بڑے پتے تو قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں آئے گا (بحر الرائق) ہر قسم کی گھاس یا پات کا یہی حکم ہے، اگر انگور کو چبا کر کھا لیا تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی آئے گا اور اگر ایسا دانہ جس کا چھلکا اترا ہوا ہو بغیر چبائے نگل گیا تب بھی یہ حکم ہے، اگر انگور کے اس دانہ پر چھلکا تھا تو عام علماء کا مذہب یہی ہے کہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، مگر ابو سہل کہتے ہیں کہ کفارہ نہیں آئے گا اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) تازہ بادام کو نگلنے سے کفارہ آئے گا (محیط سرخسی) اگر تازہ یا خشک اخروٹ اور بادام کو چبا کر نگلا تو کفارہ دینا ہوگا (معراج الدرایہ) نمک کھانے سے کفارہ نہیں آتا، ہاں نمک کھانے کی عادت ہو تو کفارہ آئے گا (تبیین) نمک کھا لیا تو کفارہ واجب ہے یہی مختار قول ہے (خلاصہ) صدر الشہید کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے (شرح نقایہ للشیخ ابی المکارم)

وہ متفرق مسائل جو اسی دوسری قسم سے ملتے جلتے ہیں

بھول کر کھایا پیا یا صحبت کی، پھر اس خیال سے کہ روزہ تو ٹوٹ ہی گیا پھر دوبارہ عمدًا کھا پی لیا تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا، اگر اس کو اس بات کا علم ہو کہ بھولے سے آدمی افطار کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک (اس کے دوبارہ قصدًا کچھ کھا پی لینے سے) کفارہ واجب ہوگا یہی زیادہ صحیح ہے (خلاصہ) قئی ہوگئی اور یہ سمجھ کر روزہ ٹوٹ گیا اس نے کچھ کھا پی لیا تو کفارہ نہیں آئے گا ہاں اگر اسے علم ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹتا اور پھر اس نے کھا لیا، تو کفارہ واجب ہوگا (بحر الرائق) احتلام ہوگیا اور روزہ ٹوٹ جانے کے خیال سے اس نے قصدًا کچھ کھا لیا، تو اس پر کفارہ نہیں (محیط) اگر احتلام کا مسئلہ معلوم ہے تو پھر کفارہ آئے گا (ظہیریہ) روزے میں سینگی لگوائی پھر اس خیال سے کہ روزہ ٹوٹ گیا اس نے قصدًا کچھ کھا پی لیا تو اس پر قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی، لیکن کسی مفتی نے اسے روزہ ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا یا اسکو (وہ) حدیث معلوم ہوئی (جس سے روزہ ٹوٹ جانے کا حکم معلوم ہوتا ہے) اور اس پر اعتماد کر کے اس نے روزہ افطار کر لیا تو اب کفارہ واجب نہ ہوگا، امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہے، البتہ امام ابو یوسف اس سے اختلاف فرماتے ہیں، اگر حدیث کی تاویل معلوم ہو تو کفارہ واجب ہوگا (ہدایہ) سرمہ لگانے یا بدن یا مونچھوں پر تیل لگانے کے بعد یہ گمان پیدا ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصدًا کچھ کھا پی لیا تو کفارہ دینا ہوگا لیکن وہ مسئلہ سے ناواقف تھا اور کسی نے روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ دے دیا تو اب کفارہ لازم نہیں (قاضی خاں) مسافر زوال سے پہلے اپنی بستی میں آجائے، اور اس نے ابتک کچھ نہ کھایا ہو اور یہاں آ کر روزے کی نیت کر لی اس کے بعد قصدًا صحبت کی تو کفارہ نہیں آئے گا، اسی طرح اگر کسی پاگل آدمی کو زوال سے پہلے پہلے افاقہ ہو جائے، پھر اس نے روزے کی نیت کر لی (اس کے بعد صحبت کی تو اس کا حکم بھی یہی ہے (سراج الوہاج) صبح کے وقت تو روزے کی نیت تھی نہیں مگر زوال سے پہلے پہلے نیت کر لی اور پھر کچھ کھا لیا تو کفارہ نہیں آئے گا (کشف الکبیر) اور صحیح قول یہ ہے کہ کسی شخص نے روزہ توڑ دیا، پھر اتنا شدید بیمار پڑا کہ روزہ رکھ نہیں سکتا، تو احناف کے نزدیک کفارہ ساقط ہوجائیگا (قاضیخاں)

یہ ہی قول زیادہ صحیح ہے (ظہیریہ) احناف کے یہاں اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کی کیفیت شام کے وقت ایسی ہو کہ وہ اگر صبح کے وقت ہوتی تو اسے روزہ توڑنا جائز ہوتا، ایسے شخص کے ذمے سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے (قاضی خاں) مسواک کرنے کے بعد اس گمان سے کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور قصداً کچھ کھا پی لیا تو قضا اور کفارہ دونوں چیزیں واجب ہوں گی (خلاصہ) غیبت کرنے کے بعد یہ خیال ہوا کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے پھر جان کر کچھ کھا لیا تو کفارہ واجب ہوگا، چاہے کسی مفتی نے اسے یہ فتویٰ دیا ہو کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یا اسنے کسی حدیث کی تاویل کر لی ہو (بدائع) عام علماء کا قول یہی ہے (قاضی خاں)

کسی عورت نے جان کر روزہ توڑ دیا اور پھر اسی روز حیض آگیا یا بیمار ہو گئی تو روزہ کی قضا کرے گی، کفارہ نہیں دینا پڑیگا، کسی شخص نے روزہ توڑ دیا اور پھر بے ہوش ہو گیا اس وقت بھی یہ ہی حکم ہے (محیط سرخسی) ایک شخص نے خود کو مجروح کر لیا اور زخم کی وجہ سے روزہ کی قدرت نہیں رہی تو بعض فقہاء کے نزدیک کفارہ اس کے ذمے واجب ہوگا، یہ ہی صحیح ہے (ظہیریہ) کسی جانور سے یا مردہ سے صحبت کر کے یہ خیال ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کچھ کھا لیا تو اس کے ذمے کفارہ ہے جبکہ وہ مسئلہ جانتا ہو اور اگر مسئلہ نہیں جانتا تو صرف قضا آئے گی، کفارہ نہیں آئے گا، اگر اپنی انگلی پاخانے کے مقام میں اندر داخل کی یا کوئی (موتیوں کا) ہار نگل گیا اور اس کا سرا اسکے ہاتھ میں ہے پھر اس نے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور جان کر کچھ کھا لیا تب بھی یہ ہی حکم ہے، اگر کسی حسین عورت کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، پھر قصداً کچھ کھا لیا تو اس کا حکم وہی ہے جو تے کے مسئلے میں بیان کیا گیا، اگر ایسا مردار کھایا جس میں کیڑے پڑ چکے تھے تو روزہ ٹوٹ جائیگا کفارہ نہیں آئے گا، اگر کیڑے نہیں پڑے تھے تو کفارہ اور قضا دونوں لازم ہوں گے (قاضی خاں) اگر کوئی شخص رمضان میں قصاص کے طور پر، قتل کیا جائے (اور وہ روزہ سے ہو) وہ کسی سے پانی مانگے اور وہ اسے پانی پلا دے، پھر اس واجب القتل شخص کا جرم معاف ہو گیا اور وہ قتل سے بچ گیا تو شیخ امام ظہیر الدین کے نزدیک اس پر کفارہ واجب ہوگا، اگر کسی نے قصداً اپنی مرضی سے دن میں یا رات کے وقت بیوی سے صحبت کی، پھر اسکو زبردستی حاکم نے سفر میں بھیج دیا تو ظاہر اصول کے مطابق اس کے ذمے سے کفارہ ساقط نہ ہوگا (ظہیریہ)

باب

ان مجبوریوں کا بیان جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے!

سفر روزہ نہ رکھنے کا عذر ہے شرعی سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے [۱]، جس روز سفر شروع کیا ہے وہ دن (سفر میں شمار کر کے) روزہ نہ رکھنے کا عذر نہیں بن سکتا (غیاثیہ) لہٰذا کسی شخص نے دن میں سفر شروع کیا تو اس روز روزہ توڑنا جائز نہ ہوگا، اور توڑے گا تو کفارہ نہیں آئے گا، اگر پہلے روزہ توڑا، اسکے بعد سفر کیا تو کفارہ بھی دینا پڑیگا (محیط سرخسی) صبح کے وقت جان بوجھ کر کچھ کھایا پھر حاکم نے اسے جبراً سفر پر روانہ کر دیا، تو ظاہر روایت کے بموجب کفارہ اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اگر اپنی مرضی سے سفر میں گیا تو پھر سب کے نزدیک کفارہ اسے دینا ہوگا (خلاصہ) رمضان میں سفر شروع کیا، پھر کسی بھولی ہوئی چیز کو لینے کیلئے گھر لوٹا اور اپنے یہاں کچھ کھایا پیا، اس کے بعد پھر سفر میں چلا گیا، تو قیاس یہ ہے کہ کفارہ واجب ہو، کیوں کہ اس کا سفر ختم ہو چکا تھا، فقیہ کہتے ہیں کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں (غیاثیہ)

روزہ نہ رکھنے کا ایک عذر بیماری ہے اگر جان کا اندیشہ ہو، یا کسی عضو کے بیکار ہونے کا خطرہ ہو تو سب کے نزدیک یہ ہی حکم ہے کہ روزہ توڑ دینا چاہیئے، اگر یہ اندیشہ ہو کہ بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں جائے گی تب بھی خاف

[۱] شرعی سفر کم از کم ۴۸ میل کا سفر کہلاتا ہے۔

کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں روزہ توڑنے کے بعد اس کی قضا لازم ہے (محیط) یہ بات بیمار خود اپنے اجتہاد سے معلوم کرے اور اجتہاد وہم کو نہیں کہتے بلکہ ظن غالب کسی ذریعہ سے حاصل ہو جائے، کسی علامت سے یا اپنے تجربے سے، یا اس مسلمان معالج کے بتلانے سے جو کھلم کھلا فسق میں مبتلا نہ ہو (فتح القدیر) اگر تندرست آدمی کو یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے سے وہ بیمار ہو جائے گا تو وہ مریض ہی شمار ہوگا (تبیین) اگر روزہ کا دن تیسرے دورہ ہی بخار چڑھنے کا دن ہو اور بخار چڑھنے سے پہلے کچھ وہ کھالے تو اس میں کچھ حرج نہیں (فتح القدیر) اگر تیسرے دن بخار چڑھتا ہے اور دورہ والے روز اس خیال سے روزہ توڑ دیا کہ بخار چڑھا تو کمزوری ہو جائے گی (اور روزہ نہیں رکھ سکوں گا) پھر اسے بخار نہیں چڑھا تو اب کفارہ دینا ہوگا (خلاصہ)

روزہ نہ رکھنے کا ایک عذر، حاملہ ہونا، اور بچہ کو دودھ پلانا ہے

اگر عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ روزہ نہ رکھنے سے خود اس کو یا بچے کو نقصان پہنچے گا، تو روزہ توڑ دے، اس کی قضا کرے کفارہ نہیں آئے گا (خلاصہ)

حیض و نفاس بھی روزہ نہ رکھنے کا عذر ہے

کسی عورت کو حیض یا نفاس (کا خون) آرہا ہو تو روزہ نہ رکھے (ہدایہ) اگر یہ گمان تھا، کہ حیض آئے گا اور اس وجہ سے روزہ توڑ دیا مگر اس دن حیض نہیں آیا تو ظاہر تر بات یہی ہے کہ اس کو کفارہ دینا پڑے گا (ظہیریہ) رات کے وقت حیض ختم ہو گیا اور پاک ہو گئی جبکہ حیض پورے دس روز آیا ہو تو اب صبح کو اسے روزہ رکھنا چاہئیے اور اگر حیض دس دن سے کم آیا تو اس صورت میں کچھ تفصیل ہے، رات کو غسل کرنے کے بعد بھی رات کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا (اور سحر نہیں ہوئی تھی) تو روزہ رکھے، ہاں اگر غسل کرتے ہی صبح ہو گئی تو اب روزہ نہ رکھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دس روز سے کم مدت کا حیض آیا تو نہانے کا وقفہ بھی حیض ہی کی مدت میں شامل ہوگا (محیط سرخسی)

روزہ توڑنے کا ایک عذر بھوک اور پیاس ہے

بھوک اور پیاس کی شدت سے جان جانے کا خطرہ ہو یا ہوش و حواس گم ہونے کا خطرہ ہو، تو روزہ توڑا جا سکتا ہے (فتح القدیر)

روزہ نہ رکھنے کا ایک عذر بڑھاپا ہے

بڈھا پھونس آدمی (جسے اصطلاح میں شیخ فانی کہا جاتا ہے) اگر روزہ رکھنے کی سکت نہ رکھتا ہو تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، ہاں ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا پڑے گا (ہدایہ) بوڑھی عورت کے لئے بھی یہی مسئلہ ہے (سراج الوہاج) شیخ فانی وہ کہلاتا ہے جس کا (طبعی) ضعف روز بروز بڑھتا جاتا ہو، حتی کہ کمزور ہوتے ہوتے مر جائے (بحر الرائق) بوڑھا آدمی اپنے روزوں کا مذکورہ فدیہ چاہے شروع رمضان میں ایک بار دیدے اور چاہے تو آخر میں اکٹھا دیدے (النہر الفائق) اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی سکت ہو گئی تو فدیہ کا حکم باقی نہیں رہے گا، اب اس کے ذمے روزے رکھنے واجب ہیں (نہایہ) شیخ فانی کے ذمے قسم کے یا قتل کے سلسلے کے روزے واجب تھے اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے یہ روزے رکھنے سے مجبور ہو گیا تو ان روزوں کے عوض کھانا کھلا دینا جائز نہیں، اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ وہ روزہ جو بذات خود مستقل ہو، اور کسی دوسری شے (کے نتیجے میں یا اس) کا عوض نہ ہو اس روزہ کی ادائیگی سے آدمی عاجز آجائے تو اس کے بجائے کھانا دے سکتا ہے اور جو روزہ خود اصلاً واجب نہ ہو بلکہ کسی شے کے نتیجے میں واجب ہوا ہو اس کے بدلے میں کھانا نہیں دیا جا سکتا، خواہ اب آئندہ کے لئے بھی روزہ رکھنے کی کوئی امید باقی نہ رہی ہو، مثال کے طور پر قسم کے کفارے میں جو روزے رکھے جاتے ہیں ان کے عوض کھانا دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ خود دوسری چیز (یعنی قسم کا۔ ل ہیں، ہاں کفارۂ ظہار اور رمضان کے کفارے کے عوض ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی اسلئے اجازت ہے کہ اس فدیے کا ثبوت قرآن و حدیث میں صراحتاً موجود ہے (شرح طحاوی)

رمضان کے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے نہ رکھ سکا اور اس آدمی کا اسی سفر یا اسی بیماری میں انتقال ہو جائے تو اس پر قضا لازم نہیں ہے۔ البتہ اگر اس نے فوت شدہ روزے کے بدلے میں فدیے کی وصیت کی تو یہ وصیت صحیح ہوگی مگر (ورثا کے ذمے) واجب نہیں، یہ وصیت اس کے تہائی مال میں سے پوری کی جائے، بیماری سے صحت پانے اور سفر سے واپسی کے بعد فوت شدہ روزوں کی قضا کرنے کا وقت اگر ملا تو ان روزوں کی قضا اس کے ذمے واجب ہے۔ اگر یہ قضا روزے نہیں رکھے اور مر جائے تو اس کو فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے (بدائع) اس کی جانب سے اس کا ولی ہر روزہ کے بدلے میں کسی مسکین آدمی کو ایک صاع چھوہارے یا جو دے، یا نصف صاع گیہوں دے (ہدایہ) اس شخص نے تو وصیت نہیں کی مگر وارث بطور احسان اور سلوک اس کی جانب سے فدیہ دے دے تو یہ جائز ہے لیکن اگر مرنے والے نے وصیت نہیں کی تو فدیہ ان کے ذمے واجب نہیں ہے (قاضی خاں) ولی مرنے والے کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا (تبیین) بیمار کو صحت ہوگئی اور مسافر نے سفر ختم کر کے قیام کر لیا اور اس کے بعد موت آگئی تو انہوں نے حالت صحت و قیام کی جتنی مدت پائی ہے اس کے بعد روزوں کی قضا واجب ہوگی، اس میں سب کا اتفاق ہے اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) گذشتہ رمضان کے روزوں کی قضا نہیں کی تھی کہ اگلا رمضان آگیا تو اب اس سال کے رمضان کے روزے (پہلے) رکھے اور رمضان کے بعد پچھلے رمضان کی قضا کرے (نہر الفائق) احناف میں سے رازی کہتے ہیں کہ نفل روزہ کسی عذر کے بغیر توڑنا جائز نہیں ہے (کافی) یہی قول زیادہ صحیح ہے (محیط سرخسی) یہی ظاہر روایت ہے (نہر الفائق) امام ابویوسف و محمد سے روایت ہے کہ (نفل روزہ توڑنے کیلئے) دعوت بھی ایک عذر ہے (کافی) فقہاء کہتے ہیں کہ اگر ایسے آدمی نے دعوت کی جو مدعو شخص کے اس کے مکان پر چلے جانے کو غنیمت سمجھے گا، اور کھانا نہ کھانے سے اس کو ملال نہ ہوگا تب تو روزہ نفل توڑنا نہیں چاہیئے[1]، اور اگر اس کے کھانا نہ کھانے کا اس کو رنج ہوگا تب روزے کو توڑ کر اس کی دعوت قبول کرے اور بعد میں اس کی قضاء کرے، شمس الائمہ حلوائی کہتے ہیں اس سلسلہ میں بہترین قول یہ ہے کہ اگر اپنی ذات پر آدمی کو یہ بھروسہ ہو کہ وہ پھر اس روزے کی قضا کر سکے گا تو ایک مسلمان بھائی کی خوشنودی کی خاطر روزہ توڑ دے اور اگر اپنے اوپر یہ بھروسہ نہیں کہ قضا کر سکے گا تو پھر روزہ نہ توڑے، اگرچہ اس صورت میں اس مسلمان بھائی کو رنج ہوگا، مگر یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب زوال سے پہلے پہلے ایسی صورت درپیش ہو، زوال کے بعد کسی صورت میں روزہ توڑنا درست نہیں سوائے اس کے کہ یہ نفلی روزہ رکھنے میں والدین کی ناراضی ہو، صرف اس وقت زوال کے بعد توڑ سکتا ہے (محیط) دعوت میں مہمان کی طرح میزبان کے لئے (نفلی روزہ توڑنے کا) عذر ہے (شرح وقایہ) ہاں جو روزہ واجب ہو اس میں دعوت عذر نہیں (نہایۃ) اگر کسی پاگل شخص کو رمضان میں کچھ دن کیلئے صحت ہوگئی تو رمضان کے گذشتہ روزوں کی قضا لازم ہوگی، اگر پورے ماہ رمضان پاگل پن طاری رہا تو پھر قضا نہیں آئے گی، ظاہر روایت کے مطابق جنون خواہ بالغ ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں دونوں میں کوئی فرق نہیں (محیط) رمضان میں زوال کے بعد شام کے وقت افاقہ ہو تو قضا واجب نہیں (کفایہ) (نہایہ) رمضان بھر بے ہوشی رہی تو سب کے نزدیک اس کی قضاء کرنی پڑے گی (معراج الدرایہ) اگر سورج ڈوبنے کے بعد بے ہوشی یا جنون طاری ہوا اور مسلسل کئی دن یہی کیفیت رہی تو اس رات کے بعد والے دن کا روزہ قضا نہیں کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ اگر اس نے اس دن کے روزے کی نیت کر لی تھی تو اس کا روزہ ہو ہی گیا، لیکن اگر یہ پتہ نہیں کہ نیت کی یا نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ نیت کی ہوگی اور جو حال ظاہر ہو اسی پر عمل کرنا واجب ہے، البتہ اگر مسافر ہو یا ایسا آدمی ہو جسے رمضان میں روزے رکھنے

---

[1] حاکم کہتے ہیں کہ اگر خود اس شخص کو کھانے کی رغبت ہو، دعوت کرنے والے کو رنج ہو یا نہ ہو تب بھی نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے ابن الہمام نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

کی عادت نہیں تو اس کے ذمے (اس صورت میں) قضا واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا جو ظاہری حال ہے وہ یہ ہی بتلاتا ہے کہ انھوں نے روزے کی نیت نہیں کی ہوگی (زاہدی) دشمن سے لڑنے والا مجاہد اگر رمضان میں محاذ جنگ پر ہو اور روزہ رکھنے میں اس کو یہ اندیشہ ہے کہ لڑائی کی قوت نہیں رہے گی تو وہ روزہ توڑ سکتا ہے (محیط سرخسی) اگر اتفاق سے لڑائی نہ ہو تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا جنگ میں لڑنے کیلئے پہلے غذا کی ضرورت ہے، بیماری کا معاملہ اس سے مختلف ہے (ظہیریہ) کسی پیشہ ور کا پیشہ اس قسم کا ہے کہ اس میں لگنے سے اسے نقصان پہنچے گا اور روزہ توڑنا پڑے گا جبکہ وہ اپنی ضروریات کے لئے وہ پیشہ کرنے پر مجبور بھی ہو تو جبتک اسے وہ مرض لاحق نہ ہو اس وقت تک اسے روزہ توڑنا (اور روزہ نہ رکھنا) حرام ہے (قنیہ)

باب ٦

نذر کے مسائل

نذر کے لئے کچھ شرائط ہیں، ان کے بغیر نذر صحیح نہیں ہو سکتی۔

پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی جو نذر مان رہا ہے شرعاً اس طرح کی اور اس جنس کی کوئی چیز اس پر واجب ہو، یہ ہی وجہ ہے کہ مریض کی عیادت کی نذر ماننا درست نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شے ذریعہ نہ ہو بلکہ شرعاً مقصود و مطلوب ہو، اسی لئے وضو کی اور سجدۂ تلاوت کی نذر صحیح نہیں ہوتی

تیسری شرط یہ ہے کہ خود وہ شے فوری طور پر یا کسی اور وقت اس کے ذمے واجب نہ ہو جیسے ظہر یا عصر کی نماز کی نذر مان لے یہ نذر صحیح نہیں ہے (نہایہ)

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ فی نفسہ کوئی معصیت نہ ہو (بحر الرائق) اس لئے اگر کسی نے اللہ واسطے قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اس روز روزہ نہ رکھے، اس کی قضا کر لے (کیوں کہ قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع ہے) یہ نذر اپنی جگہ صحیح ہوگی اسلئے کہ روزہ شریعت ہی کی مقرر کردہ ایک عبادت ہے اور (قربانی کے دنوں میں اس کی) ممانعت دوسرے (خارجی اور عارضی) سبب کی بنا پر ہے اور وہ سبب یہ کہ اس دن (مسلمانوں کو) اللہ ہی کی جانب سے کھانے کی دعوت دی گئی ہے، اس دن میں وہ اس دعوت کو قبول نہ کرے اور روزہ رکھ لے تو نذر کا واجب تو ادا ہو جائے گا (اگرچہ گنہگار ہوگا) (ہدایہ)

ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ کسی ناممکن اور محال چیز کی نذر نہ کرے جیسے کسی نے کل گذشتہ کے روزے کی نیت کی تو یہ صحیح نہ ہوگی (بحر الرائق) اگر یہ نذر کی کہ مجھے خدا واسطے اس دن کا روزہ رکھنا ہے جس دن فلاں شخص آئے گا تو وہ شخص اس دن ایسے وقت آیا جب وہ کھانا کھا چکا تھا یا نذر ماننے والی عورت کو حیض شروع ہو گیا تھا، اس صورت میں امام محمد کے قول کے مطابق اس پر کچھ واجب ہوگا (قاضیخان) یہ ہی مختار قول ہے (سراجیہ) اور اگر وہ آنے والا شخص زوال کے بعد پہنچا تو امام محمد کے قول کے مطابق اس کے ذمے کچھ لازم نہ ہوگا، اور اس میں ان کے علاوہ کسی دوسرے امام سے بھی کوئی روایت منقول نہیں ہے (خلاصہ) اگر یہ نذر کی کہ میں اس دن کا روزہ خدا کے واسطے رکھوں گا جس روز فلاں شخص آئے گا اور وہ شخص رات کے وقت پہنچا تو اس کے ذمے کچھ واجب ہوگا، اگر وہ شخص دن میں زوال سے پہلے آگیا اور اس نے ابتک کچھ کھایا پیا نہیں تو اب اسے روزہ رکھنا چاہئے (محیط) اگر یوں کہا میرے ذمے خدا واسطے یہ واجب ہے کہ جس روز فلاں آدمی آئے گا میں اس دن کا روزہ ہمیشہ رکھا کروں گا، وہ شخص اس دن ایسے وقت پہنچا کہ اس نے کھانا کھایا تھا تو اس روز کا روزہ اس پر واجب نہیں۔ ہاں آئندہ اس دن کا روزہ (ہر ہفتے) اس کے ذمے واجب ہوگا (سراج الوہاج)

(سراج الوہاج، محیط)، ایک شخص نے یہ نذر کرلی کہ جس روز فلاں آدمی آئے گا اس روز کا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، پھر ایک دوسری نذر یہ کرلی کہ جس روز فلاں آدمی صحتیاب ہوگا اس دن کا روزہ میں ہمیشہ رکھا کروں گا، اتفاق سے وہ شخص پہنچا جس کے آنے کی نذر کی تھی اسی روز مریض بھی صحتیاب ہوگیا تو اس کے ذمے ہمیشہ اس ایک دن کا روزہ رکھنا واجب ہے، اس سے زائد کسی اور دن کا واجب نہیں ہے (محیط) اگر یہ نذر کی کہ اللہ واسطے ایک دن کا روزہ رکھوں گا تو اس پر ایک دن کا روزہ واجب ہے، روزہ رکھنے کیلئے دن معین کرنے کا اسے اختیار ہے، جس دن چاہے رکھ لے۔ اس (مطلق نذر کے) روزہ کے سلسلے میں سب کے نزدیک اسے مہلت حاصل ہے۔ اگر یہ نذر کی کہ میں اللہ کے واسطے آدھے دن کا روزہ رکھوں گا تو یہ نذر صحیح نہ ہوگی، اگر یہ نذر کی کہ میں اللہ واسطے دو یا تین دن یا دس دن کے روزے رکھوں گا تو اتنے ہی روزے اس کے ذمے واجب ہوں گے، چاہے کوئی وقت معین کر کے انھیں ادا کرلے۔ اسے یہ اختیار ہے کہ ایک ساتھ یہ روزے رکھے، چاہے الگ الگ رکھے، ہاں اگر نذر یہ کی تھی کہ مسلسل رکھے گا تو پھر سب اکٹھے ہی رکھنے پڑیں گے اگر مسلسل روزوں کی نیت کی تھی مگر بیچ میں ایک دن کا ناغہ کردیا، یا عورت کو حیض آگیا تو اب وہ سب روزے از سر نو رکھنے ہوں گے (سراج الوہاج)، نذر یہ کی تھی کہ الگ الگ روزے رکھنے ہیں مگر رکھ لئے سب ایک ساتھ تو یہ جائز ہے (قاضی خاں) اگر یہ نذر کی کہ خدا واسطے میں مسلسل دس دن کے روزے رکھوں گا، پھر اس نے پندرہ دن کے روزے رکھے البتہ بیچ میں ایک دن کا ناغہ ہوگیا اور یہ متعین نہیں ہوسکا کہ یہ ناغہ ان دس دن کے اندر ہوا یا ان آخری پانچ دنوں میں ہوا تو اب اسے چاہیئے کہ (پندرہ روزہ پورے ہوتے ہی) مسلسل پانچ روزے مزید رکھ لے تاکہ دس روزوں کی گنتی پوری ہوجائے (ظہیریہ) اگر یہ نذر کی کہ اللہ واسطے ایک دن اور ایک دن کا روزہ رکھوں گا تو اس کے ذمے ایک ہی دن کا روزہ واجب ہوگا لیکن اگر اس کی نیت ان لفظوں سے ہمیشہ روزہ رکھنے کی ہو تو پھر اس کی نیت کے مطابق (روزہ) واجب ہوگا۔ اگر یہ نذر کی کہ اللہ واسطے مجھ پر روزہ رکھنا واجب ہے تو اسکے ذمے ایک دن کا روزہ واجب ہوگا۔ اگر یوں نذر کی کہ میرے ذمے صومِ ایام واجب ہیں تو ۳ دن کے روزے اس پر واجب ہوں گے ہاں اگر (اس قول سے) اس نے زیادہ دن مراد لئے تو اتنے ہی دن کے روزے اس پر واجب ہوں گے۔ اگر یوں کہا کہ اللہ واسطے مجھ پر ایام کثیرہ کے روزے واجب ہیں اور کوئی (متعین) نیت نہیں کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے ذمے دس روزے واجب ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک سات دن کے روزے (سراج الوہاج) اگر یوں کہا کہ اللہ واسطے مجھ پر صوم الایام واجب ہیں اور نیت کچھ کی نہیں تب بھی امام اعظم کے نزدیک اس پر دس دن کے روزے واجب ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک سات دن کے (سراجیہ) اگر یوں کہا کہ دس دن اور کچھ دنوں کے روزے میرے اوپر اللہ واسطے واجب ہیں تو تیرہ[۱۳] دن کے روزے اس پر واجب ہوں گے[لہ] (فتح القدیر) اگر یوں کہا کہ اللہ واسطے مجھ پر اتنے اتنے دن کے روزے رکھنے واجب ہیں تو ۱۱ دن کے روزے اس پر واجب ہوں گے (قاضی خاں) اگر یہ کہا کہ اللہ واسطے مجھ پر ایک جمعہ کا روزہ واجب ہے تو سات دن کے روزے واجب ہوں گے لیکن اگر اس نے صرف اس جمعہ کے دن کی نیت کی تھی تو پھر اس ایک دن کا روزہ واجب ہے، جمعہ کی تعیین کا اسکو اختیار ہے (کہ کونسے جمعہ کو رکھے) (سراج الوہاج) اگر یہ کہا کہ مجھ پر جمعوں کے روزے رکھنے واجب ہیں تو امام اعظم کے نزدیک اس جمعہ کے روزے اسپر واجب ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک عمر بھر میں جتنے جمعہ آئیں گے ان سب کے روزے اس پر واجب[لہ] ہوجائیں گے

لہ و لہ (اصل یہ اس طرح کے مسائل اہل زبان کے طرز گفتگو اور محاورے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس بنا پر یہاں جو مسئلہ بیان کیا گیا وہ عربی زبان کے پیش نظر بیان کیا گیا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اردو میں اس طرح کا جملہ بولا جائے تو اس کا حکم بھی اسی کے مطابق ہو۔

اگر یہ کہا کہ اس ماہ کے جمعوں کے روزے رکھوں گا تو اس ماہ کے تمام جمعوں کے روزے اس پر واجب ہوں گے۔ شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے (ظہیریہ)۔ اگر یوں کہا کہ خدا واسطے میرے ذمّے جمعرات کا روزہ واجب ہے جو سب سے پہلی جمعرات آئے گی اس کا روزہ اس پر واجب ہوگا ہر جمعرات کا روزہ واجب نہیں لیکن اگر ہر جمعرات کی نیت کی تو پھر اس طرح (ہر جمعرات کا) روزہ واجب ہوگا۔ اگر یوں کہا کہ اللہ واسطے مجھ پر ہفتہ کے روز آٹھ روز کے روزے رکھنے واجب ہیں تو اس پر دو سنیچر کے روزے واجب ہوں گے۔ یا یوں کہا کہ مجھ پر بار کے دن سات روزے رکھنے خدا واسطے واجب ہیں تو اسے سات بار کے روزے رکھنے پڑیں گے کیوں کہ بار کا دن ہفتہ میں دو مرتبہ نہیں آتا۔ لہٰذا اس کی بات (ایام کی) گنتی پر محمول ہوگی جب کہ پہلی صورت اسکے برعکس ہے (سراج الوہاج)۔ اگر یہ نذر کی کہ اس آئندہ جمعرات کو روزہ رکھے گا اور اس جمعرات کو روزہ نہ رکھا تو اس کی قضاء کرنی پڑے گی (محیط)۔ اگر قضا کرنے میں دیر کردی یہاں تک کہ بہت بوڑھا ہوگیا یا یہ صورت تھی کہ دائمی روزے رکھنے کی نیت کی تھی پھر وہ بڑھاپے کی بدولت روزے نہ رکھ سکا یا شغلِ معاش کی وجہ سے مجبور ہوا جس میں شدید محنت کرنی پڑتی ہے، تو اب یہ روزہ نہ رکھے تو اس کی اجازت ہے۔ ہاں ہر روزے کے عوض ایک مسکین شخص کو کھانا کھلائے جیسا پہلے بیان کیا جاچکا۔ اگر اپنی ناداری کی وجہ سے کھانا کھلانے کی سکت نہیں تو اللہ سے معافی چاہے وہ غفور الرحیم ہے۔ اگر موسم سخت ہے، گرمی زیادہ ہے اور روزہ نہیں رکھ سکتا تو روزہ نہ رکھے اور موسم سرما کا انتظار کرے اس وقت قضا کرے (فتح القدیر)۔ اگر یہ صورت اس وقت ہوگی جب ہمیشہ ہمیشہ روزے رکھنے کی نذر نہ مانی ہو (خلاصہ)۔ اگر ارادہ تو یہ تھا کہ اللہ واسطے ایک دن کا روزہ اس کے ذمّے واجب ہے اور منہ سے یوں نکلا (دن کی جگہ) کہ ایک ماہ کے روزے رکھوں گا تو پھر اسے ہفتہ بھر کے روزے رکھنے پڑیں گے، اس کی وجہ یہ ہے نذر کے مسئلے میں ارادہ اور غیر ارادہ (جو بھی الفاظ نکلیں) سب کا حکم ایک ہے۔ اگر یہ کہا کہ اللہ واسطے ایک ماہ کے روزے میرے اوپر واجب ہیں تو تیس دن کے روزے اس پر واجب ہوجائیں گے، یہ اسے اختیار ہے کہ روزوں کیلئے کسی ماہ کی بھی تعیین کرے۔ نذر کرکے فوراً ان کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ تاخیر کرنے پر اس پر کوئی گناہ بھی نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔ اگر اس نے عربی میں لفظ شہر کے ساتھ الف لام استعمال کیا یعنی الشہر اس طرح کہا کہ لِلّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اَصُوْمَ الشَّھْرَ تو اس کے ذمّے اس ماہ کے بقیہ ایام کے روزے واجب ہوں گے، اور اگر اس نے اَلشَّھْرُ کے لفظ سے کوئی خاص مہینہ مراد لیا ہے تو پھر اس ماہ کے روزے اس پر واجب ہوں گے (محیط)۔ اگر یہ کہا کہ خدا واسطے مجھ پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں تو اس کو مسلسل روزے رکھنے پڑیں گے۔ اگر مسلسل اور غیر مسلسل کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی تو پھر اسے اختیار ہے۔ اگر ایک ماہ کی تعیین کرلی تھی اور اس میں ایک روزہ نہیں رکھا تو اس کی قضاء کرے پھر دوبارہ روزے رکھنا شروع نہ کرے۔ اگر اس ماہ میں کوئی روزہ نہیں رکھا تو چاہے الگ روزے رکھے یا مسلسل، اسکو اختیار ہے (زاہدی)۔ اگر یہ کہا کہ خدا واسطے میرے ذمّے ماہِ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے روزے رکھنے واجب ہیں اور قمری حساب سے ان مہینوں کے روزے رکھے، شوال کا مہینہ ۲۹ دن کا اور ذی قعدہ اور ذی الحجہ ۳۰، ۳۰ دن کے ہوں تو اسے ۵ دن کے روزے رکھنے واجب ہوں گے، دو روزے ایام عید کے اور تین روزے ایام تشریق کے (عید الاضحی کے باقی تین روز جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر پڑھی جاتی ہے) قاضی خاں۔ اگر یہ کہا کہ اللہ واسطے میرے ذمے تین ماہ کے روزے واجب ہیں اور ان روزوں کے واسطے ماہِ شوال

لے یہاں بھی عربی زبان کے جمع کے قاعدے کی رعایت ہے اسی طرح الف لام کے استعمال سے اصول فقہ کے پیش نظر سب سے پہلے معہود چیز ہی مراد لینی چاہیئے۔ یہاں بھی عربی زبان ہی کے پیش نظر مسئلہ بیان کیا گیا ہے، اردو کے جملوں کا حکم بدل سکتا ہے۔

ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی تعیین کردی، ان میں سے ذی قعدہ اور ذی الحجہ ۳۰، ۳۰ دن کے ہوئے اور شوال ۲۹ کا تو اس کو چھ روزوں کی قضا کرنی پڑے گی (خلاصہ) اگر یہ کہا کہ رمضان ہی کی طرح ایک ماہ کے روزے مجھ پر واجب ہیں، رمضان کا ذکر مسلسل روزہ رکھنے کی نیت سے کیا ہے تو ایک ماہ کے مسلسل روزے اس پر واجب ہوں گے، اور اگر رمضان سے مراد ۳۰ دن کے روزے یعنی ان کی گنتی مراد ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری نیت نہیں ہے تو ۳۰ دن کے روزے واجب ہیں، خواہ ایک ساتھ ادا کرے یا الگ الگ (محیط) نوازل میں ہے کہ ہم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (تاتارخانیہ) اور اگر رمضان کی مثال سے مقصود صرف روزوں کا وجوب تھا تب بھی الگ الگ روزے رکھ سکتا ہے (قاضی خاں) اگر یہ کہا کہ خدا واسطے میرے ذمے اس سال کے روزے واجب ہیں تو عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کے روزے نہ رکھے، بعد میں انہیں قضا کرے (ہدایہ) جبکہ یہ بات عید الفطر سے پہلے کہی ہو، اگر شوال میں یہ جملہ کہا تو عید الفطر کی قضا اس پر واجب نہیں، ایسے ہی اگر ایام تشریق گذرنے کے بعد یہ بات کہی تو اب اس کے ذمے دونوں عیدوں کے اور ایام تشریق کے روزے واجب ہوں گے (فتح القدیر بحوالہ غایۃ البیان) اگر یہ کہا کہ ایک سال کے روزے خدا واسطے مجھ پر واجب ہیں اور اس سال کی کوئی تعیین نہیں کی تو قمری حساب سے ایک سال کے روزے رکھے اور اس کے بعد ۳۵ دن کی قضا کرے، ۳۰ روزے رمضان کے، ۲ عیدوں کے اور ۳ تشریق کے دنوں کے، اگر یہ کہا کہ میرے ذمے مسلسل ایک سال کے روزے واجب ہیں، وہ ایسی ہی بات ہے جیسے یوں کہے کہ خدا واسطے مجھ پر خاص اس سال کے روزے واجب ہیں، تو اس کو رمضان کی قضا نہیں کرنی پڑے گی، کیونکہ سال بھر میں رمضان بھی داخل ہے (خلاصہ) کسی عورت نے کسی ایک مقررہ سال کے روزے رکھنے کی نذر کی تو اس سال کے روزے رکھنے کے بعد اس سال میں اس کے جتنے حیض کے ایام گذرے ان ایام کے روزے اس کو قضا کرنے پڑیں گے، کیونکہ عورت پر کوئی سال ایسا بھی گذرتا ہے جس میں حیض نہیں آتا[1]، اس لئے سال بھر (کے روزوں کی نذر) کا وجوب درست ہے (قاضی خاں) اگر یہ کہا کہ خدا واسطے مجھ پر صوم دہر واجب ہے تو ۶ ماہ کے روزے واجب ہو جائیں گے اور اگر صوم الدہر کہا تو عمر بھر کے روزے واجب ہوں گے[2] (قاضی خاں) روزے کی نذر مانی اور اس کو کسی شرط پر معلق کردیا تو اس شرط کے وجود سے پہلے اس نذر کی ادائیگی بالاتفاق جائز نہیں[3]، اگر کسی معینہ ماہ کے روزوں کی نذر کی جیسے رجب کے روزے رکھنے کی اور اس سے پہلے مثلاً ربیع الاول میں رکھ لئے تو یہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، امام اعظم کا قول بھی یہ ہی ہے، البتہ امام محمد رح کے قول میں یہ جائز نہیں (محیط) اگر یہ کہا کہ مجھے معافی مل جائے گی، تو اتنے روزے مجھے رکھنے ہیں تو جب تک یہ نہ کہے کہ یہ روزے میں خدا واسطے اپنے اوپر واجب کرتا ہوں اس وقت تک ان روزوں کا وجوب ہوگا، قیاس کے تحت تو حکم یہ ہی ہے، ہاں استحسان کی رو سے روزے واجب ہو جائیں گے، اگر نذر کو کسی چیز پر موقوف نہیں کیا تو روزے واجب نہیں ہوں گے، نہ قیاس کے مطابق نہ استحسان کے قاعدے سے (ظہیریہ) ایک ماہ کے روزے اپنے ذمے واجب کئے اور ابھی مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا، تو اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہو گئے، اس کے لئے ان روزوں کے بارے میں وصیت کرنی ضروری ہے کہ ہر روزے کے عوض نصف صاع گیہوں فدیے میں دئے جائیں چاہے ان روزوں کے لئے

---

[1] جیسے وہ عورت جس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا وہ عورت جو بچے کو دودھ پلاتی ہے [2] یہاں بھی عربی زبان کا ایک خاص قاعدہ مراد ہے الف لام کے ساتھ لفظ دہر کہا تو اس کا حکم دوسرا ہے اور بغیر الف لام کے دوسرا، [3] مثلاً یہ کہا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہو تو اتنے روزے رکھوں گا، تو لڑکے کی پیدائش سے قبل یہ نذر ادا نہ ہوگی۔

کوئی مہینہ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو، یہ مسئلہ اعتکاف کے باب میں آرہا ہے

اگر مریض یہ کہے کہ خدا واسطے مجھ پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں اور اسی مرض میں انتقال ہوگیا تو اس کے ذمے کوئی روزہ واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر ایک دن کے لئے بھی اسے صحت ہوگئی تو اس کو ایک ماہ کے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنی واجب ہے، امام محمد فرماتے ہیں کہ جتنے دن وہ تندرست رہا اتنے دن کا فدیہ دینے کی وصیت واجب ہوگی (خلاصہ) اگر یہ کہا کہ مجھ پر مہینے کے شروع اور آخر میں مسلسل دو دن کے روزے رکھنے واجب ہیں تو اس پر پندرہ اور سولہ تاریخ کا روزہ واجب ہوگا (قاضیخاں) اگر یہ کہا کہ خدا واسطے مجھ پر ماہ رجب کے روزے واجب ہیں، اس کے بعد کفارہ ظہار ادا کرنے کیلئے دو ماہ کے روزے مسلسل رکھے اور اس میں ماہ رجب بھی شامل تھا، تو یہ صحیح ہے، اب اس پر (اپنی نذر کی وجہ سے) ماہ رجب کے روزوں کی قضا واجب ہوگی، یہی قول، زیادہ صحیح ہے (ظہیریہ)

باب

اعتکاف کے احکام

اعتکاف کے سلسلہ میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اعتکاف کسے کہتے ہیں، اس کی کتنی قسمیں ہیں، اس کے ارکان و شرائط اور آداب کیا ہیں کن چیزوں سے اعتکاف فاسد اور کن چیزوں سے مکروہ ہوتا ہے

اعتکاف کی تعریف

اعتکاف کی نیت سے مسجد میں قیام کرنا ہے (نہایہ) اس کی ۳ قسمیں ہیں، ایک اعتکاف واجب ہے، اور وہ نذر والا اعتکاف ہے چاہے وہ نذر کسی شرط کے ساتھ ہو یا نہ ہو، دوسرا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، وہ رمضان کے آخری عشرے کا یعنی تیسری دہائی کا اعتکاف ہے، ان دو کے علاوہ اعتکاف، اعتکاف مستحب ہے (فتح القدیر) اس کے شرائط بہت ہیں۔

اعتکاف کی شرطیں

پہلی شرط مسجد جماعت ہے، جس میں اذان و اقامت ہوتی ہو وہاں اعتکاف جائز ہے، یہی صحیح ہے (خلاصہ) سب سے افضل جگہ اعتکاف کے لئے مسجد حرام ہے، اس کے بعد مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ پھر جامع مسجد، پھر وہ مسجد جہاں جماعت میں آدمی زیادہ ہوتے ہوں (تبیین) عورت کے لئے اعتکاف کی جگہ وہی ہے جہاں وہ اپنے گھر میں روزانہ نماز پڑھتی ہے (اور وہ جگہ صرف نماز ہی کے لئے مخصوص ہے) اس کے لئے اس جگہ کا اعتکاف ویسا ہی ہے جیسا مرد کا مسجد جماعت میں اعتکاف، وہاں سے صرف ضروریات کیلئے نکلے، دوسرے وقت میں اس جگہ سے باہر نہ آئے (شرح مبسوط سرخسی) عورت کے لئے مسجد جماعت میں اعتکاف جائز تو ہوگا مگر مکروہ ہے (محیط سرخسی) پہلی صورت اس کے لئے افضل ہے، اس کے لئے بڑی مسجد کی بہ نسبت محلہ کی مسجد افضل ہے، عورت اپنے گھر میں نماز کی مخصوص جگہ کے علاوہ دوسری جگہ بھی اعتکاف کرسکتی ہے (تبیین) اگر گھر میں نماز کے لئے کوئی متعین جگہ نہیں تو کوئی ایک گوشہ نماز کیلئے مخصوص کر کے ایسی جگہ اعتکاف کرلے (زاہدی)

اعتکاف کی تیسری شرط روزہ ہے، مگر یہ شرط اعتکاف واجب میں تو سب کے نزدیک ایک روایت کے بموجب لازم ہے اور امام ابو حنیفہ سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نفلی اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے، صاحبین کا قول بھی یہی ہے، اعتکاف کی کم از کم مدت کی ظاہر روایت میں کوئی حد مقرر نہیں ہے، حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے نیت کرلی کہ جتنی دیر مسجد میں رہوں گا معتکف رہوں گا، تو یہ صحیح ہے (تبیین) ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی یا دن کے اعتکاف کی نذر جبکہ دن میں کچھ کھا پی چکا ہے تو یہ نذر صحیح نہیں ہے اگر یہ کہا کہ خدا واسطے ایک ماہ تک بلا روزوں کا اعتکاف مجھ پر واجب ہے تو اس پر اعتکاف مع روزوں کے واجب ہوگا (ظہیریہ)

نذر کیلئے یہ شرط ہے کہ روزہ کسی قسم کا ہو، خاص اعتکاف کی نیت سے روزہ رکھنا شرط نہیں جیسے کسی نے رمضان کے اعتکاف کی نذر کی، تو یہ نذر صحیح ہوگی (ذخیرہ) اگر اس نے رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہیں کیا تو اب اس پر اس کی قضا میں ایک ماہ کا اعتکاف واجب ہوگا اور اس میں روزے رکھنے ہوں گے (محیط) اگر کسی مہینے میں اس اعتکاف کی قضا نہیں کی اور دوسرا رمضان شروع ہو گیا تو اس رمضان میں اعتکاف اگر وہ کرے گا تو نذر ادا نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے جو وقت پر ادا نہیں ہوئے، اب اس کے ذمے واجب اور مقصود بالذات قرار پائے اور مقصود بالذات شے دوسری شے سے ادا نہیں ہوتی۔ جیسے کسی اور ماہ کے اعتکاف کی نذر کی، مگر اس کی بجائے رمضان میں اعتکاف کیا تو نذر ادا نہ ہوگی، اعتکاف کے اندر روزہ توڑ دیا اس کے بعد ایک ماہ کے روزے قضار کئے اور ساتھ میں اعتکاف بھی کیا تو یہ جائز ہے کیوں کہ قضار ادا کے مطابق واقع ہوگئی (محیط سرخسی، خلاصہ)

صبح کے وقت نفلی روزہ تھا، پھر کچھ دیر کے بعد اس نے یہ کہا کہ اللہ واسطے میرے ذمے آج کے روزے کا اعتکاف واجب ہے تو امام ابوحنیفہ کے قول کی روشنی میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اعتکاف صحیح نہیں کیوں کہ اعتکاف واجب اسوقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک روزہ واجب نہ ہو اور صبح کے وقت اس کا روزہ نفل تھا اسلئے اب واجب ادا نہیں ہو سکتا۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، ہوش وحواس ہوں، جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہو کہ غیر مسلم کے اندر عبادت کی اہلیت نہیں پاگل آدمی میں نیت کی اہلیت نہیں، جنابت اور حیض ونفاس میں مسجد میں داخلہ ممنوع ہے، اعتکافِ صحیح کے لئے بلوغ شرط نہیں اسلئے سمجھ دار لڑکا اعتکاف کرے تو اس کا اعتکاف درست ہے، مرد ہونا اور آزاد ہونا بھی شرط نہیں، عورت کا شوہر کی اجازت سے، اور غلام کا مالک کی اجازت سے اعتکاف کرنا صحیح ہے (بدائع) عورت کو اجازتِ اعتکاف دینے کے بعد پھر شوہر کو روکنے کا اختیار نہیں مالک اگر غلام کو اعتکاف کی اجازت دے اور پھر اعتکاف سے روکدے تو اب غلام اعتکاف نہ کرے اگرچہ مالک اس ممانعت کی وجہ سے گناہ کا مرتکب ہوگا، مکاتب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے مالک اسے منع نہیں کر سکتا (قاضیخاں) عورت اعتکاف کی نذر کرے تو شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اسکو روکدے ایسے ہی غلام اور باندی اعتکاف کی نذر کریں تو مالک کو منع کرنے کا حق ہے (محیط) ہاں جب عورت مرد کے نکاح سے نکل آئے (وہ مرجائے یا طلاق دیدے) اور غلام آزاد ہوجائے تب اس نذرِ اعتکاف کی قضار کریں (فتح القدیر) منتقٰی میں صراحت ہے کہ اگر کسی عورت کا مہینہ بھر مسلسل اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو اور شوہر نے اسکی اجازت دے دی تو مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اسکو تھوڑا تھوڑا اعتکاف کرنے کے لئے کہے اگر اسنے ایک مقررہ ماہ کے اعتکاف کی اجازت دی اور بیوی نے مسلسل ایک ماہ کے اعتکاف کا ارادہ کرلیا تو اب وہ منع نہیں کر سکتا (محیط سرخسی)

اعتکاف کے آداب

اعتکاف میں خیر اور بھلائی ہی کی باتیں کرنی چاہئیں، رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کیا جاتا ہے جو مسجد افضل ہو اس میں اعتکاف کرے، مسجد حرام (مسجد نبوی) اور جامع مسجد (سراج الوہاج) اعتکاف کے اندر قرآن کی تلاوت، حدیث کا ذکر، علوم دین، سیرت انبیار، تذکرہ صلحار اور دین کی باتیں کرنے، لکھنے اور پڑھنے کا شغل رکھے (فتح القدیر) جن باتوں میں کوئی گناہ نہیں ان کی بھی اجازت ہے (شرح طحاوی)

اعتکاف کے فوائد وفضائل

جو شخص اعتکاف کرتا ہے وہ اپنے آپ کو قربِ الٰہی کے حصول کی خاطر بالکلیہ اللہ کی بندگی میں لگا رہتا ہے اور ان دنیوی مشاغل سے اپنی ذات کو بالکل یکسو کرلیتا ہے جو اسے اللہ سے دور کرنے والے ہوں، اعتکاف کرنیوالے کا پورا وقت نمازہی میں صرف ہوتا ہے، کیونکہ وہ یا تو حقیقتاً نوافل اور نماز میں مشغول ہوتا ہے یا پھر نماز کے انتظار میں[1]

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ نماز کا انتظار کرنے والے کو نماز ہی کا سا ثواب ملتا ہے۔

رہتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اعتکاف دراصل شریعت نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے کہ آدمی نماز باجماعت کے انتظار میں وقت گذارے اور اعتکاف کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کے اعتبار سے ان کے مشابہ ہوجاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اس میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہی حکم وہ بجالاتے ہیں اور ان کا درجہ ایسا ہوجاتا ہے جیسا ان لوگوں کا جن کے بارے میں فرمایا گیا یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَھُمْ لَا یَسْأَمُوْنَ وہ دن رات اللہ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور تھکتے نہیں[1]، اعتکاف کی ایک شرط خوبی یہ ہے کہ اس کے لئے روزہ شرط ہے اور روزہ دار اللہ کا مہمان ہوتا ہے (عنایۃ)

کن باتوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے

(بلاضرورت) دن یا رات کو مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف باقی نہیں رہتا، ہاں کسی عذر کی بنا پر مسجد سے باہر آئے تو کچھ حرج نہیں، اگر ایک گھڑی بھر کے لئے بھی مسجد سے بلا عذر باہر نکل آیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا (محیط)، چاہے جان بوجھ کر باہر آیا ہو یا بھولے سے (قاضی خاں)، عورت کو اپنے گھر کی مقررہ جگہ سے (جس میں وہ اعتکاف کررہی ہے) اٹھ کر دوسری جگہ (بلاضرورت) نہیں جانا چاہئے (محیط سرخسی) کوئی عورت مسجد میں اعتکاف کررہی تھی، اسی حالت میں شوہر نے طلاق دیدی تو اسے اپنے گھر آجانا چاہئے اور اپنے مسجد والے اعتکاف پر بنا کرکے[2] بقیہ اعتکاف اپنے گھر میں پورا کرلے

باہر نکلنے کے عذر

پیشاب، پاخانہ اور جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا، رفع حاجت کے لئے اگر (اپنے) گھر میں آئے تو کوئی حرج نہیں اور وضو کرتے ہی مسجد میں آجائے، اگر گھڑی بھر کے لئے (زائد از ضرورت) گھر میں ٹھیر گیا، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا (محیط) اگر مسجد کے پاس کسی دوست کا مکان ہو تو معتکف کیلئے اپنا گھر چھوڑ کر وہاں جانا ضروری نہیں، اگر اس معتکف کے دو مکان ہوں، ایک مسجد کے پاس ہو اور دوسرا دور ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک دور والے مکان میں رفع حاجت کے لئے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا (سراج الوہاج) جب کسی ضرورت سے معتکف باہر نکلے تو آہستہ آہستہ چلنا جائز ہے (نہایہ، عنایہ) اعتکاف کی جگہ ہی میں کھائے پیئے اور وہیں سوئے، کیوں کہ یہ کام مسجد میں جائز ہیں، ان کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں (ہدایہ) جمعہ کی نماز کے لئے اس وقت نکلے جب سورج ڈھل جائے اور زوال کا وقت ہوجائے جبکہ اس کی مسجد جامع مسجد سے اتنی دور ہو کہ زوال کے وقت چل کر اسے خطبہ اور جمعہ مل جائے، اگر یہ اندیشہ ہو کہ جمعہ نہیں ملے گا، تو زوال کا انتظار کرے مگر اس وقت چلے جب جامع مسجد پہنچ کر خطبے کی اذان سے پہلے چار رکعت سنت پڑھ سکے، جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعت نماز کے بقدر وہاں ٹھیر سکتا ہے (کافی) اگر ایک رات اور ایک دن وہیں ٹھیرا رہا یا بقیہ اعتکاف وہیں پورا کرلیا تو اعتکاف ٹوٹے گا تو نہیں مگر یہ مکروہ ہے (سراج الوہاج) اگر کسی عذر (اور مجبوری) کے تحت مسجد سے نکل آیا جیسے مسجد گر پڑی، یا کسی نے زبردستی باہر نکال دیا اور فوراً وہ دوسری مسجد میں چلا گیا تو استحسان کی رو سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا (بدائع) اگر اپنی جان یا مال کے خوف سے باہر نکل آئے تو اس کا بھی یہی حکم ہے (تبیین) اگر پیشاب، پاخانے کی ضرورت سے باہر آیا تھا اور ساہوکار نے (جس سے قرض لیا تھا) راستے میں گھڑی بھر کے لئے روک لیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا، امام محمد اور

---

[1] یعنی اعتکاف واجب کے لئے [2] یعنی جو اعتکاف اس نے مسجد میں شروع کیا تھا وہ ختم نہیں ہوا، جتنا حصہ مسجد میں اعتکاف کا پورا کرچکی وہ صحیح ہے، اب طلاق کے عذر کی بنا پر بقیہ اعتکاف گھر میں پورا کرلے۔

امام ابویوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا، امام سرخسی کہتے ہیں کہ صاحبین کے قول میں مسلمانوں کے لئے زیادہ سہولت ہے (خلاصہ) مریض کی عیادت کیلئے نکلنا بھی درست نہیں (بحرالرائق) جنازہ کے لئے باہر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اگر جنازہ کی نماز کے لئے مسجد سے باہر آیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اگرچہ اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی نماز پڑھانے والا نہ ہو، کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے کیلئے مسجد سے باہر آگیا تو اعتکاف باقی نہیں رہے گا، گواہی دینے کیلئے یا جہاد کے لئے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا جبکہ جہاد کیلئے عام منادی اور طلب ہو (تبیین) اگر بیماری کی وجہ سے گھڑی بھر کو باہر آیا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا (ظہیریہ) ہاں اگر اعتکاف کی نذر کرتے وقت یہ شرط بھی کی تھی کہ مریض کی عیادت کو، جنازے کی نماز کو اور علمی مجلس میں (اعتکاف سے اٹھکر) جائے گا تو اس صورت میں اعتکاف نہیں ٹوٹے گا (تاتارخانیہ بحوالہ حجۃ) جس منارے پر اذان دی جاتی ہے اس پر چڑھنے سے بالاتفاق اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ منارے کا دروازہ مسجد سے باہر ہو (بدائع) مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کا حکم ایک ہے، یہ ہی صحیح ہے (خلاصہ، قاضی خاں) (حالتِ اعتکاف میں) معتکف اگر اپنا سر مسجد سے باہر کرے تاکہ اس کا کوئی گھروالا (بیوی یا لڑکی) اس کا سر دھودے تو اس میں کچھ حرج نہیں (تاتارخانیہ) یہ جملہ احکام و مسائل اعتکافِ واجب کے متعلق ہیں، نفلی اعتکاف میں عذر سے یا بلاعذر نکلنے میں کچھ حرج نہیں (شرح نقایہ للشیخ ابی المکارم) بیوی سے صحبت اور اس کے جو لوازم ہیں وہ سب اعتکاف کی حالت میں حرام اور ممنوع ہیں، لوازم جیسے بوسہ، لپٹنا چمٹنا، مساس کرنا، معانقہ اور صحبت جو اوپر اوپر ہو، اس کے بارے میں دن رات کا ایک ہی حکم ہے، صحبت خواہ قصداً کی جائے یا بھولے سے، دن میں ہو یا رات میں بہرحال اعتکاف کو ختم کردیتی ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو، ہاں جو چیزیں جماع کے مقدمات ہیں ان سے اگر انزال ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (بدائع) اگر محض تخیل اور تصور سے یا کوئی شہوت انگیز صورت دیکھکر انزال ہو جائے تب بھی اعتکاف نہیں ٹوٹتا (تبیین) احتلام کا حکم بھی یہی ہے (فتح القدیر) مسجد میں غسل کرنے سے اگر مسجد گندی نہ ہو تو وہاں نہانے میں کچھ حرج نہیں ورنہ مسجد سے باہر جا کر غسل کرے اور غسل کرکے مسجد میں آجائے مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کرنے کا حکم بھی یہی ہے (بدائع، قاضی خاں)

اعتکاف کو توڑنے والی چیز بے ہوشی اور جنون ہے، صرف بے ہوشی سے یا جنون سے کسی کے نزدیک اعتکاف نہیں ٹوٹتا، تاوقتیکہ اس کا تسلسل ختم نہ ہو جائے، کئی روز تک بے ہوشی یا جنون کا اثر طاری رہنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، صحتیابی کے بعد از سرِ نو اعتکاف کرنا اس پر واجب ہے، کئی سال تک جنون رہا اور پھر صحت ہوئی تو اب اعتکاف کی قضا اس پر واجب ہوگی (بدائع) اگر حواس خراب ہوگئے اور کئی سال بعد اسے صحت ہوئی تو اس اعتکاف کی قضاء واجب ہے (قاضی خاں)

اعتکاف میں چند باتیں ممنوع ہیں، ان میں سے وہ خاموشی بھی ہے جس کو عبادت سمجھ کر آدمی اختیار کرے اور یہ مکروہ ہے (تبیین) عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں (بحرالرائق) زبان کے گناہوں سے بچنے کیلئے خاموشی اختیار کرنا بہت بڑی عبادت ہے (جوہرۂ نیرہ) گالی دینے سے اور لڑنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، اعتکاف میں بھولے سے کچھ کھا پی لے تو کچھ حرج نہیں کیوں کہ کھانا پینا تو روزہ کی وجہ سے ممنوع ہے، اعتکاف کی وجہ سے نہیں (نہایہ) اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو چیزیں روزے کی وجہ سے ممنوع نہ ہوں بلکہ اعتکاف کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کا حکم ہر حالت میں ایک ہی رہے گا خواہ دن ہو یا رات، ان میں ارادے کو دخل ہو یا بھول کو جیسے صحبت یا مسجد سے بلاضرورت باہر آنا اور جن چیزوں کی حرمت روزے کی وجہ سے ہوتی ہے تو ان میں دن کا، اور جان بوجھ کر کرنے کا حکم دوسرا ہے اور رات کا اور بھول کا حکم دوسرا، جیسے کھانا پینا (بدائع) اعتکاف میں کھانے کا اور ضرورت کی چیزوں کا مول تول جائز ہے، ہاں تجارت کی نیت سے مول تول کرنا مکروہ ہے (قاضی خاں، ذخیرہ) یہ ہی صحیح ہے (تبیین) اعتکاف میں نکاح

کرنا اور طلاق سے رجوع کرنا جائز ہے (جوہرۂ نیرہ) کپڑے پہننے، خوشبو لگانا اور سر میں تیل لگانا جائز ہے (خلاصہ) رات کے وقت معتکف نشہ آور چیز کھائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ وہ شریعت میں تو حرام ہے مگر اعتکاف کے ممنوعات میں سے نہیں، کسی غیر کا مال ناجائز طور پر کھانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا (قاضی خاں) جب واجب اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے، اگر اعتکاف کیلئے کوئی مہینہ مخصوص کیا تھا، اس میں اس نے ایک روزہ توڑ دیا تو اس دن کی قضا کرے، اگر مہینہ مخصوص نہیں کیا تھا تو از سرِ نو اعتکاف کرنا چاہیئے، اس نے اپنا اعتکاف بلا عذر اپنے کسی فعل سے توڑا ہو جیسے صحبت، مسجد سے نکل جانا، یا دن میں کچھ کھا لینا، یا کسی عذر کی بنا پر اعتکاف توڑا ہو جیسے بیماری کی بنا پر مسجد سے نکلنا پڑا، یا پھر اپنے کسی فعل سے اعتکاف ٹوٹ گیا جیسے حیض، جنون اور کئی دن کی بے ہوشی۔

اعتکاف سے متعلق دیگر مسائل

جو شخص اعتکافِ واجب کا ارادہ رکھتا ہو اسے زبان سے بھی نیتِ اعتکاف کہنی چاہیئے، صرف دل میں نیت کر لینا وجوب اعتکاف کے لئے کافی نہیں (شمس الائمہ حلوائی. نہایہ، خلاصہ) اس ذیل میں دو اصولی باتیں سمجھ لینی ضروری ہیں، ایک یہ کہ (عربی زبان کے لحاظ سے) "ایام" کا لفظ جب تثنیہ یا جمع کی صورت میں ذکر کیا جائے تو اس وقت دن کے ساتھ ساتھ راتیں بھی شامل ہوں گی، ایسے ہی "لیالی" کا لفظ جب تثنیہ یا جمع کی حیثیت سے آئے تو راتوں کے ساتھ دن بھی مراد ہوں گے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب ان الفاظ کے ساتھ کوئی نیت نہ کی ہو، اگر مخصوص دنوں کی یا مخصوص راتوں کی نیت کی تو یہ صحیح ہے، اگر ایام کی نیت کی ہے تو دن کا اعتکاف لازم ہوگا نہ کہ رات کا، اور رات کے وقت اعتکاف اس پر واجب نہ ہوگا (بدائع) ہاں ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو اس میں رات شامل ہوگی (فتح القدیر)

دوسرا اصولی قاعدہ یہ ہے کہ چوں کہ اس طرح اعتکاف کے واجب ہونے کی صورت میں رات کا اعتکاف اس پر لازم نہیں ہے اس لئے وہ اعتکاف کو کئی حصوں میں تقسیم کر سکتا ہے اور جب اعتکاف میں دن اور رات دونوں شامل ہوں تو پھر مسلسل اعتکاف واجب ہے۔ (بدائع) کسی شخص نے کسی مخصوص مہینے کی یا غیر مخصوص ماہ کی یا تیس دن کے اعتکاف کی نذر کی تو اس کو مسلسل اعتکاف واجب ہوگا، مہینہ کی نیت کی مگر معین نہیں کیا تو جس ماہ میں چاہے اعتکاف کر لے (ظہیریہ) اعتکاف کے اندر جب رات اور دن دونوں شامل ہوں، تو اس وقت اعتکاف رات سے شروع کیا جائے گا، کیوں کہ اصولاً ہر رات آنے والے دن کی ماتحت ہوتی ہے (قاضی) کسی شخص نے یہ کہا کہ خدا واسطے میرے ذمے دو روز کا اعتکاف واجب ہے تو اس کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو جانا چاہیئے، اس رات کو، اگلے دن، اگلی رات اور دوسرے دن (مغرب کے وقت تک) وہیں ٹھیرا رہے اور سورج ڈوبنے کے بعد مسجد سے باہر آئے، ایسے ہی بہت روز کے اعتکاف کی نذر کی تب بھی سورج ڈوبنے سے پہلے مسجد میں چلا جائے (قاضی خاں) عید کے روز اعتکاف کی نذر کی تو دوسرے وقت میں اس اعتکاف کی قضا کرے [1]، قسم کی نیت کرنے سے قسم کا کفارہ واجب ہوگا (یعنی قسم کھا کر عید کے دن اعتکاف کی نذر کی تھی) اگر اسی روز اعتکاف کیا تو اعتکاف ادا ہو جائے گا اگرچہ اسکو اس کا گناہ ہوگا (خلاصہ) کسی نے اعتکافِ واجب کی نیت کی تھی اور اعتکاف سے باہر (بلا ضرورت) نکل آیا تو اس کے ذمے کوئی چیز لازم نہیں (ظہیریہ) کسی ماہِ مخصوص یا معینہ دن کے اعتکاف کی نذر کی اور اس وقت سے پہلے اعتکاف کر لیا یا مسجدِ حرام میں اعتکاف کی نذر کی تھی اور کسی اور مسجد میں کر لیا تو جائز ہے (بحر الرائق) ماہِ گذشتہ کے اعتکاف کی نذر درست نہ ہوگی (بحر الرائق باب النذر بالصوم) ایک ماہ کے اعتکاف کی نذر کرنے کے بعد کوئی شخص نعوذ باللہ اسلام سے پھر گیا اور اس کے بعد اسے توفیق ہوئی اور وہ (دوبارہ) اسلام لے آیا تو اب اس کے

---

[1] چوں کہ اعتکاف کی نذر کے ساتھ روزہ بھی واجب ہے اور عید کے روز روزہ رکھنا صحیح نہیں۔

ذمے کوئی چیز (از قسم نذر وغیرہ) واجب الادا نہیں ہوگی (محیط سرخسی) مہینہ بھر کے اعتکاف کی نذر کرنے کے بعد انتقال ہوگیا، تو ہر دن کے عوض ایک صاع چھوہارے یا جو اور اگر موجود ہوں تو نصف صاع گیہوں دینے چاہئیں، جبکہ اس مرنے والے نے اس کی وصیت بھی کی ہو (سراجیہ) اس کو وصیت کرنا واجب ہے (بدائع) اس نے تو وصیت نہیں کی تھی مگر وارث راضی ہیں تو روزوں کا عوض ادا کرنا جائز ہے۔ اگر بیماری کے اندر مہینے بھر کے اعتکاف کی نذر مانی، اس بیماری سے اس کو صحت نہیں ہوئی اور اسی میں مرجائے تو اس پر کچھ واجب نہیں، ہاں اگر ایک دن کو طبیعت ٹھیک ہوگئی تھی اس کے بعد انتقال ہوگیا تو اب سارے مہینے کے روزوں کا فدیہ دیا جائے گا (سراجیہ)

متفرق مسائل

ایک شخص نے ۱۳۸۰ھ میں رمضان کے روزے نہیں رکھے اور قضاء کی نیت سے بعد میں ایک ماہ کے روزے رکھ لئے اور اسے یہ خیال رہا کہ میرے ۱۳۸۱ھ کے روزے چھوٹ گئے تو یہ صورت امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہوگی لیکن اگر نیت یہ کی کہ ۱۳۸۱ھ کے رمضان کے روزوں کی قضاء رکھ رہا ہوں، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہ ہوگا (ظہیریہ، باب النیۃ، قاضی خاں) کوئی غیر مسلم دارالحرب میں اسلام لایا اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کا علم اس کو رمضان گذرنے کے بعد ہوا تو اب اس پر قضا واجب ہوگی، اگر رمضان کے مہینے میں اسے اس فرضیت کا علم ہوا تو اس صورت میں جو اک پاگل شخص کا حکم ہے وہی اس کا ہے (زاہدی) جو شخص دارالسلام میں مسلمان ہو تو اس کے مسلمان ہونے کے بعد رمضان کی جتنی مدت گذری ہے، اس کی قضا اس پر واجب ہوگی، چاہے اسے روزے کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو (قاضی خاں فصل رویت الہلال) زوال سے قبل کوئی شخص اسلام لایا اور اس نے اب تک کچھ کھایا پیا نہیں اور وہ نفلی روزہ رکھ لے تو ظاہر روایت کی رو سے اس کا روزہ نہیں ہوگا، کیوں کہ اس شخص میں صبح کے وقت روزہ رکھنے کی اہلیت نہیں تھی اور روزہ درحقیقت دن بھر ہی کا ہوتا ہے، اس کے الگ الگ حصے بخرے نہیں ہوتے (محیط سرخسی) زوال سے پہلے ایک لڑکا بالغ ہوا اور اب تک اس نے کچھ کھایا پیا نہیں، وہ روزہ کی نیت کرلے تو صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ ہوجائے گا (جوہرۃ النیرۃ) رازی کہتے ہیں کہ بچے کے اندر روزہ رکھنے کی سکت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے۔ البتہ ابوجعفر نے اس مسئلہ میں بلخ کے فقہاء کا اختلاف نقل کیا ہے، اصح قول یہی ہے کہ بچے سے روزہ کے لئے کہا جائے بشرطیکہ روزہ رکھنے سے کوئی جسمانی نقصان نہ پہنچے۔ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے روزہ نہ رکھوایا جائے، اگر اس کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس نے نہیں رکھا تو اس پر قضاء واجب نہ ہوگی، ابوحفص سے یہ مسئلہ معلوم کیا گیا کہ دس برس کی عمر میں بچہ اگر روزہ نہ رکھے تو اس کو مارا جائے گا یا نہیں؟ انھوں نے یہ جواب دیا کہ اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم نماز ہی جیسا ہے (زاہدی) اگر کسی کو رمضان میں صبح کے وقت کوئی ایسا عذر درپیش تھا، جس کی وجہ سے روزہ واجب نہیں ہوا روزہ نہ رکھنے کی اس صورت میں گنجائش تھی، بعد میں وہ عذر باقی نہیں رہا اور آدمی کی ایسی حیثیت ہوگئی کہ اس حالت میں صبح کے وقت اس پر روزہ واجب ہوتا مثلاً ایک لڑکا دوپہر کے وقت بالغ ہوا، غیر مسلم اسلام لایا، پاگل آدمی کے حواس درست ہوگئے، حائضہ عورت حیض سے فارغ ہوگئی، مسافر اپنے وطن میں پہنچ گیا اور اب ایسے شخص کے اندر روزہ رکھنے کی استعداد ہے تو باقی دن کے حصہ میں اس کو ان سب باتوں سے پرہیز واجب ہے جو روزے میں ممنوع ہیں، ایسے ہی کسی پر صبح کے وقت روزہ واجب ہوا کیونکہ اس وقت روزہ واجب ہونے کا سبب بھی موجود تھا اور اس کے اندر روزہ رکھنے کی اہلیت بھی موجود تھی مگر وہ روزہ دار نہیں رہا، مثلاً قصداً روزہ توڑا، یا شک والے دن صبح کے وقت کچھ کھا پی لیا، بعد میں پتہ چلا کہ یہ رمضان کا دن تھا یا سحری کھاتے وقت یہ گمان رہا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی، پھر معلوم ہوا کہ صبح ہوچکی تھی تو ان سب صورتوں میں اس کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ روزہ دار

کی طرح رہے، جو چیزیں روزے میں حرام ہیں ان سے باز رہے (بدائع) کسی نے یہ سمجھکر کچھ کھالیا کہ سورج غروب ہو چکا اور پھر پتہ چلا
کہ سورج نہیں چھپا تھا اب وہ شخص جس نے غلطی سے یا کسی کی زبردستی سے روزہ توڑا اس کا حکم بھی یہی ہے کہ روزوں کے اندر جو چیزیں حرام
ہیں ان سے پرہیز کرے (خلاصہ) بعض فقہاء کے نزدیک ایسے لوگوں کو ان ممنوع چیزوں سے پرہیز کرنا واجب نہیں مستحب ہے صحیح یہ ہے
کہ پرہیز کرنا واجب ہے (فتح القدیر) حیض اور نفاس والی عورت، بیمار اور مسافر پر سب فقہاء کے نزدیک بالاتفاق روزہ دار کی
طرح قضا واجب نہیں (خلاصہ) حائضہ عورت کے مسئلہ میں البتہ یہ اختلاف ہے کہ وہ سب کے سامنے کھائے پئے یا چھپ چھپاکر بعض کے نزدیک
چھپکر کھانا چاہیئے اور بعض کے نزدیک علی الاعلان مسافر اور بیمار آدمی کو سب کے سامنے بالاتفاق کھانا جائز ہے (سراج الوہاج) نفلی
روزہ شروع کر کے توڑنے سے قضا لازم ہوگی (ہدایہ) خواہ اس کے ذاتی فعل سے روزہ ٹوٹا ہو یا اس کے اپنے فعل سے نہ ٹوٹا ہو اگر عورت
نے نفلی روزہ رکھا تھا اور اسے حیض آگیا تو اس مسئلے میں دو روایتیں منقول ہیں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ اس روزہ کی قضا واجب ہوگی
(نہایہ) اگر کوئی خیالی آدمی (اپنے خیال یا گمان کے تحت) روزہ توڑ ڈالے تو کیا اس کی قضا لازم ہو اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا
اختلاف ہے۔ خیالی آدمی سے وہ شخص مراد ہے جو کسی روزہ یا نماز کو اپنے اوپر واجب سمجھ کر شروع کرے بعد میں پتہ چلے کہ وہ اس پر
واجب نہیں تھا اب اس نے (اس روزہ یا نماز کو) قصداً توڑ دیا تو احناف کے اصحاب ثلٰثہ کے نزدیک اس کی قضا واجب نہ ہوگی
لیکن افضل یہ ہے کہ روزہ پورا کرے، کسی شخص نے رمضان کے روزہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے روزہ رکھا اور اتفاق سے اسی
اس کی اچھی مالی حیثیت ہوگئی تو اب اس نے قصداً (اس خیال سے) روزہ توڑ دیا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاکر کفارہ ادا کرے گا) اس
صورت میں ہمارے اصحاب کا وہی اختلاف ہے جو اوپر کے مسئلہ میں بیان ہو چکا (بدائع) اگر صبح ہونے کے بعد قضا روزے کی نیت کی تو روزہ کی یہ نیت صحیح
نہیں رہا یہ مسئلہ کہ وہ روزہ نفلی روزہ بنجائے گا یا نہیں تو امام نسفی رح کہتے ہیں وہ روزہ نفل ہو جائے گا اگر اسے توڑے گا تو اس کی قضا
لازم ہوگی (خلاصہ) جو شخص پورے رمضان میں کسی طرح کی نیت نہ کرے نہ روزہ کی نہ بے روزہ دار ہونے کی تو اس اس رمضان
کی قضا لازم ہوگی (ہدایہ) رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں آتا (کنز) ظہار کا اور روزہ توڑنے کا
کفارہ یکساں ہے یعنی ایک غلام کو آزاد کرنا چاہیے وہ غلام مسلمان ہو یا کافر، غلام آزاد کرنے کی سکت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل
روزے رکھے، روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا دے ہر ایک مسکین کو ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو
یا نصف صاع گیہوں دے، کوئی سا کفارہ ہو آدمی کی وہ حیثیت و حالت معتبر سمجھی جائے گی جو کفارہ ادا کرنے کے وقت ہے جس وقت
کفارہ واجب ہوا تھا اس وقت کی حیثیت کا اعتبار نہیں چنانچہ جو شخص کفارہ ادا کرنے کے وقت مفلس ہے تو وہ روزے رکھ
سکتا ہے چاہے اسوقت وہ صاحب مایہ ہو جب کفارہ واجب ہوا تھا (خلاصہ) کسی شخص نے ایک رمضان کے روزوں میں کئی
بار صحبت کرلی اور کفارہ ادا نہیں کیا تو اس کے ذمے ایک ہی کفارہ واجب ہے اگر صحبت کرنے کے بعد کفارہ ادا کردیا اور پھر صحبت
کرلی تو اب اس پر دوسرا کفارہ ظاہر روایت کے مطابق واجب ہوگا (فتح القدیر) اگر ایکدن کا روزہ توڑ کر غلام آزاد کردیا دوسرے
دن کا روزہ توڑ کر بھی غلام آزاد کیا پھر تیسرے دن کا بھی روزہ توڑا اور آج بھی غلام آزاد کردیا، بعد میں پہلے دن کے آزاد شدہ غلام
پر دوسرے کی ملکیت ثابت ہوگئی تو اب اس شخص پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی دوسرا غلام بھی کسی اور کا نکل آیا تب بھی یہی حکم ہے ہاں
تیسرے غلام کی ملکیت بھی کسی اور کی ثابت ہوگئی تو اب اس شخص کو ایک غلام آزاد کرنا واجب ہوگا کیوں کہ پہلے دیا ہوا کفارہ
بعد کے روزوں کے کفاروں کا عوض نہیں بن سکتا اگر تیسرے غلام کے ساتھ ساتھ دوسرا غلام بھی کسی اور کا نکل آئے تب بھی دو روزوں
کے بدلے ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اور اگر تیسرے اور دوسرے غلام کے ساتھ ساتھ پہلا غلام بھی کسی اور کا غلام ثابت ہو جائے تب

بھی ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اگر پہلے اور دوسرے غلام پر کسی اور شخص کی ملکیت ثابت ہو جائے تو اب تیسرے دن کے عوض ایک غلام آزاد کرے اگر دو سال کے دو رمضانوں میں صحبت کی اور ابھی پہلے رمضان کا کفارہ ادا نہیں کیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق ہر جماع پر ایک کفارہ لازم ہے (بدائع) اگر حاکم وقت اور والی سلطنت پر کفارہ لازم ہو جس کے پاس مال حلال بھی موجود ہو اور وہ کسی کا مقروض بھی نہ ہو اس کو غلام آزاد کرنے کا فتویٰ دیا جائے گا (بحر الرائق)

جمعرات کے دن رمضان شروع ہوا اور عرفہ بھی جمعرات کو ہو تو وہ عرفہ ہی کا دن شمار ہوگا قربانی کا دن شمار نہیں ہوگا اس روز قربانی کرنا جائز نہیں کسی نے اسدن کو قربانی کا دن سمجھ کر حضرت علی رض کے اس قول پر اعتماد کیا تو یہ صحیح نہیں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ تمہاری قربانی کا دن وہی ہے جو روزہ کا دن ہے ممکن ہے یہ بات حضرت علیؓ نے اسی برس کے لئے خاص طور پر فرمائی ہو ہمیشہ کے لئے نہ فرمایا ہو جو مستبعد بات ہے (قاضی خاں فصل روایت ہلال)

جو روزے فرض ہونے کی حیثیت سے لازم ہوتے ہیں وہ تیرہ قسم پر مشتمل ہیں، ان میں سے سات ایسے ہیں جنہیں مسلسل رکھنا واجب ہے یعنی ۱ رمضان، ۲ کفارہ قتل، ۳ کفارہ ظہار، ۴ کفارہ قسم، ۵ کفارہ رمضان، ۶ نذر معین، ۷ قسم معین روزے، باقی چھ روزے وہ ہیں جن کا مسلسل رکھنا لازمی نہیں، یعنی رمضان کے روزوں کی قضا، تمتع کے روزےؔ، حالت احرام میں سر منڈا دینے کے کفارہ کے روزے حالت احرام میں شکار کرنے کی جزا کے روزے اور اس نذر کے روزے جو غیر معین ہو قسم کے روزے جب کہ قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا (بحر الرائق) رمضان کے روزوں کی قضا مسلسل رکھنا واجب نہیں اسے اختیار رہے چاہے مسلسل رکھے یا الگ الگ، مگر مسلسل رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ واجب جلد سے جلد اس کے ذمے سے اتر جائے (سراج الوہاج) شب قدر کی تلاش و جستجو مستحب ہے یہ رات سال کی تمام راتوں سے افضل ہے (معراج الدرایہ) امام اعظم رحمۃ اللہ سے یہ روایت ہے کہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے البتہ یہ (متعین طور پر) معلوم نہیں کہ وہ کونسی رات ہے، مقدم مؤخر ہوتی رہتی ہے صاحبین رح کا قول بھی یہی ہے کہ رمضان میں شب قدر ہوتی ہے، مگر ان کے نزدیک وہ ایک معین رات ہے جو مقدم مؤخر نہیں ہوتی (منظومہ) منظومہ کی جو شرحیں ہیں ان میں بھی یہ تفصیل منقول ہے (فتح القدیر) باب الاعتکاف) حتیٰ کہ کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ شب قدر میں تو آزاد ہے اگر یہ بات رمضان سے پہلے کہی تو رمضان ختم ہو کر شوال کا چاند نظر آ گیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر رمضان کی ایک رات گذر چکی تھی اس وقت اس نے کہا تو اب یہ غلام اگلے سال کا رمضان گذر کر جب شوال کا چاند نظر آئے گا اس وقت آزاد ہوگا اس سے پہلے آزاد نہیں ہوگا کیوں کہ ممکن ہے کہ رمضان کی پہلی ہی رات میں شب قدر ہو چکی ہو اور دوسرے سال کی آخری تاریخوں میں ہو صاحبین رح کے نزدیک آئندہ سال کی ایک رات گذرنے کے بعد غلام آزاد ہو گا (کافی) امام ابو حنیفہ کا قول راجح ہے (معراج الدرایہ بحوالہ ملتقی البحار) اسی پر فتویٰ ہے (محیط سرخسی) عام لوگ بالعموم اس طرح نذر کرتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پہ جا کر پردہ پکڑ کے کہتے ہیں کہ اے سید صاحب یا کہ خواجہ صاحب یا اے پیر صاحب (میری حاجت پوری کرو تمہارے واسطے مثلاً اتنا سونا یا اتنا مال) نذر کر دوں گا ایسی نذر سب کے نزدیک باطل ہے ہاں یہ جائز ہے اگر اس طرح نذر کرے کہ میں اللہ کے واسطے نذر کرتا ہوں اگر میرے مریض کو صحت ہو جائے یا میری فلاں ضرورت پوری ہو جائے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا جو فلاں بزرگ کی درگاہ پر رہتے ہیں یا فلاں مسجد کیلئے چٹائی خرید دوں گا یا روشنی کے لئے تیل خرید کر دوں گا یا وہاں کے خادموں کو روپیہ دوں گا اور ایسی چیزیں جن سے فقراء کو فائدہ پہنچتا ہو اور خدا کیلئے نذر مانی گئی ہو اور کسی بزرگ کا نام محض یوں ہی لے لیا ہو کہ وہ مستحق لوگوں میں نذر صرف کرنے کا محل ہے جائز ہیں مگر فقیروں کے

---

۱ یعنی حج کا اور عمرہ کا الگ احرام باندھنا ہو اس کی تفصیل کتاب الحج میں آ رہی ہے

علاوہ کسی اور کو (نذر کا) روپیہ پیسہ جائز نہیں علمار کو اور بزرگ یا شیخ کے خادموں کے لئے بھی یہ رقم لینا جائز نہیں ہاں کوئی ان میں سے محتاج ہو تو لے سکتا ہے اس کے بعد یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ بزرگوں کی خوشنودی اور تقرب کے لئے ان کے مزارات پر جو روپیہ اور پیسہ چڑھایا جاتا ہے وہ سب کے نزدیک حرام ہے جب تک ان فقیروں پر اسے صرف کرنے کی نیت نہ کیجائے جو زندہ ہوں سب کے نزدیک یہی حکم ہے اس مصیبت میں بے شمار لوگ پھنسے ہوئے ہیں (نہر الفائق. البحر الرائق) مجاہد نے اس کو مکروہ کہا ہے کہ ایک شخص یہ بات کہے کہ رمضان آگیا اور رمضان چلا گیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے (قطعی طور سے تو) معلوم نہیں مگر شاید اسمار الٰہی میں سے رمضان بھی کوئی نام ہو البتہ یوں کہنا چاہیئے کہ رمضان کا مہینہ آگیا چنانچہ یہ منقول ہے کہ اس طرح (رمضان آگیا اور چلا گیا) کہنا مکروہ ہے کیونکہ امام محمد رح نے مجاہدؒ کے اس قول کی تردید نہیں کی مگر زیادہ صحیح یہی ہے کہ صرف رمضان کہنا مکروہ نہیں ہے (محیط سرخسی)

قابل مطالعہ کتابیں

حیاتِ امام ابو حنیفہؒ — مصر کے مشہور استاد ابو زہرہ رح کی معرکۃ الآرار تالیف، امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تمام گوشوں کا سیر حاصل محققانہ اور بسیط تعارف، اردو ترجمہ دل کش، قیمت صرف دو روپے ۲/۰

حیاتِ ابن تیمیہؒ — یہ بھی استاد ابو زہرہؒ ہی کی عرق ریزیوں کا نقش جمیل ہے ابن تیمیہؒ کے افکار و آرار اوصاف و خصائل اور احوال و کوائف کی تفصیلی سرگذشت۔ ہدیہ اکیس روپے،

حیاتِ امام ابن القیمؒ — مصنف، عبد العزیز عبد السلام شرف الدین استاد جامعہ القاہرہ، مترجمہ، حافظ سید رشید احمد ارشد ایم اے آٹھویں صدی کے مشہور عالم امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید اور رفیق حافظ ابن القیم الجوزیہؒ کی سوانح عمری اور فقہ، عقائد اور تصوف پر ان کے بیش بہا افکار کا مجموعہ وہ گراں قدر کتاب ہے کی تصنیف پر جامعۃ القاہرہ مصر نے مصنف کو اسلامیات کی اعلیٰ ترین سند عطا کی قیمت بارہ روپے۔

معارف المشکوٰۃ اردو — مشہور کتاب ”مظاہر حق“ کی جدید اردو شرح زبان و بیان کی سلاست اور دل نشین اسلوب میں پیش کیجارہی ہے بارہ جز چھپ چکے جن میں پوری ایک جلد آگئی ہے حدیث کی کامیاب اور مفید کتاب ہے ہدیہ فی جزدو روپے

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ — ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احوال و تذکار معتبر کتابوں سے قیمت صرف اٹھاسی ۸۸ نئے پیسے

حیات امام طحاویؒ — مشہور محدث امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جو دلچسپ بھی ہیں اور وقیع بھی۔ قیمت صرف ایک روپیہ

مسلم شریف اردو مع عربی — حدیث کی مشہور و معروف مستند کتاب مسلم شریف کا بھی اردو ترجمہ لیجئے بلکہ اس کی جو شرح، شرح نووی کے نام سے مشہور ہے اور تمام مدارس میں چل رہی ہے اس کا بھی ترجمہ ساتھ ہی شامل ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اصل متن بھی، مکمل چھ ۶ جلدوں میں، .... ہدیہ اڑتالیس ۴۸ روپے

ابن ماجہ اردو کامل — حدیث کی جو چھ کتابیں صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں ان میں کی ایک ابن ماجہ بھی ہے اس کا عام فہم اردو ترجمہ صرف بارہ ۱۲ روپے میں طلب فرمائیں،

ہر قسم کی درسی و غیر درسی کتب ملنے کا پتہ

مکتبہ آفتاب ہند ایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند یوپی

ریڈیو، گرام فون، فوٹو گرافی، سینما اور دوسرے

آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام

تصنیف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

آلاتِ جدیدہ لاؤڈ اسپیکر، گراموفون، فوٹو گرافی، سینما، انجکشن ریڈیو، ہوائی جہاز وغیرہ اور مریض کے بدن میں انسانی خون کے استعمال وغیرہ کے متعلق شرعی احکام مع دلائل شرعیہ بیان کیے گئے ہیں اس تفصیل سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب آج ہر مسلمان کے لئے کتنی ضروری ہے ان سائنسی ایجادات کا استعمال اب تمدن کا جزو بن گیا ہے، لیکن ان کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے اس کا مستند جواب یہ کتاب دے گی، کاغذ، کتابت، طباعت، عمدہ، سہ رنگا ٹائٹل، قیمت صرف سوا دو روپے۔ صفحات ۲۲۴

معجزہ کیا ہے؟

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ کے قلم حکمت رقم سے ایک تازہ ترین اور لاجواب شاہکار معجزوں کی حقیقت کیا ہے انبیاء کو معجزے کیوں دیئے گئے، معجزے اور بازی گری میں کتنا بڑا فرق ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دوسرے انبیاءؑ کے معجزوں پر کیا فوقیت حاصل ہے؟ آج کی سائنسی ترقیات نے بالخصوص حضور اکرم کے معجزات کو کس آسانی کے ساتھ ثابت کر دیا ہے ان باتوں کا جواب اس زبردست کتاب کے ذریعہ معلوم کیجئے۔

زبان اس قدر سادہ اور عام فہم کہ کم تعلیم یافتہ لوگ بھی نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں، کاغذ طباعت، کتابت عمدہ مجلد مع دو رنگا گرد پوش، قیمت صرف ۱/۲۵

بچوں اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے ایک نایاب اور مقدس تحفہ ایک عظیم کتاب

مجموعہ سیرتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

(تالیف) محمد اسلم رمزی قاسمی (فاضل دارالعلوم دیوبند)

یہ سلسلہ بچوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے جسمیں ولادت سے لے کر وفات تک رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے تمام گوشے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ بچے اور کم تعلیم یافتہ لوگ اپنے پیغمبر پاکؐ کی سیرت یعنی رفتار و گفتار، اخلاق و عادات، معاملات و غزوات غرض آپؐ کی تمام سیاسی و سماجی زندگی سے واقف ہو سکیں زبان و بیان کی سادگی اور دلچسپی اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت ہے آج ہی یہ کتاب طلب فرمایئے اور اپنے بچوں کو نبی پاکؐ کی حیات سے تفصیل کے ساتھ مطلع کرایئے یہ مجموعہ پچیس ۲۵ مختصر مختصر حصوں پر مشتمل ہے جن کے نام برابر میں لکھے ہوئے ہیں، کاغذ کتابت، طباعت عمدہ، دلکش سہ رنگا ٹائٹل، قیمت فی حصہ بم (ہر حصہ علیحدہ مع ٹائٹل)

پچیس ۲۵ حصوں کے نام یہ ہیں

۱ ولادت، ۲ نشو نما، ۳ وحی، ۴ آغازِ تبلیغ، ۵ تبلیغ عام، ۶ روشنی اور اجالا، ۷ معراج، ۸ قبیلوں کے ساتھ، ۹ ہجرت، ۱۰ منافقین، ۱۱ آغازِ جہاد، ۱۲ غزوہ بدر، ۱۳ غلبۂ اسلام، ۱۴ غزوہ احد، ۱۵ احد کے بعد، ۱۶ غزوہ احزاب، ۱۷ ادب اور پاکدامنی، ۱۸ معاملہ حدیبیہ، ۱۹ غزوہ خیبر، ۲۰ عمرہ قضا، ۲۱ فتح مکہ، ۲۲ غزوہ حنین، ۲۳ غزوہ تبوک، ۲۴ عروج، ۲۵ وفات

ملنے کا پتہ:- مکتبہ آفتابِ ہدایت دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

فتاوی عالمگیری اردو

جز نمبر ۵

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

فتاویٰ عالمگیری

کتاب الحج — جزنمبر ۵

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس اللہ سرہ کا عظیم کارنامہ، اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ عالمگیری" تازہ فٹ نوٹس، مفید ضیموں، سلیس و شگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

زیرنگرانی

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

مترجم: مولانا القمان الحق فاروقی، فاضل دیوبند و صدر مدرس دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

ناشر

مکتبہ آفتاب ھدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند یوپی

فتاوی عالمگیری اردو جدید

کے

ترجمہ، حواشی اور فٹ نوٹس وغیرہ کے جملہ حقوق مجیبہ اظہر صدیقی مالکہ
مکتبہ "افتاب ھدایت" (ابوالمعالی) دیوبند کے نام محفوظ ہیں!
کوئی صاحب طبع کرانیکی کوشش نفرمائیں ورنہ نقصان اٹھائینگے

مکتبہ افتاب ہدایت دیوبند

ایک خالص دینی اور علمی ادارہ ہے جو ہندوستان کے ممتاز علمائے کرام کی نگرانی میں اسلام اور مسلمانان ہند کی شاندار خدمات انجام دیرہا ہے، آپکا تعاون اس ادارہ کے علمی پروگراموں کیلئے ازبس ضروری ہے

قیمت فی جز ــــــ دو روپیہ پچیس نئے پیسے (علاوہ محصول)

ممبران کرام سے ــــــ محصول ڈاک معاف

فیس ممبری دائمی شرکت کیلئے ــــــ ایک روپیہ

طباعت ــــــ وسیم پرنٹنگ پریس دیوبند

تعداد اشاعت ــــــ بار اول ــــــ ایک ہزار

عرصۂ اشاعت ــــــ دو ماہ

کتابت ــــــ حافظ سلطان احمد خوشنویس دیوبند ۶۵ء

فہرست عنوانات فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحج سترہ باب

پہلا باب

حج کی تعریف اس کی فرضیت، وقت شرائط، ارکان اور اسکے واجب، سنن اور آداب و ممنوعات کا بیان

حج کی تعریف حج مخصوص افعال یعنی طواف اور وقوف کا شروع سے احرام باندھ کر وقت معین پر ادا کرنے کا نام ہے (فتح القدیر)

حج کی فرضیت حج محکم فرض ہے یعنی اس کی فرضیت قطعی دلائل سے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہے[1] اور حج پوری عمر میں ایکبار سے زائد واجب نہیں ہوتا ہے (محیط سرخسی) حج کا فوراً ادا کرنا فرض ہے یہی اصح ہے اور اگر اس سال حج کر سکتا ہے تو دوسرے سال تک مؤخر کرنا جائز نہیں ہے (خزانۃ المفتین) اور اگر دوسرے سال تک تاخیر کی اور اس کے بعد حج کیا تو ادا واقع ہوگا (بحر الرائق) اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج مہلت کے ساتھ واجب ہے اور جلدی کرنا افضل ہے (خلاصہ) یہ اختلاف اس

---

[1] حج کی فرضیت قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ یعنی لوگوں میں سے اس شخص پر حج بیت اللہ لازم ہے جس کو استطاعت راہ حاصل ہو تمام عمر میں حج ایکبار اس لئے فرض ہے کہ حج کا سبب خانہ کعبہ ہے اور وہ ایک ہے لہذا سبب بھی ایک ہی ہوگا اور ایکبار سے زائد حج کرنا نفل شمار کیا جائے گا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اقرع ابن حابسؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ کیا حج ہر سال کرنا فرض ہے یا صرف ایکبار۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا صرف ایکبار، جو شخص ایکمرتبہ سے زائد حج کرے وہ نفل ہے (ابوداؤد) کے حضرت امام ابویوسف حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہا اللہ کی اصح ترین روایت کے مطابق حج علی الفور واجب ہے اور حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک حج تاخی کے ساتھ واجب ہے ان ائمہ کے درمیان اختلاف صرف اسی صورت میں ہے جب (بقیہ صـ ۶)

صورت میں ہے جب اس شخص کو تندرست رہنے کا گمان غالب ہو اور اگر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے موت کا گمان غالب ہے تو بالاجماع وجوب کا وقت تنگ ہو جاتا ہے (جوہرہ نیرہ) اختلاف کا فائدہ گنہ گار ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ اس شخص پر حج واجب ہوا اور اس نے فوراً ادا نہ کیا، تو جو حضرات فوراً حج ادا کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک وہ فاسق ہوگا اور اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر آخر عمر میں حج کر لیا تو بالاجماع گنہ باقی نہیں رہتا اور اگر حج کئے بغیر مر گیا تو بالاجماع گنہ گار ہوگا (تبیین)

حج کا وقت

شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن حج کا زمانہ ہے اگر حج کے اعمال میں سے کوئی عمل مثلاً طواف، یا سعی حج کے مہینوں سے پہلے ادا کر لیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر حج کے مہینوں میں کوئی عمل کیا ہے تو جائز ہوگا (ظہیریہ)

حج کے واجب ہونے کی شرائط

حج کے وجوب کی ایک شرط اسلام ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کفر کے زمانہ میں اس قدر مال کا مالک ہو گیا تھا جس پر حج واجب ہو جاتا ہے پھر فقیر ہونے کے بعد مسلمان ہوا تو اس مال داری کی وجہ سے اس پر حج واجب نہ ہوگا اور اگر ایک شخص اسلام کی حالت میں اس قدر مال کا مالک ہوا اور اس نے حج نہ کیا یہاں تک کہ وہ فقیر ہو گیا تو حج اس کے ذمے بطور فرض واجب رہے گا (فتح القدیر) ایک شخص نے حج کیا، پھر مرتد ہو گیا، پھر مسلمان ہو گیا اگر اس کو استطاعت حاصل ہے تو دوبارہ حج کرنا لازم ہوگا (سراجیہ)

عاقل ہونا

وجوب حج کی ایک شرط عاقل ہونا بھی ہے پس مجنون پر حج واجب نہ ہوگا، مخبوط الحواس میں اختلاف ہے (بحر الرائق)

بالغ ہونا

وجوب حج کی ایک شرط بالغ ہونا ہے پس لڑکے پر حج واجب نہ ہوگا (فتاوی قاضی خاں) اور اگر لڑکے نے بلوغ سے پہلے حج کیا تو حجِ فرض ادا نہ ہوگا، حج نفل ادا ہوگا اور اگر احرام باندھنے کے بعد اور وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہو گیا اور وہی احرام باقی رکھا تو نفل حج ادا ہوگا اور اگر لبیک کی تجدید کی یا بالغ ہونے کے بعد از سرِ نو احرام باندھا پھر وقوفِ عرفہ کیا تو بالاجماع حجِ فرض ادا ہوگا (شرح طحاوی)، اسی طرح اگر وقوفِ عرفہ سے پہلے مجنون کو افاقہ ہو گیا، یا کافر مسلمان ہو گیا تو از سرِ نو احرام باندھے (بدائع) اگر لڑکا میقات سے بغیر احرام کے گذر گیا، پھر مکہ میں بالغ ہو گیا اور مکہ سے اس نے احرام باندھا تو اس سے حج فرض ادا ہو جائے گا اور میقات سے بغیر احرام کے گذر جانے کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (فتاوی قاضی خاں)

آزاد ہونا

وجوبِ حج کی ایک شرط آزاد ہونا ہے پس غلام پر حج واجب نہ ہوگا خواہ مدبر[1] ہو، خواہ ام ولد[2] ہو، مکاتب[3] ہو، یا کچھ حصہ اس کا آزاد ہو گیا ہو، یا اس نے حج کی اجازت حاصل کر لی ہو اگرچہ مکہ میں ہو غلام پر حج اس لئے واجب نہیں ہوتا کہ اس کی کچھ ملکیت نہیں ہوتی (بحر الرائق) اگر آزاد ہونے سے پہلے مولیٰ کے ساتھ حج کیا تو حجِ فرض ادا نہ ہوگا اور آزاد ہونے کے بعد حجِ فرض ادا کرنا اس پر

ایک شخص کے تندرست رہنے کا گمان غالب ہو اور اگر مرض یا بڑھاپے کی بنا پر تندرست رہنے کا گمان غالب نہیں ہے تو بالاجماع حج علی الفور واجب ہے۔

[1] مدبر وہ غلام ہے جس سے آقا نے یہ کہدیا ہے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

[2] ام ولد اس باندی کو کہتے ہیں کہ جس کے آقا سے اولاد ہو یہ بھی آقا کے انتقال کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔

[3] مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں، جس سے آقا نے ایک متعین رقم مثلاً ایک ہزار روپے پر یہ معاملہ کیا کہ اگر وہ اتنی رقم کما کر مولیٰ کے حوالہ کر دے تو آزاد ہے۔ مدبرہ، ام ولد اور مکاتب میں آقا کی ملکیت ناقص ہوتی ہے، حاصل یہ ہے کہ غلام پر حج واجب نہیں ہوتا خواہ اس پر آقا کی ملکیت تام ہو، یا ناقص، (دلفمان الحق)

واجب ہوگا اور اگر احرام باندھنے سے پہلے حج کے راستہ میں ہی آزاد ہو گیا پھر اس نے احرام باندھ کر حج ادا کیا تو فرض حج ادا ہو جائے گا اور اگر آزاد ہونے سے پہلے احرام باندھ لیا تھا پھر آزاد ہونے کے بعد احرام کی تجدید[1] کرلی تو اس سے حج فرض ادا نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

توشہ اور سواری پر قادر ہونا

وجوب حج کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان توشہ اور سواری پر اس طرح قادر ہو کہ یا وہ مالک ہو یا بطور کرایہ کے اس پر قابض ہو اور اگر توشہ و سواری عاریت پر کسی سے لے لے یا کوئی شخص اس کو مباح کردے تو اس سے حج واجب نہیں ہوتا خواہ یہ چیزیں ایسے شخص نے مباح کی ہوں جس کے احسان کا اعتبار نہیں ہوتا، مثلاً ماں، باپ اور اولاد یا ان کے علاوہ دیگر اجنبی لوگوں نے مباح کی ہوں (سراج الوہاج) حج کرنے کے لئے اگر ایک شخص مال دے تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے خواہ مال دینے والا ایسا شخص ہو جن کے احسان کا اعتبار ہوتا ہے جیسے اجنبی لوگ یا ایسا شخص ہو جس کے احسان کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسے ماں باپ اور اولاد (فتح القدیر)

توشہ اور سواری پر قادر ہونے سے کیا مراد ہے

توشہ اور سواری کے مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی ضرورت اور حاجت سے زیادہ مال ہو یعنی رہنے کا مکان، لباس خادم اور گھر کے اسباب کے علاوہ اس قدر سرمایہ ہو کہ سواری پر مکہ جا سکے اور واپس ہو سکے، پیدل چلنے کا اعتبار نہیں ہے نیز یہ مال اس کے قرض کے علاوہ ہو اور واپس آنے تک بال بچوں کے اخراجات اور مکان وغیرہ کی مرمت کے لئے بھی دام ہوں (محیط سرخسی) اس کے امر بال بچوں کے نفقہ میں اوسط خرچ کا اعتبار کیا جائے گا اس سے کم یا اس سے زیادہ کا اعتبار نہ ہوگا (تبیین) عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس کے ذمے لازم ہے (بحر الرائق) ظاہر روایت کے مطابق واپس ہونے کے بعد کے نفقہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا (تبیین) ہر شخص کے حق میں ایسی سواری کا اعتبار کیا جائے گا جو اس کو پہنچا سکے پس اگر ایک شخص ایسی اونٹنی پر قادر ہے جس پر وہ سفر کر سکتا ہے تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور اگر وہ اچھا مالدار ہے تو حج اس وقت واجب ہوگا جب محمل کی ایک شق پر قادر ہو اگر ایک شخص اونٹ پر اس طرح قادر ہے کہ باری باری سے سوار ہوتا ہے یعنی ایک منزل تک ایک سوار ہوتا ہے اور ایک منزل تک دوسرا یا ایک فرسخ تک ایک شخص سوار ہوتا ہے اور ایک فرسخ تک دوسرا شخص سوار ہوتا ہو تو اس سے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر ایک شخص کے پاس اس قدر مال ہے کہ ایک منزل اونٹ کرایہ پر لے سکتا ہے اور ایک منزل پیدل چلنا پڑتا ہے تو وہ مالدار نہ سمجھا جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) ینابیع میں ہے کہ اہل مکہ اور اس کے اطراف و جوانب کے لوگوں پر حج واجب ہے، بشرطیکہ ان کے گھر سے مکہ تک تین دن سے کم کی مسافت ہو اور پیدل چلنے پر وہ قادر ہوں اگرچہ ان کے پاس سواری نہ ہو لیکن اس قدر مال ضرور ہونا چاہیئے جو ان کے واپس آنے تک ان کے بال بچوں کے مصارف کے لئے کافی ہو (سراج الوہاج) ایک فقیر نے پیدل چل کر حج کرلیا اس کے بعد مالدار ہو گیا تو دوبارہ اس پر حج واجب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر ایک شخص کو اسقدر مال مل گیا جس سے حج کر سکتا ہے اور نکاح کرنے کا بھی ارادہ ہے تو حج کرے نکاح نہ کرے اس لئے کہ حج ایک فرض ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے (تبیین) اگر ایک شخص کے پاس رہنے کا مکان، خدمت کے لئے غلام پہننے کے کپڑے اور ضرورت کا سامان موجود ہے تو اس سے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوتی، تجربہ میں ہے اگر ایک شخص کے پاس ایسا مکان ہے جس میں وہ خود نہیں رہتا اور ایک غلام ہو

---

[1] احرام کی تجدید کی صورت یہ ہے کہ میقات پر جا کر از سر نو بہ نیت حج فرض احرام باندھے اگر آزاد ہونے کے بعد غلام نے احرام کی تجدید کی تو اس سے حج فرض ادا نہ ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے سابقہ نیت سے جو احرام باندھا تھا اس سے اس وقت تک نکلنا درست نہیں ہے جب تک ارکان حج ادا نہ کرے (مترجم)

جس سے وہ خدمت نہیں لیتا تو اس پر واجب ہے کہ ان کو فروخت کرے اور حج کرے اگر ایک شخص کے پاس رہنے کا مکان اور اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے لیکن اس کے پاس اتنے دراہم ہیں جن سے حج کر سکتا ہے اور رہنے کا مکان خادم اور اپنے نفقہ کا سامان بھی کر سکتا ہے تو اس پر حج واجب ہے اگر حج کے علاوہ کسی اور چیز میں یہ پیسے خرچ کئے تو گنہ گار ہوگا (خلاصہ) اگر کسی کے پاس کچھ ایسے کپڑے ہیں جن کو وہ استعمال نہیں کرتا لیکن ان کو فروخت کرکے ان کی قیمت سے حج کر سکتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو فروخت کرکے حج ادا کرے ایک شخص کے پاس بہت بڑا اور وسیع مکان ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اس کے رہنے کے لئے کافی ہے تو حج کے لئے اس سے زیادہ حصہ کا فروخت کرنا لازم نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص کے پاس رہنے کا مکان ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس مکان کو فروخت کرکے ایک چھوٹا سا مکان بھی لے لے اور حج بھی کرے تو اس پر مکان کا فروخت کرنا لازم نہیں ہے (محیط) اگر اس نے مکان فروخت کر دیا تو افضل ہے (ایضاح) بالاتفاق یہ واجب نہیں ہے کہ حج کرنے کیلئے اپنے رہنے کے مکان کو فروخت کر ڈالے اور آئندہ کرایہ کے مکان میں سکونت اختیار کرے (بحر الرائق) ایک شخص کے پاس فقہ کی کتابوں کا ذخیرہ ہے تو دیکھیں گے اگر وہ شخص فقیہہ ہے اور ان کتابوں کی اس کو ضرورت پڑتی رہتی ہے تو ان کی وجہ سے حج کی استطاعت ثابت نہ ہوگی اور اگر وہ جاہل ہے تو حج کی استطاعت ثابت ہو جائے گی اور اگر ایک شخص کے پاس طب اور نجوم کی کتابیں ہیں تو حج کی استطاعت ثابت ہو جائے گی خواہ اس شخص کو ان کتابوں کے استعمال کی حاجت ہو یا نہ ہو (محیط) بعض علماء نے کہا ہے اگر ایک شخص تاجر ہے اور تجارت ہی پر اس کی گذر اوقات ہے اور وہ اتنے مال کا مالک ہے جس سے وہ حج کو جا سکتا ہے اور واپس آ سکتا ہے نیز توشہ اور سواری کے اخراجات اور جانے کے وقت سے واپس ہونے تک اولاد و عیال کے مصارف نکال کر تجارت کا اصل مال جس سے وہ تجارت کیا کرتا ہے باقی رہتا ہے، تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور اگر مال باقی نہیں رہتا تو حج واجب نہ ہوگا، اگر ایک شخص کاریگر ہے تو اس پر حج واجب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس قدر مال کا مالک ہو کہ آنے جانے کے اخراجات توشہ اور سواری کے مصارف اور نکلنے کے وقت سے واپس ہونے تک بال بچوں کا نفقہ دے کر اس کے پیسے کے اوزار اس کے پاس باقی رہیں اگر ایسا ہے تو اس پر حج واجب ہوگا، اگر ایک شخص زمین کا مالک ہے اور اس کے پاس اس قدر زمین ہے جسمیں سے تھوڑی سی زمین اگر فروخت کر ڈالے جو اس کے آنے جانے کے مصارف توشہ اور سواری کے اخراجات اور اس کے بال بچوں کے نفقہ کے لئے کافی ہے اور باقی زمین اس کے پاس اتنی ہے جس کی آمدنی سے وہ اپنی گذر بآسانی کر سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہوگا اور اگر گذارے لائق زمین نہیں بچی تو اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ ایک کسان ہل جوتنے والا ہے اور وہ اس قدر مال کا مالک ہے کہ جو جانے آنے کی سواری اور خوراک اور اس کے جانے کے وقت سے واپس آنے تک بال بچوں کے مصارف کے لئے کافی ہے اور پھر اس کے پاس کھیتی کے آلات مثلاً بیل وغیرہ باقی رہ جائیں تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور اگر کھیتی کے آلات باقی نہیں بچے تو حج واجب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

حج کی فرضیت سے واقف ہونا

وجوب حج کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ حج کی فرضیت سے واقف ہو جو شخص دار الاسلام میں ہے صرف اس کے وہاں موجود ہونے سے اس کے علم کا اعتبار کیا جائے گا خواہ وہ حج کی فرضیت سے واقف ہو یا نہ ہو، اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس نے حالت اسلام میں پرورش پائی ہے یا نہیں پائی ہے پس حکماً وہ حج کی فرضیت کا عالم سمجھا جائے گا، جو شخص دار الحرب میں ہے، اس کو اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں حج کی فرضیت سے واقف کرا دیں اگرچہ ان کے عادل یا غیر عادل ہونے کا حال پوشیدہ ہو، یا ایک عادل شخص اس کو حج کی فرضیت سے واقف کرا دے تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک خبر دینے والے کا عادل، بالغ اور آزاد ہونا اس باب میں شرط نہیں ہے (بحر الرائق)

بدن کا صحیح و سالم ہونا

وجوب حج کی ایک شرط بدن کا صحیح و سالم ہونا ہے یہاں تک کہ لنگڑے، اپاہج اور مفلوج اور اس شخص

پر جس کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں حج واجب نہیں ہوتا چنانچہ اگر ان کے پاس سرمایہ ہو تب بھی ان لوگوں پر لازم نہیں ہے کہ دوسرے شخص سے حج کرائیں اور نہ ان لوگوں پر حالتِ مرض میں حج کرانے کی وصیت لازم ہے اسی طرح ایسے بوڑھے کو جو سواری پر بیٹھنے سے معذور ہو حج واجب نہیں ہے[1] اور مریض کا بھی یہی حکم ہے (یعنی اس پر بھی حج واجب نہیں ہے (فتح القدیر) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر مذہب یہی ہے اور صاحبین ؒ سے بھی ایسی ہی ایک روایت ہے، لیکن صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) سے ظاہر روایت یہ ہے کہ ان پر حج واجب ہے، پس یہ لوگ اگر کسی اور سے حج کرا دیں تو جب تک وہ عذر ان میں موجود ہے تب تک جائز ہے اور جب وہ عذر زائل ہو جائے تو ان کو خود دوبارہ حج کرنا لازم ہے اور تحفہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ اس کا یہی مختار ہے اس لئے کہ اس نے صرف اسی کو بیان کیا ہے اور اسبیجابی کا بھی یہی حال ہے اور محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں اسی کو تقویت دی ہے (بحر الرائق) قیدی کا حکم اور اس شخص کا حکم جو ایسے بادشاہ سے خائف ہے جو لوگوں کو حج میں جانے سے روکتا ہے ان ہی کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ان لوگوں کو بھی اپنی طرف سے دوسرے لوگوں کو حج کرانا واجب نہیں ہے (نہر الفائق) نابینا شخص کے پاس اگر خوراک اور سواری وغیرہ کے مصارف ہیں لیکن کوئی دوسرا شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا نہیں ہے تو فقہاء کے قول کے مطابق اس پر خود حج کرنا واجب نہیں ہے اور اپنے مال سے حج کرانے میں اختلاف ہے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے کو حج کرانا واجب نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک حج کرانا واجب ہے، نابینے شخص کو اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا مل جائے تب بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر خود حج کرنا واجب نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ایک شخص کے پاس سواری اور خوراک وغیرہ کے مصارف تھے اور وہ تندرست تھا لیکن اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ وہ اپاہج اور مفلوج ہو گیا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ اس کو اپنے مال سے حج کرانا لازم ہے (محیط) یہ لوگ اگر تکالیف اٹھا کر حج ادا کر لیں تو ان سے حج ساقط ہو جائے گا اور تندرست ہو جانے کے بعد دوبارہ ان پر حج واجب نہ ہو گا (فتح القدیر)

راستہ مامون ہونا وجوب حج کی ایک شرط راستہ کا مامون و محفوظ ہونا ہے اور ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر راستہ میں سلامتی اکثر ہے تو حج واجب ہو گا، اور اگر سلامتی نہیں ہے تو حج واجب نہ ہو گا، اسی پر اعتماد ہے[2] (تبیین) کرمانی نے کہا ہے کہ دریا کے راستہ میں اس جگہ پر جہاں سے عموماً لوگ سوار ہوا کرتے ہیں اگر اکثر سلامتی ہے تو حج واجب ہو گا اور اکثر سلامتی نہیں ہے تو حج واجب نہ ہو گا، یہی اصح ہے، سیحون جیحون، فرات اور نیل ان کا شمار نہروں میں کیا جاتا ہے دریا میں نہیں کیا جاتا (فتح القدیر) اور دجلہ کا بھی یہی حکم ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بوڑھا شخص اس وقت مال کا مالک ہوا جب اس میں سواری پر بیٹھنے تک کی بھی طاقت نہیں ہے تو اس پر حج واجب نہ ہو گا اور اگر پہلے سے مال کا مالک تھا اور حج نہیں کیا اور اتنا بوڑھا ہو گیا کہ وہ خود بھی حج نہیں کر سکتا تو بالاتفاق اپنے مال سے دوسرے کو حج کرانا لازم ہے۔

[2] سلامتی کا اندازہ آنے جانے والے لوگوں سے لگایا جائے گا اگر اکثر لوگ صحیح و سلامت پہنچ جاتے ہیں اور واپس آ جاتے ہیں، تو راستہ مامون سمجھا جائے گا۔

(مترجم)

تین دن کی مسافت پر محرم کا ہونا

وجوب حج کی ایک شرط یہ ہے کہ اگر مکہ تک تین دن کی مسافت ہے تو عورت کے لئے کسی محرم کا ہونا ضروری ہے خواہ جوان عورت ہو یا بوڑھی ہو (محیط) اگر تین دن سے کم کی مسافت ہے تو محرم کے بغیر بھی عورت حج کے لئے جا سکتی ہے (بدائع) محرم یا تو شوہر ہو یا ایسا شخص ہو، جس سے قرابت یا دودھ کی شرکت یا دامادوں کے رشتہ کی بنا پر ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو (خلاصہ) نیز محرم کا امین، عاقل، بالغ ہونا شرط ہے، خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام، کافر ہو، یا مسلمان (فتاوی قاضی خاں) اگر محرم مجوسی ہے، اور وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اس عورت سے نکاح کرنا جائز سمجھتا ہے تو اس کے ساتھ سفر نہ کرے (محیط سرخسی) قریب البلوغ لڑکے کا وہی حکم ہے جو بالغ کا ہے، عورت کا غلام اس کے لئے محرم نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) جو لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا اور جس مجنون کو افاقہ نہیں ہوتا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے (محیط سرخسی) عورت کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے محرم کو سواری اور خوراک وغیرہ کے مصارف دے تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ حج کرے عورت کے پاس اگر محرم ہے تو اس کو حج واجب کے لئے نکلنا ضروری ہے اگرچہ شوہر اجازت نہ دے، اور نفلی حج میں شوہر کی اجازت کے بغیر نہ جائے عورت کے پاس اگر محرم نہیں ہے تو حج کے لئے نکاح کرنا اس پر واجب نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) پھر ایک مسئلہ میں اختلاف ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق راستہ کا امن، بدن کی سلامتی اور عورت کے لئے محرم کا وجود، یہ چیزیں وجوب حج کی شرائط سے ہیں یا ادا ءِ حج کی؟ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وجوب حج کی شرائط ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ادا ءِ حج کی شرائط ہیں، اور یہی صحیح ہے، اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب حج سے پہلے انتقال کر جائے، پہلے قول کے مطابق حج کرانے کی وصیت لازم نہیں ہوتی اور دوسرے قول کے مطابق لازم ہے (نہایہ)

عورت عدت میں نہ ہو

عورت کے لئے وجوب حج کی شرائط میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ عدت میں نہ ہو، خواہ عدت شوہر کے انتقال کر جانے کی وجہ سے ہو یا طلاق بائن یا طلاق رجعی کی بنا پر ہو (شرح طحاوی) پس عورت طلاق یا موت کی عدت کے درمیان حج کے لئے نہ جائے اسی طرح عدت اگر راستہ میں کسی شہر کے اندر واقع ہوئی اور وہاں سے مکہ تک تین دن کی مسافت ہے تو عدت پوری ہونے تک عورت شہر سے نہ نکلے (فتاوی قاضی خاں) عورت اگر حج کے لئے نکل چکی تھی پھر عدت واقع ہوئی اور عورت مسافر ہے، تو دیکھیں گے اگر عدت طلاق رجعی کی بنا پر ہے تو اپنے شوہر سے جدا نہ ہو اور شوہر کے لئے افضل یہ ہے کہ رجعت کرے اور اگر طلاق بائن کی عدت ہے تو وہ محرم اجنبی کے حکم میں ہے (سراج الوہاج)

ایک اہم مسئلہ

وجوب حج کے سلسلہ میں جو شرائط ذکر کی گئی ہیں، مثلاً سواری اور خوراک وغیرہ کے مصارف، ان شرائط کا اعتبار صرف اس زمانہ میں ہوگا، جس زمانہ میں اس شہر کے لوگ مکہ معظمہ حج کرنے کے لئے جایا کرتے ہیں، چنانچہ اگر ایک شخص شروع سال میں اشہر حج سے قبل سواری اور خوراک وغیرہ کے مصارف کا مالک ہوا اور شہر کے لوگ اس زمانہ میں حج کے لئے نہیں جایا کرتے تو اس کو اختیار ہے کہ اس مال کو جہاں چاہے صرف کرے اور جب وہ مال صرف کر چکا، پھر شہر کے لوگ حج کے لئے نکلے تو اس پر حج واجب نہ ہوگا لیکن جن ایام میں شہر کے لوگ حج کے لئے جاتے ہیں، اگر ان ایام میں اس کے پاس مال موجود ہے، تو حج کے علاوہ کسی اور کام میں یہ روپیہ صرف کرنا جائز نہیں ہے اور اگر حج کے علاوہ کسی اور جگہ صرف کیا تو گنہ گار ہوگا، اور اس پر حج واجب ہوگا (بدائع)

ادا ءِ حج کی تین شرطیں

ادا ءِ حج کی صحت کے لئے تین شرطیں ہیں (۱) احرام (۲) خانہ کعبہ (۳) حج کا زمانہ (سراج الوہاج)

حج کے دو رکن

حج[1] کے رکن دو ہیں (۱) وقوفِ عرفہ (۲) طوافِ زیارت، لیکن وقوفِ عرفہ طواف سے زیادہ قوی ہے (نہایہ) یہاں تک کہ حج وقوف عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے فاسد ہو جاتا ہے اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا (شرح جامع صغیر قاضی خاں)

حج کے واجبات[2]

حج میں پانچ چیزیں واجب ہیں (۱) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (۲) مزدلفہ میں قیام کرنا (۳) رمی جمار (۴) بال منڈوانا یا کتروانا (۵) طواف زیارت (شرح طحاوی)

حج کی سنتیں

(۱) طوافِ قدوم (۲) طوافِ قدوم میں یا طوافِ فرض میں اکڑ کر چلنا (۳) دونوں سبز میناروں کے درمیان جلد چلنا (۴) ایامِ قربانی کی راتوں میں سے ایک رات منیٰ میں قیام کرنا (۵) سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات جانا (۶) سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ آجانا (فتح القدیر) (۷) مزدلفہ میں رات گذارنا (۸) تینوں جمعرات میں ترتیب قائم رکھنا (بحر الرائق)

حج کے آداب

جب حج کے لئے نکلنے کا ارادہ کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ پہلے اپنا قرض چکائے (ظہیریہ) کسی صاحب رائے شخص سے اس وقت سفر کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کرے، نفس حج کے سلسلہ میں مشورہ نہ کرے اس لئے کہ اس کا خیر ہونا معلوم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی استخارہ کرے، استخارہ سنت یہ ہے کہ دو رکعتیں قل ہو اللہ کے ساتھ پڑھے اور استخارہ کی وہ دعا پڑھے[3] جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، توبہ کرے، نیت خالص کرے، اگر کوئی چیز اس نے بطور ظلم کے حاصل کی ہے تو اس کو واپس کردے، مخالفین سے اور ان لوگوں سے جن کے ساتھ اس کے معاملات ہیں معافی چاہے (فتح القدیر) عبادات میں جو کمی ہے اس کی قضا کرے اور اپنی کوتاہی پر نادم اور شرمسار ہو، اور آئندہ عزم و ارادہ کرے کہ وہ اب ہرگز ایسا نہ کرے گا (بحر الرائق) ریا، غرور اور فخر کو دور کرے، اس لئے کہ بعض علماء نے محمل میں سوار ہونا مکروہ لکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جب اس قسم کے خیالات نہ ہوں تو مکروہ نہیں ہے اور حلال مال کے حاصل کرنے میں کوشش کرے اس لئے کہ حج حلال

---

[1] رکن وہ ہے جس کے چھوٹنے سے حج باطل ہو جاتا ہے۔

[2] واجب وہ ہے جس کے چھوٹنے سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ قربانی دینا لازم ہو جاتا ہے، یہاں واجبات میں صرف پانچ چیزوں پر اکتفا کیا گیا فقہ کی کتابوں میں اس کے علاوہ اور بھی واجبات لکھے ہیں، جن کی مجموعی تعداد پچیس تک پہنچ جاتی ہے (۶) احرام میقات سے باندھنا (۷) میدانِ عرفات میں اگر دن میں قیام ہوا ہے تو غروب آفتاب تک ٹھیرے رہنا (۸) حجرِ اسود سے طواف شروع کرنا (۹) داہنی طرف سے طواف کرنا (۱۰) پیدل چلکر طواف کرنا بشرطیکہ اس کو کوئی عذر نہ ہو (۱۱) پاکی کی حالت میں طواف کرنا (۱۲) طواف میں ستر کا ڈھکنا (۱۳) صفا و مروہ کی سعی کو صفا سے شروع کرنا (۱۴) صفا و مروہ کی سعی میں پیدل چلنا (۱۵) قارن اور متمتع بھیڑ بکری کو ذبح کرنا (۱۶) طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا خواہ طواف نفل ہی کیوں نہ ہو (۱۷) قربانی کے دن رمی جمار حلق اور ذبح میں ترتیب قائم رکھنا (۱۸) قربانی کے ایام میں طوافِ اضافہ کرنا (۱۹) بیت اللہ کا طواف حطیم کے ساتھ کرنا (۲۰) طواف معتد (یعنی کم سے کم چار چکر یا اس سے زائد) کے بعد سعی کا ہونا (۲۱) قربانی کے دنوں میں حرم کے اندر سر منڈانا (۲۲) میدان عرفات سے امام کے ساتھ کوچ کرنا (۲۳) سلے ہوئے کپڑے نہ پہننا (۲۴) سر نہ ڈھکنا (۲۵) چہرہ نہ ڈھکنا۔ حج کے واجبات ان ہی چیزوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ فقہ کی دوسری بڑی اور مستند کتابوں میں اس کے علاوہ بھی اور چیزوں کو واجبات میں شمار کیا ہے، حج میں کسی واجب کے دریافت کرنے کا بہترین طریقہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے ترک کرنے سے ذبح کرنا واجب ہو خود وہ چیز واجب ہے۔

[3] دعاء استخارہ فتاویٰ عالمگیری جز سوم صـ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

(مترجم)

مال کے بغیر قبول نہیں ہوتا لیکن حج کا فرض ادا ہو جاتا ہے اگرچہ مالِ غصب شبہ ہو (فتح القدیر) ایک شخص نے حج کا ارادہ کرلیا اور اس کے پاس مشتبہ مال ہے تو اس کو چاہیئے کہ قرض لے کر حج کرے اور اپنے مال سے قرض ادا کرے (فتاویٰ قاضی خاں) اپنے ساتھ نیک ساتھی بھی ہونا چاہیئے تاکہ اگر کچھ بھول جائے تو وہ اس کو یاد دلائے اور جب کسی مصیبت سے بے قرار ہو، تو صبر دلائے اور عاجز ہو تو اس کی مدد کرے، رشتہ داروں کی بہ نسبت رفیق کا اجنبی ہونا اولیٰ ہے تاکہ یگانگت منقطع ہونے کا خوف نہ ہو (فتح القدیر) ینابیع میں ہے کہ اپنے بال بچوں کے لئے نفقہ چھوڑے اور اپنے نفس کو پاک کرکے نکلے، راستہ میں تقویٰ اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے، غصے سے بچے، لوگوں کی باتوں پر تحمل کرے، بے فائدہ باتوں کو چھوڑ کر اطمینان اور وقار حاصل کرے (تاتارخانیہ میں تعلیم اعمالِ حج کے بیان میں لکھا ہے) کرایہ کی سواری میں اس بات کا لحاظ کرنا چاہیئے کہ یہ کتنا بوجھ اٹھا سکتی ہے اس سے زیادہ بوجھ اس پر نہ رکھے (فتح القدیر) اس پر طاقت سے زیادہ لادنے سے پرہیز کرے، سواری کو عموماً جو چارہ دیا جاتا ہے بلا ضرورت اس میں کمی نہ کرے اگرچہ وہ سواری کا مالک ہو، حج کے سفر کو تجارت سے خالی کرنا احسن ہے اور اگر تجارت کرے تو اس کا ثواب کم نہ ہوگا[1] (بحر الرائق) سفر کا سامان زیادہ جھگڑ جھگڑ کر نہ خریدے، راستہ کے خرچ میں کسی کے ساتھ شریک نہ ہو، ایک ایک دن ایک ساتھی کا سب ساتھیوں کو کھانا کھلانا زیادہ اچھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے ہوئے جمعرات کے دن گھر سے نکلنا مستحب ہے ورنہ مہینہ کے پہلے دوشنبہ کو گھر سے نکلے، اور اپنے اہل وعیال اور بھائیوں کو رخصت کرے، اور ان سے اپنی خطائیں معاف کرائے، اور ان لوگوں سے اپنے لئے دعا طلب کرے اور اس کام کے لئے وہ ان کے پاس جائے اور جب یہ حج سے واپس آئے تو وہ سب لوگ اس کے پاس آئیں (فتح القدیر) اس طرح سفر کرے جس طرح کوئی دنیا سے سفر کرتا ہے، گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے اور اسی طرح جب حج سے واپس آئے تو گھر پہنچنے کے بعد دو رکعتیں پڑھے گھر سے نکلتے ہوئے جب دو رکعتیں پڑھ چکے تو یہ دعا مانگے،

اَللّٰھُمَّ بِکَ انْتَشَرْتُ وَاِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رَجَائِیْ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ اِلَی الْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ

اے اللہ میں تیرے سہارے چل کھڑا ہوا ہوں اور تیری طرف رخ کر دیا ہے اور تجھے مضبوط پکڑ لیا ہے، تجھ پر بھروسہ کیا ہے تو ہی میرا سہارا ہے تو ہی میرا آسرا ہے، جس چیز کی مجھے فکر ہے اور جس کی مجھے فکر نہیں ہے اور جس کو زیادہ جانتا ہے سب کا تو خود ہی انتظام فرمادے تیرے جوار میں آنے والا غالب و محفوظ ہے تیری مدح و توصیف بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تقویٰ کو میرا زادِ راہ بنا، میرے گناہوں کو معاف فرما اور جس طرف رخ کروں خیر ہی کی طرف میرا رخ کر، اے اللہ میں سفر کی سختی اور انجام کی برائی اور زیادتی کے بعد نقصان سے اور اہل وعیال میں نظر کی برائی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں،

اور گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا مانگے،

بِسْمِ اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

میں اللہ کے نام پر گھر سے نکلتا ہوں، کوئی طاقت اور کوئی قوت

---

[1] یہ حکم اس صورت میں ہے جب مقصدِ تجارت نہ ہو حج کے ضمن میں تجارت ہو جائے اور اگر حج کے سفر سے مقصد ہی تجارت کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ ثواب کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا (مترجم)

وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِيْ لِمَا يُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاحْفَظْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

نہیں ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ کی جو بڑا ہے اور عظمت والا ہے میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا، اے اللہ مجھے ان چیزوں کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہیں اور جن سے تو راضی ہے اور شیطان مردود سے مجھے محفوظ رکھ

آیت الکرسی، قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایکبار پڑھے (ظہیریہ) سوار ہو کر حج کو جانا افضل ہے اسی پر فتویٰ ہے (متفرقاتِ سراجیہ) اگر مکہ قریب ہے تو پیدل جانا افضل ہے اور اگر دور ہے تو سوار ہو کر جانا افضل ہے (متفرقات تاتارخانیہ) گدھے پر سوار ہو کر حج کے لئے جانا مکروہ ہے اور اونٹنی پر سوار ہونا افضل ہے، جب جانور پر سوار ہو تو یہ دعا پڑھے،

بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَعَلَّمَنَا الْقُرْاٰنَ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، (ظہیریہ)

میں اللہ کے نام پر سوار ہوتا ہوں، اور اللہ ہی کے لئے مدح و توصیف ہے جس نے ہم کو اسلام کی ہدایت کی اور ہم کو قرآن سکھایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ہم پر احسان کیا، اللہ ہی کے لئے مدح و ستائش ہے جس نے مجھکو بہترین امت میں پیدا کیا، جو لوگوں کی ہدایت کے لئے نکالی گئی ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے، جس نے ہمارے لئے سواری کو مسخر کیا اور ہم اس کی طاقت رکھنے والے نہ تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

حاجی کے لئے مناسب ہے کہ پہلے اپنا فرض ادا کرے اور فرض ادا کرنے کے بعد مدینہ آئے، کبریٰ میں ہے کہ اگر حج فرض نہیں ہے تو جو مناسب سمجھے کرے، اس کے باوجود حج فرض میں اگر مدینہ چلا گیا تو جائز ہے (تاتارخانیہ) حج کی شرح فصل) جو چیزیں حج میں رکن ہیں ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا اور قربانی دے کر بھی ان سے خلاصی نہیں ہو سکتی، بس صرف یہ صورت ہے کہ بعینہٖ وہ ارکان ادا کئے جائیں، اور جو چیزیں حج میں واجب ہیں وہ اگر چھوٹ جائیں تو ان کا بدل ہو سکتا ہے اور جو چیزیں حج میں سنت اور آداب کی قبیل سے ہیں وہ اگر رہ جائیں تو اس پر کچھ واجب ہو گا، لیکن بہرحال سنت اور آداب کے چھوڑنے میں برائی ہے (شرح طحاوی)

ممنوعاتِ حج

حج میں جن چیزوں سے بچا جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں، ایک قسم وہ ہے جو اس کی ذات سے متعلق ہے اور یہ چھ چیزیں ہیں (۱) صحبت کرنا (۲) سر منڈانا (۳) ناخن کتروانا (۴) خوشبو لگانا (۵) سر اور چہرے کا ڈھکنا (۶) سلا ہوا کپڑا پہننا، دوسری قسم وہ ہے جو دوسروں سے متعلق ہے اور وہ چیزیں یہ ہیں (۱) حل اور حرم میں شکار سے تعرض کرنا (۲) حرم کے درخت کاٹنا (جامع صغیر مصنفہ قاضی خاں) تحفہ میں اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے (نہایہ)

متعلقہ مسائل

باپ اگر لڑکے کی خدمت کا محتاج ہے اور لڑکے کا حج کو جانا باپ یا ماں کو ناپسند ہے تو اس کے لئے حج کرنا مکروہ ہے اور اگر باپ کو لڑکے کی خدمت کی ضرورت نہیں ہے تو حج کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر ماں باپ نہ ہوں تو دادا اور دادی کا بھی یہی حکم ہے (ملتقطات فتاویٰ قاضی خاں) سیدکبیر میں ہے اگر والد کے انتقال کا اندیشہ نہ ہو تو حج کے لئے نکلنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح اگر اسکی زوجہ اور بال بچے اور ان کے علاوہ وہ لوگ جن کا نفقہ اس کے ذمے لازم ہے اگر انہیں اس کا حج کے لئے نکلنا ناپسند ہو اور ان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو حج کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر ایسے لوگوں کو اس کا حج کے لئے جانا ناپسند ہے کہ جن کا نفقہ اس کے موجود رہتے ہوئے بھی اس پر لازم نہیں ہوتا تو حج کے لئے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ ان کی ہلاکت ہی کا اندیشہ ہو، فتاویٰ شیخ ابو اللیث میں لکھا ہے اگر کسی کا لڑکا امرد اور خوب صورت ہے تو باپ کو اختیار ہے کہ داڑھی نکلنے کے وقت تک

اس کو حج کے جانے سے روکے رکھے، ملتقط میں ہے کہ حج فرض ماں باپ کی اطاعت سے اولیٰ ہے اور ماں باپ کی اطاعت حج نفل سے اولیٰ ہے کبریٰ میں ہے کہ اگر سفر خطرناک اور خوفناک ہے، مثلاً دریا کا سفر تو والدین کی اجازت کے بغیر حج کو نہ جائے (تاتارخانیہ) جس شخص پر قرض ہے اس کے لئے جہاد کرنا، یا حج کو جانا مکروہ ہے اگر اس کے پاس اس قدر مال نہیں ہے کہ جس سے اپنا قرضہ چکا سکے تو قرض خواہوں سے اجازت لے کر جانا جائز ہے اگر اس کے قرض کا کوئی کفیل ہے اور وہ قرض دار کی اجازت سے کفیل ہوا ہے تو دونوں کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور اگر قرض دار کی اجازت کے بغیر کفیل بنا ہے تو قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نہ جائے، کفیل کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے (ملتقطات فتاویٰ قاضی خاں)

دوسرا باب

میقات[1] کے احکام

جن مقامات سے احرام کے بغیر آگے بڑھنا جائز نہیں وہ پانچ[5] ہیں

(۱) اہلِ مدینہ کے لئے ______ ذوالحلیفہ[2]

(۲) اہل عراق کے لئے ______ ذات عرق[3]

(۳) اہل شام کے لئے ______ جحفہ[4]

(۴) اہلِ نجد کے لئے ______ قرن[5]

(۵) اہل یمن کے لئے ______ یلملم[6]

میقات مقرر کرنے سے فائدہ یہ ہے کہ اس سے آگے احرام میں تاخیر کرنا ممنوع ہے (ہدایہ) اگر میقات سے پہلے کسی شخص نے احرام باندھ لیا تو جائز ہے، بلکہ جس شخص کو اپنے اوپر اطمینان ہے کہ اس سے احرام کی ممنوعات کا ارتکاب نہ ہوگا اس کے لئے یہی افضل ہے کہ میقات

---

[1] میقات کا لفظ متعین وقت اور متعین جگہ دونوں کے لئے مشترک طور پر استعمال ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ میقات کا لفظ متعین وقت میں اصلی ہے اور مکان احرام کے لئے اس کو مستعار لیا گیا ہے، بہرحال میقات اس جگہ کا نام ہے جہاں سے احرام کے بغیر آگے بڑھنا جائز نہیں ہے، بات دراصل یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی عظمت و بزرگی و شرف کے پیش نظر حق جل شانہٗ کو یہ منظور ہے کہ انسان مکہ معظمہ میں ایک والہانہ انداز میں تلبیہ کا ترانہ پڑھتے ہوئے آئے، سر پر خاک، بدن میں میل کچیل، ایک چادر اوڑھے ہوئے ایک باندھے ہوئے داخل ہو، پس ضروری ہوا کہ مکہ سے پہلے احرام باندھا جائے اگر اس بات کا حکم دیا جاتا کہ اپنے اپنے شہروں سے احرام باندھ کر آئیں تو بہت زیادہ دقت تھی، لہٰذا مناسب سمجھا گیا کہ مکہ معظمہ کے اردگرد چند ایسے مقامات تجویز کر دیئے جائیں کہ جن کے آگے احرام کے بغیر نہ جاسکیں، ان ہی مقامات کو عربی میں میقات کہتے ہیں

[2] یہ مدینہ والوں کا میقات ہے، مدینہ طیبہ سے چھ میل اور مکہ معظمہ سے دس منزل کے فاصلہ پر واقع ہے اس جگہ کے کنوؤں کو عرب کے لوگ آبار علی کہتے ہیں، ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہاں جنوں سے قتال کیا اور ان کو وہاں کسی کنوئیں میں بند کر دیا تھا حالاں کہ یہ جھوٹ ہے اور تاریخی حیثیت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے [3] ذات عرق یہ مقام مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے [4] جحفہ مکہ معظمہ سے تین منزل کے فاصلہ پر رابغ کے قریب واقع ہے، جحفہ کا اب کوئی نام و نشان باقی نہیں ہے اس لئے اب لوگ رابغ سے احرام باندھتے ہیں (حاشیہ شرح طحاوی) [5] قرن ایک پہاڑ کا نام ہے مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر واقع ہے عرفات سے یہ پہاڑ نظر آتا ہے [6] یلملم تہامہ کا پہاڑ ہے مکہ معظمہ سے جانب جنوب دو منزل کے

[6] کے فاصلہ پر واقع ہے، ہندوستانیوں کا میقات یہی ہے (مترجم)

سے پہلے احرام باندھ لے اور اگر ممنوع چیزوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو میقات تک احرام میں تاخیر کرنا افضل ہے (جوہرہ نیرہ) ان مواقیت میں سے ہر میقات نہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگ اس طرف رہتے ہیں، بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو اس طرف سے گذرتے ہیں (تبیین)، ایک شخص احرام کے بغیر میقات سے بڑھ گیا، پھر ایک اور میقات پر پہنچ گیا اور وہاں سے احرام باندھا تو جائز ہے لیکن اپنے میقات سے احرام باندھنا افضل ہے (جوہرہ نیرہ)، یہ حکم مدینہ والوں کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ اہلِ مدینہ کو اپنے میقات سے ایک قسم کی زیادہ خصوصیت حاصل ہے (سراج الوہاج) ایک شخص مکہ معظمہ اگر ایسے راستہ سے گیا جو عام راستہ نہیں ہے تو ان مواقیت میں سے کوئی میقات جب اس کے مقابل آجائے تو احرام باندھ لے (محیط سرخسی) ایک شخص اگر سمندر میں سفر کر رہا ہے تو وہ اس وقت احرام باندھے جب کسی میقات کے مقابل آجائے اس جگہ سے احرام کے بغیر آگے نہ بڑھے (سراج الوہاج) اگر دریا یا خشکی کا ایسا راستہ ہے کہ وہ دونوں میقاتوں میں ہو کر گذرتا ہے تو جس میقات پر چاہے احرام باندھ لے، اس میقات سے احرام باندھنا زیادہ اولیٰ ہے جو مکہ معظمہ سے زیادہ فاصلہ پر ہو (تبیین)، اگر راستہ اس قسم کا ہے کہ کوئی بھی میقات اس کے مقابل اور محاذی نہیں ہوتا تو مکہ جب دو منزل کے فاصلہ پر رہ جائے تو وہاں سے احرام باندھ لے (بحر الرائق) اگر ایک شخص کے بال بچے میقات یا میقات اور حرم کے درمیانی حصہ میں رہتے ہیں تو حج اور عمرہ کے لئے ان کا میقات "حل" کی جگہ ہوگی جو میقات اور حرم کے مابین ہے، اگر حرم تک احرام کو مؤخر کیا تو جائز ہے (محیط) مکہ کے لوگ حج کے لئے حرم سے احرام باندھیں اور عمرہ کے لئے حل سے باندھیں (کافی) پس جو شخص عمرہ کرنا چاہتا ہے وہ کسی بھی جانب سے حل میں جا کر احرام باندھ سکتا ہے اور تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے (ہدایہ) آفاقی (میقات سے باہر رہنے والا شخص) کا احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے خواہ وہ حج کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر مکہ میں داخل ہو گیا تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہو جائے گا (محیط سرخسی باب دخول مکۃ بغیر احرام) جو شخص میقات اور مکہ کے درمیان رہتا ہے مثلاً بستانی تو یہ شخص اپنی ضرورت کے ماتحت احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہو سکتا ہے لیکن اگر حج کا ارادہ کر لیا تو احرام کے بغیر ادا نہ ہوگا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے (کافی) اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا لکڑیاں یا گھاس پوس لینے حل میں پہنچ گیا پھر مکہ میں داخل ہوا تو احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہو سکتا ہے اور آفاقی اگر اہل بستان میں شامل ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے (محیط سرخسی)

تیسرا باب — احرام[1] کے مسائل

احرام میں کچھ شرائط ہیں اور کچھ ارکان، رکن تو یہ ہے کہ حاجی سے کوئی ایسی شئے پائی جائے جو حج کے ساتھ مخصوص ہو اس کی دو قسمیں ہیں قولی اور فعلی، قولی یہ ہے،

قولی رکن: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ

اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں

---

[1] احرام کا اطلاق لغتِ عرب میں دخول فی الحرمۃ (یعنی بے حرمتی نہ کرنا) پر کیا جاتا ہے اور شریعت میں احرام ایک سادہ لباس کو کہتے ہیں جس میں صرف ایک تہبند اور ایک چادر ہوتی ہے جس کے پہننے کے بعد حاجی پر کچھ پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں احرام صحیح ہونے کے لئے صرف اتنا ضروری ہے کہ حاجی سے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو حج کے ساتھ مخصوص ہو، خواہ قولی ہو، جیسے تلبیہ وغیرہ، یا فعلی ہو جیسے قربانی کو ہنکا کر لیجانا، یا قربانی کے گلے میں پٹہ ڈالنا، احرام صحیح

بقیہ ذیل

وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ۔ ملک اور بادشاہت تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

احرام باندھتے ہوئے تلبیہ ایکبار کہنا شرط ہے اور اس سے زیادہ سنت ہے اور اگر اس نے نہ کہا تو اس کا یہ فعل برا ہوگا (محیط سرخسی) اگر لبیک کی جگہ سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہہ دیا یا ان کے علاوہ کوئی ایسا کلمہ کہا جس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہے اور اس کلمہ سے احرام کی نیت کی تو احرام صحیح ہو جائے گا یہ حکم بالاتفاق ہے، خواہ وہ تلبیہ کے الفاظ اچھی طرح ادا کر لیتا ہو یا نہ ادا کر سکتا ہو اسی طرح لبیک کے معنی اگر کسی دوسری زبان میں ادا کئے تب بھی احرام صحیح ہو جائے گا خواہ وہ عربی میں یہ الفاظ اچھی طرح ادا کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو (شرح طحاوی) لیکن عربی میں کہنا افضل ہے، اگر صرف اَللّٰهُمَّ پر اکتفا کر لیا اور اس سے زائد کچھ نہ کہا تو جن حضرات کے نزدیک اللھم کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے ان کے نزدیک احرام بھی شروع ہو جائے گا اور جن لوگوں کے نزدیک نماز درست نہیں ہوتی ان کے نزدیک احرام بھی درست نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

فعلی رکن

یہ ہے کہ قربانی کے جانور اونٹ، یا گائے کے گلے میں پٹہ ڈال دے، اگر حج کے ارادہ سے اسکو ہنکاتا ہوا لے چلا تو وہ محرم ہو جائے گا اگرچہ اس نے لبیک کے الفاظ نہ کہے ہوں، خواہ قربانی نفلی ہو، یا نذر کی ہو، یا شکار وغیرہ کے عوض کی، اگر قربانی کا جانور کسی شخص کے ہاتھ بھیجدیا اور خود اس کے ساتھ نہ گیا، پھر خود چل پڑا تو جب تک قربانی کے جانور سے نہ ملے گا اس وقت تک صاحب احرام نہ ہوگا لیکن اگر ہدی (قربانی کا جانور) تمتع یا قران کی ہے تو صرف اس کی طرف متوجہ ہونے سے صاحب احرام ہو جاتا ہے (محیط سرخسی) پس جس وقت ہدی کے ساتھ مل جائے گا یا اس کو ہانکے گا تو اس کی نیت ایسے عمل سے متصل ہو گئی جو احرام کے ساتھ مخصوص ہے اسی لئے وہ محرم بن جائے گا، جس طرح ابتداء میں قربانی کے ہانکنے سے محرم بن جاتا ہے (ہدایہ) اگر چند لوگ قربانی کے اونٹ یا گائے میں شریک ہیں اور وہ سب کعبہ کی طرف جا رہے ہیں اور ایک شخص نے ان سب کے حکم سے اس قربانی کے گلے میں پٹہ ڈال دیا تو سب کا احرام ہو جائے گا اور اگر ان کے حکم کے بغیر ڈالا تو صرف اس شخص کا احرام ہوگا دوسرے لوگوں کا نہ ہوگا۔

پٹہ کس طرح ڈالا جائے

پٹہ ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ یا گائے کی گردن میں نعل یا چمڑے کا کوئی ٹکڑا ڈالیں یا درخت کی چھال کا ہار اس کی گردن میں پہنا دیں، (محیط سرخسی) اگر قربانی کے جانور پر جھول ڈالی، یا بکری کے گلے میں پٹہ ڈالا اور ان دونوں سے احرام کی نیت کر کے ان کو ہنکا کر چل پڑا تو وہ محرم نہ ہوگا، اسی طرح اگر قربانی کے جانور میں اشعار کیا اور اس سے احرام کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے (یعنی محرم نہ ہوگا) (مضمرات) قربانی پر جھول ڈالنا اور پھر اس کو صدقہ کرنا مستحب ہے اور پٹہ ڈالنا جھول ڈالنے سے زیادہ بہتر ہے (فتح القدیر)

بدنہ عربی میں "بُدْنَہ" کا لفظ اونٹ یا گائے کی قربانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اشعار کی تعریف

یہ ہے کہ اونٹ یا گائے کے کوہان میں ایسا زخم لگائے جس سے خون بہنے لگے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ بہتر ہے (مضمرات)

تجلیل

عربی میں یہ لفظ جانور پر جھول ڈالنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (شرح طحاوی)

احرام کی شرط

یہ ہے کہ دل سے ارادہ کرے اگر احرام کی نیت کے بغیر لبیک وغیرہ کے الفاظ ادا کئے تو احرام درست نہ ہوگا، (محیط سرخسی) صرف نیت سے بھی احرام درست نہ ہوگا جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور ذکر کرے

ہونے کے لئے قولی اور فعلی دونوں کا پایا جانا ضروری نہیں ہے صرف ایک کا پایا جانا کافی ہے۔

یا قربانی کو نہ ہانکے، یا اس کے گلے میں پٹہ نہ ڈالے (مضمرات)

احرام باندھنے کا طریقہ

جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے، تو غسل کرے یا وضو کرے، لیکن غسل کرنا افضل ہے یہ غسل صفائی اور پاکیزگی کے لئے کیا جاتا ہے اس لئے حائضہ (حیض والی عورت بھی) غسل کرے گی (ہدایہ) بچے اور نفاس والی عورت کے لئے بھی یہ غسل مستحب ہے، خوب اچھی طرح غسل کرے جسمیں میل کچیل اور ہر قسم کی گندگی سے جسم کی صفائی اور پاکیزگی کی پوری کوشش کی جائے مونچھیں اور ناخن ترشوائے بغلی اور زیر ناف کے بال بھی صاف کرے اگر ایک شخص اپنے سر کے بال منڈاتا ہے یا اس دن اس نے اس کا ارادہ کیا ہے تو سر منڈائے ورنہ بالوں میں کنگھا کرے خطمی اور اشنان وغیرہ استعمال کرے تاکہ میل کچیل اور ہر قسم کی گندگی سے جسم اور بالوں کی صفائی ہو جائے اگر اپنے پاس بیوی یا باندی موجود ہے اور کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے تو احرام باندھنے سے پہلے جماع کرنا مستحب ہے اور یہ سنت سے ثابت ہے (بحر الرائق) سلے ہوئے کپڑے اور موزے اتار کر صرف دو کپڑے پہن لے ایک تہ بند، اور ایک چادر دونوں نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں، لیکن اگر نئے ہوں تو افضل ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کسی نے صرف ایک کپڑا ایسا پہن لیا جس سے اس کا ستر ڈھک جاتا ہے تو جائز ہے (اختیار شرح مختار) تہ بند ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک ہو، اور چادر کمر، سینے اور کاندھوں پر اوڑھ کر ناف سے اوپر باندھ لے اگر چادر کے دونوں پلے تہ بند میں کھونس لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر چادر میں کوئی کانٹا یا سوئی لگادی یا اپنے اوپر رسی باندھ لی تو یہ فعل برا شمار کیا جائے گا اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (بحر الرائق) چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے اور داہنے کاندھے کو کھلا ہوا رکھے (خزانۃ المفتین) جو تیل پسند ہو لگائے خواہ اسمیں خوشبو ہو یا نہ ہو فقہاء رحمہم اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احرام سے پہلے ایسی خوشبودار چیز لگانی چاہیئے کہ احرام کے بعد اس کی ذات باقی نہ رہے اگرچہ احرام کے بعد تک اس کی خوشبو باقی رہے اسی طرح ہمارے نزدیک ظاہر روایت کے مطابق اس خوشبودار چیز کے لگانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کی ذات احرام کے بعد تک باقی رہے، جیسے مشک اور غالیہ (فتاویٰ قاضی خاں) یہی صحیح ہے (محیط) صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کی ایک روایت کے مطابق تمام حضرات کے نزدیک ایسی خوشبودار چیز ہرگز نہ لگائے جس کی ذات احرام کے بعد باقی رہے فقہاء نے فرمایا ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں (بحر الرائق) اس کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھے دونوں رکعتوں میں جو سورت مناسب سمجھے پڑھے، لیکن پہلی رکعت میں الحمد اور سورت قل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں الحمد اور قل ہو اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی نیت سے پڑھنا افضل ہے (محیط) ہمارے اکثر علماء قل یا ایہا الکفرون کے بعد یہ آیت

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ پ سورہ آل عمران

اے ہمارے پروردگار دلوں کو کج نہ کیجیے اس کے بعد کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرمایئے بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں

اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ آیت

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا پ ۱۵ سورہ کہف

اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرما اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے

پڑھتے ہیں (خزانۃ المفتین) یہ نماز مکروہ وقت میں نہ پڑھے اگر صرف فرض نماز ادا کی تب بھی کافی ہے (بحر الرائق) نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگے،

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِىْ

اے اللہ میں نے حج کا ارادہ کر لیا ہے اس کو میرے لئے آسان فرما اور

وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ — اپنے فضل وکرم سے قبول فرما

پھر نماز کے بعد یا سوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھے، نماز کے بعد تلبیہ پڑھنا ہمارے نزدیک افضل ہے (فتاوی قاضی خاں) تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں،

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَاشَرِیْکَ لَکَ

اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے ہی لیے ہیں، ملک اور بادشاہت تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں،

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ میں اِنَّ اور اَنَّ دونوں پڑھ سکتے ہیں، کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تلبیہ میں یہ سب کلمات پڑھے ان کو کم نہ کرے (محیط) تلبیہ میں اگر کچھ اور الفاظ شامل کرلیے تو بہتر ہے مثلاً اس طرح کہے،

لَبَّیْکَ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَبَّیْکَ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ (محیط سرخسی)

اے لوگوں کے خالق میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، اے گناہوں کے بخشنے والے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، میں نے تیری اطاعت کی توفیق پائی، ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، اور ہر طرح کی رغبت تیری ہی طرف ہے،

تلبیہ کے الفاظ کم کرنا بالاتفاق مکروہ ہے (بحرالرائق) پھر جب تلبیہ پڑھ چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے، جو نیکیوں کے سکھانے والے ہیں، دعا جو چاہے پڑھے لیکن درود پڑھتے ہوئے آواز پست رہے (فتح القدیر) فرض نمازوں کے بعد تلبیہ کی کثرت رکھیں (محیط) یہی ظاہر روایت ہے، حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، فرض نمازوں کے بعد تلبیہ پڑھے، قضا اور نفل کے بعد نہ پڑھے (شرح طحاوی) جب کسی سے ملے، جب بلندی پر چڑھے، یا نشیب میں اترے، یا صبح کا وقت ہو، یا نیند سے بیدار ہوا ہو، ہر موقع پر اس تلبیہ کا ورد رکھے (محیط) جب سواری کو پھیرے، اور جب اس پر سوار ہو، یا اس سے نیچے اترے، ہر موقع پر تلبیہ پڑھے، تلبیہ بلند آواز سے پڑھے لیکن اتنی بلند آواز نہ کرے، جس سے تعب لاحق ہو جائے (فتح القدیر)

متعلقہ مسائل

اگر تلبیہ پڑھ کر قران یا افراد کی نیت کی، تو ان میں سے جس کی نیت کرلی اس کا احرام ہو جائے گا اگرچہ ان دونوں میں سے کسی کا ذکر احرام میں نہ کیا ہو (ایضاح) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے حج کے ارادہ سے سفر کیا اور احرام باندھتے ہوئے اس کی نیت حاضر نہ تھی تو یہ حج کا احرام سمجھا جائے گا، پھر حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، جو بلا کسی نیت کے سفر پر چلا گیا اور اس نے احرام باندھ لیا اور اب بھی کچھ نیت نہ کی، جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا، جب تک اس نے خانۂ کعبہ کا طواف نہیں کیا وہ حج کی کسی بھی قسم کا احرام باندھ سکتا ہے (فتاوی قاضی خاں) اور جب وہ ایک مرتبہ چکر لگا چکا، تو یہ احرام عمرہ کا --- شمار کیا جائے گا (محیط سرخسی) اگر طواف نہ کیا اور صحبت کرلی، یا حج میں حاضر ہونے سے کوئی مانع پیش آگیا، تب بھی یہ احرام عمرہ کا ہوگا اس لئے کہ قضا واجب ہوگی پس ہم اس چیز کو واجب کریں گے، جو کم ہو اور یقینی ہو اور وہ عمرہ ہی ہے (ایضاح) ایک شخص نے حج کا احرام باندھا جس پر حج فرض تھا، لیکن اس نے فرض یا نفل کی نیت نہ کی تو یہ فرض کا احرام ہوگا اور یہ مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے (ظہیریہ) اگر میقات یا کسی اور جگہ پر ایک شخص نے دو حجوں کا احرام باندھا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں حج لازم ہو جاتے ہیں اور اسی طرح اگر میقات پر یا کسی اور جگہ میں دو عمروں کا احرام باندھا تو دو عمرے لازم ہو جائیں گے (فتاوی قاضی خاں) ایک شخص نے احرام باندھ لیا اور حج یا عمرہ میں سے کسی کی نیت نہ کی پھر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھا تو پہلا احرام عمرہ کا سمجھا جائے گا، اور اگر دوسرا عمرہ کی نیت سے باندھا تو پہلا احرام حج کا

ہو جائے گا اور اگر دوسرے احرام میں کچھ نیت نہ کی تو قرآن کا احرام ہو جائے گا، ایک شخص نے تلبیہ حج کا پڑھا اور نیت عمرہ کی کی، یا تلبیہ عمرہ کا پڑھا اور نیت حج کی کرلی تو اس نے جس کی نیت کی اس کا احرام سمجھا جائے گا اگر تلبیہ حج کا پڑھا اور نیت حج اور عمرہ دونوں کی کرلی، تو یہ قرآن ہو جائے گا (محیط سرخسی) ایک شخص نے کسی چیز کا احرام باندھا اور اس کو بھول گیا تو اس پر حج اور عمرہ دونوں لازم ہوں گے اور اگر دو چیزوں کا احرام باندھا اور دونوں چیزیں یاد نہ رہیں تو استحساناً حج اور عمرہ بطور قرآن اس پر لازم نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص نے صرف حج کا احرام باندھا تو اسی سال کے حج کا احرام شمار کیا جائے گا (محیط سرخسی) ایک شخص نے نذر اور نفل کا احرام باندھا، تو نفل کا احرام ہوگا اور اگر فرض اور نفل کا احرام باندھا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل کا احرام ہوگا اور اصح قول کے مطابق حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے (فتح القدیر)

چوتھا باب — احرام کے بعد محرم کو کیا کرنا چاہیے

احرام باندھنے کے بعد ان چیزوں سے الگ تھلگ رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، جیسے رفث، فسوق اور جدال،

رفث ______ صحبت کرنے کو کہتے ہیں،

فسوق ______ فسوق کے معنی ہیں نافرمانی کرنا اور اللہ کی بندگی سے باہر نکلنا

جدال ______ کے معنی ہیں اپنے ساتھیوں سے لڑنا جھگڑنا، (محیط سرخسی)

کسی شکار کو نہ مارے (ہدایہ) شکار سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے، نہ اس کو پکڑے نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ کسی کو بتائے، اور نہ شکار کرنے میں کسی کی مدد کرے، سلا ہوا کپڑا نہ پہنے، خواہ قمیص ہو، قبا ہو، پاجامہ ہو، عمامہ ہو، ٹوپی ہو، یا موزے ہوں لیکن اگر موزے کعبین کے نیچے سے کاٹ لے تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

کعب سے کیا مراد ہے کعب سے مراد وہ جوڑ ہے جو پیروں کے وسط میں تسمہ کی گرہ لگانے کی جگہ پر پڑتا ہو (تبیین) سر اور چہرہ نہ ڈھکے، منہ ٹھوڑی اور رخساروں کو بھی نہ ڈھکے، ناک پر ہاتھ رکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (بحر الرائق) جس طرح موزے نہیں پہن سکتا اسی طرح جرابیں بھی نہ پہنے (محیط) سلا ہوا کپڑا پہننا اس صورت میں ممنوع ہے جب عادت کے موافق پہنے یہاں تک کہ اگر اس نے کرتے یا پاجامہ کا تہ بند باندھ لیا، یا شیروانی اپنے کاندھوں اور مونڈھوں پر ڈال لی اور اس میں داخل نہ کیے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) محرم اگر اپنی کمر میں ہمیانی یا پٹکہ باندھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، خواہ پانی میں خود اس کے مصارف ہوں یا کسی دوسرے کے اور پٹکہ ریشم سے باندھے یا سبور سے (بدائع، سراج الوہاج) طیلسان کو گھنڈی یا کانٹے سے نہ اٹکائے اس لیے کہ وہ سلے ہوئے کپڑے سے مشابہ ہو جائے گی (خز ایک قسم کی چادر) اور کتان باریک کپڑا پہننا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ سلے ہوئے نہ ہوں (فتاویٰ قاضی خاں) رنگین کپڑا نہ پہنے، خواہ کسم کا رنگ ہو یا زعفران کا یا کسی اور چیز کا لیکن اگر دھلا ہوا ہو اور اس میں نفض نہ ہو یعنی اس کا رنگ نہ چھوٹے تو کوئی حرج نہیں ہے،

نفض کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا نفض یہ ہے کہ اس کا رنگ بدن پر چھوٹ جائے اور بعض نے کہا کہ نفض یہ ہے کہ اس میں رنگ کی بو آتی ہو یہی اصح ہے (محیط سرخسی) سر اور بدن کے بال نہ مونڈے، استرے سے بال مونڈنا، نورہ سے بال گرانا، دانتوں سے یا کسی اور طرح بال اکھاڑنا اس حکم میں سب برابر ہیں، اپنی داڑھی نہ کتروائے (سراج الوہاج) اپنے ناخن نہ تراشے

(محیط سرخسی) خوشبو نہ چھوئے، اگرچہ لگانے کا ارادہ نہ ہو (فتاویٰ قاضی خاں) تیل نہ لگائے (ہدایہ) مہندی سے خضاب نہ کرے اس لئے کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے (جوہرہ نیرہ) سرمہ میں اگر خوشبو نہ ہو تو اس کے لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، احرام کی حالت میں اپنی عورت کا بوسہ نہ لے، نہ شہوت سے چھوئے (فتاویٰ قاضی خاں) اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے، اپنا سر نہ کھجائے، اور اگر کھجلانے کی ضرورت ہو تو بہت آہستہ کھجائے تاکہ کوئی بال نہ گرے، اور کوئی جوں نہ مرے اس لئے کہ یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں اور اگر اس کے سر پر بال نہیں ہیں یا گندگی نہیں ہے تو زور سے کھجلانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر کسی مکان یا محمل کا سایہ حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں ہے (کافی) اگر خیمہ کا سایہ حاصل کرے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص کعبہ کے پردہ کے نیچے داخل ہوا اور اس میں چھپ گیا لیکن پردہ اس کے سر اور منہ سے الگ رہا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر پردہ سر اور منہ پر بھی آپڑا تو مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں سر اور منہ ڈھک جائے گا (محیط سرخسی) محرم نے اگر پچھنے لگائے یا فصد کھول دی، یا ٹوٹے ہوئے جوڑ کو باندھ دیا یا ختنہ کر دی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) (اذخر) ایک قسم کی گھاس ہے کے علاوہ حرم کا کسی قسم کا درخت نہ کاٹے، جو شخص احرام میں نہیں ہے اس کے لئے بھی یہی حکم ہے (یعنی وہ بھی حرم کا کوئی درخت نہیں کاٹ سکتا (شرح طحاوی)

پانچواں باب
حج کس طرح ادا کرے!

مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے، مکہ میں بلند راستہ کی طرف سے داخل ہونا چاہیئے، جس کو عربی میں "کداء" کہتے ہیں اور یہ مکہ کی بلند زمین کی طرف اونچی سڑک کا نام ہے حج کے لئے مکہ میں رات میں داخل ہو یا دن میں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، عمرہ کے لئے بھی یہی حکم ہے (تبیین) لیکن دن میں داخل ہونا مستحب ہے (فتاویٰ قاضی خاں) مکہ میں داخل ہونے کے بعد اپنا اسباب رکھے اور پھر فوراً مسجد حرام میں حاضر ہو جاؤ (جوہرہ نیرہ) تلبیہ پڑھتے ہوئے جانا مستحب ہے اور باب بنی شیبہ سے داخل ہونا بہتر ہے، خشوع و خضوع کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے اور اس مقدس گھر کی عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہونا چاہیئے، اگر کوئی مزاحم ہو تو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے (بحر الرائق) مسجد میں ننگے پاؤں داخل ہو اور اگر ننگے پاؤں چلنے میں نقصان ہو تو کچھ پہن لے (اختیار) داخل ہوتے ہوئے پہلے داہنا پیر بڑھائے اور یہ دعا پڑھے،

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا اللّٰھم انی اسئلک فی مقامی ھذا ان تصلی علیٰ سیدنا محمد عبدک ورسولک وان ترحمنی وتقبل عثرتی وتغفر ذنوبی وتضع عنی وزری (تبیین)

میں اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہو رہا ہوں، اور اللہ ہی کے لئے مدح و ستائش ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور رحمتیں نازل فرمائے اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کشادہ کردے اور مجھے اس میں داخل فرما، اے اللہ میں اس مقام پر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمتیں نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، مجھے بھی اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، میری لغزشوں سے درگذر کر میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرا بوجھ اتار دے

اور جب خانۂ کعبہ پر نظر ڈالے تو اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہے اور یہ دعا پڑھے،

لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللّٰھم انت السلام

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ تیرا ہی نام

ومنك السّلام وَاليك يرجع السّلام حيّنا ربّنا بالسّلام اَللّٰهُمّ زِد بيتك هٰذا تعظيماً وتشريفاً ومهابة وزِد من تعظيمه وتشريفه من حجّه واعتمره تعظيماً وتشريفاً ومهابة (سراج الوهّاج)

ہی نام سلام ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی لوٹتی ہے، ہم کو سلامتی اور عافیت کے ساتھ زندہ رکھ، اے اللہ اس مقدس گھر کی عزت وعظمت، شرافت وہیبت میں ترقی عطا فرما، اور حج اور عمرہ کرنے والوں میں جو اس کی تعظیم وتکریم کریں، ان کو بھی شرافت و عظمت عطا فرما۔

اور اس کے علاوہ جو مناسب سمجھے دعا کرے۔ پھر حجرِ اسود سے ابتدا کرے اور کسی آور جگہ سے ابتدا نہ کرے لیکن اگر لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے (ظہیریہ) حجرِ اسود کی طرف رخ کرکے اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ اٹھائے، جس طرح نماز میں تکبیر کہتا ہی پھر دونوں ہاتھ چھوڑ دے (فتاوی قاضی خاں) بدائع اور دوسری کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے، صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے (نہر الفائق) اور حجرِ اسود کو بوسہ دے اور بوسہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے اور بوسہ دے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کسی کو ایذا دئے بغیر ممکن ہو بوسہ دیتے ہوئے یہ دعا پڑھے،

بسم اللّٰهِ الرحمٰن الرحيم، اللّٰهم اغفر لي ذنوبي وطهّر لي قلبي واشرح لي صدري ويسّر لي امري وعافني فيمن عافيت (محیط)

میں اللہ کے نام کے ساتھ بوسہ دیتا ہوں اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرا قلب پاک وصاف کر اور میرے لئے اپنا سینہ کشادہ کرے اور میرا کام آسان کرے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ عافیت عطا فرما جن کو تونے عافیت دی ہے

اگر کسی کو ایذا پہنچائے بغیر بوسہ نہیں دے سکتا تو حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھوئے اور پھر اپنے ہاتھوں کو چوم لے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ میں کوئی شاخ یا ٹہنی لے کر حجرِ اسود کو لگائے اور پھر اس شاخ کو بوسہ دیدے (کافی) اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجرِ اسود کی طرف رخ کرے اور دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ان کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی جانب ہو جائیں۔ اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہے اور الحمد للہ اور درود شریف پڑھے (فتح القدیر) حجرِ اسود کی طرف رخ کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے (سراج الوہاج) ہتھیلیوں کی اندرونی جانب کا رخ آسمان کی طرف نہ کرے، جیسا کہ دعا مانگنے کے وقت کیا کرتے ہیں (نہایہ) اور یہ دعا پڑھے،

اَللّٰه اكبر اللّٰه اكبر اللّٰهمّ ايمانًا بك وتصديقًا بكتابك ووفاءً بعهدك واتباعًا لنبيك وسنة نبيك اشهد ان لا اِلٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان محمّدًا عبده ورسوله امنت باللّٰهِ وكفرت بالجبت والطاغوت،

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے، اور تیرے نبیؐ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے (کعبہ کا طواف شروع کرتا ہوں) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور بت اور شیطان کا منکر ہوا (محیط)

پھر اپنی داہنی طرف (جدھر کعبہ کا دروازہ ہے) سے طواف شروع کرے اور سات چکر لگائے، اور اس سے پہلے اضطباع کرے یعنی احرام کے اوڑھنے کی چادر داہنے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے کے اوپر ڈال لے (کافی) طواف حجرِ اسود کے اس کنارہ سے شروع کرنا چاہیئے جو رکن یمانی کی جانب ہے تاکہ تمام بدن حجرِ اسود کے سامنے سے گذر جائے اور جن لوگوں کے نزدیک حجرِ اسود کے سامنے سے تمام بدن کا گذرنا شرط ہے ان کے اختلاف سے بچ جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حجرِ اسود کی طرف رخ کرکے اس طرح کھڑا ہو کہ تمام حجرِ

اسود اپنی طرف رہے پھر اسی جانب رخ کئے ہوئے چلے، یہاں تک کہ حجرِ اسود سے آگے بڑھ جائے اور جب اس سے گذر جائے تو پیچھے ہٹ کر خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کیجانب کرے اور یہ حکم صرف طواف شروع کرنے کے وقت ہے (فتح القدیر فی فروع الطواف) اور اگر بائیں جانب سے طواف شروع کیا تو جائز ہے لیکن اس کا یہ فعل برا ہوگا (سراج الوہاج)

اضطباع کی تعریف یہ ہے کہ اوڑھنے کی چادر کا ایک پلو بائیں کاندھے پر ڈالے اور پھر چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر دوسرا پلو بھی بائیں کاندھے کے اوپر ڈالے، داہنا کاندھا کھلا ہوا ہے اور بایاں کاندھا چادر کے دونوں پلوؤں سے ڈھکا ہوا ہو (تبیین) حجرِ اسود سے شروع کر کے حجرِ اسود تک طواف کا ایک چکر ہوتا ہے (کافی) حجرِ اسود سے طواف شروع کرنا ہمارے اکثر مشایخ کے نزدیک سنت ہے اور اگر کسی اور جگہ سے طواف شروع کیا تو جائز ہے، لیکن اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا (محیط سرخسی) خانہ کعبہ کا طواف حطیم کے باہر سے کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اگر اس خالی جگہ میں داخل ہوگیا، جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان ہے تو طواف جائز نہ ہوگا (ہدایہ) اور دوبارہ طواف کرنا پڑے گا، پھر اگر اس نے صرف حطیم کا طواف کیا، تب بھی جائز ہے (اختیار شرح مختار) طواف کرتے ہوئے جب حجرِ اسود کے سامنے آئے تو اگر کسی شخص کو تکلیف پہنچائے بغیر بوسہ دے سکتا ہے تو بوسہ دے ورنہ حجرِ اسود کی طرف رخ کرے اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور حجرِ اسود کے بوسہ دینے پر طواف ختم کرے (ہدایہ) اگر حجرِ اسود کو بوسہ دے کر طواف شروع کیا اور اسی پر ختم کیا اور اس کے درمیان کے اشواط (چکروں) میں حجرِ اسود کو بوسہ دیا تو جائز ہے، اور اگر طواف کے کسی بھی چکر میں بوسہ نہ دیا تو اس کا یہ فعل برا شمار کیا جائیگا (شرح طحاوی) ظاہر روایت کے مطابق رکن یمانی کو بھی بوسہ دینا بہتر ہے (کافی) اور اگر رکنِ یمانی کو بوسہ نہ دیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، رکنِ عراقی اور رکنِ شامی کو بوسہ نہ دے (محیط سرخسی) طواف کے پہلے تین چکروں میں ذرا اکڑ کر چلے اور باقی چار چکروں میں اپنی اصل حالت پر چلے (کافی) جس طواف کے بعد سعی ہے اس میں اکڑ کر چلنے کا حکم ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اکڑ کر چلنے کے معنی یہ ہیں کہ جلد جلد چلے اور اپنے دونوں کاندھوں کو اس طرح ہلائے جس طرح ایک لڑنے والا سپاہی لڑائی کی دو صفوں کے درمیان اپنا فخر ظاہر کرنے کے لئے دونوں کاندھوں کو ہلاتا ہے اور اکڑ کر چلنا حجرِ اسود سے شروع کر کے حجرِ اسود ہی پر ختم کرے، لوگوں کی زیادہ ہجوم کی بنا پر اگر اس طرح نہیں چل سکتا تو ٹھیر جائے اور جب راستہ پائے تو اکڑ کر چلے (محیط سرخسی) طواف کے پہلے چکر میں اگر اکڑ کر نہ چلا تو اس کے بعد دو چکروں میں اکڑ کر چلے، اور اگر تینوں چکروں میں اکڑ کر چلنا یاد نہ رہا تو باقی چار چکروں میں اکڑ کر نہ چلے، اور اگر طواف کے ساتوں چکروں میں اکڑ کر چلا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا (بحر الرائق) اگر اس طواف کے بعد سعی (صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا) نہیں کرتا اور طواف زیارت تک اس کو مؤخر کر دیتا ہے تو اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے (تبیین) اس طواف کو "طواف قدوم" "طواف تحیۃ" اور طواف لقا کہتے ہیں، مکہ کے رہنے والوں کے لئے طواف قدوم نہیں ہے (کافی)

محرم پہلے مکہ میں داخل نہ ہوا بلکہ عرفات چلا گیا اور وقوف کر لیا تو طواف قدوم اس سے ساقط ہو جائے گا (ہدایہ) طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیمؑ پر آئے اور اس جگہ دو رکعتیں پڑھے اور اگر لوگوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے اس جگہ دو رکعتیں نہ پڑھ سکا تو مسجد میں جہاں جگہ ملے وہاں پڑھ لے (ظہیریہ) اور اگر مسجد سے باہر دو رکعتیں پڑھیں تب بھی جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ہمارے نزدیک دونوں رکعتیں واجب ہیں پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکٰفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے اگر ان دونوں رکعتوں کے بدلے فرض نماز ادا کریں تو ہمارے نزدیک جائز نہیں (زاہدی) نماز کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑا ہو کر ان چیزوں کی دعا مانگے جو اس کے دین یا دنیا سے متعلق ہیں (تبیین) طواف کی دو رکعتیں ایسے وقت میں ادا کرے، جس وقت میں نفل کا پڑھنا مباح ہو (شرح طحاوی) دو رکعتیں پڑھنے کے بعد صفا اور مروہ پر جانے سے پہلے زم زم پر آئے اور اس کا پانی خوب پیٹ

بھر کر پئے، اور باقی کنوئیں میں ڈال دے اور یہ دعا پڑھے،
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ
اے اللہ میں تجھ سے فراخ رزق، علم نافع اور ہر بیماری سے شفا طلب کرتا ہوں،

پھر صفا پر جانے سے پہلے ملتزم[1] پر آئے (فتح القدیر) اور جب صفا و مروہ پر سعی کرنے کا ارادہ کرے، تو پہلے حجرِ اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دے (تبیین) اگر ممکن ہو تو بوسہ دے اور اگر نہ ہوسکے تو حجرِ اسود کی طرف رخ کرکے اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہے اور اگر اس طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ارادہ نہیں ہے، تو طواف کی دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد حجرِ اسود کی طرف نہ جائے (فتاویٰ قاضی خاں)

قاعدہ کلیہ اس میں اصل یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کرے، تو طواف کی دو رکعتوں کے بعد حجرِ اسود کو دوبارہ بوسہ دے اور جس طواف کے بعد سعی نہ کرے تو دوبارہ حجرِ اسود کو بوسہ نہ دے (ظہیریہ)، اس کے بعد صفا پر جائے اور باب الصفا سے نکلنا افضل ہے اور باب الصفا باب بنی مخزوم کو کہتے ہیں، ادھر سے جانا ہمارے نزدیک سنت نہیں ہے اور اگر کسی اور طرف سے نکلا تو جائز ہے (جوہرہ نیرہ) باہر نکلتے ہوئے پہلے بایاں پیر بڑھائے (تبیین) پہلے صفا کی طرف جائے اور اس پر چڑھے، صفا اور مروہ پر چڑھنا سنت ہے اگر صفا اور مروہ پر نہ چڑھا تو اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا (محیط سرخسی) اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ سامنے نظر آنے لگے (ہدایہ) بیت اللہ کی طرف رخ کرکے دونوں ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہے (ظہیریہ) لا الٰہ الا اللہ کہے اللہ کی مدح و توصیف بیان کرے، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مرادیں اور حاجتیں طلب کرے (محیط سرخسی) دعا کے وقت دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے (سراج الوہاج) پھر نیچے اتر کر مروہ کی طرف اپنی اصل رفتار پر چلے اور جب دوسرے ستون نظر آئیں تو دوڑ کر چلے اور جب ان سے آگے بڑھ جائے تو پھر اپنی رفتار پر چلے، اور مروہ پر پہنچ جائے اور اس پر چڑھ جائے یہاں بھی اسی طرح قبلہ رخ کھڑے ہوکر الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ ثنا اور درود شریف پڑھے یہاں بھی تمام افعال وہی کرے جو صفا پر کئے تھے اسی طریقہ پر صفا اور مروہ کے درمیان سات پھیرے پورے کرے، صفا سے شروع کرے، اور مروہ پر ختم کرے اونچے کی زمین میں سبز ستونوں کے پاس ہر مرتبہ دوڑ کر چلے (محیط سرخسی)، صفا سے مروہ تک ایک پھیرا ہوتا ہے اور مروہ سے صفا تک ایک پھیرا ہوتا ہے، یہی مختار ہے (سراجیہ) یہی صحیح ہے (شرح طحاوی) اور اگر اس کے برعکس سعی کی یعنی مروہ سے شروع کی تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اس کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ پہلے پھیرے کا اعتبار نہ ہوگا (ذخیرہ) صفا اور مروہ کے درمیان جو سعی ہوتی ہے اس میں شرط یہ ہے کہ طواف کے بعد ہو، یہاں تک کہ اگر ایک شخص نے پہلے سعی کی اور بعد میں طواف کیا تو اگر مکہ میں ہے تو دوبارہ سعی کرے، اگر احرام سے باہر ہوجانے کے بعد سعی کی تو بالاتفاق جائز ہے اسی طرح حج کے مہینوں کے بعد اگر سعی کی تب بھی جائز ہے، سعی جنابت اور حیض کی حالت میں بھی کی جاسکتی ہے (محیط سرخسی)

قاعدہ کلیہ اس باب میں اصل یہ ہے کہ حج سے متعلق جو عبادت مسجد سے باہر ادا ہوتی ہے اس میں طہارت شرط نہیں ہے، جیسے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا، عرفہ اور مزدلفہ میں قیام کرنا، اور جمرات پر کنکریاں مارنا وغیرہ وغیرہ، اور جو عبادت مسجد میں

[1] حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان ڈھائی گز کے قریب بیت اللہ شریف کی دیوار کا جو حصہ ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے یہ دعا کی مقبولیت کا خاص مقام ہے یہ وہ مقام ہے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح لپٹ جاتے تھے جس طرح بچہ ماں کے سینے سے لپٹ جاتا ہے۔

ہوتی ہے اس میں طہارت شرط ہے اور طواف مسجد میں ادا ہوتا ہے (شرح طحاوی) جس شخص نے صرف حج کا احرام باندھا ہے اس کے لئے طواف قدوم کرنے کے بعد افضل یہ ہے کہ سعی نہ کرے اور طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر آٹھویں تاریخ کو یا اس سے پہلے کسی شخص نے حج کا احرام باندھا تو افضل یہ ہے کہ منیٰ میں جانے سے پہلے طواف اور سعی کرے، لیکن اگر آٹھویں تاریخ زوال کے بعد کسی نے احرام باندھا تو یہ حکم نہیں ہے (محیط سرخسی)

ایک شخص طواف یا سعی کر رہا تھا کہ نماز کی اقامت شروع ہو گئی، تو طواف اور سعی چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جائے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جسقدر طواف اور سعی باقی ہے ادا کرے (فتح القدیر) اور اسی طرح اگر جنازہ آگیا تو سعی چھوڑ کر پہلے نماز پڑھے اور پھر جسقدر سعی باقی ہے ادا کرے (فتح القدیر) طواف اور سعی میں خرید و فروخت کی باتیں کرنا مکروہ ہیں (تاتارخانیہ) سعی سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھے پھر مکہ میں احرام کی حالت میں آٹھویں تاریخ تک ٹھیرا رہے، جو چیزیں احرام کی حالت میں ممنوع ہیں ان میں سے کوئی چیز اس کے لئے جائز نہ ہو گی مکہ کے قیام کے زمانہ میں جتنی بار موقع ملے بیت اللہ کا طواف کرے یہ طواف کے سات پھیرے ہوں گے (فتاویٰ قاضی خاں) ان ایام میں بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد سعی نہ کرے (محیط) طواف کے ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعتیں ایسے وقت ضرور پڑھے جن میں نفل پڑھنا جائز ہے (شرح طحاوی) ایک طواف کے سات پھیرے کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھے بغیر حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق دوسرا طواف شروع نہ کرے خواہ جفت مرتبہ طواف کر کے چھوڑا ہو، یا طاق مرتبہ (سراج الوہاج) مسافروں کے لئے نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے اور اہلِ مکہ کے لئے نفل نماز اولیٰ ہے (شرح طحاوی، البحر الرائق) طواف کے وقت اللہ کا ذکر کرنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے (سراجیہ) آٹھویں تاریخ سے ایک دن پہلے امام خطبہ پڑھے، جس میں لوگوں کو منیٰ کی طرف جانے اور عرفات میں نماز پڑھنے اور وقوف کے احکام سکھائے،

حج میں تین خطبے ہیں

پہلا خطبہ یہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا، دوسرا خطبہ نویں تاریخ کو میدان عرفات میں ہوتا ہے اور تیسرا خطبہ گیارھویں تاریخ کو منیٰ میں ہوتا ہے، تینوں خطبوں میں ایک ایک دن کا فصل ہے (ہدایہ) عرفہ کے خطبہ کے علاوہ جو دو خطبے ہیں، ان میں سے ہر خطبہ منفرد اور مستقل ایک ہی خطبہ ہے اس لئے ان کے درمیان نہ بیٹھے، لیکن عرفہ کے دن کا خطبہ درحقیقت دو خطبے ہیں، اس لئے اس کے درمیان بیٹھے، امام عرفہ کے دن زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھے اور بقیہ دونوں خطبے زوال کے بعد اور ظہر کی نماز کے بعد پڑھے (تبیین)

منیٰ کی طرف روانگی

آٹھویں تاریخ کو صبح کی نماز اور سورج نکلنے کے بعد سب لوگوں کے ساتھ منیٰ جائے (فتاویٰ قاضی خاں) یہی صحیح ہے اگر سورج نکلنے سے پہلے منیٰ چلا گیا تو جائز ہے، لیکن سورج نکلنے کے بعد جانا اولیٰ ہے (بدائع)، ہر مقام پر تلبیہ کا ورد کثرت کے ساتھ جاری رہے، خواہ مکہ میں ہو، یا مسجدِ حرام میں ہو یا کسی اور جگہ ہو، مکہ سے نکلتے ہوئے تلبیہ پڑھے جو دعائیں مناسب سمجھے کرے اور لا الٰہ الا اللہ کہے (تبیین) رات کو منیٰ میں قیام کرے اور یہیں صبح کی نماز عرفہ کے دن اندھیرے میں پڑھے پھر عرفات چلا جائے، ایک شخص نے آٹھویں تاریخ کو ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی، پھر وہاں سے نکلا اور رات کو منیٰ میں قیام کیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر رات بھی مکہ میں گذار دی اور عرفہ کے دن صبح کی نماز بھی مکہ میں پڑھی پھر منیٰ ہوتا ہوا عرفات چلا گیا تب بھی جائز ہے لیکن اس کا یہ فعل مکروہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی باقی نہیں رہتی، آٹھویں تاریخ کو اگر جمعہ کا دن ہو تو زوال سے پہلے پہلے منیٰ جا سکتا ہے اس لئے کہ ابھی تک جمعہ واجب نہیں ہوا اور زوال کے بعد چونکہ جمعہ واجب ہو جاتا ہے اس لئے جمعہ کی نماز ادا کئے بغیر منیٰ نہ جائے (تبیین)

جبلِ رحمت کے قریب وقوف کی فضیلت

جب عرفات میں پہنچ جائے تو جہاں چاہے قیام کرے (فتاویٰ قاضی خاں) لیکن جبل رحمت کے قریب قیام کرنا افضل ہے (تبیین) راستہ میں نہ اترے تاکہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو (محیط) سورج کے زوال کے بعد اگر چاہے غسل کرے اس وقت امام ممبر پر چڑھے اس کے بعد مؤذن اذان دے (محیط سرخسی) یہی ظاہر مذہب ہے یہی صحیح ہے (بحر الرائق) پھر اذان کے بعد امام کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے۔ جیسے جمعہ کے خطبہ میں جلسہ کیا کرتا ہے (محیط سرخسی) بیٹھ کر خطبہ پڑھا تب بھی جائز ہے لیکن کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا افضل ہے اگر خطبہ نہ پڑھا یا زوال سے پہلے پڑھ دیا تو جائز ہے لیکن اس کا یہ فعل برا شمار کیا جائے گا (جوہرہ نیرہ) اس خطبہ میں امام لوگوں کو وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، اور عرفات سے مزدلفہ جانے کے مسائل نیز قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے، قربانی اور سر کے بال منڈوانے، طواف زیارت اور قربانی کے دوسرے دن تک کی تمام احکام سکھلائے (غایہ سروجی شرح ہدایہ) خطبہ دینے کے بعد امام نیچے اتر جائے۔ ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے، یہاں امام ظہر اور عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھے گا، ان دونوں نمازوں میں جہر نہ کرے (محیط سرخسی) دونوں نمازوں کے درمیان ظہر کی سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل نہ پڑھے، اگر نفل پڑھی تو مکروہ ہے اور ظاہر روایت کے مطابق دوبارہ عصر کی اذان کہے (کافی) اسی طرح دونوں نمازوں کے درمیان اگر کسی اور عمل میں مشغول ہو گیا، مثلاً کوئی چیز کھا پی لی تو عصر کی اذان دوبارہ کہے (سراج الوہاج)

دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کی شرائط

پھر دونوں نمازوں کو جمع کرنے یعنی عصر کو اپنے وقت سے مقدم کرنے اور ظہر کے وقت میں ادا کرنے کے لئے چند شرائط ہیں (۱) ایک شرط یہ ہے کہ عصر کی نماز ظہر کے جائز وقت میں ادا کی جائے (بدائع) پس اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز زوال سے پہلے پڑھ لی اور اسے یہ خیال تھا کہ سورج ڈھل چکا ہے اور اس کے بعد عصر کی نماز پڑھی، تو استحساناً خطبہ اور دونوں نمازیں دوبارہ پڑھے (محیط سرخسی)

(۲) ایک شرط یہ ہے کہ عرفہ کا دن ہو، یعنی ذالحجہ کی نویں تاریخ ہو (۳) ایک شرط یہ ہے کہ میدان عرفات ہو (کفایہ) (۴) ایک شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو، فقہاء نے کہا ہے کہ دونوں نمازوں کے ادا کرنے کے وقت حج کا احرام ہونا چاہیئے، یہاں تک کہ اگر ظہر پڑھتے وقت عمرہ کا احرام تھا اور عصر ادا کرنے کے وقت حج کا احرام تھا تو دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ایک روایت کے مطابق یہ ضروری ہے کہ حج کا احرام زوال سے پہلے پہلے باندھے تاکہ احرام جمع وقت سے مقدم ہو جائے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نماز سے پہلے پہلے احرام باندھ لینا کافی ہے اس لئے کہ مقصود نماز ہے (ہدایہ) یہی صحیح ہے (بحر الرائق)

(۵) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں جماعت شرط ہے، اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جماعت شرط نہیں ہے، پس اگر تنہا ایک شخص نے ظہر کی نماز اپنے سامان کے پاس پڑھ لی تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز عصر ہی کے وقت میں ادا کرے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک۔۔ اکیلا نماز پڑھنے والا بھی جمع کر سکتا ہے (ہدایہ) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے (زاد) اگر دونوں نمازیں امام کے ساتھ فوت ہو گئیں، یا دونوں میں سے ایک فوت ہوئی، تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق عصر کی نماز اپنے وقت میں پڑھی، وقت سے پہلے ادا کرنا جائز نہ ہوگا (شرح طحاوی) یہ ضروری نہیں ہے کہ ظہر کی تمام رکعتیں جماعت سے ملیں (بحر الرائق) پس اگر امام کے ساتھ دونوں نمازوں میں سے ایک رکعت یا کچھ نماز ملی تو بالاتفاق جمع کرنا جائز ہے (جوہرہ نیرہ) اگر مقتدی امام کے پیچھے سے بھاگ گئے اور

اس نے دونوں نمازیں تنہا پڑھیں تو جائز ہے، اس مسئلہ میں کوئی قید ذکر نہیں کی گئی ہے، حالاں کہ مسئلہ کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہے کہ اگر مقتدی نماز شروع کرنے کے بعد بھاگے تو بالاتفاق جمع کرنا جائز ہے، اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے بھاگ گئے تو اس میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا ہے، کہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک جمع کرنا جائز ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دونوں نمازوں کو جمع کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سب حضرات کے نزدیک جمع کرنا جائز ہے (محیط سرخسی)

اگر امام کا ظہر کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور اس نے کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا، تو خلیفہ دونوں نمازوں کو جمع کرے اور اگر امام اس وقت حاضر ہوا جب خلیفہ عصر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو امام عصر کی نماز عصر ہی کے وقت میں ادا کرے اور اس کے لئے دونوں نمازوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے (تبیین) خطبہ دینے کے بعد اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے کسی دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دیا حالاں کہ وہ شخص خطبہ میں حاضر نہ تھا تو وہ دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھا سکتا ہے، اگر امام نے کسی کو حکم نہیں دیا تھا اور ایک شخص خود بخود آگے بڑھ گیا اور اس نے دونوں نمازیں پڑھائیں تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک امام یا امام کا قائم مقام جمع بین الصلاتین کے جائز ہونے کے لئے شرط ہے، اور اگر آگے بڑھنے والا شخص صاحبِ حکومت تھا، جیسے قاضی یا والی شہر یا ان کے علاوہ کوئی اور شخص تو بالاتفاق جائز ہے (شرح طحاوی)

(۱) جمع بین الصلوٰتین میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب سے بڑے امام کا یا اس کے نائب کا ہونا بھی شرط ہے (جوہرہ نیرہ) پس اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی لیکن امیر یا اس کا نائب نہ تھا اور عصر کی نماز امیر کے ساتھ پڑھی، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز جائز نہ ہوگی، یہی قول صحیح ہے (بدائع) اگر سب سے بڑے امام یعنی خلیفہ کا انتقال ہو گیا، تو اس کا نائب یا حاکمِ شہر دونوں نمازوں کو جمع کرے، اور اگر خلیفہ کا کوئی نائب یا حاکمِ شہر نہیں ہے تو ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں ادا کریں (تبیین) امام جب عصر کی نماز سے فارغ ہو جائے تو موقف کی طرف چلا جائے (محیط)

موقف کسے کہتے ہیں

بطنِ عرنہ کے علاوہ عرفات کا تمام میدان موقف کہلاتا ہے (کنز) جہاں مناسب سمجھے قیام کرے (فتاویٰ قاضی خاں)

وقوفِ عرفات کی دو شرطیں

عرفات کے وقوف اور قیام میں دو چیزیں شرط ہیں (۱) عرفات کے میدان میں وقوف ہو (۲) عرفہ کا دن یعنی ذالحجہ کی نویں تاریخ ہو۔ وقوف عرفات میں کھڑا ہونا شرط ہے اور نہ واجب یہاں تک کہ اگر ایک شخص بیٹھا رہا تو جائز ہے اسی طرح اس میں نیت بھی شرط نہیں ہے (بحر الرائق) قبلہ رو کھڑا ہونا افضل ہے (محیط) سورج کی غروب ہونے تک میدان عرفات میں وقوف کرنا واجب ہے،

وقوفِ عرفات کی سنتیں

وقوفِ عرفات میں یہ چیزیں سنت ہیں (داخل ہیں (۱) غسل کرنا (۲) دو خطبوں کا ہونا (۳) ظہر اور عصر کی نمازوں کو ظہر کے جائز وقت میں ادا کرنا (۴) دونوں نمازوں کے فارغ ہونے کے بعد جلدی سی اپنے قیام کی طرف چلا جانا (۵) نویں تاریخ کو روزہ نہ رکھنا (۶) باوضو رہنا (۷) سواری کے اوپر وقوف کرنا (۸) امام کے قریب وقوف کرنا (۹) دل کا حاضر ہونا (۱۰) جن چیزوں سے دعا میں جی بٹتا ہے ان باتوں سے خالی ہونا۔

میدانِ عرفات میں کسی ایسی جگہ پر وقوف نہ کرنا چاہیئے جو قافلے والوں کی راہ گذر ہو، تاکہ ان لوگوں سے کسی قسم کا جھگڑا نہ ہونے پائے سیاہ پتھروں کے پاس وقوف کرنا چاہیئے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ ہے اگر وہاں وقوف نہ کر سکا تو حتی الامکان اس کے قریب کوئی جگہ ہو (بحر الرائق) حائضہ اور جنبی کا وقوف کرنا، اسی طرح اس شخص کا وقوف کرنا جو جمع بین الصلوٰتین نہ کر سکا

جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آتا (محیط سرخسی) ہاتھوں کو کشادہ کرکے اٹھائے، اور قبلہ کی طرف رخ کرے جسطرح کسی کو پکارنے والا اس کی طرف ہاتھ اور منہ سے متوجہ ہوتا ہے (بدائع) الحمد للہ لاالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد رکھے، درود شریف پڑھے اور دعائیں مانگے لوگوں کو حج کے احکام سکھلائے، کوشش اور محنت کے ساتھ دعا طلب کرے، بار بار تلبیہ پڑھتا رہے (کافی) اپنے لئے والدین کے لئے اور سب مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کے لئے بار بار استغفار پڑھے (ظہیریہ) اسی طرح سورج کے غروب ہونے تک حضورِ قلب اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ تلبیہ لاالٰہ الا اللہ، سبحان اللہ، ثنا اور درود شریف پڑھتا رہے اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کے لئے دعائیں مانگے (مضمرات) ہمارے اصحاب کے نزدیک میدانِ عرفات کے لئے کوئی خاص دعا متعین نہیں ہے، جو دعا مناسب سمجھے مانگے (بدائع) میدانِ عرفات میں اکثر یہ دعا پڑھنی چاہیے،

لاالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر لانعبد الا ایاہ ولانعرف ربا سواہ اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا اللھم اشرح لی صدری ویسر لی امری اللھم ھذا مقام المستجیر العائذ من النار اجرنی من النار بعفوک وادخلنی الجنۃ برحمتک یا ارحم الراحمین اللھم اذ ھدیتنی الاسلام فلا تنزعہ عنی ولا تنزعنی عنہ حتی تقبضنی وانا علیہ (محیط سرخسی)

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے سلطنت اور مدح وتوصیف ہے وہ زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہوتی، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اور اس کے علاوہ کسی کو معبود نہیں جانتے، اے اللہ میرے دل میں نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور عطا فرما، اے اللہ میرا سینہ کشادہ کردے اور میرا معاملہ آسان کردے، اے اللہ یہ فریاد کرنے والے اور دوزخ کی آگ سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، مجھکو معاف کرکے دوزخ کی آگ سے بچا اور جنت میں اپنی رحمت کے ساتھ داخل کر، اے ارحم الراحمین، اے اللہ جب تونے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے، تو اس کو مجھ سے نہ نکال، اور نہ مجھکو اس سے خارج کر، یہانتک کہ تو میری روح قبض کرے اور میں اسی پر ہوں

پست آواز سے دعا کرنا سنت ہے (جوہرہ نیرہ) عرفہ میں وقوف کا وقت سورج ڈھلنے سے دسویں تاریخ کی طلوع فجر تک باقی رہتا ہے، اس وقت میں جو شخص بھی عرفات میں آگیا خواہ اس سے واقف ہو یا ناواقف ہو، سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو، افاقہ کی حالت میں ہو یا جنون میں ہو یا بے ہوش ہو، وہاں پر وقوف کرے یا گذرتا ہوا چلا جائے، اور وہاں نہ ٹھیرے تو وہ حج کا پانے والا شمار کیا جائے گا اور اس کے بعد حج فاسد نہیں ہوتا (شرح طحاوی) اور جس شخص نے اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں وقوف کیا تو وہ حج کا پانے والا شمار کیا جائے گا (لیکن اگر ذی الحجہ کے چاند میں شبہ ہوگیا تھا اور لوگوں نے ذی قعدہ کا مہینہ پورے تیس دن کا شمار کیا پھر ظاہر ہوا کہ جس روز وقوف کیا تھا وہ قربانی کا دن تھا تو استحساناً اس کا وقوف جائز ہے اور قیاس کے لحاظ سے اس کا وقوف جائز نہیں ہے اور اگر ظاہر ہوا کہ جسدن وقوف کیا تھا وہ آٹھویں تاریخ تھی تب بھی یہی حکم ہے (یعنی استحساناً اس کا وقوف جائز ہے (فتاوی قاضی خاں)

اگر دسویں تاریخ یعنی قربانی کے پہلے دن کی طلوع فجر تک عرفات میں حاضر نہ ہوسکا تو اس کا حج فوت ہوجائے گا اور حج کے افعال اس سے ساقط ہوجائیں گے اور جو احرام اس نے حج کے لئے باندھا ہے وہ عمرہ کا ہوجائے گا اس کو چاہیئے کہ عمرہ کے افعال پورے کرکے احرام سے باہر ہوجائے اور آئندہ سال حج کی قضا اس پر واجب ہوگی (شرح طحاوی)

حج کی راتیں گذرے ہوئے دن کے تابع ہوتی ہیں

جتنی راتیں ہیں وہ اگلے دن کے تابع ہوتی ہیں، گذرے ہوئے دن کی تابع نہیں ہوتیں، لیکن حج کی راتیں گذرے ہوئے دن سے متعلق ہوتی ہیں، اگلے دن سے متعلق نہیں ہوتیں، عرفہ کی رات آٹھویں تاریخ سے متعلق ہے، اس لئے کہ اس رات میں وقوف عرفات جائز نہیں ہے، جس طرح آٹھویں تاریخ میں وقوفِ عرفہ جائز نہیں اور قربانی کے پہلے دن یعنی دسویں تاریخ کی رات عرفہ کے دن سے متعلق ہے اس لئے کہ اس میں وقوف عرفہ کرسکتا ہے، جس طرح کہ عرفہ کے دن وقوف کیا جاتا ہے، اسی طرح اس شب میں قربانی جائز نہیں ہے، جس طرح عرفہ کے دن جائز نہیں (محیط سرخسی)

مزدلفہ کو روانگی

جب سورج غروب ہوجائے تو امام اور اس کے ساتھ سب لوگ اسی ہیئت سے مزدلفہ آجائیں (ہدایہ) اپنی حالت اور ہیئت پر چلنا افضل ہے اگر خالی جگہ پائے تو لپک کر چلے (تبیین) امام کے ساتھ روانہ ہونا چاہیئے امام سے پہلے نہ چلے لیکن اگر امام نے سورج کے غروب ہونے کے بعد تاخیر کی تو لوگ اس سے پہلے جاسکتے ہیں اس لئے کہ وقت داخل ہوچکا ہے (اختیار شرح مختار) راستہ میں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھتے ہوئے جائیں اور بار بار تلبیہ اور استغفار کا ورد رکھیں (تبیین) اگر ایک شخص لوگوں کے ازدحام کے خوف سے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی وقوف کی جگہ سے چل کھڑا ہوا لیکن عرفات کے حدود سے سورج غروب ہونے سے پہلے نہ نکلا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط) اور افضل یہ ہے کہ اسی جگہ ٹھیرا رہے تاکہ وقوف کی جگہ سے مزدلفہ کو روانگی وقت سے پہلے عمل میں نہ آئے اس لئے کہ اس میں سنت کی مخالفت ہے (تبیین) اگر سورج غروب ہونے اور امام کے روانہ ہونے کے بعد ازدحام کے خوف سے کچھ دیر وہاں ٹھیرا رہا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (ہدایہ) اگر ایک شخص نے مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد اور مزدلفہ میں آنے سے پہلے پڑھ لی تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مزدلفہ میں آکر دوبارہ پڑھے اور اسی طرح اگر عشاء کا وقت راستہ میں شروع ہوگیا تھا، اور عشاء کی نماز راستہ ہی میں ادا کرلی تو مزدلفہ پہنچ کر اس کو پھر دوبارہ پڑھے اور اگر دونوں نمازوں کو دوبارہ پڑھنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو سب حضرات کے قول کے مطابق یہ دونوں نمازیں جائز ہوجائیں گی (شرح طحاوی) اگر مزدلفہ پہنچنے سے پہلے فجر کے طلوع ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے مغرب اور عشاء کی نمازیں راستہ میں ادا کرلیں تو جائز ہے (تبیین) اگر مزدلفہ میں پہنچنے کے بعد عشاء کی نماز مغرب سے پہلے پڑھ لی تو مغرب کی نماز پڑھے اور اس کے بعد عشاء کی نماز کا اعادہ کرے اور اگر عشاء کی نماز دوبارہ نہیں پڑھی اور فجر طلوع ہوگئی تو عشاء کی نماز جائز ہوجائے گی (ظہیریہ) مزدلفہ میں پیادہ پا پہنچنا مستحب ہے (تبیین) جب مزدلفہ میں آجائیں تو جہاں مناسب سمجھیں قیام کریں، راستہ میں قیام نہ کریں (محیط سرخسی)

جبل قزح کے قریب اترنا افضل ہے

مزدلفہ میں اس پہاڑی کے قریب اترنا افضل ہے، جس کو "قزح" کہتے ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)

عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے

پھر جب عشاء کا وقت ہوجائے تو مؤذن اذان دے اور اقامت (تکبیر) کہے اور امام مغرب کی نماز عشاء کی وقت میں پڑھائے، پھر اسی اذان و اقامت سے عشاء کی نماز ہمارے تینوں اصحاب کے قول کے مطابق پڑھائے (بدائع) دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے اور اگر نفل پڑھی یا کسی اور کام میں مشغول ہوگیا تو دوبارہ اقامت کہے، اس مقام پر دونوں نمازوں کو جمع کرنے کے لئے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت شرط نہیں ہے (کافی) چنانچہ اگر ایک شخص نے مغرب اور عشاء کی نمازیں اکیلے جمع کیں تو جائز ہے اس کے برخلاف عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنا حضرت امام ابو حنیفہ رح کے اصول کے موافق جماعت

کے بغیر جائز نہیں ہے، لیکن مزدلفہ میں بھی امام اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا افضل ہے (ایضاح) امام محبوبی نے ذکر کیا ہے، کہ مزدلفہ میں نمازوں کو جمع کرنے کے لئے خطبہ، سلطان، جماعت اور احرام وغیرہ کا ہونا شرط نہیں ہے (کفایہ) جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جائے تو رات مزدلفہ ہی میں گذارے (محیط) تمام رات نماز، تلاوت قرآن شریف، اذکار، اور نہایت خشوع و خضوع اور عاجزی کے ساتھ دعاؤں میں گذارے (تبیین) اگر مزدلفہ میں رات نہ گذاری اور طلوع فجر کے بعد وہاں سے گذرتا ہوا چلا گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ترک سنت کی قباحت لازم آئے گی (بدائع) جب فجر طلوع ہو جائے تو امام فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھائے پھر وقوف کرے اور لوگ اس کے ساتھ وقوف کریں (قدوری) لوگ امام کے پیچھے وقوف کریں، یا جہاں مناسب سمجھیں وہاں وقوف کریں (محیط سرخسی) افضل یہ ہے کہ لوگ امام کے پیچھے جبل قزح پر وقوف کریں (شرح طحاوی) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا لا الہ الا اللہ اللہ اکبر تلبیہ اور درود پڑھے (زاد) اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے اور اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگے (محیط) بطن محسر کے علاوہ مزدلفہ میں کسی بھی جگہ وقوف کیا جاسکتا ہے (فتاوی قاضی خاں) جب وادی محسر میں پہنچے تو اگر پیدل چل رہا ہے وہاں سے تیزی سے گذر جائے اور اگر سوار ہے تو ایک تیر کی مقدار سواری کو تیز چلائے (کرمانی) اس پر اجماع ہے (غایۃ السروجی، شرح ہدایہ)

مزدلفہ میں وقوف کا وقت

فجر کے طلوع ہونے سے خوب روشنی ہو جانے تک رہتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے بعد اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے اگر اس وقت وقوف کیا یا گذرتا ہوا نکل گیا تو جائز ہے (جیسے عرفہ کے وقوف کا حکم ہے، اور اگر اس وقت سے پہلے یا بعد میں وقوف کیا تو جائز نہیں ہے (تبیین) اگر طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو وقوف چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی، لیکن اگر وہ بیمار یا مریض تھا یا ضعیف تھا اور لوگوں کے اژدہام کے خوف سے رات ہی میں وہاں سے چلا گیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (سراج الوہاج)

منیٰ کی طرف واپسی

جب خوب روشنی ہو جائے تو سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے چل پڑیں اور منیٰ میں آجائیں (زاد) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے کہ روشنی خوب ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ سورج نکلنے میں صرف اتنی دیر ہو کہ دو رکعتیں پڑھ سکے تب وہاں سے چلنا چاہیئے (محیط) اگر امام سورج نکلنے کے بعد چلا، یا لوگوں کو فجر کی نماز پڑھانے سے پہلے چلا تو اس کا یہ فعل برا شمار کیا جائے گا اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا (بدائع)

جمرہ عقبہ کی رمی

پھر جمرہ عقبہ پر زوال سے پہلے آئے اور یہاں نیچی زمین میں پہنچکر ٹھیکرے کی کنکریوں کے برابر سات کنکریاں نیچے سے اوپر کو پھینکے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہے، اس روز جمرہ عقبہ کے علاوہ اور کسی جمرہ پر کنکریاں نہ پھینکے اور وہاں وقوف نہ کرے (شرح طحاوی) اگر اللہ اکبر کے بدلے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہا تو جائز ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے (بدائع)

تلبیہ کب موقوف کرے

صحیح روایت کے مطابق پہلی کنکری پھینکنے پر تلبیہ موقوف کردے (فتاوی قاضی خاں) مفرد حج کرنے والے، تمتع کرنے والے، اور قران کرنے والے میں کچھ فرق نہیں ہے (یعنی سب کا یہی حکم ہے کہ جمرہ عقبہ پر کی پہلی کنکری پر تلبیہ موقوف کردیں اور عمرہ کرنے والا حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد تلبیہ موقوف کردیں، اور جس شخص سے حج فوت ہو گیا اگر اس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو طواف شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کردے اور اگر وہ شخص قارن تھا تو دوسرا طواف شروع کرنے پر تلبیہ موقوف کرائے اور جو شخص کسی مانع کی وجہ سے حج نہ کرسکا وہ جب قربانی ذبح کرے اس وقت تلبیہ موقوف کرے اگر حج کرنے والے نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکنے سے پہلے سر کے بال منڈائے تو اسی وقت تلبیہ موقوف کردے، اور اگر کنکریاں پھینکنے اور سر کے بال

مونڈوانے اور ذبح سے پہلے بیت اللہ شریف کی زیارت کرلی، تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسی وقت سے تلبیہ موقوف کرے (محیط سرخسی) پھر منیٰ کی طرف واپس چلا جائے اور اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو ذبح کرے اور اگر نہ ہو تو صرف حج کرنے والے کے لئے کوئی حرج نہیں ہے، قران اور تمتع کرنے والے شخص کے لئے قربانی ذبح کرنا ضروری ہے، پھر سر کے بال منڈوائے یا کتروائے اور سر کے بال منڈوانا افضل ہے (شرح طحاوی) یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کا کسی مانع کی وجہ سے حج ملتوی نہیں ہوا اور اگر کسی مانع کی وجہ سے حج نہ کر سکا تو اس پر سر کے بال منڈوانا لازم نہیں ہے (نہر الفائق) سر کے بال منڈوانے اور کتروانے میں جو اختیار ہے یہ اس صورت میں ہے جب اسے کسی قسم کا عذر نہ ہو اور اگر سر کے بال منڈوانے میں کسی عارض کی بنا پر عذر ہو تو ایسی صورت میں بال ہی کتروائے اور اگر بال کتروانے میں عذر ہو، تو حلق یعنی سر کے بال منڈوائے، مثلاً سر پر گوند لگا ہوا تھا اور اس وجہ سے قینچی کام نہیں کرتی، اگر اس کے گوند چھڑا دیا تو کچھ بال ٹوٹ جائیں گے، حالاں کہ محرم کے لئے ان دونوں صورتوں (حلق یا تقصیر) کے علاوہ کسی اور طرح بالوں کو جدا کرنا جائز نہیں ہے تو ایسی صورت میں یہ حکم ہے کہ بال ہی منڈوائے (بحر الرائق)

بال کتروانے کی مقدار

بال کتروانے کی مقدار یہ ہے کہ عورت اور مرد چوتھائی سر کے بال ایک انگلی کی لمبائی کے بقدر اور پر سے کتروائیں (تبیین) بدائع میں ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ ایک انگلی کی مقدار سے کچھ زائد بال کتروانے واجب ہیں اس لئے کہ عمومی طور پر بالوں کے سرے برابر نہیں ہوتے، پس ایک انگلی کی مقدار سے کچھ زائد بال کتروانے واجب ہیں تاکہ ایک انگلی کے بقدر یقینی طور پر بال کٹ جائیں (غایۃ السروجی، شرح ہدایہ) سر کے پورے بال منڈوانے افضل ہیں اس لئے کہ اس میں نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہے (کافی) سر کے بال منڈوانے کے لئے قربانی کے ایام یعنی دسویں، گیارہویں، بارھویں تاریخ متعین ہے اور پہلے دن یعنی دسویں تاریخ میں سر کے بال منڈوانے افضل ہیں (غایۃ السروجی، شرح ہدایہ)

اگر سر منڈانے کے وقت اس کے سر پر بال نہ ہوں، مثلاً اس سے پہلے سر کے بال منڈوا چکا تھا یا کسی اور وجہ سے بال نہیں ہیں، تو اصل میں مذکور ہے کہ اپنے سر پر استرہ پھروائے اس لئے کہ اگر اس کے سر پر بال ہوتے تو ایسی صورت میں دو کام ہوتے ایک سر پر استرہ چلنا اور دوسرے بال صاف ہوتے، پس جس چیز سے وہ عاجز ہے وہ اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی اور جس چیز سے عاجز نہیں ہے وہ اس کے ذمے لازم رہے گی، مشایخ رحمہم اللہ کا استرہ پھروانے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب اصح یہ ہے کہ استرہ پھروانا واجب ہے (محیط) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے سر پر کچھ زخم ہیں جن کی وجہ سے استرہ نہیں پھر وا سکتا اور اتنے بال نہیں ہیں جو کترے جا سکیں تو وہ اسی طرح احرام سے باہر شمار کیا جائے گا، جس طرح سر کے بال منڈوانے والے احرام سے باہر ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ سر کے بال منڈوانے اور کتروانے سے عاجز ہے پس یہ دونوں چیزیں اس کو ساقط ہو جائیں گی، اور بہتر یہ ہے کہ وہ احرام سے باہر ہونے میں قربانی کے ایام میں آخر وقت تک تاخیر کرے اور اگر تاخیر نہ کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اگر سر پر زخم نہیں ہیں لیکن وہ جنگل چلا گیا، جہاں نہ استرہ ہے اور نہ سر مونڈنے والا ہے تو یہ عذر معتبر نہ ہوگا، سر کے بال مونڈنے یا بال کتروانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر نورہ سے بال صاف کرے تو جائز ہے (سراج الوہاج) سر کے بال منڈوانے میں سنت یہ ہے کہ حجام اپنی داہنی طرف سے شروع کرے سر منڈوانے والے کی جانب کا اعتبار نہیں ہے پس اس کی بائیں جانب سے ابتدا کرنی چاہیے (فتح القدیر) بالوں کو دفن کرنا مستحب ہے۔ سر کے بال منڈواتے ہوئے اور منڈوانے کے بعد اللہ اکبر کے ساتھ دعا مانگنا مستحب ہے۔ اگر بال پھینک دیئے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، پاخانہ میں یا نہانے کی جگہ میں بالوں کا ڈالنا مکروہ ہے (بحر الرائق) سر کے بال منڈوانے کے بعد ناخنوں اور مونچھوں کو ترشوانا اور زیر ناف کے بال صاف کرنے مستحب ہیں (غایۃ السروجی

شرح ہدایہ) داڑھی ذرا سی بھی نہ کترواے، اگر کچھ بال کتروائے تو اس پر کچھ لازم نہ ہو گا (تبیین) سر کے بال منڈوانے یا کتروانے کے بعد جو چیزیں احرام کی وجہ سے حرام ہو گئیں تھیں وہ حلال ہو جائیں گی لیکن عورت سے صحبت حلال نہ ہو گی (فتاویٰ قاضی خاں) اسی طرح صحبت کے لوازم جیسے چھونا یا بوسہ دینا وغیرہ بھی حلال نہ ہوں گے (سراج الوہاج) فرج سے باہر جماع کرنا بھی ہمارے نزدیک حلال نہیں ہے (ہدایہ) اگر سر کے بال نہ منڈوائے، یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کا طواف کر لیا تو جب تک سر نہ منڈوائے گا اس کے لئے کوئی چیز حلال نہ ہو گی (تبیین)

طوافِ زیارت

پھر اگر ہو سکے تو اسی دن بیت اللہ شریف کا طواف کرے، اس طواف کا نام طوافِ زیارت ہے دوسرے اور تیسرے روز بھی یہ طواف کر سکتا ہے اس سے زیادہ مؤخر نہ کرے، حطیم سمیت سات چکر کرے اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھے (فتاویٰ قاضی خاں) اس کے بعد عورت سے صحبت کرنی جائز ہے اور صحبت کا جائز ہونا طواف کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سر کے بال منڈوانے کے سبب سے ہے، چار پھیرے پورے کرنے کے بعد عورت سے صحبت کرنی جائز ہو جاتی - اس لئے کہ اس قدر طواف فرض ہے اور اس سے زائد جو پھیرے ہیں وہ واجب ہیں قربانی سے ان کا نقصان پورا کیا جا سکتا ہے، یہی صحیح ہے (تبیین) اگر بالکل ہی طواف نہ کیا تو عورت سے صحبت اس کے لئے جائز نہ ہو گی اگرچہ برسہا برس گذر جائیں، یہ حکم بالاتفاق ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اگر طوافِ زیارت بے وضو کیا، یا جنابت کی حالت میں کیا تو احرام سے نکل جائے گا اور عورت سے صحبت اس کے لئے حلال ہو جائے گی یہاں تک اگر عورت کے ساتھ صحبت کر لی تو حج فاسد نہ ہو گا (فتاویٰ قاضی خاں) بیت اللہ شریف کا اگر الٹی طرف سے طواف کیا، یعنی بائیں طرف سے شروع کیا اور سات پھیرے لگا کر طواف پورا کر دیا، تو یہ طواف معتبر ہو گا اور وہ احرام سے نکل جائے گا اور جب تک مکہ میں ہے اس پر دوبارہ طواف کرنا واجب ہو گا، اگر طواف کیا اور اس کا ستر اس قدر کھلا ہوا تھا جس سے نماز جائز نہیں ہوتی تو طواف ادا ہو جائے گا، اگر طوافِ زیارت ایسی حالت میں کیا کہ اس کے تمام کپڑے ناپاک ہیں تو اس طرح طواف کرنا اور ننگے طواف کرنا دونوں برابر ہیں اگر صرف اتنا کپڑا پاک ہے جس سے ستر ڈھک جاتا ہے اور باقی کپڑا ناپاک ہے تو طواف جائز ہو گا اور اس پر کچھ لازم نہ ہو گا (ظہیریہ) یہاں تک کہ ایک شخص پر طواف واجب تھا اس نے حطیم کے باہر سے طواف نہیں کیا بلکہ اندر سے کیا اگر وہ شخص مکہ میں مقیم ہے تو دوبارہ پورا طواف کرے تاکہ ترتیب کے موافق ادا ہو اور اگر پورے طواف کا اعادہ نہیں کیا صرف حطیم کا طواف دوبارہ کر لیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے (سراج الوہاج) اس طواف کا نام طوافِ زیارت، طوافِ رکن اور طوافِ یوم النحر بھی ہے (فتاویٰ قاضی خاں) حجۃ میں ہے اس طواف کو طوافِ واجب بھی کہتے ہیں (تاتارخانیہ)

اگر طوافِ قدوم کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں (یعنی طوافِ زیارت میں) اکڑ کر نہ چلے اور سعی بھی نہ کرے اور اگر پہلے سعی نہیں کی تھی تو اس طواف میں اکڑ کر چلے اور سعی کرے (کافی) طوافِ زیارت تک سعی اور رمل (اکڑ کر چلنا) دونوں کو مؤخر کرنا افضل ہے تاکہ یہ دونوں چیزیں فرض کے ساتھ ادا ہوں سنت کے ساتھ ادا نہ ہوں (بحر الرائق)

پھر منیٰ چلا جائے اور باقی ایام جمرات پر کنکریاں پھینکنے کی وجہ سے وہیں گذارے، مکہ میں یا اس کے راستہ میں رات بسر نہ کرے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) ایام منیٰ میں کسی اور مقام پر رات بسر کرنا مکروہ ہے (شرح طحاوی) پس اگر عمداً رات کسی اور جگہ بسر کی، تو ہمارے نزدیک اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا (ہدایہ) خواہ وہ حاجیوں کو پانی پلانے والوں میں سے ہو، یا کوئی اور ہو (سراج الوہاج) ہمارے نزدیک قربانی کے دن خطبہ نہیں ہے (غایۃ السروجی)

جمرات ثلثہ پر رمی قربانی کے دوسرے دن جب سورج ذرا ڈھلجائے تو تینوں جمرات پر کنکریاں پھینکے اور اس جمرہ سے ابتدا کرے جو مسجد خیف سے متصل ہے یہاں سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہے اس کے بعد اُس جمرہ پر کنکریاں پھینکے جو اس سے متصل ہے اور یہ درمیانی جمرہ ہے اس پر بھی سات کنکریاں اسی طرح پھینکے، پھر جمرہ عقبہ پر آئے اور یہاں نیچی زمین سے سات کنکریاں پھینکے، ہر کنکری پر اللہ اکبر کہے، جمرہ عقبہ کے پاس وقوف نہ کرے، پہلے جمرہ پر اور درمیانی جمرہ کے پاس جہاں لوگ وقوف کیا کرتے ہیں وہاں وقوف کرے (کافی) جسجگہ لوگ وقوف کرتے ہیں وہ اونچی جگہ ہے (محیط)

قاعدہ کلیہ اگر کنکریاں مارنے کے بعد پھر کنکریں مارنی ہوں تو اس کے بعد وقوف کیا جائے گا اور اگر کنکریاں مارنے کے بعد پھر کنکریں مارنی نہ ہوں تو وقوف نہ کیا جائے گا اس لئے کہ اسجگہ عبادت ختم ہو جاتی ہے (جوہرہ نیرہ) دیر تک کھڑا رہے تضرع و عاجزی کرے (تبیین) اللہ تعالیٰ کی مدح و ثنا لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر اور درود شریف پڑھے اپنی حاجتوں کے لئے دعا مانگے دونوں کاندھوں تک ہاتھ اٹھائے اپنی دونوں ہتھیلیوں کا رُخ آسمان کی جانب کرے، جس طرح دعا میں سنت ہے حاجی کو وقوف کے تمام مقامات پر سب مسلمانوں کے لئے دعا مغفرت کرنی چاہیئے (کافی) پھر اگلے دن جو قربانی کا تیسرا دن ہے زوال شمس کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں پھینکے اور اس دن اگر چاہے تو وہ یہاں سے جا سکتا ہے، اس صورت میں چوتھے دن کی رمی اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر اس دن رات میں طلوع فجر تک وہیں رہا تو جب تک زوال کے بعد تینوں جمروں پر کنکریاں نہ مارے تب تک وہاں سے نکلنا جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

رمی (کنکریاں مارنے) کے مسائل

کنکریاں مارنے کے اوقات یہاں بہت سی باتوں کا جاننا ضروری ہے، کنکریاں مارنے کے تین وقت ہیں، قربانی کا دن ایام تشریق کے تین دن، قربانی کے پہلے دن رمی میں تین قسم کے اوقات ہیں ایک مکروہ، دوسرے مسنون تیسرے مباح، فجر کے طلوع ہونے سے سورج نکلنے تک مکروہ وقت ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے زوال تک مسنون وقت ہے اور زوال کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک مباح وقت ہے رات بھی مکروہ وقت میں داخل ہے (محیط سرخسی) طلوع فجر سے پہلے کنکریاں پھینکنا بالاتفاق صحیح نہیں ہے (بحر الرائق) دوسرے اور تیسرے دن رمی کا وقت زوال کے بعد سے اگلے دن سورج کے طلوع ہونے تک رہتا ہے زوال سے پہلے رمی (کنکریاں پھینکنا) جائز نہیں ہے زوال کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک مسنون وقت ہے اور غروب کے بعد سے طلوع فجر تک مکروہ وقت ہے۔ ظاہر روایت میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے، چوتھے روز رمی (کنکریاں پھینکنا) کا وقت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک رہتا ہے لیکن زوال سے پہلے مکروہ وقت ہے، اور اس کے بعد مسنون وقت ہے (محیط سرخسی)

کن چیزوں کی رمی جائز ہے جو چیزیں زمین کی جنس سے ہوں اور معمولی قیمت کی ہوں ان کی رمی (پھینکنا) جائز ہے اسی بنا پر فیروزہ اور یاقوت کی رمی جائز نہیں ہے (سراج الوہاج) نہایہ، عنایہ، موج الدرایہ) پتھر، ڈھیلا، مٹی، گیرو، چونہ، گندھک، پہاڑی نمک اور سرمہ وغیرہ کی رمی جائز ہے، مٹھی بھر کر ریتا پھینک دینا بھی جائز ہے لکڑی، عنبر، موتی، اور سونے اور چاندی کا پھینکنا جائز نہیں ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

پھینکی جانے والی چیزوں کی مقدار

کیا ہو، ہمارا قول یہ ہے کہ ٹھیکرے کی ٹکڑیوں کے برابر چھوٹی چھوٹی کنکریں پھینکے (محیط) ان کی مقدار میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ کنکریاں باقلہ کے دانہ کے برابر ہوں، اگر کسی نے بڑا یا چھوٹا پتھر پھینک دیا تو جائز ہے (اختیار شرح مختار) لیکن مستحب نہیں ہے (تاتار خانیہ)

(۴) کنکریاں پہلے دھولی جائیں

ہمارا قول یہ ہے کہ کنکریاں دھلی ہوئی ہونی چاہئیں (سراج الوہاج) اگر کسی نے ایسی کنکریاں پھینکیں جو یقیناً ناپاک ہیں تو مکروہ ہے لیکن جائز ہے (فتح القدیر) مزدلفہ سے یا راستہ سے کنکریاں اٹھانا مستحب ہے، جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھا کر نہ پھینکے اور اگر ان ہی کنکریوں کو پھینکدیا تو جائز ہے، لیکن یہ فعل برا شمار کیا جائے گا (سراج الوہاج) ایک پتھر کو اٹھا کر اس کے چھوٹے چھوٹے ستر ٹکڑے کر لینا جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کر لیا کرتے ہیں مکروہ ہے (فتح القدیر)

(۵) کنکریاں پھینکنے کا طریقہ

مشایخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کے پورے سے کنکری اٹھائے جس طرح عقدِ انامل (انگلیوں کے پوروں پر اعداد شمار کرنے کا طریقہ) میں تیس کا عقد کرتے ہیں اور پھر اس کو پھینک دے (محیط) ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے (تاتار خانیہ) فقہاء نے لکھا ہے کہ کنکری پھینکنے والے اور کنکری گرنی کی جگہ کے درمیان پانچ گز یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہونا چاہیئے اصل میں مذکور ہے کہ اگر جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر وہیں کنکری رکھدی تو جائز نہیں ہے، لیکن کنکری ڈال دی تو جائز ہے لیکن یہ فعل برا سمجھا جائے گا اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے خلاف ہے (محیط)

کنکری پھینکنے والے کی حالت

اگر کنکریاں پھینکنے کے بعد پھر کنکریاں پھینکنی ہوں تو کنکری پھینکنے والے کا پیادہ ہونا افضل ہے اور اگر اس کے بعد پھر کنکری پھینکنی نہ ہو تو سوار ہو کر کنکریاں پھینکے (متنوں میں لکھا ہے)

(۷) کنکریاں پھینکنے کی جگہ

ہمارے نزدیک کنکریاں پھینکنے کی جگہ تینوں جمرے ہیں پہلا جمرہ مسجد خیف سے متصل ہے اس کے بعد جو جمرہ ہے وہ درمیانی جمرہ ہے اور سب سے آخر میں جمرہ عقبہ ہے (محیط)

(۸) کنکریاں کہاں سے پھینکے

ہمارے نزدیک نشیبی زمین سے یعنی نیچے سے اوپر کی جانب کنکریاں پھینکے (سراج الوہاج) اور اس زمین کی داہنی جانب کھڑے ہو کر کنکریاں پھینکے (شرح طحاوی) اگر کسی نے بلندی پر سے کنکریاں پھینکیں، تو جائز ہے لیکن نیچے سے اوپر کی جانب کنکریاں پھینکنا سنت ہے اور عذر کی بنا پر اس کے خلاف جائز ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) کنکریاں پھینکتے ہوئے جمرہ عقبہ کی طرف منہ کرے، منیٰ کو داہنی طرف اور کعبہ کو بائیں جانب کرے اور اس طرح کھڑا ہو کہ کنکریاں گرنے کی جگہ نظر آتی ہو (فتاوی قاضی خاں)

(۹) کنکریاں کہاں گرنی چاہیئں

ہمارے نزدیک کنکریاں جمرہ یا اس کے قریب گرنی چاہیئں اور اگر دور گریں تو جائز نہیں ہے (محیط) اگر کنکری کسی آدمی کی پشت پر یا کسی اونٹ کے کجاوہ پر گری اور وہیں ٹھیر گئی تو دوبارہ کنکری پھینکے اور اگر کجاوہ سے یا آدمی کی پشت سے گر گئی تو کافی ہوگی (ظہیریہ)

(۱۰) کنکریوں کی تعداد

ہمارا قول یہ ہے کہ ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارے، ینابیع میں ہے کہ داہنے ہاتھ سے کنکریاں پھینکے، (تاتار خانیہ) اگر ایک شخص نے ساتوں کنکریاں ایک مرتبہ پھینک دیں تو وہ ایک کنکری کے قائم مقام سمجھی جائیں گی اور اس پر چھ کنکریوں کا پھینکنا واجب ہوگا، ہر کنکری علیحدہ علیحدہ پھینکے، اگر کسی نے سات سے زیادہ کنکریاں پھینکیں تو

کوئی حرج نہیں ہے (محیط سرخسی)

(۱۱) ہر کنکری پر اللہ اکبر کہے

ہر کنکری پھینکتے ہوئے اللہ اکبر کہے، اور یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ وَحِزْبِهٖ

میں شیطان اور اس کی جماعت کے خلاف اللہ کا نام لے کر کنکری پھینکتا ہوں، اللہ سب سے بڑا ہے،

اور یہ دعا پڑھے،

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَّسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَّذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا (محیط)

اے اللہ میرے حج کو مقبول، میری جدوجہد اور کوشش کو کامیاب، اور میرے گناہوں کی مغفرت فرمائے،

(۱۲) پہلے دن صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرے

پہلے دن صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکے اس کے علاوہ کسی اور جمرے پر کنکریاں نہ پھینکے اور باقی ایام میں اول پہلے جمرہ پر پھر درمیانی جمرہ پر، پھر جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکے (محیط) اگر دوسرے دن جمرہ عقبہ سے ابتداء کی، پہلے اس پر کنکریاں پھینکیں، پھر درمیانی جمرہ پر اور اس کے بعد اس جمرہ پر جو مسجد کے متصل ہے کنکریاں پھینکیں، تو اگر اس نے درمیانی جمرہ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا اعادہ کیا تو مستحسن ہے (محیط سرخسی) اگر ایک شخص نے دوسرے دن درمیانی جمرہ پر، اور تیسرے جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اور پہلے جمرہ پر کنکریاں نہ پھینکیں تو اگر وہ شخص اس کے بعد پہلے جمرہ پر کنکریاں پھینکے اور دوسرے اور تیسرے جمرہ کی رمی کا بھی اعادہ کرے تو مستحسن ہے تاکہ ترتیب باقی رہے اور اگر صرف پہلے ہی جمرہ پر کنکریاں پھینکیں تو ہمارے نزدیک کافی ہے (تاتارخانیہ) اگر ایک شخص نے ہر جمرہ پر تین تین کنکریاں پھینکیں، تو پہلے جمرہ پر چار کنکریاں اور پھینک کر اس کو پورا کرے اور باقی دونوں جمروں پر سات سات کنکریاں پھینکے اگر ہر جمرہ پر چار کنکریاں پھینکیں تو اس کے بعد ہر ایک جمرہ پر تین تین کنکریاں اور پھینکے اور از سر نو کنکریاں پھینکنا افضل ہے، مناسک حسن میں ہے ایک شخص نے پہلے جمرہ پر ایک کنکری پھینکی پھر درمیانی جمرہ پر ایک کنکری پھینکی، پھر آخر کے جمرہ پر ایک کنکری پھینکی پھر لوٹا اور ہر جمرہ پر ایک کنکری پھینکی، اسی طرح ہر جمرے پر سات سات کنکریاں پھینکے تو پہلے جمرہ کی کنکریاں پوری ہوگئیں اور درمیانی جمرہ کی چار کنکریں شمار ہونگی تو تین کنکریاں اور پھینک کر اس کو پورا کرے اور جمرہ عقبہ کی ایک کنکری شمار ہوگی اس پر چھ کنکریاں اور پھینکے (محیط) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جب تینوں جمروں پر کنکریاں پھینک چکا تو اس کے ہاتھ میں چار کنکریاں باقی بچیں، اور یہ معلوم نہیں کہ کون سے جمرہ کی باقی رہ گئیں ہیں، تو ان کو پہلے جمرہ کی بھی ٹھہرا کر پھینکے اور باقی دونوں جمروں پر از سر نو کنکریاں پھینکے اور اگر تین کنکریاں اس کے ہاتھ میں باقی رہیں، تو ہر جمرہ پر ایک ایک کنکری پھینکے، اسی طرح اگر ایک یا دو کنکری باقی رہیں تو ہر جمرہ کی ایک ایک کنکری کا اعادہ کرے (محیط سرخسی) یہ مکروہ ہے کہ پہلے اپنا سامان مکہ بھیجدے اور خود رمی کرنے کے لئے یہاں مقیم رہے (ہدایہ)

محصب میں نزول

پھر محصب میں جائے اور اس وادی کا نام ابطح ہے یہاں کچھ دیر ٹھہر رہے، ہمارے نزدیک یہاں کچھ دیر قیام کرنا سنت ہے اگر یہاں نہ ٹھہرا تو اس کا یہ فعل برا شمار کیا جائے گا

مکہ کی طرف واپسی اور طواف صدر

پھر مکہ میں آجائے، طواف صدر کرے، اور سات پھیرے لگائے اور اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے رکانی اس طواف کو طواف صدر، طواف وداع (رخصت کا طواف) طواف افاضہ (بیت اللہ کا آخری طواف) اور طواف واجب بھی کہتے ہیں (تبیین) اس طواف کے دو وقت ہیں ایک وقت جواز اور دوسرا وقت استحباب، جواز کا وقت طواف زیارت سے شروع ہو جاتا ہے، بشرطیکہ سفر کا ارادہ ہو، یہاں تک کہ اگر یہ طواف کیا

اور ایک سال تک مکہ میں رہا لیکن اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ مکہ کو گھر بنایا، تو یہ طواف جائز ہوگا، اور اس کا آخری وقت کوئی مقرر نہیں ہے جب تک مکہ میں مقیم ہے اس وقت تک اس کا بھی وقت ہے یہاں تک اگر ایک سال مکہ میں ٹھیرا رہا اور اقامت کی نیت نہیں کی تو اس کے بعد بھی طواف کرنا جائز ہے اور اس صورت میں یہ طواف ادا واقع ہوگا نہ قضا،

اور وقت استحباب یہ ہے کہ جب جانے لگے اس وقت طواف کرے یہانتک کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اگر طواف کے بعد عشاء تک ٹھیرا، تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دوبارہ طواف کرے، تاکہ چلتے ہوئے خانہ کعبہ سے رخصت ہو (بحر الرائق) اگر طواف صدر قربانی کے ایام کے بعد کیا تو بالاجماع اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا (بدائع) طوافِ صدر حاجی پر اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ مکہ سے چلے جانے کا قصد کرے، عمرہ کرنے والے پر، اہل مکہ پر اور اہل میقات اور میقات کے آگے رہنے والوں پر طواف صدر واجب نہیں ہے (ایضاح) حیض والی اور نفاس والی عورت پر اور اس شخص پر جس کا حج فوت ہوگیا ہے طواف صدر واجب نہیں ہے (محیط سرخسی) کوفہ کے رہنے والے نے افعال حج سے فارغ ہو کر مکہ میں اپنا گھر بنالیا، تو اس پر طوافِ صدر واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ طواف اس پر واجب ہوتا ہے جو مکہ سے چلا جائے، اس پر واجب نہیں ہوتا جس نے وہاں رہنے کا ارادہ کرلیا ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب نفرِ اول تمام ہونے سے پہلے سکونت کا ارادہ کرے اور ... نفر اول یوم نحر کے بعد سے دو دن تک رہتا ہے اگر اس کے بعد وہاں رہنے کا ارادہ کیا، تو طوافِ صدر اس پر واجب ہوگا اور سکونت اختیار کرنے سے باطل نہ ہوگا، یہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ صدر الشہید حسام الدین)

کوفہ کے رہنے والے شخص نے حج کے بعد مکہ میں اپنا گھر بنالیا پھر وہاں سے نکلا تو اس پر طوافِ صدر واجب ہوگا اس لئے کہ وہاں جب اس کا وطن ہوگیا تو وہ مکہ والوں میں شمار کیا جائے گا اور مکہ کا آدمی جب مکہ سے نکلتا ہے، تو اس پر طواف صدر واجب نہیں ہوتا، پس یہی حکم اس شخص کا بھی ہوگا، حائضہ اگر مکہ سے نکلنے سے پہلے پاک ہوگئی تو اس پر طواف صدر واجب ہوگا، اور اگر مکہ کی آبادی سے اتنی دور چلی گئی جتنی دور پر سفر کا اعتبار ہوتا ہے، پھر پاک ہوئی تو طوافِ صدر کے لئے واپس جانا اس پر واجب نہیں ہے اگر خون بند ہوجانے کے بعد ابھی اس نے غسل نہیں کیا اور کسی نماز کا وقت بھی نہیں گذرا اور اس وقت وہ مکہ سے چلی گئی تو واپس جانا اس پر واجب نہیں ہے اگر حیض کی حالت میں مکہ سے نکلی، پھر اس نے غسل کیا پھر میقات سے باہر جانے سے پہلے مکہ کی طرف واپس ہوئی تو اس پر طواف واجب ہوگا (محیط سرخسی) ایک شخص مکہ سے طواف کے بغیر چلا گیا، تو جب تک وہ میقات سے باہر نہیں گیا، طواف صدر کے لئے اس کو لوٹنا چاہئے اور اگر میقات سے گذر جانے کے بعد یاد آیا تو واپس نہ ہو، اور اگر واپس ہوا تو عمرہ کی بھی نیت کرے اور جب عمرہ کی بھی نیت کرلی ہے تو پہلے عمرہ کا طواف کرے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد طواف صدر کرے (سراج الوہاج)

مقام ابراہیمؑ پر دو رکعتیں

شیخ امام کرخیؒ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب طواف صدر سے فارغ ہوجائے تو مقام ابراہیمؑ پر آئے اور یہاں دو رکعتیں پڑھے،

چاہ زم زم

پھر زم زم پر آئے اور اس کا پانی پیئے (ظہیریہ) اس کا طریقہ یہ ہے کہ زم زم کا پانی اپنے ہاتھ سے نکالے اور اس کو قبلہ رو سیراب ہو کر کئی سانس میں پیئے، ہر سانس پر نگاہ اٹھائے اور خانۂ کعبہ کو دیکھے، زم زم کو اپنے منہ پر، سر پر، اور جسم پر لگائے اور اگر ہوسکے تو اپنے اوپر بہائے،

بیت اللہ شریف میں داخل ہونا

جب بیت اللہ شریف میں آئے ...... تو چوکھٹ کو بوسہ دینا مستحب ہے بیت اللہ شریف میں ننگے پیر داخل ہو پھر ملتزم میں آئے (تبیین) ملتزم سے مراد وہ جگہ ہے جو

حجر اسود سے کعبہ کے دروازہ تک ہے، اس پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھدے، اور اپنا داہنا ہاتھ دروازہ کی چوکھٹ کی طرف اٹھاتے ہوئے یہ کہے

السائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک (ظہیریہ) — تیرے در کا بھکاری تیرے فضل واحسان کا خواستگار ہے اور تیری رحمت کا امیدوار ہے

تھوڑی دیر اس سے لپٹا رہے اور روتا رہے (کافی) اگر بیت اللہ شریف کے پردے قریب ہوں اور اس کا ہاتھ پہنچ سکتا ہو تو ان کو پکڑے ورنہ دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر اس طرح دیوار کو لگائے کہ وہ دونوں کھڑے ہوئے ہوں (بحر الرائق) اگر ممکن ہو تو اپنے رخسارے بیت اللہ کی دیوار سے لگائے (کافی) اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہے، حمد وثنا اور درود پڑھے، اور اپنی حاجت کے لئے دعائیں مانگے (فتاویٰ قاضی خاں) حجر اسود کو بوسہ دے، اللہ اکبر کہے اگر بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی) پھر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کئے ہوئے پیچھے کو لوٹے، اور اسی طرح روتا ہوا اور بیت اللہ شریف کی جدائی پر حسرت کرتا ہوا مسجد حرام سے نکلجائے (کافی) جب مکہ سے جانے لگے تو نیچی سڑک سے جائے، جو مکہ کی نیچی زمین میں ہے (فتح القدیر)

عورتوں کے مسائل

عورت بھی ان تمام احکام میں مردوں ہی کی طرح ہے، بس فرق اتنا ہے کہ عورت اپنا سر نہ کھولے گی وہ اپنا منہ کھولے گی، اگر اس نے اپنے منہ پر اس طرح کپڑا ڈالا کہ وہ اس سے الگ رہا تو جائز ہے، تلبیہ آواز سے نہ پڑھے، بلکہ اس طرح پڑھے کہ وہ خود تو سن لے لیکن دوسرا نہ سن سکے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے (تبیین) عورت طواف کرتے ہوئے اکڑ کر نہ چلے اور دونوں ستونوں کے درمیان تیز نہ چلے، اور اپنے سر کے بال نہ منڈوائے، بلکہ صرف کترائے (ہدایہ) عورت حسب دلخواہ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے، جیسے کرتہ، قمیص، دوپٹہ، موزے اور دستانے، لیکن، ورس، زعفران اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتی، اور اگر یہ رنگین کپڑے دھل چکے ہوں تو ان کو بھی پہن سکتی ہے (کفایہ) احرام والی عورت نے اگر ریشمی یا غیر ریشمی سلے ہوئے کپڑے اور زیور پہن لئے تو کوئی مضائقہ نہیں، حجر اسود کے پاس اگر ہجوم ہے تو بوسہ نہ دے اور اگر جگہ خالی ہو تو بوسہ دے (ہدایہ) نجمہ میں ہے کہ عورت کے لئے صفا اور مروہ پر چڑھنا واجب نہیں ہے، لیکن اگر خالی جگہ پائے تو ان پر چڑھے، ان تمام مسائل میں خنثیٰ مشکل کا حکم وہی ہے جو عورتوں کا ہے (تبیین)

فصل متفرق مسائل

ایک شخص بے ہوش ہو گیا اور اس کی طرف سے اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے احرام باندھ لیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر اس نے کسی سے کہا تھا کہ اگر وہ بے ہوش ہو جائے، یا سو جائے تو اس کی طرف سے احرام باندھ لے پھر اسی شخص نے احرام باندھا جس کو اس نے حکم دیا تھا تو بالاتفاق صحیح ہے اور اگر اس شخص کو بے ہوشی سے افاقہ ہوا یا نیند سے بیدار ہو گیا اور اس نے حج کے افعال ادا کر لیئے تو جائز ہے (ہدایہ) وہ شخص جس نے کسی بے ہوش کی طرف سے احرام باندھا ہے اس کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑوں سے بچنا واجب نہیں ہے (بحر الرائق) ایک شخص حج کے افعال ادا کرتے تک بے ہوش رہا تو اس میں فقہاء کا

اختلاف ہے، ایک جماعت کے نزدیک اس کے ساتھیوں پر واجب ہے کہ اس کو تمام مقامات میں لیجائیں اور سعی اور وقوف کرادیں[1]، اور ایک جماعت کے نزدیک اس شخص کو نہ لیجائیں بلکہ سب ساتھی ہی اس کی طرف سے افعالِ حج ادا کرلیں، مبسوط میں اسی قول کو صحیح کہا ہے (فتح القدیر) اگر اس کی طرف سے ایسے شخص نے طواف کیا اور کنکریاں پھینکیں جو اس کے ساتھیوں میں سے نہیں ہے تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جائز ہے (محیط سرخسی) منتقی میں ہے کہ عیسیٰ ابن ابان نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور اس وقت وہ تندرست تھا، پھر وہ مسلوب الحواس ہوگیا اور اس کے ساتھیوں نے اس کی طرف سے حج کے ارکان ادا کئے اور اس کو وقوفِ عرفہ کرادیا اور برسہا برس تک اس کا یہی حال رہا پھر اس کو افاقہ ہوا تو اس کا حج فرض ادا ہوگیا، اسی طرح اگر ایک شخص مکہ میں آیا وہ تندرست یا مریض تھا لیکن اس کی عقل درست تھی　　پھر دن میں تھوڑی دیر بے ہوش رہا اسی حالت میں اس کے ساتھیوں نے اس کو اٹھا کر طواف کرادیا اور جب پورا یا کچھ طواف کرچکے تو اسے افاقہ ہوگیا اور بے ہوشی پورے دن نہیں رہی تو اس کا طواف جائز ہے (محیط) اسبیجانی نے کہا ہے کہ اگر کسی کو اٹھا کر طواف کرادیں تو اٹھانیوالے کا اور جس شخص کو اٹھایا گیا ہے دونوں کا طواف ہوجائے گا، خواہ اٹھانے والے نے اپنی طرف سے طواف کی نیت کی ہو، یا جس شخص کو اٹھایا ہے اس کی طرف سے نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو، یا اٹھانے والے نے عمرہ کا طواف کیا ہو اور جس شخص کو اٹھایا ہے اس نے حج کا طواف کیا ہو، یا اس کے برعکس ہو، اور اگر اٹھانے والا صاحبِ احرام نہیں ہے تو جس شخص کو اٹھایا ہے اس کا طواف اسی چیز کی طرف سے ادا ہوگا جس کا احرام باندھا تھا (بحر الرائق) (شرح طحاوی)

ایک بیمار میں طواف کرنے کی طاقت نہ تھی وہ سو رہا تھا اسی حالت میں اس کے ساتھیوں نے اس کو طواف کرادیا، تو اگر اس نے اپنے ساتھیوں کو اس کا حکم نہیں دیا تھا تو اس کا طواف جائز نہ ہوگا، اور اگر ان کو حکم دیا تھا، پھر سوگیا تھا تو اس کا طواف جائز ہوگا، اسی طرح اگر اس کو طواف میں داخل کرایا، یا اس طرف کو متوجہ کرایا اور اس وقت وہ سوگیا، پھر اسکو طواف کرایا تو جائز ہے (محیط) بیمار شخص جو کنکریاں نہیں پھینک سکتا، اس کے ہاتھ پر کنکریاں رکھدیں گے اس کے بعد وہ یا تو خود انھیں پھینکدے، یا کسی دوسرے شخص کو پھینکنے کا حکم کرے (محیط سرخسی) اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے لئے لوگوں کو اجرت پر مقرر کرو تاکہ مجھکو اٹھا کر طواف کرادیں اس کے بعد وہ سوگیا، اور جس شخص کو حکم کیا تھا اس نے فوراً حکم ادا نہ کیا، بلکہ دیر تک اور کام میں مشغول رہا، پھر اسکے بعد کچھ لوگوں کو اجرت پر مقرر کرکے لایا، اور انھوں نے سوتے ہوئے شخص کو اٹھا کر طواف کرادیا، تو حسن نے کہا ہے کہ اگر وہ فوراً طواف کراتا تو جائز ہو جاتا، لیکن جب بہت دیر کے بعد وہ سوگیا، پھر اس کو اٹھا کر طواف کرادیا اور وہ ویسے ہی سوتا رہا تو طواف جائز نہ ہوگا، لیکن اجرت لازم ہوگی (محیط) کچھ لوگوں کو اجرت دی اور انھوں نے طواف کی نیت کرکے ایک عورت کو اٹھا کر طواف کرادیا، تو ان کا اپنا طواف ادا ہو جائے گا، اور ان کی اجرت بھی لازم ہوگی، اور عورت کا طواف بھی ادا ہو جائے گا، اور اگر اٹھانے والے نے قرض دار کے پکڑنے کی نیت کی تھی اور جس کو اٹھایا وہ ہوش میں تھا اور اس نے طواف کی نیت کرلی، تو اس کا طواف ادا ہو جائے گا اور اٹھانے والوں کا طواف نہ ہوگا اور اگر وہ بے ہوش ہے تو اس کا طواف بھی ادا نہ ہوگا (فتح القدیر)

قاعدہ کلیہ ایک طواف کے وقت میں جو طواف پایا جائے گا وہ اسی کا طواف شمار کیا جائے گا اگرچہ اس میں نفل کی یا کسی اور چیز کی وہ نیت کرے، پس حج کا احرام باندھنے والا اگر مکہ میں آکر نفل کی نیت سے طواف کرے گا تو طواف قدوم

---

[1] اسی قول پر فتویٰ ہے،

ادا ہوگا، اور عمرہ کے احرام باندھنے والے اگر طواف کیا ہے تو وہ عمرہ کا طواف ہوگا، اور اگر قِران کرنے والے نے طواف کیا ہے تو اس کا پہلا طواف عمرہ کا ہوگا اور دوسرا طواف حج کا ہوگا، اور اگر طواف زیارت کے وقت کسی اور نیت سے طواف کیا تو طوافِ زیارت ہی ادا ہوگا لیکن طواف کی نیت ضروری ہے صرف پھیرے کا اعتبار نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر خانہ کعبہ کا طواف اس غرض سے کیا کہ قرض دار کو پکڑے گا، یا دشمنی سے بھاگنا مقصود تھا، تو اس کا اعتبار نہیں ہے وقوفِ عرفہ کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لئے کہ وہاں کسی بھی نیت سے جائے وقوف ادا ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) فصل کیفیت اداءِ حج)

لڑکے نے اگر خود احرام باندھا، یا اس کی طرف سے کسی اور نے احرام باندھا، تو احرام صحیح ہوگا (تبیین) اصل میں ہے کہ اگر لڑکے کو باپ حج کرائے تو اس کی طرف سے ارکان ادا کرے، اور جمروں پر کنکریاں مارے یہ حکم اس صورت میں ہے جب لڑکے کو خود ارکان ادا کرنے کی تمیز نہ ہو (محیط) اگر جمرات پر کنکریاں نہ ماریں اور مزدلفہ میں وقوف نہ کیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر لڑکا ارکان ادا کرنا جانتا ہے تو خود تمام ارکان بالغوں کی طرح ادا کرے، اگر لڑکے نے حج کے بعض اعمال ترک کر دیئے، مثلاً جمرات پر کنکریاں نہ ماریں یا اس کے مثل کوئی اور عمل ترک کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا، باپ نے اگر اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے احرام باندھا اور اس سے کچھ ایسی چیزوں کا ارتکاب ہو گیا جو احرام میں ممنوع ہیں تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا (محیط باب الحج عن الغیر) جو شخص لڑکوں کے احرام باندھے اس کو چاہیئے کہ ان لڑکوں کے کپڑے اتار کر دو کپڑے یعنی تہبند اور چادر ان کو پہنا دے اور جو چیزیں احرام میں منع ہیں ان سے ان لڑکوں کو بچائے، پھر اگر لڑکے نے کوئی ممنوع کام کر لیا تو نہ کچھ اس لڑکے پر واجب ہوگا اور نہ اس کے ولی پر اور اگر لڑکے نے حج فاسد کر دیا تو اس پر قضا بھی لازم نہ ہوگی، اسی طرح اگر اس نے حرم میں کوئی شکار پکڑ لیا تب بھی کچھ لازم نہ ہوگا (شرح طحاوی) ایک شخص نے اپنی بیوی اور چھوٹے بچے کے ساتھ حج کیا، فقہاء نے کہا ہے کہ چھوٹے بچے کی طرف سے وہ شخص احرام باندھے، جو رشتہ داری میں اس سے قریب ہو، یہاں تک کہ اگر بچہ کا باپ اور بھائی دونوں ساتھ ہوں تو باپ اس کی طرف سے احرام باندھے بھائی نہ باندھے (فتاویٰ قاضی خاں فصل کیفیت اداءِ حج)

چھٹا باب — عمرہ کا بیان

شریعت میں عمرہ بیت اللہ شریف کی زیارت اور صفا و مروہ کے درمیان بحالت احرام سعی کرنے کا نام ہے (محیط سرخسی)
ہمارے نزدیک عمرہ سنت ہے واجب نہیں ہے سال میں کئی عمرے کرنا جائز ہیں

عمرہ کا زمانہ

عمرہ کا وقت تمام سال ہے صرف پانچ دن ایسے ہیں جس میں غیر قارن کے لئے عمرہ کرنا مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) وہ پانچ دن یہ ہیں (۱) عرفہ کا دن (۲) قربانی کا دن (۳) ایام تشریق کے تین دن، ظاہر مذہب یہی ہے جو ابھی ذکر ہوا، لیکن کراہت کے باوجود اگر ان ایام میں عمرہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اس کا احرام باقی رہے گا (ہدایہ) میں ہے امالی میں بشر نے حضرت امام ابو یوسف رح سے روایت بیان کی ہے کہ جس شخص نے عمرہ کا احرام اول عشرہ میں باندھا، اور مکہ کے اندر ایام تشریق میں داخل ہوا تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ طواف میں اسقدر تاخیر کرے کہ تشریق کے دن گذر جائیں پھر طواف کرے احرام کا توڑنا اس پر واجب نہیں ہے اور اگر ان ہی دنوں میں طواف کر لیا تو جائز ہے اور اس پر قربانی لازم نہ ہوگی، اور اگر اس نے ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو توڑنے کا حکم کیا جائے گا پھر اگر اس نے نہ توڑا اور نہ طواف کیا یہاں تک کہ ایام تشریق

گذر گئے، پھر عمرہ کا طواف کیا تو کافی ہے اور اس پر ایسا کرنے سے جرمانہ کی قربانی لازم نہ ہو گی (محیط)

عمرہ کا رکن بیت اللہ شریف کا طواف کرنا عمرہ کا رکن ہے،

عمرہ کے واجبات صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا، اور سر کے بال منڈانا، یا کتروانا عمرہ میں واجب ہے (محیط سرخسی)

عمرہ کی شرائط حج کے وقت کے علاوہ عمرہ کی بھی وہی شرائط ہیں جو حج کی شرطیں ہیں (بدائع)

سنن اور آداب عمرہ کی بھی وہی سنتیں اور آداب ہیں، جو سعی سے فارغ ہوتے تک حج کی سنتیں اور آداب ہیں

عمرہ کو فاسد کرنے والی چیزیں طواف کے سات پھیروں میں اکثر پھیروں سے پہلے جماع کر لینے سے عمرہ فاسد ہو جاتا ہے (بحر الرائق، باب فوت الحج نقل عن البدائع) جو شخص فقط عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ میقات سے یا میقات کے قبل سے حج کے مہینوں میں یا ان کے علاوہ اور مہینوں میں احرام باندھ سکتا ہے، تلبیہ کے وقت دل میں عمرہ کی نیت کرے اور زبان سے بھی اس طرح کہے لبیک بالعمرۃ (میں عمرہ کا احرام باندھ کر حاضر ہوں) یا صرف دل سے ارادہ کرے اور زبان سے نہ کہے لیکن زبان سے ادا کرنا افضل ہے (محیط) جو چیزیں حج کے احرام میں ممنوع ہیں وہ عمرہ کے احرام میں بھی ممنوع ہیں عمرہ کے احرام میں طواف اور صفا و مروہ کے درمیان اس طرح سعی کرے جس طرح حج میں کیا کرتے ہیں، اور جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے اور سر کے بال منڈوالے، تو وہ عمرہ کے احرام سے باہر ہو جائے گا اور اصح روایت کے مطابق حجر اسود کو بوسہ دے کر تلبیہ موقوف کر دے (ظہیریہ)

ساتواں باب — قرآن اور تمتع کے مسائل

قارن کی تعریف قارن وہ شخص ہے جو حج اور عمرہ دونوں کے احرام جمع کرے، خواہ میقات سے احرام باندھے یا اس سے پہلے، اور خواہ حج کے مہینوں میں احرام باندھے یا ان سے پہلے (معراج الدرایہ) خواہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے، یا حج کا احرام باندھ کر پھر اس میں عمرہ کا احرام شامل کرے، یا عمرہ کا احرام باندھ کر حج کا احرام ملالے لیکن اگر اس نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا، پھر عمرہ کا احرام شامل کر لیا۔ تو اس کا یہ فعل برا شمار کیا جائے گا (محیط) جب کوئی شخص قران کا ارادہ کرے تو اس طرح احرام باندھے، جس طرح صرف حج کرنے والا باندھتا ہے یعنی غسل کرے۔ وضو کرے اور دو رکعتیں پڑھے اور سلام کے بعد یہ کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ (اے اللہ میں نے حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ کیا ہے)، پھر تلبیہ میں یہ الفاظ کہے لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ وَحَجَّۃٍ مَعًا (میں حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر حاضر ہوں) (فتاویٰ قاضی خاں) تلبیہ کے وقت حج اور عمرہ دونوں کی دل سے نیت کرے اور زبان سے بھی کہے، یا صرف دل سے نیت کرے زبان سے نہ کہے لیکن زبان سے کہنا افضل ہے، پس جب اس طرح دونوں کا تلبیہ کہہ چکا تو دونوں کا احرام ہو جائے گا، پس حج کے مہینوں میں یا اس

سے پہلے عمرہ ادا کرے اور اسی سال حج بھی ادا کرے (محیط فصل تعلیم اعمالِ حج) قارن پہلے عمرہ کے افعال ادا کرے، اس کے بعد حج کے افعال ادا کرے (محیط سرخسی)

قارن طواف قدوم میں سات چکر لگائے، پھر سعی کرے (ہدایہ) اگر حج اور عمرہ دونوں کے لئے پے بہ پے طواف کر لئے، اور سعی نہ کی، پھر ان دونوں کے لئے دوبار سعی کر لی تو جائز ہے لیکن یہ فعل برا شمار کیا جائے گا (تبیین) قارن نے عمرہ کے طواف میں تین پھیرے لگائے، پھر عمرہ کی سعی کر لی، پھر حج کا طواف بھی اسی طرح کیا، پھر وقوفِ عرفہ کیا، تو جس قدر حج کا طواف کیا تھا وہ عمرہ کے طواف میں محسوب ہوگا، ایک مرتبہ چکر لگا کر عمرہ کے طواف کو پورا کرے اور حج اور عمرہ دونوں کی سعی کا ارادہ کرے۔ حج کی سعی کا اعادہ واجب ہے اور عمرہ کی سعی کا اعادہ مستحب، اور وہ شخص قارن ہو جائے گا (محیط سرخسی) اگر قارن نے پہلے حج کے لئے طواف اور سعی کی، پھر عمرہ کے لئے طواف اور سعی کی، تو پہلا طواف اور سعی عمرہ کا شمار ہوگا اور دوسرا حج کا (جوہرہ نیرہ) اگر قارن نے عمرہ اور حج کے لئے طواف کیا پھر حج کی نیت سے سعی کی، تو وہ سعی عمرہ کی شمار ہوگی (محیط) حج اور عمرہ کے درمیان سر کے بال نہ منڈوائے (ہدایہ) جب قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینک چکے تو قران کی قربانی ذبح کرے اس قربانی کا شمار مناسکِ حج میں کیا جاتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ہمارے نزدیک سر کے بال منڈوانے کے بعد احرام سے باہر ہو جاتا ہے، ذبح کرنے سے نہیں ہوتا (ہدایہ) اگر خود قارن قربانی کے جانور کو ہنکا کرلے جائے تو افضل ہے، پھر اس کے بعد سر کے بال منڈوائے، یا کتروائے (فتاویٰ قاضی خاں)

متمتع کی تعریف متمتع وہ شخص ہے جو عمرہ کے اعمال حج کے مہینوں میں ادا کرے، یا حج کے مہینوں میں طواف کے تین سے زائد چکر لگائے اس کے بعد حج کا احرام باندھے اور اسی سال اپنے بال بچوں کے پاس آنے سے پہلے حج ادا کرے (فتاویٰ قاضی خاں) خواہ پہلے احرام سے باہر نکلا ہو یا نہ نکلا ہو (محیط سرخسی) تمتع میں یہ شرط نہیں ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام پایا جائے، بلکہ یہ شرط ہے کہ حج کے مہینوں میں طواف .... یا اس کے تین سے زائد چکر ہو جائیں پس اگر رمضان میں طواف کے تین چکر لگائے، پھر شوال کا مہینہ داخل ہو گیا، تو اس نے باقی چار چکر لگائے، پھر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع شمار کیا جائے گا (فتح القدیر) اگر متمتع نے عمرہ کے طواف کے تین سے زائد چکر حج کے مہینوں سے پہلے لگائے، اور اسی سال حج کیا، تو وہ متمتع شمار نہ کیا جائے گا، بلکہ وہ مستقل عمرہ اور مستقل حج کرنے والا سمجھا جائے گا اور اس پر تمتع کی قربانی بھی لازم نہ ہوگی (ظہیریہ) تمتع میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس سال عمرہ کا احرام باندھے اس سال حج بھی کرے، بلکہ یہ شرط ہے کہ جس سال عمرہ کیا ہے اسی سال حج بھی کرے، یہاں تک اگر ایک شخص نے رمضان میں احرام باندھا اور آئندہ سال شوال کے مہینہ تک اسی طرح احرام باقی رکھا پھر عمرہ کا طواف آئندہ سال کیا اور اسی سال حج کر لیا تو وہ شخص متمتع شمار کیا جائے گا (بحر الرائق)

المامِ صحیح کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص بال بچوں کے پاس واپس چلا جائے اور مکہ کی طرف واپس ہونا اس پر واجب نہ ہو (محیط) المامِ صحیح اس متمتع سے ممکن ہے جو ہدی (قربانی) کو ہانک کر نہ لیجائے، لیکن اگر ہدی کو خود ہانک کرلے گیا تو اس کا المام فاسد ہے، لیکن اس کا تمتع صحیح ہے (سراج الوہاج) اگر حج کے زمانہ میں عمرہ کیا پھر اس سے باہر نکل گیا اور اپنے بال بچوں میں لوٹ کر آگیا، پھر اسی سال حج کیا تو تمتع نہ ہوگا، اگر حج کے زمانہ میں عمرہ کیا اور تین پھیرے لگا کر احرام سے نکل گیا اور اپنے بال بچوں میں واپس آگیا، پھر مکہ واپس ہوا اور اپنے باقی عمرہ کو پورا کر کے احرام سے نکل گیا اور پھر اسی سال حج کر لیا تو وہ متمتع سمجھا جائے گا اور اگر چار پھیرے لگائے تھے پھر واپس ہو گیا اور باقی صورت وہی ہے جو پہلے مسئلہ میں ذکر ہوئی تو متمتع نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر حج کے زمانہ میں عمرہ کیا اور احرام سے باہر نکلنے سے پہلے اپنے بال بچوں کے پاس واپس آگیا اس کا احرام اسی طرح باقی رہا، پھر اس احرام سے مکہ واپس ہوا

اور عمرہ کو پورا کرلیا، پھر اسی سال حج کیا تو بالاتفاق متمتع ہو جائے گا یہ صورت اس طرح بھی ہو سکتی ہے، کہ ایک شخص نے عمرہ کے طواف میں تین پھیرے یا اس سے کم لگائے، پھر احرام کی حالت میں اپنے بال بچوں کے پاس واپس آگیا باقی صورت وہی ہے جو پہلے ذکر کی گئی، تو متمتع سمجھا جائے گا، اگر عمرہ کا طواف آدھے سے زیادہ کرچکا تھا، یا پورا طواف کرلیا تھا، لیکن احرام سے باہر نہیں ہوا تھا، پھر اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آگیا اور اسی طرح احرام باقی رہا، پھر مکہ واپس ہوا اور باقی عمرہ کو پورا کیا اور اسی سال حج کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق وہ متمتع ہو جائے گا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متمتع نہ ہوگا (ظہیریہ)

تمتع کی دو قسمیں

متمتع کی دو قسمیں ہیں، ایک متمتع وہ ہے جو ہدی کو ہنکا کر لیجائے، دوسرے وہ جو ہدی کو نہ ہنکائے، جو متمتع قربانی کو ہنکا کر لیجائے وہ عمرہ کا احرام میقات سے باندھے اور مکہ میں داخل ہو، عمرہ کے لئے طواف اور سعی کرے اور اپنے سر کے بال منڈوائے یا کتروائے اس کے بعد وہ عمرہ سے باہر ہو جائے گا (سراج الوہاج) میقات سے احرام باندھنا عمرہ اور تمتع کے لئے شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر اپنے گھر سے یا کسی اور جگہ سے احرام باندھا تو صحیح ہے اور وہ متمتع ہو جائے گا اسی طرح عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سر کے بال منڈوانا ضروری نہیں ہیں، اگر چاہے تو احرام سے نکل جائے اور اگر چاہے تو اسی طرح احرام میں باقی رہے یہانتک کہ حج کا احرام باندھ لے (تبیین) جب طواف شروع کرے اور حجر اسود کو بوسہ دے تو تلبیہ چھوڑ دے (سراج الوہاج) پھر احرام کے بغیر مکہ میں رہے (ہدایہ) مکہ میں رہنا شرط نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے، کہ اگر اسی سال حج کرنے کا ارادہ ہو، تو حج کے احرام کے وقت تک بغیر احرام کے رہے اگر مکہ میں بحالت احرام رہا تو جائز ہے (سراج الوہاج) جب آٹھویں تاریخ آجائے تو حج کا احرام مسجد سے باندھے اور شرط یہ ہے کہ حرم سے باندھے، مسجد سے احرام باندھنا لازم نہیں ہے (ہدایہ) لیکن مسجد سے باندھنا افضل ہے اور مکہ سے احرام باندھنا حرم کے ان مقامات کے بہ نسبت جو مکہ کے علاوہ ہیں افضل ہے (فتح القدیر) آٹھویں تاریخ کو بھی احرام باندھنا لازم نہیں ہے بلکہ اگر عرفہ کے دن احرام باندھا تب بھی جائز ہے (جوہرہ نیرہ) اور اگر آٹھویں تاریخ سے پہلے احرام باندھا تو جائز ہے اور یہ افضل ہے (تبیین) اور جس قدر جلدی کرے افضل ہے (جوہرہ نیرہ) اور تمام وہی افعال ادا کرے جو صرف حج کرنے والا کیا کرتا ہے، مگر طواف تحیۃ نہ کرے اور طواف زیارت میں اکڑ کر چلے اور اس کے بعد سعی کرے، اگر اس متمتع نے حج کا احرام باندھا لینے کے بعد طوافِ قدوم کیا اور سعی کی تو طوافِ زیارت میں اکڑ کر نہ چلے خواہ طواف قدوم میں رمل (اکڑ کر چلنا) کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس کے بعد سعی بھی نہ کرے (نہایہ فتح القدیر)

تمتع کی قربانی لازم ہے

متمتع پر اللہ جل شانہ کے اس انعام پر کہ اس کو حج اور عمرہ دونوں کے جمع کرنے کی توفیق ہوئی ہے، بطور شکرانہ قربانی دینی لازم ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اس وقت تک اپنے سر کے بال نہ منڈائے، جب تک قربانی ذبح نہ کرے، متمتع اگر تنگدست ہو اور قربانی کے پیسے نہ ہوں، تو ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے، یہ تینوں روزے عمرہ کے احرام کے بعد عرفہ کے دن تک رکھنے جائز ہیں اس سے پہلے اور عرفہ کے بعد جائز نہیں ہیں، ساتویں، آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کو روزے رکھنا افضل ہے، تاکہ عرفہ کے دن آخری روزہ ہو (ظہیریہ) ان روزوں میں اگر رات سے نیت نہ کی، تو جائز نہ ہونگے جس طرح تمام کفاروں کے روزوں کا حکم ہے، اس شخص کو اختیار ہے مسلسل روزے رکھے یا درمیان میں ناغہ کرے (جوہرہ نیرہ) جب اس سے فارغ ہو جائے اور قربانی کا دن آئے تو سر کے بال منڈوائے، یا کتروائے پھر ہمارے نزدیک ایام تشریق گذر جانے کے بعد سات روزے اور رکھے (ظہیریہ) اگر یہ روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھے تو ہمارے نزدیک جائز ہے (قدوری) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس نے تین روزے نہیں رکھے اس پر سات روزے رکھنے بھی واجب نہیں ہیں (محیط سرخسی) اگر تین دن کے روزے پورے ہونے سے پہلے قربانی پر قادر ہو گیا تو اس کے روزے باطل ہو جائیں گے اور قربانی کے بغیر احرام سے باہر نہ نکلے گا، اگر سر کے بال منڈائے اور احرام سے باہر نکلنے کے بعد اور سات روزے رکھنے سے پہلے قربانی میسر آگئی تو اس کے روزے صحیح ہوں گے اور قربانی کا ذبح کرنا اس پر لازم نہ ہوگا اگر تین دن کے روزے رکھ لئے اور احرام سے باہر نہیں نکلا یہاں تک کہ ذبح کے دن گذر گئے، پھر قربانی میسر آئی

تو اس کے روزے جائز نہیں اور اس پر کچھ واجب ہوگا حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت بیان کی ہے اگر تین دن کے روزے نہیں رکھے تو اس کے بعد اس کو روزے رکھنا جائز نہیں اور قربانی کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اگر قربانی نہ پائی اور احرام سے باہر نکل گیا تو اس پر دو قربانی لازم ہوں گی ایک ذبح کی اور ایک ذبح سے پہلے احرام سے باہر نکلنے پر، اور روزے چھوڑنے کی وجہ سے کوئی قربانی لازم نہ ہوگی (ظہیریہ) اگر قربانی دینے سے عاجز تھا، یا اس کا انتقال ہو گیا اور وصیت کر گیا تو فدیہ جائز نہ ہوگا اور قربانی ہی اس کی طرف لازم ہوگی (تاتارخانیہ) اگر قربانی موجود ہے اور اس کے باوجود اس نے روزے رکھے تو دیکھیں گے اگر قربانی اس کے پاس ذبح کے دن تک باقی رہی تو روزے جائز نہ ہوں گے اور اگر اس سے پہلے ہلاک ہوگئی تو جائز ہو جائیں گے (تبیین) قربانی کے واجب ہونے میں قارن کا بھی وہی حکم ہے جو متمتع کا ہے یعنی اگر قربانی میسر ہو تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو روزے رکھے (ظہیریہ)

متمتع بسوق الھدی

متمتع اگر قربانی کو ہنکا کرے چلنے کا ارادہ کرے تو احرام باندھے پھر قربانی کو ہنکائے (قدوری) قربانی ہنکا کرکے چلنے والا شخص اس سے افضل ہے جو قربانی ہانک کر نہ لیجائے (جوہرہ نیرہ) اگر قربانی ہانک کرکے چلا اور اس کی نیت تمتع کی تھی اور جب عمرہ سے فارغ ہو گیا تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ تمتع نہیں کرے گا تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اپنی قربانی کا جو چاہے کرے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) قران ان لوگوں کے لئے جو میقات کے باہر رہنے والے ہیں، تمتع اور مفرد حج کرنے سے افضل ہے اور تمتع ان کے حق میں مفرد حج کرنے سے افضل ہے ظاہر روایت میں یہی مذکور ہے (محیط) اہل مکہ کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے ان کے واسطے صرف حج ہے (ہدایہ) اسی طرح میقات پر رہنے والوں کا اور میقات کے اندر رہنے والوں کو وہی حکم ہے جو اہل مکہ کا ہے (سراج الوہاج) اگر مکی (نکل کر) کوفہ گیا اور وہاں سے قران کرکے آیا تو اس کا قران صحیح ہوگا اور اگر وہ کوفہ گیا اور عمرہ کا احرام باندھا، اور عمرہ کیا پھر حج کیا تو متمتع نہ ہوگا اور اگر مکہ کا رہنے والا کوفہ گیا اور اس نے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی ہنکا کرکے گیا تو متمتع نہ ہوگا اور قربانی ہانکنے کے ساتھ اس کا المام صحیح ہو جائے گا کوفہ میں رہنے والے شخص کا حکم اس کے برخلاف ہے (محیط) اگر حج کے زمانے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کرکے احرام سے نکل گیا اور مکہ میں مقیم رہا، پھر عمرہ کا احرام باندھا پھر اسی سال حج کیا تو متمتع نہ ہوگا اور اگر پہلے عمرے سے فارغ ہو کر مکہ سے چلا گیا اور حج کے زمانہ سے پہلے میقات سے باہر نکل گیا اور وہاں سے عمرہ کا احرام حج کے زمانہ میں باندھا اور اسی سال حج کیا تو متمتع ہو جائے گا اور اگر حج کے زمانہ میں میقات سے باہر نکلا تو متمتع نہ ہوگا۔ لیکن اگر اپنے اہل وعیال کے پاس چلا گیا، پھر عمرہ کیا، پھر اسی سال حج کیا تو متمتع ہو جائے گا، یہ قول حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں متمتع ہو جائے گا خواہ حج کے زمانہ سے پہلے میقات سے باہر نکلا ہو، یا حج کے زمانہ کے بعد نکلا ہو (محیط سرخسی)

اگر کوفہ کے رہنے والے نے حج کے زمانہ میں عمرہ اور مکہ یا بصرہ میں ٹھیرا رہا اور اسی سال حج کیا تو متمتع ہو جائے گا (متنوں میں لکھا ہے) اگر حج کے زمانہ میں عمرہ کیا پھر اس کو فاسد کر دیا اور اس فساد کی حالت میں پورا کیا، اور اسی سال حج بھی کیا تو متمتع نہ ہوگا اور اگر فاسد عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج کیا تو اگر میقات کی طرف لوٹنے سے پہلے قضا کر لیا تھا تو فقہاء کے قول کے مطابق متمتع نہ ہوگا اور اگر میقات سے لوٹنے کے بعد قضا کیا تو متمتع ہو جائے گا اگر فاسد عمرہ کی قضا نہ کی اور کسی ایسی جگہ چلا گیا، جہاں کے لوگ متعہ اور قران کر سکتے ہیں، پھر مکہ واپس ہوا اور فاسد عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال حج کیا تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ وہ متمتع نہ ہوگا، لیکن اگر وہ اپنے بال بچوں کے پاس چلا گیا، پھر عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹا تو متمتع ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس نے حج کے زمانہ میں عمرہ کیا تھا اور پھر اس کو فاسد کر دیا تھا اور اگر اس نے حج کے زمانہ سے پہلے عمرہ کیا تھا اور پھر اس کو فاسد کر دیا اور پھر فساد ہی کی حالت میں اس کو پورا کر لیا تھا اور حج کے زمانہ میں میقات سے باہر نکل کر حج کے زمانہ میں عمرہ کی قضا کر لی تھی اور پھر اسی سال حج کر لیا تھا تو وہ بالاتفاق متمتع ہو جائے گا، اگر اپنے اہل وعیال

کے علاوہ کہیں کسی ایسی جگہ چلا گیا، جہاں کے لوگ قران اور تمتع کر سکتے ہیں، پھر مکہ واپس ہوا اور حج کے زمانہ میں عمرہ کی قضا کر لی، پھر اسی سال حج کر لیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر شوال کا چاند میقات سے باہر دیکھا تھا اور جب حج کا زمانہ شروع ہوا تو اسمیں تمتع کی اہلیت تھی، پھر مکہ آیا اور حج کے زمانہ میں عمرہ قضا کر لیا اور اسی سال حج کیا، تو متمتع ہو جائے گا اور اگر شوال کا چاند میقات کے اندر دیکھا تھا اور حج کا زمانہ جب شروع ہوا تو اس میں تمتع کی اہلیت نہ تھی تو تمتع کرنا اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک وہ اپنے اہل و عیال میں واپس نہ آ جائے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں متمتع ہو جائے گا (شرح طحاوی) جس نے حج کے زمانہ میں عمرہ کیا اور اسی سال حج کر لیا اور ان میں سے کسی کو فاسد کر دیا، تو اسی طرح ارکان ادا کرتا رہے اور تمتع کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی (ہدایہ) ایک شخص نے تمتع کیا اور بقر عید کے دن قربانی کی تو یہ تمتع کی قربانی کے قائم مقام نہ ہوگی (کنز)

آٹھواں باب

حج کے گناہوں کا بیان

(پانچ فصلیں)

پہلی فصل

خوشبو اور تیل لگانے سے واجب ہونے والی چیزیں

خوشبو سے مراد وہ چیز ہے جسمیں اچھی بو آئے اور عقلمند لوگ اس کو خوشبو میں شمار کریں (سراج الوہاج) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو چیزیں بدن پر لگائی جاتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ وہ خالص خوشبو ہو اور خوشبو ہی میں اس کا شمار ہوتا ہو، جیسے مشک، کافور، عنبر وغیرہ جس طرح بھی ان کا استعمال کرے گا کفارہ واجب ہوگا فقہاء کرام نے یہاں تک کہا ہے کہ ان میں سے کسی چیز کو اگر دوا کے طریقہ پر بھی آنکھ میں لگایا تو کفارہ واجب ہوگا،

دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی ذات میں خوشبو نہ ہو اور نہ وہ خوشبو کے حکم میں ہو اور نہ کسی طرح اس سے خوشبو بنے۔ جیسے چربی وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو کھا لیا۔ یا تیل کی طرح مل لیا یا پیر کے شگاف میں بھر لیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا

تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی ذات میں خوشبو نہ ہو، لیکن خوشبو کی اصل ہو اور خوشبو کے طور پر بھی کام آتی ہو اور دوا کے طریقہ پر بھی استعمال کیجاتی ہو، جیسے زیتون اور تل کا تیل، اس صورت میں استعمال کا اعتبار کیا جائے گا اگر تیل لگانے کے طور پر یہ چیز استعمال کی ہے تو خوشبو کا حکم ہوگا اور اگر اس چیز کو کھانے میں استعمال کیا یا پیر کے شگاف میں بھر لیا تو خوشبو کا حکم نہ ہوگا (بدائع) خوشبو استعمال نہ کرنے کا حکم بدن پر، تہبند پر اور بچھونے پر برابر ہے (فتح القدیر) اگر خوشبو کا استعمال کثیر مقدار میں کیا تو قربانی لازم ہوگی، اور اگر تھوڑی مقدار میں کیا، تو صدقہ واجب ہوگا (محیط)

قلیل اور کثیر مقدار کا تعین قلیل اور کثیر کی حد میں مشایخ کا اختلاف ہے۔ بعض مشایخ نے کثرت کا اعتبار بڑے عضو سے کیا ہے جیسے ران، پنڈلی وغیرہ اور بعض مشایخ نے کثرت کا اعتبار بڑے عضو کی چوتھائی سے کیا ہے اور حضرت شیخ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قلت اور کثرت کا تعین اصل خوشبو سے کیا ہے، یعنی اگر خوشبو اتنی ہو جس کو لوگ زیادہ سمجھتے ہیں، مثلاً دو چلو گلاب اور ایک چلو غالیہ (ایک قسم کی خوشبو) اور مشک تو کثیر ہے، اور جس کو لوگ کثیر نہیں سمجھتے وہ قلیل ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں تطبیق دیجائے اور یہ کہا جائے کہ اگر خوشبو تھوڑی ہے تو عضو سے اس کا اعتبار کیا جائے گا، خوشبو کی ذات کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر خوشبو پورے عضو پر لگائی تو کثیر ہوگی اور قربانی لازم ہوگی اور اگر عضو کے کچھ حصہ پر لگائی تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر خوشبو زیادہ ہے تو خوشبو کی ذات

کا اعتبار ہوگا، عضو کا اعتبار نہ ہوگا، پس اگر خوشبو عضو کے چوتھائی حصہ پر لگائی تو قربانی واجب ہوگی (محیط سرخسی، تبیین) یہ حکم بدن پر خوشبو لگانے کا تھا۔ اور اگر کپڑے اور بچھونے پر خوشبو لگائی تو اس میں بھی بہر صورت قلت اور کثرت کا اعتبار ہوگا اور قلیل و کثیر کا تعین اس طرح کیا جائے گا کہ جس کو عرف میں کثیر سمجھتے ہیں وہ کثیر ہے اور جسکو قلیل سمجھتے ہیں وہ قلیل ہے اور کوئی عرف مقرر نہ ہو، خوشبو لگانے والا جس کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے اور جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے (نہر الفائق) خوشبو کی وجہ سے جزا کا حکم سب صورتوں میں برابر ہے خواہ قصداً لگائی ہو، یا بھول کر لگائی ہو، یا اپنی خوشی سے لگائی ہو، یا کسی کی زبردستی سے لگائی ہو، مرد نے لگائی ہو یا عورت نے لگائی ہو (بدائع) اگر تمام اعضا پر خوشبو لگائی تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اس لئے کہ جنس متحد ہے (تبیین) اگر ہر عضو پر الگ الگ مجلس میں خوشبو لگائی تو حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر عضو کے عوض کفارہ واجب ہوگا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر پہلے عضو کا کفارہ دے چکا تھا تو دوسرے عضو کے بدلے قربانی واجب ہوگی اور اگر پہلے عضو کا کفارہ نہیں دیا تھا تو ایک ہی قربانی کافی ہے (سراج الوہاج)

اگر سر پر مہندی کا خضاب لگالیا تو قربانی واجب ہوگی یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مہندی پتلی اور رقیق ہو اور اگر گاڑھی مہندی سر پر لگائی تو دو قربانی واجب ہوں گی ایک خوشبو ملنے کی وجہ سے اور دوسرے سر ڈھکنے کی بنا پر (کافی) اگر سر پر وسمہ کا خضاب کیا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سر پر وسمہ کا خضاب اس لئے لگایا تاکہ سر کا درد جاتا رہے تو اس پر جزا لازم ہوگی، اس لئے کہ اس سے سر ڈھک جاتا ہے، یہی صحیح ہے (ہدایہ) سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئیں اگر سر یا داڑھی کو خطمی سے دھویا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی لازم ہوگی،

اگر محرم اشنان سے نہایا اور اس میں خوشبو نہ تھی تو دیکھنے والا اگر اس کو اشنان سمجھے تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر خوشبو سمجھے تو قربانی لازم ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اگر خوشبو پورے عضو پر لگائی تو قربانی لازم ہوگی خواہ خوشبو لگانے کا ارادہ کرے یا نہ کرے اور اگر اس سے کم لگائی، تو صدقہ واجب ہوگا اگر خوشبو کو ہاتھ لگایا لیکن وہ نہیں لگی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے خوشبو دار سرمہ ایک یا دو مرتبہ لگایا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر بہت سی مرتبہ لگایا تو قربانی واجب ہوگی (سراج الوہاج) اگر خوشبو اس کے اعضا پر متفرق جگہ لگی ہوئی ہو تو سب جمع کیجائے گی، پس اگر وہ سب ملا کر ایک کامل عضو کے برابر ہو جائے، تو اس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر ایک کامل عضو کے برابر نہیں ہوتی تو صدقہ لازم ہوگا، اگر زخم میں ایسی دوا لگائی، جسمیں خوشبو تھی، پھر ایک دوسرا زخم پیدا ہوا پھر ان دونوں زخموں میں ساتھ دوا لگائی پس جب تک پہلا زخم اچھا نہ ہوگا دوسرے زخم کا کفارہ اس پر واجب نہ ہوگا[1] (بحر الرائق) اگر خوشبو کی چیز کسی کھانے میں پک گئی اور متغیر ہوگئی تو محرم پر اس کے کھانے سے کچھ واجب نہ ہوگا خواہ اس میں خوشبو باقی رہے یا نہ رہے (بدائع)

اگر خوشبو کی چیز کھانے کی چیز میں بغیر پکائے ملادی تو دیکھیں گے اگر خوشبو کی چیز مغلوب ہے تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اگر خوشبو آتی ہے تو مکروہ ہوگی اور اگر خوشبو غالب ہے تو جزا واجب ہوگی، اگر خوشبو کی چیز پینے کی چیز میں ملادی تو دیکھیں گے اگر خوشبو غالب ہے تو قربانی لازم ہوگی اور اگر خوشبو غالب نہیں ہے تو صدقہ لازم ہوگا، لیکن اگر اس کو (جسمیں خوشبو غالب نہیں ہے) کئی مرتبہ پیا تو قربانی لازم ہوگی (نہر الفائق) اگر خوشبو کھانے کی چیز میں ملائے بغیر کھائے اور وہ زیادہ ہے تو قربانی لازم ہوگی (بدائع) اگر ایسے گھر میں داخل ہوا، جو خوشبو میں بسا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے اس کے کپڑوں میں بھی خوشبو آنے لگی، تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ خود اس نے کوئی نفع حاصل نہیں کیا، لیکن اگر کپڑے

---

[1] اگر پہلا زخم اچھا ہوگیا اور پھر دوسرے زخم میں دوا لگائی، تو دو کفارے واجب ہوں گے۔

(مترجم)

خوشبو میں بسے ہوئے تھے اور اس میں بھی خوشبو آنے لگی تو اگر زیادہ خوشبو آگئی ہے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر خوشبو تھوڑی ہے تو صدقہ واجب ہوگا اس لئے کہ خود اس سے نفع حاصل کیا ہے اور اگر کپڑوں میں کچھ خوشبو نہ بسی تو کچھ واجب نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر بدن پر تیل لگایا اور وہ خوشبو دار ہے جیسے روغن بنفشہ اور اسی طرح تمام وہ تیل جو خوشبو دار ہیں ان سب کا حکم یہ ہے کہ اگر کامل عضو کو لگائے گا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر وہ تیل خوشبو دار نہیں ہے، جیسے زیتون اور تل کا تیل، تب بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق قربانی لازم ہوگی (بدائع) جب خوشبو لگانے کی وجہ سے جزا لازم ہے تو اس کا بدن یا کپڑے سے دور کرنا بھی لازم ہے اور کفارہ ادا کرنے کے بعد بھی اگر اس کو دور نہ کیا تو دوسری قربانی کے واجب ہونے میں اختلاف ہے، اظہر یہ ہے کہ باقی رہنے کی وجہ سے دوسری قربانی واجب ہوگی (بحر الرائق) پھول، خوشبو دار چیز اور خوشبو دار پھلوں کے سونگھنے سے کچھ لازم نہیں ہوتا لیکن ان کا سونگھنا مکروہ ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر مشک، کافور یا عنبر کو اپنے تہ بند کے کنارے میں باندھ لیا تو فدیہ لازم ہوگا، اور اگر عود باندھا تو کچھ لازم نہ ہوگا اگرچہ اس کی خوشبو آرہی ہو، عطار کی دوکان پر بیٹھنے میں، یا ایسی جگہ بیٹھنے میں جہاں خوشبو کی دھونی دی گئی ہو، کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن خوشبو سونگھنے کی نیت سے بیٹھنا مکروہ ہے، احرام والے شخص کو خبیص (حلوا) کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، خبیص ایک قسم کا حلوا ہوتا ہے، جسمیں زعفران ڈالا جاتا ہے (سراج الوہاج) اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی تھی، پھر احرام کے بعد وہ بدن کے کسی دوسرے حصہ میں منتقل ہو گئی، تو بالاتفاق کچھ واجب نہ ہوگا (بحر الرائق)

دوسری فصل لباس کے مسائل

اگر محرم نے سلے ہوئے کپڑے عادت کے مطابق ایک دن رات تک پہن لئے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اس سے کم پہنے تو صدقہ لازم ہوگا (محیط) خواہ بھولے سے پہن لے یا جان کر پہنے اور اس مسئلہ کے حکم سے واقف ہو یا ناواقف ہو اور اپنے اختیار سے پہنے یا کسی کی زبردستی سے (بحر الرائق) اگر اپنے دونوں مونڈھوں پر قبا ڈالی اور دونوں ہاتھ آستینوں میں داخل نہ کئے، تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اسی طرح اگر طیلسان پہنی اور اس کی گھنڈیاں نہ لگائیں تب بھی یہی حکم ہے، اگر قبا یا طیلسان کی گھنڈیاں دن بھر لگائے رکھیں تو قربانی لازم ہوگی، اگر چادر یا تہ بند کو کسی رسی سے دن بھر باندھے رکھا تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے (فتح القدیر) اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا کئی دن تک پہنا اور رات دن میں کبھی نہ نکالا، تو بالاتفاق ایک قربانی کافی ہے اور قربانی دینے کے بعد پھر اگر دن بھر پہنا تو بالاتفاق دوسری قربانی واجب ہوگی، اس لئے کہ اس کی مداومت کرنا دوسرے لباس کے حکم میں ہے، چنانچہ اگر کسی نے سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھا، پھر اس کے بعد دن بھر یہ کپڑے پہنے رہا، تو اس پر قربانی لازم ہو جائے گی اور اگر سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے اور یہ ارادہ کیا، کہ اس کو نہ پہنے گا، پھر سلا ہوا کپڑا پہن لیا، اگر پہلے کا کفارہ ادا کر چکا ہے تو اس پر دوسرا کفارہ بالاتفاق واجب ہے، اور اگر ابھی پہلے کا کفارہ نہ دیا تھا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق دو کفارے لازم ہوں گے اور اگر سلا ہوا کپڑا دن میں پہن لیتا ہے اور رات کو اتار دیتا ہے، لیکن اس ارادہ سے نہیں اتارتا کہ دوبارہ نہ پہنے گا، تو بالاتفاق ایک ہی قربانی لازم ہوگی (شرح طحاوی) اگر دن کے کچھ حصہ میں قمیص پہنی، پھر اسی دن پائجامہ پہن لیا، پھر اسی دن موزے پہنے اور ٹوپی اوڑھی، تو ایک کفارہ واجب ہوگا (محیط سرخسی) اگر محرم نے دن بھر اپنے سر یا منہ کو ڈھکے رکھا تو اس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر ایک دن سے کم ڈھکا، تو صدقہ لازم ہوگا (خلاصہ) اسی طرح اگر رات بھر اپنے سر یا منہ کو ڈھکے رکھا تب بھی یہی حکم ہے یعنی قربانی لازم ہوگی، خواہ جان کر ڈھکا ہو، یا بھولے سے، یا سوتے میں ڈھکا ہو (سراج الوہاج) اگر دن بھر چوتھائی سر یا اس سے زیادہ ڈھکا، تو اس پر قربانی واجب

ہو گی اور اگر اس سے کم ڈھکا تو صدقہ واجب ہو گا، روایت مشہور میں بھی مذکور ہے (محیط) بیماری کے بغیر سر پر یا منہ پر پٹی باندھنا مکروہ ہے اگر دن بھر پٹی باندھے رکھی تو صدقہ واجب ہو گا (شرح طحاوی)، اور اگر اپنے بدن پر کسی اور جگہ پٹی باندھی اگرچہ بڑی ہو کچھ واجب نہ ہو گا لیکن عذر کے بغیر پٹی باندھنی مکروہ ہے (فتح القدیر) اگر محرم نے کوئی ایسی چیز اپنے سر پر رکھی، جس سے سر نہیں ڈھکا کرتے، جیسے طشت، برتن اور گیہوں ناپنے کا پیمانہ، یا اس کے علاوہ اور چیزیں، تو اس پر کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر کپڑے کی قسم کی کوئی ایسی چیز رکھی، جس سے سر ڈھکتے ہیں تو جزا لازم ہو گی (محیط)

اگر محرم نے کسی محرم یا غیر محرم کو سلا ہوا یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہنا دیا، تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہ ہو گا (ظہیریہ) اگر صاحب احرام سلا ہوا کپڑا پہننے پر مجبور تھا لیکن اس نے ضرورت کے موقعہ پر ایک کپڑے کے بجائے دو کپڑے پہن لئے، تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہو گا اور اس کو ضرورت کا کفارہ کہتے ہیں، مثلاً ایک قمیص کے پہننے پر مجبور تھا اور اس نے دو قمیص پہن لیں یا ایک قمیص اور ایک جبہ پہن لیا یا ایک ٹوپی کی ضرورت تھی اور اس نے ٹوپی کے ساتھ عمامہ بھی باندھ لیا تو ایک ہی کفارہ واجب ہو گا اور اگر دو کپڑے دو مختلف جگہوں پر پہنے، ایک ضرورت کے موقعہ پر اور دوسرے غیر ضرورت کے موقعہ پر، مثلاً اس کو عمامہ یا ٹوپی کی ضرورت تھی اور اس نے ان دونوں کے ساتھ قمیص بھی پہن لی، یا اس قسم کی کوئی اور صورت ہو تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے ایک ضرورت کی وجہ سے اور دوسرے اختیار کی وجہ سے اور اگر ضرورت کی وجہ سے کپڑا پہنا تھا پھر وہ ضرورت جاتی رہی اور اسی طرح ایک یا دو دن پہنے رکھا پس جب تک ضرورت کے زائل ہونے میں شک ہے اس وقت تک ضرورت کا کفارہ واجب ہو گا، اور جب ضرورت کے زائل ہو جانے کا یقین ہو جائے، تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے، ایک کفارۂ ضرورت اور دوسرے کفارۂ اختیار (بدائع)

ایک مفید اصول اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ پر زیادتی مستقل خیانت نہیں شمار کیجاتی، بلکہ کل کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اور اگر موقعِ ضرورت کے علاوہ کہیں اور زیادتی پائی جائے تو مستقل خیانت شمار ہوتی ہو (محیط، ذخیرہ) محرم اگر بیمار ہو گیا، یا اس کو بخار آگیا، اور اس کو کبھی کپڑا پہننے کی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی نہیں پڑتی، تو جب تک بیماری زائل نہیں ہو گی اس وقت تک ایک ہی کفارہ لازم ہو گا اور اگر پہلا بخار اتر گیا اور دوسرا بخار چڑھ گیا، یا پہلی بیماری ختم ہو گئی اور دوسری بیماری پیدا ہو گئی تو حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس پر دو کفارے لازم ہوں گے (شرح طحاوی) اگر دشمن مقابلہ پر آگیا اور کپڑے پہننے کی ضرورت پڑی اس نے کپڑے پہن لئے پھر دشمن چلا گیا اور اس نے کپڑے اتار دیئے پھر دشمن لوٹا، یا دشمن نہیں گیا تھا، بلکہ صورت یہ تھی کہ وہ دن میں ہتھیار باندھ کر لڑتا تھا اور رات میں آرام کیا کرتا تھا تو جب تک یہ عذر زائل نہ ہو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہو گا،

ان مسائل میں بطور اصل یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک کپڑے کی ضرورت ہے یا مختلف کپڑوں کی، صورت لباس کا اعتبار نہیں کیا جاتا (بدائع)

تیسری فصل سر کے بال منڈوانے اور ناخن ترشوانے کے مسائل

اگر بلا ضرورت سر کے بال منڈوائے تو قربانی واجب ہو گی، اس کے سوا کسی اور چیز سے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا (شرح طحاوی) حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق حرم اور غیر حرم میں سر کے بال منڈوانے برابر ہیں، حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ اگر غیر حرم میں سر کے بال منڈوائے تو اس پر کچھ واجب نہ ہو گا (فتاویٰ قاضی خاں)، اگر چوتھائی یا تہائی سر کے بال منڈوائے تو قربانی واجب ہو گی اور اگر چوتھائی سے کم سر کے بال منڈوائے، تو صدقہ واجب ہو گا (شرح طحاوی)، اگر چوتھائی داڑھی یا اس سے

زیادہ منڈائی، تو قربانی واجب ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم منڈوائی تو صدقہ واجب ہوگا (سراج الوہاج) اگر گردن کے تمام بال منڈوائے تو قربانی واجب ہوگی (ہدایہ) ناف کے نیچے کے بال، یا بغلوں کے بال مونڈے، یا دونوں جگہوں کے، یا ان میں سے کسی جگہ کے بال اکھاڑے تو قربانی واجب ہوگی (سراج الوہاج) اگر ایک بغل کے بال نصف سے زائد مونڈے تو صدقہ واجب ہوگا (شرح طحاوی) اگر پچھنے لگانے کی جگہ کے بال مونڈے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق قربانی واجب ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر مونچھوں کے بال تراشے تو دیکھیں گے، کہ جو بال تراشے گئے ہیں وہ چوتھائی داڑھی کے کس حصہ کے برابر ہیں اسی حساب سے اس پر فدیہ واجب ہوگا، مثال کے طور پر اگر وہ بال چوتھائی داڑھی کے چوتھے حصہ کے برابر ہوں تو اس پر بکری کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی (ہدایہ) اگر ایک عضو کے پورے بال مونڈے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اس سے کم مونڈے تو صدقہ واجب ہوگا، یہاں عضو سے ران پنڈلی اور بغل مراد ہے، سر اور ڈارھی مراد نہیں ہے (محیط)

اگر سر ناک یا داڑھی کے چند بال اکھاڑے، تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی غلہ واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ایک شخص اصلع ہو (جس کے بال اڑ گئے ہوں) اور اس کے بال چوتھائی سر سے کم ہیں تو ان کے منڈوانے میں اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر چوتھائی سر کے بال ہیں تو قربانی واجب ہوگی (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اگر محرم کے روٹی پکاتے ہوئے کچھ بال جل گئے تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر محرم نے سر یا داڑھی کھجائی اور اس سے ایک بال ٹوٹ گیا تو صدقہ واجب ہوگا (سراج الوہاج) اگر سر، داڑھی، بغل اور تمام بدن کے بال مونڈوائے تو دیکھیں گے اگر یہ سب ایک جگہ مونڈے تو ایک قربانی واجب ہوگی، اور اگر ہر عضو کے بال الگ الگ مقام پر مونڈے تو ہر ایک کے عوض قربانی لازم ہوگی، یہ حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف رحمہا اللہ کا قول ہے، اگر سر کے بال مونڈے اور اس کے بدلے قربانی ذبح کردی اور وہ اسی جگہ رہا، پھر داڑھی مونڈوائی، تو دوسری قربانی لازم ہوگی، اگر چوتھائی سر ایک مجلس میں اور چوتھائی سر دوسری مجلس میں پھر اسی طرح دوسری مجلسوں میں چوتھائی چوتھائی سر مونڈوا کر چار مجلسوں میں پورا سر منڈوا دیا تو اگر پہلے کا کفارہ ابھی تک ادا نہیں کیا تو بالاتفاق ایک ہی قربانی لازم ہوگی (فتح القدیر) اگر کسی محرم یا غیر محرم کے سر کے بال مونڈے اور وہ خود محرم تھا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا. خواہ اس کے حکم سے سر کے بال مونڈے ہوں یا حکم کے بغیر مونڈے .... لیکن اس نے خوشی سے منڈوائے ہوں، یا زبردستی سر منڈوائے ہوں (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اور اگر غیر محرم نے کسی محرم کا سر اس کے حکم سے یا بغیر حکم کے مونڈا، تو محرم پر کفارہ واجب ہوگا اور وہ مونڈنے والے سے کچھ نہ لے گا. (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سر کے بال مونڈنے والا غیر محرم ہے تو اس پر صدقہ واجب ہوگا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اگر محرم نے کسی غیر محرم کی مونچھیں تراشیں، یا ناخن تراشے تو فقیر کو کچھ کھانا کھلادے (ہدایہ) اگر کسی شخص نے سر کے بال نہیں منڈائے، یہاں تک کہ قربانی کے دن گذر گئے تو (جرمانہ کی) قربانی لازم ہوگی، اسی طرح قارن یا متمتع نے اگر قربانی نہیں ذبح کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گذر گئے تو اس کی وجہ سے (جرمانہ کی) قربانی لازم ہوگی (محیط) قارن نے اگر ذبح سے پہلے سر کے بال منڈوائے، تو اس پر دو قربانی واجب ہوں گی ایک ذبح سے پہلے بال منڈوانے کی وجہ سے اور دوسری قران کی بنا پر، یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے (تبیین) مُحرم کو اپنے ناخن تراشنے جائز نہیں ہیں اگر ایک ہاتھ یا پیر کے ناخن بلا ضرورت تراشے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے ناخن ایک مجلس میں تراشے تو ایک ہی قربانی کافی ہے اگر ایک ہاتھ یا ایک پیر کے تین ناخن تراشے تو صدقہ واجب ہوگا، ہر ناخن کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقہ کرے، لیکن اگر ان صدقوں کی قیمت قربانی کے برابر پہنچ جائے تو اس میں سے کچھ کم صدقہ کرے، اور اگر ایک ہاتھ کے پانچ ناخن تراشے اور کفارہ نہ دیا اور پھر دوسرے ہاتھ کے ناخن تراشے تو اگر دونوں ہاتھوں کے ناخن ایک ہی مجلس میں تراشے ہیں تو ایک قربانی واجب ہوگی

اور اگر دو مجلسوں میں تراشے تو دو قربانیاں واجب ہوں گی، اور اگر ایک ہاتھ کے پانچ ناخن ایک مجلس میں تراشے اور چوتھائی سر کے بال منڈوائے اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ان میں ہر ایک کے بدلے علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی خواہ ایک مجلس میں کرے یا مختلف مجلسوں میں

اگر چاروں ہاتھ پیروں میں پانچ متفرق ناخن تراشے تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر ناخن کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقہ کرے اسی طرح چاروں ہاتھ پیروں میں سے جس کے ناخن تراشے تو صدقہ واجب ہوگا، اگر سب ملا کر سولہ ناخن ہوئے تو ہر ناخن کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقہ کرے لیکن اگر اسکی قیمت قربانی کے برابر پہنچ جائے تو اس میں سے کم کردے (شرح طحاوی) محرم کا ناخن ٹوٹ گیا، لیکن اٹکا رہا اور اس نے علیحدہ کردیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (کافی) بالوں کو اکھاڑنے، کاٹنے، نورہ وغیرہ سے صاف کرنے اور دانتوں سے نوچنے کا حکم وہی ہے جو بالوں کے مونڈنے کا ہے (سراج الوہاج)

سابقہ فصلوں سے متعلقہ مسائل

جو اعمال اس قسم کے ہیں کہ ان کو اپنے ارادہ اور اختیار سے کرنے میں قربانی لازم آتی ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر کے بال منڈانا، خوشبو لگانا، ناخن تراشنا وغیرہ، تو اگر ان کو کسی ضرورت یا مجبوری سے کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا، جو نسا چاہے کفارہ دے (شرح طحاوی)

کفارے کی تین قسمیں

اور کفارے تین ہیں (۱) قربانی ذبح کرنا (۲) صدقہ کرنا (۳) روزے رکھنا، اگر قربانی اختیار کرے تو حرم میں ذبح کرے (محیط) اگر حرم سے باہر ذبح کرے گا، تو قربانی ادا نہ ہوگی، لیکن اگر اس نے قربانی کا گوشت چھ مسکینوں پر صدقہ کردیا اور ہر مسکین کو اتنا دیا کہ جس کی قیمت نصف صاع گیہوں کے برابر ہے، تو کفارہ ادا ہو جائے گا (شرح طحاوی) اور اگر روزے رکھنے چاہے تو جہاں چاہے تین روزے رکھے (محیط) خواہ مسلسل تین روزے رکھے، یا ناغہ کرکے رکھے (شرح طحاوی)

اور اگر صدقہ دینا چاہے تو چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں کا صدقہ کرے، ہر مسکین کو نصف صاع دے، مکہ کے فقیروں کو صدقہ دینا افضل ہے اور اگر باہر کے فقیروں کو دیا تو جائز ہے، اس صدقہ کا دوسرے کو مالک کردینا یا مباح کردینا دونوں باتیں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہیں، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مالک کردینے کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں ہے (ظہیریہ، شرح طحاوی)

چوتھی فصل جماع کرنے کا بیان

اگر فرج سے باہر جماع کی، یا شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا، تو اس سے حج اور عمرہ فاسد نہیں ہوتا، خواہ اسے انزال ہو یا نہ ہو لیکن قربانی واجب ہوگی (محیط سرخسی)، اسی طرح اگر عورت سے شہوت کے ساتھ چپٹ گیا تو قربانی واجب ہوگی) اور اگر کسی چوپائے کے داخل کردیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اگر انزال ہو جائے، تو قربانی لازم ہوگی اور حج اور عمرہ فاسد نہ ہوگا (شرح طحاوی، باب الحج والعمرۃ) اگر کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھا اور انزال ہو گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، جیسے کسی کے تصور کرنے سے اگر انزال ہو جائے تو کچھ واجب نہیں ہوتا (ہدایہ) اسی طرح اگر بہت دیر تک دیکھتا رہا یا بار بار دیکھتا رہا تو کچھ واجب نہ ہوگا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اسی طرح احتلام سے غسل کے علاوہ کوئی اور چیز واجب نہیں ہوتی، اگر ہاتھ کے عمل سے منی نکالی اور انزال ہو گیا، تو حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اس صورت میں اس پر قربانی واجب ہوگی (سراج الوہاج) اگر صرف حج کا احرام باندھا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے اپنی زوجہ سے صحبت کرلی اور وہ دونوں محرم تھے تو دونوں کی شرمگاہیں ملتے ہی اور حشفہ غائب ہوتے ہی دونوں کے حج فاسد ہو جائیں گے، دونوں پر واجب ہے

کو اسی طرح حج کے تمام افعال ادا کریں اور فاسد حج کو پورا کرلیں اور ان میں سے ہر ایک پر قربانی لازم ہوگی، اس قربانی میں بکری بھی کافی ہے اور آئندہ سال ان پر حج کرنا لازم ہوگا، عمرہ واجب نہ ہوگا (شرح طحاوی) بھولے سے جماع کرنا، یا جان کر جماع کرنا، یا کسی کی زبردستی اور جبر سے جماع کرنا اور سوتے میں جماع کرنا برابر ہے، لڑکا یا مجنون اگر جماع کرے، تب بھی یہی حکم ہے (محیط سرخسی)

شوہر اگر ایسا لڑکا تھا کہ اس طرح کے لڑکے صحبت کرلیتے ہیں تو عورت کا حج فاسد ہو جائے گا، لڑکے کا حج فاسد نہ ہوگا، اور اگر زوجہ ایسی بچی تھی کہ جن بچیوں کے ساتھ صحبت کرسکتے ہیں تو حکم اس کے برعکس ہوگا (یعنی شوہر کا حج فاسد ہوگا زوجہ کا نہ ہوگا) (فتح القدیر)

اگر وقوف عرفہ سے پہلے صحبت کی، اور پھر ایک مرتبہ اور صحبت کرلی، تو دیکھیں گے اگر ایک ہی مجلس میں صحبت کی ہے تو ایک ہی قربانی لازم ہوگی، اور اگر دو مجلسوں میں کی ہے تو ہر ایک کے عوض ایک ایک قربانی لازم ہوگی، یہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہے اور اگر بار بار مجامعت احرام کو توڑ دینے کی وجہ سے کی تب بھی ایک قربانی سے زیادہ لازم نہ ہوگی، خواہ ایک مجلس میں صحبت کرے، یا کئی مجلسوں میں (شرح طحاوی)

اگر وقوف عرفہ کے بعد صحبت کی، خواہ بھولے سے کی یا جان کر تو حج فاسد نہ ہوگا (فتاوی قاضی خاں) اور ان میں سے ہر ایک پر اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوگی، اور اگر بار بار صحبت کی، اور مجلس ایک ہے، تو ایک اونٹ یا ایک گائے ہی کی قربانی واجب ہوگی، اور اگر مجلسیں دو ہیں، تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق پہلی صحبت کے عوض اونٹ یا گائے کی قربانی اور دوسری کے عوض بکری کی قربانی لازم ہوگی (شرح طحاوی) اور اگر دوسری مرتبہ صحبت احرام توڑنے کی وجہ سے کرے تو قربانی واجب نہ ہوگی (محیط) اگر سر کے بال منڈوانے کے بعد صحبت کی، تو بکری کی قربانی واجب ہوگی (کافی) اگر طواف زیارت پورا کرنے کے بعد یا آدھے سے زیادہ طواف کرنے کے بعد صحبت کی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر تین پھیرے کرنے کے بعد صحبت کرلی، تو اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہوگی اور حج پورا ہو جائے گا (شرح طحاوی) اگر سر کے بال نہ منڈائے یہاں تک کہ طواف زیارت کرلیا اور پھر حلق کرانے سے پہلے صحبت کرلی تو بکری کی قربانی واجب ہوگی (تبیین) اور اگر عمرہ کے طواف کے چار پھیرے لگانے سے پہلے جماع کرلیا تو اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا، اسی طرح اس کو پورا کرے، اور دوبارہ قضا کرے، اور بکری کی قربانی اس پر واجب ہوگی، اور اگر چار چکر لگانے کے بعد صحبت کی تھی، تو بکری کی قربانی لازم ہوگی لیکن اس کا عمرہ فاسد نہ ہوگا (ہدایہ)

اگر عمرہ کرنے والے نے دو مرتبہ دو علیحدہ مجلسوں میں صحبت کی، تو دوسری مجلس کے بدلے بکری کی قربانی لازم ہوگی، اسی طرح اگر سعی سے فارغ ہونے کے بعد صحبت کی تو بکری کی قربانی لازم ہوگی (ایضاح) یہ حکم اس صورت میں ہے جب سر کے بال منڈوانے سے پہلے صحبت کی ہو اور اگر سر کے بال منڈوانے کے بعد صحبت کی ہے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (شرح طحاوی) اگر قارن نے عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے صحبت کرلی تو اس کا حج اور عمرہ دونوں فاسد ہو جائیں گے، ان دونوں کے افعال اسی طرح ادا کرتا رہے اور آئندہ سال اس پر حج اور عمرہ دونوں واجب ہوں گے اور قران کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی (محیط) اور اس پر دو بکریوں کی قربانی لازم ہوگی (محیط سرخسی) اور اگر قارن نے عمرہ کے بعد اور وقوف عرفہ سے پہلے صحبت کی، تو اس کا حج فاسد ہوگا، اور عمرہ فاسد نہ ہوگا اور اس پر دو قربانی لازم ہوں گی اور آئندہ سال حج کی قضا لازم ہوگی اور قران کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی، اسی طرح اگر عمرہ کے طواف کے چار پھیروں کے بعد صحبت کرلی، تب بھی یہی حکم ہے اور اگر وقوف عرفہ کے بعد صحبت کی تو اس کا حج اور عمرہ فاسد نہ ہوگا، تو حج کے بدلے اونٹنی اور عمرہ کے بدلے بکری کی قربانی لازم ہوگی، اور قران کی بھی قربانی لازم ہوگی (محیط) اور اگر طواف زیارت پورا کرلینے کے بعد یا طواف کے اکثر پھیروں کے بعد صحبت کی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اگر سر کے بال منڈوانے یا کترانے سے پہلے طواف زیارت کرلیا تو اس پر دو بکریوں

کی قربانی لازم ہو گی، اس لئے کہ حج اور عمرہ ... دونوں کا احرام ابھی باقی ہے اور اگر ایک ہی مجلس میں دوبارہ صحبت کرلی تو اس پر قربانی کے علاوہ کوئی اور چیز واجب نہ ہوگی، اور اگر دوسری مجلس میں صحبت کی تو اس پر دو قربانی اور لازم ہوں گی اور اس قربانی میں دو بکریاں کافی ہیں (شرح طحاوی) اور اگر متمتع ہے اور خود قربانی کو ہانک کر نہیں لے گیا تھا تو وہی حکم ہے، جو صرف حج کرنے والے یا صرف عمرہ کرنے والے کا بیان ہوا اور اگر خود قربانی ہانک کر لے چلا تھا، تو متمتع اور قارن کا حکم بعض احکام میں برابر ہے۔

متمتع اور قارن کے مشترک احکام

اور وہ یہ ہیں، اگر عمرہ کے طواف سے یا وقوف عرفہ سے پہلے صحبت کی تو متمتع کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی؛ اور اگر وقوف عرفہ کے بعد صحبت کی تو دو قربانی واجب ہوں گی (محیط) عورت اور مرد اس حکم میں برابر ہیں۔ اگر عورت سے سوتے میں زبردستی صحبت کرلی، یا عورت سے لڑکے یا مجنون نے صحبت کی تب بھی یہی حکم ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

(پانچویں فصل) طواف، سعی اکڑ کر چلنے اور جمرات پر کنکریاں مارنے کی جنایات

اگر بلا وضو طواف زیارت کیا تو بکری کی قربانی واجب ہوگی اور جنابت کی حالت میں کیا تو اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہو گی اگر نصف سے زائد طواف، جنابت، یا بے وضو ہونے کی حالت میں کیا تب بھی یہی حکم ہے افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں مقیم ہے طواف کا اعادہ کرے اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اور اصح یہ ہے کہ بے وضو ہونے کی صورت میں اعادہ مستحب ہے اور جنابت کی حالت میں واجب ہے۔ اگر بے وضو طواف کیا تھا اور پھر اس کا اعادہ کیا تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، اگرچہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو، اگر جنابت کی حالت میں طواف کیا اور ایام نحر میں اس کا اعادہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر قربانی کے دنوں کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہوگی (کافی)، اور اونٹ یا گائے کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی (سراج الوہاج)

اگر جنابت کی حالت میں طواف کیا اور اپنے اہل وعیال کے پاس چلا آیا تو اس پر واجب ہے، کہ نیا احرام باندھ کر پھر لوٹے اور اگر نہ لوٹا اور اونٹ یا گائے کی قربانی بھیجدی تو کافی ہے لیکن لوٹنا افضل ہے۔ اگر بے وضو طواف کیا اور اپنے اہل وعیال میں چلا گیا، تو اگر واپس ہوا اور طواف کیا تو جائز ہے اور بکری کی قربانی بھیجدی تو افضل ہے (تبیین) جس شخص نے طواف زیارت میں تین چکر یا اس سے کم چھوڑے تو بکری کی قربانی لازم ہو گی اگر اپنے اہل وعیال میں چلا آیا اور پھر طواف کے لئے نہ لوٹا اور قربانی کے لئے بکری بھیجدی تو جائز ہے (ہدایہ)

اگر طواف زیارت آدھے سے کم بلا وضو کیا تھا اور اپنے اہل وعیال میں چلا آیا تو اس پر صدقہ واجب ہو گا ہر پھیرے کے عوض نصف صاع گیہوں کا صدقہ کرے، لیکن اگر صدقہ کی قیمت قربانی کے برابر پہنچ جائے تو اس میں سے جو مناسب سمجھے کم کردے، اگر طواف زیارت آدھے سے کم جنابت کی حالت میں کیا اور اپنے اہل وعیال کے پاس واپس لوٹ آیا، تو قربانی واجب ہوگی اور بکری کی قربانی کافی ہے اور اگر ابھی مکہ ہی میں مقیم تھا اور طہارت کی حالت میں اعادہ کرلیا تو واجب شدہ قربانی ساقط ہو جائے گی اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر قربانی کے ایام میں اس کا اعادہ کرلیا، تو قربانی ساقط ہو جائے گی، اور اگر اس کے بعد اعادہ کیا تو ہر پھیرے کے عوض نصف صاع گیہوں کا صدقہ واجب ہو گا (شرح طحاوی باب الحج والعمرہ)

اگر طواف زیارت میں کپڑے پر قدر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی تھی تو کراہت کیساتھ جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہ ہو گا (محیط) اگر طواف صدر بے وضو ہونے کی حالت میں کیا تو اس پر صدقہ واجب ہو گا، یہی اصح ہے اگر طواف زیارت نصف سے کم بلا وضو کیا تھا تب بھی

سب روایات کے بموجب صدقہ واجب ہوگا اور دوبارہ طواف کرنے سے بالاتفاق ساقط ہو جائے گا (سراج الوہاج) اگر طوافِ صدر پورا یا اکثر جنابت کی حالت میں کیا تو قربانی واجب ہوگی، اور اگر اپنے بال بچوں میں چلا آیا تو بکری کی قربانی کافی ہے اگر مکہ میں مقیم تھا اور دوبارہ طواف کر لیا تو قربانی ساقط ہو جائے گی اور تاخیر کی وجہ سے بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہ ہوگا

اگر طوافِ صدر آدھے سے کم جنابت کی حالت میں کیا اور اپنے اہل وعیال میں چلا آیا تو ہر پھیرے کے بدلے نصف صاع گیہوں کا صدقہ واجب ہوگا اور اگر مکہ میں مقیم تھا اور دوبارہ طواف کر لیا تو بالاتفاق صدقہ ساقط ہو جائے گا (شرح طحاوی باب الحج والعمرۃ)

اگر طوافِ صدر پورا یا اکثر چھوڑ دیا تو بکری کی قربانی واجب ہوگی، اور اگر طوافِ صدر میں تین پھیرے چھوڑ دیئے، تو تین فقیروں کو کھانا دینا اس پر واجب ہوگا اور ہر فقیر کو نصف صاع گیہوں صدقہ کرے (کافی) اگر جنابت کی حالت میں طوافِ زیارت کیا تو دوبارہ طواف کرنا اس پر واجب ہے پس اگر ایامِ تشریق کے آخر میں طہارت کی حالت میں طوافِ صدر کر لیا تو طوافِ صدر طوافِ زیارت کے قائم مقام ہو جائے گا اور طوافِ صدر اس کے ذمے باقی رہے گا اور اس کے چھوڑنے کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یہ حکم بلا اختلاف ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طوافِ زیارت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے ایک قربانی اور واجب ہوگی (محیط)

اور اگر طوافِ زیارت بلا وضو کیا اور طوافِ صدر ایامِ تشریق کے آخر میں طہارت کی حالت میں کیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی (تبیین) اگر طوافِ زیارت بلا وضو کیا اور طوافِ صدر جنابت کی حالت میں کیا تو اس پر بالاتفاق دو قربانی لازم ہوں گی، ایک قربانی طوافِ زیارت کی اور ایک قربانی طوافِ صدر کی، اور اگر طوافِ صدر اور طوافِ زیارت دونوں کو چھوڑ دیا، تو اس پر ہمیشہ عورت حرام رہے گی، یہاں تک کہ اس پر واجب ہے کہ پھر لوٹے اور دونوں طوافوں کو ادا کرے اور طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق قربانی واجب ہوگی اور طوافِ صدر کے تاخیر کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، اور اگر صرف طوافِ زیارت چھوڑ دیا اور طوافِ صدر کر لیا، تو طوافِ زیارت کے قائم مقام ہو جائے گا اور طوافِ صدر کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر طوافِ زیارت آدھے سے زیادہ چھوڑ دیا، مثلاً تین پھیرے لگائے اور طوافِ صدر کر لیا، تو طوافِ صدر کے چار پھیرے طوافِ زیارت میں لگ جائیں گے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ایک قربانی طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے اس پر واجب ہوگی، اور تمام فقہا کے قول کے مطابق ایک قربانی طوافِ صدر کے چار پھیرے چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگی

اگر طوافِ زیارت میں تین پھیرے چھوڑ دیئے تو دو صدقے واجب ہوں گے ایک صدقہ تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگا اور دوسرا طوافِ زیارت میں تین پھیرے چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگا، اگر طوافِ زیارت اور طوافِ صدر دونوں میں سے چار چار پھیرے چھوڑ دیئے تو طوافِ زیارت سمجھا جائے گا اور کل چھ پھیرے ہوں گے اور طوافِ زیارت میں ایک پھیرا باقی رہنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی، اور طوافِ صدر چھوڑنے کی وجہ سے بھی قربانی لازم ہوگی اور اگر طوافِ زیارت اور طوافِ صدر میں سے ہر ایک کے چار چار پھیرے کئے تو طوافِ زیارت کی کمی طوافِ صدر سے پوری کی جائے گی اور ایک صدقہ طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے اور ایک صدقہ طوافِ صدر کی کمی کی وجہ سے واجب ہوگا، اگر طوافِ زیارت کے چار پھیرے کئے اور طواف صدر نہ کیا، تو ہمارے نزدیک اس کا حج جائز ہوگا اور اس پر دو بکریوں کی قربانی واجب ہوگی ایک بکری طوافِ زیارت کی کمی کی وجہ سے اور دوسری بکری طوافِ صدر چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگی یہ دونوں قربانیاں آئندہ سال بھیجے اور منیٰ میں ذبح کی جائیں (فتاوی قاضی خاں) اگر طوافِ قدوم بلا وضو کیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر جنابت کی حالت میں کیا تو بکری کی قربانی لازم ہوگی (سراج الوہاج) غایۃ البیان میں مذکور ہے، اگر طوافِ قدوم

بلا وضو کیا، اور اکڑ کر چلا اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو جائز ہے، اور افضل یہ ہے کہ طواف زیارت کے بعد سعی اور رمل (اکڑ کر چلنا) دوبارہ کرے، اگر طوافِ قدوم جنابت کی حالت میں کیا، اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور اکڑ کر چلا تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے اور اکڑ کر چلے (بحر الرائق)

اگر عمرہ کا طواف بلا وضو یا جنابت کی حالت میں کیا تو جب تک مکہ میں مقیم ہے، طواف کا اعادہ کرے، اور اگر اپنے اہل وعیال کے پاس آگیا اور طواف کا اعادہ نہ کیا تو بے وضو طواف کرنے کی صورت میں قربانی لازم ہوگی اور جنابت کی حالت میں استحساناً ایک بکری کافی ہے (محیط) جس شخص نے عمرہ کا طواف اور سعی بلا وضو کی پس جب تک مکہ میں مقیم ہے دونوں کا اعادہ کرے، اور اگر دونوں کا اعادہ کرلیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اعادہ سے پہلے اپنے اہل وعیال میں چلا گیا، تو طہارت چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی اور پھر مکہ کو واپس جانے کا حکم نہ کیا جائے گا اس لئے کہ رکن ادا کرنے سے وہ احرام سے نکل جائے گا اور سعی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تب بھی صحیح قول کے مطابق یہی حکم ہے (ہدایہ)

اگر طوافِ زیارت کیا اور اس کا ستر کھلا ہوا تھا، تو جب تک مکہ میں ہے اس کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا تو قربانی واجب ہوگی (اختیار شرح مختار) اگر صفا اور مروہ کے درمیان سعی چھوڑ دی، تو قربانی لازم ہوگی اور اس کا حج پورا ہو جائے گا (قدوری) اگر جنابت، حیض یا نفاس کی حالت میں سعی کی تو اس کی سعی درست ہوگی، اگر احرام سے باہر نکلنے اور صحبت کے بعد یا حج کے زمانہ کے بعد سعی کی تب بھی یہی حکم ہے (سراج الوہاج)

اگر سواری پر طواف کیا، یا اس طرح طواف کیا کہ دوسرا اسے اٹھائے ہوئے تھا، یا صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی ان ہی دو صورتوں میں سے کسی صورت میں کی تو اگر یہ عذر کی بناء پر تھا تو جائز ہے اور کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کوئی عذر نہ تھا تو جب تک مکہ میں ہے اس کا اعادہ کرے اور جب اہل وعیال میں چلا گیا، تو ہمارے نزدیک اس کے لئے قربانی کرے (محیط) جو شخص عرفات سے امام کے جانے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے چلا گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی، اور اگر غروب کے بعد گیا، تو کچھ واجب نہ ہوگا اگر غروب سے پہلے لوٹ آیا تو صحیح قول کے مطابق قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر غروب ...... کے بعد لوٹا تو ظاہر روایت کے مطابق ساقط نہ ہوگی، اس میں فرق نہیں ہے کہ وہاں اپنے ارادہ اور اختیار سے جائے یا اونٹ کے بدکنے کی وجہ سے چلا جائے (سراج الوہاج) اگر کسی شخص نے مزدلفہ میں وقوف نہ کیا، تو اس پر قربانی واجب ہوگی (ہدایہ) اگر تینوں جمروں میں سے کسی جمرہ پر کنکریاں نہ ماریں یا صرف ایک جمرہ پر کنکریاں ماریں، یا قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں نہ ماریں تو ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کچھ کنکریاں نہ ماریں تو ہر کنکری کے بدلے نصف صاع گیہوں کا صدقہ کرے، لیکن اگر اس کی قیمت ایک بکری کے برابر پہنچ جائے تو اس میں سے جو مناسب سمجھے کم کردے (اختیار شرح مختار)

قاعدہ کلیہ حج کے افعال میں سے جس فعل کو اپنے موقعہ سے موخر کرے گا تو بکری کی قربانی واجب ہوگی، مثلاً ایک شخص حرم سے نکلا اور اس نے اپنے سر کے بال منڈوائے، خواہ حج کے لئے سر کے بال منڈوائے ہوں، یا عمرہ کے لئے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ..... قربانی واجب ہوگی، اور اگر قارن اور متمتع ذبح سے پہلے سر کے بال منڈوالیں، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو قربانیاں واجب ہوں گی اور حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ایک قربانی واجب ہوگی (بحر الرائق)

نواں باب

شکار کے احکام

شکار کی تعریف اور دو قسمیں شکار سے مراد وہ جانور ہے جو اصل پیدائش میں وحشی ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں،

بری (خشکی کا) شکار ایک بری یعنی خشکی کا شکار اور اس سے مراد جانور ہے جس کی پیدائش خشکی میں ہو

بحری شکار اور دوسرے بحری اس سے مراد وہ جانور ہے جس کی پیدائش پانی میں ہو اس لئے کہ اس میں اصل پیدائش کی جگہ ہے اور اس کے بعد خشکی یا پانی میں رہنا عارضی ہے۔ پس اس سکونت سے اصل متغیر نہیں ہوتی محرم (صاحب احرام) پر بری شکار حرام ہے، بحری شکار حرام نہیں ہے (تبیین) اگر صاحب احرام کسی جانور کا شکار کرے تو اس پر جزا واجب ہوگی (متون میں لکھا ہے) اپنے ارادہ اور قصد سے شکار کرنا، یا بھولے سے شکار کرنا، یا خطا سے شکار کرنا برابر ہے خواہ اس نے پہلی بار شکار کیا ہو یا دوسری بار (سراج الوہاج) اور پہلی بار حج کرنے والا اور حج کا اعادہ کرنے والا برابر ہے (تبیین) شکار کسی کی ملک ہو یا مباح دونوں برابر ہیں (محیط)

شکار کی جزا شکار کی جزا وہ قیمت ہوگی، جو دو عادل شخص اس جگہ اسی زمانہ میں جس میں اس کا شکار کیا ہے تجویز کریں اس لئے کہ جگہ اور زمانہ کے بدلنے سے قیمت بدلجاتی ہے، اگر ایسا جنگل ہو، جہاں شکار فروخت نہیں ہو سکتا تو جو موضع اس سے سب سے زیادہ قریب ہے، جہاں شکار فروخت ہو سکتا ہے وہاں کی قیمت کا اعتبار کریں گے (تبیین) قیمت میں اسے اختیار ہے، چاہے اس سے کوئی قربانی خرید کر ذبح کرے، بشرطیکہ اس کی قیمت قربانی کے برابر ہو، یا غلہ خرید کر صدقہ کردے، ہر فقیر کو نصف صاع گیہوں، یا ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو صدقہ کرے یا روزے رکھے (کافی) اگر روزے رکھنے کا ارادہ کرے تو شکار کی قیمت کا اناج سے اندازہ کرے اور ہر نصف صاع کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے، اب اگر اناج میں سے جو باقی بچا وہ نصف صاع سے کم ہے تو اسے اختیار ہے، چاہے تو اس کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھ لے اور یا اس کو صدقہ کردے (ایضاح) اور اگر شکار کی قیمت ایک فقیر کے کھانے سے کم ہے تو اسے اختیار ہے چاہے اس اناج کا صدقہ کردے یا اس کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھ لے (کافی)

اور اگر مارے ہوئے شکار کے بدلے قربانی ذبح کرنے کا ارادہ ہو تو حرم میں ذبح کرے اور اس کا گوشت فقیروں پر صدقہ کردے اور اگر اس کے بدلے اناج دینا چاہے، تو نہیں بھی دے سکتا ہے یہی حکم روزہ کا ہے (یعنی کسی بھی جگہ روزہ رکھ سکتا ہے) (تبیین) اگر قربانی حرم سے باہر ادا کی تو ادا نہ ہوگی، لیکن اگر ہر فقیر کو اتنا گوشت دیا جس کی قیمت نصف صاع گیہوں کے برابر ہو تو کھانے کا صدقہ ادا ہو جائے گا، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے اور اگر اتنی قیمت نہیں ہے تو اس کو پورا کرے

اگر قربانی ذبح کرنے کے بعد گوشت چوری ہو گیا اور قربانی حرم میں ذبح کی تھی تو اس پر اس کا بدل واجب نہیں ہے اور اگر حرم سے باہر ذبح کی تھی تو اس کا بدل واجب ہوگا (محیط) اگر شکار کے بدلے قربانی دینے کا ارادہ کیا اور قربانی خرید کر کچھ دام باقی بچے اور وہ اتنے نہیں ہیں کہ ان پیسوں سے کوئی قربانی خریدی جا سکے تو اسے اختیار ہے چاہے تو ہر نصف صاع گیہوں کی قیمت کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے یا اس کا اناج خرید کر فقیروں کو صدقہ کردے ہر فقیر کو نصف صاع گیہوں دے اور اگر نصف صاع سے کم باقی بچا تو ایک دن کا روزہ رکھے

یا اس کا صدقہ کردے، اور اگر اس کی قیمت دو قربانی کے برابر ہو، تو اسے اختیار ہے چاہے دو قربانی ذبح کردے، یا دونوں کے بدلہ اناج کا صدقہ کردے، یا دونوں کے بدلے روزے رکھ لے یا ایک قربانی ذبح کرے اور دوسرے کے بدلے جو کفارہ مناسب سمجھے ادا کرے، یا ایک قربانی کرے اور دوسری کے بدلے کچھ روزے رکھے اور کچھ صدقہ کرے (تبیین)

حرم اور حل کے شکار کی جزا برابر ہے

اگر محرم نے حرم میں کسی چیز کا شکار کیا تو اس پر وہی واجب ہوگا، جو حرم کے باہر شکار کرنے سے واجب ہوتا ہے اور حرم کی وجہ سے کچھ اور واجب نہ ہوگا (نہایہ) جو شخص احرام سے باہر نکلگیا اور اس نے حرم کے کسی جانور کا شکار کیا، تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو محرم کا ہے، لیکن اس کے لئے روزے رکھنے کافی نہ ہوں گے،

قارن پر دوگنی جزا واجب ہے

قارن نے اگر کسی جانور کا شکار کرلیا، تو دوگنی جزا واجب ہوگی (شرح طحاوی) اگر کسی نے کسی ایسے جانور کا شکار کیا، جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، جیسے درندے جانور (بھیڑیا چیتا، شیر) تو اس پر بھی جزا واجب ہوگی اور یہ جزا ایک بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہوگی، اگر کسی درندے نے محرم پر حملہ کیا اور اس نے اس جانور کو مار ڈالا تو محرم پر کچھ لازم نہ ہوگا، یہی حکم اس صورت میں ہے اگر شکار محرم پر حملہ کرے اور اس کو مار ڈالے، (یعنی جزا لازم نہ ہوگی) (سراج الوہاج) محرم نے اگر کسی کے تعلیم یافتہ باز کو مار ڈالا، تو تعلیم یافتہ باز کی قیمت جتنی بھی ہو اس کے مالک کو دینی پڑے گی اور غیر تعلیم یافتہ باز کی قیمت بطور حق اللہ اس پر مزید واجب ہوگی

ایک اصول

ہر وہ شکار جو کسی کا مملوک ہو، پلا ہوا ہو اور سدھا ہوا ہو اگر کوئی محرم اس کو مار ڈالے، تو تعلیم یافتہ جانور کی قیمت مالک کو اور غیر تعلیم یافتہ جانور کی قیمت بطور حق اللہ اس پر واجب ہوگی (شرح طحاوی) اسی طرح اگر غیر محرم کسی شخص کے مملوکہ تعلیم یافتہ شکار کو حرم میں مار ڈالے تب بھی یہی حکم ہے (محیط سرخسی باب قتل الصید) محرم نے اگر کسی شکار کو زخمی کردیا اور وہ مرگیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ اچھا ہوگیا اور کچھ اثر باقی نہ رہا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کچھ اثر باقی رہا تو اس کی قیمت میں جس قدر نقصان آگیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ جانور مرگیا، یا اچھا ہوگیا تو استحساناً پوری قیمت لازم ہوگی (محیط سرخسی) اگر زخمی کرنے کے بعد اس کو مردہ پایا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی اور سبب سے مرا ہے تو صرف زخم کا ضامن ہوگا (نہر الفائق) اگر کسی شکار کو زخمی کردیا، یا اس کے بال اکھاڑے، یا کوئی عضو کاٹ لیا، تو اس وجہ سے اس کی قیمت میں جو نقصان آگیا ہے اس کا ضامن ہوگا، اگر کسی پرندے کا بازو اکھاڑ لیا، یا کسی پرندے کے پاؤں کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا تو پوری قیمت لازم ہوگی (ہدایہ) اگر محرم نے کسی شکار کا انڈا توڑ دیا اور وہ گندہ نکلا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر درست ہے، تو ہمارے نزدیک اس کی قیمت کا ضامن ہوگا (نہایہ) اگر کسی شکار کے انڈے کو بھونا تو تب بھی یہی حکم ہے ---- (محیط سرخسی) اگر کسی شکار کو زخمی کیا اور اس کا کفارہ دے دیا، پھر اس کو مار ڈالا تو دوسرا کفارہ واجب ہوگا، اور اگر قتل کرنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں کیا تو قتل کا کفارہ اور زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان ہوگیا تھا وہ واجب ہوگا (محیط) اور اگر پہلے شکار کو اتنا زخمی کردیا کہ وہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا اور پھر اس کے بعد مار ڈالا، تو کیا دوسری جزا اس پر واجب ہوگی شریعت میں ہے کہ اگر جزا ادا کرنے سے پہلے مار ڈالا تو دوسری جزا واجب نہ ہوگی (سراج الوہاج)

غیر محرم نے حرم کے شکار کو زخمی کیا، پھر اس کی قیمت بال یا بدن کی وجہ سے بڑھ گئی اور پھر زخم کی وجہ سے وہ مرگیا، تو زخمی ہونے کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے اس کا ضامن ہوگا اور مرنے کے دن جو اس کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور اگر زخمی کرنے کے بعد اس کی قیمت بال یا بدن کی وجہ سے گھٹ گئی اور وہ اسی زخم کی وجہ سے مرگیا تو جو اس کے زخمی ہونے کے دن قیمت تھی وہ واجب ہوگی

اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد اس کی قیمت حرم میں بال یا بدن کی وجہ سے بڑھ گئی، پھر اس زخم کی وجہ سے مرگیا، تو اس زیادتی کا ضامن ہوگا جس طرح کفارہ دینے سے پہلے اس کا حکم تھا،

اگر محرم نے حرم سے باہر کسی شکار کو زخمی کیا، پھر وہ احرام سے نکل گیا اور شکار کی قیمت بال یا بدن کی وجہ سے بڑھ گئی، تو زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان ہوا تھا وہ دینا پڑے گا اور اس کے علاوہ مرنے کے دن جو اس کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور اگر قیمت زیادہ ہونے سے پہلے فدیہ دے چکا تھا تو زیادتی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ ابھی تک محرم ہے تو فدیہ دینے کے بعد بھی زیادتی کا ضامن ہوگا،

اور اگر شکار اس کے قبضہ میں ہے اور اس کے زخمی کرنے کا فدیہ دے دیا، پھر اس کے بعد وہ مرگیا تو از سر نو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا جو مرنے کے دن تھی، غیر محرم نے حرم کے شکار کو زخمی کیا، لیکن اس میں بچنے کی قوت باقی تھی، پھر کسی دوسرے محرم نے اسی طرح اس کو زخمی کیا اور ان دونوں زخموں سے وہ مرگیا تو پہلے شخص پر صرف قیمت کا وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے لازم آتا ہے اور دوسرے شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا جو زخمی شکار کو پھر زخمی کرنے کی وجہ سے لازم آتا ہے اور پھر جو اس کی قیمت باقی بچے گی وہ دونوں پر نصف نصف واجب ہوگی، اگر پہلے شخص نے اس کا ہاتھ یا پیر کاٹ دیا تو پہلا شخص اس کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا خواہ وہ مرجائے یا نہ مرے اور دوسرا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا، جو اس کے کاٹنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی لازم آتی ہے اور اگر وہ مرگیا تو دوسرے شخص پر وہ نصف قیمت واجب ہوگی جو دو زخموں کی حالت میں تھی اور اگر پہلے شخص کے زخمی کرنے کے بعد اور دوسرے شخص کے زخمی کرنے کے درمیان اس کی قیمت زیادہ ہوگئی پھر وہ شکار مرگیا، تو اس کے زخمی کرنے کی وجہ سے جو اس کی قیمت کم ہوگئی ہے اس کمی اور نقصان کا پہلا شخص ضامن ہوگا اور قیمت کی زیادتی اس کے ذمے نہ ہوگی نیز اس پر شکار کے مرنے کے دن کی وہ بڑھی ہوئی قیمت واجب ہوگی جو دوسرے زخم کی حالت میں تھی اور دوسرا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا، جو اس کے زخمی کرنے کی وجہ سے قیمت میں لازم آیا ہے اور بڑھی ہوئی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، اور اس کے علاوہ دوسرے شخص پر اس کی وہ نصف قیمت بھی واجب ہوگی جو مرنے کے دن دو زخموں کی حالت میں تھی،

اور اگر دوسرے شخص نے اس کو مار ڈالا یا اس کی آنکھ پھوڑ دی، تو وہ اس ان قیمت کا ضامن ہوگا، جو پہلے زخم کی حالت میں تھی اگر پہلے شخص نے ایسا زخمی کیا تھا کہ وہ ہلاک نہ ہوتا اور دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے اور ان دونوں کی وجہ سے وہ مرگیا، تو پہلا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا، جو تندرست شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے قیمت میں لازم آیا ہے اس کے علاوہ ایسی نصف قیمت کا بھی وہ ضامن ہوگا، جو دو زخموں کی حالت میں تھی اور دوسرا شخص اس قیمت کا ضامن ہوگا، جو پہلے زخم کی حالت میں تھی، خواہ وہ مرجائے یا نہ مرے اور اگر دونوں شخص صاحب احرام تھے تب بھی یہی حکم ہے لیکن قیمت دونوں پر پوری پوری واجب ہوگی (کافی) اگر دو محرم حرم سے باہر یا حرم کے اندر کسی چیز کا شکار کریں تو ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی، اسی طرح اگر ایک شکار کو مارنے میں بیس احرام والے شریک ہوں تو ہر ایک پر پوری جزا لازم ہوگی (شرح طحاوی) اگر محرم کے ساتھ شکار کرنے میں کوئی لڑکا یا کافر شریک تھا تو لڑکے اور کافر پر کچھ واجب نہ ہوگا اور صاحب احرام پر پوری جزا لازم ہوگی

اگر دو غیر احرام والے حرم میں کسی شکار کو ایک ضرب سے مار ڈالیں تو ہر شخص پر نصف قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک جماعت ایک ضرب سے قتل کرے تو اس جماعت میں جتنے لوگ ہیں، اتنے ہی اس کی قیمت کے حصے لگا کر ہر شخص پر ایک ایک حصہ واجب ہوگا اگر ایک شخص نے ایک ضرب لگائی اس کے بعد دوسرے شخص نے دوسری ضرب لگائی تو ہر شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا، جو ضرب کی وجہ سے اس کی قیمت میں لازم آیا ہے پھر ہر ایک شخص پر دو ضربوں کی حالت میں جو اس کی قیمت ہے اس کا نصف واجب ہوگا

اور اگر غیر احرام والے شخص کے ساتھ کسی چیز کے شکار کرنے میں کوئی احرام والا شریک تھا تو صاحب احرام پر پوری قیمت اور غیر احرام والے پر نصف قیمت جو اس کی دو ضربیں لگنے کی حالت میں تھی واجب ہوگی اگر غیر احرام والے نے حرم میں ایک شکار پکڑا اور دوسرے غیر احرام والے نے اس کے ہاتھ میں شکار کو مار ڈالا، تو ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی اور شکار پکڑنے والا شکار مارنے والے سے اپنے نقصان کا رجوع کرے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر غیر احرام والے اور قارن دونوں نے حرم میں کسی شکار کو مار ڈالا، تو غیر احرام والے پر نصف قیمت اور قارن پر دو چند قیمت واجب ہوگی اگر غیر محرم ایک مفرد اور ایک قارن تینوں نے شریک ہوکر حرم کے شکار کو مار ڈالا، تو غیر محرم پر تہائی قیمت اور مفرد (صرف حج کرنے والے پر) پوری قیمت اور قارن پر دوگنی قیمت واجب ہوگی، اس قیاس پر بہت سے مسائل متفرع ہیں (شرح طحاوی)

اگر شکار کے مارنے میں غیر احرام والے نے ابتدا کی، پھر مفرد نے اور اس کے بعد قارن نے مارا اور وہ جانور مر گیا تو غیر احرام والے شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا، جو تندرست شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں لازم آیا ہے اسکے علاوہ تین زخموں کی حالت میں شکار کی جو قیمت ہے، اس کی تہائی اس پر واجب ہوگی اور مفرد پر وہ نقصان واجب ہوگا، جو زخمی شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں لازم آیا ہے، اور تین زخموں کی حالت میں شکار کی جو قیمت ہے وہ اس پر واجب ہوگی اور قارن پر وہ نقصان واجب ہوگا، جو دو زخم والے شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں لازم آیا ہے اور تینوں زخموں کی حالت میں شکار کی جو قیمت ہے وہ دو چند واجب ہوگی

اگر پہلے شخص نے شکار کا ہاتھ توڑ دیا، پیر یا بازو کاٹ دیا اور دوسرے شخص نے دونوں آنکھیں پھوڑ دیں، تو پہلے شخص پر تندرست شکار کی قیمت واجب ہوگی اور دوسرے شخص پر پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت ہے وہ واجب ہوگی اور قارن پر دو زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت ہو وہ دو چند واجب ہوگی (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر عمرہ کے احرام میں کسی شکار کو ایسا زخمی کیا، جس سے وہ ہلاک نہ ہوا، پھر عمرہ کے ساتھ حج کا احرام بھی شامل کرلیا اور دوبارہ اس کو زخمی کیا اور ان سب زخموں کی وجہ سے وہ مر گیا تو عمرہ کی وجہ سے اس پر تندرست جانور کی قیمت واجب ہوگی اور حج کی وجہ سے وہ قیمت واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں تھی، اگر وہ عمرہ کے احرام سے باہر ہوگیا، پھر حج کا احرام باندھا، پھر دوبارہ اس شکار کو زخمی کیا، تو عمرہ کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو دوسرے زخم کی حالت میں تھی اور حج کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی، جو پہلے زخم کی حالت میں تھی، اگر عمرہ کے احرام سے نکلکر حج اور عمرہ کے قران کا احرام باندھا پھر شکار کو زخمی کیا اور وہ مر گیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو دوسرے زخم کی حالت میں تھی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت ہے اس کی دو چند واجب ہوگی

اور اگر پہلا زخم ہلاک کرنے والا تھا، مثلاً اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہے، تو عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت واجب ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت میں اس کی جو قیمت ہے اس کی دو چند واجب ہوگی اور اگر دوبارہ بھی اس کا ہاتھ کاٹا تھا، تو پہلے زخم کی حالت میں جو واجب ہوا تھا اس مرتبہ بھی وہی واجب ہوگا (محیط سرخسی)

اگر صرف عمرہ کرنے والے نے کسی شکار کو زخمی کیا اور پھر کسی غیر احرام والے نے بھی اس کو زخمی کیا، پھر صرف عمرہ کرنے والے نے اس میں حج کا احرام بھی شامل کرلیا اور پھر اس کو زخمی کیا اور ان سب زخموں سے وہ شکار مر گیا، تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو غیر احرام والے شخص کے زخمی کرنے کی حالت میں شکار کی قیمت تھی اور حج کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو سب زخموں کی حالت میں اس کی قیمت تھی اور غیر احرام والا اس نقصان کا ضامن ہوگا، جو پہلے زخم کی حالت میں دوبارہ زخمی کرنے سے اس کی قیمت میں لازم آیا ہے اس کے علاوہ تینوں زخموں کی حالت میں جو قیمت ہے وہ نصف اس پر واجب ہوگی اور اگر زخمی کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر نکل گیا، پھر غیر احرام والے نے اس کو زخمی کیا، پھر پہلے شخص نے قران کیا اور اسی حالت میں اس کو دوبارہ زخمی کیا اور وہ جانور

مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا، جو اخیر کے دو زخموں کی حالت میں شکار کی قیمت تھی، اور قران کی وجہ سے پہلے دو زخموں کی حالت میں جو شکار کی قیمت ہو اس کی دوچند واجب ہوگی، اسی طرح غیر احرام والے کا بھی حکم نہیں بدلے گا اور اگر یہ سب زخم ہلاک کرنیوالے تھے جیسے ہاتھ پیر کاٹنا اور آنکھیں پھوڑنا وغیرہ تو عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت لازم ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے دو زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی اس کی دوچند واجب ہوگی، اور غیر احرام والے شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا، جو زخمی شکار کو زخمی کرنے کی وجہ کر لازم آیا ہے اس کے علاوہ تینوں زخموں کی حالت میں جو شکار کی قیمت ہے اس کی نصف اس پر واجب ہوگی (کافی)

تنبیہ

اگر کئی جانوروں کو مارا تو اسی طرح کئی جزائیں واجب ہوں گی لیکن اگر شکار کرنے سے احرام سے باہر ہونے یا احرام کو توڑنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ حکم نہیں ہے جب کہ اصل میں مذکور ہے، اگر صاحب احرام نے بہت سے شکار کئے اور یہ ارادہ کیا کہ وہ (اس کی وجہ سے) احرام سے نکلجائے گا، یا احرام کو توڑ دے گا، تو ان تمام شکاروں کی وجہ سے اس پر ایک قربانی لازم ہوگی اس لئے کہ اس نے احرام سے نکلنے کا ارادہ کیا ہے احرام کی حالت میں گناہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا، اور احرام سے جلد باہر ہونے کی صورت میں ایک ہی قربانی لازم ہوتی ہے (بحر الرائق) اور اگر سبب پیدا کرنے کی وجہ سے شکار کا قتل کرنے والا قرار پایا، تو دیکھیں گے اگر سبب پیدا کرنے میں شریعت کے حکم سے تجاوز کیا ہے تو قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر شریعت کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی تو قیمت کا ضامن نہ ہوگا (مثلاً) اگر ایک شخص نے جال لگایا اور اس میں کوئی جانور پھنسکر مرگیا، یا پانی کے لئے گڑھا کھودا اور اس میں کوئی شکار گر کر مرگیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر محرم نے کسی احرام والے یا غیر احرام والے کے ساتھ شکار کرنے میں تعاون کیا تو قیمت کا ضامن ہوگا (بدائع) جس طرح محرم پر شکار کا مار ڈالنا حرام ہے اسی طرح شکار کا بتانا

شکار کے بتانے پر جزا کب لازم ہوگی

شکار کے بتانے پر جو جزا لازم ہوتی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے وہ اس سے پہلے اس شکار سے واقف نہ ہو اور اس کے بتانے کو سچ جانے (چنانچہ) اگر اس کے بتانے کو جھوٹ جانا پھر وہی شکار کسی دوسرے شخص نے بتایا اور اس کا یقین کرلیا تو جس شخص کے قول کو جھوٹ جانا ہے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا

اس سلسلہ میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے جب وہ شکار کرے تو بتانے والا احرام کی حالت میں ہو اور اگر بتانے والا احرام سے نکل چکا تھا، پھر اس شخص نے جس شکار کو بتایا تھا قتل کیا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا

اور ایک **شرط** یہ ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے وہ اس شکار کو وہیں پکڑے جہاں اس نے بتایا تھا اور اگر وہ شکار اس جگہ سے چلا گیا پھر دوسری جگہ اس نے پکڑ کر قتل کیا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا (سراج الوہاج) اگر ایک محرم نے دوسرے محرم کو شکار بتایا تو دونوں شخصوں پر پوری جزا لازم ہوگی اور اگر احرام والے نے کسی غیر احرام والے کو شکار بتایا اور اس نے شکار مار ڈالا تو بتانے والے پر اس کی قیمت لازم ہوگی اور غیر احرام والے پر کچھ لازم نہ ہوگا (محیط) اگر غیر احرام والے نے کسی احرام والے یا غیر احرام والے کو شکار بتایا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور شکار مارنے والے پر جزا لازم ہوگی (محیط سرخسی)

اگر کسی شکار کی طرف اشارہ کیا، تو جس شخص کو اس نے اشارہ سے بتایا ہے اگر وہ اس کے اشارہ کرنے سے پہلے ہی شکار کو جانتا تھا یا دیکھ لیا تھا تو اشارہ کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اس کا یہ فعل مکروہ شمار کیا جائے گا (بدائع) اور اگر محرم نے کسی دوسرے محرم کو شکار بتایا اور اس کو مار ڈالنے کا حکم کیا اور دوسرے نے تیسرے کو حکم کیا اور تیسرے شخص نے مار ڈالا تو ان میں سے ہر شخص پر پوری پوری جزا لازم ہوگی،

اور اگر ایک محرم نے دوسرے محرم کو کسی شکار کی خبر دی لیکن اس کو شکار نظر نہ آیا، پھر دوسرے محرم نے اس شکار کی خبر دی اس نے پہلے شخص کی بات کو نہ سچ جانا نہ جھوٹ. پھر شکار کو تلاش کر کے مار ڈالا تو ان میں سے ہر شخص پر جزا لازم ہوگی اور اگر محرم نے

ایک محرم کو ایک محرم کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس سے جا کر کہنا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اس جگہ پر شکار ہے پس اس شخص نے جا کر شکار مار ڈالا تو قاصد اور بھیجنے والے اور قاتل تینوں میں سے ہر شخص پر شکار کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر جس شخص کے پاس پیغام بھیجا تھا اس نے پہلے ہی سے شکار دیکھ لیا تھا یا اس سے واقف تھا تو قاتل کے سوا کسی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور قاتل پر جزا لازم ہوگی

اور اگر محرم نے شکار کیطرف اشارہ کر کے کسی شخص سے کہا کہ اس شکار کو گھونسلے میں سے پکڑ لاؤ اور اشارہ کرنے والے کو ایک ہی شکار نظر آیا تھا پس وہ شخص گیا اور اس نے اس شکار کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ایک دوسرے شکار کو اسی گھونسلے میں سے اور پکڑا تو حکم کرنے والے پر صرف اسی شکار کی جزا لازم ہوگی جس کا اس نے حکم کیا تھا اور دوسرے شکار کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا

اور اگر محرم نے شکار کو ایسی جگہ دیکھا جہاں تیر مارنے کے علاوہ کسی طرح اس پر قابو نہیں پا سکتا اور ایک دوسرے محرم نے تیر کمان بتائی اور دی اور اس نے تیر سے اس کو مار دیا تو ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی (محیط) اور اگر کسی محرم سے چھری مانگ کر شکار کو مار ڈالا تو محرم پر جزا لازم نہ ہوگی لیکن اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ شخص چھری دینے کے بغیر بھی ذبح کر سکتا ہو اور اگر اس کے چھری دینے کے بغیر ذبح پر قادر نہیں تھا تو محرم قیمت کا ضامن ہوگا (محیط سرخسی)

چند احرام والے مکہ میں کسی گھر میں اترے اور اس گھر میں چڑیاں اور کبوتر تھے اور ان میں سے تین نے چوتھے سے دروازہ بند کر دینے کا حکم کیا اور اس نے دروازہ بند کر دیا اور وہ سب منیٰ کو چلے گئے اور جب وہاں سے لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ جانور پیاس کی وجہ سے مر گئے تو ہر شخص پر جزا لازم ہوگی (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

مُحْرِم پر شکار کا چھوڑنا واجب ہے

اگر محرم کسی شکار کو پکڑے تو اس کا چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، خواہ اس کے ہاتھ میں ہو، یا پنجرہ میں اس کے ساتھ ہو، یا گھر میں ہو اور اگر دوسرے محرم نے اس کے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ شکار کرنے والا اس کا مالک نہ بنا تھا، اور اگر دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ میں قتل کر دیا تو دونوں میں سے ہر شخص پر جزا لازم ہوگی اور ہمارے تینوں اصحابؒ کے نزدیک پکڑنے والے کو اختیار ہے کہ جو اس پر کفارہ واجب ہوا ہے وہ قاتل سے وصول کرے، غیر احرام والے نے ایک شکار پکڑا پھر شکار کو ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا کہ اسی حالت میں اس نے احرام باندھ لیا تو شکار کا چھوڑ دینا اس پر واجب ہے اور اگر اس نے نہ چھوڑا اور وہ اس کے ہاتھ میں مر گیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا (بدائع) اور چھوڑ دینے کی وجہ سے شکار اس کی ملکیت سے نہ نکلے گا، یہاں تک کہ اگر چھوڑ دینے کے بعد دوسرے شخص نے اس کو پکڑ لیا تو یہ احرام سے نکلنے کے بعد اس سے وصول کر سکتا ہے (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک) اور اگر دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھوڑنے والا مالک کو قیمت دے گا اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور اگر شکار پنجرہ کے اندر اس کے ہاتھ میں ہے یا اس کے گھر میں ہے تو ہمارے نزدیک اس کا چھوڑنا واجب نہیں ہے (بدائع)

ایک شخص حرم میں شکار لے کر داخل ہوا، اگر وہ واقعہ اس کے ہاتھ میں ہے تو حرم میں اس کا چھوڑ دینا واجب ہے اور اگر حقیقتاً اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، مثلاً سامان میں ہے، یا پنجرہ میں ہے تو اس پر چھوڑنا واجب نہیں ہے (کفایہ) اگر احرام باندھا اور اس کے ہاتھ میں پنجرہ کے اندر شکار ہے، یا احرام باندھا اور پنجرہ میں شکار ہے اور حرم میں اس کو داخل نہیں کیا تو ہمارے نزدیک اس کا چھوڑ دینا واجب نہیں ہے (شرح طحاوی) اگر ایک شخص حرم میں باز لے کر داخل ہوا اور اس کو چھوڑ دیا اور اس نے حرم کے کسی کبوتر کو مار دیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (محیط سرخسی) باب قتل الصید) اگر غیر احرام والے نے کسی غیر احرام والے کا شکار غصب کر لیا، پھر غاصب نے احرام باندھا اور شکار اس کے ہاتھ میں ہے تو اس کا چھوڑ دینا اس پر لازم ہے اور اس کی قیمت مالک کو دے گا اور اگر اس نے مالک کے حوالہ کر دیا تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا

گا. لیکن اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا، اور اس پر جزا واجب ہوگی (محیط سرخسی فصل ازالۃ الابن عن الصید) حرم میں داخل ہونے کے بعد کسی نے شکار فروخت کیا، تو اگر شکار مشتری کے پاس باقی ہے تو اس سے پہلے کا رد کرنا واجب ہوگا اور اگر مر گیا تو اس کی قیمت واجب ہوگی، اسی طرح اگر محرم شکار کو فروخت کرے تب بھی یہی حکم ہے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ حرم کے اندر فروخت کرے یا وہاں سے نکالنے کے بعد حرم کے باہر فروخت کرے، اگر دو شخص غیر محرم حرم کے اندر شکار کی خرید و فروخت کریں اور شکار حرم سے باہر ہے، تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے، اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اگر غیر محرم نے حرم کے شکار کو ذبح کر لیا تو قیمت کا صدقہ کرے روزے رکھنا کافی نہیں ہے اور بطور جزا قربانی کرنے میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز نہیں اور ظاہر روایت کے مطابق جائز ہے (تبیین)

غیر احرام والے نے اگر حرم کا شکار ذبح کیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور احرام والا اگر حرم سے باہر یا حرم کے اندر ذبح کرے تو وہ مردار ہوگا اس لئے کہ محرم احرام کی بناء پر ذبح کا اہل نہیں ہے اور اس پر جزا واجب ہوگی (سراجیہ) محرم نے تیر سے کسی شکار کو مارا، یا کتّے یا تعلیم یافتہ باز کو چھوڑا، اور اس نے شکار مار ڈالا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور اس پر جزا واجب ہوگی، اور اگر محرم نے ایسے شکار میں سے کھایا جس کو خود ذبح کیا ہے تو اگر جزا ادا کرنے سے پہلے کھایا تو جو کچھ کھایا ہے اس کا کفارہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا اور اس پر ایک ہی جزا لازم ہوگی اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد کھایا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو کھایا ہے اس کی قیمت واجب ہوگی اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک توبہ و استغفار کے علاوہ اور کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اس گوشت میں سے کسی غیر محرم یا محرم نے کھایا، تو توبہ و استغفار کے علاوہ بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہے (شرح طحاوی)

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ محرم اس شکار کا گوشت کھائے، جس کو کسی غیر محرم نے شکار کر کے ذبح کیا ہو، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ احرام والے نے اس کو نہ شکار بتایا اور نہ ذبح کرنے یا شکار کرنے کا حکم دیا (ہدایہ) اگر محرم نے کسی شکار کا انڈا توڑا اور اس کی جزا ادا کر دی پھر اس کو بھون کر کھا لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے (غایۃ السروجی) اگر ایسے شکار کے تیر مارا، جو کچھ حرم کے اندر ہے اور کچھ باہر تو اس کے پیروں کا اعتبار ہے (یعنی پیر حرم میں ہوں تو حرم کا شکار سمجھا جائے گا اور حرم سے باہر ہوں تو حرم سے باہر کا شکار سمجھا جائیگا (محیط)

اگر شکار کے پیر حرم میں ہیں اور سر حرم سے باہر ہے تو حرم کا شکار سمجھا جائے گا اور اگر شکار کے پیر حرم سے باہر ہیں اور سر حرم کے اندر ہے تو شکار حرم سے باہر سمجھا جائے گا، اور اگر کچھ پیر حرم کے اندر ہیں اور کچھ باہر تو احتیاطاً حرم کا شکار قرار دیا جائے گا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ شکار کھڑا ہوا ہو اور اگر لیٹا ہوا ہے تو سر کا اعتبار ہے، پیروں کا اعتبار نہیں ہے، پس اگر اس کا سر حرم میں ہے اور پیر حرم سے باہر ہیں تو وہ حرم کا شکار ہوگا اور اگر سر حرم سے باہر ہے اور پیر حرم میں ہیں تو حرم سے خارج کا شکار ہوگا۔

اور اگر شکار ایسے درخت پر ہے، جس کی جڑ حرم میں ہے اور شاخیں حرم سے باہر ہیں اور شکار شاخوں پر ہے تو اس صورت میں درخت کا اعتبار نہیں ہے شکار کی جگہ کا اعتبار ہے (یعنی شکار جس جگہ بیٹھا ہوا ہے وہ حرم میں ہے تو شکار حرم کا ہوگا اور وہ حل میں ہو تو شکار بھی حل کا ہوگا (سراج الوہاج) اگر تیر مارنے والا اور وہ شکار جس کے تیر مارا ہے ان دونوں میں سے کوئی حرم کے اندر ہو، تو تیر مارنے والے پر جزا لازم ہوگی اور اگر دونوں حرم سے باہر ہیں اور تیر حرم سے ہو کر نہیں۔ جاتا اور پھر تیر پھینکنے والا صاحبِ احرام نہیں ہے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اس نے اگر باز یا کتّے کو چھوڑا تب بھی یہی حکم ہے،

والوالجیہ میں ہے اگر حرم سے باہر کسی شخص نے ایسے شکار کے تیر مارا جو حرم سے باہر تھا اور وہ شکار زخمی ہونے کے بعد حرم میں داخل ہوا اور وہاں مر گیا تو اس پر جزا واجب نہ ہوگی، لیکن اس کا کھانا مکروہ ہے (تاتارخانیہ) اگر کسی غیر احرام والے نے شکار پر کتا چھوڑا اور وہ (شکار) حرم سے باہر ہے، کتا اس کے پیچھے گیا اور حرم کے اندر سے اس کو پکڑ لایا تو چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اس شکار

کو کھانا نہ چاہیئے، اور اگر غیر احرام والے نے ایسے شکار پر تیر مارا جو حرم سے باہر تھا، پھر شکار حرم میں داخل ہو گیا اور تیر حرم میں آ کر لگا تو اس پر جزا واجب نہ ہو گی (محیط) خانیہ میں ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق جزا لازم ہو گی، یہ حکم اس صورت میں ہو جب کہ اسے معلوم ہو کہ تیر حرم میں آ کر لگا ہے (تاتارخانیہ) حرم کے اندر بھیڑیے پر کتا چھوڑا اور اس نے کوئی شکار مار ڈالا۔ یا بھیڑیے کے لیئے جال لگایا اور اس میں کوئی شکار پھنس گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہو گا (فتاویٰ قاضی خاں)

اور اگر کسی کے بھگانے سے کوئی جانور بھاگ کر کنوئیں میں گر گیا، یا کسی اور چیز کی ٹکر لگی تو اس پر جزا واجب ہو گی، اگر کوئی شخص سوار تھا اور جانور کو ہانک کر یا آگے سے کھینچ کرلے جا رہا تھا اور اس جانور نے اپنے ہاتھ، پیر یا منہ سے کسی شکار کو مار ڈالا تو اس پر جزا واجب ہو گی (معراج الدرایہ) اگر کسی شخص نے حرم کی ہرنی کو حرم سے باہر نکالدیا اور وہاں اس کے بچے پیدا ہوئے، پھر وہ ہرنی اور بچے مر گئے تو اس پر ان سب کی جزا واجب ہو گی (معراج الدرایہ)

اگر کوئی غیر احرام والا ہرنی کو حرم سے باہر لے گیا، تو اس کا چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، اور جب تک وہ حرم میں نہ پہنچ جائے وہ اس کا ضامن ہو گا، اگر حرم میں پہنچنے سے پہلے اس کے بچہ پیدا ہوا، یا اس کے بدن یا بالوں میں زیادتی ہوئی اور اس کے کفارہ دینے سے پہلے وہ مر گئی تو کل کا ضامن ہو گا اور اگر کفارہ دینے کے بعد مری تو اصل کا ضامن ہو گا زیادتی کا ضامن نہ ہو گا اور اگر اس کو بیچ ڈالا اور مشتری کے پاس اس کے بچے پیدا ہوئے۔ یا اس کے بدن اور بالوں میں زیادتی ہوئی، پھر وہ ہرنی اور اس کے بچے سب مر گئے تو بائع نے اگر ابھی تک اس کی جزا ادا نہیں کی تو کل کا ضامن ہو گا اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد بچے پیدا ہوئے یا زیادتی ہوئی تو اصل کا ضامن ہو گا، بچے اور زیادتی کا ضامن نہ ہو گا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

جوں مارنے پر صدقہ ہے

اگر کسی نے جوں ماری تو جو جی میں آئے صدقہ کرے، مثلاً ایک مٹھی اناج دے دے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جوں اپنے بدن سر یا کپڑے سے پکڑی ہو، اور اگر زمین سے پکڑ کر ماری، تو کچھ واجب نہ ہو گا، جوں کا مارنا یا زمین پر ڈال دینا دونوں برابر ہیں (دونوں صورتوں میں صدقہ دینا واجب ہو گا) اگر دو یا تین جوئیں ماریں تو مٹھی بھر اناج صدقہ کر دے اور اگر اس سے زیادہ جوئیں ماریں تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ کرے، جس طرح جوں کا مارنا جائز نہیں ہے اسی طرح دوسرے شخص کو مارنے کے لئے دینا جائز نہیں ہے اور اگر دوسرے شخص کو جوں پکڑ کر مارنے کے لیئے دی تو ضامن ہو گا اسی طرح جوں کی طرف اشارہ کرنا بھی جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے، کہ کپڑے دھوپ میں اس غرض سے ڈالے ...... کہ جوئیں مر جائیں، اگر دھوپ میں کپڑے ڈالے اور جوئیں مر گئیں تو نصف صاع گیہوں واجب ہوں گے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب جوئیں زیادہ ہوں اور اگر سکھانے کے لئے دھوپ میں کپڑے ڈالے تھے اور اس سے کچھ جوئیں مر گئیں حالانکہ اس کی نیت نہ تھی تو کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر جوئیں مارنے کے لئے اپنے کپڑے غیر احرام والے کو دیدیے اور اس نے جوئیں ماردیں تو حکم کرنے والے پر جزا واجب ہو گی اور اگر اشارہ سے کسی شخص کو جوں بتلا دی اور اس نے مار ڈالی تو اس شخص پر جزا واجب ہو گی، باوٴلے کتے، بھیڑیے، چیل اور مردار کھانے والے کوّے کے مارنے پر کچھ واجب نہیں ہوتا اور جو کوے کھیتی کھاتے ہیں وہ شکار میں داخل ہیں، سانپ، بچھو، چوہے، تتییا، چیونٹی، کیکڑا، مکھی، بھنگا، پھر بسیو، چیچڑی اور کچھوے کے مارنے پر کچھ واجب نہ ہو گا اور زمین کے کیڑوں کے مارنے میں بھی کچھ واجب نہیں ہوتا، جیسے خارپشت[1] اور خنفسا[2] (فتاویٰ قاضی خاں) گوہ، گرگٹ، اور جھینگر کا بھی یہی حکم ہے (سراج الوہاج) اور لومڑی جو عموماً ایذا دینے میں ابتدا نہیں

[1] سمندر کے کنارے پر ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جس کی پشت پر کانٹے ہوتے ہیں [2] بدبودار کیڑا۔

کرتی صاحبِ احرام کو اس کا ماردینا جائز ہے اس سے کچھ واجب نہیں ہوتا (غایۃ السروجی)

خشکی کے شکار کو مارنا محرم کے لئے جائز نہیں ہے لیکن جو جانور ایذا دینے میں ابتدا کرتے ہیں ان کا مارنا جائز ہے (جامع الصغیر مصنفہ قاضی خاں) محرم بکری، گائے، اونٹ، مرغی اور پلی ہوئی بط کو ذبح کرسکتا ہے (کنز)

حرم میں چار قسم کے درخت ہیں

تین قسم کے درخت تو ایسے ہیں، کہ جن کو کاٹنا اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے ان پر جزا لازم نہیں آتی (۱) درختوں کی ایک قسم تو یہ ہے کہ جن کو آدمیوں نے بویا ہو اور وہ اس قسم سے ہوں جن کو آدمی بویا کرتے ہیں (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ ان کو آدمیوں نے بویا۔ لیکن اس قسم کے درخت لوگ بویا نہیں کرتے (۳) تیسری قسم یہ ہے کہ وہ درخت خود بخود جم گئے ہوں، لیکن اس قسم کے درخت لوگ بود یا کرتے ہیں (۴) چوتھی قسم یہ ہے کہ درخت خود بخود جم گئے ہوں اور اس نوع کے درخت لوگ بویا نہیں کرتے اس کا درختوں کی چوتھی قسم، حکم یہ ہے کہ ان کا کاٹنا اور ان سے نفع حاصل کرنا حلال نہیں ہے، اگر کوئی شخص کاٹے گا تو اس پر جزا لازم ہوگی اور اس قسم کے درخت خواہ کسی کے مملوک ہوں یا نہ ہوں سب کا حکم برابر ہے، فقہاء رحمہم اللہ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کسی کی مملوکہ زمین میں ببول کا درخت جم گیا اور اس کو کسی شخص نے کاٹ دیا تو اس کی قیمت مالک کو دے گا اور اتنی ہی قیمت بطور حق اللہ اس پر واجب ہوگی (محیط)

اگر حرم کا ایسا درخت کاٹ دیا جو سبز ہے اور نشو نما کی حالت میں ہے پس اگر درخت کاٹنے والا شریعت کے خطاب کے لائق ہے (مکلف ہے) تو اس کی قیمت کا اناج خرید کر فقیروں پر صدقہ کرے اور ہر فقیر کو جہاں مناسب سمجھے نصف صاع گیہوں دے، یا اس کی قیمت سے قربانی خرید کر حرم میں ذبح کردے اس میں روزے جائز نہیں ہیں، کاٹنے والا احرام کی حالت میں ہو یا احرام کی حالت میں نہ ہو یا قارن ہو اور جب اس کی قیمت ادا کرچکا تو کٹے ہوئے درخت سے نفع حاصل کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کو فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اس کی قیمت کا صدقہ کردے، حرم کے جو درخت سوکھ گئے ہیں اور نشو نما کی حد سے نکل گئے ہیں ان کو اکھاڑنے اور ان سے نفع حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (شرح طحاوی)

اگر کسی نے درخت کاٹے تو فیصلہ درخت کی جڑ سے کیا جائے گا، شاخوں کا اعتبار نہیں ہے پس اگر درخت کی جڑ حرم میں ہے اور شاخیں حرم سے باہر تو حرم کا درخت شمار ہوگا، اور اگر کچھ جڑیں حرم میں ہیں اور کچھ حرم سے باہر تو احتیاطاً حرم کا درخت قرار دیا جائے گا حرم کے درخت کے پتے لینے جائز ہیں بشرطیکہ درخت کا نقصان نہ ہو اور اس میں کچھ جزا لازم نہ ہوگی (سراج الوہاج)

اگر حرم کا کوئی درخت اکھاڑا، اور اس کی قیمت ادا کردی، پھر اس کو وہیں بودیا اور وہ جم گیا، پھر دوبارہ اکھاڑا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ جزا ادا کرنے سے وہ اس کا مالک ہوگیا (بحر الرائق) اگر حرم کا درخت کاٹنے میں دو احرام والے یا دو غیر احرام والے، یا ایک احرام والا اور دوسرا غیر احرام والا شریک ہوں تو دونوں پر ایک قیمت واجب ہوگی (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر حرم کی ہری گھاس کاٹی، تو اس پر قیمت واجب ہوگی، سوکھی گھاس کاٹنے میں اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (شرح طحاوی) حرم کی گھاس پر کسی جانور کو نہ چرائیں، نہ اس کو کاٹیں، لیکن اذخر (حرم کی ایک قسم کی گھاس) کا کاٹنا جائز ہے، اور کماۃ[1] کے توڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (کافی)

---

[1] برسات کے موسم میں چھتری کی طرح سفید چیز زمین سے نکل آیا کرتی ہے اس کو اردو زبان میں سانپ کی چھتری کہتے ہیں اور عربی میں اس کو کماۃ کہتے ہیں۔ (لقمان الحق فاروقی)

دسواں باب میقات سے احرام کے بغیر گذرجانے کے مسائل

میقات سے باہر کا رہنے والا اگر احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہو جائے اور اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہیں ہے تو مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس پر حج یا عمرہ واجب ہے پس اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے میقات پر نہ گیا تو حق میقات چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی، اور اگر میقات پر گیا اور وہاں سے احرام باندھا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے اُس حج یا عمرہ کا احرام باندھا جو (مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے) اس پر لازم ہوا ہے تو (حج یا عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر حج فرض کا احرام باندھا یا اس عمرہ کا احرام باندھا جو واجب تھا، اگر اسی سال باندھا تو اُس کے ضمن میں مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونے کی وجہ سے اس پر جو حج یا عمرہ لازم ہوا تھا استحساناً ادا ہو جائے گا (محیط)

اسی طرح اگر اس سال میں وہ حج کیا جس کی نذر مانی تھی تب بھی یہی حکم ہے (یعنی مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے جو حج یا عمرہ لازم ہوا ہے وہ اس کے ضمن میں ادا ہو جائے گا) اور اگر سال بدل گیا اور باقی مسئلہ کی وہی صورت ہے، جو اوپر ذکر کی گئی، تو مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونے سے اس پر جو حج یا عمرہ لازم ہوا تھا وہ ادا نہ ہوگا (محیط، باب المیقات) اگر کوئی شخص حج و عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا، اور وہ میقات سے احرام کے بغیر گذر گیا تو دو صورتیں ہیں، یا تو اس نے میقات کے اندر احرام باندھا اور یا میقات پر واپس آیا اور وہاں سے احرام باندھا، اگر اس نے میقات کے اندر احرام باندھا ہے تو دیکھیں گے اگر میقات پر آنے میں حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا تو اس صورت میں میقات پر نہ جائے، بلکہ اسی احرام سے (جو میقات کے اندر باندھا ہے) سب ارکان ادا کرے، اور اس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر حج کے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، تو اس کو میقات پر آنا چاہیئے اور میقات پر آنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ احرام کے بغیر آئے اور دوسری یہ کہ احرام باندھ کر آئے، پس اگر احرام کے بغیر آیا اور میقات سے احرام باندھا تو اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی، اور اگر میقات پر احرام باندھ کر آیا، تو حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے تلبیہ پڑھ لیا تو قربانی ساقط ہو جائے گی، اور اگر تلبیہ نہ پڑھا تو قربانی ساقط نہ ہوگی اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں (خواہ تلبیہ پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو) قربانی ساقط ہو جائے گی

ایک شخص اپنے میقات سے احرام کے بغیر گذر گیا، پھر ایک دوسرے میقات پر جو وہاں سے قریب تھا جا کر احرام باندھا تو جائز ہے اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، ایک شخص میقات سے گذرا اور وہ بستان بنی عامر میں جانا چاہتا ہے، مکہ جانا نہیں چاہتا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کوفہ کا رہنے والا میقات سے احرام کے بغیر گذر گیا، اور اس نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا تو اس کی بہت سی صورتیں ہیں،

(۱) ایک صورت یہ ہے، کہ اول عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا،

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اول حج کا احرام باندھا، پھر عمرہ کا احرام حرم سے باندھا،

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں کا قران کیا،

پس اگر پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا، پھر حج کا احرام باندھا یا دونوں میں قران کیا، تو استحساناً اس پر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر پہلے حج کا احرام باندھا، پھر عمرہ کا احرام حرم سے باندھا تو اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی ایک اس بنا پر کہ حج کا احرام میقات

سے نہیں باندھا اور دوسری اس بنا پر کہ عمرہ کا احرام خارج حرم سے نہیں باندھا، ایک شخص میقات سے گذرا اور اس کے بعد اس نے حج کا احرام باندھا، پھر اس حج کو فاسد کر دیا، یا فوت ہو گیا، پھر اس نے حج قضا کیا تو جو قربانی میقات سے احرام کے بغیر گذر جانے کی وجہ سے واجب ہوئی تھی وہ ساقط ہو جائے گی،

اگر غلام میقات سے احرام کے بغیر گذرا، پھر اس کے مالک نے احرام باندھنے کی اجازت دیدی، اور اس نے احرام باندھا تو میقات سے احرام کے بغیر گذر جانے کی وجہ سے اس پر اس وقت قربانی واجب ہوگی جب وہ آزاد ہو جائے گا۔ کافر مکہ میں داخل ہوا پھر مسلمان ہوا پھر احرام باندھا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اسی طرح سے نابالغ لڑکا اگر احرام کے بغیر میقات سے گذرا، پھر اس کو احتلام ہوا اور اس نے احرام باندھا تو اس کا بھی یہی حکم ہے (محیط سرخسی) اگر ایک شخص میقات سے احرام کے بغیر مکہ کے ارادہ سے متعدد بار گذرا تو ہر بار گذرنے پر اس کے اوپر حج یا عمرہ لازم ہوگا، پس اگر اسی سال میقات پر پہنچ کر اس نے حج فرض یا کسی اور حج کی نیت سے احرام باندھا تو آخری بار (میقات سے احرام کے بغیر) گذرنے کی وجہ سے (حج یا عمرہ) واجب ہوا تھا وہ ساقط ہو جائے گا، اور اس سے پہلے گذرنے کی وجہ سے جو (حج یا عمرہ) واجب ہوا تھا وہ ساقط نہ ہوگا اس لئے کہ آخری مرتبہ سے پہلے گذرنے کی وجہ سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا ہے وہ اس کے ذمے باقی ہے اور جب تک اس کی نیت معین نہ کرے اس وقت تک وہ ساقط نہ ہوگا (شرح طحاوی باب ذکر الحج والعمرۃ) مکہ کا رہنے والا حج کا ارادہ کر کے حرم سے باہر نکلا اور احرام باندھ لیا، پھر حرم میں واپس نہ آیا، یہاں تک کہ میدانِ عرفات میں وقوف کیا تو اس پر بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اگر حج کے اعمال میں مشغول نہ ہوا یہاں تک کہ حرم میں واپس لوٹا اور حرم میں آنے کے بعد حج کے اعمال شروع کئے، تو اگر تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم میں واپس آیا ہے، تو بلا اختلاف اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی، اور اگر تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم میں داخل نہیں ہوا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی ساقط نہ ہوگی اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے (ان دونوں کے نزدیک اس صورت میں قربانی ساقط ہو جائے گی (تاتار خانیہ) مکہ کا رہنے والا کسی ضرورت سے حرم کے باہر گیا، پھر اس نے حرم سے باہر حج کا احرام بھی باندھ لیا اور میدانِ عرفات میں وقوف کیا، تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا،

متمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حرم سے نکلا، پھر اس نے حل (خارج حرم) سے حج کا احرام باندھا اور عرفہ میں وقوف کیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر احرام کی حالت میں حرم کو لوٹ آیا (خواہ تلبیہ پڑھتے ہوئے داخل ہو، یا تلبیہ کے بغیر داخل ہو) اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر احرام میں حالت میں تلبیہ کہتا ہوا حرم میں لوٹا تو اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی اور اگر حرم میں لوٹ کر اس نے وہاں (حل) سے حرام باندھا تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہ ہوگا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

گیارھواں باب — ایک احرام میں دوسرے احرام کو شامل کر لینا

یہ جاننا ضروری ہے کہ حج کے دو احراموں کو یا عمرہ کے دو احراموں کا جمع کرنا بدعت ہے، لیکن اگر جمع کرلئے تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں لازم ہو جائیں گے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک لازم ہوگا، لیکن حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بھی ان دونوں (حج کے دو احرام یا عمرہ کے دو احرام

میں سے ایک کا احرام توڑ دینا ضروری ہے، پس اگر حج کے دو احراموں کو جمع کیا تو جب پہلے سے فارغ ہو جائے تو دوسرے کو آئندہ سال قضا کرے اور اگر عمرہ کے دو احراموں کو جمع کیا تو دوسرے کو اسی سال ادا کرے اس لئے کہ عمرہ ایک سال میں کئی بار کیا جا سکتا ہے اس کے برخلاف حج کا یہ حکم نہیں ہے،

حج کے اعمال پر عمرہ کے اعمال کی بنا بدعت ہے

اسی طرح حج کے اعمال پر عمرہ کے اعمال کی بنا کرنا بدعت ہے، لیکن حج کے احرام کی بنا عمرہ کے احرام پر بدعت نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ شریف کا ایک چکر لگایا، پھر عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ کو توڑ دے (محیط) اور اس کے توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی، پھر عمرہ کی قضا لازم ہوگی (نہایہ) اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور اس نے بیت اللہ کا ایک چکر بھی نہیں کیا تھا کہ عمرہ کا احرام باندھ لیا تو وہ عمرہ کو نہ توڑے (محیط) حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ۔۔ کہ اگر مکہ کے رہنے والے نے عمرہ کا احرام باندھا اور بیت اللہ شریف کا ایک چکر لگایا، پھر حج کا احرام باندھ لیا، تو حج کے احرام کو توڑ دے اور توڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی، اور اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا (ہدایہ) اگر عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا اور عمرہ کا کوئی عمل ادا نہیں کیا تو بالاتفاق عمرہ کے احرام کو توڑ دے (کافی)

اور اگر عمرہ میں طواف کے چار چکر لگا چکا تھا، پھر حج کا احرام باندھا تو بالاتفاق حج کے احرام کو توڑ دے، اور حج یا عمرہ میں سے جس کا بھی احرام توڑے گا اس پر قربانی واجب ہوگی، لیکن عمرہ کے احرام کو توڑنے میں صرف عمرہ کی قضا لازم ہوگی اور حج کا احرام توڑنے میں حج اور عمرہ دونوں کی قضا لازم ہوگی اور اگر احرام نہ توڑا اور ان دونوں (حج اور عمرہ) کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے اور ان دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی (ہدایہ)

کوفہ کے رہنے والے نے حج کا احرام باندھا، پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونوں لازم ہوں گے اور ان کی وجہ سے وہ قارن ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل برا شمار کیا جائے گا پس اگر عرفات میں وقوف کیا اور عمرہ کے افعال ادا نہ کئے تو عمرہ کا احرام ٹوٹ جائے گا اور اگر عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو جب تک عرفات میں وقوف نہ کرے گا عمرہ کا احرام نہ ٹوٹے گا، پس اگر حج کا طواف قدوم کیا، پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونوں لازم ہوں گے اور اگر دونوں کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے اور دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی یہ قربانی کفارہ کی ہوگی حج کی نہ ہوگی اور مستحب یہ ہے کہ وہ عمرہ کو توڑ دے (کافی)

اگر حج کا احرام باندھا اور اس سے فارغ ہو گیا، پھر دوسرے حج کا احرام دسویں تاریخ کو باندھا تو دوسرا حج لازم ہوگا، پھر اگر دوسرے حج کے احرام باندھنے سے بیشتر پہلے حج میں سر کے بال منڈوائے تھے تو کچھ واجب ہوگا اور اگر ابھی تک سر کے بال نہیں مونڈوائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی، خواہ دوسرے احرام کے بعد سر کے بال منڈوائے یا نہ منڈوائے (تبیین) جو شخص عمرہ سے فارغ ہوا لیکن ابھی تک اس نے بال نہیں کتروائے پھر اس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر وقت سے پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی، اور یہ کفارہ کی قربانی ہوگی (ہدایہ)

حج کرنے والے نے اگر دسویں تاریخ کو یا ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھا تو وہ اس کے ذمے لازم ہوگا، لیکن اس حالت میں اس کا توڑنا واجب ہے، پس اگر اس کو توڑ دیا تو توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور عمرہ بھی لازم ہوگا اور اگر نہ توڑا اور اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے، لیکن کفارہ کی قربانی واجب ہوگی، اگر حج میں سر کے بال منڈوائے، پھر دوسرا احرام باندھا، تو اس کو نہ توڑے اصل میں بھی مذکور ہے اور ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ اس کو توڑ دے اور اگر کسی کا حج فوت ہو گیا، پھر عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو توڑ دے

اور اگر حج کا احرام باندھا تو اس کو بھی توڑ دے اور توڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہو گی اور عمرہ کا احرام توڑنے سے عمرہ کی قضا، اور حج کا احرام توڑنے کی وجہ سے حج اور عمرہ کی قضا لازم ہو گی (کافی)

بارھواں باب — کسی مانع کی وجہ سے حج نہ کر سکنے کا بیان

محصر وہ شخص ہے جس نے احرام باندھا پھر جس کا احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے روکا گیا، خواہ اس کا رکنا دشمن کی وجہ سے ہو یا مرض کی بنا پر ہو، یا قید ہو جانے کی بنا پر ہو یا کسی کے عضو ٹوٹ جانے یا زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہو یا جس چیز کا احرام باندھا ہے اس کے پورا ہونے سے کوئی حقیقۃً یا شرعاً مانع ہو یہ ہمارے اصحابؒ کا قول ہے (بدائع)

وہ مرض جس سے احصار ثابت ہو جاتا ہے

مرض کی حس سے احصار ثابت ہو جاتا ہے حس یہ ہے کہ چلنے ..... اور سوار ہونے کی طاقت نہ ہو اور اگر فی الحال قدرت ہے اور پیادہ چلنے، یا سواری پر چلنے سے مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہے تب بھی یہی حکم ہے (حج کے لئے نہ جانا صحیح ہے)

دشمن سے کیا مراد ہے

دشمن میں مسلمان، کافر اور درندے سب شامل ہیں (سراج الوہاج) اگر سفر کے مصارف کی چوری ہو گئی یا سواری کا جانور ہلاک ہو گیا اور وہ پیادہ چلنے پر قادر نہیں ہے تو وہ محصر سمجھا جائے گا اور اگر پیادہ چلنے پر قادر ہے تو محصر نہ ہو گا، اگر کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کا شوہر نہیں ہے، لیکن محرم اس کے ساتھ ہے پھر اس محرم کا انتقال ہو گیا، یا کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کیساتھ محرم نہیں ہے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر ہے، پھر اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو یہ عورت محصر سمجھی جائے گی (بدائع)

اگر عورت کے محرم کا راستہ میں انتقال ہو گیا اور اس جگہ سے مکہ تین دن یا اس سے زیادہ کا راستہ ہے تو وہ محصر کی قائم مقام سمجھی جائے گی اسی طرح اگر کسی عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی حج کا احرام باندھا پھر اس کے شوہر نے اس کو حج کرنے سے منع کر دیا تو یہ محصر ہی کے قائم مقام ہو گی۔ اسی طرح اگر غلام اور باندی حج کا احرام باندھیں، تو ان کے مالکوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ ان کا احرام کھلوا دیں اور یہ دونوں محصر سمجھے جائیں گے (سراج الوہاج)

اگر عورت نے حج فرض کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ شوہر یا محرم نہیں ہے تو وہ محصر سمجھی جائے گی، اگر عورت کا کوئی محرم یا شوہر ہے اور اس شہر کے لوگ جس زمانہ میں حج کے لئے جایا کرتے ہیں اس وقت اسے حج کی استطاعت بھی حاصل ہے تو وہ محصر نہ ہو گی، اگر عورت کا شوہر ہے اور اس کا کوئی محرم نہیں ہے اور شوہر نے منع کر دیا تو وہ محصر شمار ہو گی۔

کیا شوہر عورت کا احرام کھلوا سکتا ہے

کیا شوہر کو یہ اختیار ہے کہ عورت کا احرام کھلوا دے، حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ شوہر کو اس قسم کا اختیار حاصل ہے عامہ علماء کے نزدیک جس طرح حج سے احصار ہوتا ہے اسی طرح عمرہ سے بھی احصار ہو جاتا ہے

احصار کی حالت میں حکم

یہ ہے کہ قربانی کو بھیجدے، یا اس کی قیمت بھیجدے تاکہ اس کی قربانی خرید کر ذبح کی جائے اور جب تک ذبح نہ ہو احرام سے باہر نہ نکلے (عامہ علماء کا)۔ یہی قول ہے، خواہ وہ احرام باندھتے وقت یہ شرط لگائے کہ اگر احصار ہوا تو وہ قربانی نہ کرے گا، یا یہ شرط نہ لگائے دونوں کا حکم برابر ہے، محصر پر واجب ہے کہ جس شخص کی معرفت

وہ قربانی بھیجے اس سے قربانی کے ذبح کرنے کا ایکدن متعین کرکے وعدہ لے پس وہ قربانی کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے نکل جائے اور اس سے پہلے احرام سے باہر نہ ہو اگر قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے کوئی ایسا فعل کیا جو احرام میں جائز نہیں ہے تو اس پر وہی واجب ہوگا، جو صاحب احرام پر محصر نہ ہونے کی صورت میں واجب ہوتا ہے، حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ کے قول کے مطابق احرام سے نکلنے کے لئے سر کے بال منڈوانا شرط نہیں ہے اگر سر کے بال منڈوائے تو بہتر ہے (بدائع)

محصر کو اگر قربانی یا اس کی قیمت میسر نہ ہو تو کیا حکم ہے

محصر کو اگر قربانی یا اس کی قیمت میسر نہیں ہے تو ہمارے نزدیک روزے رکھ کر احرام سے باہر نہیں نکل سکتا (سراج الوہاج) اگر قربانی ذبح کرنے کے وعدہ کے دن یہ خیال کرکے احرام سے باہر نکل گیا کہ قربانی ذبح ہو چکی ہوگی، پھر معلوم ہوا کہ قربانی اس روز ذبح نہیں ہوئی، تو وہ اسی طرح صاحب احرام رہے گا، اور قبل از وقت احرام سے باہر نکلجانے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہوگی، اور اگر وعدہ کے دن سے پہلے قربانی ذبح کردی تو استحساناً جائز ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

محصر قربانی دیکر احرام سے نکل گیا اگر اس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا تو آئندہ سال اس پر حج اور عمرہ دونوں لازم ہوں گے اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس کے عوض عمرہ لازم ہوگا اور اگر وہ قارن تھا تو دو قربانی ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر نکلے گا اور آئندہ سال اس پر دو عمرے اور ایک حج واجب ہوگا (محیط) اگر اس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، اور دو قربانی حرم میں ذبح ہونے کے لئے بھیجیں، تو پہلی قربانی ذبح ہونے کے وقت وہ اپنے احرام سے باہر نکلجائے گا اور دوسری قربانی نفل کی شمار کیجائے گی، اور قارن دو قربانیاں کرنے کے بعد احرام سے باہر ہو جائے گا (بدائع) اگر قارن نے حج کے احرام سے باہر ہونے کے لئے ایک قربانی بھیجی، اور عمرہ کا احرام اسی طرح باقی رکھا، تو ان دونوں احراموں میں سے کسی احرام سے بھی باہر نہ ہوگا (تبیین) اگر قارن نے دو قربانیاں بھیجیں، اور حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ قربانی متعین نہیں کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر قارن مکہ میں داخل ہوا اس نے حج اور عمرہ کا طواف پورا کرلیا، پھر وہاں سے نکل کر عرفہ کے وقوف سے پہلے محصر ہو گیا تو ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہو جائے اور حج کے عوض آئندہ سال اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا، عمرہ کے عوض عمرہ لازم نہ ہوگا اور حرم سے باہر بال کتروانے کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک اس پر قربانی ہوگی، محصر اگر اسی سال اپنا حج ادا کرلے تو اس پر عمرہ واجب نہیں ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر کسی نے احرام باندھا اور حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی پھر وہ محصر ہو گیا تو ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہو جائے اور اس پر استحساناً عمرہ لازم ہوگا، اگر کسی چیز کا احرام باندھا اور اس کو متعین کردیا، پھر بھول گیا اور اس کے بعد وہ محصر ہو گیا تو ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہو جائے اور اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا (بدائع) اگر دو حج یا دو عمروں کا احرام باندھا، پھر محصر ہو گیا، تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو قربانیوں کے بھیجنے سے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہو جائے گا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر ایک شخص نے دو عمروں کا احرام باندھا اور ان کو ادا کرنے کی نیت سے مکہ کی طرف چلا پھر محصر ہو گیا تو ایک عمرہ کے عوض ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر ابھی نہیں چلا تھا اور محصر ہو گیا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر دو قربانی واجب ہوں گی اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر دو عمرے واجب ہوں گے، حضرت امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے، محصر نے قربانی بھیجدی، پھر مانع ختم ہو گیا، پس اگر یہ جانتا ہے کہ قربانی اور حج دونوں ملجائیں گے تو چلنا واجب ہے اور

اگر یہ خیال ہے کہ دونوں نہیں ملیں گے تو چلنا واجب نہیں ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ قربانی ملجائے گی حج نہ ملے گا تب بھی چلنا واجب نہیں ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ حج مل جائے گا قربانی نہ ملے گی، تو قیاساً چلنا واجب ہے استحساناً واجب نہیں ہے (محیط سرخسی) اور اگر اس کو قربانی مل گئی تو جو جی میں آئے کرے (محیط) محصر نے اگر صرف حج کا احرام باندھا، پھر وہ احرام سے باہر ہو گیا، اور پھر اس کا احصار جاتا رہا، پس اگر اسی سال اس نے حج کا احرام باندھا تھا تو اس پر قضا کی نیت واجب نہیں ہے اور نہ عمرہ واجب ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر ایک شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا پھر محصر ہو گیا اس نے احصار کی قربانی بھیجدی، پھر احصار زائل ہو گیا اور دوسرا احصار پیدا ہوا پس اگر اسے یہ خیال ہے کہ قربانی تک پہنچ سکتا ہے اور اس نے اس قربانی کی دوسرے احصار کے لئے نیت کر لی تو جائز ہے اور اس کے سبب سے وہ احرام سے باہر ہو جائے گا، اور اگر نیت نہیں کی یہاں تک کہ وہ قربانی ذبح ہو گئی تو جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) ایک شخص نے عرفہ میں وقوف کیا، پھر کوئی مانع پیش آیا تو وہ محصر نہ ہو گا اور اگر مکہ میں کوئی مانع پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ طواف اور وقوف نہیں کر سکتا تو وہ محصر شمار کیا جائے گا (تبیین)

جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے (بدائع) اگر ایک شخص طواف اور وقوف میں سے صرف ایک پر قادر ہے تو وہ محصر نہ ہو گا، اس لئے کہ اگر وقوف پر قادر ہے تو حج پورا ہو جائے گا اور اگر طواف پر قادر ہے تو جس شخص کا حج فوت ہو جاتا ہے وہ صرف طواف کر کے احرام سے باہر ہو جاتا ہے (تبیین) اگر وقوف عرفہ کے بعد کوئی مانع پیش آیا اور ایام تشریق اسی عذر کی حالت میں گذر گئے، تو اس پر مزدلفہ کا وقوف چھوڑنے کی وجہ سے ایک قربانی اور جمرات پر کنکریاں نہ مارنے کی وجہ سے ایک قربانی واجب ہو گی اس کو طواف زیارت کرنا چاہیئے اور اس طواف کی تاخیر کی وجہ سے بھی اس پر قربانی واجب ہو گی اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سر مونڈوانے کی تاخیر کی وجہ سے بھی ایک قربانی لازم ہو گی، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک سر منڈانے کی تاخیر اور طواف کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہو گا (محیط)

احصار کی قربانی صرف حرم میں ذبح ہو گی

احصار کی قربانی کو ہمارے نزدیک حرم کے سوا کہیں اور ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے اور قربانی کے دن کے بعد احصار کی قربانی ذبح کرنی جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اسی بات پر اتفاق ہے کہ اگر حرم سے احصار ہوا تو حرم میں اس کی قربانی ہر وقت جائز ہے (سراج الوہاج)

تیرھواں باب
حج فوت ہو جانے کا بیان

جس شخص نے حج کا احرام باندھا، خواہ فرض ہو، یا نذر، اور نفل کا ہو، اور حج صحیح ہو یا فاسد، اور خواہ حج کے درمیان میں آیا ہو یا ابتدا ہی سے فاسد ہو، مثلاً جماع کی حالت میں احرام باندھ لیا تھا اور عرفہ کا وقوف اس سے چھوٹ گیا، یہاں تک کہ قربانی کے دن کی فجر طلوع ہو گئی تو ایسی صورت میں اس سے حج فوت ہو جائے گا، اس شخص پر واجب ہے کہ طواف کرے، سعی کرے اور احرام سے باہر ہو جائے، آئندہ سال حج کی قضا کرے اور اس پر قربانی واجب نہ ہو گی (ہدایہ) جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہے اگر وہ قارن تھا تو اسے پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کرنی چاہیئے، پھر حج فوت ہو جانے کی وجہ سے ایک اور طواف اور سعی کرے اور سر کے بال منڈوائے یا کتروائے

اور قران کی قربانی اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی اور جب وہ طواف شروع کرے، جس کے بعد احرام سے باہر ہو جائے گا تو تلبیہ کو منقطع کردے (بدائع) اگر متمتع کا حج فوت ہوگیا تھا اور وہ قربانی کو ہانک کرلے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو جائے گا اور قربانی کا جو جی چاہے کرے (محیط) ہمارے اصحابؒ کا اس میں اختلاف ہے کہ جس طواف سے حج کا فوت کرنے والا احرام سے باہر ہو جاتا ہے وہ طواف حج کے احرام سے اس پر واجب ہوتا ہے یا عمرہ کے احرام سے، حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا یہ قول ہے کہ حج کے احرام سے واجب ہوتا ہے، اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ قول ہے کہ عمرہ کے احرام سے واجب ہوتا ہے اور حج کا احرام عمرہ کے احرام سے بدلجاتا ہے (بدائع) اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے حج کا احرام باندھا، تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے کہ وہ دوسرے حج کے احرام کو توڑ دے تاکہ دو حجوں کا احرام جمع نہ ہو اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسی طرح احرام کو باقی رکھے (محیط) جس شخص کا حج فوت ہوگیا اس پر طواف صدر واجب نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)

چودھواں باب
دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کا بیان

قاعدہ کلیہ

اس باب میں اصل یہ ہے کہ ایک شخص اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے، مثلاً نماز، روزہ، صدقہ یا اس کے علاوہ کوئی اور عمل، جیسے حج اور قرآن کی قرات اور اذکار اور انبیاءؑ، شہداءؒ اولیاءؒ کی قبروں کی زیارت، مُردوں کو کفن دینا، اسی طرح سارے نیک کاموں کا یہی حکم ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

عبادات کی تین قسمیں

عبادتیں تین قسم کی ہوتی ہیں (۱) خالص مالی، جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر (۲) خالص بدنی، جیسے نماز اور روزہ (۳) دونوں سے مرکب، جیسے حج، پہلی صورت (مالی عبادات) میں اختیاری و اضطراری دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہوتی ہے، دوسری صورت (بدنی عبادات) میں نیابت جاری نہیں ہوتی، تیسری (دونوں سے مرکب عبادت) میں عاجز ہونے کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے (کافی) حج میں نیابت جاری ہونے کی بہت سی شرائط ہیں،

ایک شرط

یہ ہے کہ جس شخص کی طرف سے حج کیا جائے وہ بذات خود حج ادا کرنے سے عاجز ہو، لیکن اس کے پاس مال ہو، اور اگر خود ادا کرنے پر قادر ہو، مثلاً تندرست ہو اور صاحب ثروت ہو، یا فقیر ہو، اور تندرست ہو، تو اس کی طرف سے دوسرے شخص کو حج کرنا جائز نہیں ہے،

دوسری شرط

یہ ہے کہ حج کرانے کے وقت سے مرنے تک عجز باقی رہے (بدائع) پس اگر کسی مریض نے اپنی طرف سے حج کرایا اور اسی مرض میں مر گیا تو جائز ہے اور اگر اچھا ہوگیا تو حج باطل ہو جائے گا، اور اگر کسی قیدی نے اپنی طرف سے حج کرایا تب بھی یہی حکم ہے (تبیین) اگر کسی تندرست نے اپنی طرف سے حج کرایا، اس کے بعد وہ عاجز ہو گیا، تو وہ حج اس کی طرف سے جائز نہ ہوگا (سراج الوہاج) جس شخص کی طرف سے حج کیا جائے گا، اس کا عاجز ہونا حج فرض میں شرط ہے حج نفل میں شرط نہیں (کنز)

نفلی حج میں قدرت کے باوجود نیابت جائز ہے

پس نفلی حج میں قدرت کے باوجود بھی نیابت جائز ہے اس لئے کہ نفل میں آسانی رکھی گئی ہے (سراج الوہاج)

تیسری شرط

یہ ہے کہ جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس نے حج کا حکم کیا ہو، پس اس کے حکم کے بغیر دوسرے کا حج اس کی طرف سے جائز نہیں ہے لیکن وارث کا حج مورث کی طرف سے اس کے حکم کے بغیر بھی جائز ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ احرام کے وقت اس شخص کے حج کی نیت کرے، جس کی طرف سے حج کا احرام باندھا ہے اور افضل یہ ہے کہ یہ الفاظ کہے لَبَّیْکَ عَنْ فُلَانٍ (میں فلاں شخص کی طرف سے حج کا احرام باندھ کر حاضر ہوں)

پانچویں شرط یہ ہے کہ جس شخص کو حج کا حکم کیا ہو وہ شخص حج کرانے والے کے مال سے حج کرے، پس اگر حج کرنے والا احسان کے طور پر اس کی طرف سے خرچ کر دے تو اس کی طرف سے جائز نہ ہوگا، جب تک اس کے مال سے حج نہ کرے یہی حکم اس صورت میں ہے، جب کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال سے حج کرایا جائے پھر وہ شخص مرگیا، اور اس کے وارثوں نے اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کیا (یعنی حج ادا نہ ہوگا) (بدائع) اگر ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو اس لئے مال دیا کہ کسی میت کی طرف سے حج کرے اور اس شخص نے اس حج میں کچھ مال اپنی طرف سے بھی صرف کیا پس جو مال اس کو دیا ہے اگر حج کے مصارف کے لئے کافی ہے تو مخالفت نہ ہوگی اور جس قدر اس نے اپنے پاس سے خرچ کیا اس میں استحسان یہ ہے کہ وہ میت کے مال سے وصول کرے اور قیاس یہ ہے کہ وصول نہ کرے اگر میت کا مال اس قدر نہ تھا کہ جو حج کے مصارف کے لئے پورا ہوتا اور اس نے اپنے مال میں سے خرچ کیا تو اس بات کو دیکھیں گے کہ اگر مصارف میت کے مال سے پورے ہو جاتے ہیں تو جائز ہے اور یہ حج میت کی طرف سے ادا ہوگا اور اکثر مصارف میت کے مال سے پورے نہیں ہوتے تو جائز نہیں ہے یہ حکم استحساناً ہے اور قیاس یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حج جائز نہ ہو۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ سوار ہو کر حج کرے یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو حج کا حکم کیا اور اس نے پیدل چلکر حج کیا، تو وہ شخص مصارف کا ضامن ہوگا اور اس کی طرف سے سوار ہو کر حج کرے (بدائع) صحیح مذہب یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرتا ہے، اس شخص کا اصل حج دوسرے شخص ہی کی طرف سے ادا ہوتا ہے اس بنا پر حج کرنے والے کا فرض اس حج سے ادا نہیں ہوتا (تبیین)

ایسے شخص سے حج کرانا افضل ہے جو پہلے حج کر چکا ہے

جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج کرانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے افضل ہے کہ کسی ایسے شخص کو متعین کرے جو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے اس کے باوجود اگر کسی ایسے شخص کو متعین کیا جس نے اپنی طرف سے حج فرض ادا نہیں کیا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور حکم کرنے والے کے ذمہ سے حج ساقط ہو جائے گا (محیط)

کرمانی میں ہے کہ اپنی طرف سے ایسے شخص کو حج کرانا چاہیے جو وہاں کے راستے اور افعال (حج) سے واقف ہو، آزاد، عاقل اور بالغ ہو (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اگر کسی کی طرف سے عورت نے حج کیا، یا غلام اور باندی نے اپنے مالک کی اجازت سے حج کیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے (محیط سرخسی)

اگر کسی شخص کو دو شخصوں نے اپنے اپنے حج کے لئے مقرر کیا اور اس نے ان دونوں کی طرف سے ایک حج کا احرام باندھا پس یہ حج اس حج کرنے والے کے لئے ہوگا اور ان دونوں میں سے کسی کی طرف سے نہ ہوگا، اور ان سے جو خرچ لیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور اس کے بعد وہ اس حج کو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے نہیں کر سکتا اس کے برخلاف اگر کسی نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا تو اس کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی طرف سے چاہے اس حج کو متعین کر دے، اگر حج کرنے والے نے احرام میں دو شخصوں میں سے کسی کو متعین نہیں کیا اور بلا تعین حج ایک کی طرف سے کیا، پس اگر اسی طرح حج پورا کر لیا، تو اس نے حج کرانے والوں کے حکم کی مخالفت کی (یعنی ان کی طرف سے حج واقع نہ ہوگا) اور اگر حج پورا کرنے سے پہلے ایک کو متعین کر لیا، تو حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ قول ہے کہ اس صورت میں بھی وہ حج کرانے والے کے حکم کا مخالف ہے اور حج خود اس کی طرف سے واقع ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ

نے فرمایا ہے کہ حج اس شخص کی طرف سے واقع ہوگا، جس کو اس نے متعین کر دیا ہے اس کے برخلاف اگر احرام کی نیت مبہم رکھی یعنی یہ متعین نہ کیا، کہ حج کا احرام باندھا ہے یا عمرہ کا تو اس کو اختیار رہے جس کو چاہے متعین کر دے (شرح مجمع) جس کی طرف سے کسی نے احرام باندھا ہے اگر اس شخص نے احرام باندھتے ہوئے کچھ ذکر نہ کیا نہ متعین ذکر کیا نہ مبہم، تو کافی میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں مجتہدین سے کوئی تصریح نہیں ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا متعین کرنا بالاتفاق صحیح ہو اس لئے کہ حج کرنیوالے کے حکم کی مخالفت نہیں ہے (تبیین)

اگر ایک شخص نے کسی کو اپنی طرف سے الگ الگ حج اور عمرہ کرنے کا حکم دیا اور اس شخص نے دونوں کو ملا کر قران کر لیا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس نے حج کرانے والے کے حکم کا خلاف کیا اور خرچ کا ضامن ہوگا اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق استحساناً قران حکم کرنے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گا یہ اختلاف اس صورت میں ہے، جب کہ اس نے آمر (حکم دینے والے) کی جانب سے قران کیا ہو اور اگر (قران کے) حج یا عمرہ میں سے کسی ایک میں دوسرے شخص کی یا اپنی نیت کر لی تو بلا اختلاف وہ شخص مخالف سمجھا جائے گا اور خرچ کا ضامن ہوگا،

اگر ایک شخص نے کسی شخص کو حج کا حکم دیا اس نے پہلے عمرہ کیا، پھر مکہ سے احرام باندھ کر حج کیا تو وہ سب حضرات کے اقوال کے مطابق (حکم دینے والے کا) مخالف سمجھا جائے گا (محیط) خانیہ میں ہے کہ اس حج سے حج کرنے والے کا حج فرض بھی ادا نہ ہوگا (تاتارخانیہ) اور اگر ایک شخص نے کسی شخص کو عمرہ کا حکم دیا، پھر اس نے پہلے عمرہ کیا، پھر اپنی طرف سے حج کیا تو وہ حکم کرنے والے کا مخالف نہ ہوگا اور اگر پہلے حج کر لیا پھر عمرہ کیا تو سب حضرات کے اقوال کے مطابق (حکم دینے والے) کا مخالف سمجھا جائے گا (محیط) اگر کسی کو ایک شخص نے حج کا حکم اور دوسرے نے عمرہ کا حکم دیا اور ان دونوں نے حج اور عمرہ کو جمع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور اس شخص نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کر لیا (تو ان دونوں کا مخالف سمجھا جائے گا) اور دونوں کا مال واپس کرنا پڑے گا اور اگر ان دونوں شخصوں نے (حج اور عمرہ کو) جمع کرنے کا حکم دیا تھا تو جائز ہوگا (محیط سرخسی) جس کو کسی نے حج کرنے کا حکم دیا ہے وہ آمد و رفت کے اخراجات حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کرے گا (سراجیہ) اور اگر کسی شخص کو اس طرح حج کرایا کہ وہ حج کر کے مکہ میں مقیم رہے تو جائز ہے، اور افضل یہ ہے کہ حج کر کے واپس آ جائے،

جس شخص کو حج کا حکم دیا گیا تھا، اگر اس نے حج سے فارغ ہونے کے بعد پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اپنے مال سے خرچ کرے گا، اور اگر حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کیا، تو ضامن ہوگا اور اگر اقامت کی نیت کے بغیر وہاں چند دن مقیم رہا تو ہمارے اصحابؒ نے کہا ہے کہ اگر اتنے دن ٹھہرا رہا جتنے دن وہاں لوگ عموماً ٹھہرا کرتے ہیں، تو جس کی طرف سے حج کیا ہے اس کے مال میں سے خرچ کرے گا اور اگر اس سے زیادہ مقیم رہا تو اپنے مال میں سے خرچ کرے گا، یہ حکم پہلے زمانہ کا تھا اور ہمارے زمانہ میں ایک شخص بلکہ چھوٹی جماعت کے لئے بھی قافلہ کے بغیر نکلنا ممکن نہیں ہے اس لئے جب تک قافلہ کا انتظار کرے گا تو اس کا خرچ حج کرانے والے کے ذمے ہوگا اسی طرح بغداد میں اگر مقیم رہا تو اس کا خرچ بھی حج کرانے والے کے ذمہ ہوگا آمد و رفت میں جو مدت گذرے گی اس میں اعتماد قافلہ کے آنے جانے پر ہوگا،

اگر ایک شخص نے پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کر لی اور اس کا خرچ حکم کرنے والے کے مال سے ساقط ہو گیا، پھر اس کے بعد لوٹا، تو کیا حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کرے گا، یا خرچ نہ کرے، قدوری نے مختصر طحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امام محمدؒ کے قول کے مطابق پھر حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کرے گا، ظاہر روایت یہی ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اب اس کو حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس نے مکہ کو اپنا گھر نہیں بنایا

اور اگر مکہ میں گھر بنا لیا، پھر اس کے بعد لوٹا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ اس کا خرچ حکم کرنے والے کا ذمہ نہ ہوگا (بدائع) جس شخص کو حج کرنے کا حکم کیا ہے اگر وہ ایام حج سے پہلے چلا گیا تو بغداد یا کوفہ میں پہنچنے تک حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرے، پھر حج کے زمانہ تک جتنے دن ٹھیرا ہے ان دنوں میں اپنے مال سے خرچ کرے، پھر جب وہاں سے چلے تو میت کے مال میں سے خرچ کرے[۱] تاکہ سبب یعنی راستہ میں میت کے مال میں سے خرچ کرنا متحقق ہو جائے (محیط سرخسی) اگر دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والا اپنے کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ حج فوت ہو گیا، تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے آئندہ سال میت کی طرف سے اپنا مال خرچ کر کے حج کیا تو جائز ہے اور اگر کسی آسمانی آفت سے حج فوت ہو گیا، یا اونٹ سے گر پڑا تو حضرت امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس سے پہلے جو خرچ کر چکا ہے اس کا ضامن نہ ہوگا اور واپسی میں اپنے مال میں سے صرف کرے (سراج الوہاج)

جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا ہے اگر وہ کسی دوسرے راستہ سے گیا، جس میں خرچ زیادہ ہے تو اگر اس طرف سے بھی حج کرنے والے جایا کرتے ہیں، تو اس شخص کو اختیار ہے (محیط سرخسی)

پندرھواں باب حج کے بارے میں وصیّت کرنا

جس شخص پر حج فرض ہے اگر وہ حج ادا کرنے سے پہلے وصیت کے بغیر مر گیا، تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ گنہ گار ہوگا اگر وارث اس کی طرف سے حج کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ذکر کیا ہے کہ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ حج اس میت کی طرف سے ادا ہو جائے گا، اور اگر حج کی وصیت کر کے مرا تو حج اس کے ذمے سے ساقط نہ ہوگا اور جب اس کی طرف سے حج کیا جائے گا تو ہمارے نزدیک اگر دوسرے شخص کی طرف سے حج کرانے کی تمام شرائط موجود ہیں تو جائز ہیں

شرائط کی تفصیل اور وہ شرائط یہ ہیں (۱) حج کرنے والا اس کی طرف سے حج کی نیت کرے (۲) وصیت کرنے والے کے مال میں سے کل یا اکثر خرچ کرے (۳) کوئی دوسرا شخص بطور احسان اپنی طرف سے مال نہ دے (۴) سوار ہو کر حج کو جائے پیادہ نہ جائے (۵) اس کے تہائی مال میں سے خرچ کرے، خواہ اس نے وصیت میں تہائی کی قید لگائی ہو، یعنی یہ کہا ہو کہ میرے تہائی مال میں سے خرچ کر کے حج کرایا جائے یا کوئی قید نہ لگائی ہو، مثلاً یہ وصیت کی ہو کہ میری طرف سے حج کرایا جائے (بدائع)

اگر وصیت کرنے والے نے کوئی جگہ نہیں بیان کی جہاں سے حج کرایا جائے، تو ہمارے علماء کے نزدیک اس کے وطن سے حج کرایا جائے گا یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ اس کا تہائی مال وطن سے حج کرانے کے لئے کافی ہو اور اگر تہائی مال میں وطن سے حج نہیں ہو سکتا تو اس کے مال میں جہاں سے حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرا دیا جائے (محیط) اور اگر اس کا کوئی وطن نہیں ہے تو جہاں انتقال ہوا ہے وہاں سے حج کرا دیا جائے (شرح طحاوی) اور اگر اس کے کئی وطن ہیں تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ اس کا جو وطن مکہ سے زیادہ قریب ہو وہاں سے حج کرا دیا جائے دور کے وطن سے حج نہ کرایا جائے (تاتارخانیہ)

خاص جگہ سے حج کرانے کی وصیّت معتبر ہے اگر اس نے وصیت میں یہ کہا کہ فلاں جگہ سے حج کرایا جائے حالاں کہ وہ اس کا وطن نہیں ہے تو اس کے تہائی مال میں وہیں سے حج کرایا

---

[۱] یہ حکم اس صورت میں ہے جب کسی شخص نے میت کی طرف سے حج کرانے کا حکم دیا ہو،

جائے گا، جہاں سے اس نے بیان کیا ہے خواہ وہ جگہ مکہ سے قریب ہو، یا دور ہو، اور اگر حج کرنے والے کے پاس میت کے مال میں سے آمد ورفت وغیرہ کے مصارف نکالنے کے بعد کچھ پیسے باقی بچ گئے، تو وہ وارثوں کو واپس کر دے اور اس کو اس میں سے کچھ لینا جائز نہیں ہے (بدائع)، اگر میت کے تہائی مال میں وطن سے حج ہو سکتا ہے اور وصی نے کسی اور جگہ سے حج کرایا، جو اس کا وطن نہیں ہے تو وصی اس مال کا ضامن ہوگا اور یہ حج وصی کی طرف سے مانا جائے گا اور میت کی طرف سے دوبارہ حج کرے گا، لیکن اگر وہ جگہ جہاں سے حج کرایا ہے میت کے وطن سے اس قدر قریب ہے کہ وہاں جا کر رات سے پہلے پہلے واپس آ سکتے ہیں تو اس صورت میں وصی ضامن نہ ہوگا، اور اگر ایک جگہ سے میت کی طرف سے حج کرایا اور اس جگہ سے حج کے مصارف کے بعد میت کے تہائی مال میں سے مال باقی بچتا ہے اور اب یہ بات ظاہر ہوئی، کہ اتنے مال میں اس سے زائد دور سے حج کرا سکتے تھے تو وصی مال کا ضامن ہوگا، اور جہاں سے اتنے مال میں حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرایا جائے گا، لیکن اگر بچا ہوا مال تھوڑا ہے جو خوراک اور لباس وغیرہ کو کافی نہیں ہے تو وصی کا مخالف نہ ہوگا، اور بچا ہوا مال وارثوں کو واپس کر دے گا (ظہیریہ)

اگر ایک شخص اپنے وطن سے نکل کر کسی ایسے شہر میں گیا، جو مکہ سے زیادہ قریب ہے، اور وہاں مرگیا، تو اگر حج کے لئے نہیں گیا تھا، بلکہ کسی اور کام سے گیا تھا تو سب فقہاء کے اقوال کے مطابق اس کی طرف سے حج اس کے وطن سے ۔۔ کرایا جائے گا اور اگر حج کے لئے گیا تھا اور راستہ میں مرگیا اور اس نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے تب بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق یہی حکم ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جہاں تک وہ پہنچ چکا ہے وہاں سے حج کرایا جائے (بدائع)، زاد میں ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول صحیح ہے (مضمرات)

اگر ایک شخص حج کے لئے نکلا اور راستہ میں کسی شہر میں مقیم ہو گیا (یہاں تک کہ حج کا زمانہ گذر گیا) اور دوسرا سال آگیا، پھر وہاں مرگیا، اور اس نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے، تو سب فقہاء کے قول کے مطابق اس کے وطن سے حج کرایا جائے گا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)، ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے اور جو شخص اس کی طرف سے حج کرنے کے لئے گیا وہ راستہ میں مرگیا، تو اس میت کے تہائی مال میں اس کے وطن سے حج کرایا جائے گا، یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے (تبیین) یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے تہائی مال میں حج ہو سکتا ہو اور اگر تہائی مال میں حج نہیں ہو سکتا تو استحساناً یہ حکم ہے کہ جہاں تک وہ پہنچ چکا ہے وہاں سے کوئی وارث میت کی طرف سے حج کرے (نہر الفائق)

ایک شخص نے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی، وصی نے اس کی طرف سے کسی شخص کو حج کے لئے مقرر کیا اور حج کے مصارف سفر میں نکلنے سے پہلے یا سفر میں نکلنے کے بعد، یا راستہ میں، یا اس شخص کو دینے سے پہلے وصی کے پاس سے تلف ہو گئے، یا چوری ہو گئے، تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق میت کے باقی ماندہ مال کے ایک ثلث سے حج کرایا جائے (تمرتاشی تاتارخانیہ)

اگر ایک شخص نے کئی حجوں کی وصیت کی اور اس کے مال میں صرف ایک حج ہو سکتا ہے دوسرا حج نہیں ہو سکتا تو اس کی طرف سے ایک حج کرایا جائے گا اور جو مال باقی بچے گا وہ وارثوں کو دیا جائے گا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)، ایک شخص نے وصیت کی کہ تہائی مال میں اس کی طرف سے حج کرایا جائے اور اس کے تہائی مال میں کئی حج ہو سکتے ہیں، پس اگر اس نے یہ الفاظ کہے،

أَحِجُّوا عَنِّي بِثُلُثِ مَالِي حَجَّةً وَاحِدَةً — میرے تہائی مال میں سے ایک حج کرا دینا

یا حَجَّةً کہا اور وَاحِدَةً نہ کہا تو اس کی طرف سے ایک ہی حج کرایا جائے گا اور اگر یہ الفاظ کہے،

أَحِجُّوا عَنِّي بِثُلُثِ مَالِي — میرے تہائی مال میں سے حج کرا دینا۔

اور اس سے زائد کچھ نہ کہا تو اس کے تہائی مال میں جتنے حج ہو سکیں گے اتنے حج کرائے جائیں گے البتہ وصی جس شخص سے وصیت کی ہے، کو اس بات کا اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس کی طرف سے ایک سال میں کئی حج کرائے، یا ہر سال ایک شخص کو ایکبار حج کرائے اور پہلی صورت یعنی ایک سال میں کئی حج کرانے افضل ہے پس اگر وصی نے اس کے تہائی مال میں سے کئی حج کرائے اور اس میں سے کچھ مال باقی بچ گیا، جو اس کے وطن سے حج کرانے کے لئے کافی نہیں ہے البتہ مکہ سے جو سب سے زیادہ قریب میقات ہے وہاں سے یا خاص مکہ سے یا اسی طرح کسی اور قریبی جگہ سے اس مال سے حج کرایا جا سکتا ہے تو اسی مقام سے حج کرایا جائے گا اور بچا ہوا مال وارثوں کو نہ دیں گے (محیط)

اگر ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال میں سے ہر سال ایک حج کرایا جائے تو اصل میں یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے اور حضرت امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ دوسری صورت کے مانند ہے یعنی ہر سال ایک حج کرائے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

اگر مرنے والے نے وصی سے یہ کہا تھا کہ میری طرف سے جو شخص حج کرے، اس کو مال دیدینا، تو وصی کو جائز نہیں ہے کہ اس کی طرف سے خود حج کرے اور اگر مرنے والے نے یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج کرا دینا اور اس سے زائد کچھ نہ کہا تو وصی کو خود حج کرنے کا اختیار ہے پس اگر وصی مرنے والے کا وارث ہے، یا اس نے وارثوں کو حج کرانے کے لئے مال دیا ہے پس اگر سب وارثوں نے اجازت دیدی اور وہ سب بالغ ہیں تو جائز ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو جائز نہیں ہے، اگر ایک شخص نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے حج کرایا جائے اور وارث یا کسی اور شخص نے بطور تبرع اپنی طرف سے حج کرایا تو جائز نہیں ہے،

اگر ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے، پس اگر وارث نے اپنے مال میں سے اس غرض سے حج کرایا کہ میت کے مال سے وصول کرے گا تو جائز ہے اور اسے اختیار ہے کہ مرنے والے کے مال سے وصول کرے زکوٰۃ اور کفارہ کا بھی یہی حکم ہے اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا تو جائز نہ ہوگا اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرا دینا پس اگر وارث نے اپنے مال سے حج کرایا اور یہ نیت نہ کی، کہ مرنے والے کے مال میں سے وصول کرے گا، تو اس سے مرنے والے کا حج فرض ادا ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر مرنے والے نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے جو شخص حج کرے گا اگر اس کے پاس حج سے واپس آنے کے بعد کچھ مال باقی بچا تو وہ اس شخص کا ہوگا تو یہ وصیت جائز ہے اور حج کرنے والے کو بچا ہوا مال وصیت کے سبب سے لینا جائز ہے، یہی اصح ہے، اگر مرنے والے نے یہ وصیت کی کہ سو درہم میں اس کی طرف سے حج کرا دینا پس جس جگہ سے سو درہم میں حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرا دیا جائے اور اگر اس کے تہائی مال میں سو درہم نہیں نکلتے تو اس کے تہائی مال میں جہاں سے حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرا دیا جائے اور وصیت باطل نہ ہوگی اور اگر مرنے والے نے سو درہم متعین کر دیئے، کہ ان سے حج کرایا جائے اور ان میں سے ایک درہم یا اس سے زائد تلف ہو گئے تو باقی دراہم سے حج کرایا جائے گا اور اس کی وصیت باطل نہ ہوگی (شرح طحاوی)

مرنے والے نے ہزار درہم کی ایک شخص کے لئے اور ہزار درہم کی فقراء کے لئے وصیت کی اور ایک یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درہم میں حج فرض کرایا جائے اور اس کے تہائی مال میں کل دو ہزار درہم بیٹھتے ہیں، تو تہائی مال کے تین حصے کر کے ان تینوں پر تقسیم کر دیں گے اور اگر حج کے مصارف میں کچھ کمی آ گئی، تو فقراء کے حصہ میں سے لے لیں گے اور جو باقی رہے گا وہ فقراء کو دیدیں گے، اگر کسی نے وصیت میں حج کرانے کے لئے ایک ہزار درہم ایسے متعین کئے، جو حج میں رائج نہیں ہیں تو وصی کو اختیار ہے کہ ان کے عوض ایسے دراہم بدل لے جو حج میں رائج ہیں اور اگر چاہے تو ان دراہم کی قیمت کے دینار دے دے،

اگر وصی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ مرنے والے کی طرف سے اس سال حج کرے اور اسکو مصارف بھی دیدیئے اس شخص نے حج نہ کیا، اور سال گذر گیا اور آئندہ سال حج کیا تو جائز ہے اور نفقہ کا وہ ضامن نہ ہوگا (محیط سرخسی) مرنے والے کی طرف سے حج کرنے والا اگر وقوف عرفہ کے بعد

مرگیا، تو مرنے والے کی طرف سے حج جائز ہو جائے گا، اور اگر نہ مرا اور طوافِ زیارت سے پہلے واپس آگیا، تو اس پر عورت حرام ہے (یعنی اس کے ساتھ صحبت نہیں کرسکتا) یہ شخص احرام کے بغیر اپنے خرچ سے مکہ جائے اور مناسک باقی رہ گئے ہیں ان کو پورا کرے (ذخیرہ فصل مامور بالحج)

اگر مرنے والے کی طرف سے حج کرنے والے نے وقوف عرفہ سے پہلے عورت سے صحبت کرکے حج کو فاسد کردیا، تو جو مال باقی بچا ہے وہ واپس کرے، اور جو راستہ میں خرچ ہوا ہے اس کا ضامن ہوگا، اور آئندہ سال اپنے مال سے حج اور عمرہ کرے اور اگر وقوفِ عرفہ کے بعد صحبت کی تو حج فاسد نہ ہوگا، اور مصارف کا ضامن نہ ہوگا، اور اس شخص پر اپنے مال میں سے قربانی دینی واجب ہوگی[1] (سراج الوہاج) ایک شخص نے اگر یہ وصیت کی کہ فلاں شخص میری طرف سے حج کرے اور اس کا انتقال ہوگیا، تو حضرت امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کرے، لیکن اگر وصیت اسطرح کی تھی، کہ فلاں شخص کے علاوہ کوئی دوسرا حج نہ کرے، تو اس صورت میں کوئی دوسرا شخص حج نہ کرے گا، جس شخص کو حج کا حکم کیا تھا اگر وہ راستہ میں بیمار ہوگیا اور اس نے میت کی طرف سے حج کرنے کے لئے کسی اور شخص کو متعین کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر حکم کرنے والے نے اس کو اجازت دیدی تھی تو جائز ہے، وصی کے لئے مناسب ہے کہ جس شخص کو میت کی طرف سے حج کرنے کے لئے مقرر کرے، اس کو اس قسم کی اجازت دیدے کہ اگر بیمار ہو جائے، تو کسی اور شخص سے حج کرا دے (سراج الوہاج فصل الحج عن الغیر)

مرنے والے کی طرف سے حج کرنے والا اگر بیمار ہوگیا اور کل مال خرچ کردیا، تو وصی پر یہ واجب نہیں ہے کہ اس کے لوٹنے کے لئے اور مال بھیجے اور اگر وصی نے حج کرنے والے سے یہ کہدیا تھا کہ اگر مصارف ختم ہو جائیں تو قرض لے لینا اور اس قرض کا ادا کرنا میرے ذمے ہے تو جائز ہے (محیط) اگر مرنے والے کی طرف سے حج کرنے والے نے میقات سے یا اس کے بعد سے احرام باندھا اور مال ضائع ہوگیا، پھر اپنے پاس سے خرچ کرکے حج کے ارکان ادا کئے اور اپنے اہل و عیال میں واپس آگیا تو وصی سے یہ خرچ نہ لے گا البتہ اگر قاضی فیصلہ کردے تو اپنا خرچ وصی سے وصول کرسکتا ہے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اگر مصارف مکہ میں یا اس کے قریب ضائع ہوگئے اور کچھ باقی نہ رہا اور حج کرنے والے نے اپنے مال میں سے خرچ کیا، تو مرنے والے کے مال میں سے یہ مصارف لینے کا اس کو اختیار ہے (تاتارخانیہ)

اگر خدمت کے لئے کوئی خادم اجرت پر رکھ لیا تو دیکھیں گے اگر اس جیسے لوگ اپنا کام خود کرلیتے ہیں، تو اس کی اجرت اپنے پاس سے دینی پڑے گی اور اگر اس جیسے لوگ اپنا کام خود نہیں کرتے تو مرنے والے کے مال میں سے اجرت دیجائے گی، جس شخص کو حج کا حکم دیا گیا ہے حمام میں داخل ہو کر وہاں کے محافظ کو اسی طرح اجرت دینی چاہیئے، جس طرح دوسرے حاجی دیا کرتے ہیں،

وصی نے اگر مرنے والے کی طرف سے کسی شخص کو حج کرنے کے لئے دراہم دیئے، پھر اس نے وہ دراہم واپس لینے چاہے تو جب تک اس نے احرام نہیں باندھا ہے وہ واپس لے سکتا ہے جب مال واپس لے لیا اور اس شخص نے اپنے وطن واپس ہونے کے لئے اخراجات طلب کئے تو دیکھیں گے اگر اس وجہ سے مال واپس لیا ہے کہ اس سے کوئی خیانت ظاہر ہوئی تھی، تو وطن جانے کے اخراجات اسی کے ذمہ ہوں گے اور اگر رائے کے ضعیف ہونے یا احکام حج سے ناواقف ہونے کی بنا پر مال واپس لیا ہے تو مرنے والے کے مال میں سے اخراجات دیئے جائیں گے اور اگر نہ خیانت ظاہر ہوئی اور نہ کسی عیب کی بنا پر مال واپس لیا تو اخراجات وصی کے ذمے ہوں گے (محیط)

اگر مرنے والے کی طرف سے حج کرنے والے نے حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کیا تو خرچ کا ضامن نہ ہوگا اور جب تک عمرہ میں مشغول ہے اپنی طرف سے خرچ کرے گا اور جب عمرہ سے فارغ ہوگیا تو مرنے والے کے مال میں سے خرچ کرے گا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

[1] یہ قربانی اس کے مال میں اس لئے واجب ہوگی کہ یہ اس کی جنایت کی وجہ سے واجب ہوئی ہے (مترجم)

سولھواں باب ہدی (قربانی) کا بیان

اس باب میں کئی چیزوں کا جاننا ضروری ہے

۱ ہدی کی تعریف

ہدی اس حلال جانور کو کہتے ہیں، جس کا ہدیہ حرم میں لیجاتے ہیں (تبیین) ہدی اس وقت میں ہوتی ہے، جب صراحتہً ہدی مقرر کریں، یا دلالۃً، اور دلالت نیت سے ہوتی ہے، اور مکہ کی طرف قربانی ہانک کرے چلنے سے بھی استحساناً ہو جاتی ہے اگرچہ نیت نہ کی ہو (بحرالرائق)

ہدی کی اقسام

ہدی کی تین قسمیں ہیں (۱) اونٹ (۲) گائے بیل وغیرہ (۳) بھیڑ بکری (ہدایہ) ہمارے نزدیک سب سے افضل اونٹ ہے، پھر گائے بیل، پھر بھیڑ بکری (فتح القدیر)

بدنہ

کا اطلاق صرف اونٹ اور گائے پر ہوتا ہے (محیط سرخسی)

۲ ہدی میں کیا چیز جائز ہے اور کیا جائز نہیں

جن چیزوں کی قربانی جائز ہے ان کی ہدی بھی جائز ہے اور بکری کی قربانی ہر چیز میں جائز ہے، لیکن دو جگہ جائز نہیں ہے جس شخص نے جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا یا جس نے وقوف عرفہ کے بعد صحبت کر لی تو (اس جنابت کے سلسلہ میں) بکری کی قربانی جائز نہ ہوگی (ہدایہ)

۳ ہدی میں سنت اور مکروہ کا بیان

ہدی (قربانی) کے (گلے میں) پٹہ ڈالنا سنت ہے (محیط سرخسی) نفل، تمتع اور قران کی ہدی میں پٹہ ڈالا جائے گا، اسی طرح جو ہدی نذر سے اپنے اوپر واجب کر لی ہے اس کے گلے میں بھی پٹہ ڈالیں احصار اور جنایات کی وجہ سے جو ہدی واجب ہوتی ہیں ان کے گلے میں پٹہ نہ ڈالیں اور اگر احصار اور جنایات کی وجہ سے لازم شدہ ہدی کے گلے میں پٹہ ڈال دیا تو جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (سراج الوہاج) بکری کے گلے میں پٹہ ڈالنا ہمارے نزدیک مسنون نہیں ہے (ہدایہ)

۴ ہدی کے ساتھ کیا چیزیں جائز ہیں اور کیا نا جائز

ہدی پر سواری نہ کریں لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے اور اس پر بوجھ بھی نہ لادیں اس لئے کہ ہدی کی تعظیم واجب ہے اور بوجھ لادنے اور سواری کرنے میں اس کی ذلت ہے اور یہ بات تعظیم کے خلاف ہے اس لئے حرام ہے (محیط سرخسی) اگر ہدی پر سوار ہوا یا اس پر بوجھ لادا اور اس وجہ سے اس میں نقصان آگیا تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا اور اس کو فقیروں پر صدقہ کردے اغنیاء کو نہ دے (بحرالرائق) اس کا دودھ نہ نکالے، اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تاکہ دودھ اترنا موقوف ہو جائے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ذبح کرنے کا مقام قریب ہو اور اگر دور ہو اور دودھ نہ دوہنے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کا دودھ دوہے اور اس کا صدقہ کردے اور اگر اس کو اپنی ضرورت میں صرف کر لیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرے (کافی) اسی طرح دودھ اگر مالدار کو دے دیا تب بھی یہی حکم ہے (اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت کا صدقہ کردے) (بحرالرائق)

ہدی کے اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا صدقہ کرے یا اس کے ساتھ اس کو بھی ذبح کردے اور اگر بچہ کو فروخت کر ڈالا، تو اس کی قیمت کا صدقہ کرے (تبیین) اگر بچہ کو ہلاک کر دیا، تو اس کی قیمت دینی پڑے گی اور اس کے عوض کوئی اور ہدی خرید لی تو بہتر ہے (بحرالرائق) اگر کوئی شخص

ہدی ہانک کرلے گیا اور وہ ہلاک ہوگئی، پس اگر نفلی تھی، تو اس پر کوئی اور ہدی واجب نہ ہوگی اور اگر اس کا ذبح کرنا واجب تھا تو دوسری ہدی اس کے عوض خریدے اور اگر ہدی میں زیادہ عیب آگیا تب بھی دوسری ہدی اس کے عوض خریدے اور عیب والی ہدی کا جو چاہے کرے (کافی) یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ شخص مالدار ہو اور اگر تنگدست ہے تو عیب والی ہدی ہی کافی ہے (سراج الوہاج)

اگر بدنہ (اونٹ یا گائے) راستہ میں ہلاک ہوگیا پس اگر وہ نفلی تھا تو اس کو ذبح کرے اور اس کے نعل کو خون میں رنگے اور کوہان کے ایک حصہ سے چھوا دے، خود اس میں سے کچھ نہ کھائے اور نہ کوئی غنی شخص کھائے بلکہ صدقہ کردے اور یہ اس بات سے افضل ہے کہ اس کا گوشت درندوں کے لئے چھوڑ دے اور اگر وہ واجب تھا تو اس کی جگہ کوئی اور قربانی لے اور اس بدنہ کا جو جی چاہے کرے (کافی)

اگر نفل کی ہدی حرم میں پہنچ گئی اور وہاں قربانی کے دن سے پہلے معیوب ہوگئی تو دیکھیں گے اگر اس میں اس قسم کا نقصان پیدا ہوگیا تھا جس کی وجہ سے واجب ادا نہیں ہوسکتا تو اس کو ذبح کرے اور اس کا گوشت صدقہ کردے خود اس میں سے کچھ نہ کھائے اور اگر نقصان تھوڑا تھا جس سے واجب ادا ہوجاتا ہے تو اس کو ذبح کرے اور اس کے گوشت کا صدقہ کرے اور خود بھی کھائے، تمتع کی ہدی کا حکم اس کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر وہ حرم میں قربانی کے دن سے پہلے عاجز ہوگئی اور اس کو ذبح کرڈالا تو کافی نہ ہوگی اور اگر کسی کی ہدی چوری ہوگئی اور اس نے اس جگہ دوسری ہدی خرید لی، اس کے پٹہ ڈال دیا اور حرم کی طرف لے چلا پھر پہلی ہدی مل گئی تو دونوں کو ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی کو ذبح کیا اور دوسری کو فروخت کرڈالا تو جائز ہے اور اگر دوسری کو ذبح کیا اور پہلی کو فروخت کردیا تو اگر دوسری کی قیمت پہلی کے برابر ہے، یا اس سے زائد ہے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کم ہے تو جس قدر کمی ہے اس کا بھی صدقہ کردے (محیط)

نفلی ہدی کو قربانی کے دن سے پہلے ذبح کرنا صحیح قول کے مطابق جائز ہے (کافی) لیکن قربانی کے دن ذبح کرنا افضل ہے (تبیین) تمتع اور قران کی ہدی کو قربانی کے دن کے علاوہ کسی اور دن ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے بعد ذبح کی تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تارک واجب قرار دیا جائے گا اور اس بنا پر اس کے ذمے ایک قربانی لازم ہوگی (بحر الرائق) دیگر اقسام کی ہدایا جس وقت چاہے ذبح کرے ہدی کا ذبح کرنا حرم کے علاوہ کسی اور جگہ جائز نہیں ہے (ہدایہ) حرم اور غیر حرم کے فقیروں پر اس کا صدقہ کرنا جائز ہے لیکن حرم کے فقیروں پر صدقہ کرنا افضل ہے اور اگر غیر حرم کے فقراء زیادہ محتاج ہوں تو ان کو دینا افضل ہے (جوہرہ نیرہ)

اصولِ کلی

مالک کے لئے جس ہدی میں سے کھانا جائز ہے ذبح کے بعد تمام کا صدقہ کردینا واجب نہیں ہے بلکہ تہائی کا صدقہ کرنا مستحب ہے اور جس ہدی میں سے کھانا جائز نہیں ہے اس کا صدقہ کردینا واجب ہے، پس اگر ذبح کے بعد تمام گوشت تلف ہوگیا تو اس پر بطور ضمان کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ذبح کرنے کے بعد وہ خود تلف کردے تو دیکھیں گے اگر وہ ہدی اس قسم کی تھی، جس کا صدقہ کرنا واجب ہے تو اس کی قیمت اس کے ذمے واجب ہوگی جس کا وہ صدقہ کرے گا اور اگر اس قسم کی ہدی تھی، جس کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے تو اس کے بدلے کچھ واجب نہ ہوگا، ہدی کے گوشت کو فروخت کردینا جائز ہے خواہ ہدی ایسی ہو جس کا گوشت کھا سکتا ہے، یا ایسی ہو جس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ گوشت کا صدقہ کرنا اس پر واجب ہے (سراج الوہاج)

قربانی کرنے والے کو نفلی قربانی میں سے کھانا مستحب ہے جب کہ وہ حرم میں پہنچ گئی ہو اسی طرح تمتع اور قران کی ہدی میں سے بھی کھانا مستحب ہے (تبیین) مالدار کو بھی اس کا گوشت کھلایا جاسکتا ہے، دیگر اقسام کی قربانیوں میں سے (مثلاً کفارہ، نذر اور احصار کی قربانی یا وہ نفلی ہدی جو اپنے محل میں نہ پہنچی ہو) گوشت کھانا جائز نہیں ہے (سراج الوہاج)

ہدی کو عرفات میں نہ لیجائے

ہدی (قربانی) کو عرفات میں لیجانا واجب نہیں ہے، البتہ تمتع اور قران کی ہدی کو عرفات میں لے جانا اچھا ہے۔

اونٹ میں نحر اور گائے بیل میں ذبح ہے

اونٹ میں نحر کرنا افضل ہے، اور گائے بیل، بھیڑ بکری میں ذبح افضل ہے اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کریں اور اگر لٹا کر نحر کیا تو جائز ہے، لیکن پہلی صورت افضل ہے اور گائے بیل وغیرہ کو لٹا کر ذبح کرنا چاہیئے، کھڑا کر کے ذبح نہ کرے۔

ذبح کے وقت ہدی کو قبلہ رو کر دیں

ذبح کے وقت ہدی کو قبلہ رو کر دینا چاہیئے، اور بہتر یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اگر خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو وہ خود ذبح کرے (تبیین) جھول اور مہار کا صدقہ کر دیں

گوشت بنانے والے کی اجرت قربانی میں سے نہ دیں

(کنز) اگر اجرت کے علاوہ گوشت بنانے والے کو اس میں سے کچھ بطور ہدیہ کے دیدیا تو اکثر حضرات کے نزدیک جائز ہے اور اگر گوشت بنانے کی اجرت میں کچھ گوشت دیا تو اس کا ضامن ہوگا (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

(۵) ہدی کی نذر مان لینا

اگر ایک شخص نے یہ کہا لِلّٰہِ عَلَیَّ ھَدْیٌ (اللہ کے لئے میرے ذمے ایک ہدی ہے) تو دیکھیں گے اگر اس نے ہدی کی تین قسموں میں سے کوئی قسم متعین کر دی ہے تو وہی قسم واجب ہوگی اور اگر کسی قسم کو متعین نہیں کیا تو ہمارے نزدیک بکری واجب ہوگی اور اگر یہ الفاظ کہے لِلّٰہِ عَلَیَّ بُدْنَۃٌ (اللہ کے لئے میرے ذمے بدنہ واجب ہے) تو اگر دونوں قسموں میں سے کسی قسم کو متعین کیا ہے تو وہی واجب ہوگی اور اگر کسی کو متعین نہیں کیا تو دونوں قسموں میں سے جس کی چاہے قربانی دیدے (محیط)

اگر بدنہ (اونٹ یا گائے بیل) نذر سے اپنے اوپر واجب کر لیا تو اس کو جہاں چاہے ذبح کرے، لیکن اگر مکہ میں ذبح کرنے کی نیت کی تو مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے، یہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ بدنہ مکہ ہی میں ذبح کرے اور اگر نذر جزر کے لفظ سے مانی ہے تو دونوں کو ذبح کرنا واجب ہوگا (بدائع) اور اگر ہدی کی نذر مانی تو بالاتفاق اس کا ذبح کرنا حرم ہی کے ساتھ خاص ہے اور اگر جزور کی نذر مانی تو بالاتفاق غیر حرم میں ذبح جائز ہے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن ملک) اگر کسی نے یہ الفاظ کہے لِلّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اُھْدِیَ شَاۃً (اللہ کے لئے مجھ پر بکری کا ذبح کرنا واجب ہے) اور اس نے اونٹ ذبح کر دیا تو جائز ہے، نذر میں جس قسم کی ہدی متعین کی تھی اگر اس کے مثل یا اس سے افضل ذبح کر دی یا اس کی قیمت کا صدقہ کر دیا تو جائز ہے (مبسوط مصنفہ امام سرخسی)

سترھواں باب
حج کی نذر مان لینا

حج ابتداءً جس طرح اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے، جس میں وجوب حج کی شرائط پائی جائیں اور اس کا نام حجۃ الاسلام اور حج فرض ہے اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر بھی واجب ہوتا ہے جس میں وجوب کا سبب بندہ کی طرف کر پایا جائے مثلاً ایک شخص یہ الفاظ کہے لِلّٰہِ عَلَیَّ حَجَّۃٌ (اللہ کیلئے میرے ذمہ ایک حج ہے) یا صرف یہ لفظ کہے عَلَیَّ حَجَّۃٌ (میرے ذمہ ایک حج ہے) خواہ وہ حج میں کوئی شرط لگائے یا نہ لگائے یہ کہے کہ اگر میں ایسا کروں گا تو اللہ کے لئے میرے ذمے ایک حج واجب ہے، پس جب وہ شرط پائی جائے گی، تو اس نذر کا پورا کرنا لازم ہوگا

نذر کے بدلہ کفارہ کافی نہیں ہوتا

ظاہر روایت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ سے یہ مروی ہے کہ کفارہ اس کے بدلہ میں کافی نہیں ہو سکتا (بدائع) اگر حج کو کسی شرط پر معلق کیا، پھر دوسری شرط پر معلق کیا اور دونوں شرطیں پائی گئیں تو ایک حج کافی ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب دوسری قسم میں اس نے یہ الفاظ کہے ہوں کہ میرے ذمے یہی حج واجب ہے (فتاویٰ قاضیخان)

اگر کسی نے نذر میں یہ الفاظ کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمے احرام ہے یا یہ الفاظ کہے کہ میرے ذمے حج کا احرام ہے، تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کا اختیار ہے اور اگر ایسے الفاظ کہے جو احرام کے لازم ہونے پر دلالت کرتے ہیں مثلاً یہ کہا اللہ کے واسطے میرے اوپر بیت اللہ شریف تک یا کعبہ تک یا مکہ تک پیدل چلنا واجب ہے تو جائز ہے اور اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا (بدائع) استحسان بھی یہی ہے (محیط سرخسی) پس اگر اس نے حج یا عمرہ کو متعین کر لیا تو پیدل چل کر حج یا عمرہ کرنا واجب ہے

کہاں سے پیدل چلے اور کب پیدل چلنا موقوف کرے

اور جب پیدل چل کر اس نے حج یا عمرہ کیا تو اس میں اختلاف ہے کہ کہاں سے پیدل چلے اور کب پیدل چلنا موقوف کرے، حج میں طوافِ زیارت کے بعد اور عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد پیدل چلنا موقوف کر دے، کہاں سے پیدل چلنا شروع کرے، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ جہاں سے احرام باندھا ہے وہاں سے پیدل چلے اور بعض حضرات کے نزدیک اپنے گھر سے پیدل چلے (محیط) یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر راستہ بھر یا راستہ کے اکثر حصہ میں سوار ہو کر چلا تو قربانی لازم ہوگی اور اگر راستہ میں کچھ دور سوار ہو کر چلا تو حساب کے مطابق قربانی کا اتنا ہی حصہ واجب ہوگا، اصل میں مذکور ہے کہ اس کو دونوں باتوں کا اختیار ہے خواہ پیدل چلے یا سوار ہو کر چلے، فقہاء نے کہا ہے کہ پہلا قول صحیح ہے (تبیین)

اگر کسی شخص نے یہ الفاظ کہے کہ میرے اوپر حرم تک یا مسجد حرام تک پیدل چلنا واجب ہے تو اُس کا یہ قول صحیح نہیں ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ قول درست ہے اور اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا

اگر یہ الفاظ کہے کہ میرے اوپر صفا اور مروہ تک پیدل چلنا واجب ہے تو سب حضرات کے قول کے مطابق درست نہیں ہے اگر یہ الفاظ کہے کہ میرے اوپر بیت اللہ تک جانا، یا بیت اللہ کی طرف نکلنا، یا بیت اللہ کی طرف سفر کرنا، یا بیت اللہ میں آنا تو سب حضرات کے قول کے مطابق صحیح نہیں ہے، اگر یہ الفاظ کہے کہ یہ بکری بیت اللہ یا کعبہ، یا مکہ یا مسجد حرام، یا صفا و مروہ کی طرف ہدی ہے، تو وہی حکم ہوگا جو اس صورت میں ہے کہ اللہ کے لئے میرے اوپر بیت اللہ وغیرہ تک پیدل چلنا واجب ہے اور اتفاق و اختلاف کی جو صورتیں اس مسئلہ میں ابھی ذکر کی گئی ہیں اس جگہ بھی جاری ہوں گی (بدائع)

اگر کسی نے یہ کہا کہ حجِ فرض میرے اوپر دو بار واجب ہے تو کچھ لازم نہ ہوگا (محیط) اور اگر یہ کہا کہ اللہ کے لئے میرے اوپر امسال دو حج واجب ہیں تو اس پر دو حج واجب ہوں گے اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے اوپر اس سال دس حج واجب ہیں تو اس پر دس حج دس سال میں واجب ہوں گے، اسی طرح اگر کسی نے اپنے اوپر سو حج لازم کر لئے تو لازم ہو جائیں گے اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ اللہ کے لئے میرے اوپر آدھا حج لازم ہے، تو حضرت امام محمد رحمہ کے قول کے مطابق پورا حج لازم ہوگا اگر کسی نے حج کے تلبیہ میں یہ شرط لگائی کہ میں ایسا حج کروں گا کہ جس میں طوافِ زیارت اور وقوفِ عرفہ نہ کروں گا تو اس پر پورا حج لازم ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کسی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے اوپر تیس حج لازم ہیں اور ایک سال میں تیس آدمیوں سے حج کرایا پس اگر وہ حج کا زمانہ آنے سے پہلے مرگیا تو تمام حج جائز ہوں گے اور اگر حج کا زمانہ .... آگیا اور وہ زندہ ہے اور حج کرنے پر قادر ہے تو تیس میں سے ایک حج باطل ہو جائے گا، اور اسی طرح جب ایک سال آئے گا تو ایک حج باطل ہو جائے گا (محیط) اگر مریض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے اگر مجھے شفا دیدیں تو میرے اوپر ایک حج لازم ہے، پس اگر شفایاب ہو گیا تو اس پر ایک حج لازم ہوگا اگرچہ اس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے کے الفاظ نہ کہے ہوں اس لئے کہ حج تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کہا کہ میں اچھا ہو جاؤں تو مجھ پر ایک حج واجب ہے پس وہ اچھا ہو گیا اور حج کیا تو اس کے ضمن میں حج

فرض ادا ہو جائے گا اور اگر حج فرض کے علاوہ کسی اور حج کی نیت کرلی تو اس کی نیت صحیح ہوگی (خلاصہ)

متفرق مسائل

اہلِ عرفہ نے ایک دن وقوف کیا اور ایک جماعت نے گواہی دی کہ انہوں نے وقوف کے دن سے پہلے وقوف کیا ہے شلاً اس جماعت نے اس پر گواہی قائم کی کہ انہوں نے آٹھویں تاریخ کو وقوف کیا ہے تو اس جماعت کا قول معتبر ہوگا اور وقوف کا اعادہ کیا جائے گا اور اگر اس جماعت نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے وقوف کے دن کے بعد مثلاً دسویں تاریخ کو وقوف کیا ہے تو اس جماعت کا قول معتبر نہ ہوگا اور استحساناً ان کا حج جائز ہو جائے گا اگر آٹھویں تاریخ کو یہ گواہی دی کہ آج عرفہ کا دن ہے (یعنی نویں تاریخ ہے) پس اگر امام تمام لوگوں کے ساتھ یا اکثر کے ساتھ دن میں وقوف کرسکتا ہے تو اس جماعت کی شہادت قیاساً اور استحساناً قبول کی جائے گی اگر ان لوگوں نے رات تک وقوف نہ کیا تو ان سے حج فوت ہو جائے گا،

اور اگر امام ان لوگوں کے ساتھ رات میں وقوف کرسکتا ہے دن میں نہیں کرسکتا تب بھی استحساناً وہی حکم ہے، چنانچہ اگر ان لوگوں نے وقوف نہ کیا تو ان سے حج فوت ہو جائے گا اور اگر امام رات میں اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہیں کرسکتا تو اس جماعت کی شہادت معتبر نہ ہوگی اور امام استحساناً دوسرے دن وقوف کرنے کا حکم دے اور گواہوں کے لئے بھی وہی حکم ہے جو اور لوگوں کے لئے ہے، یہاں تک کہ اگر انہوں نے اپنی رائے سے وقوف کیا اور لوگوں کے ساتھ وقوف نہ کیا تو ان سے حج فوت ہو جائے گا (تبیین) اور اس صورت میں ان پر واجب ہے کہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائیں اور آئندہ سال حج کریں،

وقوفِ عرفہ میں کتنے لوگوں کی گواہی معتبر ہے

اگر ایسے وقت میں گواہی دی کہ وقوفِ عرفہ دن میں ممکن ہے تو دو عادل شخصوں کی گواہی معتبر ہوگی اور اگر ایسے وقت میں گواہی دی کہ وقوفِ عرفہ دن میں ممکن نہیں ہے بلکہ رات میں وقوف کرنا پڑے گا تو اس میں دو عادل شخصوں کی گواہی بھی معتبر نہ ہوگی اس لئے کہ ان کی گواہی کی وجہ سے وقوف دن کے بدلے رات میں کرنا پڑے گا پس وہی امر قبول کیا جائے گا جو خوب اچھی طرح سے ثابت ہو جائے۔

قاعدہ کلیہ

حاصل یہ ہے کہ اگر ایسا موقع ہے کہ شہادت قبول کرنے میں سب کا حج فوت ہو جاتا ہے تو اس موقعہ پر امام گواہی قبول نہ کرے گا اگرچہ گواہ بہتیرے ہوں اور اگر ایسا موقع ہے کہ شہادت قبول کرنے میں کچھ لوگوں کا حج فوت ہو جاتا ہے اور کچھ کا نہیں ہوتا تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) اگر عورت نے حجِ فرض کے علاوہ کسی اور حج کا احرام باندھا، اس کے ساتھ محرم ہے لیکن وہ اس کا شوہر نہیں ہے تو عورت وہ حج ادا کرے (شرح طحاوی باب الفدیہ) اور اگر محرم اس کا شوہر ہے اس نے عورت کو حج کی اجازت دی اور عورت نے حج کا احرام حج کے زمانہ سے پہلے باندھ لیا تو شوہر کو احرام سے حلال کرا لینے کا اختیار ہے اور اگر حج کے زمانہ میں احرام باندھا ہو تو شوہر کو احرام کھلوانے کا اختیار نہ ہوگا۔

اگر عورت کا شہر اتنی دور ہے کہ وہاں کے رہنے والے حج کے زمانہ سے پہلے نکلتے ہیں اور ان لوگوں کے نکلنے کے وقت عورت نے احرام باندھ لیا تو شوہر عورت کا احرام نہیں کھلوا سکتا اور اگر اس سے پہلے سے عورت نے احرام باندھا تھا تو شوہر احرام کو ختم کرا سکتا ہے، لیکن اگر عورت نے چند دن پہلے احرام باندھا تھا تو ختم نہیں کرا سکتا (محیط) اگر عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر احرام باندھا تھا تو شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ اس کو حج سے روک دے اور ہدی (قربانی) کے بغیر اس کو احرام سے باہر کرا دے اور احرام سے باہر نکلنا شوہر کے یہ کہنے سے کہ میں نے تجھے احرام سے باہر کردیا ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے جو احرام میں ممنوع ہیں، مثلاً اس کے ناخن تراشے یا بال کترے، یا خوشبو لگائے، یا بوسہ لے، یا معانقہ کرلے، پس اس طرح کرنے سے عورت احرام سے باہر ہو جائے گی اس پر احصار کی ہدی اور حج و عمرہ کی قضا لازم ہوگی، پس اگر اس کے بعد اسی سال شوہر نے احرام کی اجازت دیدی اور عورت نے احرام باندھ لیا، خواہ اس نے قضا کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو یہ حج

قضا ہوگا اور وہ حج جس کا اس نے پہلے احرام باندھا تھا اس سے ساقط ہو جائے گا اور عمرہ اس پر واجب نہ ہوگا اور پہلے احرام کے توڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی، اور اگر سال بدل گیا تو نیت کے بغیر وہ حج ساقط نہ ہوگا اور اس پر حج عمرہ اور قربانی لازم ہوگی (شرح طحاوی باب الفدیہ)

اگر عورت نے نفلی حج کا احرام باندھا اور اس کے بعد نکاح کر لیا تو ہمارے نزدیک شوہر اس کا احرام تڑوا سکتا ہے اور اگر اس نے حجِ فرض کا احرام باندھا تھا تو شوہر اس کا احرام نہیں تڑوا سکتا، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس کا محرم خود اس کا شوہر ہو اور اگر شوہر اس کا محرم نہیں ہے تو اس کو روکنے کا اختیار ہے (بحر الرائق) اگر کسی نے اپنی بیوی یا باندی سے جو احرام کی حالت میں تھی صحبت کر لی اور اس کو احرام کی حالت کی اطلاع نہ تھی تو وہ احرام سے باہر نہ ہوگی لیکن اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اگر اس کو پہلے سے اطلاع تھی تو احرام سے باہر ہو جائے گی، اگر شوہر نے عورت کو احرام سے باہر کرایا، پھر سال گذرنے کے بعد اجازت دی تو عورت پر حج اور عمرہ واجب ہے، اگر مرد نے احرام تڑوا دیا اور عورت نے پھر احرام باندھ لیا، مرد نے پھر احرام تڑوا دیا، عورت نے پھر احرام باندھ لیا، اسی طرح کئی مرتبہ ہوا، پھر عورت نے اسی سال حج کیا، تو سب مرتبہ احرام سے باہر ہونے کے عوض وہ ایک حج کافی ہوگا اور اگر آئندہ سال حج کیا تو ہر مرتبہ احرام سے باہر ہونے کے عوض ایک عمرہ واجب ہوگا (فتح القدیر)

غلام اور باندی اگر مالک کی اجازت کے بغیر احرام باندھیں تو اس کو روکنے کا اختیار ہے اور ہدی کے بغیر ان کا احرام تڑوا سکتا ہے ان میں سے ہر ایک پر احصار کی ہدی اور حج اور عمرہ کی قضا آزاد ہونے کے بعد واجب ہوگی، اگر غلام اور باندی مالک کی اجازت کے بغیر کسی عذر کی بنا پر حج نہ کر سکے تو مالک کو ان کی طرف سے ہدی بھیجنی چاہیئے، تاکہ حرم میں ذبح کی جائے اور وہ احرام سے باہر نکل آئیں (شرح طحاوی باب الفدیہ) اگر غلام یا باندی کو احرام کی اجازت دے چکا ہے تو اس کے بعد بھی مالک ان کا احرام تڑوا سکتا ہے، لیکن یہ مکروہ ہے، جب مالک اپنے غلام کا احرام تڑوانا چاہے تو اس کے ساتھ کوئی ایسا فعل ضرور کرے، جو احرام کی حالت میں ممنوع ہے، مثلاً ناخن تراشے، بال کترے، خوشبو لگائے یا اسی قسم کا کوئی اور فعل کرے، صرف منع کر دینے سے یا کہہ دینے سے کہ میں نے تجھ کو احرام سے باہر کر دیا وہ احرام سے باہر نہ ہوگا (سراج الوہاج) نزدیک مشتری کو یہ اختیار ہے کہ ان کو حج سے روک دے اور احرام سے باہر کرا دے (شرح طحاوی باب الفدیہ) اسبیجابیؒ نے ذکر کیا ہے کہ حج کرنے پر اور نہ کسی عبادت پر اور نہ کسی معصیت پر اجرت لینی جائز ہے اور اگر کسی کو حج کے لئے اجرت پر مقرر کیا (حج کرانے والے نے اجرت دیدی اور اس نے میت کی طرف سے حج کیا تو اس کا حج جائز ہوگا اس کی اجرت اسی قدر جائز ہوگی جو راستہ کے آنے جانے میں، کھانے، پینے، کپڑے، سواری اور دیگر اخراجات میں متوسط طور پر (جس میں نہ اسراف ہو نہ ضرورت سے کم ہو) کافی ہو، واپس لوٹنے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ وارثوں کو واپس کر دے اور جو فاضل بچا ہے اس کو خود لے لینا جائز نہیں لیکن اگر ورثاء بطریق احسان حج کرنے والے کی ملکیت میں چھوڑ دیں تو وارثوں کے مالک کر دینے سے اس کے لئے جائز ہو جائے گا (شرح طحاوی باب ابتداء کتاب الحج)

جس شخص کو میت کی طرف سے حج کرنے کا حکم کیا گیا تھا اگر وہ راستہ سے لوٹ آیا اور یہ کہا کہ حج سے اسے کوئی مانع پیش آ گیا ہے اور میت کا تمام مال واپسی میں خرچ ہو گیا ہے تو اس کے قول کی تصدیق نہ کریں گے اور وہ تمام خرچ کا ضامن ہوگا لیکن اگر کوئی امر ظاہر اس کے قول کی تصدیق کرے تو اس شخص کا قول معتبر ہوگا جس کو حج کا حکم دیا گیا تھا، اگر اس نے کہا کہ میں نے میت کی طرف سے حج کر لیا اور وارثوں نے یا وصی نے انکار کیا تو اس شخص کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا، لیکن اگر اس شخص پر جس کو حج کا حکم کیا گیا تھا میت کا کچھ قرض تھا اور مرنے والے نے یہ کہا تھا کہ میری طرف سے اس مال میں حج کر لینا پس اس نے اس شخص کے مرنے کے بعد حج کیا تو اس پر واجب ہے کہ اپنے حج کرنے کے گواہ پیش کرے (محیط) حرم کے پتھروں اور حرم کی مٹی کو حرم سے باہر لیجانے میں ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح حرم کے باہر کی مٹی حرم کے اندر پہنچانے

میں کوئی مضائقہ نہیں ہے فقہا کا اجماع ہے کہ زم زم کا حرم سے باہر لیجانا مباح ہے،

کعبہ کے پردوں میں سے کچھ نہ لے اور اگر کوئی ٹکڑا گر جائے تو فقیروں پر صرف کردے، پھر اگر ان سے خریدے تو کوئی مضائقہ نہیں (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) حرم کے درخت اراک اور اسی طرح دوسرے درختوں کی مسواک بنانا جائز نہیں ہے، کعبہ کی خوشبو بطور تبرک یا کسی اور غرض سے لینا جائز نہیں ہے اگر اسمیں سے کچھ خوشبو حاصل کی تو اس کا لوٹانا واجب ہے،

اگر کوئی شخص تبرک کا ارادہ کرے تو اپنے پاس سے خوشبو لاکر بیت اللہ شریف کو لگائے اور پھر اس خوشبو کو اپنے پاس رکھ لے (سراج الوہاج)

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضہ اطہر کی زیارت کرنا

ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت مندوبات میں سب سے زیادہ افضل ہے، مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ جس شخص کو استطاعت حاصل ہے اس کے لئے زیارت واجب کے قریب ہے، حج اگر فرض ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر زیارت کے لئے جائے اور اگر نفلی ہے تو اسے اختیار ہے (یعنی چاہے پہلے زیارت کو جائے اور یا بعد میں جائے)

روضۂ اطہر کی نیت کے ساتھ مسجدِ نبوی کی بھی نیت کرے

جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کی نیت کرے، تو اس کے ساتھ مسجدِ نبوی کی زیارت کی بھی نیت کرنی چاہیئے،

مسجدِ نبوی کی عظمت

اس لئے کہ مسجدِ نبوی کا شمار ان تین مسجدوں میں ہے، جن کے علاوہ کسی اور جگہ کو سفر نہیں کیا جاتا اور حدیث شریف میں آیا ہے،

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا لِثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی

تین مسجدوں کے علاوہ سامانِ سفر نہ باندھا جائے، مسجدِ حرام اور یہ میری مسجد (مسجدِ نبوی) اور مسجد اقصیٰ،

راستہ میں درود و سلام کی کثرت

جب زیارت کے لئے جائے تو راستہ میں درود و سلام کثرت کے ساتھ پڑھے (فتح القدیر) مکہ اور مدینہ طیبہ کے راستہ میں جو مسجدیں ہیں ان میں نماز پڑھے، یہ کرماتی نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے، جب مدینہ طیبہ کے درخت نظر آنے لگیں تو درود و سلام میں اور زیادتی کردے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

مدینہ طیبہ کی دیواروں کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے

جب مدینہ طیبہ کی دیواروں کو دیکھے تو درود شریف پڑھے اور یہ دعا پڑھے،

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِیِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَایَةً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ،

اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے تو اس کی وجہ سے مجھکو آگ سے محفوظ رکھ اور عذاب اور حساب کی برائی سے امن دے

مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے

اگر ممکن ہو تو مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے بعد غسل کرے، خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہنے، عاجزی کرتا ہوا تسلی اور وقار کے ساتھ داخل ہو (اختیار شرح مختار) بعض آدمیوں کا دستور ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب اتر جاتے ہیں اور وہاں سے پیدل چلکر مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہیں یہ بہت مناسب ہے، جس چیز میں ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ ... بہتر ہے (فتح القدیر)

مدینۂ طیبہ میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھے

اللھم رب السموٰت وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الریاح وما ذرین اسالك خیر ھذہ البلدۃ وخیر اھلھا وخیر ما فیھا واعوذبك من شرھا وشر ما فیھا وشر اھلھا، اللھم ھذا حرم رسولك فاجعل دخولی فیه وقایۃ لی من النار واما نا من العذاب وسوء الحساب۔

اے اللہ آسمانوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن پر وہ سایہ ڈالتے ہیں اے زمینوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں اے ہواؤں کے پروردگار اور ان چیزوں کے پروردگار جن کو وہ اڑاتی ہیں، میں تجھ سے اس شہر کی بھلائی، اور اس شہر کے رہنے والوں کی بھلائی اور جو چیزیں اس شہر کے اندر ہیں ان کی بھلائی کی بھیک مانگتا ہوں اور میں اس شہر کی اور شہر میں جو چیزیں ہیں ان کی اور اس شہر کے رہنے والوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ یہ تیرے رسول کا حرم ہی اس میں میرا داخل ہونا مجھے دوزخ سے بچانے کا اور عذاب اور حساب کی برائی سے محفوظ ہونے کا ذریعہ بنا (فتاوی قاضی خاں)

مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے

جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو وہی افعال کرے جو مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت مسنون ہیں یعنی پہلے دایاں پیر بڑھائے (فتح القدیر)، اور پھر یہ دعا پڑھے،

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك اللھم اجعلنی الیوم من اوجه من توجه الیك واقرب من تقرب الیك وانجح من دعاك وابتغی مرضاتك (فتاوی قاضی خاں)

اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد پر رحمت کاملہ نازل فرما اے اللہ میرے گناہوں کو بخشدے، اور میرے لئے رحمت کے دروازے کشادہ کردے، اے اللہ مجھے آج کے دن ان لوگوں میں زیادہ وجیہہ کردے جنہوں نے تیری طرف توجہ کی ہے اور ان لوگوں میں زیادہ قریب کردے جنہوں نے تیرا قرب چاہا ہے، اور دعا کرنے والوں میں مجھے زیادہ کامیاب اور تیری مرضی کا چاہنے والا بنا۔

مسجد نبوی میں باب جبریل سے یا کسی اور دروازہ سے داخل ہو (غایۃ السروجی شرح ہدایہ)

منبر کے پاس دو رکعتیں پڑھے

اور اس طرح کھڑا ہو کہ منبر کا ستون داہنے مونڈھے کے سامنے ہو یہی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، یہ جگہ ضریح مبارک اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ نے جو توفیق عنایت فرمائی ہے اس کے شکرانہ میں اللہ کے حضور سجدہ کرے اور جس دعا کو مناسب سمجھے پڑھے اس کے بعد کھڑا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضریح مبارک کی طرف متوجہ ہو اور سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو جائے[ا]، پھر اس جگہ سے تین چار گز قریب ہو جائے اور اس سے زائد قریب نہ ہو، تربت کی دیواروں پر نظر رکھے، اس لئے کہ یہ بہت ہیبت کی جگہ ہے اور اس کی عظمت بڑی بھاری ہے اس طرح کھڑا ہو، جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا اس طرح تصور کرے کہ گویا آپ لحد مبارک میں آرام فرما رہے ہیں اور اس کے حال سے باخبر ہیں اور اس کی باتیں سنتے ہیں (اختیار شرح مختار)

ا یہ فقیہہ ابو اللیث کی اپنی رائے ہے، فتح القدیر میں ہے کہ یہ قول غیر معتبر ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کے مزار مبارک کی طرف متوجہ ہو اور قبلہ کی طرف پشت کرے (مترجم)

مواجہ شریف کی دعا

اور پھر یہ دعا پڑھے

السّلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واشھد انک رسول اللہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وجاھدت فی امر اللہ حتی قبض روحک حمیدًا محمودًا فجزاک اللہ عن صغیرنا وکبیرنا خیرا الجزاء وصل علیک افضل الصلوٰۃ وازکاھا واتم التحیات وانماھا، اللھم اجعل نبیّنا یوم القیٰمۃ اقرب النبیین واسقنا من کاسہ وارزقنا من شفاعتہ واجعلنا من رفقاءہ یوم القیامۃ اللھم لا تجعل ھذا اٰخر العھد بقبر نبیّنا علیہ السلام وارزقنا العود الیہ یا ذا الجلال والاکرام (محیط)

اے اللہ کے نبی آپ پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمتیں اور اسکی برکتیں ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، آپ نے رسالت کو بخوبی پہنچایا، اور امانت کو اچھی طرح پر ادا کیا، آپ نے امت کو نصیحت فرمائی، اور اللہ کے کام میں آپ نے پوری پوری کوشش کی، یہاں تک کہ آپ کی روح قبض کرلی گئی، ایسی حالت میں کہ آپ حمید اور محمود کے رتبہ سے نوازے گئے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے عمدہ جزا عطا فرما، اور آپ پر سب سے افضل سب کر زیادہ پاک درود نازل فرما، اور سب سے کامل تحیۃ عطا فرما اے اللہ ہمارے نبی کو قیامت کے دن سب نبیوں سے زیادہ قرب والا بنا، ان کے جام کوثر سے ہم کو سیراب کر، ان کی شفاعت ہمیں نصیب کر اور ہم کو قیامت کے دن ان کے ساتھیوں میں کردے، اے اللہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ضریح مبارک پر میرا یہ آخری عہد نہ ہو، اے ذوالجلال والاکرام ہمیں یہاں آنا پھر نصیب ہو،

درمیانی آواز سے دعا پڑھے

اپنی آواز نہ زیادہ بلند کرے اور نہ بہت زیادہ پست، بلکہ درمیانی رکھے (غایۃ السروجی شرح ہدایہ) جس کسی نے وصیت کی ہو اس کا بھی سلام پہنچادے اور یہ کہے

السّلام علیک یا رسول اللہ فلاں بن فلاں یستشفع بک الی ربک فاشفع لہ ولجمیع المسلمین

یارسول اللہ آپ پر سلامتی ہو، فلاں ابن فلاں آپ کی سفارش چاہتا ہے آپ کے رب کے پاس، آپ اس کی اور تمام مسلمانوں کی سفارش فرمادیجئے،

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے چہرۂ مبارک کے پاس قبلہ کی طرف پشت کرکے جس قدر چاہے درود پڑھے پھر اس جگہ سے تقریبًا ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبرؓ کے سر مبارک کے سامنے آئے، اور یہ دعا پڑھے۔

صدیق اکبرؓ کے مواجہ شریف کی دعا

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار السلام علیک یا رفیقہ فی الاسفار السلام علیک یا امینہ علی الاسرار جزاک اللہ تعالیٰ عنا افضل ما جزی اماما عن امۃ نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ خیر مسلک وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت

اے رسول خدا کے نائب آپ پر سلام
اے رسول خدا کے غار کے ساتھی آپ پر سلام
اے رسول اللہ کے رفیق سفر آپ پر سلام
اے رسول اللہ کے اسرار سربستہ کے امین آپ پر سلام

اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اس جزا سے بہتر جزا عطا فرمائے جو کسی امام کو اپنے نبی کی امت سے ملی ہو، آپ نے رسول اللہ کی بہترین نیابت فرمائی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور راستہ پر آپ ٹھیک ٹھیک چلے، مرتد اور اہل بدعت سے لڑے اور اسلام کی

الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل
قائلا للحق ناصرا لاهله حتّٰى اتاك اليقين
والسلام عليك ورحمة الله وبركاته
اللهم امتنا على حبه ولا تخيب سعينا فى زيارته
برحمتك يا كريم

درستی فرمائی آپؐ نے قرابتوں کو ملایا، آپ ہمیشہ سچی بات کہتے رہے اور اہل حق کے مددگار رہے، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی، پس آپؐ پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں،

اے اللہ ہمیں ان کی محبت پر موت دے اور ان کی زیارت میں ہماری کوشش کو رائیگاں نہ کر اپنی رحمت سے اے کریم

پھر یہاں سے ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے سامنے آئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مواجہ شریف کی دعا

اور یہ دعا پڑھے

السلام عليك يا امير المومنين السلام عليك
يا مظهر الاسلام السلام عليك يا مكسر الاصنام
جزاك الله عنا افضل الجزاء ورضى الله عمن
استخلفك فقد نصرت الاسلام والمسلمين حيا
وميتا فكفلت الايتام ووصلت الارحام اقوى
بك الاسلام وكنت للمسلمين اماما مرضيا وهاديا
مهديا جمعت شملهم واغنيت فقرهم وجبرت
كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته

اے ایمان والوں کے سردار آپؐ پر سلام، اے اسلام کو ظاہر کرنے والے آپ پر سلام اے بتوں کو توڑنے والے آپ پر سلام،

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو بہترین جزا عنایت فرمائے اللہ ان سے راضی ہے جنہوں نے آپؐ کو خلیفہ بنایا، آپ نے زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرمائی، آپ نے یتیموں کی ذمہ داری لی اور ناتوں کو ملایا، آپ سے اسلام میں توانائی آئی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ امام تھے آپ نے ان کے اختلاف کو دور کیا اور ان کی احتیاج کو غنی میں تبدیل کردیا اور ان کی شکستگی کو باندھا آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں

پھر تقریباً آدھ گز پیچھے لوٹے اور یہ دعا پڑھے،

السلام عليكما يا ضجيعى رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم ورفيقيه ووزيريه ومشيريه
والمعاونين له على القيام فى الدين والقائمين
بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله احسن الجزاء
جئناكما نتوسل بكما الى رسول الله ليشفع لنا
ويسئل ربنا ان يتقبل سعينا ويحيينا على
ملته ويميتنا عليها ويحشرنا
فى زمرته

اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو ہم خواب تم دونوں پر سلام اے رسول اللہؐ کے دو رفیق دو وزیر دو مشورہ دینے والے، اور دین قائم رکھنے کے دو معاون، اور رسول اللہ کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کو بجالانے والے تم دونوں کو اللہ تعالیٰ بہترین صلہ عطا فرمائے، ہم تم دونوں کے پاس آئے ہیں تاکہ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وسیلہ بنائیں، کہ وہ ہماری سفارش کردیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں، کہ وہ ہماری کوشش کو قبول فرمائے اور ہم کو ان کی ملت پر زندہ رکھے اور ان کی ملت پر وفات دے، اور ان کی جماعت میں ہمارا حشر ہو،

پھر اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، اور جن لوگوں نے دعا کیلئے اس کو کہا ہو ان کیلئے دعائیں مانگے، پھر پہلی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھے،

اللهم انك قلت وقولك الحق ولو انهم اذ ظلموا اے اللہ تو نے فرمایا اور تیرا فرمانا درست ہے، کہ جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے

أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝ وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِينَ قَوْلَكَ طَائِعِينَ أَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِينَ بِنَبِيِّكَ إِلَيْكَ. اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝

اگر وہ تیرے پاس آتے اور تجھ سے بخشش چاہتے، اور رسول اللہ ان کو بخشواتے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے ہم تیری بارگاہ میں آئے ہیں، تیری باتوں کو سنتے ہیں، تیرے حکم کے فرماں بردار ہیں، تیری بارگاہ میں تیرے نبی کی سفارش چاہتے ہیں، اے اللہ ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے ہیں مغفرت فرما، اے اللہ دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھ، آپ کا رب ان چیزوں سے پاک ہے، جن کو لوگ بیان کرتے ہیں، پیغمبروں پر سلام، اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ثابت ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

اور اس دعا میں جتنا چاہے زیادہ کردے، اور جتنا چاہے کم کردے، اس کے علاوہ جو دعائیں یاد آئیں اور توفیقِ الٰہی ہو پڑھے، پھر ابو لبابہؓ کے اسطوانہ پر آئے، جہاں ابو لبابہؓ نے اپنے آپ کو باندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی تھی، یہ ضریحِ مبارک اور منبر کے درمیان ہے، یہاں دو رکعتیں پڑھے اللہ کے سامنے توبہ کرے اور جو جی میں آئے دعا مانگے، پھر روضۂ اطہر پر آئے، اور وہ حوض کے مثل مربع ہے امام وقت اس زمانہ میں اسی جگہ نماز پڑھتا ہے، یہاں جس قدر ہو سکے نماز پڑھے، دعا مانگے، تسبیح، ثناء، اور استغفار کا کثرت کے ساتھ ورد رکھے، پھر منبر پر آئے، اور اپنا ہاتھ انار کے مشابہ اس پایہ پر رکھے، جس میں خطبہ پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دستِ مبارک رکھتے تھے، تاکہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت حاصل ہو، درود پڑھے، اور اللہ تعالیٰ سے جتنی چاہے دعائیں مانگے، اس کی رحمت کے طفیل اس کے غضب سے پناہ مانگے، پھر

اسطوانہ حنانہ پر آئے اور یہ وہ ستون ہے، جس میں اس لکڑی کا بقیہ لگا ہوا ہے، جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھا تھا تو اس میں سے رونے کی آواز نکلی تھی، پھر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس کو بغل میں لیا تب اس کو تسکین حاصل ہوئی،

مدینہ طیبہ کے قیام کے زمانہ کا معمول جب تک مدینہ طیبہ میں رہے اس بات کی کوشش کرے کہ جہاں تک ہو سکے رات کو جاگتا رہے، تلاوتِ قرآن شریف اور ذکر اللہ میں مشغول رہے، منبر اور قبر کے پاس، اور ان دونوں کے درمیان آہستہ اور زور سے دعائیں مانگتا رہے (اختیار شرح مختار) جب تک مدینہ طیبہ میں قیام رہے درود کا کثرت کے ساتھ ورد رکھے (محیط)

بقیع میں جانا مستحب ہے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بعد بقیع کی طرف جانا مستحب ہے، وہاں کے مزارات خصوصًا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرے، بقیع میں حضرت عباسؓ کے قبہ کی زیارت کرے، اسی میں حضرت حسنؓ بن علیؓ، اور حضرت زین العابدینؓ اور ان کے بیٹے محمد باقرؒ اور ان کے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہم مدفون ہیں، یہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیمؑ کا قبہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی ازواجِ مطہراتؓ مدفون ہیں، اسی مقام پر آپؐ کی پھوپھی رضی اللہ عنہا اور بہت سے صحابہؓ کرام اور تابعین مدفون ہیں،

بقیع میں مسجدِ فاطمہؓ میں نماز پڑھے بقیع میں مسجدِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں نماز پڑھے، جمعرات کے روز شہدائے احد کی زیارت کرنا مستحب ہے وہاں جا کر یہ کہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ، سلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون[1] اور سورۂ اخلاص پڑھے

مسجدِ قبا میں سنیچر کے دن آنا مستحب ہے سنیچر کے دن مسجدِ قبا میں آنا مستحب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح وارد ہے اور یہ دعا مانگے[2] یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین یا مفرج کرب المکروبین یا مجیب دعوۃ المضطرین صل علی محمد وآلہ واکشف کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ھذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف ویا دائم الاحسان یا ارحم الراحمین (اختیار شرح مختار) فقہاء نے کہا ہے کہ ان مقامات پر کوئی دعا متعین نہیں ہے جو دعا مناسب سمجھے مانگے (فتاوی قاضی خاں) جب تک مدینہ طیبہ میں قیام رہے سب نمازیں مسجدِ نبویؐ میں پڑھنا مستحب ہے اور جب اپنے وطن واپس ہونے کا ارادہ کرے تو مسجدِ نبویؐ سے دو رکعتیں پڑھ کر رخصت ہونا مستحب ہے، اور جو دعائیں مناسب سمجھے مانگے، ایک بار پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آئے اور سلام پڑھے (سراج الوہاج)

تم کتاب الحج ویتلوہ کتاب النکاح ان شاء اللہ تعالیٰ

[1] تم پر اس وجہ سے سلام کہ تم نے گھر کا ٹھکانہ اچھا بنایا، ایمان رکھنے والی جماعت کے مسکن تم لوگوں پر سلام، اللہ نے چاہا تو تم سے ہم بے شک ملیں گے

[2] اے فریاد چاہنے والوں کے فریاد رس، اور داد خواہوں کے داد رس، اے مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت کو دور کرنے والے، اے آشفتہ حال اور مجبوروں کی دعا کو قبول کرنے والے، محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کی آل اولاد پر رحمتِ کاملہ نازل فرما، میری مصیبت اور غم کو دور فرما، جس طرح تو نے اپنے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مصیبت اور غم کو اس جگہ دور کیا تھا، اے شفقت کرنے والے، اے احسان کرنے والے، اے بہت احسان کرنے والے، اے ہمیشہ کے احسان والے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

قابلِ مطالعہ کتابیں

مصباح اللغات

(مکمل عربی لغت (پچاس ہزار سے زیادہ عربی الفاظ کا جامع و مستند ذخیرہ، عربی کے مستند اور مکمل ترین لغت المنجد کا مکمل ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ دوسری تمام اہم لغات کو بھی سامنے رکھا گیا ہے، واضح رہے کہ صرف المنجد ہی ۰/ ۲۴ سے زیادہ میں ہے) ص ۱۰۲۸ قیمت غیر مجلد ۰/ ۱۴ مجلد ۰/ ۱۶

قصص القرآن

(چار جلدوں میں) جدید ایڈیشن

مؤلفہ: مولانا حفظ الرحمٰن مرحومؒ

جلد اوّل: حضرت آدمؑ تا حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ ص ۵۳۶ قیمت ۰/ ۸ مجلد ۰/ ۹۔ جلد دوم حضرت یوشعؑ تا حضرت یحییٰؑ صـ۲۸ قیمت ۰/ ۴ مجلد ۰/ ۵۔ جلد سوم، انبیاءؑ کے واقعات کے علاوہ باقی قصص قرآنی کا بیان صفحات ۴۴ قیمت ۵۰/ ۵ مجلد ۵۰/ ۶

جلد چہارم، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت پاک اور دعوتِ حق صـ۵۲۰ قیمت ۰/ ۸ مجلد ۰/ ۹، پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۱۸۴۰، بڑی تقطیع قیمت ۵۰/ ۲۵ مجلد ۵۰/ ۲۹

مکمل لغات القرآن

(۶ جلدوں میں)

مؤلفہ: مولانا عبد الرشید عثمانی: مولانا سید عبد الدائم جلالی

اردو زبان میں لغتِ قرآن کے موضوع پر ایک جامع مکمل اور مستند کتاب، ایک مدرس اس کتاب کو پڑھ کر قرآن مجید کا بہترین درس دے سکتا ہے اور ایک عام اُردو خواں قرآن شریف کا ترجمہ بہت اچھی طرح کر سکتا ہے اور اس کے مضامین کو بخوبی سمجھ سکتا ہے، لغاتِ قرآن کے ساتھ ہی الفاظِ قرآن کی ایک مکمل فہرست دیدی گئی ہے، جس سے ایک لفظ کو دیکھ کر تمام لفظوں کے حوالے بڑی سہولت سے نکالے جا سکتے ہیں، جلد اول صـ۳۳۲ قیمت ۰/ ۵ مجلد ۰/ ۶ جلد دوم صـ۳۳۰ قیمت ۰/ ۵ مجلد ۰/ ۶ جلد سوم صـ۳۰۵ قیمت ۵۰/ ۴ مجلد ۵۰/ ۵ جلد چہارم صـ۳۴۶ قیمت ۰/ ۶ مجلد ۰/ ۷، جلد پنجم صـ۵۰۰ قیمت ۵۰/ ۶ مجلد ۵۰/ ۷، جلد ششم صـ۳۲۶ قیمت ۵۰/ ۴ مجلد ۵۰/ ۵

تفسیرِ مظہری اُردو

تالیف: حضرت قاضی محمد ثناء اللہ حنفی پانی پتیؒ

ترجمہ: مولانا سید عبد الدائم صاحب جلالی

ندوۃ المصنفین کو فخر ہے کہ اس کے ذریعہ اس لاثانی تفسیر کا عربی نسخہ پہلی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوا، اور اب یہ گوہر نایاب اردو کے قالب میں پیش کیا جا رہا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اب تک متعدد جلدیں شائع ہو چکی ہیں، ہدیہ آخری حصہ پارہ $\frac{۲۹}{۳۰}$ ۵۰/ ۱۰ مجلد چرمی ۵۰/ ۱۲

ہدیہ جلد اول ۵۰/ ۱۰ مجلد ۵۰/ ۱۲ جلد دوم ۰/ ۱۱ مجلد مجلد ۰/ ۱۳

ہدیہ جلد سوم ۰/ ۱۲ مجلد ۰/ ۱۴ ہدیہ جلد چہارم ۰/ ۱۲

ترجمان السنۃ

(تین جلدوں میں)

مولفہ: مولانا سید محمد بدر عالم صاحب

احادیثِ نبویؐ کا شاندار ذخیرہ، اردو زبان میں نئے عنوانوں اور نئی ترتیب کے ساتھ متعلقہ مباحث و مسائل کی دل پذیر تشریح و تفسیر بھی کی گئی ہے، شروع میں ایک مبسوط مقدمہ میں ارشاداتِ نبویؐ کی اہمیت، احادیث کے درجہ استناد و اعتبار تدوینِ حدیث کی تاریخ اور دیگر اہم عنوانات پر تفصیلی بحث اور بہت سے ائمۂ حدیث اور فقہاء کے ضروری حالات، بڑی تقطیع صـ۵۹۲ - ۵۱۲ - ۵۶۰

قیمت ۰/ ۱۲ مجلد ۰/ ۱۴، جلد دوم ۰/ ۱۰ مجلد ۰/ ۱۲، جلد سوم ۵۰/ ۱۰ مجلد ۵۰/ ۱۲

فہمِ قرآن

مؤلفہ: مولانا سعید احمد اکبر آبادی

نیا ایڈیشن، مباحث کی نئی ترتیب کیسا تھ قرآن مجید کے آسان ہونے کے کیا معنی ہیں، قرآن مجید کا صحیح منشا معلوم کرنے کے لئے شارعؑ کے اقوال و افعال کا علم کیوں ضروری ہے، احادیث کی تدوین کس طرح ہوئی، محدثین کی خدمات، کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ رضؓ کے حالات اور دوسرے مباحث،

صفحات ۴۰۰ قیمت ۰/ ۳ مجلد ۰/ ۴

مکمل تاریخ اسلام

(گیارہ جلدوں میں) مؤلفہ قاضی زین العابدین صاحب، مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی،،

تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ جو تاریخ ملت کے نام سے مشہور ہے تمام طبقوں میں مقبول ہو چکا ہے، اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق کتاب ہے، عہد نبوتؐ سے آخری مغل تاجدار تک کے زمانے کے حالات،

حصہ	صفحات	قیمت	مجلد
حصہ اول، نبی عربیؐ	صفحہ ۱۶۰	قیمت ۱/۵۰	مجلد ۱/۷۵
حصہ دوم - خلافت راشدہ،	صفحہ ۲۷۶	۲/۵۰	۲/۷۵
حصہ سوم، خلافت بنی امیہ	صفحہ ۳۳۶	۳/۵۰	۳/۷۵
حصہ چہارم، خلافت ہسپانیہ	صفحہ ۱۹۲	۲/-	۲/۲۵
حصہ پنجم و ششم، خلافت عباسیہ کامل	صفحہ ۳۲۵ ۴/۴	۳/۷۵ د- ۴/	مجلد ۴/۴
حصہ ہفتم، تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ	صفحہ ۲۸۸	۴/۰	مجلد ۴/۲۵
حصہ ہشتم، خلافت عثمانیہ	صفحہ ۲۸۸	۴/۰	۴/۲۵
حصہ نہم، تاریخ صقلیہ	صفحہ ۱۶۰	۱/۷۵	۲/۰

حصہ دہم و یازدہم سلاطین ہند صفحات

قیمت ۳/۵۰ و ۳/۵۰ مجلد ۳/۷۵ و ۳/۷۵

تمام جلدوں کے صفحات ۳۳۰۰ قیمت ۳۳/۰ مجلد ۳۵/۵۰

صدیق اکبرؓ

مؤلفہ: مولانا سعید احمد اکبرآبادی

مولانا شبلیؒ نے الفاروق لکھ کر حضرت عمرؓ کا توحق ادا کر دیا تھا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا حق ابھی باقی رہ گیا تھا، ہمارے فاضل دوست مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے یہ کتاب لکھ کر اس حق کو ادا کیا ہے (معارف) خلیفہ اول کی سیرت اور حالات و واقعات پر جنہیں امت خیر البشر بعد رسول اللہؐ مانتی ہے، جنہوں نے خلافت راشدہ کی بنیادیں مضبوط کیں اردو میں کوئی جامع اور مفصل کتاب نہیں تھی، شکر ہے اس محققانہ کتاب سے یہ کمی پوری ہو گئی،

صفحہ ۴۰۰ بڑی تقطیع (نظر ثانی کے بعد دوسرا ایڈیشن) قیمت ۸/۰ مجلد ۹/۰

اسلام کا اقتصادی نظام

مؤلفہ: مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

دنیا کے معاشی نظاموں میں اسلام کا نظام اقتصادی ہی ایسا نظام ہے، جس نے سرمایہ و محنت میں صحیح توازن قائم کر کے اعتدال کا راستہ نکالا ہے اور ان کی کشمکش کو ختم کیا ہے، اس شاندار کتاب میں جس کے جدید ایڈیشن میں مصنف مرحوم نے چند اضافے کئے تھے اس نظام کی تفصیل ہے صفحہ ۴۰۰ بڑی تقطیع قیمت ۶/۰ مجلد ۷/۰

اسلام کا نظام عفت و عصمت

مؤلفہ مولانا ظفیر الدین صاحب

چند اہم عنوانات،،

(۱) اسلام سے پہلے عورتوں کی حیثیت اور ان کی عفت و عصمت کی بربادی (۲) اسلام کی اصلاحی جدوجہد عورتوں کے حق میں (۳) مقاصد نکاح اور عفت و عصمت (۴) عفت و عصمت اور تعدد ازدواج (۵) شوہر کے فرائض و اختیارات (۶) بیوی کے فرائض و اختیارات، اور اسلام کا قانون طلاق اور عفت و عصمت کی حفاظت وغیرہ صفحہ ۳۰۰ بڑی تقطیع ۴/ مجلد ۵/۰

اخلاق و فلسفہ اخلاق

(مکمل اور جدید ایڈیشن) مؤلفہ: مجاہد ملت

مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم

ہماری زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں ایک طرف علمی اعتبار سے اخلاق کے تمام گوشوں پر مکمل بحث ہو، اور دوسری طرف ابواب اخلاق کی تشریح علمی نقطہ نظر سے اس طرح کی گئی ہو کہ اسلام کے مجموعہ اخلاق کی برتری دوسری ملتوں کے ضابطہ ہائے اخلاق پر ثابت ہو جائے، اس اہم اور معیاری کتاب سے یہ کمی پوری ہو گئی ہے،

صفحات ۵۹۲، بڑی تقطیع قیمت ۸/۰ مجلد ۹/۰

ملنے کا پتہ:- مکتبہ آفتاب ہدایت ابو المعالی دیوبند سہارنپور (یوپی)